کلیاتِ میرؔ

میر تقی میر

کلیاتِ میرؔ

میر تقی میر

M. SHIRAZ FAIZ BHATTI
Advocate High Court-LHR
C.C.No: PGR 21544

سنگ میل پبلی کیشنز لاہور

Marfat.com

891.51 Mir Taqi Mir
Kulliyaat-i Mir/ Mir Taqi Mir.-
Lahore : Sang-e-Meel Publications, 2008.
976, 27pp.
1. Urdu Literature - Poetry.
I. Title.

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ سنگ میل پبلی کیشنز/ مصنف سے باقاعدہ
تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کی
کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

84674

2008
نیاز احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
سے شائع کی۔

ISBN-10: 969-35-0943-9
ISBN-13: 978-969-35-0943-4

Sang-e-Meel Publications
25 Shahrah-e-Pakistan (Lower Mall), P.O. Box 997 Lahore-54000 PAKISTAN
Phones: 7220100-7228143 Fax: 7245101
http://www.sang-e-meel.com e-mail: smp@sang-e-meel.com

حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹرز، لاہور

Marfat.com

فہرست مضامین کلیاتِ میر تقی میر

نام مضمون	صفحہ	نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ
مقدمہ	۳	۱۳	رباعیات مستزاد	۷۰۸ / ۷۰۹
دیوان اول غزلیات بترتیب حروف تہجی	۱ / ۲۰۸	۱۴	قطعات	۷۱۰
		۱۵	ترکیب بند	۷۱۱ / ۷۱۸
دیوان دوم غزلیات بترتیب حروف تہجی	۲۰۹ / ۳۶۸	۱۶	نعت ومنقبت	۷۱۹ / ۷۵۵
		۱۷	ہفت بند	۷۵۶ / ۷۶۶
دیوان سوم غزلیات بترتیب حروف تہجی	۳۶۹ / ۴۵۶	۱۸	مرثیات	۷۶۷ / ۷۷۸
		۱۹	ستایشہائے گوناگون	۷۷۹ / ۷۸۲
دیوان چہارم غزلیات بترتیب حروف تہجی	۴۵۷ / ۵۳۰	۲۰	مثنوی در جشن ہولی وکتخدائی	۷۸۳ / ۷۸۸
		۲۱	مثنوی در بیان ہولی	۷۸۹ / ۷۹۵
دیوان پنجم غزلیات بترتیب حروف تہجی	۵۳۱ / ۶۲۴	۲۲	مثنوی در تعریف سگ وگربہ	۷۹۶
		۲۳	در تعریف مادہ سگ	۷۹۷
دیوان ششم غزلیات بترتیب حروف تہجی	۶۲۵ / ۶۷۸	۲۴	مرثیہ خروس کہ در خانۂ فقیر بود	۷۹۸
		۲۵	مثنوی در بیان بز	۷۹۹
فردیات	۶۷۹ / ۶۸۴	۲۶	ہجویات	۸۰۱
تضمین	۶۸۵ / ۶۸۷	۲۷	مخمس در ہجو نشکر	۸۰۶
مثلث	۶۸۸	۲۸	قطعہ در ہجو خواجہ سرائے	۸۰۷
مخمس	۶۸۹ / ۶۹۴	۲۹	مثنوی در بیان مرغ بازاں	۸۰۸
رباعیات	۶۹۵ / ۷۰۸	۳۰	مثنوی در ہجو خانۂ خود	۸۱۰ / ۸۱۴

Marfat.com

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ
۳۱	مثنوی در ہجو خانۂ خود کہ بسبب باراں خراب شدہ بود	۸۱۵/۸۱۶
۳۲	مثنوی در مذمت برشکال کہ باراں دراں سال بسیار شدہ بود	۸۱۷/۸۱۸
۳۳	مثنوی در ہجو نا اہل مسمّی بہ زبانِ عالم	۸۱۹/۸۲۲
۳۴	ہجو عاقل نام ناکسی کہ بسگاں انسے تمام داشت	۸۲۳/۸۲۴
۳۵	مثنوی تنبیہ الجہال	۸۲۵/۸۲۶
۳۶	مثنوی اژدر نامہ	۸۲۸/۸۲۹
۳۷	مثنوی در مذمت آئینہ دار	۸۳۰/۸۳۲
۳۸	مثنوی در ہجو اکول	۸۳۳/۸۳۴
۳۹	مثنوی در بیان کذب	۸۳۵/۸۳۶
۴۰	واسوخت	۸۳۷/۸۵۰
۴۱	مثنویات شکار نامہ	۸۵۱/۸۸۳
۴۲	مثنوی ساقی نامہ	۸۸۴/۸۸۸
۴۳	مثنویات جذبات عشق	۸۸۹
۴۴	مثنوی شعلۂ عشق	۸۹۰/۸۹۹
۴۵	مثنوی دریائے عشق	۹۰۰/۹۱۰
۴۶	مثنوی عشقیہ	۹۱۱/۹۱۷
۴۷	مثنوی معاملات عشق	۹۱۸/۹۲۸
۴۸	مثنوی جوش عشق	۹۲۹/۹۳۵
۴۹	مثنوی اعجاز عشق	۹۳۶
۵۰	بعض سوانحات میر	۹۴۹
۵۱	مخمس در شہر کا ماحسب حال خود	۹۵۰/۹۵۱
۵۲	مخمس در حال لشکر	۹۵۲/۹۵۸
۵۳	مثنوی ننگ نامہ	۹۵۹/۹۶۷
۵۴	مثنوی خواب خیال میر	۹۶۸/۹۷۳
۵۵	مثنوی مذمت دنیا	۹۷۴/۹۷۶

Marfat.com

مقدمہ

کلیاتِ میر

از مصور درد مولوی عبدالباری صاحب آسی

شجرہ خاندانِ میر

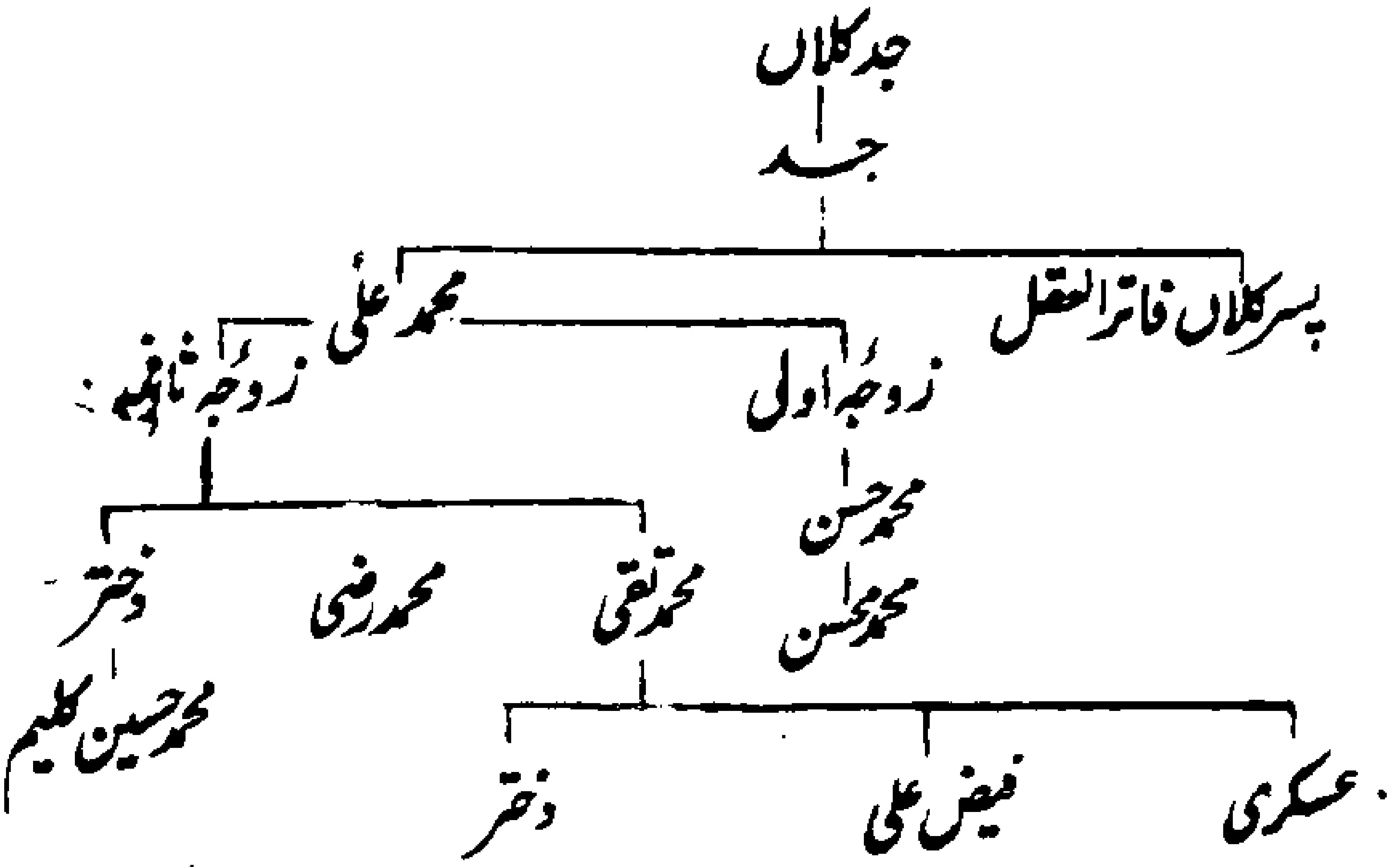

میر صاحب کے پردادا معہ اپنے قبیلہ کے حجاز سے ہندوستان پہونچے اور میر صاحب کے خود نوشتہ تذکرہ ذکر میر کے مطابق پہلے دکن میں ٹھہرے اور پھر کچھ مجبوریوں کی وجہ سے احمد آباد گجرات میں آکر مقیم ہوئے۔ مگر آب ودانہ کی کشش وہاں سے اکبرآباد لے آئی اور اسی سرزمین میں پیوند خاک ہوئے ان کے دادا اکبرآباد میں فوجدار مقرر ہوئے اور پچاس برس کے سن میں وہ بھی رہنورد فنا ہوئے۔ دو لڑکے ان سے یادگار رہے ایک کو خلل دماغ تھا۔ جن کو جوانا مرگی نصیب ہوئی لہٰذا ان کا ذکر قابلِ حذف ہے۔ دوسرے میر صاحب کے والد جن کا نام محمد علی۔ یا عبداللہ تھا۔ اور علی متقی ان کے پیر کا بخشا ہوا لقب تھا۔

سیادت میر اُردو کے تذکرہ نویسوں میں میر صاحب کی سیادت کے متعلق اختلافات چلے آتے ہیں لہٰذا اُس پر جسٹس سر شاہ محمد سلیمان صاحب بالقابہ نے جو کچھ بحث وتمحیص فرمائی ہے میں اُسی کو

Marfat.com

نقل کیے دیتا ہوں۔ اہل نظر اس سے نتیجہ نکال سکیں گے۔

"ان کے نسب کے متعلق آزاد نے لکھا ہے کہ یہ شرفائے اکبرآباد سے تھے۔ اپنے کو سید کہتے تھے لیکن ان کے زمانے میں کچھ لوگ اس دعوے پر حرف زن تھے۔ تذکرہ شورش میں ہے کہ خطاب سیادت ان کو شاعری کی درگاہ سے عطا ہوا۔ اور آبحیات میں آزاد نے لکھا ہے کہ چند کہن سال بزرگوں سے سنا گیا کہ میر کے والد نے ان کو متنبہ کیا تھا کہ میر تخلص کرنے سے سید بنجائیں گے۔ اسکے بعد سودا کا ایک شعر آزاد نے نقل کیا ہے جو کلیات میں نہیں پایا جاتا اور وہ میر کی شرافت کی ہجو میں ہے۔

۵ بیٹھے تنور طبع کو جب گرم کرکے میر — کچھ شیرمال سامنے کچھ نان کچھ پنیر

سودا کا ایک دوسرا شعر جو مشہور ہے اور جس میں میر ہی کے خاندان کی طرف اشارہ ہے یہ ہے۔ ۵

میری کے اب تو سارے عالج ہیں مستعد — بٹیا تو گندنا بنا اور آپ کو تھمیر

بلا کسی شہرت یا بنیاد کے ذات پر حملہ کرنا ایک تعجب خیز بات تھی۔ زمانۂ حال کے تمام نکتہ چین آزاد کے اس شبہ کرنے پر مضحکہ کرتے ہیں اور دلیل میں یہ پیش کرتے ہیں کہ میر ہمیشہ اپنے کو سید کہتے تھے اور ذکر میر میں بھی اپنے کو میر لکھا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا لقب میر مشہور تھا۔ لکھنؤ میں ان کو سب سید یقین کرتے تھے اور خود میر نے اپنے کو برابر سید لکھا ہے۔

۵ پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں — اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی

لیکن مطبوعہ ذکر میر میں بھی میر نے اپنے کو سوائے میر تقی لکھنے کے صاف طور پر سید ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ اپنے دادا یا پردادا کا نام ظاہر نہیں کیا ہے۔ اپنے والد کو بھی سید نہیں لکھا ہے۔ اور نہ اپنے بھائیوں میں سے کسی کو میر یا سید کے لقب سے یاد کیا ہے۔ بخلاف اس کے غیروں کو مثلاً امان اللہ، کمل خاں اور سعادت علی خاں کو سید لکھا ہے۔ البتہ مولوی مسعود حسن رضوی کے نسخے میں حقیقت حال مصنف کے زیر عنوان اپنے متعلق یہ لکھا ہے کہ "کسے فقیر و شاعر و متوکل دانستہ بطریق نذر چیزے می فرستد۔ مولوی عبدالحق نے اپنے مقدمہ میں یہ لکھا ہے کہ میر صاحب نے ذکر میر میں ہر مقام پر اپنے والد کے نام کے ساتھ میر کا لفظ لکھا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ میر صاحب اپنے والد کو ہر جگہ میر علی متقی لکھتے ہیں اسی سے مولوی محمد عسکری نے بھی نقل کیا ہے لیکن ایسا لکھنا نہایت تعجب خیز ہے

۵ مقدمہ ذکر میر

Marfat.com

کیونکہ ذکرِ میر میں برابر اپنے والد کو علی متقی - یا درویش یا عزیز مردہ کہکر حوالہ دیا گیا ہے۔ کسی جگہ میر علی متقی
مجھے نہیں ملا۔ صرف ایک[1] جگہ میر محمد علی درج ہے۔ حقیقت میں علی متقی جب ان کا لقب تھا تو اسکے پہلے
میر لکھنا ہرگز موزوں نہ ہوتا - نہ کوئی درویش صفت بزرگ خود اپنے کو ایسا کہلانا پسند کرتا۔ البتہ مضامین
کے عنوان جو چھپے ہیں اُن میں میر علی متقی لکھا ہے۔ مگر مولوی عبدالحق نے اپنے مقدمہ میں خود تسلیم
کیا ہے کہ یہ عنوان اصل میں موجود نہیں ہے اور وہ خود ان کے اضافہ کیے ہوئے ہیں۔ مولوی مسعود حسن
رضوی کے نسخہ میں بھی اس قسم کے عنوان موجود نہیں ہیں - اور نہ مولوی محمد شفیع کے نسخے
میں ہیں -

دوسرا دعوی دونوں صاحبوں نے یہ کیا ہے کہ اس کتاب میں میر نے اپنے والد کی زبانی اپنا
نام میر محمد تقی لکھا ہے - اول تو اُن کے والد کی زبانی اسطرح پر خطاب کیا جانا مجھے نہیں ملا - دوم
یہ کہ اگر ہو بھی تو تعجب خیز بات ہوگی کہ ایک صوفی منش درویش اپنے دس سال کے بیٹے کو
میر محمد تقی کہہ کر پکارے - یہ صحیح ہے کہ میر نے اپنے کو اور دوسروں کی زبانی بھی میر محمد تقی لکھا
ہے - مگر واضح رہے کہ یہ کتاب اُنھوں نے ساٹھ سال کی عمر میں لکھی تھی جب وہ خود میر
مشہور تھے - نہ تو وہ اقوال جو اُنھوں نے اپنے والد یا سید امان اللہ کے نقل کیے ہیں لفظ بہ لفظ
اصلی ہو سکتے ہیں - نہ اس کی اُمید کی جا سکتی ہے کہ دس سال کی عمر میں جو کچھ اُنھوں نے کانوں
سُنا اُسے بجنسہ بعد کو قلمبند کیا - جب تخلص میر تھا تو میر صاحب مشہور ہو جانا مشکل نہ تھا - اور
اگر حقیقت میں وہ سید نہ تھے اور سید بن بیٹھے تو ذکرِ میر میں اپنے کو میر لکھنا بھی کوئی غیر قابل قیاس
بات نہیں ہو سکتی - لیکن اگر ذکرِ میر میں جیسا لکھا ہے صحیح ہے کہ میر دس سال کے تھے جب اُنکے
والد نے انتقال کیا تو یہ قصہ کہ اُن کے والد نے اُن کو متنبہ کیا تھا کہ میر تخلص کرنے سے سید بنجائینگے
ناقابل یقین ہوگا تحقیق صرف یہاں تک ہے کہ میر اپنے کو سید ضرور کہتے تھے اور سید مشہور تھے
اسی کے ساتھ کچھ لوگوں نے ہجو میں اُن کی سیادت پر شبہ کیا - اب اتنے زمانے کے بعد کہ درحقیقت
میر سید تھے یا جیسا اکثر لوگوں نے اس زمانے میں کہا سید بن بیٹھے تھے مشکل ہے "

مندرجہ بالا خیالات اور فیصلوں سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مضمون نگار کو مولانا آزاد
کے خیال یا اُن کی بیان کی ہوئی روایت سے کہ میر صاحب سید نہ تھے ایک حد تک اتفاق ہے
پھر بھی مولانا آزاد ہی کا یہ جملہ کہ سیادت میں شبہ نہ کرنا چاہیئے - اگر وہ سید نہ ہوتے تو خود
کیوں کہتے - اُن کے پہلے خیالات کی تردید کے لیے بہت کافی ہے - اس پر میر صاحب کا

[1] ذکرِ میر صفحہ ۶ -

Marfat.com

بار بار اپنے آپ کو سید بتانا۔

اے غیر میر تجھ کو گر جوتیاں نہ مارے	سیدنہ ہووے پھر تو کوئی چمار ہووے
کب اقتدا ہو مجھ سے کسی کی سوائے میر	بندہ ہوں دل سے میں اُسی سیّد امام کا
سیّد ہیں میر صاحب درویش دردمند	سر رکھیے انکے پاؤں پہ جائے ادب ہے یہ
ذلیل ذات نہیں عشق میں کہ میر کو کچھ	ذلیل کیسے ہیں اُن کی ہے گو کہ ذات بڑی
غیرت سے تنگ آئے غیروں سے لڑ مرینگے	آگے بھی میر سید کرتے گئے ہیں ساکا
در پہ سے ترے اب کے جاؤں گا تو جاؤں گا	یاں پھر اگر آؤں گا سیّد نہ کہاؤں گا
منکر نہیں ہے کوئی سیادت کا میر کی	ذاتِ مقدس اُن کی یہی ذات ہو تو ہو
پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں	اس عاشقی میں عزتِ سادات بھی گئی
(معاملاتِ عشق) جانتے تھے کہ ہے یہ دلدادہ	سیدِ خستہ خاک اُفتادہ
(در ہجوِ نااہل) رکھتی ہے میری شرافت اشتہار	گو پنا سید کہے ۔ ہے ۔ کیا چار
(مختار سلطنت کی زبانی) تم بنی فاطمہ ہو ہم ہیں غلام	ہے غلامی تمھاری اپنا کام

اتنی شہادتوں کے علاوہ یہ شہادت بھی ہے کہ جب خواجہ محمد باسط نے ان کو نواب امیرالامرا صمصام الدولہ کے سامنے بغرض ملازمت پیش کیا تو انھوں نے سوال کیا کہ "ایں پسر از کیست" اس پر اُنھوں نے جواب دیا کہ "از میر محمد علی است." مگر ان سب باتوں کے باوجود ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے اگر کہنے والا کہدے کہ میر صاحب سیادت کے مدعی تھے اور یہ سب باتیں میر صاحب ہی کی بیان کی ہوئی ہیں ان پر اعتماد کیا ہو سکتا ہے۔

مگر ہاں اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ میر صاحب کے والد بزرگوار اُس وقت کے ایسے باکمال بزرگوں میں تھے کہ اُن کے ملنے اور اُن کی دست بوسی کرنے کے بڑے بڑے لوگ آرزومند رہتے تھے۔ اُن کے کمال روحانی کے متعلق میر صاحب نے اپنے تذکرہ ذکر میر میں کئی حکایتیں بیان کی ہیں۔ جن کا یہاں ذکر کرنا تطویل کا باعث ہوگا۔ مگر یہ بتا دینا ضروری ہے کہ وہ شاہ کلیم اللہ اکبرآبادی کے مرید تھے۔ اور بیرون شہر متصل عیدگاہ سکونت گزین تھے۔

ولادت میر اسوقت تک میر صاحب کی سوانحعمری کے متعلق جتنے مضمون نکلے ہیں اُن میں ناسخ مرحوم کے اس مصرع تاریخ سے ع وا ویلا مُردہ شاعراں + تاریخ وفات سنہ ۱۲۲۵ھ

مطابق سنہ ۱۸۰۸ع قرار پائی ہے اور یہ صحیح بھی ہے۔ مگر اُن کے سنہ ولادت میں بڑے اختلافات ہیں اور ان میں بہت سے قیاسات سے کام لیا گیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کی عمر اور اُنکی مدت حیات واقعی طور پر معلوم نہیں ہو سکی۔ مولانا آزاد مرحوم نے نئو برس جس کے رو سے سنہ ۱۱۲۵ھ میں اور تذکرہ جہاں میں اسّی برس عمر بتائی ہے جسکے رو سے سنہ ۱۱۴۵ھ میں ولادت قرار پاتی ہے۔ اسی طرح مصحفی نے اپنا تذکرہ جو سنہ ۱۲۰۹ھ میں لکھا ہے اُن کی عمر اسّی سے متجاوز بتائی ہے۔ اگر بارہ سو نو سے اسّی نکال دیں تو سنہ ۱۱۲۹ھ سنہ ولادت مانا جاسکتا ہے۔ مگر ان سب پر جب ناقدانہ نگاہیں پڑی ہیں تو قیاس صحت اور اصلیت سے زیادہ قریب ہو گیا ہے۔ چنانچہ مولوی عبدالحق نے روایت و درایت کو ملاتے ہوئے سنہ ۱۱۳۷ھ سنہ ولادت قرار دیا ہے۔ مگر اس پر بھی تنقید کی گئی اور سر شاہ سلیمان صاحب نے سنہ ۱۱۳۶ھ کو صحیح مانا ہے۔ مگر اب کہ واقعات صحیح طور پر معلوم ہو گئے ہیں اِن قیاس آرائیوں کی ضرورت نہیں۔ جیساکہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

عالی جناب راجہ صاحب محمود آباد دام اقبالہ کی لائبریری میں میر صاحب کے ایک دیوان چہارم کا قلمی نسخہ موجود ہے جسکی خصوصیات یہ ہیں۔

(۱) یہ دیوان خود میر صاحب مغفور و مرحوم نے اپنے شاگرد محمد محسن المخاطب بہ زین الدین احمد کو اپنے ہاتھ سے عنایت فرمایا۔

(۲) یہ دیوان میر حسن علی تجلی داماد میر مغفور کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ جو غالباً میر صاحب کے ایما سے لکھا گیا۔ اور جسے میر صاحب نے دیکھا کیونکہ وہ اُن کے پاس نہ ہوتا تو وہ محمد محسن کو کیونکر دیتے۔

(۳) اس دیوان پر میر صاحب کے کچھ سوانح حیات ہیں جن سے بہت سی ایسی باتوں پر روشنی پڑتی ہے جو اب تک تذکرہ نویسوں کی نظر سے مخفی تھیں۔

(۴) اس پر بعض شاہانِ اودھ کی مہریں ہیں جن سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ شاہی کتب خانوں کی زینت رہ چکا ہے۔

(۵) اس دیوان میں کچھ غزلیں زیادہ ہیں۔ اور ایک مثنوی بھی ہے جو اب تک کسی دوسرے دیوان میں نظر نہیں آئی۔

اس دیوان کے ٹائیٹل کے صفحہ پر جو سادہ ہے محمد محسن کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ

Marfat.com

عبارت موجود ہے۔

"بروز جمعہ بستم شعبان المکرم وقت شام ۱۲۲۵ھ یکہزار دو صد و بست و پنج ہجری بود کہ میر محمد تقی صاحب میر تخلص صاحب این دیوانِ چہارم در شہر لکھنؤ در محلۂ سٹھٹی بعد طے نہ عشرۂ عمر بجوار رحمت ایزدی پیوستند۔ و بروز شنبہ بست و یکم ماہ مذکور بسمہ الیہ وقت دوپہر در اکھاڑۂ بھیم کہ قبرستان مشہور است نزد قبور اقربائے خویش مدفون شدند و چہار دیوانِ خود را کہ ایں دیوانِ چہارم ہم ازانجملہ است بہ محرر ایں سطور محمد محسن المخاطب بہ زین الدین احمد تجاوز اللہ عن سیاتہ در حین حیاتِ خویش بکمال رغبت بحل کردہ بخشیدند۔ خدایش بیامرزاد"۔

تاریخ وفات نثر میں لکھکر دو قطعۂ تاریخ نظم بھی درج کر دیے ہیں جو ذیل میں درج ہیں۔

قطعۂ تاریخ نمبر ۱

محمد تقی میر شاعر کہ بود	مسلّم ور اتخت و تاج سخن
باقلیم معنی ز ارباب شعر	ستانندہ او بود باجِ سخن
زمرگش چو بے نور شد شعر سال	نوشتم بمردہ سراجِ سخن
	سنہ ۱۲۲۵ھ

(۲) تخرجہ

میر تقی استادِ فنِ شعر	مُرد و ز دنیا سوئے عالم شد
گشت چو اشعارش ہمہ بے سر	میر تقی استاد رقم ...

سنہ ۱۲۲۶ھ

بارہ سو چھبیس میں پہلے مصرع کے اشارے گشت چو اشعارش ہمہ بے سر۔ کے مطابق اشعار کا الف نکالنے سے ۱۲۲۵ھ رہجاتے ہیں۔ اس نسخہ کے ایک صفحہ پر نوادر الکملا کی عبارت بھی درج ہے جو آگے چلکر حسب ضرورت نقل کی جائے گی مگر فی الحال سنہ ولادت کے تعین کے جھگڑے کو صاف کر دیتا ہے کہ اس عبارت کے دیکھنے کے بعد ہم کو کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ میر صاحب نے ۹۰ برس کی عمر پائی اور ۱۲۲۵ھ میں سے جب نوے منہا کر دیجیے تو ۱۱۳۵ھ باقی رہے اور یہی سنہ ولادت ہے۔ اور اسی کی ایک دوسری عبارت

Marfat.com

سے بھی تائید ہوتی ہے جو اس کتاب کے ایک دوسرے صفحہ پر لو او را لکلا سے نقل کی گئی ہے "کم درا واخر یک ہزار و یک صدوسی و پنج ہجری ولادت واقع شدہ"۔

تربیت میر میر صاحب نے اپنی تعلیم و تربیت کے متعلق کوئی تفصیلی اور واضح بیان نہیں دیا۔ مگر کچھ واقعات ہیں جن سے پتہ چل جاتا ہے۔ ان کو ذرا پھیلا کر لکھنے کی ضرورت ہے۔

ہم اپنے مضمون میں بیان کر چکے ہیں کہ میر صاحب کے والد ایک باکمال صوفی تھے جنسے اکثر خرق عادات کی سی باتیں بھی سرزد ہوتی تھیں۔ چنانچہ ان واقعوں میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے۔

ایک مرتبہ میر صاحب کے والد گھر میں مضطرب و سراسیمہ سے آئے۔ بڑھیا ماما سے کہا کہ کچھ کھانے کی چیز گھر میں ہو تو لاؤ۔ وہ بولی کہ گھر میں تو کوئی سامان نہیں ہے۔ بازار جاتی ہوں وہاں سے سودا سلف لاؤں تو کچھ پکاؤں۔ بڑھیا کچھ آٹا دال وغیرہ لے کر لپٹی تو انھوں نے کھانے کے تیار کرنے کے لیے جلدی مچائی۔ بڑھیا بگڑ کر بولی کہ صاحب فقیر ہو تو فقیری کے انداز سیکھو صبر کرو۔ درویشی کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ بڑھیا کا کہنا تیر کا کام کر گیا اُس سے تو کچھ نہ کہا۔ لیکن اُٹھے آنسوؤں سے بھیگا ہوا رومال اُٹھایا۔ اور چلنے لگے۔ ماما بیچاری ڈر گئی۔ دوڑ کے ان سے لپٹ گئی۔ اور پوچھا کہاں چلے۔ بیٹھو۔ اُنھوں نے جواب دیا۔ کچھ حرج نہیں۔ تم میرے لیے کھانا پکاؤ میں ذرا لاہور میں ایک درویش سے مل آؤں ابھی واپس آتا ہوں بڑھیا نے بہتیرا سمجھایا بجھایا مگر وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا اب کیا ہو سکتا تھا۔ مجبور چپ ہو رہی اور یہ چل کھڑے ہوئے۔ نہ پاس ساز و سامان۔ نہ زاد راہ۔ نہ روپیہ نہ پیسہ۔ مگر توکل بر اللہ آخر کار لاہور پہونچ ہی گئے۔ جس درویش کی ملاقات کا شوق کھینچکر لے گیا تھا اُس سے دریائے راوی کے کنارے پر ملاقات ہوئی۔ اور اُس سے کچھ صحبت برآر نہ ہوئی تو یہ پلٹ کر دلّی آئے یہاں آکر میر قمر الدین منت خلف میر عبدالرشید عزّت کے یہاں فروکش ہوئے۔ یہ زائرین اور معتقدین کے ہجوم کو برداشت نہ کر سکے راتوں رات دلّی سے چل کھڑے ہوئے۔ اور دو تین روز کے سفر کے بعد بیانہ پہونچے۔ یہاں ایک نوجوان سیدزادے پر اُن کی جاذبانہ نگاہ نے ایسا اثر ڈالا کہ وہ آسیب زدوں کی طرح بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو ان کی منت سماجت کی کہ اس پر مہربانی فرمایئے۔ انھیں بھی کچھ رحم آگیا۔ تھوڑا سا پانی لیا۔ اس پر کچھ پڑھکر دم کیا۔ اس میں سے کچھ منھ پر چھڑکا کچھ پلایا۔ جوان کو ہوش آیا تو مؤدبانہ سامنے

Marfat.com

بیٹھ گیا - اور پھر لجاجت کے ساتھ التجا کی کہ چند روز غریب خانے پر قیام فرمائیے - اُنھوں نے یہ کہہ کر منظور کر لیا کہ خیر - مگر میں مستعد سفر ہوں - لوگوں نے کہا کہ جسوقت جو مرضی مبارک ہوگی اُس پر عمل کیا جائے گا - بس اتنا ہے کہ چلیے کچھ ماحضر نوش فرمائیے اور عزت بڑھائیے - اُنھوں نے پھر کہا کہ ہم لوگ کبھی کسی سے خوش ہیں کبھی ناخوش ہم سے کوئی متعرض نہ ہو ؎

بگفت احوالِ ما برقِ جہان ست — دمے پیدا و دیگر دم نہان ست
گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینم — گہے بر پشتِ پائے خود نہ بینم

سب نے یکزبان ہو کر عرض کیا کہ آپ کیا فرماتے ہیں ہم سب خادم ہیں کبھی ایسا نہ ہوگا غرضکہ عہد لیکر وہاں گئے - اتفاق کی بات کہ اسی روز اس نوجوان کی شادی تھی - لوگوں نے ان سے بھی شرکت شادی کی درخواست کی اُنھوں نے کہا فقیر کو ان جھگڑوں سے کیا مطلب - بعدہ نوجوان سے کچھ تجرد اور ترک اسوا کی باتیں کیں - اُدھر برات گئی - اور ادھر یہ رخصت ہو کر اکبرآباد آپہونچے - یہ تو چلے ہی آئے - مگر اُدھر جب برات واپس آئی تو دولھا کو ان کے چلے جانے کا حال معلوم ہوا - دنیا نگاہوں میں تیرہ و تار ہوگئی - دل طپاں - جذبِ حقیقی دامن کشاں نتیجہ یہ ہوا کہ بیچارے نے گھر پر پانی تک نہ پیا - نئی نویلی دولھن کو چھوڑ چھاڑ تلاش میں نکل کھڑا ہوا - کئی روز تک جنگلوں میں خاک چھانتا آہ و فریاد کرتا پڑا پھرا - ہر شخص سے فقیر کا پتہ پوچھا مگر حاصل کچھ نہ ہوا - آخر "خدا خود میر سامان است ارباب توکل را" ایک دن کوئی خضر راہ مل گیا - اور اُسکو انتہائی سراسیمہ دیکھ کر رحم کھا کر پوچھا - کسے ڈھونڈھتا ہے - اُس نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اپنا مطلب ادا کیا - اُس نے کہا جا سیدھا اکبرآباد چلا جا علی متقی وہیں ہیں ڈھونڈھ لے - یہ سُنکر غریب پوچھتا پاچھتا اکبرآباد آیا - اور منزل مقصود تک پہونچ گیا اُنھوں نے تسلی دیکر وہیں ٹھہرا لیا - پھر یہانتک سلسلۂ موانست مستحکم ہوا کہ علی متقی اسکو برادر عزیز کہنے لگے - یہی نہیں بلکہ تمام سیاہ و سپید کا اسی کو مالک کر دیا - اس شخص کا نام سید امان اللہ تھا - جو بعد کو علی متقی کی نظر فیض اثر سے درویشی کے مقام اعلیٰ تک فائز ہوا یہی وہ ذات ہے جو میر صاحب کی تربیت و تعلیم کی اولین ذمہ دار ہے - میر صاحب کی عمر اُسوقت سات سال کی تھی - چنانچہ خود لکھتے ہیں -

"من دراں ایام ہفت سالہ بودم - باخودم مانوس ساخت و در گریبانم انداخت یعنی با مادر و پدرم نہ گزاشت و بفرزندی خویشم برداشت - لمحۂ از خود جدایم نمی کرد و بنازم نعم

Marfat.com

می پرورد۔ چنانچہ روز و شب با او میماندم و قرآن شریف بخدمت او میخواندم"

میر صاحب ان بزرگ کے سایۂ عاطفت میں تقریباً تین سال تک رہے۔ جب ان کی عمر دس برس کی ہوئی تو سید امان اللہ کو حکم قضاؤ قدر نے ان سے ہمیشہ کے لیے جُدا کر دیا۔ اسی لیے قیاس چاہتا ہے کہ جب یہ سات برس کی عمر میں قرآن شریف پڑھتے تھے تو دس برس کی عمر میں قرآن شریف کے علاوہ رسمی درسیات کی کتابیں بھی پڑھی ہونگی اور کچھ نہ کچھ سیکھ گئے ہونگے۔ اسکے علاوہ چونکہ اپنے عم بزرگوار سید امان اللہ کے ساتھ اکثر کاملین کی صحبت میں جاتے تھے اور انکی باتیں سنتے اور یاد رکھتے تھے تو اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ اُن کو کچھ ادراک شعور بھی حاصل ہو گیا ہوگا پھر سید امان اللہ کی وفات کے بعد انھیں کچھ نہ کچھ وقت ایسا بھی ملا جسمیں اپنے والد بزرگوار کا فیض تربیت حاصل کیا۔ جیساکہ اُن کی خود نوشتہ سوانحعمری ذکر میر کی اُن نصیحتوں سے معلوم ہوتا ہے جو ان کے والد نے تلقین صبر کے لیے کیں۔ بلکہ انھیں سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ میر علی متقی اُن کو اسوقت ذی شعور سمجھتے تھے۔ چنانچہ میر صاحب کا بیان ہے کہ میں سیّد امان اللہ کی بےوقت موت سے بہت رنجیدہ رہتا تھا تو میرے والد مجھکو یہ کہکر سمجھاتے تھے۔

"کہ اے پسر من ترا بسیار میخواہم۔ اما ازیں غم می کاہم کہ من نیز بر سر راہم۔ گاہ میگفت کہ ماہ من نہ طفل بالہ۔ الحمدللہ کہ دہ سالہ۔ چہ بہ کاہش افتادہ آخر درویش زادہ۔ دل قوی دار۔ خود را بخدا سپار۔"

مگر ان سب باتوں کے باوجود بھی یہ کہنا پڑتا ہے کہ اُن کی تعلیم ناممکل تھی۔ اور وہ ابھی درسیات رسمی تمام نہ کر چکے تھے کہ اُن کے والد کے انتقال کے سبب سے اُن کی جان پر قیامت گزر گئی۔ انھوں نے ذکر میر میں اس واقعۂ فاجعہ کو یوں بیان کیا ہے۔

وفات میر علی متقی ایک روز میر علی متقی کو اپنے ہمشیر زادہ محمد باعث کی عیادت کے لیے بیرونِ شہر پناہ سے شہر کے محلہ عالم گنج تک پیادہ پا دھوپ میں جانا پڑا۔ دن بھر وہاں رہے اور شام کو وہاں سے پلٹ کر اپنی مسجد میں نماز پڑھی۔ فراغت نماز کے بعد بستر استراحت پر دراز ہوگئے اتنے میں میر صاحب پہونچے تو فرمایا کہ آج معلوم ہوتا ہے کہ دھوپ کی شدت اور گرمی نے نقصان پہونچایا ہے۔ سر میں درد بھی ہے اور [illegible] ہے کہ بخار ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے شب کو بغیر کچھ کھائے پیے سو گئے۔ صبح کو بہت تیز بخار ہو گیا۔ انکے قدیم معالج ابوالفتح نے علاج کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بخار ٹھہر گیا۔ اور روزانہ شام کو تیز ہونے لگا۔ ایک مہینہ کے بعد معالج

Marfat.com

اس میچے پر پہو نچے کہ بخار ہڈیوں میں اتر گیا۔ جب مرض نے بہت زیادہ ترقی کی تو غذا بھی چھوٹ گئی۔ اور آخرکار مریض اور تیمارداروں کو اُمید شفا باقی نہ رہی۔ ایک روز میر صاحب اور ان کے بڑے بھائی محمد حسن کو بلایا اور فرمایا کہ میں ایک فقیر ہوں۔ میرے پاس روپیہ نہ پیسہ نہ سامان نہ جائداد۔ البتہ تین سو جلدیں کتابوں کی ہیں۔ لاؤ اُنھیں کو دونوں بھائیوں میں تقسیم کر دوں۔ محمد حسن نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں طالب علم ہوں اور کتابیں صرف میرے ہی کام آسکتی ہیں۔ محمد تقی سوائے اسکے کہ ضایع کر دے اور کیا کریگا۔ اُنھوں نے مطلب سمجھ لیا۔ اور کہا خیر ہم سمجھ گئے۔ یاد رکھو کہ اللہ غیور ہے اور غیور کو دوست رکھتا ہے محمد تقی تمھارا دست نگر کبھی نہ ہوگا۔ زیادہ ستاؤ گے تو اُسکی سزا پاؤ گے۔ وہ تمھیں کیفر کردار کو پہنچائیگا اور سمجھ لو کہ اُسکے سامنے تمھارا چراغ ہرگز ہرگز جل نہیں سکتا ہے۔ اسکے بعد میر صاحب کیطرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ میں بازار کے بنیوں کا تین سو روپیہ کا مقروض ہوں۔ جب تک وہ ادا نہ کر دو میری تجہیز و تکفین نہ کرنا۔ میر صاحب نے کہا کہ گھر کا اثاثہ تو صرف یہی کتابیں تھیں جو بھائی جان کی ملک میں آگئیں۔ اب ادائے قرض کی مجھ سے کیا سبیل ہوگی۔ اُنھوں نے کہا کہ گھبراؤ مت۔ خدا کارساز ہے۔ ہنڈی راستہ میں ہے۔ روپیہ آتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ میرے سامنے ہی آجائے۔ مگر موت قریب تر ہے اور فرصت کم لہذا خدا حافظ۔

شفیق باپ کے انتقال کے بعد میر صاحب پر جو قیامت گزری اسکا اظہار دوسرے لوگوں کے لیے بھی سامان سوہان روح سے کم نہیں۔ ایک لاوارث مفلس غریب بچہ اور اُسپر قرض خواہوں کا تقاضہ۔ تنہائی۔ اسپر بھائی کی بے اعتنائی۔ غرض مصائب گوناگوں کا ایک سمندر تھا جو موجیں مار رہا تھا۔ مگر یہ اسکی ہمت تھی کہ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا۔ امداد غیبی کا منتظر رہا۔ اور آخرکار یہ سب ابتدائی مشکلات خدا نے حل کر دیں۔

سید امان اللہ کے انتقال کے وقت میر صاحب دس برس کے تھے۔ تو والد کے انتقال کے وقت دس مہینے زیادہ سے زیادہ اور گزر چکے ہوں گے۔ کیونکہ سید امان اللہ عید کے مہینے میں راہی عدم ہوئے اور والد رجب کے مہینے میں عالم باقی کو سدھارے۔ مگر یہاں ایک ایسی گتھی پڑ جاتی ہے جو سلجھائے نہیں سلجھتی۔ میر صاحب سے میر صاحب کے والد مرحوم کی باتیں اور وصیتیں اور قرضداروں کا مطالبہ۔ میر صاحب کا رسوم موتی کو ادا کرنا۔ اور تمام معاملات کو طے کرنا۔ اسکے بعد اپنے بھائی کو خانہ داری کے

Marfat.com

امور کا تکفل کر کے خود تلاش معاش میں پھرنا اپنی خودداری اور غیرت کو کام میں لانا اور کسی سے کوئی امداد نہ چاہنا۔ اور مزید براں یہ کہ اپنے عم مرحوم یعنی سید امان اللہ کے ساتھ اکثر درویشوں اور خدارسیدوں کی صحبت میں جاکر فیض صحبت اٹھانا۔ یہ سب باتیں ایسی نہیں ہیں جو ایک دس بارہ برس کے بچے کے لیے موزوں ہوں۔ سر شاہ سلیمان صاحب کا خیال ہے کہ میر صاحب نے اپنی اُسوقت کی عمر کا اندازہ صحیح نہیں کیا۔ میں بھی اسی کی تائید کرتا ہوں۔ ورنہ پھر ایک اور بھی قباحت پیدا ہوتی ہے کہ میر صاحب ذکر میر میں تحریر فرماتے ہیں۔

"خدائے کریم مرا شرمندۂ احسان کسے نہ کرد۔ و دست نگر برادر کہ سر بہ سر من داشت نساخت۔ نقل ماتم درویش قسمت ساختم۔ کار را بہ لطف خداوند انداختم۔ دم خود را بہ برادر خورد سپردہ بہ تلاش روزگار در اطراف شہر اُستخواں شکستم لیکن طرفے نہ بستم۔ یعنی چارۂ کار در وطن نیافتم۔ ناچار بغربت شتافتم۔ رنج راہ بر خود ہموار کردم شدائد سفر اختیار کردم۔ بہ شاہجہاں آباد دہلی رسیدم۔ بسیار گردیدم شفیقے نہ دیدم۔"

اس عبارت سے صریحی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ یہ رسوم دنیوی موتی کے ادا کرنے کے بعد ہی فوراً اکبرآباد سے چل کھڑے ہوئے۔ یا زیادہ سے زیادہ کچھ دنوں اپنے وطن مالوف میں سرگرم تلاش معاش رہے۔ اس کے بعد دہلی پہونچے۔ حالانکہ درایت و قیاس کبھی اس امر محال کے تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے کہ ایک دس گیارہ برس کا بچہ اکبرآباد سے دہلی تک کا اس زمانہ میں سفر کرے کہ قافلے لٹتے تھے۔ راستے محفوظ و مصئون نہ تھے۔ قدم قدم پر خون بہائے جاتے تھے۔ پھر یہ سب کچھ بھی ہو تو اسوقت ان کے اعزا، قریب نے کیونکر ان کو اس دور و دراز مسافت طے کرنے کی اجازت دی۔

میرے اس بیان کی تائید اُس تحریر سے بھی ہوتی ہے جو اُس نسخہ کے ایک صفحہ پر لکھی ہے جس کا میں ابھی حوالہ دے چکا ہوں اور جو کسی کتاب نوادر الکملاء سے نقل کیگئی ہے۔ "بعد واقعۂ ہائلہ پدر بزرگوار بہ عمر ہفدہ سالگی در دہلی رفت"۔ سترہ نہ سہی تو یہ اپنے والد کے انتقال کے وقت تیرہ چودہ برس کے ضرور تھے۔ کیونکہ جب اُن کا انتقال ہوگیا اور یہ ضروری رسوم سے فراغت حاصل کر چکے تو اُنھوں نے گھر کا کاروبار اپنے چھوٹے بھائی کو سونپا اور خود اکبرآباد یا نواح اکبرآباد میں دو ڈھائی یا تین برس تک تلاش معاش میں پھرتے رہے۔ جب یہاں کوئی صورت نہ نکلی تو دلی کا رُخ کیا۔ پھر اگر درایت

Marfat.com

نوادر الکلام کو صحیح مانئے تو سترہ برس کی عمر بھی ممکن ہے۔

دہلی کا پہلا سفر میر صاحب ذکر میر میں کہتے ہیں کہ " بہ شاہجہاں آباد دہلی رسیدم بسیار گردیدم شفیقی نہ دیدم"۔ اس عبارت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ پہلی مرتبہ دہلی جاکر یہ کہاں مقیم ہوئے۔ تنا البتہ ہوا کہ خواجہ محمد باسط نے جو امیر الامرا صمصام الدولہ کے بھتیجے تھے اُن سے ان سے کسی طرح ملاقات ہوئی اور اُنھوں نے مہربانی کرکے انھیں امیر الامرا کے حضور میں پیش کیا اور امیر الامرا نے خواجہ باسط سے پوچھا کہ یہ لڑکا کون ہے، اُنھوں نے جواب دیا کہ میر محمد علی کے صاحبزادے ہیں۔ میر الامرا سمجھ گئے کہ میر محمد علی مرحوم ہو چکے ہیں۔ فوراً حکم دیا کہ ان کے مرحوم باپ کے بہت سے حقوق میرے ذمہ ہیں۔ ایک روپیہ روزانہ ان کو میری سرکار سے دیا جایا کرے۔ میر صاحب نے عرض کیا کہ جب بندگانِ حضور نے اتنا کرم فرمایا ہے تو اتنی اور عنایت فرمائی جائے کہ میری اس عرضداشت پر دستخط فرما دیے جائیں۔ یہ کہکر جیب سے درخواست نکالی اور پیش کردی۔ عیش پسند امرا کوتاہ قلم کاہل زبان ہوا ہی کرتے ہیں۔ اُنھوں نے ٹالنے کے لئے جواب دیا کہ "وقت قلمدان نیست" میر صاحب کو یہ سُن کر ہنسی آگئی۔ نواب نے متعجب ہوکر دیکھا اور پوچھا۔ کیوں ہنسی کیا ہے۔ ہنسے کیوں۔ انھوں نے بے باکانہ کہدیا کہ میں حضور کے اس فقرہ کا مطلب نہیں سمجھا کہ وقت قلمدان نیست۔ اگر آپ یہ فرماتے کہ دستخط کا وقت نہیں یا قلمدان بردار نہیں تو خیر ایک بات بھی تھی۔ مگر یہ تو عجیب انشا ہے۔ قلمدان کوئی جاندار تو ہے نہیں وہ تو لکڑی ہے وقت اور غیر وقت کی پابندی اُس پر عائد نہیں ہوتی جس نوکر سے فرما دیجیے وہ لاکر حاضر خدمت کردے۔ بات معقول تھی سُن کے نواب کو بھی ہنسی آگئی اور اُسی وقت دستخط کرکے عرضی حوالے کردی یہیں سے اس نکتہ کو سمجھ لینا چاہیئے کہ نہ خواجہ محمد باسط ایک بچے کی نواب کے سامنے پیش کرنے کی درخواست کرتے۔ نہ میر دس گیارہ برس کے ہوکر اُن کے اس فقرے پر اعتراض کرسکتے تھے۔ لامحالہ اُن کی عمر ضرور سترہ برس کی تھی۔ لیکن غالباً سترھواں برس شروع ہوا تھا۔ جس کا سبب آگے چل کر معلوم ہوگا مگر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ میر صاحب کی لیاقت علمی اتنی ضرور تھی کہ وہ فارسی کے فصیح و غیر فصیح صحیح و غیر صحیح جملوں کا اندازہ کرسکتے تھے۔ معاش کی طرف سے میر صاحب کو گونہ اطمینان ہوگیا چنانچہ لکھتے ہیں "آں روزینہ می یافتم۔ نان و نمک می خوردم و بسر می بردم" مگر حرماں نصیبی کسی حالت میں

Marfat.com

پیچھا نہیں چھوڑتی۔ ع بہر زمیں کہ رسیدیم آسماں پیداست "۔ یہ اطمینان مستقل رہ سکا۔ کوئی ایک ہی برس بعد ۱۱۵۱ھ میں امیر الامرا صمصام الدولہ نادر شاہ کے ہنگامۂ و آشوب میں مارے گئے اور یہ پھر بیکار اور پریشان روزگار ہو گئے۔

سر شاہ سلیمان صاحب نے دیباچہ مثنویات میر میں تحریر فرمایا ہے کہ میر صاحب دلی چلے گئے اور سراج الدین علی خاں آرزو کے ساتھ رہنے لگے۔ میر صاحب کے بیان سے اسکا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ پہلی مرتبہ خدا جانے وہاں رہے یا اور کہیں۔ مگر وہ کسی کے مہمان نہ تھے بلکہ اُن کا روزینہ جو مقرر ہو گیا تھا اُسی سے بسر اوقات کرتے تھے۔ جیسا کہ عبارت منقولۂ بالا سے ظاہر ہے۔

اس انقلاب کے بعد وہ دہلی سے پھر اکبرآباد چلے آئے۔ اور غالباً یہاں کچھ قیام بھی کیا۔ مگر اسوقت ان کے ساتھ کوئی عزیز و قریب دوست و حبیب محبت کے ساتھ پیش نہیں آیا۔ خود کہتے ہیں کہ "کسانیکہ پیش درویش خاکپائے مراکحل بصری ساختند کیبار از نظرم انداختند"۔ غرض کہ وطن میں اطمینان نصیب نہ ہوا۔ اور پھر دلی کی طرف چلے اور اس مرتبہ اپنے سوتیلے بھائی محمد حسن کے خالو سراج الدین علی خاں آرزو کے ساتھ رہنے لگے۔

میر صاحب کا دلی میں دوسری مرتبہ قیام

میر صاحب کے والد کے انتقال کو اب عرصہ گزر چکا تھا۔ اور خیال ہے کہ بھائیوں عزیزوں قریبوں کی وہ کاوشیں بھی باقی نہ رہی ہونگی جو اس تازہ تازہ واقعہ کے بعد خانگی نزاع۔ ترکے وغیرہ کے جھگڑوں کی وجہ سے ہوا کرتی ہے۔ پھر آخر کیا ہوا کہ ایکدم اعزا و اقربا توجداُن لوگوں نے بھی ان سے آنکھیں پھیریں جو ان کے والد مرحوم کے جاں نثار تھے۔ اور جو کچھ بھی نہیں تو ان کو بڑے باپ کا بیٹا تو ضرور جانتے تھے۔ اگرچہ اُن کو ان کی امداد کرنا چاہیئے تھی۔ مگر امداد نہ کرتے تو کم از کم انکے دشمن تو نہ ہو جاتے۔ اسکے علاوہ یہ بات بھی آسانی سے سمجھ میں آنے والی نہیں کہ ان کے بھائی اگرچہ سوتیلے تھے۔ مگر وہ بھی آخر بزرگ زادے تھے حافظ تھے تعلیم یافتہ تھے۔ یکبارگی انسانیت اور ہمدردی کو چھوڑ کر کیوں ان سے بگڑ بیٹھے۔ اور پھر بگڑے تو ایسے بگڑے کہ دلی تک ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور وہاں بھی اپنے خالو سراج الدین علی خاں آرزو کو یہ لکھ بھیجا کہ "میر محمد تقی فتنۂ روزگار است زینہار بہ تربیت او نہ باید پرداخت"۔ یہ ایک ایسی بات ہے جس پر امتداد زمانہ نے ایک نہایت تاریک پردہ ڈال دیا تھا۔ مگر مولوی عبد السلام نے شعر الہند میں تذکرہ

Marfat.com

بہارِ بےخزاں سے یہ عبارت نقل کر کے ایک حد تک اس رازِ سربستہ کو ظاہر کیا ہے۔
"بہ شہر خویش با پری تمثالے کہ از عزیزانش بود در پردہ تعشق طبع و میل خاطر داشت۔ آخر عشق او خاصیت مشک پیدا کردہ میخواست کہ بجیہ بہ چار سوئے رسوائی کند و حسن بے پردہ بہ جلوہ گری در آید۔ از ننگ افشائے راز از وطن و اقربا با دے بغل پروردۂ حسرت و حرمان با خاطر ناشاد دست و گریبان۔ قطع رشتۂ حبِ وطن ساختہ از اکبرآباد بعد از خانہ براندازی ہا بہ شہر لکھنؤ رسید و ہمیں جا بصد حسرت جانکاہ جلاوطنی و حرماں نصیبی از دیدار یار و دیار جاں بجہاں آفریں داد۔ تا بقید رشتۂ حیات بود طوقِ محبت در گردن و سلسلۂ دیوانگی بپا داشت۔"

اس بیان کو مکمل طریقہ پر نہ بھی مانا جائے تو بھی کئی ایک مفید باتیں سمجھ میں آجاتی ہیں۔ (۱) پہلی مرتبہ دہلی سے واپسی کے بعد میر صاحب کی عمر اتنی تھی کہ وہ تعلق خاطر اور تعشق پیدا کر سکیں (۲) ان کے بڑے بھائی کی ناراضی بیجا نہ تھی۔ (۳) سراج الدین علیخاں آرزو جو ایک قدیم وضع کے بزرگ تھے اس آوارگی اور بد چلنی کو پسند کر سکتے تھے۔ اور اس حالت میں اُن کی تلخ نوایانہ نصایح میر صاحب کے دل پر نشتر کا کام دے سکتی تھیں۔ اور یہ بات جدائی فیما بین کا سبب ہو سکتی تھی۔" بہرحال میر صاحب دوبارہ دہلی پہونچے اور اپنے سوتیلے خالو کے مکان پر مقیم ہوئے۔ اور اتنے دن رہے کہ شہر کے بعض کاملین سے اُنھوں نے کچھ کتابیں پڑھیں اور اس قابل ہو گئے کہ کسی پڑھے لکھے آدمی کے مخاطب صحیح ہو سکیں۔

یہ تحصیلِ علوم میں مشغول تھے اور گو کسی جگہ ان کا سلسلۂ معاش مستحکم نہ ہوا تھا کہ ان کے بھائی حافظ میر محمد حسن کا خط اپنے خالو یا ماموں آرزو کے نام پہونچ گیا جس میں انکی شکایتیں تھیں۔ اور وہ اسکو پڑھ کر چراغ پا ہو گئے۔ اور ان پر متشددانہ تنبیہ کرنے لگے۔ عشق و محبت کا داغ بے روزگاری۔ پریشان حالی۔ رنجِ غربت۔ ان سب چیزوں نے ملکر دل و دماغ پر ایک خاص اثر کیا۔ اور آخر کار یہ مجنون ہو گئے۔ اور ان کو چاند میں ایک صورت نظر آنے لگی جس کا انھوں نے ذکرِ میر میں بھی مفصل ذکر کیا ہے۔ اور مثنوی خواب و خیال میں بھی وہی افسانہ کہا گیا ہے مناسبتِ محل کے لحاظ سے ہم کچھ شعر نقل کر کے خود انھیں کی زبان سے آپ کو یہ پُر لطف داستان سناتے ہیں۔

چلا اکبرآباد سے جس گھڑی	در و بام پر چشم حسرت پڑی

پس از قطعِ رہ لائے دلّی میں بخت　　　بہت کھینچے یاں میں نے آزار سخت
جگر جورِ گردوں سے خوں ہو گیا　　　مجھے رُکتے رُکتے جنوں ہو گیا
ہوا خبط سے مجھ کو ربطِ تمام　　　لگی رہنے وحشت مجھے صبح و شام
یہ وہمِ غلط کاریاں تک کھنچا　　　کہ کارِ جنون آسمان تک کھنچا
نظر رات کو چاند پر گر پڑے　　　تو گویا کہ بجلی سی دل پر پڑے
مہِ چاردہ کارِ آتش کرے　　　ڈروں یاں تلک میں کہ جی غش کرے
نظر آئے اک شکل مہتاب میں　　　کمی آئے جس سے خور و خواب میں

احباب و اعزا نے علاج معالجہ شروع کیا۔ خصوصاً فخر الدین خاں کی بیوی نے جو میر صاحب سے قرابت قریبہ بھی رکھتی تھیں۔ جھاڑ پھونک تعویذ گنڈے بھی کرائے اور اطبا سے بھی رجوع کی آخر کار ان کو صحت کاملہ ہو گئی۔

میر صاحب اور خانِ آرزو میں کشیدگی بڑھتی گئی۔ اور آخر کار ایک روز یہ اُن سے جدا ہو گئے مولانا آزاد دہلوی نے آبحیات میں اس جدائی کو مذہبی رنگ دیدیا ہے۔ اور فرما گئے ہیں۔ "چونکہ خانِ آرزو حنفی مذہب تھے اور میر شیعہ اور نازک مزاج۔ اسی وجہ سے کسی مسئلہ پر بگڑ کر الگ ہو گئے۔" مولانا عبدالحق صاحب اور مولانا عبدالحیٔ مؤلف گلِ رعنا اس کو قبول نہیں کرتے۔ سر شاہ سلیمان صاحب کو اس کا ایک حد تک یقین ہے۔ اور وہ فرماتے ہیں کوئی خاص وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ اس خیال کو بالضرور غلط قرار دیا جائے۔

ایک شیعہ اور ایک سُنّی کے اختلافِ مذہب اور اختلافِ خیال سے انکار نہیں۔ ایسا ہوتا رہا ہے اور ایسا ہو سکتا ہے۔ مگر اس جگہ پر چند شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ میر صاحب دہلی میں دوسری مرتبہ تقریباً ۱۱۵۲ھ ہجری میں پہونچے ہیں۔ اور تذکرۂ نکات الشعرا ۱۱۶۵ھ میں لکھا ہے۔ جس میں جا بجا خان آرزو کا نہایت ادب سے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ مرزا معز فطرت موسوی خاں کے حال میں اُنھیں استاد و پیر و مرشد بندہ لکھا ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ ایسا فاضل ہندوستان میں کوئی نہیں بلکہ ولایت میں بھی شبہ ہے۔ اب خان آرزو کے انتقال کو لیجیے وہ ۱۱۶۹ھ میں فوت ہوئے۔ ذکرِ میر کو لیجیے تو ۱۱۷۰ھ میں وہ تصنیف ہونا شروع ہوئی اور ۱۱۹۷ھ میں مع لطائف وغیرہ ختم ہوئی۔ اب خیال کیجیے کہ ۱۱۵۳ھ سے گیارہ سو ستر تک میر صاحب خان آرزو کی کوئی شکایت نہیں کرتے۔ ۱۱۶۹ھ میں خان موصوف کا انتقال ہو جاتا ہے تو وہ

Marfat.com

بیس برس پہلے کا دکھڑا بیان کرتے ہیں - یہ ایسی بوالعجبی ہے جو سمجھ میں نہیں آتی - دو باتیں ہیں یا تو وہ خان آرزو کی زندگی میں کوئی ایسی بات کہنا ہی نہ چاہتے تھے کہ وہ ناراض ہوں اور اُن کا راز ظاہر ہونے پر خانِ موصوف کوئی معقول جواب دیں یا پھر ادنیٰ باتوں کو اُن کے انتقال کے بعد بڑھا بڑھا کر بیان کر دیا - یہ بات بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ خان آرزو اگر در اصل اسقدر اوچھے خیالات کے آدمی تھے تو انھوں نے اتنے طویل زمانے تک کہ میر صاحب نے تعلیم بھی حاصل کی کسی قابل بھی ہوئے - لازم بھی ہو گئے - اپنے یہاں ٹھہرنے کی اجازت ہی کیوں دی - اور کیونکر اتنی بڑی مدت تک ضبط کیے رہے - اور کیوں اُن کی تعلیم و تربیت کے کفیل ہوئے - ان سب کو چھوڑ کر خان آرزو کے اخلاق و عادات کو لیجیے تو کوئی تذکرہ اُن کے معاصرین کا ایسا نہیں ملتا - جن میں اُن کے محاسن نہ شمار کرائے گئے ہوں - ایک فرد بھی ایسا نہیں کہ میر صاحب کی طرح اُن کی تنک مزاجی کا ذکر کرتا ہو - بہر حال یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ میر صاحب نے یہ واقعات سراسر غلط لکھے ہیں - مگر کچھ نہ کچھ خلط مبحث ضرور ہوا - معلوم نہیں کب ان کے بھائی کا خط آیا کن اسباب کی بنا پر انھوں نے ایسا لکھا - اور کیوں خان موصوف بگڑ بیٹھے - اور کب جدائی ہوئی - پھر لطف یہ کہ میر صاحب بھی باوجود ان شکایتوں اور شکایتوں کے لکھتے ہیں کہ ”آں عزیز دنیا دار واقعی بود - نظر بر خصوصیت ہمشیر زادہ خود بد من اندیشید“ سبحان اللہ کیا دنیاداری ہے کہ ذرا سی بات پر ظاہرداری کو ترک کر کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا لگانے کو تیار ہو گئے - ان سب کے علاوہ اسی قلمی نسخے میں جسکا ہم نے ذکر کیا ہے نوادر الکلام سے جو عبارت نقل کی ہے - اُس میں یہ فقرے بھی ہیں -

” بخانۂ سراج الدین علی خاں آرزو اقامت ورزیدہ تکمیل علوم عقلی و نقلی نمودہ - بعد مرور دہور کہ جدائی فیما بین واقع شد - بہ روسائے عظام در خورد و برخورد - “

مرور دہور کے معنے سب جانتے ہیں مگر پھر بھی اس مدت طویل کی صراحت نہیں ہے - آزاد کے اس فقرے پر کہ یہ شیعہ تھے اور آرزو حنفی ایک بات اور بھی غور کرنے کے قابل ہے - وہ یہ کہ میر صاحب کے اعزا و اقربا آبا و اجداد سنی المذہب تھے - سید امان اللہ ایک صوفی وسیع المشرب سنی تھے - اُن کے انتقال کو اُسوقت تک کہ یہ دوبارہ دہلی گئے کوئی بڑا زمانہ نہیں گزرا تھا پھر مولانا آزاد کو یہ کہاں سے متحقق ہوا کہ یہ اسوقت شیعہ مذہب تھے - شاید انھیں اسباب

Marfat.com

اور گرد و پیش پر نظر ڈالتے ہوئے سر شاہ سلیمان صاحب نے اوائلِ شاعری کو مستثنیٰ کرتے ہوئے ان کے مذہبی معتقدات کے بارے میں یہ فقرے لکھے ہیں :- "اسی کے ساتھ اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کم سے کم زمانہ عروج شاعری میں ان کا مذہب اہل تشیع کا تھا" یہ رائے بھی صرف اسی قیاس پر مبنی ہے کہ میر صاحب کی لکھی ہوئی منقبتیں اور مرثیے وغیرہ موجود ہیں ۔

تکمیل تعلیم میر

یہ لکھا جا چکا ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت کا زمانہ سیّد امان اللہ کے وقت سے شروع ہوا ۔ پھر کچھ مدت تک اپنے والد بزرگوار سے فیض تربیت حاصل کیا ۔ تا اینکہ دہلی میں آئے تو ان کو انشائے فصیح اور غیر فصیح کا احساس تھا ۔ مگر قیاس یہ چاہتا ہے کہ اوّل میں خود خانِ آرزو نے ان کی تربیت کی طرف توجہ کی ۔ جیسا کہ بقول میرانِ کے بھائی کے خط سے واضح ہوتا ہے ۔ کہ " میر محمد تقی فتنۂ روزگار است زنہار بہ تربیتِ او نہ باید پرداخت " ، دوسرے خود میر صاحب کا اقرار موجود ہے وہ تذکرہ نکات الشعرا میں اُن کو اُستاد و پیر و مرشد لکھتے ہیں ۔ مگر جب ذکر میر لکھی جاتی ہے تو اُن کو یاد آتا ہے کہ میر جعفر پٹنے کے رہنے والے اُن کے اُستاد تھے جو روزانہ اُن کو پڑھانے آتے تھے ۔ حالانکہ غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی خانِ آرزو ہی کے یہاں آتے تھے ۔ کیونکہ میر صاحب اس واقعہ کا اسطرح ذکر فرماتے ہیں کہ میں ایک روز بازار میں ایک کتاب کا جز لیے بیٹھا تھا ۔ ایک جوان شخص میر جعفر اسطرف سے گزرا مجھے دیکھا ۔ اور بیٹھ گیا ۔ اور از راہ قیافہ شناسی کہنے لگا کہ معلوم ہوتا ہے تم علم کے شوقین ہو ۔ اگر واقعی میرا خیال صحیح ہے تو میں تمھیں پڑھانے کے لیے آیا کروں ۔ کیونکہ میں بھی علم دوست ہوں مگر کوئی ہم مذاق اور مخاطب صحیح نہیں ملتا ۔ انھوں نے کہا کہ میں مستطیع نہیں ہوں کہ کچھ خدمت کرسکوں تاہم لِلّٰہ یہ زحمت گوارا فرمایئے تو عنایت ہوگی ۔ اُنھوں نے جواب دیا مگر پھر بھی بغیر ناشتے کے کہیں آنا جانا دشوار ہے ۔ میر صاحب بولے کہ اگرچہ کچھ میرے پاس بھی نہیں مگر خیر خدا مالک ہے ۔ اسکے بعد وہ نہ معلوم کتنی مدت تک کبھی کبھی آتے رہے اور میر صاحب حتی الوسع خدمت کرتے رہے یہاں تک کہ وہ اپنے وطن عظیم آباد کو چلے گئے ۔

غور طلب یہ امر ہے کہ اسقدر افلاس اور بیکاری کا زمانہ سوائے سراج الدین علیخاں آرزو کے یہاں کے قیام کے اور کون سا ہو سکتا ہے ۔ یہاں سے میر صاحب کے ایثار کا بھی پتہ چلتا ہے کہ یقینی وہ اُسی ناشتے وغیرہ میں سے جو اُن کے لیے آتا تھا ۔ اپنے شفیق اُستاد کی بھی خدمت کرتے ہونگے ۔ اور اگر یہ نہیں تو ایسی بیکسی کا اظہار ممکن نہ تھا ۔ اور نہ زمانۂ ملازمت کے بعد

Marfat.com

اُن کو تعلیم کی ضرورت باقی رہی ہوگی - یہ امر بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ اُن کا زمانۂ ملازمت اور فراغت معیشت اُن کی شاعری کے بعد شروع ہوا اور یہاں تک وہ نہ شاعری کا ذکر کرتے ہیں اور نہ خود شاعر ہونے کے مدعی ہیں - بہر حال تصانیف سے پتہ چلتا ہے کہ اُنھوں نے فارسی میں ایک ادیب کامل کا درجہ حاصل کیا - اور عربی میں مطول تک استعداد بہم پہونچا نا خود اُن کی تحریر سے ظاہر ہے - ممکن ہے کہ اسکے علاوہ اور درسیات عربیہ پر بھی عبور حاصل کیا ہو جیسا کہ اُن کے کلام کے بعض جملے اور الفاظ مستعمل پتہ دیتے ہیں -

ذوق شعر اور شاگردی

اس بات میں کوئی شک وشبہ کی گنجایش نہیں ہے کہ میر فطری شاعر پیدا ہوئے تھے - اُن کے دل میں ذوق شعر ازلی تھا - اُن کے متعلق کئی بزرگوں کی پیشین گوئیاں تھیں کہ یہ بہترین شاعر ہونگے - چنانچہ پہلے اُنکے والد بزرگوار ہی کو لیجیے - میر صاحب فرماتے ہیں کہ "ہر گاہ مرا در بغل کشید ے - و بنظر شفقت رنگ کاہی مرا دید ے - گفتے - کہ اے سرمایۂ جان این چہ آتشے است کہ در دلت نہان است - و چہ سوز یست کہ ترا با جان است -"

ایک مرتبہ سید امان اللہ کے ساتھ احسان اللہ درویش کے یہاں جاتے ہیں تو وہ فرماتے ہیں - "این بچہ ہنوز سوزن بال است - اما چنیں معلوم میشود کہ اگر بخوبی پر برآرد بیک پرواز آنطرف آسماں خواہد رفت -"

اسی طرح خواجہ ناصر عندلیب نے خود میر صاحب سے فرمایا تھا - کہ "اے میر تو میر مجلس خواہی شد -"

ایک باخدا کی تعلیم وتربیت اور متفرق درویشوں کے فیض صحبت نے اُن کے دل میں سوز وگداز بھر دیا تھا - اُس کی تحریک کی ضرورت تھی جس کے لیے غیب سے یہ سامان ہوا کہ میر صاحب کی ایک شخص سید سعادت علی نامی امروہوی سے ملاقات ہوئی اُنھوں نے شعر ریختہ کہنے کی ترغیب دی اور میر صاحب مشق سخن کرنے لگے - اور چند روز میں وہ ترقی کی کہ شعرائے دہلی ان کو نہ صرف خوش گو بلکہ مستند ماننے لگے -

اس واقعے سے یہ دھوکا نہ کھانا چاہیے کہ میر صاحب سید سعادت علی کے شاگرد ہو گئے بلکہ واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ میر صاحب اس سے پہلے شاید فارسی میں شعر کہنے لگے تھے مگر چونکہ کلام فارسی میں کوئی خاص وزن نہ تھا - اور اسکے علاوہ ریختے کا رواج عام ہو رہا تھا - اسی

Marfat.com

واسطے ان کے میر نے ان کو اپنی زبان میں شعر کہنے کی ہدایت کی۔ رہی شاگردی یہ بالکل طے شدہ بات ہے۔ کہ گو اپنی ذاتی رنجشوں کی وجہ سے میر صاحب نے ذکر میر میں آرزو کو اپنا استاد نہیں بتایا ہے۔ مگر اس کی تصنیف سے بہت پہلے وہ ان کی شاگردی کا اقرار کر چکے ہیں۔ علاوہ اس کے دوسرے شواہد بھی موجود ہیں جو میر صاحب کے معاصرین کے ہیں اور جن کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

میر حسن اپنے تذکرہ شعرائے اردو میں لکھتے ہیں۔ "برادرزادہ سراج الدین علی خاں آرزو وہم از شاگردان اوست" اسی طرح قائم اپنے تذکرہ مخزن نکات میں کہتے ہیں "محمد تقی المتخلص میر۔ اصل و منشائے وے دار الخلافت اکبرآباد است۔ در خدمت خان آرزو کہ خالوے او بود لختے دانش اندوختہ"، یہاں تک تو کوئی نئی بات نہیں ہے۔ مگر حکیم قدرت اللہ قاسم نے معلومات میں اضافہ کر کے اس راز کو فاش کرتے ہوئے ہمارے اس خیال کو یقین کا درجہ بخشدیا ہے۔ چنانچہ اپنے تذکرہ مجموعہ نغز میں میر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں" پسر شوہر ہمشیرہ سخن پرداز بدیہہ گو سراج الدین علی خاں آرزوست۔ نسبت تلمذ ہم بجناب افادت انتساب خان مشار الیہ دارد۔ اما بنا بر نخوتے کہ در سرش جا گرفتہ ازیں امر کہ فی الحقیقت فخر وے است ابائے کلی بیاں آرد"۔ یہیں سے یہ گمان بھی پیدا ہوتا ہے کہ مخزن نکات یعنی تذکرۂ قائم ۱۱۷۵ھ میں لکھا گیا۔ اور تذکرہ شعرائے اردو میر حسن کہ ۱۱۹۳ھ میں تمام ہوا یہاں تک میر کے متعلق ان دونوں معاصرین کو گمان بھی نہیں کہ وہ خان موصوف کی شاگردی سے منکر ہونگے یا منکر ہیں ورنہ خود میر صاحب کو اسوقت تک کوئی انکار معلوم ہوتا ہے۔ مگر ذکر میر جو ۱۱۹۷ھ میں ختم ہوئی وہ ان دونوں تذکروں کے بعد کی تصنیف ہے۔ اور اسی میں انھوں نے خان آرزو کی شاگردی کو ختم کر کے اُن کی شکایت کی ہے۔ یہ خبر مشہور ہوئی ہے اور تذکرۂ قاسم میں حکیم قدرت اللہ قاسم نے اس قضیۂ نامرضیہ کو صاف بھی کر دیا۔ کیونکہ یہ تذکرہ ۱۲۲۱ھ میں تمام ہوا جب کہ میر صاحب زندہ و سلامت موجود تھے۔

خان آرزو کا فیض صحبت

میر صاحب کی مشق سخن بڑھی اور تمام خوش گویانِ شہر اُن کے کمال فن کے معرف ہو گئے بلکہ یوں کہئے کہ اُن کا ایک رنگ خاص قرار پاگیا۔ جس کے متعلق اُن کے کلام پر رائے دیتے ہوئے ہم ذرا تفصیل کے ساتھ بحث کرینگے۔ اسوقت صرف اتنا کہنا ہے کہ جیسے وہ بیان و اظہار جذبات کے لحاظ سے اپنے

Marfat.com

رنگ کے بلا شرکت غیرے مالک ہیں - اسی صورت سے اُن کے یہاں الفاظ اور الفاظ میں بھی فارسی کی ترکیبیں اور فارسی کے اکثر الفاظ اس قسم کے ہیں کہ اردو شاعری کے شروع سے اسوقت تک کسی شاعر ریختہ گو کے یہاں نہیں ہیں - اور اگر کہیں ہیں تو وہ شاذ ہیں جو معدوم کا درجہ رکھتے ہیں۔ مثال کے لیے ذیل کے چند الفاظ و ترکیبات ملاحظہ ہوں -

آش مال - استخواں شکنی - بر خویش چیدہ - بزآویزی - بزگیری - بے تہ - بے ہیچ - ترسل جناغ - جیغہ جیغہ ابرو - خایہ گزک - درونہ - دریائے لنگر دار - دل زدہ - زنجیرہ - زنخ زن - زیادہ سری - سجادۂ محرابی - سرنشین - شیرہ خانہ - شیشہ جان - صورت باز - طفلان تر بازار - غنچہ پیشانی - کل مکل - ماہ ماہ کہنا - نرگسی زن - یادبود - یال وگو پال - اور اسی قسم کے بہت سے الفاظ انکی تصانیف اُردو فارسی میں موجود ہیں - مگر آپ کو سنکر تعجب ہوگا کہ یہ سب وہ لفظ ہیں جو آرزو نے اپنے لغت چراغ ہدایت میں اس دعوے کے ساتھ لکھے ہیں -

"کہ داخل ہیچ کتاب لغت مثل فرہنگ جہانگیری و سروری و برہان قاطع وغیرہا نیست و سبب تالیف آنست کہ چوں اکثر ہم مصروف مطالعہ و خواندن کتب جدیدہ و قدیمہ فارسی دیدم و معنی بعضے از الفاظ و اکثر اصطلاح درکتب مذکورہ نیافتم - بہرچہ اطلاع دست بہم داد بہ اسناد آں از اشعار اُستاداں دریں نسخہ درج کردم مگر بعض کہ از محاورہ دانان بہ تحقیق پیوستہ و سند آں در اشعار بزرگاں بہم نہ رسیدہ"۔

پھر جب مشہور لغات اور بڑے بڑے محاورہ دانوں کے کلام میں بھی یہ الفاظ نہیں تو میر صاحب کے یہاں انکے پائے جانے کو سوائے اسکے کہ خان آرزو کا فیض صحبت ہو اور کیا کہا جائے۔ اور کیا خیال کیا جا سکتا ہے - میں تو جب میر صاحب کی نثر فارسی یا نظم اُردو کو دیکھتا ہوں تو خان آرزو کی کوششوں کی ایک مجسم تصویر نگاہ میں پھر جاتی ہے -

ان تمام توجیہات کا ماحصل یہ نکلتا ہے کہ میر صاحب مدت تک خان آرزو کے یہاں رہکر کسب کمال کرتے رہے - ایک روز یہ اتفاق ہوا کہ اُنھوں نے میر صاحب کو کھانے پر بلایا - اور اُنکی زبان سے کوئی بات نکل گئی جسکو یہ برداشت نہ کر سکے اور بغیر کھانا کھائے ہوئے گھر سے باہر چلے گئے - ارادہ تھا کہ جامع مسجد جائیں اور وقت گزاریں - مگر اتفاق سے راستہ بھول کر حوض قاضی پر جا نکلے - اور پانی پینے لگے - اتنے میں ایک شخص علیم اللہ نامی آگے بڑھا ان سے مل کر پوچھا کہ کیا جناب کا نام میر محمد تقی میر ہے - انھوں نے پوچھا

84676

Marfat.com

کہ آپ نے کیونکر پہچانا۔ وہ کہنے لگا کہ آپ کی حرکات مجنونانہ کی تو شہر بھر میں دھوم ہے۔ خیر گزارش یہ ہے کہ اعتمادالدولہ قمرالدین کے داماد آپ کی ملاقات کے بڑے مشتاق ہیں اگر میرے ساتھ تشریف لے چلیے تو ملاقات بھی ہو جائے گی۔ اور اس بہانے سے میر سلام بھی ہو جائے گا۔ میر صاحب نے منظور کر لیا اور ساتھ ہو لیے۔ پہونچے۔ علیم اللہ نے ملایا۔ رعایت خاں بڑے تپاک سے پیش آیا۔ اور زمرۂ مصاحبین میں ملازم رکھ لیا۔ اور اب ذرا فراغت کے ساتھ زندگی گزرنے لگی۔

میر صاحب کی زندگی کا انقلابی دور تو اُسوقت شروع ہوا تھا جبکہ اُن کے والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ اور وہ ایک حد تک بے یار و مددگار رہ گئے تھے۔ مگر اس مصاحبت کی ملازمت کو بھی دورنگی زمانہ کا سنگ بنیاد کہہ دیا جائے تو شاید غلط نہ ہو۔ یہیں سے اُنھیں زمانۂ بوقلموں کے وہ وہ رنگ اور وہ سرد و گرم دیکھنے پڑے جنھوں نے ہمیشہ کیلیے اُن کے دل پر ایسا نقش عبرت بٹھا دیا جس سے زندگی اور زندگی کے عروج علو مدارج اور عیش و عشرت کی اُن کی نگاہ میں ہوا کے جھونکوں اور بچوں کے گھروندوں سے زیادہ وقعت نہیں رہی۔ درویشوں اور خدا پرستوں کی تربیت سے دل پہلے ہی گداز تھا۔ ان چیزوں نے اور بھی موم بنا دیا۔ وہی آج ہیں کہ مغل امرا میں میر مجلس ہیں۔ جملہ اسباب طرب اور سامان راحت کے مالک ہیں۔ وہی دوسرے دن ہیں کہ نان شبینہ کو محتاج ہیں نہ کوئی دوست ہے نہ پرسان حال۔ دہلی جو مدتوں سے امن و امان کا گہوارہ بنی ہوئی تھی۔ روز کی خانہ جنگیوں اور طوائف الملوکی سے مرکز گردش و انقلاب ہو گئی ؎

چور اُچکے سکھ مرہٹے شاہ و گدا سب خواہاں ہیں
چین سے ہیں جو کچھ نہیں رکھتے فقر بھی اک دولت ہے یہاں

غرضکہ سکون اور راحت و عیش تو در کنار۔ زندگیوں۔ آبروؤں کے لالے پڑ گئے۔ یہ بھی اُسی انقلاب روزگار کے ساتھ صبح و شام کی دورنگیوں کا مطالعہ کرتے رہے۔ یعنی عافیت کے ساتھ چند ہی روز گزرے تھے کہ درّانیوں کا حملہ ہوا۔ رعایت خاں کے ساتھ میر صاحب کو بھی جانا پڑا۔ محمد شاہ کا دور حیات ختم ہوا۔ احمد شاہ کو تخت پر بٹھایا گیا۔ جاوید خاں خواجہ سرا کا دور دورہ ہوا۔ مرہٹوں کی شورش ہوئی پانی پت کے قریب مرہٹوں سے جنگ ہوئی۔ جس میں رعایت خاں کے ساتھ یہ بھی تھے

Marfat.com

اور یہیں سے خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سراپا انوار کی زیارت کو گئے وہاں سے دہلی واپس آئے تو پھر بیکار ہو گئے۔ چندے تکلیف اُٹھا کر نواب بہادر کی مصاحبت میں رہے۔ کچھ سانسیں اطمینان وراحت سے لیں۔ عربی کی تعلیم کی تکمیل کا خیال ہوا مطوّل پڑھنا شروع کیا۔ ایکا ایکی پھر ہوا بدل گئی۔ صفدر جنگ نے نواب بہادر کو دغا سے مروا ڈالا۔ اور اُنکو پھر بیکاری سے سابقہ پڑا۔ مگر چونکہ اب مشہور ہو چکے تھے اسواسطے جلد ہی ایک صورت نکل آئی۔ نجم الدین سلام کے ذریعے سے مہانرائن دیوان نے ان کو بلایا اور زمرۂ متوسلین میں شامل کر لیا۔ کچھ دن پھر فراغت سے گزرے۔ اتنے میں وزیر اور بادشاہ میں صف آرائی ہوئی اور باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔ یہ بغاوت اور عداوت کوئی چھ مہینے تک جاری رہی۔ میر صاحب چونکہ وزیر کے متوسلین میں سے تھے اسلیے سخت پریشان رہے اسی زمانہ میں شماتت ہمسایہ کے خوف سے خان آرزو کے میاں سے بالکل علیحدہ ہو کر امیر خاں انجام کی حویلی میں جا رہے۔ مگر زمانہ جو پلٹا تو واقعات کو کہیں سے کہیں لے پہونچا۔ صفدر جنگ کا انتقال ہوا اور اُن کی جگہ شجاع الدولہ صوبہ دار اودھ بنائے گئے۔ خان آرزو اس امیدیر کہ اسحاق خاں مرحوم کے بھائی جوان کے مربی اور محسن ہیں وہیں ہیں اودھ پہونچے اور وہیں انتقال ہو گیا۔ بعد کو اُنکی وصیت کے مطابق لاش دہلی میں لائی گئی۔

میر صاحب کے عروج شاعری کا یہی زمانہ تھا۔ بڑے بڑے لوگ ان کے علو خیالات اور ان کے اچھوتے جذبات کے قدردان پیدا ہو گئے تھے۔ دلی ان کے کمالات سے گونج رہی تھی۔ ہر شخص ان کی ملاقات کا شائق تھا۔ چنانچہ اسی دوران میں ایک روز راجہ جگل کشور نے انھیں اپنے مکان پر بلایا۔ کچھ سُنا سُنایا اور اپنا کلام اصلاح کے لیے پیش کیا میر صاحب کا دل ودماغ بھلا ان مزخرفات کے دیکھنے کی کب تاب لاسکتا تھا۔ اُنھوں نے دنیاداری بھی نہ برتی۔ اور چین بر جبین ہو کر تمام کلام پر چھری پھیر دی۔ ایسی حالت میں کیا صحبت درگیر ہوسکتی تھی۔ نتیجہ یہی ہوا کہ وہی ابتری اور پریشان حالی جو دامنگیر حال تھی دامن گیر رہی اور راجہ سے انھیں کوئی فائدہ نہ پہونچ سکا۔ اتنا ضرور ہوا کہ انکے ذریعہ سے راجہ ناگر مل تک پہونچ گئے۔ یہ اُسوقت دیوان خالصہ تھے۔ یہاں بھی میر صاحب کے کلام کی تو بڑی حد تک تعریف ہوتی رہی۔ مگر بدقسمتی سے اُن کے جود وسخا سے متمتع ہونے کا ان کو ذرا بھی موقع نہ ملا۔ مگر اتنا ہوا کہ راجہ کے لڑکے نے خواجہ غالب کی سفارش سے میر صاحب کا کچھ

Marfat.com

درماہہ ضرور مقرر کردیا جو ایک سال تک اُن کو ملتا رہا اور پھر خود راجہ نے بھی ایک سال کی تنخواہ دلوادی۔ اس سے کچھ نہ کچھ کام چل گیا اور اسکے بعد بھی میر صاحب وقتاً فوقتاً ان سے کچھ نہ کچھ متمتع ہوتے رہے۔ اِس دوران میں راجہ ترقی کرکے نائب وزیر ہوئے۔ عمدۃ الملک خطاب پایا۔ مگر ہنوز میر صاحب کو کوئی فائدہ پہونچنے نہیں پایا تھا کہ ناگاہ نادر شاہ درانی کا دوسرا حملہ شروع ہوا۔ راجہ ناگرمل کو بھی دلّی چھوڑنا پڑی اور اپنے متعلقین و متوسلین کو لےکر سورج مل جاٹ کے قلعوں میں جاکر پناہ گزین ہوگئے۔ میر صاحب بھی ساتھ ساتھ تھے۔ دلّی میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ نالیوں میں خون بہنے لگا۔ اور شہر کا شہر زیر و زبر ہوکر رہ گیا۔

اُدھر دُرّانی دلّی کو تاراج کرکے عالمگیر ثانی کو تخت سلطنت پر بٹھا کر متھرا کو زیروزبر کرتا اکبرآباد پہونچا۔ ادھر سردار جھنکو کی سرکردگی میں دکن کی فوج نے پھر دلی کو جولانگاہ بنادیا۔ دھوکے سے انتظام الدولہ اور عالمگیر ثانی کو بھی قتل کیا گیا۔ اور اسی دوران میں دُرّانیوں اور دکنیوں میں جھڑپ ہوگئی۔ غریب دلّی پھر لوٹی گئی۔ اور اب کی بار ایسی تباہ ہوئی جس کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ اُدھر میر صاحب راجہ ناگرمل سے معافی مانگ کر طرح طرح کی سختیاں اُٹھاتے معہ متعلقین برسانہ پہونچے اور وہاں سے کمھیر گئے۔ یہاں بہادر سنگھ پسر راؤ صاکشن خزانچی صفدر جنگ نے ان کی بڑی دلدہی کی اور بے انتہا آدمیت سے پیش آیا۔ مگر پھر بھی اذیتیں اُٹھانا پڑیں۔ کچھ عرصہ کے بعد جب دکنیوں اور دُرّانیوں کی فیصلہ کن جنگ ہوچکی تو راجہ ناگرمل کمھیر پہونچے۔ راجہ کے صاحبزادے رائے کشن سنگھ نے میر صاحب کو ٹھہرلیا تھا اور کچھ درماہہ بھی مقرر کردیا تھا۔ مگر یہ بددل تھے۔ چنانچہ اُنھوں نے راجہ سے عرض کیا کہ اب تک حضور کا انتظار تھا۔ ورنہ مجھے یہاں رہنے کی تاب نہیں۔ اجازت عطا فرمائی جائے کہ بندہ رخصت ہو۔ راجہ نے کہا کہ میر صاحب کچھ خیر ہے یہ آپ فرما کیا رہے ہیں۔ ایسے پرآشوب زمانے میں میں آپ کو جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اسکے بعد تنخواہ مقرر کردی اور کچھ زرنقد سے امداد بھی کی۔ مجبوراً ان کو پھر وہیں قیام کرنا پڑا۔ اور یہ قیام قریب قریب مستقل رہا۔ جب دکنیوں نے شکست فاش کھائی اور دُرّانیوں کا پورا پورا تسلط ہوگیا۔ تو دلّی میں ذرا پھر سکون و اطمینان کی لہر دوڑی اور کوئی خوف و خطر باقی نہ رہا۔ تمام سرداران قدیم کے پتہ پر فرمان بھیجکر عزت و احترام کے ساتھ اُن کو طلب کیا گیا۔ اسی دوران میں راجہ ناگرمل کے نام بھی پیام پہونچا۔ چنانچہ یہ دلی آئے اور میر صاحب کی بھی واپسی ہوئی

Marfat.com

اس مرتبہ دلی کا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا۔ نہ وہ مکان نہ وہ مکین۔ نہ وہ محلے نہ بازار۔ ہر طرف وحشت ہر طرف ویرانی نہ دوست نہ آشنا۔ میر صاحب کے قلب پر بڑا گہرا اثر پڑا۔ اس بات کی طرف اُن کے بعض شعر بھی اشارہ کرتے ہیں ؎

دلی میں آج بھیک بھی ملتی نہیں انھیں	تھا کل تلک دماغ جنھیں تخت و تاج کا
دلی میں اب کے آکر اُن یاروں کو نہ دیکھا	کچھ وے گئے شتابی کچھ ہم بدیر آئے
منزل نہ کر جہاں کو کہ ہم نے سفر سے آ	جس کا لیا سراغ سُنا وے گزر گئے
شہاں کہ کحل جواہر تھی خاک پا اُن کی	اُنھیں کی آنکھوں میں پھرتی سلائیاں دیکھیں

اسی دوران میں راجہ ناگر مل کو شجاع الدولہ کے پاس اس لیے بھیجا گیا کہ دُرانیوں سے وزیر الممالک کی صفائی ہو جائے۔ میر صاحب بھی اس سفر میں ساتھ رہے۔

سورج مل جاٹ کی بغاوت کی ابتدا ہوئی اور وہ اکبرآباد پر متصرف ہو گیا۔ خود بادشاہ کو اُسکی گوشمالی کے لیے جانا پڑا۔ سورج مل نے ناگر مل سے امداد چاہی کہ کسی طرح وہ آڑے آئے۔ اسی لیے ناگر مل کو اکبرآباد جانا پڑا۔ میر صاحب بھی اسی تقریب سے تیس برس کے بعد اپنے وطن مالوف پہونچے اور اپنے بزرگوں کے مزاروں پر فاتحہ پڑھنے اور عزیزوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ مگر چونکہ زمانہ کی آب و ہوا کے ساتھ ساتھ اکبرآباد بھی بدل گیا تھا اس لیے کچھ جی نہ لگا۔ پھر بھی چار مہینے رہے۔ بعدہ پھر راجہ کے ساتھ ہی سورج مل کے قلعوں میں واپس آ گئے۔

اسی طرح ایک مرتبہ اسکے بعد جب رگھوناتھ راؤ دکھنی کی فوج نے ملک میں فتنہ و فساد پھیلا رکھا تھا اور سورج مل جاٹ کے لڑکے جواہر سنگھ سے اُن کی آویزش کا خوف تھا دُرانیوں کے جدید حملے کی خبریں اُڑ رہی تھیں تو ناگر مل کو پھر آگرے جانا پڑا میر صاحب ہمراہ رکاب تھے اس لیے وہ بھی دوبارہ وطن کی ہوا کھا آئے۔ مگر صرف پندرہ روز قیام کر کے واپس آ گئے۔

زمانہ بدلتا رہا۔ تازہ واقعات ہوتے رہے۔ مگر اس سانحے کو میر صاحب نے سانحۂ عظیم لکھا ہے۔ کہ سورج مل جاٹ کا لڑکا کسی معمولی آدمی کے ہاتھ سے اکبرآباد میں قتل ہو گیا۔ اسکے بھائی راؤ رتن سنگھ کو ریاست ملی وہ شرابی اور بدکردار تھا۔ کسی نے اُس کا بھی خاتمہ کر دیا اور پھر کھیری سنگھ اُسکے لڑکے کو گدی ملی اور سورج مل کا چوتھا لڑکا نول سنگھ سرپرست قرار پایا۔

Marfat.com

اور جاٹوں کی شورش بیجا نے پھر زور پکڑا - راجہ ناگر مل کو کامان جانا پڑا یہ ایک سرحدی مقام تھا - اور راجہ مادھو سنگھ کے لڑکے پرتھی سنگھ کے قبضہ میں تھا - میر صاحب بھی راجہ کے ساتھ وہاں گئے اور کچھ دن قیام کرنا پڑا - راجہ نے میر صاحب کو بادشاہ سے صفائی کرانے کے لیے بھیجا - اور یہ حسام الدین خاں سے ملکر تمام معاملات طے کرآئے - مگر راجہ پھر چھوٹے لڑکے کے کہنے سے دکنیوں سے جا ملا - میر صاحب کو بڑا رنج ہوا - اگرچہ یہ پھر بھی راجہ کے ساتھ رہے - مگر نہایت شرمندہ اور بددل رہے - آخر دہلی آئے - متعلقین کو عرب سرائے میں چھوڑا اور آپ تلاش معاش میں گھومتے رہے - لیکن کامیاب نہ ہوئے - نہایت پریشان تھے - لشکر میں ایک ایک کے سامنے ضرورتوں کا اظہار کیا کسی نے نہ سنی - بہزار دقت وجیہ الدین خاں برادر حسام الدولہ نے کچھ مقرر کیا جس سے خوش وناخوش زندگی گزر رہی تھی -

مگر باانیہمہ مصائب دلی میں ان کا دل زندہ تھا - وہ اپنے یہاں مشاعرے بھی کرتے تھے اور اس پابندی کے ساتھ کہ ہر مہینے کی پندرہ تاریخ اسی شغل کے لیے مخصوص تھی - اپنے خاص دوستوں سے اُن کی ہم جلیسی میں کوئی فرق نہ آیا تھا - ہنستے بولتے تھے بذلہ سنجی کرتے تھے - باہم گپیں تک مارتے تھے - احباب سے ملنا جلنا - لوگوں کا ان کے پاس آنا - اور اُن کا دوسروں کے یہاں جانا جاری تھا - شہر میں جابجا چطارے اور مشاعرے کی محفلیں ہوتی تھیں وہ اُن میں شریک ہوتے تھے - خواجہ میر دردؔ - میر سجاد - میر علی نقی کاذکر کے یہاں کی صحبت شعرخوانی کا اُنھوں نے خود پتہ دیا ہے اور عجب نہیں کہ میاں مصحفی کے یہاں بھی کبھی تشریف لے جاتے ہوں -

اُن کی شعروشاعری کا عروج دہلی ہی میں شروع ہو چکا تھا - اور نہ صرف شروع ہوا تھا بلکہ وہ اس حد تک پہونچ گیا تھا کہ لوگ اُن کے شعروں پر سر دُھنتے تھے - جابجا اُن کی غزلوں کی نقلیں لی جاتی تھیں - اسکی گواہی وہ خود دیتے اور فرماتے ہیں -

کس نے سن شعر میر یہ نہ کہا	کہیو پھر ہائے کیا کہا صاحب
اگرچہ گوشہ گزیں ہوں میں شاعروں میں میرؔ	یہ میرے شعر نے روئے زمیں تمام لیا
یہ میر ستم کشتہ کسی وقت جواں تھا	انداز سخن کا سبب شور و فغاں تھا
جادو کی پڑی پرچۂ ابیات تھا اس کا	منھ تکتے غزل پڑھتے عجب سحر بیاں تھا

Marfat.com

جس راہ سے وہ دلزدہ دلی میں نکلتا ساتھ اس کے قیامت کا سا ہنگامہ رواں تھا
افسردہ نہ تھا ایسا کہ جوں آب زدہ خاک آندھی تھا بلا تھا کوئی آشوب جہاں تھا

میر دریا ہے سنے شعر زبانی اُس کی اللہ اللہ رے طبیعت کی روانی اُسکی
ایک ہے عہد میں اپنے وہ پراگندہ مزاج اپنی آنکھوں میں نہ آیا کوئی ثانی اُسکی
مرثیئے دل کے کئی کہکے دیئے لوگوں کو شہر دلی میں ہے سب پاس نشانی اُسکی

پھر یہی نہیں کہ دلی اُن کے کمالات کی جولانگاہ تھی بلکہ اُنھوں نے بیان کیا ہے کہ

سر سبز ملک ہند میں ایسا ہوا کہ میر یہ ریختہ لکھا ہوا تیرا دکن گیا
سر سبز ہند ہی میں نہیں کچھ یہ ریختہ ہے دھوم میرے شعر کی سارے دکن تلک
کچھ ہند ہی میں میر نہیں لوگ جیب چاک ہے میرے ریختوں کا دوانا دکن تمام

دور تک رسوا ہوا ہوں شہروں شہروں ملک ملک میرے شعر و شاعری کا تذکرہ گھر گھر ہے اب
ملکوں ملکوں شہروں شہروں قریہ قصبہ دیہہ دیار شعر و بیت و غزل پر اپنی ہنگامہ ہے گھر گھر آج
سر سارے عالم کے ہر چار طرف کیا دوڑے ہیں کس وادی آبادی میں یہ حرف و سخن مشہور نہیں

ہر چند شعر میر کا دل معتقد نہ تھا پر اس غزل کو ہم نے بھی سنکر لکھا رکھا
ذوق سخن ہوا ہے اب تو بہت ہمیں بھی لکھ لیں گے میر جی کے اشعار چیدہ چیدہ
اشعار میر سب نے چن چن کے لکھ لیے ہیں رکھینگے یاد ہم بھی کچھ بیتیں چیدہ چیدہ

امرا کی محفلوں میں ان کی غزلوں کی داد دی جاتی تھی۔ اور لوگ ان سے محظوظ ہوتے تھے۔ صوفیا کی خانقاہوں میں اہل دل کو ان پر وجد و حال آتا تھا۔

مطرب سے غزل میر کی کل میں نے پڑھائی اللہ رے اثر سب کے تئیں رفتگی آئی
جس شعر پر سماع تھا کل خانقاہ میں وہ آج میں سنا تو ہے میر کا کہا ہوا
مطرب نے پڑھی تھی غزل اک میر کی شب کو مجلس میں بہت وجد کی حالت رہی سب کو
ہے مری ہر اک غزل پر اجتماع خانقہ میں کرتے ہیں صوفی سماع
وجد میں رکھتا ہے اہل شعر کو میرے شعر و شاعری کا استماع

ان اشعار کو میر کی تعلّی شاعرانہ سمجھنا غلطی ہوگی۔ ذکر میر دیکھنے کے بعد فوراً یقین ہوجاتا ہے کہ عوام و خواص۔ امیر و فقیر۔ شاہ و گدا ہر ایک کے تقرب کی وجہ میر کے لیے صرف شاعری تھی ورنہ اور کوئی چیز ایسی نہ تھی کہ وہ ان جگہوں میں رسائی حاصل کر سکتے۔ یہ اور بات ہے کہ اتنی

Marfat.com

قدردانی کے بعد بھی میر صاحب سمجھتے تھے کہ میرے کمال کی صحیح داد نہیں دی جاتی۔ اور جیسے جواہر ہیں اُن کے مطابق کوئی خریدار نہیں ملتا۔ وہ رسمی داد کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتے تھے بلکہ اسکو فن کی ایک توہین جانتے تھے۔ ذیل کے شعر دیکھیئے۔

فکر کو نازک خیالوں کی کہاں پہونچے ہیں یار	ورنہ ہر مصرع میں یاں معشوق شوخ و شنگ ہے
سرسری کچھ سُن لیا پھر واہ وا کر اٹھ گئے	شعر پر کم فہم سمجھے ہیں خیال تنگ ہے

ان کا احساس کمال بڑھ رہا تھا اور اسی احساس کی وجہ سے ان کی شاعرانہ نازک مزاجی کی حد یہاں تک پہونچی تھی کہ وہ معاصرین کو ہیچ و پوچ ناقابل مہمل گو وغیرہ سبھی کچھ سمجھ کر اپنی غزلوں میں اُن پر صاف صاف چوٹیں کرنے لگے تھے۔

کہاں عاجز سخن قادر سخن ہوں	ہمیں ہے شبہ یاروں کے سخن میں
کس کا ہے قماش ایسا گودڑ بھرے ہیں سارے	دیکھو نہ جو لوگوں کے دیوان نکلتے ہیں
دعوے کو یار آگے معیوب کر چکے ہیں	اس ریختے کو ورنہ ہم خوب کر چکے ہیں
خیروں نے ریختہ کو دوں ریختہ بنا یا	جوان رنوں ہیں بالے لڑکوں کی بالیاں ہیں
بات بنانا مشکل سا ہے شعر سبھی یاں کہتے ہیں	فکر بلند سے یاروں کو اک ایسی غزل کہہ لانے دو

اُستاد ماننا دوسری بات ہے اور ان باتوں کا تحمل دوسری شئے۔ معاصرین ان کو مغرور کہنے لگے۔ میر صاحب نے یہ اور غضب کیا کہ ایک نظم اژدر نامے کے نام سے لکھ ڈالی اور ستم بالائے ستم یہ کہ سر مشاعرہ سنانے بیٹھ گئے۔ اس میں تمام معاصر شعراء کو چھوٹے سانپ سنپولیوں اور دوسرے کیڑے مکوڑوں سے تشبیہ دی ہے۔ اور اپنے آپ کو ایک اژدہا بتایا ہے۔ بھلا ٹھنڈے دل سے کون اس کو سُن سکتا۔ چنانچہ محمد امان نثار نے سر مشاعرہ اس کے جواب میں غزل پڑھی اس کا مقطع یہ ہے۔

حیدر کرار نے وہ زور بخشا ہے **نثار**	ایک دم میں دو کروں اژدر کے کلّے چیر کر

لوگوں نے یہ غزل سُنکر نثار کی خوب خوب تعریفیں کی۔ اور میر صاحب کو خفیف ہونا پڑا۔ ایک تو فن شعر میں یہ خاص بات ہے کہ خوش گو کے لوگ خواہ مخواہ دشمن ہو جایا کرتے ہیں۔ اسپر جب اُسکی طرف سے کوئی خاص مظاہرہ ہو تو مخالفت دونی ہو جاتی ہے۔ یہی ہوا کہ میر صاحب کے مخالفین کی تعداد بڑھ گئی۔ بقا نے بھی شاید اسی وجہ سے یہ شعر کہا ہے

پگڑی اپنی سنبھالیے گا **میر**	اور بستی نہیں یہ دلّی ہے

Marfat.com

میر صاحب کی روانگی لکھنؤ	ہمعصروں کی مخالفت دہلی کی تباہی و بربادی معیشت کی فکر احباب و اعزا کی جدائی - آئے دن کی مصیبت نے میر صاحب کو

نہ صرف دل برداشتہ بلکہ عزلت گزین اور صحیح معنی میں گوشہ نشین بنا دیا تھا ؂

میر صاحب کو دیکھیے جو بنے	اب بہت گھر سے کم نکلتے ہیں
کیا کہیں میر جی ہم تم سے معاش اپنی غرض	غم کو کھایا کریں ہیں لوہو پیا کرتے ہیں

ان کو سوائے شاعری کے کسی سے تعلق خاطر باقی نہ رہا تھا - بار بار دلی چھوڑنے کا ارادہ بھی کرتے تھے - مگر بے سروسامانی کے ہاتھوں مجبور تھے کرتے تو کیا کرتے اور جاتے تو کہاں جاتے -

اس کو میر صاحب کی خوش قسمتی کہیئے یا حُسن اتفاق سے تعبیر کیجیے کہ وزیر الممالک نواب آصف الدولہ بہادر کو کسی طرح سے اُن کا خیال آیا - اور نواب سالار جنگ خلف اسحاق خاں موتمن الدولہ اور اُن کے برادر خرد اسحاق خاں نجم الدولہ سے میر صاحب کا ذکر کیا - اور فرمایا اگر میر محمد تقی یہاں آجائیں تو اچھا ہے - یہ لوگ چونکہ خان آرزو کے مربی اور قدردان تھے اور انھیں کی وجہ سے میر صاحب سے بھی تعلقات تھے - لہذا اس موقع کو میر صاحب کے لیے فال مبارک خیال کر کے زاد راہ سرکار سے لیکر ان کو خط لکھ دیا کہ صورت حال یہ ہے - فوراً لکھنؤ پہونچو - دلی کی خانہ جنگیوں، بدامنیوں نے میر صاحب کو مدتوں سے نہ صرف دل تنگ بلکہ برداشتہ خاطر بنا رکھا تھا - اور وہ اگرچہ دلی کو جان سے پیارا جانتے تھے - مگر با اینہمہ اُسکے چھوڑ دینے پر آمادہ بیٹھے تھے خط اور زاد راہ پاتے ہی ع رخصت اے اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں + کہتے اور فرخ آباد کیطرف سے قطع منازل کرتے ہوئے لکھنؤ پہونچے - ہر چند کہ فرخ آباد کے رئیس اعظم مظفر جنگ نے چند روز ٹھہرنے کے لیے ان سے اصرار بھی کیا - مگر اُنھوں نے منظور نہ کیا -

لکھنؤ پہونچ کر نواب سالار جنگ خلف اسحاق خاں مرحوم کے یہاں فروکش ہوئے - اور وہ بڑی تواضع کے ساتھ پیش آئے - اور اسکے بعد موقع محل دیکھ کر وزیر الممالک کے حضور میں بھی عرض کر دیا کہ میر صاحب یہاں پہونچ چکے ہیں -

اُس زمانے میں لکھنؤ میں مرغ بازی کا بڑا چرچا تھا - گلی کوچوں میں مرغوں کی پالیاں ہوتی تھیں - چنانچہ خود نواب کو بھی اس کا ایک ذوق تھا - اور اسی تقریب سے میر صاحب کو شرف باریابی نصیب ہوا - مرغ لڑ رہے تھے - وزیر الممالک نواب آصف الدولہ مصروف تماشا

Marfat.com

تھے۔ میر صاحب بھی اس مجمع میں تھے۔ یکایک نواب کی نظر ان پر پڑی اور فوراً بشرے سے معلوم کر کے پوچھا کیا تم میر محمد تقی ہو۔ انھوں نے مؤدبانہ سلام کیا۔ نواب سراپا اخلاق سراسر تہذیب۔ ہمہ تن محبت تھے۔ بغلگیر ہوئے۔ اور اپنے نشستگاہ خاص تک لے گئے۔ کچھ کلام سنایا۔ میر صاحب نے جی کھول کر داد سخن دی۔ نواب نے ازراہ قدردانی ان سے بھی پڑھنے کے لیے کہا۔ انھوں نے بھی کچھ سُنایا۔ نواب سالار جنگ نے اسیوقت عرض کیا کہ اب یہ حسب الحکم حاضر ہو گئے ہیں کوئی مناسب جگہ ان کے لیے تجویز کر دی جائے۔ اس پر ارشاد ہوا کہ عنقریب کچھ مقرر کر کے اطلاع دی جائیگی۔ دو تین روز بعد پھر یہ طلب کیے گئے۔ اور انھوں نے ایک قصیدہ مدحیہ پیش کیا جس کا مطلع یہ بتایا جاتا ہے۔

ہوا کیے ہیں زبس شکوہ فلک تحریر سیہ ہے کاغذ مشقی کے رنگ لوح ضمیر

اسکے بعد بقول آزاد دو سو روپیہ اور بقول میر لطف تین سو روپیہ ماہوار مقرر ہو گئے۔ اور اب میر صاحب فارغ البالی کے ساتھ لکھنؤ میں رہنے لگے۔ یا بالفاظ دیگر اُن کو اپنے اظہار کمال کیلیے وہ وقت مل گیا جواب تک نہ مل سکا تھا۔

لکھنؤ کا قیام

میر صاحب کے بعض معاصرین میر صاحب سے پہلے لکھنؤ آ چکے تھے۔ چنانچہ ان میں مرزا سودا اور میر سوز خاص طریقہ سے ذکر کے قابل ہیں۔ یہاں ان لوگوں کے کمال کا سکہ اتنا بیٹھ گیا تھا کہ خود نواب آصف الدولہ میر سوز کے شاگرد ہو گئے تھے میر صاحب کا ذکر خیر بھی ادبی مجلسوں اور علمی محفلوں میں برابر آتا رہا ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ اہالیان لکھنؤ اُن کے روشناس نہ تھے۔ مگر غائبانہ سب کے سب ان کے کمال کے معرف تھے۔ یہاں پہونچنے پر اُن کی وہی قدر و منزلت ہوئی جو ہونا چاہیئے تھی۔ اور اُسی طرح اُن کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا جس کی اُمید کی جاسکتی تھی۔ دربار آصفی میں ان کی بڑی عزت تھی۔ اور وزیر الممالک ان کو اتنا عزیز رکھتے تھے کہ سفر و حضر میں کہیں جدا نہ کرتے تھے۔ جشن شادی اور کھیل تماشوں کی محفلیں تک ان سے خالی نہ ہوتی تھیں۔ میر صاحب کے لکھے ہوئے شکار نامے۔ ہولی نامہ۔ مثنوی کدخدائی آصف الدولہ وغیرہ اس کی گواہ ہیں۔ مگر بعض تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ وہ اپنی گرفتہ مزاجی کے سبب سے دربار میں کم جاتے تھے۔ بلکہ یہ لطیفہ بھی لکھا گیا ہے۔ کہ ایک مرتبہ میر صاحب غزل پڑھ رہے تھے نواب سُن رہے تھے۔ مگر اس حالت میں بھی نواب اپنی چھڑی سے مچھلیوں کے ساتھ کھیلتے جاتے تھے۔ میر صاحب غزل پڑھتے پڑھتے رُک گئے۔ اور عرض کیا کہ جب حضور متوجہ

Marfat.com

ہونگے تو عرض کرونگا۔ نواب نے جواب دیا کہ شعر خود متوجہ کریگا۔ میر صاحب نے غزل پڑھنا بند کر دی اور اپنے گھر چلے آئے۔ چند روز بعد نواب بازار سے گزرے تو میر صاحب کو کہیں دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ میر صاحب اب آپ دربار میں تشریف نہیں لاتے۔ میر صاحب نے عذر گناہ بدتراز گناہ کی مصداق یہ جواب دیدیا کہ بازار میں باتیں کرنا شرفا کا دستور نہیں ہے۔

نواب آصف الدولہ کے انتقال کے بعد بھی یہ دربار سے وابستہ تو رہے مگر صحبت درگیر ہونے کے باعث دربار کا آنا جانا بند تھا۔ ایک روز نواب سعادت علی خاں کی سواری چوک میں تحسین کی مسجد کے سامنے سے ہو کر گزری۔ عوام و خواص تعظیماً سروقد کھڑے ہو گئے۔ مگر میر صاحب ٹس سے مس نہ ہوئے جیسے بیٹھے تھے بیٹھے رہے۔ انشار ساتھ تھے اُنھوں نے بتایا کہ یہ میر تھے۔ نواب کے حُسن اخلاق کو دیکھیے کہ اُنھوں نے جاتے ہی میر صاحب کے لیے خلعت بحالی اور ایک ہزار روپیہ نقد روانہ کیا۔ مگر اتنا فرور ہوا کہ ایک ملازم کے ہاتھ روانہ کیا گیا۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ میر صاحب نے اسکو واپس کر دیا۔ مگر بعد کو میر انشاء اللہ خاں انشار گئے میر صاحب کو سمجھایا بجھایا۔ اور نواب کا عطیہ قبول کرنے پر مجبور کیا۔ کبھی کبھی یہ دربار جانے لگے۔ مگر اس سے یہ نتیجہ نہ نکالنا چاہیئے کہ وہ مشاعروں وغیرہ سے دست بردار ہو گئے۔ بلکہ وہ ادبی صحبتوں میں ہمیشہ شریک ہوتے رہے۔ اور لوگ ان کے کلام کو دل میں جگہ دیتے رہے۔ سب نے اُنکو اُستاد مانا۔ اور مسلک شاعری کا پیشوا جانا۔ مگر انسان طبعاً اور فطرتاً ماضی پرست واقع ہوا ہے۔ میر صاحب اس قدردانی کے باوجود بھی دلی کو ہمیشہ لکھنؤ پر ترجیح دیتے تھے۔ اور برابر اُسکو یاد کرتے رہتے تھے۔ ذیل کے اشعار اُن کے اُس کرب کو ظاہر کرتے ہیں۔ اُن کے یہ خیال شاعرانہ نہیں بلکہ اس اشتیاق نے اُن کو دعائیں مانگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تعریف میں قصیدہ لکھتے ہوئے آخر میں کہتے ہیں۔

گرمی کرے تنک بھی اعانت تری تو پھر یعنی کہ دیکھوں حضرت دلی کی پھر نواح	آجائے پختگی پہ مرا یہ خیال خام معلوم ہے سوائے ترے حاصل کلام
ہفت اقلیم ہر گلی ہے کہیں	دلی سے بھی دیار ہوتے ہیں
دلی کے نہ تھے کوچے اوراق مصور تھے	جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی
ہر روز نیا ایک تماشا دیکھا دلی تھی طلسمات کہ ہر جا گہ میر	ہر کوچے میں سو جوان رعنا دیکھا ان آنکھوں سے آہ ہم نے کیا کیا دیکھا

Marfat.com

ایک جگہ نہایت دردانگیز لہجے میں ہوا کے ہاتھوں دلّی والوں کو پیام بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں۔

اے صبا گر شہر کے لوگوں میں ہو تیرا گزار	کہیو ہم صحرانوردوں کا تمامی حال زار
خاکِ دہلی سے جدا ہم کو کیا یکبارگی	آسماں کو تھی کدورت سو نکالا یوں غبار
منصب بلبل خوش لحانی تھا سو تو ہے اسیر	شاعری زاغ و زغن کا ہو نہ ہووے اب شعار

اس نظم میں ۴۲ شعر ہیں اور سب کے سب میں نہایت دردانگیز انداز میں اگلی صحبتوں کو یاد کیا گیا ہے۔ پھر یہی نہیں ہے بلکہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ لکھنؤ سے ان کو ایک خاص تنفر تھا جیساکہ ان شعروں سے معلوم ہوتا ہے۔

خرابہ دلی کا وہ چند بہتر لکھنؤ سے تھا	وہیں میں کاش مرجاتا سراسیمہ نہ آتا یہاں
برسوں سے لکھنؤ میں اقامت ہے مجھ کو لیک	یہاں کے چلن سے رکھتا ہوں عزم سفر ہنوز
آباد اُجڑا لکھنؤ چغدوں سے اب ہوا	مشکل ہے اس خرابے میں آدم کی بود و باش

اس تنفر کی وجہ کہیں کہیں ظاہر بھی ہو گئی ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ لکھنؤ میں میرے کلام کے سمجھنے والے نہیں ہیں۔ اگر قدردانی بھی ہوتی ہے تو وہ صرف تحسین ناشناس کا درجہ رکھتی ہے۔ فرماتے ہیں۔

رہی نہ گفتہ مرے دل میں داستاں میری	نہ اس دیار میں سمجھا کوئی زباں میری
کس کس ادا سے ریختے میں نے کہے و لے	سمجھا نہ کوئی میری زباں اس دیار میں
مربوط کیسے کیسے کہے ریختے و لے	سمجھا نہ کوئی میری زباں اس دیار میں
بہت کچھ کہا ہے کرو میر بس	کہ اللہ بس اور باقی ہوس
جواہر تو کیا کیا دکھایا گیا	خریدار لیکن نہ پایا گیا
متاع ہنر پھیر کر لے چلو	بہت لکھنؤ میں رہے گھر چلو
گو لکھنؤ ویران ہو ہم اور آبادی میں جا	مقسوم اپنا لائیں گے خلق خدا ملک خدا
کیا قدر ہے ریختہ کی گو میں	اس فن میں نظیری کا بدل تھا

غرض وہ آخر وقت تک لکھنؤ میں رہے مگر دلی کو کبھی نہ بھولے۔ اور جب دلی کو نہیں بھولے تو شاید لکھنؤ میں خوش بھی نہیں رہے۔

میر صاحب کے اخلاق و عادات

میر صاحب کو ان کے تمام معاصرین جنھوں نے شعرا کے تذکرے لکھے ہیں نہایت تنک مزاج

Marfat.com

معرور و متکبر لکھا ہے۔ اور مولانا آزاد دہلوی نے تو آبحیات میں اسکے متعلق کچھ حکایات ایسی لکھی ہیں جن سے اُن کی بد دماغی جنون و وحشت کی حد تک پہونچتی ہے۔ اگرچہ اسکی بعض محققین نے مخالفت کی ہے۔ مگر اس کو کیا کیا جائے کہ خود میر صاحب ہی کے کلام سے اس کا کافی ثبوت ملتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ہے نام مجلسوں میں مرا میرؔ بے دماغ	از بسکہ کم دماغی نے پایا ہے اشتہار
میرؔ کی گرمی تم سے اچنبھا ہے	کس سے ملتا ہے وہ دماغ جلا
جیسی عزت مرے دیواں میں امیروں کی ہوئی	ویسی ہی اُن کی بھی ہوگی مرے دیوان کے بیچ
نازک مزاج آپ قیامت ہیں میرؔ جی	جوں شیشہ میرے منہ نہ لگو میں نشے میں ہوں
تری چال ٹیڑھی تری بات روکھی	تجھے میرؔ سمجھا ہے یاں کم کسو نے
صحبت کسی سے رکھنے کا اسکو نہ تھا دماغ	تھا میرؔ بے دماغ کو بھی کیا بلا دماغ
باتیں کرے برشتگی دل کی پر کہاں	کرتا ہے اس دماغ جلے کا وفا دماغ
دو حرف زیر لب کہے پھر ہو گیا خموش	یعنی کہ بات کرنے کا کسکو رہا دماغ
شیریں لباں جہاں کے نہیں چھوٹ جانتے	ہیں گو کہ میرؔ صاحب و قبلہ کم اختلاط

اس کج خلقی۔ بیدماغی۔ نازک مزاجی۔ غرور۔ تکبر کی کئی وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ زمانے کے پے در پے مصائب۔ آئے دن کی مصیبت۔ فاقہ کشی۔ نامرادی نے اُن کو چڑچڑا بنا دیا تھا۔ اور چونکہ وہ دنیا و اہل دنیا سے مایوس ہو گئے تھے۔ لہذا بغیر کسی رو و رعایت کے ہر شخص سے باتیں کہہ دیتے تھے جو اُن کے جی میں آتی تھیں۔ اس میں کسی کو بُری بھلی معلوم ہوتی تو وہ اُس کی پروا نہیں کرتے تھے۔ جیساکہ فرماتے ہیں ؎

کہنا جس سے جو کچھ ہوگا سامنے میرؔ کہا ہوگا	بات نہ دل میں پھر گئی ہوگی منہ پر میرے آئی ہوئی

دوسرے اُن کو اپنے اوائل شباب میں جنون ہو چکا تھا۔ اور گو وہ علاج ہونے پر اس سے صحتیاب ہو گئے تھے مگر پھر بھی کسی قدر اس کا اثر باقی تھا۔ جس نے اُن کو بددماغ مشہور کر دیا تھا تیسری سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اُن کو اپنے کمال کا احساس اسدرجہ بڑھ گیا تھا کہ وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ اور اس میں یہ امتیاز بھی باقی نہ رہا تھا کہ کم از کم اُن ہی لوگوں سے ایسی باتیں کریں جو شعر و سخن سے دلچسپی رکھتے ہوں۔ بلکہ برعکس اس کے وہ ہر شخص سے یکساں پیش آتے تھے۔ (چوتھے) وہ اُن ہاتھوں اور اُن گودوں کے پرورش یافتہ تھے جن کے نزدیک ریا ایک جرم ہے

Marfat.com

اور قناعت اور توکل استغنا ایک خاص چیز ہے۔ دنیا اور اہل دنیا اُن کی نگاہ میں بے وقعت۔ چھوٹے اور بڑے اُن کے نزدیک یکساں۔ بادشاہ اور فقیر ایک درجہ رکھنے والے ہیں۔ پھر اگر اور کچھ نہیں تو میر صاحب کیا اتنے بے لاگ اور صاف گو بھی نہ ہوتے کہ لوگ اُن کو مغرور سمجھ لیں میر صاحب کے اخلاق و عادات پر نوادر الکلام میں بڑی گہری روشنی ڈالی گئی ہے۔ جسکی یہ عبارت اس دیوان کے نسخے پر درج ہے جسکا میں ذکر کر چکا ہوں۔ میرے خیال میں اس عبارت کے دیکھنے پر انکے حالات آئینہ ہو جاتے ہیں اور ایک حد تک وہ اس جرم سے بھی بری ہو جاتے ہیں جو غرور و تکبر کی وجہ سے اُن پر لگایا جاتا ہے۔

"مرحوم مردے بود متوکل۔ سپاہی پیشہ۔ رقیق القلب۔ پابند وضع۔ جہاندیدہ۔ سرد و گرم زمانہ چشیدہ۔ سرآمد سخنورانِ ماضی و حال۔ در سخن سنجی بیمثال۔ کم اختلاط۔ و بادوستاں سراپا ارتباط۔ سنجیدہ۔ از حرص و ہوائے دنیا آزاد۔ و کسے راکہ نیاز روے۔ ہرگز حملہ براں نیاوردے۔ کسے را بدی نگفت۔ و بدی نشنفت۔ استغنائے بیش از بیش۔ بہ تعظیم ہر کہ و مہ بشیا بیش۔"

یہ چیزیں ہمارے لیے بادی النظر میں نئی معلوم ہوتی ہیں اور خیال ہوتا ہے کہ میر صاحب انسانیت کے بہتر جواہر سے آراستہ تھے یا وقایع نگار نے انکا صحیح حال بیان کرنے میں کوتاہی سے کام لیا پھر بھی پابند وضع کم اختلاط۔ بدی نشنفت۔ استغنائے بیش از بیش۔ ہمارے سامنے وہی مفہوم پیش کر دیتے ہیں۔ جسکے سب تذکرے گواہ ہیں۔ اور یہی چند فقرے نہیں بلکہ مندرجۂ بالا عبارت کا ہر لفظ اُن کے ایک حال اور ایک صفت پر پوری پوری روشنی ڈالتا ہے۔ جسکی اُن کے حالات اور اُن کی تصانیف سے پوری پوری تائید ہوتی ہے۔

غرضکہ جہاں میر صاحب نہایت خود دار۔ غیور۔ سنجیدہ۔ ظریف۔ دوست اور دوستوں کے قدردان تھے وہاں وہ ہر کس و ناکس سے اختلاط بھی نہ بڑھاتے تھے اور دیر آشنائی کے باعث مغرور معلوم ہوتے تھے۔ مگر اُن کے تذکرے اور دوسری تصانیف سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے دوستوں کے لیے حاضر و غائب یکساں تھے۔ اور ہمیشہ اُن کے مداح رہتے تھے۔ معقول بات کے ماننے میں اُن کو کوئی دریغ نہ تھا۔ اسی سے وہ اپنے اس شعر کی زندہ مثال اور بولتی تصویر تھے ؎

حرف و حکایت شکر و شکایت ہے اک وضع و وطیرہ پر
میر کو جاکر ہم نے دیکھا ہے مرد معقول کوئی

Marfat.com

ان میں جیسے حُسن پرستی کا مادہ ودیعت کیا گیا تھا۔ اسی طرح سے درویش مزاجی اور درویشی پسندی اُنکی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ ذکر میر اور فیض میر اسکی شاہد عادل ہیں۔

وہ اپنے اشعار میں اپنی ہمہ دانی کے زعم میں معاصرین پر چوٹیں کرتے رہے ہیں۔ اُنھوں نے اپنے آپ کو نہایت بلند رتبہ شاعر مانا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ان کی منصف مزاجی۔ ان کی انسانیت۔ اُن کے انکسار نفس کے جوہر بھی کہیں کہیں نمایاں ہو گئے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں ؎

نقصان ہو گا اس میں نظاہر کہاں تلک مستعدوں پر سخن سے آج کل	ہوویں گے جس زمانے میں صاحب کمال ہم شعر اپنا فن سو کس قابل ہے میاں
کٹی عمر دربند فکر سخن	سو اس فن کو ایسا بڑا کر چلے

ان کے مزاج میں استغنا حد سے زیادہ تھا۔ وہ اپنی خودداری کے سامنے بڑی سے بڑی دولت ٹھکرا دیتے تھے۔ وہ امرا کی مجالس میں اپنی شان اور اپنی آن بان کو کبھی ہاتھ سے نہ دیتے تھے اور دم کے دم میں اس تاج دولت کو زمین پر پٹک دیتے تھے جہاں ان کی عزت پر ذرا سا دھبہ لگتا تھا۔ ذکر میر میں کئی واقعے اسی قسم کے درج ہیں۔

ان کی وضع سپاہیانہ تھی۔ اور اسی وجہ سے وہ ہر افتاد کو مردانہ برداشت کرتے تھے۔ وہ فقر و فاقے میں بسر کرنا پسند کرتے تھے مگر کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنا اُن کے لیے انتہائی مشکل کا سامنا تھا۔ اُن کا لباس۔ اُن کی قطع وضع سپاہیانہ تھی۔ مگر جیسے جیسے ان کا سن بڑھتا گیا۔ ویسے ہی دنیا سے نفرت بھی بڑھتی رہی۔ اور آخر کار وہ دُنیا سے نہایت متنفر ہو گئے تھے۔ اُن کے لیے یہ فیصلہ کرنا کہ وہ متکبر تھے یکطرفہ فیصلہ ہے۔ اُن کی مختصر تعریف یہ ہے کہ وہ انسان تھے اور کامل انسان۔

میر کی وفات

تذکروں سے یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ میر صاحب کا ۱۲۲۵ھ میں لکھنؤ میں انتقال ہوا۔ لیکن اسکے ماسوا تمام تر حالات تاریکی میں تھے۔ مگر نسخہ مذکورہ دیوان میر جلد چہارم قلمی سے وہ تمام باتیں معلوم ہو گئیں۔ جن سے اُن کے حالات کی تکمیل قرار واقعی ہوتی ہے۔ میر صاحب اپنی عمر کے حصۂ آخر میں لکھنؤ کے محلہ سٹھٹی میں رہتے تھے۔ گو یہ جگہ آج نہیں ہے اور اکثر لوگ اب اس سے بیخبر ہیں۔ مگر یہ محلہ تھا اور اس وقت میں کافی آبادی تھی۔ جان صاحب اپنے ایک شعر میں اس نام کو لائے ہیں ؎ جہاں جاتی ہے

Marfat.com

مردوں کی ستھڑی سی ہے لگ جاتی + یہ مجھ بڑھیا کا کاتا ہے جوانوں کا تماشا ہے ؛ میں نے بعض سن رسیدہ حضرات سے اس کے متعلق دریافت کیا تو اتنا پتہ چلا کہ یہ ایک محلہ تھا جو گومتی کے جنوبی کنارے پر آباد تھا۔ میر صاحب کے بعد بھی عرصہ تک یہ آباد رہا۔ چنانچہ سنا ہے کہ میر اس کا مکان بھی اسی محلہ میں تھا۔ یہ ممکن ہے کہ میری اس تحقیق میں کمی ہو۔ مگر اس مقام کے ہونے میں شک نہیں۔ بہرحال میر صاحب آخر عمر میں یہیں رہتے تھے۔ اور اگرچہ بعض امراض مزمنہ اور ضعف بصر وغیرہ کی شکایت اُن کو پہلے ہی سے شروع ہو گئی تھی۔ تاہم نہ وہ معذور تھے اور نہ مجبور۔ اپنے تمام فرائض زندگی آسانی سے ادا کرتے تھے۔ اور شعر و سخن میں بھی برابر حصہ لیتے تھے۔ کہ یکایک آسمان نے نیا دور شروع کیا۔ تین برس اُن کے لیے تین حشر آفریں ہنگامے تھے جنکی وہ تاب نہ لا سکے۔ ایک سال میں اُنکی لڑکی کا انتقال ہوا اور دوسرے میں ایک لڑکے کا۔ اور تیسرے میں اُن کی اہلیہ کا۔ ان حوادث سے وہ نہایت پست اور دل شکستہ ہو گئے۔ اُن کے ہوش و حواس میں ایک وارفتگی سی آ گئی۔ اور ایک حد تک گوشہ نشین ہو گئے مشاعروں اور دوسری رنگین مجلسوں میں جانا چھوڑ دیا۔ اور جیسا کہ اوائل حال میں اُنھوں نے اپنی دہلی والی رنگین معاشرت کا ذکر میر کے ان فقروں میں بیان کیا ہے کہ :۔

"ناگاہ در محلہ رسیدم کہ در آنجا می ماندم۔ صحبت میداشتم۔ شعر میخواندم۔ عاشقانہ می زیستم۔ شبہا میگریستم۔ عشق با خوش قداں می باختم۔ ایشاں را بلند می انداختم۔ با سلسلہ مویاں می بودم۔ پرستش نکویاں می نمودم۔ اگر دمے بے ایشاں می نشستم تنا بر تمنا می شکستم۔ بزم می آراستم۔ خوبان را می خواستم۔ مہمانی می کردم۔ زندگانی میکردم۔"

اُن کا قریب قریب رد عمل ہو گیا۔ اور کیا عجب ہے کہ اس عالم میں وہ شعر و شاعری سے بھی دست کش ہو گئے ہوں۔ اور کچھ بھی نہیں تو وہ ذوق و شوق اور وہ ہنگامی خروش اُن میں نہ رہ گیا ہو۔ جس کے وہ عمر بھر خوگر رہے۔ ذیل کے شعر اُنکے جذبات حزنیہ اور شعر سے بیزاری کے آئینہ دار ہیں۔

لطف سخن بھی پیری میں رہتا نہیں ہے میر کر فکر اپنی طاقت فکری جو ہو ضعیف	اب شعر ہم پڑھیں ہیں تو وہ شد و مد نہیں اب شعر و شاعری کی طرف کم لگا دماغ
کس کو دماغ شعر و سخن ضعف میں کہ میر بس بہت وقت کیا شعر کے فن میں ضایع	اپنا رہے ہے اب تو ہمیں بیشتر خیال میر اب پیر ہوئے ترک خیالات کرد

Marfat.com

بہت ہرزہ گوئی کی یہاں میر صاحب		کرو دھاں کے کچھ منہ دکھانے کی باتیں

وہ ایک مدت تک اسی عالم میں بسر کرتے رہے۔ انقباض مزاج کے ساتھ ساتھ نظام صحت میں اختلال پیدا ہو گیا۔ عوارض مزمنہ نے ترقی شروع کی۔ دو مرض قدیمی انیس و جلیس تھے۔ اُن میں زیادتی ہونے لگی۔ چنانچہ وجع مفاصل اور درد قولنج میں ترقی ہونا شروع ہوئی۔ اور اواخر ماہ ربیع الآخر میں اُنھوں نے امراض مہلک کی صورت اختیار کر لی۔ تمام شاہی طبیب اور مشہور معالج میر صاحب کے شناسا اور دوست تھے۔ علاج معالجے شروع کیے اور سب کی یہ رائے ہوئی کہ لگ کر اور جم کر علاج کرنا چاہیئے۔ اور فی الحال ایسی دوا دینا چاہیئے کہ قبض نہ رہنے پائے۔ اسکے بعد ایک تلیین دی گئی۔ اور اُس نے سم قاتل کا کام کیا۔ اطلاق لبطن شروع ہو گیا۔ اور ایک ایک دن میں ڈیڑھ ڈیڑھ سو دست آ گئے۔ آخر کار مرض موت سے جا ملا۔ اور ۲۰ شعبان المکرم ۱۲۲۵ھ وقت شام نوّے سال عمر پوری کر کے دنیائے فانی کو خیر باد کہا۔ اور ۲۱ شعبان ۱۲۲۵ھ روز شنبہ دوپہر کے وقت اکھاڑہ بھیم میں جو ایک مشہور قبرستان تھا اپنے اعزا و اقربا کی قبروں کے پاس سپرد خاک کیے گئے۔ قریب قریب چار سو آدمیوں نے اُن کے جنازے کی نماز پڑھی اور بہت سے عقیدتمندوں نے غائبانہ اس فریضہ کو ادا کیا۔ اور بعض شعرا نے تاریخیں کہیں۔ جن میں سے دو تاریخیں ہم نقل کر چکے ہیں۔ اور ناسخ کی تاریخ ؎ واویلا مرد شہ شاعراں ۱۲۲۵ھ مشہور ہے۔

میر صاحب اگرچہ شعر و شاعری کی محفلوں کو مدت سے الوداع کہہ چکے تھے۔ مگر اُن کا ذوق سخن آخر وقت تک جاری تھا۔ اور کچھ نہ کچھ فرماتے ہی رہتے تھے۔ چنانچہ آخر وقت میں اُنھوں نے یہ شعر نظم کیا تھا ؎

ساز بسیج آمادہ ہے سب قافلے کی تیاری ہے
مجنوں ہم سے پہلے گیا ہے اب کے ہماری باری ہے

میر بحیثیت شاعر

کوئی نقاد کوئی محقق کوئی تذکرہ نویس۔ کوئی وجدان صحیح کا مالک ایسا نہیں ہے جس نے میر صاحب کی جناب میں ہدیۂ عقیدت اور گلہائے تحسین و آفرین پیش کیے ہوں بندگان شعر نے خوشی کے ساتھ اُن کو خدائے سخن مانا۔ اور اُن کی ہر صدائے الست پر بلےٰ کہا۔ شیفتہ گلشن بیخار میں انکو اشعر شعرا۔ میر حسن افصح فصحائے زمانہ قائم شمع انجمن عشقبازاں شفیق میر میدان سخنوری کہتے ہیں۔ اور اسی طرح ہر ایک شخص اُنکی

Marfat.com

توصیف میں رطب اللسان ہے ۔ مگر ہم ان سب سے زیادہ خود میر صاحب پر بھروسہ کرتے ہیں وہ باکمال شاعر ہی نہیں ۔ کامل نقاد بھی ہیں ۔ اُنکی اپنے کلام کی بابت جو رائے اور جو احساس ہے اُسکو بجنسہٖ پیش کیے دیتے ہیں ۔ اسکے بعد دوسروں کی تنقید وتحسین ۔ تقریظ وآفرین کی گنجایش ہی نہیں رہتی ۔ اُنھوں نے بارہا اپنے کلام پر غائر نظر ڈالی ۔ اور کچھ نہ کچھ کہہ گئے سُنیئے فرماتے ہیں ۔

ریختہ رتبے کو پہونچایا ہوا اُس کا ہے
معتقد کون نہیں میر کی اُستادی کا

نکتہ دانانِ رفتہ کی نہ کہو
بات وہ ہے جو ہووے ابکی بات

جو دیکھو مرے شعرِ تر کی طرف
تو مائل نہ ہو پھر گہر کی طرف

میر گم کردہ چمن زمزمہ پرواز ہے ایک
جسکی لے دام سے تا گوشِ گُل آواز ہے ایک

پڑھتے پھریں گے گلیوں میں ان ریختوں کو لوگ
مدت رہیں گی یاد یہ باتیں ہماریاں

ریختہ خوب ہی کہتا ہے جو انصاف کرو
چاہیئے اہلِ سخن میر کو استاد کریں

ہو طرف مجھ پہلواں شاعر کا کب عاجز سخن
سامنے ہونے کو صاحب فن کے قدرت چاہیئے

نہ رکھو کان نظمِ شاعران حال پر اتنے
چلو ٹک میر کو سُننے کہ موتی سے پروتا ہے

مری خلق محو کلام سب تجھے چھوڑتے ہیں خموش کب
مرا حرف رشک کتاب ہے مری بات لکھنے کا باب ہے

دل کسطرح نہ کھینچیں اشعار ریختے کے
بہتر کیا ہے میں نے اس عیب کو ہنر سے

تربتِ میر پر ہیں اہلِ سخن
ہر طرف حرف ہے حکایت ہے
تو بھی تقریبِ فاتحہ سے چل
بخدا واجب الزیارت ہے

اس فن میں کوئی بے تہ کیا ہو مرا معارض
اوّل تو میں سند ہوں پھر یہ مری زباں ہے

نکتہ مشتاق و یار ہے اپنا
شاعری تو شعار ہے اپنا

اس زمیں میں غزل اک اور بھی موزوں کر میر
پاتے ہیں زور ہی لذت تری گفتار کے بیچ

مرغِ چمن نے زور رُلایا سبھوں کے تئیں
میری غزل پڑھی تھی سب اک روضہ خواں کسطرح

یک پرچہ اشعار سے مُنھ باندھے سبھوں کے
جادو تھا مرے خامے کی گویا کہ زباں میں

ہر چند ہے سخن کو تشبیہ دُر سے لیکن
باتیں مری سُنو تم پھینک دو گہر کو

شعار میر پر ہے اب ہائے وائے ہر سو
کچھ سحر تو نہیں ہے لیکن ہوا تو دیکھو

سخن یہی ہے جو کہتے ہیں شعر میر ہے سحر
زبان خلق کو کسطرح کوئی بند کرے

Marfat.com

ریختہ کاہے کو تھا اس رتبۂ اعلیٰ میں میر	جو زمیں نکلی اُسے تا آسماں میں لے گیا
فن شعار میں ہوں پہلواں میر	مجھے ہے یاد اس کشتی کا ہر بند
سخن کے ملک کا میں مستقل امیر ہوں میر	ہزار مدعی بھی مجھ کو وہ دلا نہ کریں
اے میر شعر کہنا کیا ہے کمال انساں	یہ بھی خیال سا کچھ خاطر میں آگیا ہے
شاعر نہیں جو دیکھا تو ہے کوئی ساحر	دو چار شعر کہہ کر سب کو رجھا گیا ہے
ہر ورق ہر صفحے میں اک شعر شور انگیز ہے	عرصۂ محشر کا عرصہ ہے مرے دیوان کا
رونق آبادی ملکِ سخن ہے اس تلک	ہوں ہزاروں دم الٰہی میر کے اک دم کے بیچ
نہ ہوئے ہم نظیری سے یوں تو	شعر کے فن میں بے نظیر ہوئے

میر صاحب کے اصول شاعری

شاعر اور خصوصاً ایک کامل الفن اور ماہر شاعر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اوپر کچھ ایسے قیود عائد کرے اور کچھ ایسے قواعد اور کلیے مقرر کرلے جو اسکے کلام کو دوسرے شعراء سے اچھا نہ بنا سکیں تو متمیز کردیں ۔ میر صاحب بھی چند باتوں کو پسند کرتے تھے اور چند کو ناپسند ۔

(۱) اُن کا خیال ہے کہ شاعری اک فنِ شریف ہے ۔ اور شریف ہی اس فن کو اختیار کرتے تھے ۔ اجلاف کا اس کوچے میں گزر نہیں ۔

صحبتیں جب تھیں تو یہ فنِ شریف	کسب کرتے جنکی طبعیں تھیں لطیف
تھے میز درمیاں انصاف تھا	خار و خس سے کیا یہ عرصہ صاف تھا
دخل اس فن میں نہ تھا اجلاف کو	کچھ بتاتے بھی تھے سو اشراف کو
تھے جو اس ایام میں اُستادِ فن	ناکسوں سے وے نہ کرتے تھے سخن
ہم تلک بھی تھی وہی رسمِ قدیم	یعنی جن کے ہوتے تھے ذہن سلیم
پیار کرتے تھے اُنھیں اُستادِ فن	اُن کے ہوتے رہبر راہِ سخن
جلف واں زنہار پاتے تھے نہ بار	شاعری کاہے کو تھا ان کا شعار
نکتہ پردازی سے اجلافوں کو کیا	شعر سے بزازوں ندافوں کو کیا

(۲) شعر کے لیے علمی قابلیت اور معلومات فن کا ہونا ازبس ضروری ہے ۔ چنانچہ اسی بارہ میں مثنوی تنبیہ الجہال میں اُنھوں نے وزیر اصفہان اور ہلالی کا قصہ بیان کیا ہے ۔[1]

[1] مثنوی تنبیہ الجہال ۱۲

Marfat.com

(۳) شعر میں زبان اور روزمرہ نہایت صاف ہو۔ روانی کو کسی صورت میں ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے۔ رکیک خیالات اور عوام کے جذبات وعادات یا گفتگو سے شعر کو کوئی لگاؤ نہ ہو۔ نکات الشعراء میں قدر کے متعلق فرماتے ہیں کہ "زبان او بزبان لوطیاں می ماند"۔

گفتگو ریختے میں ہم سے نہ کر	یہ ہماری زبان ہے پیارے
حسن تو ہے ہی کرو لطف زباں بھی پیدا	میر کو دیکھو کہ سب لوگ بھلا کہتے ہیں
دیکھو تو کس روانی سے کہتے ہیں شعر میر	دُر سے ہزار چند ہے اُنکے سخن میں آب

(۴) شعر میں کوئی خاص انداز بیان اور کوئی نادر بات ہونا چاہیئے۔

کچھ ہوا سے مرغ قفس لطف نہ جاوے اُس سے	نوحہ یا نالہ ہر اک بات کا انداز ہے ایک
میر شاعر بھی زور تھا کوئی	دیکھتے ہو نہ بات کا اسلوب
لف سا پیچدار ہے ہر شعر	ہے سخن میر کا عجب ڈھب کا
شعر میرے ہیں سب خواص پسند	پر مجھے گفتگو عوام سے ہے
سمجھے انداز شعر کو میرے	میر کا سا اگر کمال رکھے

(۵) شعر میں وہی ترکیب فارسی لانا جائز ہے جو زبان پر بار نہ ہو۔ اس فرق کو غیر شاعر نہیں سمجھ سکتا۔ اور جو ترکیب زبان ریختہ سے مانوس نہ ہو اس کا استعمال معیوب ہے اس بات کا سمجھنا بھی سلیقۂ شاعری پر موقوف ہے۔

(۶) متقدمین میں ایہام کا بڑا رواج تھا اور اب اساتذہ اس کو پسند نہیں کرتے مگر جبکہ نہایت شستگی اور رفتگی سے اسکا استعمال کیا جائے۔ ایک جگہ میاں احسن اللہ کے ذکر میں نکات الشعرا میں کہا ہے "مائل بایہام بود۔ ازیں جہت شعر او بے رتبہ ماند"۔

کیا جانے دل کو کھینچیں ہیں کیوں شعر میر کے	کچھ طرز ایسی بھی نہیں ایہام بھی نہیں

(۷) تنافر سے کلام کو پاک کرنے کی کوشش ضروری ہے۔

ہم حرفوں کے تنافر کا بھی یاروں کو نہیں	اس پہ رکھتے ہیں تنفر سب مری صحبت سے یہاں

(۸) شاعر کو محاورے میں تصرف کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ میر سجاد کے اس شعر پر اُنھوں نے اعتراض کیا ہے ؎

میرا جلا ہوا دل مژگاں کے کب ہے لائق	اس آبلے کو کیوں تم کانٹوں میں اینچتے ہو

(۹) جو طرز کلام اور انداز شعر گوئی میر صاحب نے خود اختیار کیا تھا وہ تمام

Marfat.com

صنایع بدایع کا حاوی اور حامی تھا۔ تجنیس۔ ترصیع۔ تشبیہ۔ صفائے گفتگو۔ فصاحت۔ بلاغت۔ ادا بندی۔ خیال اُس میں سب پائی جاتی تھیں۔ اور یہی اُن کو پسند بھی تھا۔ اس لیے کہ زمانہ کی روش یہی تھی۔ مگر ان سب چیزوں سے صرف شعر کے خارجی پہلو پر روشنی پڑتی ہے داخلی اوصاف کے متعلق بھی اُن کے یہ خیال ہیں۔

(۱۰) شعر جذبات دل کا آئینہ ہونا چاہیئے۔ اور جو کچھ کہا جائے اُسے تاثیر و تاثر کے ساتھ روح و جسم کا سا قرب حاصل ہو۔ خواہ وہ استعارہ ہی کیوں نہو۔

کیا تھا ریختہ پردہ سخن کا	سو ٹھہرا ہے یہی اب فن ہمارا
اس پردے میں غم دل کہتا ہے میر اپنا	کیا شعر و شاعری ہے یارو شعار عاشق
مجھ کو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب میں نے بے سوز دل کنھوں نے کہا ریختہ تو کیا	درد و غم کتنے کیے جمع سو دیوان کیا گفتار خام پیش عزیزاں سند نہیں

(۱۱) شاعری کو صرف گل و بلبل کے افسانوں تک محدود نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ وہ اس سے بہت وسیع چیز ہے۔ اسی بنا پر اُنھوں نے تاباں کی روش پر نکات الشعرا میں یہ کہکر اعتراض کیا ہے۔ "ہر چند عرصۂ سخن او ہمیں در لفظہائے گل و بلبل تمام است۔ اما بسیار بنمکینی میگفت۔"

یہ سب چیزیں وہ ہیں جن کا میر صاحب کے اشعار اور نکات الشعرا سے پتہ چلتا ہے۔ مگر اُن کے کلام میں جو چیزیں پائی جاتی ہیں۔ اجمالی طور پر ہم اُنکو بیان کرتے ہیں۔

میر کلام پر ایک مجمل تبصرہ

متقدمین کی شاعری کے متعلق نقادین کی عام رائے ہے کہ وہ شاعری کے داخلی پہلو کے مقابلہ میں کبھی خارجی پہلو کو نہیں لیتے۔ لباس۔ زیور۔ حتی کہ سراپا وغیرہ کی کوئی پروا نہیں۔ بلکہ اس کی جگہ جذبات عشقیہ۔ سوز و گداز۔ ناکامی کے بیان۔ محاکات۔ معاملہ بندی وغیرہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ میر صاحب بھی انھیں لوگوں میں سے ہیں۔ وہ بھی حزن والم کی ایک تصویر ہیں۔ برشتگی اور دردمندانہ خیالات اُن کے رنگ تغزل کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور بلا مبالغہ اپنے معاصرین اپنے متقدمین۔ اپنے متاخرین سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور اتنے بڑھے ہوئے کہ اُمکے بعد کے بڑے بڑے باکمالوں نے اُن کے نقش قدم پر چلنے کا ارادہ کیا اور سخت سے سخت کاوشوں اور کوششوں کے بعد بھی اُس تک نہ پہونچنے پر اپنی ناکامی کا نہایت ہمت شکن الفاظ میں اعتراف کیا جیسے (ذوق)

Marfat.com

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب	ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

یہ دیکھ کر قدرتاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسکی وجہ کیا ہے کہ وہ بغیر شرکت احدے اس جذبہ حزنیہ۔ اور اس واردات قلبیہ کے مالک ہیں۔ اور اسکے جواب میں یہ بات بھی آسانی سے کہی جاسکتی ہے کہ ؎ قبول خاطر ولطف سخن خداداد است + مگر ساتھ ساتھ اُنکی عاشق مزاجی، اُنکی فطرت حسن پرست۔ اور اُن کے تلخ تجربات۔ اُنکی نامرادانہ زندگی۔ اُنکے انقلاب انگیز ماحول کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جنکی وجہ سے یہی درد واثر۔ برشتگی و شیفتگی۔ حرمان ومایوسی۔ اضطراب وقلق فطرت ثانیہ بن کر اُن کے تغزل کا وہ نمایاں جوہر بن گئے کہ آج دیکھنے والوں کی سب سے پہلی نظر اسی خوبی پر پڑتی ہے۔ کوئی اسکو بہتر نشتر سے تعبیر کرتا ہے۔ اور کوئی کہتا ہے کہ وہ اسی کے لیے پیدا ہوئے تھے چنانچہ خود بھی کہتے ہیں ؎

ہم کو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب ہم نے	درد وغم کتنے کیے جمع تو دیوان کیا

پھر اگر زندگی کی واردات۔ عشق کے واقعات کو ایک سادہ اور پرکیف زبان میں بیان کیا جائے تو اس کا دوسروں پر اس درجہ اثر پڑنا غیر ممکن ہے۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں شاعر ہوا کیے ہیں جنھوں نے عمر بھر یہی رونا رویا۔ ہجر وفراق کے مصائب بیان کرکے وحشت جنون بیاباں گردی۔ ناصح کی ملامت۔ رقیبوں کی شرارت کے نقشے کھینچتے رہے۔ مگر دنیا نے اُن کو آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ کہ کون ہے اور کیا کہہ رہا ہے۔ لامحالہ ضرورت ہوئی کہ اس چیز کا تجزیہ کرکے بتایا جائے جو میر کے کلام میں پوشیدہ ہے۔ مگر دشواری اور بڑی دشواری یہ ہے کہ فنون لطیفہ خواہ وہ شاعری ہو۔ خواہ مصوری۔ خواہ موسیقی تجزیہ کے بار کی متحمل نہیں ہوسکتے۔ اور فنون لطیفہ کیا میں تو یہ کہتا ہوں کہ کوئی حسن نہ تجزیہ کا بار اُٹھا سکتا ہے اور نہ کوئی عشق تجزیہ کا خواستگار ہوسکتا ہے۔ کیا عجب ہے کہ میر نے ایسے ہی موقع پر کہا ہو ؎

کیا جانوں دل کو کھینچیں ہیں کیوں شعر میر کے	کچھ ایسی طرز بھی نہیں ایہام بھی نہیں

پھر بھی جہانتک غور کیا جاتا ہے اُن کے انھیں جذبات میں کئی چیزیں شامل ہیں اور ان کی شمولیت روح وجسم۔ آب ورنگ کی شمولیت ہے جس کا جدا کرنا اور جدا ہونا محال ہے ؎

یہ جو چشم پُرآب ہیں دونوں	ایک خانہ خراب ہیں دونوں

Marfat.com

میں جو بولا تو بولے یہ آواز	اُسی خانہ خراب کی سی ہے

میر کے یہ دو مشہور شعر ہیں۔ سُننے والا اُن کو سُن کر دل تھام کر ایک آہ تو ضرور ہی کر لیتا ہے اور جس قدر دل میں گداز ہوتا ہے اتنا ہی اثر لیتا ہے۔ مگر جب غور کیا جاتا ہے تو ان دونوں شعروں میں نہ تو کوئی نیا مضمون دکھائی دیتا ہے۔ نہ کوئی گہرا فلسفۂ حیات ملتا ہے نہ جذباتِ عشقیہ کی کوئی اچھوتی تصویر نظر آتی ہے۔ نہ کوئی اخلاقی مسئلہ ہے۔ مگر اثر اتنا ہی ہوتا ہے جسقدر ہونا چاہیئے۔ آخر ذوقِ سلیم کو ماننا پڑتا ہے کہ مجموعی حیثیت سے ان دونوں شعروں میں وہ بھی باتیں ہیں جو دلوں پر تیر و نشتر کا کام کرتی ہیں اور اُن کی تشریح و تجزیہ نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح میر کے بیشتر اشعار ہیں جو سوز و گداز۔ تاثیر و تاثر کے لحاظ سے بےمثل ہیں گو تجزیہ اور تقسیم لطافت کی شمع اُن کے سامنے گل ہو جاتی ہے۔ اور اس کوشش و جستجو کو ناکام واپس آنا پڑتا ہے۔ اگر غور کرنے پر اُن کے مجموعہ کلام میں ان چیزوں کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) کیفیات حسن و عشق۔ واردات محبت حقیقی و مجازی (۲) نفسیات۔ فلسفۂ نفسیات۔
(۳) ندرت بیان۔ اسلوب بیان (۴) آلام و مصائب کے تلخ تجربات اور اُنکے اظہار کی قدرت۔
(۵) عاجزانہ یا عاشقانہ طنزیات جو اکثر اشعار کی تہ میں موجود ہیں (۶) تخیل کی بلندی۔
(۷) اکثر عام اور پیش پا افتادہ مضامین سے احتراز۔ (۸) زبان کی سادگی۔ سلاست۔
(۹) روزمرہ اور محاورات کی صفائی (۱۰) الفاظ میں موسیقیت اور ترنم کے ساتھ روانی۔
(۱۱) آورد سے احتراز۔ آمد کی پابندی (۱۲) تلمیحات دلنشیں (۱۳) معلومات عامہ کی وسعت
(۱۴) کہیں کہیں تناسب الفاظ جو ایہام کی حد تک پہونچتا ہے۔ (۱۵) فارسی ترکیبوں کا نہایت برمحل استعمال۔ (۱۶) بعض جگہ بدیع استعارے اور نازک تشبیہیں (۱۷) کہیں کہیں ہلکی سی متصوفانہ روش (۱۸) ایسی ظرافت جسکو زہرخند سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔
(۱۹) بیباکی اور صاف گوئی (۲۰) نہایت دلکش اور رواں بحروں کا انتخاب۔
(۲۱) دنیا کے سراپا زوال اور فانی ہونے کے عبرتناک مرقعے۔

یہی چیزیں ہیں جو ان کے کلام کے اجزا ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ غزل کے موضوع قدیم کے پابند ہونے۔ معشوق کو اس کی قدیم صفات سے موصوف کرنے کے باوجود بھی میر کے یہاں یہ چیزیں روشن ستاروں کی طرح چمک رہی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم ان سب چیزوں

Marfat.com

پر علیحدہ علیحدہ روشنی ڈال کر میر کے بہت سے اشعار اپنے ثبوت دعویٰ کے لیے پیش کریں۔ مگر اول تو طوالت مضمون کا خوف ہے دوسرے میر کا مکمل دیوان آپ کے سامنے ہے اس لیے اس طول عمل کو گوارا کرنا بے معنی سی بات ہے۔ لہٰذا اس کے بعد اُنکے مختلف اصناف کلام پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

اصناف کلام میر

غزلیات۔ میر صاحب کی غزلیات کے چھ دیوان ہیں۔ اور بیشتر مروجہ بحروں میں اُن کی غزلیں پائی جاتی ہیں۔ اگرچہ عام طور سے بحیثیت مجموعی اُن کی تمام غزلیں سوز و گداز سے بھری ہوئی ہیں۔ اور یہ دیکھکر کہ وہ اپنے تمام معاصرین بلکہ متقدمین سے بھی اس صنف خاص میں بڑھے ہوئے ہیں۔ یہ کہنا کچھ بیجا نہیں کہ وہ صرف غزل گوئی کے لیے پیدا ہوئے تھے۔ مگر ان میں چھوٹی بحروں کی غزلیں نہایت بلند پایہ رکھتی ہیں۔ اور طویل بحروں کی غزلوں میں اکثر حشو اور بھرتی کے اشعار بھی ہیں۔ زمانہ کی عام روش نے امارد پرستی۔ اور شیخ و زاہد کی ہجو رکیک سے اُن کی غزلوں کو بھی پاک نہیں رہنے دیا۔ اور اگر بالاستیعاب اُنکے دیوانوں کا مطالعہ کیا جائے تو ایسے اشعار کی اچھی خاصی تعداد نکل آئے گی۔ اور غالباً یہی دیکھ کر بعض صاف گو نقاد یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ اُنکا بلند کلام نہایت بلند ہے۔ اور پست بے انتہا پست۔ پھر بھی مجموعی حیثیت سے وہ ہندوستان کے اکثر غزل گویوں سے ممتاز ہیں۔ اور خواجہ میر درد کے سوائے دوسرا ان کا مقابل نہیں۔

قصائد۔ یوں تو میر ایک قادر الکلام شاعر تھے کون سی ایسی چیز ہے جو اُن کے یہاں نہیں اور کس چیز میں اُن کی شاعری کے خط و خال نہیں پائے جاتے۔ مگر اُستاد ہونا اور بات ہے اور کسی چیز سے طبیعت کی مناسبت ہونا شئے دیگر۔ وہ قصیدہ کہنے پر قادر ضرور تھے۔ اور کوئی شک نہیں کہ اُن کو ایسے مواقع پیش آئے ہونگے جہاں اپنا زور طبیعت دکھانا ضروری ہوتا ہے۔ مگر اُن کی فطرت اور اُنکی افتاد طبیعت۔ اُنکے گرد و پیش سے یہ چیز بہت دور تھی۔ اور یقیناً وہ اس میں سودا یا ذوق کی طرح کامیاب نہیں کہے جا سکتے۔ اُن کے قصیدوں میں نہ زور ہے۔ نہ علو خیال ہے۔ نہ وہ باتیں ہیں جن کی بہتری پر قصیدہ کی بہتری کا انحصار ہے۔ اُستادی ہی اُستادی ہے اور صرف اُستادی سے کام نہیں چلتا۔

رباعیات۔ رباعیات کو کاملین نے فلسفیانہ اور حکیمانہ خیالات کے لیے مخصوص رکھا ہے۔ تصوّف کے رموز و اسرار کو اسی میں ادا کیا گیا ہے۔ چنانچہ فارسی کے مشہور رباعی

Marfat.com

کہنے والے حکیم عمر خیام - فریدالدین عطارؒ - ابوسعید ابوالخیرؒ - سحابی وغیرہم کے یہاں برابر یہی روش اور یہی انداز کارفرما ہے - مگر ریختہ گویوں نے اسکی زیادہ پابندی نہیں کی - میر صاحب نے بھی سو سوا سو رباعیاں کہیں - مگر اُن کے مصرف صحیح کے پابند نہ رہنے کی وجہ سے اُنکی رباعیاں اس درجہ پر نہ پہونچ سکیں - البتہ خواجہ میر دردؒ نے اُردو اور فارسی میں جسقدر رباعیاں کہیں وہ اُسوقت کے لحاظ سے بہترین نمونہ ہیں - دور موجودہ میں اُردو میں چند رباعی کے کہنے والے ایسے پیدا ہوگئے ہیں جنکے سامنے پچھلے لوگوں کی رباعیاں دیکھنے کو جی بھی نہیں چاہتا -

مخمس و مسدس ترکیب بند ترجیع بند مخمس - مسدس - ترجیع بند میں سے اکثر کو انھوں نے اپنے معتقدات مذہبی کے لیے مخصوص کیا ہے - چنانچہ ایک ہفت بند - ایک ترجیع بند - دس مخمس - تین مسدس میں صرف منقبت کہی گئی ہے - اور ایک مسدس میں نعت ہے - اور اس سے اُن کے خلوص عقیدت کا پتہ چلتا ہے - تین مخمس ایسے ہیں جن میں اپنی یا دوسروں کی غزلوں کی تضمین ہے - دو ترکیب بند عاشقانہ ہیں اور خوب ہیں کچھ مثلث ہیں جنھیں بھی صرف تضمینیں ہیں - اور چار مخمسات میں ہجویات ہیں جن کا ذکر ہجویات میں مناسب ہوگا -

واسوخت واسوخت کا میر صاحب کو موجد بتایا جاتا ہے - ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو - مگر اس قسم کی نظمیں بعض پہلے بھی کہی گئی تھیں - اور اُسکے نمونے اُردو فارسی میں موجود ہیں میر صاحب کے واسوختوں میں اُن کے متبعین کا ساز و رہنیں ہے - مگر اَلفَضلُ لِلمُتَقَدِّم کے بموجب وہ قابل مبارکباد ضرور ہیں کہ اُنھوں نے ایک ایسا راستہ نکالا جس پر متاخرین بڑی آسانی سے گام زن ہو سکے -

ہفت بند - ممکن ہے کہ اُردو میں نئی چیز ہو - اسکو دیکھ کر ملا محتشم کاشی کا ہفت بند یاد آجاتا ہے - پھر بھی میر صاحب کی کوشش رائگاں نہیں ہے - اور اگرچہ وہ منقبت کے لیے مخصوص رکھا گیا ہے مگر نہایت عُمدہ ہے -

مثنویات - غزل کے بعد سب سے زیادہ یہی چیز میر صاحب کے یہاں قابل ذکر ہے بعض محققین کا خیال ہے کہ وہ غزل کی طرح مثنوی کے اُستاد نہیں - بلکہ مثنوی میں اُن کا کوئی خاص درجہ نہیں یہ رائے پایۂ تحقیق اور درجۂ اعتبار سے ساقط ہے - سر شاہ سلیمان صاحب نے انتخاب مثنویات میر میں مولوی عبدالسلام صاحب مصنف شعرالہند کا یہ قول نقل کیا ہے - "وہ مثنویات کے موجد اور عمدہ نمونہ ہیں - اُنمیں قدرتی اعجاز ہے - انھیں کی بدولت مثنوی کو ترقی ہوئی - میر حسن اور شوق کو

Marfat.com

اُنھیں کا مقلد سمجھنا چاہیئے۔ باوجود اسکے یہ بھی امر واقعہ ہے کہ اکثر مثنویات جس میں کتے، بلی بکری اور مرغ وغیرہ کے قصے درج ہیں نہایت گری ہوئی ہیں۔ بعض مثنویوں میں ہندی کے ٹھیٹھ اور ثقیل الفاظ ہیں۔ بعض میں فحش قصے نظم ہیں۔"

اسی طرح میرے دوست مجنوں گورکھپوری نے رسالہ ایوان جنوری ۳۵ء میں میر صاحب کی مثنویات کی بابت یہ رائے دی ہے۔ "غزل کے بعد میر اگر کسی صنف میں ممتاز ہو سکتے ہیں تو وہ مثنوی بالخصوص عشقیہ مثنوی ہے۔ اور وہ اس لیے کہ عشقیہ میں تغزل کا رنگ بڑی حد تک نباہا جا سکتا ہے۔"

میرے نزدیک جیسے یہ رائیں نہایت سرسری ہیں اُسی طرح میر حسن اور نواب مرزا شوق کو میر صاحب کا مقلد قرار دینا محل تامل ہے۔ کیونکہ میر صاحب کی عشقیہ مثنویاں نہایت صاف۔ رواں۔ آورد سے پاک وصاف ہیں۔ اُن کے بیان کی سلاست اور روانی سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے قصداً کسی چیز کے بیان کا اہتمام نہیں کیا ہے۔ بلکہ بے تکلفانہ جو قلم سے نکلتا گیا اُس کو لکھتے چلے گئے۔ اسی واسطے اگر تجزیہ کیا جائے تو اکثر مواقع پر اُن کے بیانوں میں کمی نہیں بلکہ ایک تشنگی سی محسوس ہوتی ہے۔ بخلاف اسکے میر حسن نے اپنی تلاش اور جستجو سے ہر منظر اور ہر محل کے مطابق اُس محل کی ضروریات کو قصداً جمع کر کے بیان کیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اُنکی زبان کی گھلاوٹ اور روانی کہیں بھی اس بات کو ظاہر نہیں ہونے دیتی کہ یہاں آورد کا جال بچھا ہوا ہے۔ یہی حال شوق کا ہے کہ وہ زبان کی شستگی اور محاورات کے پھیر میں گم ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ وارداتِ قلبی کو بھی نہایت ملائم الفاظ میں محاورات اور روزمرّہ کا زیور پہنا کر لاتے ہیں۔ اس واسطے پتہ نہیں چلتا کہ یہ آمد ہے یا آورد۔ بہر نوع میر صاحب کی عشقیہ مثنویاں نہایت صاف اور ان باتوں سے بری ہیں۔ اور پھر مثنوی کے لیے جو چیزیں ضروری ہیں وہ بھی اُن کے ہاتھ سے نہیں جاتیں۔ تسلسل کا سررشتہ نہایت منضبط ہے۔ مبالغہ سے پاک اغراق اور غلو سے مبرّا ہیں۔ تشبیہیں کم ہیں۔ مگر جہاں کہیں ہیں وہ بہت بلند ہیں۔ پھر بھی اس بات سے انکار نہیں کہ وہ مثنوی کے موجد ہیں اور اس قسم کے قصوں کو شاید اُردو میں پہلے اُنھوں نے ہی نظم کیا ہے اگرچہ اُن کے دورِ حیات ہی میں اس کی کثرت ہوئی اور اُنکے اکثر معاصرین نے مثنویاں لکھیں جسکے بعد میر کی اُستادی کے احترام کے سوائے کوئی خاص امتیازی شان ان میں باقی نہیں رہی۔

Marfat.com

اب اُن مثنویوں کو دیکھنا بھی نہایت ضروری ہے جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ بہت گری ہوئی ہیں۔ سب سے پہلے یہ بات ملحوظ رہنا چاہیے کہ عشقیہ مثنویاں جو اُردو میں شروع ہوئیں وہ صرف فارسی کا اتباع ہیں۔ اور یہ بات چھپی ہوئی نہیں ہے کہ فارسی میں بہتر سے بہتر رزمیہ اور بزمیہ مثنویاں ہیں جو شاعری کی داخلی اور خارجی خوبیوں سے بھری ہوئی ہیں مناظر کے نقشے۔ محاکات کی خوبیاں۔ زبان کی لطافت۔ بیان کی صفائی۔ سبھی کچھ اُنمیں موجود ہے پھر اگر اُن کو دیکھتے ہوئے زبان اُردو میں بھی اس قسم کی چند مثنویاں پیش کی گئیں تو کچھ زیادہ نئی بات نہیں۔ بخلاف اس کے ایسی چیزیں جن پر میر صاحب نے قلم اُٹھایا ہے فارسی میں بھی بہت کم ہیں اُردو میں تو اُن سے پہلے ہونے کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ دنیا۔ جھوٹ۔ ہولی۔ اژدرنامہ۔ تنبیہ الجہال۔ تعریف آغا رشید۔ مذمت آئینہ دار۔ کتے کے پالنے والے کی ہجو۔ ہجو کول مرغ بازی۔ غم نداری بُز بخر۔ بوزنہ۔ موہنی بلی۔ کتے بلی کی دوستی۔ خروس وغیرہ۔ یہ سب ندرت سے خالی نہیں ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ شاعر کے لیے نہ ان میں بیان کی وسعت کی گنجائش ہے۔ نہ تخیل کی بلندی کا امکان ہے۔ نہ مناظر ہیں۔ نہ مراحل ہیں۔ نہ باغ ہے جس میں خوشنما درختوں اور پھولوں کی تعریف کی جائے۔ نہ آبجو ہے۔ نہ ساقی و شراب ہے۔ نہ مغنی و رباب ہے۔ پھر بھی اپنے زورِ بیان کی عظمت کو بہترین الفاظ۔ برجستہ محاورات کے برمحل استعمال سے قائم رکھنا اور وہ سب چیزیں جو بڑے قصوں کی مثنویوں میں ہوتی ہیں اسی میں لے آنا کس قدر دشوار چیز ہے۔ پھر جب یہ سب چیزیں اُنکی اس قسم کی مثنویوں میں موجود ہیں تو اُنکو نظرانداز کرنا زیادتی کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے۔

اب ذرا اُن مثنویوں کو بھی دیکھیے جن میں اُن کو تفصیل کی گنجائش مل گئی ہے۔ اپنے گھر کا حال۔ برسات کی شکایت۔ وہ سفر جو برسات کے زمانہ میں کیا تھا اور جو جنگ نامے کے نام سے موسوم ہے۔ کتخدائی آصف الدولہ۔ دونوں شکار نامے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن میں مناظر۔ قدرتِ بیان۔ کثرتِ الفاظ۔ محاکات۔ حُسنِ بیان۔ ربط و تسلسل وغیرہ اس حد تک ہیں کہ اُن کو دیکھ کر اقرار کرنا پڑتا ہے کہ وہ مثنوی کے بلا شرکتِ غیرے مالک ہیں۔ اور گو عشقیہ مثنویوں میں اُن کے حریف بھی ہیں۔ مگر ان میں ان کا کوئی جواب نہیں دے سکا۔ اور یہ ایسے شاہکار ادب ہیں جو زبانِ اُردو کے سرمایہ کے لیے باعثِ ناز ہیں۔

Marfat.com

مدحیات میر ابنائے ملوک۔ اُمرا۔ اور اہل دول کی مدحیات میں میر صاحب کا رتبہ سودا سے زیادہ بلند نہیں ہے اور اسکی وجہ اُنکی فطری کبیدگی۔ افسردہ خاطری۔ استغنا۔ خودداری سے زیادہ نہیں۔ وہ خوشامد۔ درباداری اور اُسکے نشیب و فراز سے یا واقف ہی نہ تھے۔ یا واقف تھے تو ان کا تحمل اُنکی نازک دماغی سے ہو نہ سکتا تھا۔ اسی وجہ سے اُن کو اس قسم کی مدحیات میں جو زیادہ تر قصیدوں سے وابستہ ہوتی ہیں۔ دوسرے حریفوں کی طرح کامیابی تو نہ ہوئی۔ مگر اسکے یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ ان کا اس چیز میں کوئی درجہ ہی نہیں۔ بلکہ پختگی کلام۔ معلومات فن۔ تخیل کی کار پردازی وغیرہ یہ تو سب کچھ ہے۔ اگر نہیں ہے تو شان نیازمندی کا وہ جوش اور ممدوح کی جا و بیجا حمایت کا وہ خروش نہیں جو قصیدے کی جان اور قصیدہ نگار کی ارفع و اعلیٰ شان ہے۔

ہجویات میر قبل اسکے کہ ہجویات پر کوئی غائر نگاہ ڈالی جائے۔ یہ معلوم کرنا ضروری ہے۔ کہ کسی ہجو کرنے والے کو ہجو کی ضرورت کئی وجہوں سے ہوتی ہے۔ یا ذاتی مخاصمت کی بنا پر خواہ اُسکے وجوہات کچھ بھی کیوں نہ ہوں۔ یا کسی فعل کسی رسم کو قبیح سمجھنے پر۔ یا کسی دور کی سوسائٹی کی مختلف خرابیوں پر۔ یا کسی جماعت یا اس جماعت کے کسی فرد کے اخلاق و عادات کو بُرا جاننے پر۔ یا فطرتاً اور طبعاً کسی شئے سے تنفر کرنے اور اُسکو مکروہ سمجھنے پر۔ یا کسی شخص اور کسی چیز سے اذیت اُٹھانے پر۔ یا صرف تمسخر اور تضحیک کی نیت سے۔ یا حکومت و ارکان حکومت کی خامیوں پر۔ یا مذہب اور رسم و رواج کے تعصب پر۔ غرض ایسی ہی چیزیں ہیں جو ہجو کی بانی ہوتی ہیں۔

ہجو میں طعن۔ طنز۔ تشنیع۔ پھبتی۔ ظرافت۔ تمسخر وغیرہ سبھی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور کبھی محض ایک چیز ہی پر پوری ہجو کا انحصار ہوتا ہے۔ اسی طرح ذاتیات کو بھی ہجو میں پورا دخل ہوتا ہے۔ مگر وہ ہجو بدترین ہجو ہے جسمیں ذاتیات کے جھگڑوں کو بروئے کار لایا گیا ہو۔ یا اس میں مذہبی تعصبات کو دخل دیا گیا ہو۔ یا فواحش سے زبان قلم کو آلودہ کیا گیا ہو۔ یہ بات سودا کے یہاں بہت زیادہ ہے۔ بخلاف اسکے میر صاحب کا دامن زیادہ تر ان الواث سے پاک و صاف ہے۔ اُنھوں نے نہ کہیں مذہبیات کی طرف رُخ کیا ہے۔ اور نہ اختلاف مذہب کے سبب سے حریفوں کو بُرا کہا ہے۔ نہ سودا کی طرح کسی کی بہو بیٹیوں کو گالیاں دیکر تمسخر کیا ہے۔ بلکہ اُن کی تمامتر ہجویات کوئی نہ کوئی اصلاحی پہلو لیے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میرے نزدیک سب سے زیادہ ہجو بلاس رائے کی ہے جس میں میر صاحب کچھ نہ کچھ اپنی حدود مقررہ سے بڑھ گئے ہیں

Marfat.com

مگر پھر بھی ہجو کا اصل منشا وہی شریف گردی کا نقشہ کھینچنا۔ اور کم مایہ کم پایہ لوگوں کا عروج دکھانا ہے۔ دوسری ہجو۔ ہجو لشکر میں سلطنت مغلیہ کے آخری دور کی ابتری۔ بے زری اور امرا کی بے پرواہی کی ایک مکمل تصویر پیش کرنا۔ تیسری ہجو خواجہ سرائے کو ایک خاص انداز میں لکھا گیا ہے یعنی صرف ایک حکایت کہکر کنایتہً تعریضی پردے میں یہ نصیحت کی گئی ہے کہ ہر کیے را بہر کارے ساختند۔ آدمی کو چاہیے کہ اپنے رتبے اور اپنے عہدے سے زیادہ باتیں نہ بنائے۔ مثنوی ہجو مرغبازاں میں لکھنؤ کی سوسائٹی کی کمزوریاں اور خرابیاں بیان کی ہیں۔ اسی طرح اپنے گھر کی مذمت میں دو مثنویاں کہی ہیں۔ مگر اُن میں محاکات اور تفصیل کا کمال دکھایا ہے۔ انکو پڑھ کر آج تک میر صاحب کی مجبوری معذوری افلاس ادبار کی افسردہ تصویریں سامنے آجاتی ہین۔ برسات کی ہجو مناظر نگاری کا بہترین نمونہ ہے۔ ہجو نااہل میں اپنے آپکو اپنے مدمقابل کے مقابلہ میں اعلےٰ و افضل ثابت کرنے کی مکمل کوشش اور اُسی کے ساتھ اُس کو حقیقی نااہل ثابت کرنے کی سعی ہے۔ کتے پالنے والے کی مثنوی ایک ناصحانہ کارنامہ ہے۔ تنبیہ الجہال جاہلوں کے واسطے تازیانۂ عبرت ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ فن نظم کا بڑا درجہ ہے۔ ادھر عامی اسکو اختیار نہیں کرسکتا۔ اژدرنامہ میں اپنے معاصرین کو صرف شاعرانہ انداز میں بُرا کہہ کر اپنے آپ کو بڑھایا ہے۔ اور اسکے مجرم صرف وہی نہیں ہیں بلکہ جھنڈا بہ پیرائے میں بہت سے نام آور بھی کر چکے ہیں۔ مذمت آئینہ دار سے دلی نفرت کا اظہار ہوتا ہے۔ میر صاحب کی وضعداری اور اجلاف و اشراف میں فرق کرنے کا انداز اس سے معلوم ہوتا ہے۔ مثنوی مذمت کذب میں طنز و کنایہ اور آپ بیتی داستان ہے۔ جس کو سنکر لطف آتا ہے۔ ہجو اکول کی بنا صرف تمسخر اور مزاح پر ہے اس سے زیادہ نہیں۔

اُن کی ہجویات کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ الفاظِ مناسب کو اس طرح سے صرف کرتے ہیں کہ نہ صرف نظم کا بلکہ ہجو کا زور چہار چند ہو جاتا ہے۔ وہ اس فن میں معلومات کے دریا بہاتے چلے جاتے ہیں۔ اور باا ینکہ ہجو سب سے بُری چیز ہے۔ مگر سب سے اچھی معلوم ہوتی ہے۔

اُن کی ہجویات میں بے باکی۔ اور اوباشی کا کوئی نام نشان نہیں۔ بلکہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ ایک جہاندیدہ گرم و سرد زمانہ چشیدہ کچھ نصیحتیں کر رہا ہے۔ اور کہیں کہیں وہ اپنے انداز کلام میں ظرافت اور زہرخند کو بھی شامل کر لیتا ہے۔

Marfat.com

اُن کی ہجویات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہجو تو ضرور کر رہے ہیں۔ مگر دل کے بُرے نہیں وہ زبان سے سب کچھ کہتے جاتے ہیں۔ مگر عداوت کے غبار سے ان کا دل پاک ہے۔

اُن کی ہجویات پتہ دیتی ہیں کہ وہ مجبوراً زمانے کی روش سے تنگ آ کر کچھ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ورنہ اُن کو کسی سے عداوت ذاتی نہیں۔ ہجویات میں اُن کا مدِمقابل اُن کا معاصر سودا ہے۔ اور اسکو اس فن خاص میں اُن سے بہت آگے بتایا جاتا ہے۔ اگر بیباکی۔ شوخ طبعی تمسخر۔ تلخ گوئی۔ فحاشی ہی کا نام ہجو ہے تو بیشک یہ خیال درست ہے۔ ورنہ اصل یہ ہے کہ میر طنز و تعریض کے لیے پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ صرف ہجو ہی نہیں اُن کے متین کلام میں بھی طنزیات اس درجہ کے ہیں کہ جنکا کہیں جواب نہیں۔ اور ہجو تو طنز کی اتنی محتاج ہے کہ جتنی دوسری چیز کی نہیں پھر ان کی ہجویات پر دوسروں کی ہجویات کو ترجیح دیدینا بے سوچے سمجھے ایک بات کہدینا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اُن کی طنزیات کہیں بھی حاسدانہ اور مخاصمانہ انداز کی نہیں ہیں۔ بلکہ ہر جگہ معلوم ہوتا ہے کہ طنز کرنے والا ایک پُرسوز دل رکھتا ہے۔ وہ جس آگ سے خود جلا ہے اس سے دوسرے کو بھی جلانا چاہتا ہے اور بس۔

تصانیف میر (۱) کلیات نظم اُردو جس میں غزلیات کے چھ دیوان۔ مثنویاں۔ تضمینیں۔ قطعات۔ رباعیات۔ ترکیب بند۔ ترجیع بند۔ واسوخت۔ قصاید۔ وغیرہ سبھی چیزیں شامل ہیں۔ اور جن میں سے ہر صنف کلام کے متعلق علیحدہ علیحدہ اظہار خیال کیا گیا ہے۔

(۲) **نکات الشعرا**۔ یہ اُردو کے قدیم شعرا کا تذکرہ ہے۔ جو فارسی زبان میں لکھا ہے اور ریختہ گویوں کا سب سے پہلا تذکرہ ہونے کا اس کو شرف حاصل ہے۔ اگرچہ اس میں شعر کے حالات بہت مختصر ہیں۔ مگر جو کچھ ہیں وہ بہت غنیمت ہیں۔ میر صاحب نے اس میں کہیں کہیں کسی شاعر پر اعتراض بھی کیے ہیں۔ اور بہت سی جگہ دل کھول کر داد بھی دی ہے۔ جس سے ہلکی سی تنقید کی جھلک دکھائی دے جاتی ہے۔ اس تذکرہ کی عبارت نہایت سلیس اور بامحاورہ ہے سنہ تصنیف ۱۱۶۵ھ مطابق ۱۷۵۲ء

(۳) **ذکر میر**۔ یہ میر صاحب کے واقعات اور سوانحعمری کا مجموعہ ہے۔ اگرچہ اس میں شاعرانہ حالات اور واقعات نہیں ہیں مگر پھر بھی تاریخی حیثیت سے نہایت کارآمد ہے۔ سلطنت مغلیہ کے آخری دور کی کمزوریوں اور شریف گردیوں کا عبرتناک مرقع ہے۔ اس کی فارسی عبارت بے انتہا چست ہے۔ کہیں کہیں مقفی بھی ہے۔ مگر اس سے عام رد عمل

Marfat.com

کے مطابق مطلب و مقصد کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا۔

(۴) **فیضِ میر**۔ یہ فارسی زبان میں ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جسے اُنھوں نے اپنے صاحبزادے فیض علی کے لیے لکھا۔ اس میں درویشوں کے پانچ قصے۔ اور میر صاحب کی عقیدتمندی کا بیان ہے۔ آخر میں کچھ فحش لطیفے بھی تھے۔ مگر اُن کو حذف کر کے مولوی مسعود حسن صاحب رضوی ادیب اُردو لیکچرار یونیورسٹی لکھنؤ نے معہ ترجمہ شایع کر دیا ہے۔

(۵) **مجموعہ مراثی**۔ اگرچہ مجھے اسکے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا لیکن اُس کا وجود یقینی تھا۔ معلوم ہوا کہ مولانا مسعود حسن صاحب رضوی ادیب کے کتبخانہ میں یہ موجود ہے اور ضخامت میں بھی اچھا خاصہ ہے لہذا میں نے ایک نظر اُسکو دیکھا۔ چونکہ پورے طور پر پڑھا نہیں اسلیے میں میر صاحب کی مرثیہ گوئی کے متعلق کوئی رائے نہیں رکھتا یہ مجموعہ قلمی ۱۸/۲۷ پیمانہ پر ۱۲۰ صفحہ میں ہے۔

(۶) **دیوان فارسی**۔ یہ ہنوز مکمل طور پر طبع نہیں ہوا مگر میں نے مکمل دیوان قلمی دو مرتبہ دیکھا۔ مقدمہ لکھنے کے بعد مولوی سید مسعود حسن صاحب رضوی کے کتبخانہ کا موجودہ نسخہ بھی نگاہ سے گزرا یہ تقریباً دو سو صفحہ ۲۲/۲۹ ۱/۸ پر ہے۔ میر صاحب کی فارسی نثر نہایت بہتر ہے۔ اگرچہ مادری زبان نہ ہونے کی وجہ سے فارسی کے بعض محاورات میں اُن سے لغزشیں ہوئی ہیں۔ مگر اسکے باوجود بھی اُن کی طرز خاص۔ روانی۔ اور شگفتگی عبارت داد کے قابل ضرور ہے۔ اور کیا تعجب ہے اگر فارسی دیوان میں بھی وہی دلکشی وہی خاص ترکیبیں اور محاورات وہی سوز و گداز۔ وہی میر کی ریختہ گوئی کا انداز موجود ہو۔ اسی وجہ سے نہایت صفائی کے ساتھ یہ کہدینا چاہیئے کہ وہ اگرچہ صرف میر کے انداز ریختہ گوئی سے کچھ گرا ہوا ہے لیکن دیکھنے والے کے لیے جاذب توجہ ضرور ثابت ہوتا ہے اور اسی لیے اگرچہ میر صاحب کو ہندوستان کے بعض مشاق فارسی گویوں کی صفِ اعلیٰ میں جگہ نہیں دی جاسکتی۔ پھر بھی وہ قابل ذکر ضرور ہیں۔ گو میر صاحب اپنے کلام فارسی کو قابل اعتنا نہ جانتے تھے اور جانتے کیونکر۔ شاعری جذباتِ قلبیہ کے ہیجان کا نتیجہ ہے۔ مگر جب شعر صرف تفنن طبع کی نیت سے کہا جائے تو پھر اس کا کوئی خاص درجہ نہیں رہتا۔ میر صاحب نے بھی یہ دیوان خانہ پری کے لیے کہا تھا۔ چنانچہ مصحفی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے۔ "دعوئی شعر فارسی ندارد۔ مگر فارسیش ہم کم از ریختہ نیست۔ میگفت کہ سالے ریختہ موقوف کردہ بودم دراں حال دو ہزار شعر گفتہ دیوان کردم"۔ اگرچہ مصحفی کی رائے ان کے فارسی کلام کے بارہ میں سراسر ہماری تائید کرتی ہے۔

Marfat.com

مگر جو اصل حقیقت اور قدر و قیمت ہے وہ میر صاحب کے اشعار سے معلوم کرنا چاہیے۔

اے ز انعامِ تو واشد غنچۂ امکانِ ما
آب در جو دارد از لطفِ تو باغِ جانِ ما

باکرم گر کار افتد جرم ما را نیست قدر
یک پرِ کاہ است کوہ شاخِ عصیانِ ما

دیدۂ تر کے تسلی بخش عاشق می شود
منبعِ طوفاں شود یارب سرِ مژگانِ ما

این نہ پنداری کہ مردن موجبِ آسودنست
مرگ ہم یک منزل ست از راہِ بے پایانِ ما

میر اگر این ست جوشِ گریہ در ہجرانِ یار
ابر خواہد بُرد آب از دیدۂ گریانِ ما

چرا نشکند کز ازل بودہ است
سرے باشکستن بسوئے مرا

بمردن تسلی شدم ورنہ میر
نہایت نبود آرزوئے مرا

زنی تا چشم بر ہم مہر رنگِ کینہ میگیرد
مروت آشنائی نیست ہرگز خوش نگاہاں را

بایاراں میر دم دہ پانزدہ بیتم عنایت کن
رہ آوردیست میر اشعارِ تو اہلِ صفاہاں را

اشک گرمم ہمہ درد است خدا را دریاب
از رہِ دورِ دل ایں قاصدِ زود آمدہ را

گرچہ موجود نہ گشتیم وے سہل مگیر
ایں غلط کاریِ وہم بہ نمود آمدہ را

ز ما حکایتِ غمِ دل میتواں شنید
ما خوب میکنیم بیاں ایں مقالہ را

یکرہ تو ہم بپرس ازو اے نسیمِ صبح
من خود نیافتم سببِ داغِ لالہ را

غافل ز دل نشو کہ غنیمت شمردہ اند
اہلِ نظر معاملۂ ایں رسالہ را

سینہ صافیہائے من از گریۂ دیرینہ است
سیلہا جاروب کش بودہ است ایں ویرانہ را

طالعِ آنکہ بہ نخچیرگہِ عشق رسید
سرِ ہر صید نہ بندند بہ فتراک آنجا

لیک خواری سرِ آں کوچہ اگر خواہی رفت
یادگاریست ز ما ہم دلِ صد چاک آنجا

میر جائے کہ بہ نیرانِ محبت میسوخت
صبح دیدیم بجا ماندہ کفِ خاک آنجا

شدہ تیغے بلند و کشتہ شدیم
ماندہ دیدیم روئے قاتل را

سر کن اشعار ماتمِ دلِ میر
برمخواں واقعاتِ مقبل را

Marfat.com

بجمع ماتمیاں حرفِ من اثر دارد — بہ بزمِ عیش نداند کسے زبانِ مرا

ز ضعف میر بچشمِ کسے نمی آیم
لطافتے است چو جاں جسمِ ناتوانِ مرا

بحقِ دیدۂ نمناک ساغرے ناب — ببخش بار خدایا شراب خواراں را
ز بازپرسِ قیامت چہ غم کرا باشد — وسیلۂ سرِ زلفش سیاہ کاراں را

لختِ دل ہر شب بداما نم نمی دانم چرا — ہر سحر سر در گریبانم نمی دانم چرا
باب لطفش نیستم لیکن چو از رہ میرسم — بر در او دیر میمانم نمی دانم چرا
جائے من دلربایاں جملہ میدانند لیک — کس نمیگوید کہ میدانم نمی دانم چرا
و غرور حسن دارد زاں سبب پرواش نیست — منکہ ضبطِ خویش نتوانم نمی دانم چرا

مدتے شد میر مژگانم زمن برگشتہ است
خار خارش ہست با جانم نمی دانم چرا

دل کہ در سینہ می تپید مرا — ایں زماں از مژہ چکید مرا

دست ہر دم بہ تیغ بردنِ او
میر در خاک و خوں کشید مرا

ہر گہ چو آفتاب بسر می رسیدہ باش — افتادگانِ سایۂ دیوارِ خویش را
جور و جفاست کارِ تو و من ز سادگی — موقوفِ رحم داشتہ ام کارِ خویش را

سودائے ماست میر بہ عیار پیشۂ
کو بارہا فروخت خریدارِ خویش را

ما بہ یک دید چمن از دور دل خوش میکنیم — بر نہ تابد منتِ گل گوشۂ دستارِ ما
من بخاکِ رہ برابر گشتم و دیگر نگفت — بود خاک افتادۂ در سایۂ دیوارِ ما

کاروانِ گریہ ایم و نیز از دل می رسیم
نیست چیزے میر غیر از درد و غم در بارِ ما

بیا بہ طوفِ شہیدِ نگاہ خوباں را — بہ بیں مروتِ چشمِ سیاہ خوباں را
ملک اگر ہمہ بر عرش می برد لیکن — جگر کجا کہ نویسد گناہ خوباں را

عمرِ من بر درِ کسے بگزشت — کہ نیامد یکے بخانۂ ما

Marfat.com

	حیف در شورہ زار عالم میر سبز ناگشتہ سوخت دانۂ ما	

ماکہ میر عالم تنزیہ عمر سے کردہ ایم خرمی معلوم شد لفظ زبان دیگر است		وسعت اینجا نمی آید بچشم تنگ ما این لغت جائے نمی یابد در فرہنگ	

میر صاحب کے وہ دوست جو شاعر تھے

میر صاحب کی اُفتاد طبیعت۔ خود بینی۔ عزلت پسندی استغنا کی وجہ سے کسی کو گمان ہو سکتا ہے کہ اُن کے کچھ شاعر دوست بھی ہونگے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ وہ خود دار سہی۔ خود بیں سہی۔ مگر ان کی خودداری اور خود بینی نا اہلوں کے ساتھ تھی۔ وہ گردن بلندوں کے سامنے سر نیاز نہیں جھکاتے تھے۔ اور اُن سے ہمچشمی اور مساوات کا برتاؤ رکھتے تھے۔ جیساکہ اُن کے اکثر واقعات سے ظاہر ہوتا ہے۔ مگر اپنے دوستوں کے ساتھ سراپا ارتباط اور سراسر اختلاط تھے۔ اور جب اُنکی دیرآشنائی ختم ہوکر دوستی و محبت کا رنگ بدلتی تھی۔ پھر اس میں کبھی فرق نہ آتا تھا۔ چنانچہ نجم الدین علیخاں سلام خلف شرف الدین علیخاں پیام اُن کے ہر وقت کے دمساز و رفیق۔ حریف ظریف اور خالص دوست تھے۔ ان کے ساتھ برابر مشق سخن سنجی بھی ہوتی تھی۔ اور کہیں بھی لڑائی جاتی تھیں (۲) خواجہ میر درد یہ بھی میر صاحب کے مخلص دوست تھے اور میر صاحب خود بھی ان سے خلوص برتتے تھے ان کے یہاں جو ہر مہینے کی پندرہ تاریخ کو مشاعرہ ہوتا تھا۔ میر صاحب اس میں برابر شریک ہوتے تھے۔ اور آخر میں انھیں کے ایما سے یہ مشاعرہ میر صاحب کے مکان پر منعقد ہونے لگا تھا (۳) میر سجاد۔ یہ اکبر آباد کے باشندے تھے مگر قیام ان کا بھی شاہجہاں آباد میں تھا۔ انکے یہاں بھی مشاعرہ ہوتا تھا اور میر صاحب التزاماً اس میں شریک ہوتے تھے۔ ان کے ساتھ میر صاحب کو اخلاص تھا۔ (۴) میر ولایت علیخاں برادر محتشم علیخاں حشمت۔ (۵) اشرف علیخاں فغاں (۶) محمد اسماعیل بیتاب (۷) انعام اللہ خاں یقین (۸) میاں شہاب الدین ثاقب (۹) سید عبدالولی عزلت (۱۰) میر عبدالحی تاباں (۱۱) حسن علی شوق (۱۲) قائم چاندپوری۔ (۱۳) فضل علی دانا (۱۴) میر حسن (۱۵) ہدایت اللہ ہدایت (۱۶) محمد عارف عارف (۱۷) بیدار (۱۸) لالہ ٹیک چند بہار (۱۹) میر عبدالرسول نثار (۲۰) محمد امان اللہ غریب (۲۱) محمد محسن محسن (۲۲) ضیاء الدین ضیاء (۲۳) میاں ابراہیم (۲۴) میر گھاسی میر علی نقی (ان کے یہاں بھی مشاعرہ ہوتا تھا۔

Marfat.com

میر صاحب کے شاگرد | میر ایسی طبیعت کے لوگوں کی شاگردی کو نباہنا بڑا مشکل کام ہے۔ پتھر کا کلیجہ فولاد کا دل ہوتا تو یہ صحبت برآر ہوتی۔ اسی لیے بہت سے لوگ اُن کی تنک مزاجی سے عاجز آ کر دوسروں کے شاگرد ہو گئے۔ اور اب صحیح طور پر پتہ نہیں چلتا کہ کتنے لوگ ایسے تھے جنکو اُنکے تلمذ کا شرف حاصل تھا۔ پھر بھی سر شاہ سلیمان صاحب نے انتخاب مثنویات میر میں یہ نام گنائے ہیں۔ سخن۔ عشق۔ آرزو۔ آبرو۔ راسخ۔ تجلی۔ ان کے علاوہ۔ نثار۔ جگن۔ محمد محسن۔ مجنوں۔ شکیبا بھی اس زمرہ میں داخل ہوئے۔ مگر افسوس ہے کہ اتنے بڑے کامل الفن کو کوئی ایسا شاگرد نہ ملا جو ان کے نام کو زندہ رکھتا۔

میر صاحب کے حریت | (۱) خاکسار۔ اُنھوں نے سید الشعرا اپنے لیے خطاب تجویز کیا تھا۔ جو غالباً تخلص میر کا جواب تھا۔ میر صاحب کے تذکرے نکات الشعراء کے جواب میں ایک تذکرہ لکھا تھا۔ جو ہمیشہ نایاب رہا اور اب بھی نایاب ہے۔ میر صاحب نے ان کے کلام پر اعتراض بھی کیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اُن سے اُن کو ان سے ایک قسم کی مخاصمت تھی۔ (۲) عاجز یہ بھی میر صاحب کے حریف تھے اور میر صاحب نے ان کے کلام پر اعتراض بھی کیے ہیں (۳) بقا یہ میر و سودا دونوں کے حریف تھے اور دونوں استادوں کے کمالات فن کے قائل نہ تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ میر صاحب کے لیے کہا ؎

پگڑی اپنی سنبھالیے گا میر	اور بستی نہیں یہ دلّی ہے	

ایک مرتبہ یہ کہہ کر دونوں کو لے ڈالا ؎

میر و مرزا کی شعر خوانی نے کھول دیوان دونوں صاحب کے کچھ نہ پایا سوائے اسکے سخن	بسکہ عالم میں دھوم ڈالی تھی اے بقا ہم نے جب زیارت کی ایک تو تو کہے ہے اک ہی ہی	

ایک مرتبہ بقا نے یہ شعر کہا ؎

سیلاب سے آنکھوں کے رہتے ہیں خرابے میں	ٹکڑے جو مرے دل کے بستے ہیں دو آبے میں	

اسکے بعد میر صاحب کا یہ شعر اُن کی نگاہ سے گزرا ؎

دے دن گئے کہ آنکھیں دریا سی بہتیاں تھیں	سوکھا پڑا ہے اب تو مدت سے یہ دو آبہ	

بقا نے سمجھا کہ میر نے میرے یہاں سے سرقہ کیا ہے۔ اسپر جھنجھلا کر یہ قطعہ لکھ ڈالا۔

میر نے گر ترا مضمون دو آبے کا لیا	اے بقا تو بھی دعا دے جو دعا دینی ہو	

Marfat.com

یا خدا میر کی آنکھوں کو دو آبہ کر دے	اور بینی کا یہ عالم ہو کہ تر بینی ہو

سودا۔ اگرچہ میراِن کو اور یہ میر کو اُستادِ فن جانتے تھے۔ پھر بھی دونوں کے دیوانوں میں ایسے شعر موجود ہیں جن میں ایک دوسرے پر چوٹیں کی گئی ہیں۔ اِن لوگوں کے علاوہ بھی بہت سے ایسے لوگ ہیں جنکے لیے میر صاحب کے قلم سے توصیفی جملے نکلے ہیں یا انکی مذمت کی گئی ہے مگر ہر ایک کو انتخاب کرنا فرصت چاہتا ہے۔

میر صاحب کے اخلاف و اعزا میر صاحب کے دو بیٹے تھے۔ ایک میر عسکری عرف میر کلو عرش۔ مگر نساخ کا قول ہے کہ یہ زار تخلص کرتے تھے۔ دوسرے میر فیض علی فیض جو اکثر مواقع پر میر صاحب کے ساتھ رہے۔ بعض تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ ان میں بھی باپ ہی کی طرح عجب و تکبر پایا جاتا تھا۔

تذکرہ شمیم سخن کی روایت ہے کہ میر صاحب کی ایک لڑکی بھی شاعرہ تھیں اور بیگم تخلص کرتی تھیں۔ ان کے نام سے دو شعر بھی نقل کیے گئے ہیں۔ میر محمد رضی ان کے حقیقی اور محمد حسن اور محمد محسن ان کے سوتیلے بھائی تھے۔ خان آرزو اُن کے سوتیلے ماموں یا خالو تھے۔ محمد حسین کلیم میر صاحب کے عزیز قریب اور بہنوئی تھے۔ یہ دلّی کے باشندے اسحاق خاں شہید کے بھائی اور مرزا محمد علی کے متوسلین میں تھے۔ میر قمر الدین منت وغیرہ بھی اُن کے عزیز تھے۔ تجلی اُن کے بھانجے اور داماد تھے۔ اور محمد محسن خود بقول میر صاحب اُن کے برادرزادے تھے۔ اور نہ معلوم کتنی ایسی ہی رشتہ داریاں ہونگی جنکی تفصیل لکھنا اور ڈھونڈھنا بیکار ہے۔

کلیاتِ میر بصورتِ موجودہ

کلیات میرؔ کے ایڈیشن متعدد مرتبہ شایع ہو چکے ہیں۔ اور سب سے پہلا چھپا ہوا وہ نسخہ ہے جو کلکتہ فورٹ ولیم سے کاظم علی جوان وغیرہ کی تصحیح و نظرثانی کے بعد غالباً میر صاحب کی زندگی ہی میں شایع ہو گیا تھا۔ یا شایع ہونا شروع ہوا تھا۔ یہ نسخہ دوسرے مطبوعہ نسخوں سے زیادہ صحیح ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے کہ اسکو معتمد علیہ سمجھا جائے اس میں اکثر جگہ قبیح غلطیاں رہ گئی ہیں یہ نسخہ تصحیح کے وقت ہمارے پیش نظر تھا۔ اسکے علاوہ دوسرا وہ نسخہ جو نولکشور پریس ہی سے ۱۸۶۷ء میں بغیر حاشیہ کے چھپا تھا۔ اسکے بعد بھی جو اور اڈیشن یہاں سے چھپے وہ بھی موجود تھے

Marfat.com

ان کے علاوہ دو قلمی قدیم نسخے جو مکمل تو نہ تھے مگر پھر بھی دونوں کو ملا کر بہت سا کام دے سکتے تھے۔ ان میں کا ایک نسخہ سنہ ۱۲۴۹ھ کا لکھا ہوا تھا۔ تیسرا ایک قلمی نسخہ جسمیں صرف اول دوم دیوان ہے جو لکھنؤ محلہ نوبستہ میں لکھا گیا تھا۔ یہ مطبع ہذا کے محفوظ نسخوں میں موجود ہے وہ بھی پیش نظر تھا مثنویات کا انتخاب جو سر شاہ سلیمان صاحب نے شایع کیا ہے۔ ان سب نسخوں سے مقابلہ اور تصحیح کر کے۔ ان کے علاوہ بھی دوسری جگہوں سے امداد حاصل کی گئی۔ اور اب اُمید ہے کہ یہ کتاب اُن تمام نسخوں سے بہتر ثابت ہوگی جو اب تک کلیات میر کے نام سے شایع ہوئے ہیں۔

چونکہ قلمی نسخوں کی ترتیب مختلف تھی۔ اور مطبوعہ سب نسخوں کی ترتیب ایک تھی انمیں ایک خاص نقص یہ تھا کہ کوئی چیز ترتیب وار نہ تھی۔ کہیں عشقیہ قصہ مثنوی میں اور اسی کے ساتھ ہجو اسی کے بعد مدح وغیرہ۔ لہذا ہر چیز کا ایک سلسلہ علیحدہ قائم کر کے ہر ایک کے پہلے صفحہ میں ٹائیٹل یا لوح کی ایک صورت قائم کر دی گئی۔

مطبوعہ نسخوں میں بعض چیزیں نامکمل تھیں اُن کو قلمی نسخوں کی مدد سے مکمل کیا گیا۔ اور بعض چیزیں نئی زیادہ کی گئیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ترجیع بند در منقبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو صفحہ ۷۶۰ پر درج ہے اسکے اول کے سات بند اور بند ہشتم کے تین شعر کسی مطبوعہ نسخے میں نہیں ہیں۔ یہ ایک قلمی نسخے سے لیے گئے۔

اسی طرح دو مثنویاں جو درج ذیل ہیں کسی مطبوعہ نسخے میں نہیں ہیں یہ قلمی دستیاب ہوئیں

دو غزل جو دوسرے مطبوعہ نسخوں میں نہیں ہے قلمی نسخوں سے لی گئی۔

میر کے کلام میں بہت سے ایسے اُردو الفاظ مستعمل ہوئے ہیں جو اب نہیں بولے جاتے اور نہ موجودہ لغات میں ملتے ہیں۔ اُنکو نہایت تحقیق سے لکھا گیا ہے۔ نیز فارسی کے اکثر مشکل محاورات جو دوسرے شعرا کے یہاں نہیں وہ کلام میر میں ملتے ہیں۔ ان سب کے لیے ایک فرہنگ مرتب کر دی گئی ہے جو آخر میں شامل ہے۔

چونکہ یہ کلیات تقریباً گیارہ سو صفحات پر ختم ہوا ہے۔ اس لئے مضامین کی ایک فہرست بھی اول کتاب میں شامل کر دی گئی ہے جس سے کسی خاص مضمون کے نکالنے میں مدد ملتی ہے۔

عبد الباری آسی ۲۷ اکتوبر سنہ ۱۹۴۰ع

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مثنوی در ہجو شخصے ہیچمداں کہ دعوئے ہمہ دانی داشت

اس چرخِ بے مدار کے کیا کیا کروں گلے
میرے جگر میں جیسے ستارے ہیں آبلے

تنکا سا اُن نے جور و جفا کر سکھا دیا
پھر تس پہ میرے رونے نے مجھ کو بہا دیا

اُس مجمع کمال کے گھر لے گیا بہ زور
جس کو تمام فنوں میں گویا کہ تھا عبور

توحید گر کہے تو وہ حق حق بہت کرے
ایسا کہے کہ بات تصوف میں ڈالدے

معروف علم صرف کا تھا لیک اسے حرف
پوچھو جو اسمِ آلہ سے تو بول اُٹھے کہ ظرف

یہ سنکے تم ہنسو ہو تو وہ رو کے ایکبار
کہنے لگے کہ اپنا یہ صیغہ نہیں ہے یار

کرتا ہو بحث نحو میں جس دم وہ مارگیر
ہر نحو کا ہے لفظ فقط حرف یا دگیر

موضوع اپنا جانتا منطق کو تس اُپر
محمول ابتدا ہی کو کہتا تھا بے خبر

وصف حذاقت اُسکا بیاں کیجیے تو کیا
تجویز کرتا دیکھ کے مبطون کو سنا

فن بیاں میں کیسا ہے تشبیہ کس سے دوں
عالم کنایہ اس سے کیا ہے میں کیا کہوں

پوچھو مجاز کی جو حقیقت ہو لا علاج
کہنے لگے کہ رات سے بھیکا ملا مزاج

اور لفظ بھی مزاج ہے نادان ہے مجاز
معنے کہے تو اسکے کہے قصۂ دراز

پھر معنے پوچھے حکمی جو یاں مزاج کے
انواع یوں بیاں کریے یک علاج کے

اسکی دوائیں کتنی مقرر ہیں طب کے بیچ
تعریف ایک ان میں ہے یعنی سیاہ پیچ

اس کا ضماد کرتے ہیں دو چار وزنگ
پھر استعارہ دیویں ہیں عوض آنکہ جائے یک

ہذیان معنی اس کا ہوا برطرف جہاں
پھر وہ مجاز مرسل اسے صبر کر وہاں

Marfat.com

اجمالی معنی یہ کہے آخر کو یہ کہا
علم معانی سے جو کیا ایک دن سوال
لیکن مجازِ عقلی کو نادان یاد رکھ
ہے اب فصاحت اور بلاغت سو جانے دے
اک دن سوال علم قوافی سے میں کیا
تم آب قافیہ نہ کرو لفظِ خاک کا
لیکن منافرہ ہو مقرر ردیف میں
پھر شعر وصل و ہجر کے موزون تم کرو
دعوی بتاؤں کیا ہے انھیں فنِ شعر کا
بے علم کرتا قافیہ تنگ اسکی جان پر
کہتا تھا ہائے ہائے مرے بعد ہوگا کیا
پھر تربیت سے انکی مجھے فائدہ بھلا
مر جاؤں گا تو گور پہ میری نہ آئیں گے
لیکن مجھے تو بخل نہیں ہے سنا عزیز
ایما اشارہ رہنے دے کہتا ہوں اب صریح
ہیں جو سنا ہے کافیہ سے ہے چھوٹے کاف سے
اور اس میں ایک نکتہ بھی کرتا ہوں میں بیان
ورنہ مرے دہن کو جواہر سے پر کرے
بارے وہ نکتہ یہ ہے لگا کہنے کر خطاب
تصحیح صرف ہو چکی اب معنے اسکے سن
استادوں سے سنا تھا جو میں نے نہیں ہے یاد
ہر اک سے پوچھنے کو نہیں چاہتا ہے جی
یہ کہکے آپ ہی بولا کہ کہنے کا کیا حصول
اس شخص کا جو حدث ہے ہو یہ میرے یا
پیرو یہ سر کہوں ہوں بنا بریں احتیاط

تفصیل کرنے کا تو دماغ اب نہیں رہا
کہنے لگا حقیقت عقلی تو ہے محال
یاں کون پوچھتا ہے دل اپنے کو شاد رکھ
یہ دونوں عیب شعر میں اپنے نہ آنے دے
کہنے لگا کہ قید نہیں اس میں مطلقا
یا آتش اور باد کا زنجیر و تاک کا
آتا ہے یہ کچھ اپنے تو ذہنِ شریف میں
عرصہ ہوا وسیع جواب چاہو سو کہو
معنی جو قافیہ کے کوئی پوچھتا تھا آ
دے مارتا تھا ہاتھوں کو وہ اپنی ران پر
ان احمقوں کے جینے کے پیچھے تو مر گیا
لوٹے سے بکتے بکتے انھوں کھیلے گلا
دو کوزے آب کے بھی یہ ہرگز نہ لائینگے
سنیو تو گوش دل سے اگر ہے تجھے تمیز
ادل ہی لفظ کا نہیں ہے قافیہ صحیح
پس پڑھنا تو غلط ہوا اب سکا قاف سے
پھر بولا ہائے ہائے نہیں کوئی قدرداں
یہ نسل اگلوں ہوں میں مجھے سر اوپر دھرے
ہے ایک علم جفر میں بھی کافیہ کتاب
ورنہ لگے ہے ذہن میں ان معنیوں کو گھن
اور اب جہاں کے بیچ نہیں کوئی اوستاد
لائق نہیں جو پوچھیے اب قافیہ ردی
اس معنی کو کہے یہ مرے کیجو قبول
ہر چند اس کو گوزِ شتر جانے سب دیار
حرف غلط کا تا نہ ہو معنی سے اختلاط

Marfat.com

یا پھل ہے وہ تنا کا جو لگتا ہے جھاڑ میں
یا کاہِ خشک ہے جو اُگے ہے پہاڑ میں

گر پوچھا کوئی کہ کسے کہتے ہیں رَدی
کہتا رَدی غلط ہے مجھے یاد ہے رُوی

پھر جا کے کھول جدّ کی اپنے کتاب کو
کہتا مرے قیاس میں آتا ہے ہو نہ ہو

اغلب کہ اسے عزیز وہ جنگل کی ہے جڑی
ہوتی ہے جبکی بیل بوٹوں اُپر پڑی

اک دن بدیع میں جو اُسے امتحاں کیا
اک بار باز سامنے اُس نے وہاں کیا

کر جمع قلبِ مستوی و قلبِ بعض کو
کہنے لگا کہ عکس ہے اکثر کہاں ہے وہ

حالانکہ تین صنعتیں کی جاتیاں بیاں
اور ایک سمجھا اُن کے تئیں ایسے ہیں کہاں

پوچھا جو اُس سے معنیٔ ایہام کے تئیں
دینے لگا نشاں مجھے اک نام کے تئیں

یعنی تھا ایک تت میں اک پہلوان زور
دو انگلیوں سے اُن نے اُکھاڑے تھے شاخ گور

بہرام گور اسی ہی کو کہتے ہیں سب عوام
درگور یہ تمام کہ کہتے ہیں ناتمام

تجنیس کا سوال کیا اُس سے ایک روز
کہنے لگا اس اسپ کو کہتے ہیں جو ہو یوز

نادان تو نے اسپ مجنّس نہیں سُنا
مشتق اسی سے جانے ہے جو ہے پر بھاگنا

لاتے جہاں ہیں شعر میں تجنیس شاعراں
مذکور ان سے ہوتے ہیں گھوڑوں کی صف دواں

میں نے کہا کہ کہتے ہیں تم کو عروض داں
بحر رمل کی مجھ سے حقیقت کر دو بیاں

بولا کہ تیری عقل سے آتا ہے بس عجب
دریا کا ایک نام ہے پھر کیا کہوں سبب

پھر میں کیا سوال بصد انکسار و عجز
بحرِ طویل بحرِ مدید اور بحرِ رجز

ان میں جو ہے گا فاصلہ مجھ کو بتائیے
کابل سے ملکے حیف ہے ناقص جو جائیے

بولا کہ تجھ کو عقل نہیں تا کجا کہوں
یوں تربیت میں تجھسے کئیں کبتلک رہوں

یہ تینوں رود خانے ہیں دہر بسیط میں
ملتے ہیں رفتہ رفتہ سبھی جا محیط میں

پھر آپ ہی آپ بولا کہ اک اور افادہ سُن
گر قابل اپنے ہونے کی دل میں رکھے ہے وزن

بحر طویل ایک ہے دریا بہت بڑا
بحر خفیف ایک ہے پاس اُسکے آ بنا

تمثیل اُس کی ڈھونڈھنے اب جائیے کہاں
جمنا کے پاس جیسے ہے ہنڈن تمھارے یاں

تشریح میں بھی ایک تھا وہ تلخ بے مثال
ہر استخواں کو کہنے لگا نیم کی ہے چھال

تاریخ داں تھا قطع نظر سب کمال کے
کرتا سخن ضرور ہے نبیوں کے حال کے

کہنے لگا تمھارے پیمبر کے عہد میں
تاریخ میں جو دیکھا تو عیسیٰ تھا مہد میں

Marfat.com

یکبارگی غصا اُٹھے دجال کے اُوپر
علمِ نجوم میں بھی بڑا تھا اُسے کمال
اکدن کیا سوال شہانِ سلف سے میں
اُس نے کہا کہ خوب کہا طرفہ نقل ہے
امرد تھا ایک اُن نون شیریں تھا اُسکا نام
یہ سُن کے مارا خسرو پرویز نے اُسے
ہے ماجرا یہی جو کہے کوئی کیا ہے کہہ
از آبِ زر بہ خنجر شیرویہ نقش بود
گنتا تھا خوب آپ کو علمِ حساب میں
کہتا تھا جفت پانچ کا ہوتا ہے کر شمار
پھر طرفہ ہے یہ کہتا اگر ہے نہ چار طاق
علمِ لغت میں عمر بھی اُسکی ہوئی تھی صرف
مثلاً کہا کہ نخل ہے کیا اسکو کر بیاں
بولا کہ اک جزیرہ ہے سمت فرنگ کو
اب خاک سے نہنگ کی واں اک نہال ہے
اسکے ثمر کو بعض تو کہتے ہیں تاڑ پھل
کہتا ہے کوئی کمہ کا خرما ہے اسکا بیج
جس کی صدا سے گوشِ فلک بحر میں ہے کر
یہ کچھ لکھا ہے سارے لغت کی کتابوں میں
تحقیق اپنی یہ ہے کہ ہے نخل اصل حرف
وہ نخل کیا کہ جانور و چارپایہ ہے
سو دا گر اس پہ بار کریں ہیں چنار کو
سر کے میں اُسکے بالوں کا بھی کرتے ہیں اچار
یہ کہہ کے آپ ہی بولا ہاں ریش و فش
کرتا تھا شہ کمانی میں اپنے تئیں دخیل

پھر تب سے مجھ کو علم نہیں ہے کہ ہیں کدھر
شاید کہ اس ستارے کا ہے گا محل و بال
پرویز کے اُنھوں میں خصوصاً سلف ہے میں
رکھتا ہے حافظہ میں اسے جسکو عقل ہے
یہ اسکی دشمنی میں ہوا یوں نہیں تلخ کام
بیدم کیا ہے خنجرِ پر تیز سے اُسے
اور شعر جو زباں سے پڑھا اپنی سو ہے یہہ
کیں رانسب بہ تیشۂ فرہاد می رسد
لیکن بیاں وہ کرتا نہیں جو کتاب میں
گر دیکھیے تو اسکو وہ ہووے ہزار بار
پس کیوں لکھا لغت میں عناصر کو چار طاق
کرتا سوال اس سے جو جاکر میں ایک حرف
وہ در جواب اسکے وہیں کھول کر زباں
مارا تھا ان فرنگیوں نے اس نہنگ کو
شیر و پلنگ کا وہ سدا پائمال ہے
بے مغزوں کا جو فرقہ ہے کہتا ہے ناریل
اک کہتے ہیں فرنگ میں ہے ایک بادپیچ
صدمہ سے جسکے ٹوٹ گئی کوہ کی کمر
زبدہ ضربی شرح وقایہ کے باب میں
تصحیف ہو گئے سے جو ہوتا ہے خ سے حرف
دم اتنی لمبی ہے کہ وہی سر کا سایہ ہے
اس پر بناتے ہیں گے رموں میں منار کو
اس ہی کو کہتے ہیں گے مدائن میں سوسمار
آتا ہے جو کہ اپنے تئیں جمع ہے پیش کش
زاغ کماں کو دیکھ کے کہتا کہ ہے یہ چیل

Marfat.com

دعوی تھا علم تیر میں اس کو بہت بڑا
پرے کے بیس ہاتھ میں ہوتا جو وہ ٹھرا

پھر دیکھ بھال اسکو وہ کہتا کہ مجھ کو بھی
معلوم کیا ہے خوب ولیکن یہ ہے وہی

جب بسو کھتا ہے اسکی سلاخوں کا کر خمیر
جاکوں اوپر کھار بناتے ہیں بیس و تیر

غرہ تھا ڈھولک اپنی بجانے پہ اور کبھو
آتا جو کوئی ہاتھ میں لے اسکے روبرو

اس پر لگا ٹکور تعجب سے پھر شتاب
کہتا روئی بھری ہے بہت ہیں داب داب

آواز خوش کی اسکی گلو سوزی میں بول
گاتا تو باجتا تھا گلا جیسے پھوٹا ڈھول

لکڑی بھی پھینکتا تھا بہت خوب سج سے وہ
ہوتا تھا کج بہت جو کھڑا ہوتا دھج سے وہ

شاگرد اس کا پوچھتا گر اس سے آن کر
مونڈھے اوپر لگاتے ہیں جو وار تان کر

اسکو اگر کہیں تو کہیں کیا وہ سر اٹھا
کہتا کرٹک وہی ہے جو تجھ کو دیا بتا

تھا گھوڑے کا بھی خوب مبصر وہ خر ولیک
ایک میرے مہرباں کنے گھوڑا تھا نکا ایک

گھوڑے کی آنکھ پر تھی رسولی پہ گندہ تر
رہتی تھی اس کمیت کی وہ حائل نظر

تشریف لائے ذات شریف اسجگہ نہیں
واں گھوڑوں کی رسولی کی تھیں باتیں چل رہیں

کہنے لگا کہ ایک نظر مجھ کو بھی دکھاؤ
یہ چشم ہے خدا سے کہ اسکا اثر نہ پاؤ

اس گھوڑے کے سوا کے پھر جی میں آگیا
کھلوا منگایا تھان سے وہ اسپ انکھ مندا

لاگا سئیس سامنے اسکے پھر آؤ نے
اور آنکھ اپنے گھوڑے کی اسکو دکھاؤنے

ہر چند انکھیاں پھاڑ کے دیکھے یہ سر کہیں
اسکو تو پھوٹی آنکھوں سے پر سوجھتا نہیں

یکچشم دیکھ کہنے لگا نوج پوچ حلق
گھوڑے کے موتر لے ہے رسولی کہے ہے خلق

پھر اس نظر پہ طرفہ تو یہ ہے کہ رو کے خوب
کہنے لگا کہ تب تو جہانیں پڑی ہے ڈوب

شوخی کرے ہے ابلق ایام نابکار
ورنہ بیاد سے تجھے پھریں ایسے ہوں سوار

جو جو ہوئے ہیں چرخ سے مجھ پر ستم مدام
جیتا رہا تو میر کروں گا گلے تمام

اپنی تو بدزبانی نہ تھی خامے کا شعار
پر یہ بھی ہے جریدۂ عالم میں یادگار

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جنگنامہ

اب کے نواب رامپور آیا
ناگہاں اس طرف خدا لایا

آگے آتا تھا بہرِ سیر و شکار
بازی کیسر روہیلی ہے اس بار

گرد تھی فوج کی سپہر تلک
بنگیا اور ایک تازہ فلک

جمع افغاں بسر تھے اس جاگہ
لیک سارے تھے جنگ نا آگہ

یہ نہ سمجھے وزیر کوہ وقار
ہے تحمل سے رہ میں دیر گزار

یعنی تخریب ایک آن میں ہے
رو کشی ان کی کسرِ شان میں ہے

بے تہی سے وہ پیش جنگی کر
وانتہ دے دے گرے ہراول پر

دیکھ کر لوگ تھوڑے ٹوٹ پڑے
کیے پھوڑے کے رنگ پھوٹ پڑے

جتھے تلوار دیں فرنگی سے
مرے مارے بہت کڑھنگی سے

تھا تہوّر نہ یہ شجاعت تھی
ساعتِ جنگ یا قیامت تھی

تھے تلنگے روہیلے محوِ جنگ
لوتھوں سے ہوگیا تھا عرصہ تنگ

گورے کالے جدا جدا کیا تھے
دونوں مردم گیا سے یکجا تھے

دیو کا بھی نہ ٹھہرے پاس جا
تھا انھوں کا جہاں ثباتِ پا

سہل سردار سمجھا یہ مرنا
اللہ اللہ ترا جگر کرنا

توپ پر آن کر چلی تلوار
جھیل کر زخم لڑ موا سردار

Marfat.com

صاحب اک اور اسکی جب آیا — جن نے ایسی بلا کو جنوایا
جنگ مغلوبہ تھی گتھے باہم — مرتے تھے دونوں اور کے رستم
صاحب انگریز کے گرے اکثر — تھک گئے لڑتے مرتے ہم دیگر
تاک کر باڑھ پہلو سے ماری — صف اُلٹ دی حریف کی ساری
لشکری سب سرالی سمیت رہے — سبز جو کچھ ہوئے تھے کھیت ہرے
نعش پر نعش گر کے ڈھیر ہوئے — بھوکے مرتے کہ جی سے سیر ہوئے
پیچھے سردار تھا پٹھانوں کا — دیکھا جانا جو ان نے جانوں کا
خواب غفلت سے چونک اُٹھا جاگا — دست پاچہ ہوا گیا بھاگا
مارے بھاگوں کو فوج نے لوٹا — مرگیوں میں سے بھی نہ اک چھوٹا
غارت از بس کہ لشکری لائے — نعشوں سے اشرفی روپے پائے
وہ جو بھاگا تھا معرکہ سے رئیس — بھاگا یوں جیسے پیش اسپ سُنیں
ہوتے جو ہیں روہیلے ظلم شعار — لٹتے جاتے تھے شہر راہ گزار
رامپور میں بھی آکے رہ نہ سکا — وہ خدا گیر[1] بات کہہ نہ سکا
بھاگا واں سے ہے لیکے کچھ اسباب — کہ لگا آیا لشکر نواب
لی پناہ اُن نے جا کے زیر کوہ — واں بھی تھا ساتھ کوہ کوہ انبوہ
تھا پہاڑوں کے آگے جنگل بھی — وہیں ناکہ یہ تھا یہ جنگل بھی
وھاں روہیلے ہوئے اکٹھے سب — بعد دو چار پنج روز و شب
عجز کی راہ سے کیا پیغام — ہم ہیں نواب کے کمینے غلام
بندے رہتے ہیں باوجود خطا — تم سے صاحب امیدوار عطا
لطف کریے امیدواروں پر — رحم کریے گناہگاروں پر
ہم غلامی میں ہوتے ہیں حاضر — اب نہ خدمت سے ہوینگے قاصر
کسو صاحب کو ہو حضور سے حکم — موجب طوع وہ ہے دور سے حکم
کہ مجھے اپنے ہاتھ لے جاوے — پاؤں کتنے کے عاجزانا دسے
ذات نواب ہے کرم سیرت — کہا صاحب کو تم بصد عزت
معرفت اپنے جا کے لاؤ اُسے — پاس خیمہ میں لا بٹھاؤ اُسے

[1] وہ جیسے خدا کا غضب ہو

Marfat.com

باکہ خیمہ جدا کر د استاد
لایا صاحب چنانچہ خود جاکر
سر میں اسکے خیال باطل تھا
گفتگو میں کجی لگا کرنے
چاہتا تھا کہ آپ کو مارے
رفقا کے تئیں نکال دیا
اُٹھ گئے جو حرامزادے تھے
عاقبت اس کو باندھ کر بھیجا
جمع تھے لوگ سو پریشاں ہیں
جنگ نے صبح کے تئیں ہے شام
غالباً صبح آج کل ہووے
لے کے اب ملک وہاں سب نواب
سال تاریخ کا تھا مجھ کو خیال
کاے سخن گستر و جہاں اُستاد
ہم اُسے وقت پر کریں گے یاد
پاس کرنا ہے تا لفرچا کر
آپ بھی وہ جوان جاہل تھا
ہوا موجود مارنے مرنے
بارے ہتھیار چھن گئے سارے
رنجہ کر ٹھلوؤں کو ٹال دیا
ہو چکے دل میں جوارادے تھے
کہا پلٹن سے لکھنؤ لے جا
رہ گئے ہیں سو عجز کیشاں ہیں
آشتی کے ہیں اب پیام و سلام
ہر طرف جنگلی خلل ہووے
راہ لیتے ہیں لکھنؤ کی شتاب
لُطف کے رو سے کی ملک نے مقال
فتح نواب سے کر اب دل شاد

۱۲۰۹

میر کوئی غزل کہو اب تم
لذتِ شعر میں رہو خود گم

یہہ مثنوی تمام ہوئی

Marfat.com

غزل

(یہ غزل ایک قلمی نسخے تحریر شدہ ۱۲۴۹ھ میں موجود ہے)

گرد سر پھر کے کرتے پھیروں پاس
سو تو ہم لوگ اُس کے آس نہ پاس

خط پہ خط بھیجتا تھا لکھوا کر
جب تلک یار تھا نہ حرف شناس

دل نہ باہم ملے تو ہجراں ہے
ہم وے رہتے ہیں گو کہ پاس ہی پاس

عرش و دل میں رہے مگر برسوں
وہم ہے پر کہیں کہیں ہے قیاس

ہے چلا جب سے وہ پریشاں ربط
جمع اک دم رہے نہ میرے حواس

نااُمیدی بھی حد رکھتی ہے
جیتا کب تک رہے گا کوئی نراس

جز خدا ہم کسو سے ڈرتے نہیں
گھر ہمارا ہے واں جہاں ہے ہراس

میں تو حیرانِ کار ہوں بیہوش
کیونکہ نکلے گی میرے دل کی بھڑاس

میر وحشی کا دل ہے بے طاقت
چلتا پھرتا ہے پر اُداس اُداس

غزل دوم غیر مطبوعہ

رہے عمر بھر دیکھتے سادگاں کو
یہی جینے نہیں دیتے دلدادگاں کو

خبر قاصدوں کو نہیں اپنی شاید
بہت دور بھیجا فرستادگاں کو

عجب سادہ گوں میں ہے قشقوں کی خوبی
نہ ہو عجب کیوں برہمن زادگاں کو

نہال اور سرو اُسکے حیراں کھڑے ہیں
کیا پائے گیر اُن نے آزادگاں کو

رہے زیر دیوار ہم میر برسوں
نہ پوچھا کبھی خاک اُفتادگاں کو

Marfat.com

گذارش

مجھے فخر ہے کہ سالہا سال کی محنت اور کاوش کے بعد کلام افصح الفصحا میر تقی میر بترتیب جدید ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ میر کا کلیات اب تک عام طریقے سے نہایت لاپروائی کے ساتھ غلطیوں کی نذر ہوتا رہا ہے لیکن اس مرتبہ خصوصیت کے ساتھ متعدد قلمی اور سابقہ مطبوعہ نسخوں سے اسکی تصحیح کا پورا اہتمام کیا گیا جسکو مصور درد مولوی عبدالباری آسی اور جناب مولوی سید جعفر علی صاحب فاضل دیوبند نے نہایت غور اور امعان نظر کے ساتھ اصل پر نظر ثانی کر کے کئی کئی مرتبہ کاپیوں اور پروفوں کو دیکھ کر صحیح کیا اور بعد کو آسی صاحب نے اس پر فرہنگ اور مقدمہ کا اضافہ فرمایا۔ اس میں جو حواشی دیے گئے ہیں وہ بھی میر کے کلام کے توازن کے لیے بہت موزوں ہیں امید ہے کہ مبصرین و ماہرین کی نگاہوں میں یہ مطبع کی گراں بہا خدمت درجۂ قبول پائیگی اور شائقین اسکی قدردانی فرماکر مطبع کو ایسی دوسری اہم خدمات ادبی وعلمی کے لیے آمادہ فرمائینگے

Marfat.com

دیوانِ اوّل

میر تقی میر دہلوی ؒ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غزل

تھا مستعار حسن سے اُس کے جو نُور تھا
خورشید میں بھی اُس ہی کا ذرہ ظہور تھا

ہنگامہ گرم کُن جو دلِ ناصبور تھا
پیدا ہر ایک نالے سے شورِ نشور تھا

پہنچا جو آپ کو تو میں پہنچا خدا کے تئیں
معلوم اب ہوا کہ بہت میں بھی دُور تھا

آتش بلند دل کی نہ تھی ورنہ اے کلیم
یک شعلہ برقِ خرمنِ صد کوہِ طور تھا

مجلس میں رات ایک ترے پرتوے بغیر
کیا شمع کیا پتنگ ہر اک بے حضور تھا

منعم کے پاس قاقم و سنجاب تھا تو کیا
اُس رند کی بھی رات گزرگئی[1] جو عور تھا

ہم خاک میں ملے تو ملے لیکن اے سپہر
اُس شوخ کو بھی راہ پہ لانا ضرور تھا

قطعہ

کل پانوں ایک کاسۂ سر پر جو آگیا
یکسر وہ استخوان شکستوں سے چُور تھا

کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر
میں بھی کبھو کسو کا سرِ پُر غرور تھا

تھا وہ تو رشکِ حورِ بہشتی ہمیں میں میر
سمجھے نہ ہم تو فہم کا اپنی قصور تھا

کیا میں بھی پریشانیِ خاطر سے قریں تھا
آنکھیں تو کہیں تھیں دلِ غمدیدہ کہیں تھا

کس رات نظر کی ہے سوئے چشمکِ انجم
آنکھوں کے تلے اپنے تو وہ ماہ جبیں تھا

آیا تو سہی وہ کوئی دم کے لیے لیکن
ہونٹھوں پہ مرے جب نفسِ باز پسیں تھا

اب کوفت سے ہجراں کی جہاں تن پہ رکھا ہاتھ
جو درد و الم تھا سو کہے تو کہ وہیں تھا

جانا نہیں کچھ جز غزل آکر کے جہاں میں
کل میرے تصرف میں یہی قطعہ زمیں تھا

نام آج کوئی یاں نہیں لیتا ہے اُنھوں کا
جن لوگوں کے کل ملک یہ سب زیرِ نگیں تھا

مسجد میں امام آج ہُوا آکے کہاں سے
کل تک تو یہی میر خرابات نشیں تھا

[1] گزرگئی - بروزن فعولن، اب متروک ہے کیونکہ اس طرح صرف گزرگی رہ جاتا ہے۔

Marfat.com

نکلی ہی چشمہ جو کوئی جوشِ زناں پانی کا
یاد وہ ہے وہ کسو چشم کی گریانی کا

لطف اگر یہ ہے بتانِ صندل پیشانی کا
حُسن کیا صبح کے پھر چہرۂ نورانی کا

کفر کچھ چاہیئے اسلام کی رونق کیلئے
حُسن زنار ہے تسبیحِ سلیمانی کا

درہمی حال کی ہی سارے مرے دیواں میں
سیر کر[1] تو بھی یہ مجموعہ پریشانی کا

جان گھبراتی ہے اندوہ سے تن میں کیا کیا
تنگ احوال ہے اس یوسفِ زندانی کا

کھیل لڑکوں کا سمجھتے تھے محبت کے تئیں
ہے بڑا حیف ہمیں اپنی بھی نادانی کا

وہ بھی جانے ہے لہو رو کے لکھا ہی مکتوب[2]
ہم نے سرنامہ کیا کاغذِ افشانی کا

اُس کا منھ دیکھ رہا ہوں سو وہی دیکھوں ہوں
نقش کا سا ہی سماں میری بھی حیرانی کا

بُت پرستی کو تو اسلام نہیں کہتے ہیں
معتقد کون ہی میر ایسی مسلمانی کا

جائے ہستی عشق اپنا مگر کم گھیر تھا
دامنِ تر کا مرے دریا ہی کا سا پھیر تھا

دیر میں[3] کعبے گیا میں خانقہ سے اب کی بار
راہ سے میخانہ کی اس راہ میں کچھ پھیر تھا

بلبلوں نے کیا گل افشاں میر کا مرقد کیا
دُور سے آیا نظر تو پھولوں کا اک ڈھیر تھا

اس عہد میں الٰہی محبت کو کیا ہوا
چھوڑا وفا کو اُن نے مروت کو کیا ہوا

اُمیدوارِ وعدۂ دیدار مر چلے
آتے ہی آتے یارو قیامت کو کیا ہوا

کب تک تظلّم آہ بھلا مرگ کے تئیں
کچھ پیش آیا واقعہ رحمت کو کیا ہوا

اُس کے گئے پر ایسی گئی دل سے ہمنشیں
معلوم بھی ہوا نہ کہ طاقت کو کیا ہوا

بخشش نے مجھ کو ابرِ کرم کی کیا خجل
اے چشم جوشِ اشکِ ندامت کو کیا ہوا

جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کی طرف
اے کشتۂ ستم تری غیرت کو کیا ہوا

تھی صعبِ عاشقی کی بدایت ہی میر پر
کیا جانیے کہ حال نہایت کو کیا ہوا

[1] سیر کر تو بھی الخ فی زمانہ اس کو یوں کہا جائیگا "دیکھ لے تو بھی یہ مجموعہ پریشانی کا" یا تو بھی اس مجموعۂ پریشانی کی سیر کر۔

[2] کسی استاد کا شعر ہے ؎ سوادِ دیدہ حل کردم نوشتم نامہ سوئے تو * کہ تا ہنگام خواندن چشم من افتد بروئے تو۔ مرزا غالب ؎ آنکھ کی تصویر سرنامہ پہ کھینچی ہے کہ تا * تجھ پہ کھل جائے کہ مجھ کو حسرتِ دیدار ہے

[3] منوا احمد التقی بیگ تل شاگرد مرزا غالب ؎ حوضِ کوثر پہ جا نکلتا ہے * یہی رستہ شراب خانے کا۔

Marfat.com

شبِ ہجر میں کم تظلم کیا — کہ ہمسایگاں پر ترحم کیا

کہا میں نے۔ کتنا ہے گل کا ثبات؟ — کلی نے یہ سن کر تبسم کیا

زمانہ نے مجھ جرعہ کش کو ندان — کیا خاک و خشتِ سرِ خم کیا

جگر ہی میں یک قطرہ خوں ہے سرشک[له] — پلک تک گیا تو تلاطم کیا

کسو وقت پاتے نہیں گھر اسے
بہت میر نے آپ کو گم کیا

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا — دیکھا اس بیماریِ دل نے آخر کام تمام کیا

عہد جوانی رو رو کاٹا پیری میں لیں آنکھیں موند — یعنی رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا

حرف نہیں جاں بخشی میں اس کی خوبی اپنی قسمت کی — ہم سے جو پہلے کہہ بھیجا سو مرنے کا پیغام کیا

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی — چاہتے ہیں سو آپ کریں ہیں ہم کو عبث بدنام کیا

سارے رندو باش جہاں کے تجھ سے سجود میں رہتے ہیں — بانکے ٹیڑھے ترچھے تیکھے سب کا تجھ کو امام کیا

سرزد ہم سے بے ادبی تو وحشت میں بھی کم ہی ہوئی — کوسوں اس کی اور گئے پر سجدہ ہر ہر گام کیا

کس کا کعبہ کیسا قبلہ، کون حرم ہے کیا احرام — کوچے کے اس کے باشندوں نے سب کو یہیں سے سلام کیا

شیخ جو ہے مسجد میں ننگا۔ رات کو تھا میخانہ میں — جبہ، خرقہ، کرتا، ٹوپی، مستی میں انعام کیا

کاش اب برقع منہ سے اٹھا دے، ورنہ پھر کیا حاصل ہے — آنکھ مندے پر ان نے گو دیدار کو اپنے عام کیا

یاں کے سپید و سیہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے — رات کو رو رو صبح کیا۔ یا دن کو جوں توں شام کیا

صبح چمن میں اس کو کہیں تکلیف ہوا لے آئی تھی — رخ سے گل کو مول لیا۔ قامت سے سرو غلام کیا

ساعدِ سیمیں دونوں اس کے ہاتھ میں لا کر چھوڑ دیے — بھولے اس کے قول و قسم پر ہائے خیالِ خام کیا

کام ہوئے ہیں سارے ضائع ہر ساعت کی سماجت سے — استغنا کی چوگنی ان نے جوں جوں میں ابرام کیا

ایسے آہوئے رم خوردہ کی وحشت کھونی مشکل تھی — سحر کیا، اعجاز کیا، جن لوگوں نے تجھ کو رام کیا

میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو ان نے تو
قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

چمن میں گل نے جو کل دعویٰ جمال کیا — جمالِ یار نے منہ اس کا خوب لال کیا

فلک نے آہ تری رہ میں ہم کو پیدا کر — برنگِ سبزۂ نورستہ پائمال کیا

[له] مرزا غالب بولے ہیں ۔ ہے دل میں پھر گریہ نے اک شور اٹھایا غالب ÷ آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا سو طوفاں نکلا۔

Marfat.com

رہی تھی دم کی کشاکش گلے میں کچھ باقی
سو اُس کی تیغ نے جھگڑا ہی انفصال کیا

مری اب آنکھیں نہیں کھلتیں ضعف سے ہمدم
نہ کہہ کہ نیند میں ہے تو یہ کیا خیال کیا

بہارِ رفتہ پھر آئی ترے تماشے کو
چمن کو یُمنِ قدم نے ترے نہال کیا

جواب نامہ سیاہی کا اپنی ہے وہ زلف
کسو نے حشر کو ہم سے اگر سوال کیا

لگا نہ دل کو کہیں کیا سنا نہیں تو نے
جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا

دیکھے گا جو تجھ رو کو سو حیران رہے گا
وابستہ ترے مو کا پریشان رہے گا

وعدہ تو کیا اُس سے دمِ صبح کا لیکن
اُس دم تئیں مجھ میں بھی اگر جان[1] رہے گا

منعم نے بنا ظلم کی رکھ گھر تو بنایا
پر آپ کوئی رات ہی مہمان رہے گا

چھوٹوں کہیں ایذا سے، لگا ایک ہی جلاد
تا حشر مرے سر پہ یہ احسان رہے گا

چلتے رہیں گے دشتِ محبت میں سر و تیغ
محشر تئیں خالی نہ یہ میدان رہے گا

جانے کا نہیں شور سخن کا مرے ہرگز
تا حشر جہاں میں مِرا دیوان رہے گا

دل دینے کی ایسی حرکت اُن نے نہیں کی
جب تک جئے گا میر پشیمان رہے گا

تا گور کے اوپر وہ گلِ اندام نہ آیا
ہم خاک کے آسودوں کو آرام نہ آیا

بے ہوشِ مئے عشق ہوں کیا میرا بھروسا
آیا جو بخود صبح تو میں شام نہ آیا

کس دل سے ترا تیرِ نگہ پار نہ گزرا
کس جان کو یہ مرگ کا پیغام نہ آیا

دیکھا نہ اُسے دور سے بھی منتظروں نے
وہ رشکِ مہِ عید لبِ بام نہ آیا

سو بار بیاباں میں گیا محملِ لیلیٰ
مجنوں کی طرف ناقہ کوئی گام نہ آیا

اب کے[3] جو ترے کوچے سے جاؤں گا تو سنیو
پھر جیتے جی اس راہ وہ بدنام نہ آیا

نے خون ہو آنکھوں سے بہا ٹک نہ ہوا داغ
اپنا تو یہ دل میر کسو کام نہ آیا

[1] جان میر تقی سے پہلے اور میر تقی کے معاصرین کے یہاں بصورت تذکیر بھی پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ مرزا رفیع سودا کے اس شعر میں
؎ تیشے سے جو کوہ کن نے سر کو پٹکا ۔ شیریں کا یہ سُن کے جان تن سے بھٹکا
مگر اب بالاتفاق دہلی اور لکھنؤ کے فصحا میں مؤنث بولا جاتا ہے: آسی

[3] مصحفی کا شعر اسی انداز کا ہے ؎ مرضِ عشق سے گر اب کے سنبھل جاؤں گا ۔ تو میں دو چار برس کو کہیں ٹل جاؤں گا

Marfat.com

جس سر کو غرور آج ہے یاں تاج وری کا
کل اُس پہ یہیں شور ہے پھر نوحہ گری کا

شرمندہ ترے رُخ سے ہے رُخسار پری کا
چلتا نہیں کچھ آگے ترے کبکِ دری کا

آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت
اسباب لُٹا راہ میں یاں ہر سفری[1] کا

زنداں میں بھی شورش نہ گئی اپنے جنوں کی
اب سنگ مداوا ہے اس آشفتہ سری کا

ہر زخمِ جگر داورِ محشر سے ہمارا
انصاف طلب ہے تری بیدادگری کا

اپنی تو جہاں آنکھ لڑی پھر وہیں دیکھو
آئینہ کو لپکا ہے پریشاں نظری کا

صد موسمِ گل ہم کو تہِ بال ہی گزرے
مقدور نہ دیکھا کبھو بے بال و پری کا

اس رنگ سے چمکے ہے پلک پر کہ کہے تو
ٹکڑا ہے بڑا اشک عقیقِ جگری کا

کل سیر کیا ہم نے سمندر کو بھی جا کر
تھا دست نگر پنجۂ مژگاں کی تری کا

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہِ شیشہ گری کا

ٹک میر جگر سوختہ کی جلد خبر لے
کیا یار بھروسا ہے چراغِ سحری کا

منہ تکا ہی کرے ہے جس تس کا
حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا

شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہوں
دل ہوا ہے چراغ مفلس کا

تھے بُرے مغبچوں کے تیور لیک
شیخ میخانہ سے بھلا کھسکا[2]

داغ آنکھوں سے کھل رہے ہیں سب
ہاتھ دستہ ہوا ہے نرگس کا

قطعہ

بحر کم ظرف ہے بسانِ حباب
کاسہ لیس اب ہوا ہے تو جس کا

فیض اے ابر چشمِ تر سے اُٹھا
آج دامن وسیع ہے اس کا

تاب کس کو جو حال میر سنے
حال ہی اور کچھ ہے مجلس کا

وہ اک روش سے کھولے ہوئے بال ہو گیا
سنبل چمن کا مُفت میں پامال ہو گیا

اُلجھاؤ پڑ گیا جو ہمیں اُس کے عشق میں
دل سا عزیز جان کا جنجال ہو گیا

کیا امتداد مدتِ ہجراں بیاں کروں
ساعت ہوئی قیامت و مہ سال ہو گیا

---

[1] سفری بمعنی مسافر۔

[2] کھسکا۔ قافیہ معمولہ۔

Marfat.com

دعویٰ کیا تھا گل نے ترے رُخ سے باغ میں | سیلی لگی صبا کی سو منھ لال ہو گیا

قامت خمیدہ رنگ شکستہ بدن نزار
تیرا تو میرؔ غم میں عجب حال ہو گیا

بیتاب جی کو دیکھا دل کو کباب دیکھا | جیتے رہے تھے کیوں ہم جو یہ عذاب دیکھا
پودا ستم کا جس نے اس باغ میں لگایا | اپنے کیے کا اُن نے ثمرہ شتاب دیکھا
دل کا نہیں ٹھکانا۔ بابت جگر کی گم ہے | تیرے بلا کشوں کا ہم نے حساب دیکھا
آباد جس میں تجھ کو دیکھا تھا ایک مدت | اس دل کی مملکت کو اب ہم[۳] خراب دیکھا

لیتے ہی نام اُس کا سوتے سے چونک اٹھے ہو
ہے خیر میرؔ صاحب، کچھ تم نے خواب دیکھا

دل بہم پہنچا بدن میں تب سے سارا تن جلا | آپڑی یہ ایسی چنگاری کہ پیراہن جلا
سرکشی ہی ہے جو دکھلاتی ہے اس مجلس میں داغ | ہو سکے تو شمع ساں دیجے رگِ گردن جلا
بدرساں اب آخر آخر چھا گئی مجھ پر یہ آگ | ورنہ پہلے تھا مرا جوں ماہ نو دامن جلا
کب تلک دھونی لگائے جوگیوں کی سی رہوں | بیٹھے بیٹھے در پہ تیرے تو مرا آسن جلا
گرمی اُس آتش کے پرکالے سے رکھے چشم تب | جب کوئی میری طرح سے دیوے سب تن من جلا
ہو جو منت سے تو کیا وہ شب نشینی باغ کی | کاٹ اپنی رات کو خار و خسِ گلخن جلا
سوکھتے ہی آنسوؤں کے نور آنکھوں کا گیا | بجھ ہی جاتے ہیں دیے جس وقت سب روغن جلا
شعلہ افشانی نہیں یہ کچھ نئی اس آہ سے | دوں لگی ہے ایسی ایسی بھی کہ سارا بن جلا

آگ سی اک دل میں سلگے ہے کبھو بھڑکی تو میرؔ
دے گی میری ہڈیوں کا ڈھیر جوں ایندھن[۵] جلا

۱؎ لاادری ؎ دعویٰ کیا تھا گل نے کل اُس کے رنگ و بو کا ؎ دھولیں صبا نے ماریں، شبنم نے منھ پہ تھوکا۔ ۱۲
ایسا ہی ایک اور شعر ہے ؎ چمن میں گل نے جو کل دعویٰ جمال کیا ؎ صبا نے مار طمانچہ منھ اُس کا لال کیا۔
۲؎ حسرت موہانی ؎ عشق بتاں کو جی کا جنجال کرلیا ہے ؎ حسرت یہ تو نے اپنا کیا حال کرلیا ہے۔
۳؎ فی زماننا۔ اب ہم نے خراب دیکھا" کہیں گے۔
۴؎ احسان لینے کی مذمت میں کسی اُستاد کا یہ شعر بھی بہت خوب ہے ؎ دیوار بارِ منت مزدور سے ہے خم ؎ ای خانماں خراب احساں اُٹھائیے
یا یہ شعر ذوق دہلوی کا ؎ نہ پکڑیں دامن الیاس گرداب بلا میں ہم ؎ کہ بدتر ڈوب مرنے سے ہے جینا اس سہارے کا۔
۵؎ جوں ایندھن۔ قدما کے یہاں اکثر اس قسم کی ترکیبیں ملتی ہیں مگر زمانہ حال کے فصحا کے نزدیک مختلف فیہ ہیں ۱۲

Marfat.com

حالِ دل میرؔ کا رو رو کے سب اے ماہ سنا
شب کو القصہ عجب قصۂ جانکاہ سنا

نابلد ہو کے رہِ عشق میں پہنچوں تو کہیں
ہمرہِ خضر کو یاں کہتے ہیں گمراہ سنا

کوئی ان طوروں سے گزرے ہے ترے غم میں مری
گاہ تو نے نہ سنا حال مرا گاہ سنا

خوابِ غفلت میں ہیں یاں سب. تو عبث جاگا میرؔ
بیخبر دیکھا انھیں میں[۱] جنھیں آگاہ سنا

جب جنوں سے ہمیں توسل تھا
اپنی زنجیرِ پا ہی کا غل تھا

بسترا تھا چمن میں جوں بلبل
نالہ سرمایۂ توکل تھا

یک نگہ کو وفا نہ کی گویا
موسمِ گل صفیرِ بلبل تھا

اُن نے پہچان کر ہمیں مارا
مُنھ نہ کرنا ادھر تجاہل تھا

شہر میں جو نظر پڑا اُس کا
کشتۂ ناز یا تغافل تھا

اب تو دل کو نہ تاب ہے نہ قرار
یادِ ایام جب تحمل تھا

جا پھنسا دامِ زلف میں آخر
دل نہایت ہی بے تأمل تھا

یوں گئی قد کی خم ہوئے چلیے
عمر اک رہروِ سرِ پل تھا

خوب دریافت جو کیا ہم نے
وقتِ خوش میرؔ نکہتِ گل تھا

آگے جمالِ یار کے معذور ہو گیا
گل اک چمن میں دیدۂ بے نور ہو گیا

یک چشم منتظر ہے کہ دیکھے ہے کب سے راہ
جوں زخم تیری دُوری میں ناسور ہو گیا

قسمت تو دیکھ شیخ کو جب لہر آئی تب
دروازہ شیرہ خانے کا معمور ہو گیا

پہنچا قریب مرگ کے وہ صیدِ ناقبول
جو تیرے صید گاہ سے ٹک دور ہو گیا

دیکھا یہ ناو نوش کہ نیشِ فراق سے
سینہ تمام خانۂ زنبور ہو گیا

اُس ماہِ چاردہ کا چھپے عشق کیونکہ آہ
اب تو تمام شہر میں مشہور ہو گیا

شاید کسو کے دل کو لگی اُس گلی میں چوٹ
میری بغل میں شیشۂ دل چور ہو گیا

دیکھا جو میں نے یار تو وہ میرؔ ہی نہیں
تیرے غمِ فراق میں رنجور ہو گیا

[۱] یعنی میں نے جنھیں آگاہ سنا۔

Marfat.com

فرہاد ہاتھ تیشہ پہ ٹک رہ کے ڈالتا
پتھر تلے کا ہاتھ ہی اپنا نکالتا

بگڑا اگر وہ شوخ تو سنیو کہ رہ گیا
خورشید اپنی تیغ و سپر ہی سنبھالتا

یہ سر تبھی سے گوئے ہے میدانِ عشق کا
پھرتا تھا جن دنوں میں تو گیندیں اچھالتا

بن سر کے پھوڑے بنتی نہ تھی کوہکن کے تئیں
خسرو سے سنگ سینہ کو کس طور ٹالتا

چھاتی سے ایک بار لگاتا جو وہ تو میرؔ
برسوں یہ زخم سینے کا ہم کو نہ سالتا

گل شرم سے بہ جائیگا گلشن میں ہو کر آب سا
برقع سے گر نکلا کہیں چہرہ ترا مہتاب سا

گلبرگ کا یہ رنگ ہے مرجاں کا ایسا ڈھنگ ہے
دیکھو نہ جھمکے ہے پڑا وہ ہونٹھ لعلِ ناب سا

وہ مایۂ جاں تو کہیں پیدا نہیں جوں کیمیا
میں شوق کی افراط سے بیتاب ہوں سیماب سا

دل تاب ہی لایا نہ ٹک تا یاد رہتا ہمنشیں
اب عیش روزِ وصل کا ہے جی میں بھولا خواب سا

سناٹے میں جان کے ہوش و حواس و دم نہ تھا
اسباب سارا لے گیا آیا تھا اک سیلاب سا

ہم سرکشی سے مدتوں مسجد سے بچ بچ کر چلے
اب سجدے ہی میں گزرے ہے قد جو ہوا محراب سا

تھی عشق کی وہ ابتدا جو موج سی اٹھی کبھو
اب دیدۂ تر کو جو تم دیکھو تو ہے گرداب سا

بہکے جو ہم مست آ گئے سو بار مسجد سے اٹھا
واعظ کو مارے خوف کے کل لگ گیا جلاب سا

رکھ ہاتھ دل پر میرؔ کے دریافت کر کیا حال ہے
رہتا ہے اکثر یہ جواں کچھ ان دنوں بیتاب سا

مر رہتے جو گل بن تو سارا یہ خلل جاتا
نکلا ہی نہ جی ورنہ کانٹا سا نکل جاتا

پیدا ہے کہ پنہاں تھی آتش نفسی میری
میں ضبط نہ کرتا تو سب شہر یہ جل جاتا

میں گریۂ خونی کو روکے ہی رہا۔ ورنہ
یک دم میں زمانے کا یاں رنگ بدل جاتا

بن پوچھے کرم سے وہ جو بخش نہ دیتا تو
پرسش میں ہماری ہی دن حشر کا ڈھل جاتا

استادہ جہاں میں تھا۔ میدانِ محبت میں
واں رستم اگر آتا تو دیکھ کے ٹل جاتا

وہ سیر[1] کا وادی کے مائل نہ ہوا۔ ورنہ
آنکھوں کو غزالوں کی پاؤں تلے مل جاتا

[1] سیر۔ اب بالاتفاق تانیث بولا جاتا ہے لیکن میر سے پہلے اور میر کے زمانے میں مذکر بھی بولا جاتا تھا جیسا کہ ذیل کے اشعار سے ظاہر ہے۔
خود میر کا ایک شعر ہے ملا ہے خاک میں کس کس طرح کا عالم یاں ÷ نکل کے شہر سے ٹک سیر کر مزاروں کا
مرزا رفیع السودا کا شعر ہے بسکہ پونچھوں ہوں میں اپنی چشم خون آلود کو ÷ جامہ کا ہر ایک تختہ سیر ہے گلزار کا

Marfat.com

بیتاب دل تواں یوں میں کاہے کو تلف ہوتا
یاقوتی ترے لب کی ملتی تو سنبھل جاتا
اُس سیم بدن کو تھی کب تاب تعب اتنی
وہ چاندنی میں شب کی ہوتا تو پگھل جاتا
مارا گیا تب گزرا بوسے سے ترے لب کے
کیا میر بھی لڑکا تھا باتوں میں بہل جاتا

سُنیو جب وہ کبھو سوار ہوا
تا بہ روح الامین شکار ہوا
اُس فریبندہ کو نہ سمجھے آہ
ہم نے جانا کہ ہم سے یار ہوا
نالہ ہم خاکساروں کا آخر
خاطرِ عرش کا غبار ہوا
مر چلے بے قرار ہو کر ہم
اب تو تیرے تئیں قرار ہوا
وہ جو خنجر بکف نظر آیا
میر سو جان سے نثار ہوا

مانندِ شمعِ مجلس شب اشکبار پایا
القصہ میر کو ہم بے اختیار پایا
احوال خوش اُنھوں کا ہم بزم میں جو تیرے
افسوس ہے کہ ہم نے واں کا نہ بار پایا
چیتے جو ضعف ہو کر زخم رسا سے اُس کے
سینے کو چاک دیکھا دل کو فگار پایا
شہرِ دل ایک مدت اُجڑا بسا غموں میں
آخر اُجاڑ دینا اُس کا قرار پایا
اتنا نہ تجھ سے ملتے نے دل کو کھو کے روتے
جیسا کیا تھا ہم نے ویسا ہی یار پایا
کیا اعتبار یاں کا پھر اُس کو خوار دیکھا
جس نے جہاں میں آکر کچھ اعتبار پایا
آہوں کے شعلے جس جا اُٹھتے تھے میر سے شب
واں جا کے صبح دیکھا مشتِ غبار پایا

مارا زمیں میں گاڑا۔ تب اُس کو صبر آیا
اس دل نے ہم کو آخر یوں خاک میں ملایا
[۵۱] اس گل زمیں سے اب تک اُگتے ہیں سرو جس جا
مستی میں جھکتے جس پر تیرا پڑا ہے سایا
یکساں ہے قتل گہ اور اُس کی گلی تو مجھ کو
واں خاک میں میں لوٹا یاں لوہو میں نہایا
پوجے سے اور پتھر ہوتے ہیں یہ صنم تو
اب کس طرح اطاعت اُن کی کروں خدایا
تا چرخ نالہ پہنچا لیکن اثر نہ دیکھا
کرنے سے اب دُعا کے میں ہاتھ ہے اُٹھایا
تیرا ہی مُنہ تکے ہے کیا جانئے کہ تو خط
کیا باغ سبز تو نے آئینہ کو دکھایا

۵۱ مرزا غالب دہلوی ؎ مدفنِ عاشق سے اُٹھتی ہے بو کوسوں تک حنا ؛ کس قدر یارب ہلاکِ حسرتِ پابوس تھا

Marfat.com

شادابی و لطافت ہرگز ہوئی نہ اُس میں
تیری مسوں پہ گرچہ سبزے نے زہر کھایا

آخر کو مر گئے ہیں اُس کی ہی جستجو میں
جی کے تئیں بھی کھویا لیکن اُسے نہ پایا

لگتی نہیں ہے دارو، ہیں سب طبیب حیراں
اک روگ میں لبا ہا جی کو کہاں لگایا

کہ ہیچ اُس کے مُنہ کو جی میں ذرا یہاں تو
بارے وہ شوخ اپنی خاطر میں کچھ نہ لایا

ہونا تھا مجلس آرا گر غیر کا تجھے تو
مانند شمع مجھ کو کاہے کے تئیں جلایا

تھی یہ کہاں کی یاری آئینہ رو کہ تو نے
دیکھا جو میرؔ کو تو لے ہیچ مُنہ بنایا

شکوہ کروں میں کب تک اُس اپنے مہرباں کا
القصہ رفتہ رفتہ دشمن ہوا ہے جاں کا

گریہ پہ رنگ آیا، قید قفس سے شاید
خوں ہو گیا جگر میں اب داغ گلستاں کا

لے جھاڑو ٹوکرا ہی آتا ہے صبح ہوتے
جاروب کش مگر ہے خورشید اُس کے ہاں کا

دی آگ رنگ گل نے واں اے صبا چمن کو
یاں ہم جلے قفس میں سُن حال آشیاں کا

ہر صبح میرے سر پر اک حادثہ نیا ہے
پیوند ہو زمیں کا شیوہ اس آسماں کا

قطعہ
ان صید افگنوں کا کیا ہو شکار کوئی
ہوتا نہیں ہے آخر کام اُن کے امتحاں کا

تب تو مجھے کیا تھا تیروں سے صید اپنا
اب کرتے ہیں نشانہ ہر میرے استخواں کا

فتراک جس کا اکثر لوہو میں تر رہے ہے[۱]
وہ قصد کب کرے ہے اس صید ناتواں کا

کم فرصتی جہاں کے مجمع کی کچھ نہ پوچھو
احوال کیا کہوں میں اس مجلس رواں[۲] کا

سجدہ کریں ہیں سُن کر اوباش سارے اُس کو
سیّد پسر وہ پیارا ہے گا امام بانکا[۳]

ناحق شناسی ہے یہ زاہد نہ کر برابر
طاعت سے سو برس کی سجدہ اس آستاں کا

جس دن کہ اُس کے مُنہ سے برقع اُٹھے گا سنیو
اُس روز سے جہاں میں خورشید پھر نہ جھانکا[۴]

ناحق یہ ظلم کرنا انصاف کر پیارے
ہے کون سی جگہ کا کس شہر کا کہاں کا

سودائی ہو تو رکھے بازار عشق میں پا
سر مفت بیچتے ہیں یہ کچھ چلن ہے واں کا

سو گالی ایک چشمک اتنا سلوک تو ہے
اوباش خانہ جنگ اس خوش چشم بدزباں کا

۱ "رہے ہے" اب متروک ہے۔ اس کی بجائے "رہتا ہے" فصیح ہے۔
۲ "مجلس رواں" دُنیا کو مجلس رواں کہنا، نہایت لطیف ہے کیونکہ یہاں کی ہر چیز سفری اور ہر شے گزراں ہے۔
۳ ۴ قافیے معمولہ۔

Marfat.com

یا روئے یا رُلایا اپنی تو یوں ہی گزری — کیا ذکر ہم صفیراں، یارانِ شادماں کا

قطعہ

قیدِ قفس میں ہیں تو خدمت ہے نالگی کی — گلشن میں تھے تو ہم کو منصب تھا روضہ خواں کا

پوچھو تو میر سے کیا کوئی نظر پڑا ہے
چہرہ اُتر رہا ہے کچھ آج اُس جواں کا

ہمارے آگے ترا جب کسو نے نام لیا — دلِ ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا

قسم جو کھائیے تو طالعِ زلیخا کی — عزیزِ مصر کا بھی صاحب اک غلام لیا

خراب رہتے تھے مسجد کے آگے میخانے — نگاہِ مست نے ساقی کی انتقام لیا

وہ کج روش نہ ملا راستی میں مجھ سے کبھی — نہ سیدھی طرح سے اُن نے مرا سلام لیا

مزا دکھا دیں گے بیرحمی کا تری صیاد — گر اضطرابِ اسیری نے زیرِ دام لیا

مرے سلیقے سے میری نبھی محبت میں — تمام عمر میں ناکامیوں سے کام لیا

شعر

اگرچہ گوشہ گزیں ہوں میں شاعروں میں میر
پہ میرے شور نے روئے زمیں تمام لیا

سیر کے قابل ہے دل صد پارہ اس نخچیر کا — جس کے ہر ٹکڑے میں ہو پیوست پیکاں تیر کا

سب کھلا باغِ جہاں الّا یہ حیران و خفا — جس کو دل سمجھے تھے ہم سو غنچہ تھا تصویر کا

بوئے خوں سے جی رُکا جاتا ہے اے بادِ بہار — ہو گیا ہے چاک دل شاید کسو دلگیر کا

کیونکہ نقاشِ ازل نے نقش ابرو کا کیا — کام ہے اک تیرے منہ پر کھینچنا شمشیر کا

رہ گزر سیلِ حوادث کا ہے بے بنیادِ دہر — اس خرابے میں نہ کرنا قصد تم تعمیر کا

بس طبیب اُٹھ جا مری بالیں سے مت دے دردِ سر — کامِ جاں آخر ہوا اب فائدہ تدبیر کا

نالہ کش ہیں عہدِ پیری میں بھی تیرے در پہ ہم — قدِ خم گشتہ ہمارا حلقہ ہے زنجیر کا

جو ترے کوچہ میں آیا۔ پھر وہیں گاڑا اُسے — تشنۂ خوں میں تو ہوں اس خاکِ دامنگیر کا

خوں سے میرے ہوئی یکدم خوشی تم کو تو لیک — مفت میں جاتا رہا جی ایک بے تقصیر کا

لختِ دل سے جوں چھڑی پھولوں کی گوندھی ہے ولے — فائدہ کچھ اے جگر اس آہِ بے تاثیر کا

گورِ مجنوں سے نجاویں گے کہیں ہم بے نو — عیب ہے ہم میں جو چھوڑیں ڈھیر اپنے پیر کا

کس طرح سے مانئے یارو کہ یہ عاشق نہیں
رنگ اُڑا جاتا ہے ٹک چہرہ تو دیکھو میر کا

Marfat.com

شب درد و غم سے عرصہ مرے جی پہ تنگ تھا
آیا شبِ فراق تھی یا روزِ جنگ تھا

کثرت میں درد و غم کے نہ نکلی کوئی طپش
کوچہ جگر کے زخم کا شاید کہ تنگ تھا

لایا مرے مزار پہ اُس کو یہ جذبِ عشق
جس بیوفا کو نام سے بھی میرے ننگ تھا

دیکھا ہے صید گہ میں تری صید کا جگر
باآنکہ چھن رہا تھا یہ ذوقِ خدنگ تھا

دل سے مرے لگا نہ ترا دل ہزار حیف
یہ شیشہ ایک عمر سے مشتاقِ سنگ تھا

مت کر عجب جو میرؔ ترے غم میں مر گیا
جینے کا اس مریض کے کوئی بھی ڈھنگ تھا

دل میں بھرا زبسکہ خیالِ شراب تھا
مانند آئینے کے مرے گھر میں آب تھا

موجیں کرے ہے بحرِ جہاں میں ابھی تو تو
جانے گا بعدِ مرگ کہ عالم حباب تھا

اُگتے تھے دستِ بلبل و دامانِ گل بہم
صحنِ چمن، نمونۂ یوم الحساب تھا

ٹک دیکھ آنکھیں کھول کے اُس دم کی حسرتیں
جس دم یہ سوجھے گی کہ یہ عالم بھی خواب تھا

دل جو نہ تھا تو رات زخود رفتگی میں میرؔ
گہ انتظار و گاہ مجھے اضطراب تھا

کیا طرح ہے آشنا گاہے گہے نا آشنا
یا تو بیگانے ہی رہیے ہوجیے یا آشنا

پائمالِ صد جفا ناحق نہ ہو ای عندلیب
سبزۂ بیگانہ بھی تھا اِس چمن کا آشنا

کون سے یہ بحرِ خوبی کی پریشاں زلف ہے
آتی ہے[۱۶] آنکھوں میں میرے موج دریا آشنا

قطعہ
بلبلیں پائیز میں کہتی تھیں ہوتا کاشکے
یک مژہ رنگِ فراری اِس چمن کا آشنا

کو گل[۱۷] و لالہ کہاں سنبل سمن ہم نسترن
خاک سے یکساں ہوئے ہیں ہائے کیا کیا آشنا

قطعہ
کیا کروں کس سے کہوں، اتنا ہی بیگانہ ہے یار
سارے عالم میں نہیں پاتے کسی کا آشنا

جس کی میں چاہی وساطت اُن نے یہ مجھ سے کہا
ہم تو کہتے گرمیاں ہم سے وہ ہوتا آشنا

قطعہ
یوں سُنا[۱۸] جا ہے کہ کرتا ہے سفر کا عزم جزم
ساتھ اب بیگانہ وضعوں کے ہمارا آشنا

شعرِ صائب کا مناسب ہے ہماری اور سے
سامنے اُس کے پڑھے گر یہ کوئی جا آشنا

۱۶ آتی ہے آنکھوں میں میرے موج دریا آشنا۔ یعنی میری نظر کو موج دریا آشنا معلوم ہوتی ہے۔
۱۷ مرزا غالبؔ ہوئی مرحوم سے سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں ؞ خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں۔
۱۸ یوں سُنا جا ہے، بجائے یوں سُنا جاتا ہے۔ کے متروک ہے۔

Marfat.com

آتا بجاں ماہمرہیم وتا بمنزل دیگراں | فرقِ باشد جانِ ما از آشنا تا آشنا

داغ ہی تاباںؔ[1] علیہ الرحمہ کا چھاتی پہ میرؔ
ہو نجات اُس کو بچارا ہم سے بھی تھا آشنا

گل کو محبوب ہم قیاس کیا — فرق نکلا بہت جو باس[2] کیا
دل نے ہم کو مثالِ آئینہ — ایک عالم کا روشناس کیا
کچھ نہیں سوجھتا ہمیں اُس بن — شوق نے ہم کو بیحواس کیا
عشق میں ہم ہوئے نہ دیوانے — قیس کی آبرو کا پاس کیا
دَورے چرخ کے نکل نہ سکے — ضعف نے ہم کو مورِ طاس کیا
صبح تک شمع سر کو دھنتی رہی — کیا پتنگے نے التماس کیا

ایسے وحشی کہاں ہیں اے خوباں
میرؔ کو تم عبث اُداس کیا

مفت آبرونے زاہدِ علامہ لے گیا — اک مغبچہ اُتار کے عمامہ لے گیا
داغِ فراق و حسرتِ وصل آرزوئے شوق — میں ساتھ زیرِ خاک بھی ہنگامہ لے گیا
پہنچا نہ پہنچا آہ گیا، سو گیا غریب — وہ مُرغِ نامہ بر جو مرا نامہ لے گیا

اُس راہزن کے ڈھنگوں سے دیوے خدا پناہ
اک مرتبہ جو میرؔ جی کا جامہ لے گیا

[1] تاباںؔ مرحوم کا نام میر عبدالحیٰ تھا۔ رضوی سید تھے۔ دہلی ان کی زاد بوم تھی۔ ایسے حسین و جمیل تھے کہ لوگ ان کو یوسفِ ثانی کہتے تھے۔ ان کے تلمذِ شاعری میں اختلاف ہے۔ شیخ حاتمؔ نے ان کو اپنا شاگرد بتایا ہے۔ شیفتہ نے گلشنِ بیخار میں سوداؔ کا شاگرد بیان کیا ہے۔ خود ان کے کلام سے پتہ چلتا ہے کہ محمد علی حشمت کے شاگرد تھے۔ اوائل جوانی سے میخواری کی عادت قبیحہ پیدا ہوکر طبیعت ثانیہ بن گئی تھی اور اسی نے ان کی تندرستی کو خراب کیا بلکہ اسی میں ان کی جان گئی۔ مگر مرنے سے سات آٹھ روز پہلے شراب سے یک لخت توبہ کرلی اور اپنے دوستوں اور مُلاقاتیوں کو رقعہ لکھ لکھ کر ترکِ مینوشی سے خبردار کردیا تھا اور اپنا گواہ بنالیا تھا۔ نہایت خوشگو شاعر تھے۔ مرزا مظہر جانِ جاناں کے مُرید تھے۔ افسوس کہ عالمِ شباب میں انتقال کیا ۱۱۱۱ھ تک زندہ تھے۔ اب ان کا ایک مختصر دیوان چھپ گیا ہے ۱۲ آسی

[2] باس کیا۔ یعنی سونگھا۔ باس کرنا اب متروک ہے۔

Marfat.com

اے تو کہ یاں سے عاقبت کار جائے گا
غافل نہ رہ کہ قافلہ اک بار جائے گا

موقوف حشر پر ہی سو آتی بھی وہ نہیں
کب درمیاں سے وعدۂ دیدار جائے گا

چھوٹا جو میں قفس سے تو سب نے مجھے کہا
بیچارہ کیونکہ تا سرِ دیوار جائے گا

دیگی نہ چین لذتِ زخم اُس شکار کو
جو کھا کے تیرے ہاتھ کی تلوار جائے گا

آوے[1] گی اک بلا ترے سر سُن لے اے صبا
زلفِ سیہ کا اُس کے اگر تار جائے گا

باہر نہ آتا چاہ سے یوسفؑ جو جانتا
لے کارواں مرے تئیں بازار جائے گا

تدبیر میرے عشق کی کیا فائدہ طبیب
اب جان ہی کے ساتھ یہ آزار جائے گا

آئے بن اُس کے حال ہوا جائے ہے تغیر
کیا حال ہوگا پاس سے جب یار جائے گا

کوچہ میں اُس کے رہنے سے باز آ وگرنہ میرؔ
اک دن تجھے وہ جان سے بھی مار جائے گا

کیا کہوں کیسا ستم غفلت سے مجھ پر ہو گیا
قافلہ جاتا رہا میں صبح ہوتے سو گیا

بیکسی مدت تلک برسا کی اپنی گور پر
جو ہماری خاک پر سے ہو کے گزرا رو گیا

کچھ خطرناکی طریقِ عشق میں پنہاں نہیں
کھپ گیا وہ راہرو اس راہ ہو کر جو گیا

مدعا جو ہے سو وہ پایا نہیں جاتا کہیں
ایک عالم جستجو میں جی کو اپنے کھو گیا

میرؔ ہر یک موج[2] میں ہے زلف ہی کا سا دماغ
جب سے وہ دریا پہ آ کر بال اپنے دھو گیا

مت ہو دشمن اے فلک مجھ پائمالِ راہ کا
خاک افتادہ ہوں میں بھی اک فقیر اللہ کا

سیکڑوں طرحیں نکالیں یار کے آنے کی لیک
عذر[3] ہی جا ہی چلا اُس کے دلِ بدخواہ کا

گر کوئی پیرِ مغاں مجھ کو کرے تو دیکھے پھر
میکدہ سارے کا سارا صرف ہے اللہ کا

کاش تیرے غم رسیدوں کو بُلاویں حشر میں
ظلم ہے اک خلق پر آشوب اُن کی آہ کا

جو سُنا ہشیار اس میخانہ میں تھا بے خبر
شوق ہی باقی رہا ہم کو دلِ آگاہ کا

باندھ مت رونے کا تار اے ناقباحت فہم چشم
اس سے پایا جائے ہے سر رشتہ جی کی چاہ کا

شیخ مت کر ذکر ہر ساعت قیامت کا کہ ہے
عرصۂ محشر نمونہ اُس کی بازی گاہ کا

[1] مومن خاں مومن دہلوی ؎ ہم نکالیں گے سُن اے موجِ ہوا بل تیرے ؎ اُس کی زلفوں کے اگر بال پریشاں ہونگے
[2] صفحہ ۱۲ سطر ۱۲ دیکھئے کہ موج چیکو وہاں بھی زلف سے تشبیہ دی ہے۔ [3] عذر ہی جا ہی چلا یعنی عذر ہی چلا جاتا ہے۔ ۱۲ آسی

Marfat.com

شہر میں کس مُنھ سے اوے سامنے تیرے کہ شوخ
چھائیوں سے بھر رہا ہے سارا چہرہ ماہ کا

سر فرو لاتی نہیں ہمت مری ہر اک کے پاس
ہوں گدائے آستاں میں میرؔ حضرت شاہ کا

ایسی گلی اک شہر اسلام نہیں رکھتا
جس کوچے میں وہ بت صد بدنام نہیں رکھتا

آزار نہ دے اپنے کانوں کے تئیں ای گل
آغاز مرے غم کا انجام نہیں رکھتا

ناکامی صد حسرت خوش لگتی نہیں ورنہ
اب جی سے گزر جانا کچھ کام نہیں رکھتا

ہو خشک تو بہتر ہے، وہ ہاتھ بہاراں میں
مانند نے نرگس جو جام نہیں رکھتا

بن اُس کے ہم آغوشی بیتاب نہیں اب ہی
مدت سے بغل میں دل آرام نہیں رکھتا

میں داڑھی تری واعظ مسجد ہی میں منڈواتا
پر کیا کروں ساتھ اپنے حجام نہیں رکھتا

وہ مفلس اُن آنکھوں سے کیونکر کے بسر آوے
جو اپنی گرہ میں اک بادام نہیں رکھتا

کیا بات کروں اُس سے مل جائے جو وہ میں تو
اس ناکسی سے روئے دشنام نہیں رکھتا

یوں تو رہ و رسم اُس کو اس شہر میں سب سے ہے
اک میرؔ ہی سے خط و پیغام نہیں رکھتا

خوبی کا اس کی بسکہ طلبگار ہو گیا
گل باغ میں گلے کا مرے ہار ہو گیا

کس کو نہیں ہے شوق ترا پر نہ اس قدر
میں تو اسی خیال میں بیمار ہو گیا

میں نو دمیدہ بال چمن زاد طیر تھا
پر گھر سے اُٹھ چلا سو گرفتار ہو گیا

ٹھہرا گیا نہ ہو کے حریف اُس کی چشم کا
سینہ کو توڑ تیر نگہ پار ہو گیا

ہے اُس کی حرف زیر لبی کا سبھوں میں ذکر
کیا بات تھی کہ جس کا یہ بستار ہو گیا

تو وہ متاع ہے کہ پڑی جس کی تجھ پہ آنکھ
وہ جی کو بیچ کر بھی خریدار ہو گیا

کیا کہیے آہ عشق میں خوبی نصیب کی
دلدار اپنا تھا سو دل آزار ہو گیا

آٹھوں پہر لگا ہی پھرے ہے تمھارے ساتھ
کچھ ان دنوں میں غیر بہت یار ہو گیا

کب رو ہے اُس سے بات کے کرنے کا مجھ کو میرؔ
ناکردہ جرم میں تو گنہگار ہو گیا

تیر جو اُس کمان سے نکلا
جگرِ مُرغ جان سے نکلا

نکلی تھی تیغ بے دریغ اُسکی
میں ہی اک امتحان سے نکلا

Marfat.com

گو کٹے سر کہ سوزِ دل جوں شمع — اب تو میری زبان سے نکلا
آگے اے نالہ ہے خدا کا ناؤں — بس تو نہ آسمان سے نکلا
چشم و دل سے جو نکلا ہجراں میں — نہ کبھو بحر و کان سے نکلا
مر گیا جو اسیرِ قیدِ حیات — تنگنائے جہان سے نکلا
دل سے مت جا کہ حیف اُس کا وقت — جو کوئی اس مکان سے نکلا
اُس کی شیریں لبی کی حسرت میں — شہد پانی ہو شان[2] سے نکلا
نامرادی کی رسم میر سے ہے — طور یہ اس جوان سے نکلا

گرمی سے میں تو آتشِ غم کی پگھل گیا — راتوں کو روتے روتے ہی جوں شمع گل گیا
ہم خستہ دل ہیں تجھ سے بھی نازک مزاج تر — تیوری چڑھائی تو نے کہ یاں جی نکل گیا
گرمیِ عشق مانعِ نشو و نما ہوئی — میں وہ نہال تھا کہ اُگا اور جل گیا
مستی میں چھوڑ دیر کو کعبہ چلا تھا میں — لغزش بڑی ہوئی تھی ولیکن سنبھل گیا
ساقی نشے میں تجھ سے لنڈھا شیشۂ شراب — چل اب کہ دخترِ تاک کا جوبن تو ڈھل گیا
ہر ذرہ خاک تیری گلی کی ہے بیقرار — یاں کونسا ستم زدہ ماٹی میں رل گیا
عریاں تنی کی شوخی سے دیوانگی میں میر — مجنوں کے دشتِ خار کا داماں بھی جل گیا

سنا ہی حال ترے کشتگاں بچاروں کا — ہوا نہ گور گڑھا ان ستم کے ماروں کا
ہزار رنگ کھلے گل چمن کے ہیں شاہد — کہ روزگار کے سر خون ہے ہزاروں کا
ملا ہے خاک میں کس کس طرح کا عالم یاں — نکل کے شہر سے ٹک سیر کر مزاروں کا
عرق فشانی سے اُس زلف کی ہراساں ہوں — بھلا نہیں ہے بہت ٹوٹنا بھی تاروں کا
علاج کرتے ہیں سودائے عشق کا میرے — خلل پذیر ہوا ہے دماغ یاروں کا
تری[1] ہی زلف کو محشر میں ہم دکھا دیں گے — جو کوئی مانگے گا نامہ سیاہ کاروں کا
نگاہِ مست کے مارے ترے خراب ہیں شوخ — نہ ٹھور ہے نہ ٹھکانا ہے ہوشیاروں کا
کریں ہیں دعویٔ خوش چشمی آہوانِ دشت — ٹک ایک دیکھنے چل مُلک ان گنواروں کا

لہ میر تقی سے جواب نامہ سیاہی کا اپنی ہے وہ زلف ÷ کسو نے حشر میں ہم سے اگر سوال کیا۔ عہ شہد کا چھتہ

Marfat.com

تڑپ کے مرنے سے دل کے کہ مغفرت ہو اُسے
جہاں میں کچھ تو رہا نام بیقراروں کا

تڑپ کے خرمنِ گل پر کبھی گرا ہے بجلی
جلانا کیا ہے مرے آشیاں کے خاروں کا

تمھیں[1] تو زہد و ورع پر بہت ہی ہے اپنے غرور
خدا ہے شیخ جی ہم بھی گناہگاروں کا

اُٹھے ہے گرد کی جا نالہ گور سے اُس کی
غبار میر بھی عاشق ہے نے سواروں کا

دل سمجھا نہ محبت کو کچھ اُن نے کیا یہ خیال کیا
خوں ہو بہ سب آپھی[2] گیا جو عشقِ حسن و جمال کیا

آنکھیں لف سے اُس کی لگا کر خاک برابر ہم بھی ہوئے
مہندی کے رنگ اُن پاؤں نے تو بہتوں کو پامال کیا

یوں نکلے ہے فلک ایدھر سے نازکناں جو جاتے تو
خاک سے سبزہ میری اُگا کر اُن نے مجھکو نہال کیا

آگے جواب سے اُن لوگوں کے باری معافی اپنی ہوئی
ہم بھی فقیر ہوئے تھے لیکن ہم نے ترک سوال کیا

حال نہیں ہے عشق سے مجھ میں کس سے میر اب حال کہوں
آپ ہی چاہ کر اُس ظالم کو یہ اپنا میں حال کیا

گزرا بنائے چرخ سے نالہ پگاہ کا
خانہ خراب ہو جیو اس دل کی چاہ کا

آنکھوں میں جی مرا ہے ادھر دیکھتا نہیں
مرتا ہوں میں تو ہائے رے صرفہ نگاہ کا

صد خانماں خراب ہیں ہر ہر قدم پہ دفن
کشتہ ہوں یار میں تو ترے گھر کی راہ کا

اک قطرہ خون ہو کے پلک سے ٹپک پڑا
قصہ یہ کچھ ہوا دلِ غفراں پناہ کا

تلوار مارنا تو تمھیں کھیل ہے ولے
جاتا رہے نہ جان کسو بیگناہ کا

بدنام و خوار و زار و نزار و شکستہ حال
احوال کچھ نہ پوچھئے اس روسیاہ کا

ظالم زمیں سے لوٹتا دامن اُٹھا کے چل[3]
ہوگا کمیں میں ہاتھ کسو دادخواہ کا

[1] مرزا داغ دہلوی سے مصرعے زاہد نافہم نہ میخواروں کا ؛ بخشنے والا بھی دیکھا ہو گنہ گاروں کا
[2] آپھی کے بجائے اب نسمار آپ ہی بولتے ہیں۔
[3] تذکرہ میر میں پہلا مصرع اس طرح ملتا ہے۔ ظالم زمیں سے لوٹتا دامن اُٹھا کے چل مگر وہ صحیح نہیں ہے۔

Marfat.com

اے تاجِ شہ نہ سر کو فرو لاؤں تیرے پاس
ہے معتقد فقیر نمد کی کلاہ کا
بیمار تو نہ ہووے جئے جب تلک کہ میر
سونے نہ دے گا شور تری آہ آہ کا

دل سے شوقِ رخِ نکو نہ گیا
جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا
ہر قدم پر تھی اُس کی منزل لیک
سر سے سودائے جستجو نہ گیا
سب گئے ہوش و صبر و تاب و تواں
لیکن اے داغ دل سے تو نہ گیا
دل میں کتنے مسودّے[1] تھے ولے
ایک پیش اُس کے روبرو نہ گیا
سبحہ گرداں ہی میر ہم تو رہے
دستِ کوتاہ تا سبو نہ گیا

گُل و بُلبل بہار میں دیکھا
ایک تجھ کو ہزار میں دیکھا
جل گیا دل سفید ہیں آنکھیں
یہ تو کچھ انتظار میں دیکھا
آبلے کا بھی ہونا دامنگیر
تیرے کوچے کے خار میں دیکھا
تیرہ عالم ہوا یہ روزِ سیاہ
اپنے دل کے غُبار میں دیکھا
جن بلاؤں کو میر سنتے تھے
اُن کو اس روزگار میں دیکھا

کئی دن سلوک وداع کا مرے درپئے دلِ زار تھا
کبھو درد تھا، کبھو داغ تھا، کبھو زخم تھا، کبھو وار تھا
دمِ صبح بزمِ خوش جہاں، شبِ غم سے کم نہ تھے مہرباں
کہ چراغ تھا سو تو دُود تھا، جو پتنگ تھا سو غبار تھا
دلِ خستہ جو لہو ہو گیا تو بھلا ہوا کہ کہاں تلک
کبھو سوزِ سینہ سے داغ تھا، کبھو درد و غم سے فگار تھا
دلِ مضطرب سے گزر گئی شبِ وصل اپنی ہی فکر میں
نہ دماغ تھا نہ فراغ تھا، نہ شکیب تھا نہ قرار تھا
جو نگاہ کی بھی پلک اُٹھا تو ہمارے دل سے لہو بہا
کہ وہیں وہ ناوکِ بے خطا، کسو کے کلیجے کے پار تھا

[1] مسودہ 'یہاں بمعنی منصوبہ ہے۔

Marfat.com

یہ تمھاری اندلوں دوستاں مژہ جس کے غم میں ہے خونچکاں
وہی آفتِ دلِ عاشقاں کسو وقت ہم سے بھی یار تھا

نہیں تازہ دل کی شکستگی یہی درد تھا یہی خستگی
اُسے جب سے ذوقِ شکار تھا اسے زخم سے سروکار تھا

کبھو جائے گی جو اُدھر صبا۔ تو یہ کہیو اُس سے کہ بے وفا
مگر ایک میرؔ شکستہ پا ترے باغ تازہ میں خار تھا

مہر کی تجھ سے توقع تھی ستمگر نکلا
موم سمجھے تھے ترے دل کو سو پتھر نکلا

داغ ہوں رشکِ محبت سے کہ اتنا بیتاب
کس کی تسکیں کے لئے گھر سے تو باہر نکلا

جیتے جی آہ ترے کوچے سے کوئی نہ پھرا
جو ستم دیدہ رہا جا کے سو مر کر نکلا

دل کی آبادی کی اس حد ہے خرابی کہ نہ پوچھ
جانا جاتا ہے کہ اس راہ سے لشکر نکلا

اشکِ تر، قطرۂ خوں، لختِ جگر، پارۂ دل قطعہ
ایک سے ایک عدو آنکھ سے بہ کر نکلا

گنج کاوی جو کی سینے کی غمِ ہجراں نے
اس دفینے میں سے اقسامِ جواہر نکلا

ہم نے[1] جانا تھا لکھے گا تو کوئی حرف اے میرؔ
پر ترا نامہ تو اک شوق کا دفتر نکلا

رہے خیال تنک ہم بھی روسیاہوں کا
لگے ہو خون بہت کرنے بیگناہوں کا

نہیں ستارے یہ سوراخ پڑ گئے ہیں تمام
فلک حریف ہوا تھا ہماری آہوں کا

گلی میں اُس کی پھٹے کپڑوں پر مت جا
لباس فقر ہے واں فخر بادشاہوں کا

تمام زلف کے کوچے ہیں مار پیچ اُس کے
تجھی کو آوے دلا چلنا ایسی راہوں کا

اسی جو خوبی سے لائے تجھے قیامت میں
تو حرف کن نے کیا گوش دادخواہوں کا

تمام عمر رہیں خاکِ زیرِ پا اُس کے
جو زور کچھ چلے ہم عجز دستگاہوں کا

کہاں سے تہ کریں پیدا یہ ناظمانِ حال
کہ پوچ بافی ہی ہے کام ان جلاہوں کا

حساب کاہے کا روزِ شمار میں مجھ سے
شمار ہی نہیں ہے کچھ مرے گناہوں کا

تری جو آنکھیں ہیں تلوار کے تلے بھی ادھر
فریب خوردہ ہے تو میرؔ کن نگاہوں کا

[1] اسی اندازِ بیان کا ایک شعر مصحفی کا ہے مصحفیؔ ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ ہوگا کوئی زخم ؎ تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا ۱۲

Marfat.com

اُس کا خرام دیکھ کے جایا نہ جائے گا
اے کبک پھر بحال بھی آیا نہ جائے گا

ہم کشتگانِ عشق ہیں ابرو و چشمِ یار
سر سے ہمارے تیغ کا سایا نہ جائے گا

ہم رہروانِ راہِ فنا ہیں برنگِ عمر
جاویں گے ایسے کھوج بھی پایا نہ جائے گا

پھوڑا سا ساری رات جو پکتا رہیگا دل
تو صبح تک تو ہاتھ لگایا نہ جائے گا

اپنے شہیدِ ناز سے بس ہاتھ اُٹھا کہ پھر
دیوانِ حشر میں اُسے لایا نہ جائے گا

اب دیکھ لے کہ سینہ بھی تازہ ہوا ہی چاک
پھر ہم سے اپنا حال دکھایا نہ جائے گا

ہم بیخودانِ محفلِ تصویر اب گئے
آئندہ ہم سے آپ میں آیا نہ جائے گا

گو بیستوں کو ٹال دے آگے سے کوہکن
سنگِ گرانِ عشق اٹھایا نہ جائے گا

یاد اُس کی اتنی خوب نہیں میرؔ باز آ
نادان پھر وہ جی سے بھلایا نہ جائے گا

ایسا ترا رہ گزر نہ ہوگا
ہر گام پہ جس میں سر نہ ہوگا

کیا اُن نے نشے میں مجھکو مارا
اتنا بھی تو بے خبر نہ ہوگا

دھوکا ہی تمام بحرِ دُنیا
دیکھے گا کہ ہونٹھ تر نہ ہوگا

آئی جو شکست آئنہ پر
روئے دل یار ادھر نہ ہوگا

دشمنوں سے کسی کا اتنا ظالم
ٹکڑے ٹکڑے جگر نہ ہوگا

اب دل کے تئیں دیا تو سمجھا
محنت زدوں کے جگر نہ ہوگا

دُنیا کی نہ کر تو خواستگاری
اس سے کبھو بہرہ ور نہ ہوگا

آخانہ خرابی اپنی مت کر
قحبہ ہے یہ اس سے گھر نہ ہوگا

ہو اس سے جہاں سیاہ تد بھی
نالے میں مرے اثر نہ ہوگا

پھر نوحہ گری کہاں جہاں ہیں
ماتم زدہ میرؔ اگر نہ ہوگا

غم اُس کو ساری رات سُنایا تو کیا ہوا
یا روز اُٹھ کے سر کو پھرایا تو کیا ہوا

اُن نے تو مجھ کو جھوٹے بھی پوچھا نہ ایکبار
میں نے اُسے ہزار جتایا تو کیا ہوا

خواہاں نہیں وہ کیوں ہی میں اپنی طرف سے یوں
دل دے کے اُس کے ہاتھ بکایا تو کیا ہوا

اب سعی کر سپہر کہ میرے موئے گئے
اُس کا مزاج مہر پہ آیا تو کیا ہوا

Marfat.com

مت رنجہ کر کسی کو کہ اپنے تو اعتقاد — دل ڈھائے کر جو کعبہ بنایا تو کیا ہوا[1]
میں صیدِ ناتواں بھی تجھے کیا کرونگا یاد — ظالم اک اور تیر لگایا تو کیا ہوا
کیا کیا دعائیں مانگی ہیں خلوت میں شیخ یوں — ظاہر جہاں سے ہاتھ اٹھایا تو کیا ہوا
وہ فکر کر کہ چاک جگر پاوے التیام — ناصح جو تو نے جامہ سلایا تو کیا ہوا

جیتے تو میر اُن نے مجھے داغ ہی رکھا
پھر گور پر چراغ جلایا تو کیا ہوا

گرچہ سردار مزوں کا ہے امیری کا مزا — چھوڑ لذت کے تئیں لے تو فقیری کا مزا
اے کہ آزاد ہے ٹک چکھ نمک مرغِ کباب — تا تو جانے کہ یہ ہوتا ہے اسیری کا مزا

ہم تو گمراہ جوانی کے مزوں پر ہیں میر
حضرتِ خضرؑ کو ارزانی ہو پیری کا مزا

دل جو تھا اک آبلہ پھوٹا گیا — رات کو سینہ بہت کوٹا گیا
طائرِ رنگِ حنائی سی طرح — دل نہ اُس کے ہاتھ سے چھوٹا گیا
میں نہ کہتا تھا کہ منہ کر دل کی اور — اب کہاں وہ آئینہ ٹوٹا گیا
دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے — یہ نگر سَو مرتبہ لوٹا گیا

میر کس کو اب دماغِ گفتگو
عمر گزری ریختہ چھوٹا گیا

یاد ایام کہ یاں ترکِ شکیبائی تھا — ہر گلی شہر کی یاں کوچۂ رسوائی تھا
اتنی گزری جو ترے ہجر میں سو اسکے سبب — صبر مرحوم عجب مونسِ تنہائی تھا
تیرے جلوہ کا مگر رو تھا سحر گلشن میں — نرگس اک دیدۂ حیرانِ تماشائی تھا

یہی زلفوں کی تری بات تھی یا کاکل کی
میر کو خوب کیا سیر تو سودائی تھا

اے دوست کوئی مجھ سا رسوا نہ ہوا ہوگا — دشمن کے بھی دشمن پر ایسا نہ ہوا ہوگا
اب اشکِ حنائی سے جو تر نکرے مژگاں — وہ تجھ کفِ رنگیں کا مارا نہ ہوا ہوگا
ٹک گورِ غریباں کی کر سیر کہ دنیا میں — ان ظلم رسیدوں پر کیا کیا نہ ہوا ہوگا

[1] دل بدست آور کہ حجِ اکبر است ؛ از ہزاراں کعبہ یکدل بہتر است ۔ کعبہ بنگاہ خلیل آزر است ؛ دل گزرگاہ جلیل اکبر است۔

Marfat.com

ہے قاعدۂ کلی یہ کوئے محبت میں
دل گم جو ہوا ہوگا پیدا نہ ہوا ہوگا

اس کہنہ خرابے میں آبادی نہ کر منعم
اک شہر نہیں یاں جو صحرا نہ ہوا ہوگا

آنکھوں سے تری ہم کو ہے چشم کہ اب ہووے
جو فتنہ کہ دنیا میں برپا نہ ہوا ہوگا

جز مرتبۂ کل کو حاصل کرے ہے آخر
اک قطرہ نہ دیکھا جو دریا نہ ہوا ہوگا

صد نشتر مژگاں کے لگنے سے نہ نکلا خوں
آگے تجھے میر ایسا سودا نہ ہوا ہوگا

عالم میں کوئی دل کا طلبگار نہ پایا
اس جنس کا یاں ہم نے خریدار نہ پایا

حق ڈھونڈھنے کا آپ کو آتا نہیں ورنہ
عالم ہے سبھی یار کہاں یار نہ پایا

غیروں ہی کے ہاتھوں میں رہے دستِ نگاریں
کب ہم نے ترے ہاتھ سے آزار نہ پایا

جاتی ہے نظر خس پہ گہ چشم پریدن
یاں ہم نے پرِ کاہ بھی بیکار نہ پایا

تصویر کے مانند لگے در ہی سے گزری
مجلس میں تری ہم نے کبھو بار نہ پایا

سوراخ ہے سینے میں ہر اک شخص کے تجھ سے
کس دل کے ترا تیرِ نگہ پار نہ پایا

مربوط ہیں تجھ سے بھی یہی ناکس و نااہل
اس باغ میں ہم نے گل بے خار نہ پایا

دم بعد جنوں مجھ میں نہ محسوس تھا یعنی
جامہ میں مرے یاروں نے اک تار نہ پایا

آئینہ بھی حیرت سے محبت کی ہوئے ہم
پر سیر ہو اس شخص کا دیدار نہ پایا

وہ کھینچ کے شمشیر ستم رہ گیا جو میر
خوں ریزی کا یاں کوئی سزاوار نہ پایا

کیا مرے آنے پہ تو اے بت مغرور گیا
کبھی اس راہ سے نکلا تو تجھے گھور گیا

لے گیا صبح کے نزدیک مجھے خواب اے وائے
آنکھ اس وقت کھلی قافلہ جب دور گیا

گور سے نالے نہیں اٹھتے تو نے اگتی ہے
جی گیا پر نہ ہمارا سرِ پرشور گیا

چشم خوں بستہ سے کل رات لہو پھر ٹپکا
ہم نے جانا تھا کہ بس اب تو یہ ناسور گیا

ناتواں ہم ہیں کہ ہیں خاک گلی کی اس کے
اب تو بے طاقتی سے دل کا بھی مقدور گیا

لے کہیں منہ پہ نقاب اپنے کہ اے غیرتِ صبح
شمع کے چہرۂ رخشاں سے تو اب نور گیا

نالہ میر نہیں رات سے سنتے ہم لوگ
کیا ترے کوچہ سے اے شوخ وہ رنجور گیا

Marfat.com

خواہ مجھ سے لڑ گیا اب خواہ مجھ سے مل گیا / کیا کہوں اے ہمنشیں میں تجھ سے حاصل دل گیا
اپنے ہی دل کو نہ ہو وا شد تو کیا حاصل نسیم / گو چمن میں غنچۂ پژمردہ تجھ سے کھل گیا
دل سے آنکھوں میں لہو آتا ہے شاید رات کو / کشمکش میں بیقراری کی یہ پھوڑا چھل گیا
قیس کا کیا کیا گیا اودھر دل دیں، ہوش و صبر / جس طرف صحراے لیلیٰ کا چلا محمل گیا
رشک کی جاگہ ہے مرگ اُس کشتۂ حسرت کی میر / نعش کے ہمراہ جس کی گور تک قاتل گیا

تا بمقدور انتظار کیا / دل نے اب زور بے قرار کیا
دشمنی ہم سے کی زمانے نے / کہ جفا کار تجھ سا یار کیا
یہ توہم کا کارخانہ ہے / یہاں وہی ہے جو اعتبار کیا
ایک ناوک نے اُس کی مژگاں کے / طائر سدرہ تک شکار کیا
صد رگِ جاں کو تاب دے باہم / تیری زلفوں کا ایک تار کیا
ہم فقیروں سے بے ادائی کیا / آن بیٹھے جو تم نے پیار کیا
سخت کافر تھا جن نے پہلے میر / مذہب عشق اختیار کیا

شب تھا نالاں عزیز کوئی تھا / مرغِ خوش خواں عزیز کوئی تھا
تھی تمھارے ستم کی تاب اُس تک / صبر جویاں عزیز کوئی تھا
شب کو اُس کا خیال تھا دل میں / گھر میں مہماں عزیز کوئی تھا
چاہ بیجا نہ تھی زلیخا کی / ماہِ کنعاں عزیز کوئی تھا
اب تو اُس کی گلی میں خوار ہے لیک / میر یہاں عزیز کوئی تھا

چھوٹا کئے پیالے لنڈھتا پھرا قرابا / مستی میں میری تھا یاں اک شور اور شرابا
حکمت ہی کچھ جو گردوں یکساں پھرا کرے ہے / چلتا نہیں وگرنہ شام و سحر عرابا
باہم ہوا کریں ہیں دن رات نیچے اوپر / یہ نرم شانے لونڈے ہیں مخمل دوخوابا
ان صحبتوں میں آخر جانیں ہی جاتیاں ہیں / نے عشق کو ہے صرفہ نے حسن کو محابا
ہر چند ناتواں ہیں پر آگیا جو جی میں / دیں گے ملا زمیں سے تیرا فلک قلابا

Marfat.com

دے دن گئے کہ آنکھیں دریا سی بہتیاں تھیں — سوکھا پڑا ہے اب تو مدت سے یہ دوآبا
منھ دھوتے وقت اُس کے اکثر دکھائی دے ہی — خورشید لے رہا ہے اک روز آفتابا
اب شہر ہر طرف سے میدان ہو گیا ہے — پھیلا تھا اس طرح کا کاہیکو یاں خرابا

دل تفتگی کی اپنی ہجراں میں شرح کیا دوں
چھاتی تو میر میری جل کر ہوئی ہے تابا

دکھ اب فراق کا ہم سے سہا نہیں جاتا — پھر اس پہ ظلم یہ ہے کچھ کہا نہیں جاتا
ہوئی ہے اتنی تری عکسِ زلف کی حیراں — کہ موجِ بحر کے مطلق بہا نہیں جاتا
نہیں گزرتی گھڑی کوئی مجھ خراب پر آہ — کہ جس میں غم سے ترے جی ڈہا نہیں جاتا
ستم کچھ آج گلی میں تری نہیں مجھ پر — کب آ کے خون میں میں یہاں نہا نہیں جاتا

خراب مجھ کو کیا اضطرابِ دل نے میر
کہ ٹک بھی اس کنے اُس بن رہا نہیں جاتا

مجھے تھے میر ہم کہ یہ ناسور کم ہوا — پھر ان دنوں میں دیدۂ خونبار نم ہوا
آئے برنگِ ابر عرق ناک تم ادھر — حیراں ہوں کہ آج کدھر کو کرم ہوا
تجھ بن شراب پی کے موئے سب ترے خراب — ساقی بغیر تیرے انھیں جام سم ہوا
کافر ہمارے دل کی نہ پوچھ اپنے عشق میں — بیت الحرام تھا سو وہ بیت الصنم ہوا

قطعہ
خانہ خراب کس کا کیا تیری چشم نے — تھا کون یوں جسے تو نصیب ایک دم ہوا
تلوار کس کے خون میں سر ڈوب ہی تری — یہ کس اجل رسیدہ کے گھر پر ستم ہوا نشتر

قطعہ
آئی نظر جو گورِ سلیمانؑ کی ایک روز — کوچے پر اُس مزار کے تھا یہ رقم ہوا
کلّے سرکشاں جہاں میں کھنچا تھا ہی تو سر — پایانِ کار مور کے خاک قدم ہوا

لہ بقاء اللہ بقا اکبرآبادی کا دوآبے کے متعلق یہ شعر ہے ۔ سیلاب سے آنکھوں کے رہتے ہیں خرابے میں ٭ ٹکڑے جو مرے دل کے بستے ہیں دوآبے میں بقا کا خیال تھا کہ اسی شعر سے دوآبے کا لفظ لیکر میر نے یہ شعر کہا ہے ۔ دے دن گئے کہ آنکھیں دریا سی بہتیاں تھیں ٭ سوکھا الخ چنانچہ اسی بنا پر انھوں نے یہ قطعہ کہا ۔ میر نے گر ترا مضمون دوآبے کا لیا ٭ اے بقا تو بھی دعا دے جو دعا دینی ہو ٭ یا خدا میر کی آنکھوں کو دوآبہ کر دے ٭ بہنے کا یہ عالم ہو کہ ترہنی ہو ۔ میر و سودا سے بقا کی برابر نوک جھونک ہوا کرتی تھی چنانچہ ایک اور موقع پر کہا ہے ۔ پگڑی اپنی سنبھالئے گا میر ٭ اور بستی نہیں یہ دلی ہے ایک اور موقع پر کہا ہے ۔ میر و مرزا کی شعرخوانی نے ٭ بسکہ عالم میں دھوم ڈالی تھی ٭ کھول دیوان دونوں صاحب کے ٭ اے بقا ہم نے جب زیارت کی ٭ کچھ نہ پایا سوائے اس کے سخن ٭ ایک تو تو کہے جو اک ہی ہی مستفاد از گل رعنا

Marfat.com

افسوس کی بھی چشم تھی ان سے خلافِ عقل (قطعہ) | بارِ علاقہ سے تو عبث پشت خم ہوا
اہلِ جہاں ہیں سارے ترے جیتے جی تلک | پوچھیں گے بھی نہ بات جہاں تو عدم ہوا

کیا کیا عزیز دوست ملے میر خاک میں
نادان یہاں کسو کا کسو کو بھی غم ہوا

دل و دماغ ہے اب کس کو زندگانی کا | جو کوئی دم ہے تو افسوس ہے جوانی کا
اگرچہ عمر کے دس دن یہ لب رہے خاموش | سخن رہیگا سدا میری کم زبانی کا
سبک ہے آوے جو مندیل رکھ نماز کو شیخ | رہا ہے کون سا اب وقت سرگرانی کا
ہزار جان سے قربان بے پری کے ہیں | خیال بھی کبھو گزرا نہ پرفشانی کا
پھرے ہے کھینچے ہی تلوار مجھ پہ ہر دم تو | کہ صید ہوں میں تری دشمنی جانی کا

نمود کرکے وہیں بحرِ غم میں بیٹھ گیا
کہے تو میر بھی اک بلبلا تھا پانی کا

موا میں سجدہ میں پر نقش میرا یار رہا | اس آستاں پہ مری خاک سے غبار رہا
جنوں میں اب بھی مجھے اپنے دل کا غم ہے حیف | خبر لی جبکہ نہ جامے میں ایک تار رہا
بشر ہے وہ پہ کھلا جب سے اس کا دامِ زلف | سرزہ اس کی فرشتے ہی کا شکار رہا
کبھو نہ آنکھوں میں آیا وہ شوخ خواب کی طرح | تمام عمر ہمیں اس کا انتظار رہا
شرابِ عیش میسر ہوئی جسے اک شب | پھر اس کو روزِ قیامت تلک خمار رہا
بتاں کے عشق نے بے اختیار کر ڈالا (قطعہ) | وہ دل کہ جس کا خدائی میں اختیار رہا
وہ دل کہ شام و سحر جیسے پکا پھوڑا تھا | وہ دل کہ جس سے ہمیشہ جگر فگار رہا
تمام عمر گئی اس پہ ہاتھ رکھتے ہمیں | وہ دردناک علی الرغم بیقرار رہا
ستم میں غم میں سرانجام اس کا کیا کہیے | ہزاروں حسرتیں تھیں تس پہ جی کو مار رہا
بہا تو خون ہو آنکھوں کی راہ بہ نکلا | رہا جو سینۂ سوزاں میں داغدار رہا
سو اس کو ہم سے فراموش کاریوں لیکئے[۱] | کہ اس سے قطرۂ خوں بھی نہ یادگار رہا

گلی میں اس کی گیا، سو گیا نہ بولا پھر
میں میر میر کر اس کو بہت پکار رہا

۱ لے گئے کا استعمال بروزن فعلن اب متروک ہے۔

Marfat.com

جیتے جی کوچۂ دلدار سے جایا نہ گیا
اُس کی دیوار کا سر سے مرے سایا نہ گیا

کاو کاوِ مژۂ یار و دلِ زار و نزار
گتھ گئے ایسے شتابی کہ چھڑایا نہ گیا

وہ تو کل دیر تلک دیکھتا ایدھر کو رہا
ہم سے ہی حالِ تباہ اپنا دکھایا نہ گیا

گرم رو راہِ فنا کا نہیں ہو سکتا پتنگ
اُس سے تو شمع نمط سر بھی کٹایا نہ گیا

پاسِ ناموسِ محبت تھا کہ فرہاد کے پاس
بیستوں سامنے سے اپنے اٹھایا نہ گیا

خاک تک کوچۂ دلدار کی چھانی ہم نے
جستجو کی پہ دلِ گم شدہ پایا نہ گیا

آتشِ تیز جدائی میں یکایک اُس بن
دل جلا یوں کہ تنک جی بھی جلایا نہ گیا

مہ نے آ سامنے شب یاد دلایا تھا اُسے
پھر وہ تا صبح مرے جی سے بھلایا نہ گیا

زیرِ شمشیرِ ستم میرؔ تڑپنا کیسا
سر بھی تسلیمِ محبت میں ہلایا نہ گیا

جی میں آتا ہے کہ کچھ اور بھی موزوں کیجے
دردِ دل ایک غزل میں تو سنایا نہ گیا

دل کے تئیں آتشِ ہجراں سے بچایا نہ گیا
گھر جلا سامنے پر ہم سے بجھایا نہ گیا

دل میں رہ دل میں کہ معمارِ قضا سے اب تک
ایسا مطبوع مکاں کوئی بنایا نہ گیا

کبھو عاشق کے ترے جبہے سے ناخن کا خراش
خطِ تقدیر کے مانند مٹایا نہ گیا

کیا تنک حوصلہ تھی دیدۂ دل اپنی آہ
ایک دم رازِ محبت کا چھپایا نہ گیا

دل جو دیدار کا قاتل کے بہت بھوکا تھا
اُس ستم کشتہ سے اک زخم بھی کھایا نہ گیا

میں تو تھا صیدِ زبوں صیدگہِ عشق کے بیچ
آپ کو خاک میں بھی خوب ملایا نہ گیا

شہرِ دل آہ عجب جائے تھی پر اُس کے گئے
ایسا اُجڑا کہ کسی طرح بسایا نہ گیا

آج رہتی نہیں خامے کی زباں رکھیے معاف
حرف کا طول بھی جو مجھ سے گھٹایا نہ گیا

گل میں اُس کی سی جو بو آئی تو آیا نہ گیا
ہم کو بن دوشِ ہوا باغ سے لایا نہ گیا

آہ جو نکلی مرے منہ سے تو افلاک کے پاس
اُس کے آشوب کے عہدے سے بر آیا نہ گیا

گل نے ہر چند کہا باغ میں رہ پر اُس بن
جی جو اُچٹا تو کسو طرح لگایا نہ گیا

Marfat.com

سرنشینِ رہِ میخانہ ہوں میں کیا جانوں
رسمِ مسجد کے تئیں شیخ کہ آیا نہ گیا

حیف وے جنگی وہ اس وقت میں پہنچا جس وقت
اُن کنے حال اشاروں سے بتایا نہ گیا

خطرِ راہِ محبت کہیں جوں حرف مٹے
جس سے اُس طرف کو قاصد بھی چلایا[۱] نہ گیا

خوفِ آشوب سے غوغائے قیامت کیلئے
خونِ خوابیدۂ عشاق جگایا نہ گیا

میر مت عذر گریباں کے پھٹے رہنے کا کر
زخمِ دل چاک جگر تھا کہ سلایا نہ گیا

ادھر آکر شکار افگن ہمارا
مشبک کر گیا ہے تن ہمارا

گریباں سے رہا کوتہ تو پھر ہی
ہمارے ہاتھ میں دامن ہمارا

گئے جوں شمع اُس مجلس میں جلنے
سبھوں پر حال ہے روشن ہمارا

بلا جس چشم کو کہتے ہیں مردم
وہ ہے عینِ بلا مسکن ہمارا

ہوا رونے سے رازِ دوستی فاش
ہمارا گریہ تھا دشمن ہمارا

بہت چاہا تھا ابرِ تر لے لیکن
نہ منت کش ہوا گلشن ہمارا

چمن میں ہم بھی زنجیری رہے ہیں
سُنا ہوگا کبھو شیون ہمارا

کیا تھا ریختہ پردہ سخن کا
سو ٹھہرا ہے یہی اب فن ہمارا

نہ پہنچے میکدے میں میر کیونکر
گرو شیشو جا ہی پیراہن ہمارا

گلیوں میں اب تلک تو مذکور ہے ہمارا
افسانۂ محبت مشہور ہے ہمارا

مقصود کو تو دیکھیں کب تک پہنچتے ہیں ہم
بالفعل اب ارادہ تا گور ہے ہمارا

کیا آرزو تھی جس سے سب چشم ہو گئے ہیں
ہر زخم ششو جگہ سے ناسور ہے ہمارا

تیں آہ عشق بازی چوپڑ عجب بچھائی
کچی پڑیں ہیں نردیں گھر دور ہے ہمارا

تاچند پشتِ پا پر شرم و حیا سے آنکھیں
احوال کچھ بھی تم کو منظور ہے ہمارا

بے طاقتی کریں تو تم بھی معاف رکھیو
کیا کیجئے کہ دل بھی مجبور ہے ہمارا

ہیں مشتِ خاک لیکن جو کچھ ہیں میر ہم ہیں
مقدور سے زیادہ مقدور ہے ہمارا

[۱] چلایا نہ گیا، بجائے بھیجا نہ گیا۔ فی زمانا متروک ہے۔

Marfat.com

سحر گہ عید میں دورِ سبو تھا | پر اپنے جام میں تجھ بن لہو تھا

غلط تھا آپ سے غافل گزرنا | نہ سمجھے ہم کہ اس قالب میں تو تھا

چمن کی وضع نے ہم کو کیا داغ | کہ ہر غنچہ دلِ پُر آرزو تھا

گل و آئینہ کیا خورشید و مہ کیا | جدھر دیکھا تدھر تیرا ہی رو تھا

کروگے یاد باتیں تو کہو گے | کہ کوئی رفتۂ بسیار گو تھا

جہاں پُر ہے فسانے سے ہمارے | دماغِ عشق ہم کو بھی کبھو تھا

مگر دیوانہ تھا گل بھی کسو کا | کہ پیراہن میں سو جاگہ رفو تھا

کہیں کیا بال تیرے کھل گئے تھے | کہ جھونکا باؤ کا کچھ مشک بو تھا

نہ دیکھا میرؔ آوارہ کو لیکن
غبار اک ناتواں سا کو بکو تھا

راہ[۱] دورِ عشق سے روتا ہے کیا | آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

قافلے میں صبح کے اک شور ہے | یعنی غافل ہم چلے سوتا ہے کیا

سبز ہوتی ہی نہیں یہ سرزمیں | تخمِ خواہش دل میں تو بوتا ہے کیا

یہ نشانِ عشق ہیں جاتے نہیں | داغ چھاتی کے عبث دھوتا ہے کیا

غیرتِ یوسف ہے یہ وقتِ عزیز
میرؔ اس کو رائیگاں کھوتا ہے کیا

رونا ٹک اک تھنبھا تو غمِ بیکراں سہا | دس دن رہے جہان میں ہم سو دہا دہا

پہلو میں اک گرہ سی تہِ خاک ساتھ ہے | شاید کہ مر گئے پہ بھی خاطر میں کچھ رہا

آنکھوں نے رازداری محبت کی خوب کی | آنسو جو آتے آتے رہے تو لہو بہا

آئے تھے اک امید پہ تیری گلی میں ہم | سو آہ اس طرح چلے لو ہو میں ہم نہا

کس کس طرح سے میرؔ نے کاٹا ہے عمر کو
اب آخر آخر آن کے یہ ریختہ کہا

بیکسانہ جی گرفتاری سے شیون میں رہا | ایک دل غمخوار رکھتے تھے سو گلشن میں رہا

پنجۂ گل کی طرح دیوانگی میں ہاتھ کو | گر نکالا میں گریباں سے تو دامن میں رہا

[۱] یہ شعر اس طرح بھی مشہور ہے ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا الخ مگر صحیح اسی طرح ہے جیسا کہ نقل ہوا۔

Marfat.com

شمع ساں جلتے رہے لیکن نہ توڑا یار سے
رشتۂ الفت تمامی عمر گردن میں رہا

ڈرتے اُس شمشیرزن کے جوہرِ آئینہ ساں
سر سے لیکر پاؤں تک میں غرقِ آہن میں رہا

ہم نہ کہتے تھے کہ مت دیر و حرم کی راہ چل
اب یہ دعویٰ حشر تک شیخ و برہمن میں رہا

درپے دل ہی رہے اس چہرے کے خالِ سیاہ
ڈر ہمیں ان چوٹوں کا روزِ روشن میں رہا

آہ کس انداز سے گزرا بیاباں سے کہ میر
جی ہر اک نخچیر کا اُس صیدافگن میں رہا

غمزے نے اُس کے چوری میں دل کی ہنر کیا
اُس خانماں خراب نے آنکھوں میں گھر کیا

رنگ اڑ چلا چمن میں گلوں کا تو کیا نسیم
ہم کو تو روزگار نے بے بال و پر کیا

نافع جو تھیں مزاج کو اول سو عشق میں
آخر اُنھیں دواؤں نے ہم کو ضرر کیا

کیا جانوں بزمِ عیش کہ ساقی کی چشم دیکھ
میں صحبتِ شراب سے آگے سفر کیا

جس دم کہ تیغِ عشق کھنچی بوالہوس کہاں
سُن لیجیو کہ ہم ہی نے سینہ سپر کیا

دل زخمی ہو کے تجھ تئیں پہنچا تو کم نہیں
اس نیم کشتہ نے بھی قیامت جگر کیا

ہے کون آپ میں جو ملے تجھ سے مستِ ناز
ذوقِ خبر ہی نے تو ہمیں بے خبر کیا

وہ وحشتِ خوفناک رہا ہے مرا وطن
سُن کر جسے خضر نے سفر سے حذر کیا

کچھ کم نہیں ہیں شعبدہ بازوں سے میگسار
دارو پلا کے شیخ کو آدم سے خر کیا

ہیں چاروں طرف خیمے کھڑے گردباد کے
کیا جانیے جنوں نے ارادہ کدھر کیا

لکنت تری زبان کی ہے سحر جس سے شوخ
اک حرف نیم گفتہ نے دل پر اثر کیا

بے شرم محض ہے وہ گنہگار جن نے میر
ابرِ کرم کے سامنے دامانِ تر کیا

تا کسی سے پاس میرے یار کا آنا گیا
بس گیا میں جان سے اب اُس سے یہ جانا گیا

کچھ نہ دیکھا پھر بجز اک شعلۂ پرپیچ و تاب
شمع تک ہم نے تو دیکھا تھا کہ پروانا گیا

ایک ہی چشمک تھی فرصتِ صحبتِ احباب کی
دیدۂ تر ساتھ لے مجلس سے پیمانا گیا

گل کھلے صد رنگ تو کیا بے پری سے اے نسیم
مدتیں گزریں کہ وہ گلزار کا جانا گیا

دور تجھ سے میر نے ایسا تعب کھینچا کہ شوخ
کل جو میں دیکھا اُسے مطلق نہ پہچانا گیا

Marfat.com

ہاتھ سے تیرے اگر میں ناتواں مارا گیا / سب کہیں گے یہ کہ کیا اک نیم جاں مارا گیا
یک نگہ سے بیش کچھ نقصاں نہ آیا اُس کے تئیں / اور میں بیچارہ تو اے مہرباں مارا گیا
وصل و ہجراں سی جو دو منزل ہیں راہِ عشق کی / دل غریب ان میں خدا جانے کہاں مارا گیا
دل نے سر کھینچا دیارِ عشق میں اے بوالہوس / وہ سراپا آرزو آخر جواں مارا گیا

کب نیازِ عشق نازِ حسن سے کھینچے ہے ہاتھ / آخر آخر میرؔ سر بر آستاں مارا گیا

محبت کا جب زور بازار ہوگا / بکیں گے سر اور کم خریدار ہوگا
نہ خالی رہے گی مری جا گہ گر میں / نہوں گا تو اندوہ بسیار ہوگا
یہ منصور کا خون ناحق کہ حق تھا / قیامت کو کس کس سے خوں دار ہوگا
عجب شیخ جی کی ہے شکل و شمائل / ملے گا تو صورت سے بیزار ہوگا
کھنچے عہدِ خط میں بھی دل تیری جانب / کبھو تو قیامت طرحدار ہوگا
زمیں گیر ہو عجز سے تو کہ اک دن / یہ دیوار کا سایہ دیوار ہوگا

نہ پوچھ اپنی مجلس میں ہے میرؔ بھی یاں / جو ہوگا تو جیسے گنہگار ہوگا

اشک آنکھوں میں کب نہیں آتا / لہو آتا ہے جب نہیں آتا
ہوش جاتا نہیں رہا لیکن / جب وہ آتا ہے تب نہیں آتا
صبر تھا ایک مونسِ ہجراں / سو وہ مدت سے اب نہیں آتا
دل سے رخصت ہوئی کوئی خواہش / گریہ کچھ بے سبب نہیں آتا
قطعہ
عشق کو حوصلہ ہے شرط ارنہ / بات کا کس کو ڈھب نہیں آتا
جی میں کیا کیا ہے اپنے اے ہمدم / پر سخن تا بلب نہیں آتا

دور بیٹھا غبارِ میرؔ اس سے / عشق بن یہ ادب نہیں آتا

کب تک تو امتحاں میں مجھ سے جدا رہے گا / جیتا ہوں تو تجھی میں یہ دل لگا رہے گا
یہاں ہجر اور ہم میں بگڑی ہے کب کی صحبت / زخمِ دل و نمک میں کب تک مزا رہے گا
تو برسوں میں ملے ہے یاں فکر یہ رہے ہے / جی جائے گا ہمارا اک دم کو یا رہے گا

Marfat.com

غافل نہ رہیو ہرگز نادان داغ دل سے
بھڑکے گا جب یہ شعلہ تب گھر جلا رہے گا

مرنے پر اپنے مت جا سالک طلب میں لگی
گو سر کو کھو رہیگا پر اُس کو پا رہے گا

عمرِ عزیز ساری دل ہی کے غم میں گزری
بیمار عاشقی یہ کس دن بھلا رہے گا

دیدار کا تو وعدہ محشر میں دیکھ کر کے
بیمارِ غم میں تیرے تب تک تو کیا رہے گا

کیا ہے جو اٹھ گیا ہے پر بستۂ وفا ہے
قیدِ حیات میں ہی تو میر آ رہے گا

جو یہ دل ہے تو کیا سر انجام ہوگا
تہِ خاک بھی خاک آرام ہوگا

مرا جی تو آنکھوں میں آیا یہ سنتے
کہ دیدار بھی ایک دن عام ہوگا

نہ ہوگا وہ دیکھا جسے کبک تو نے
وہ اک باغ کا سرو اندام ہوگا

نہ نکلا کر اتنا بھی بے پردہ گھر سے
بہت اس میں ظالم تو بدنام ہوگا

ہزاروں کی یہاں لگ گئیں چھت سے آنکھیں
تو اے ماہ کس شب لب بام ہوگا

جگر چاکی ناکامی دنیا ہے آخر
نہیں آئے جو میر کچھ کام ہوگا

خواب میں تو نظر جمال پڑا
پر مرے جی ہی کے خیال پڑا

وہ نہانے لگا تو سایۂ زلف
بحر میں تو کہے کہ جال پڑا

میں نے تو سر دیا پر اے جلاد
کس کی گردن پہ یہ وبال پڑا

شیخ قلاش ہی جوے میں نہ لاؤ
یہاں ہمارا ہے ہے مال پڑا

خوبرو اب نہیں ہیں گندم گوں
میر ہندوستاں میں کال پڑا

سلہ
نہ پوچھ خواب زلیخا نے کیا خیال لیا
کہ کاروان کا کنعاں کے جی نکال لیا

رہِ طلب میں گرے ہوتے سر کے بل ہم بھی
شکستہ پائی نے اپنی ہمیں سنبھال لیا

رہوں ہوں برسوں سے ہمدوش پر کبھوں نے
گلے میں ہاتھ مرا پیار سے نہ ڈال لیا

بتاں کی میر ستم وہ نگاہ ہے جس نے
خدا کے واسطے بھی خلق کا وبال لیا

سلہ ایک قلمی نسخہ مرقومہ ۱۲۲۳ھ محفوظہ ندوۃ العلما لائبریری میں یہ غزل نہیں پائی جاتی۔ آسی

Marfat.com

نقاش دیکھ تو میں کیا نقشِ یار کھینچا
اُس شوخ کم نما کا نت انتظار کھینچا

رسمِ قلمروِ عشق مت پوچھ کچھ کہ ناحق
ایکوں کی کھال کھینچی ایکوں کو دار کھینچا

تھا بد شراب ساقی کتنا کہ رات مے سے
میں نے جو ہاتھ کھینچا اُن نے کٹار کھینچا

مستی میں شکل ساری نقاش سے کھنچی پر
آنکھوں کو دیکھ اُس کی آخر خمار کھینچا

جی کھنچ رہے ہیں ادھر عالم کا ہوگا بلوا
گر شانے تو نے اُس کی زلفوں کا تار کھینچا

تھے شب کسو کے کسائے تیغ کشیدہ کف میں
پر میں نے بھی بغل میں بے اختیار کھینچا

(حاشیہ: تھی)

پھرتا ہے میر تو جو پھاڑے ہوئے گریباں
کس کس ستم زدے نے دامانِ یار کھینچا

یہ حسرت ہے مروں اس میں لئے لبریز پیمانا
مہکتا ہو نپٹ جو پھول سی دارو سے میخانا

نہ دے زنجیر کے غل ہیں نہ دے جرگے غزالوں کے
مرے دیوان پن تک ہی رہا معمور ویرانا

مرا سر نزع میں زانو پہ رکھ کر یوں لگا کہنے
کہ اے بیمار میرے تجھ پہ جلد آساں ہو مر جانا

نہ ہو کیوں ریختہ بے شورش و کیفیت و معنی
گیا ہو میر دیوانہ رہا سودا[۱] سو مستانا

بارہا گور دل جھنکا لایا
اب کے شرطِ وفا بجا لایا

قدر رکھتی نہ تھی متاعِ دل
سارے عالم میں میں دکھا لایا

دل کہ اک قطرہ خوں نہیں ہے بیش
ایک عالم کے سر بلا لایا

---

۱ سودا۔ یعنی مرزا رفیع المتخلص بہ 'سودا' جو میر صاحب کے مشہور معاصر، شاہ حاتم کے شاگرد۔ اور دلی کے قدیم باشندے تھے، ایک ضخیم کلیات جس میں سب قسم کا کلام موجود ہے اور جو اب مطبع ہٰذا میں نہایت اہتمام سے بترتیب جدید چھاپا گیا ہے اُن سے یادگار ہے۔ میر صاحب اُن کو بڑا زبردست شاعر مانتے ہیں چنانچہ نکات الشعراء میں ان کے متعلق یہ رائے لکھی ہے

"جوانیست خوش خلق و خوش خوئے گرم جوش، یار باش شگفتہ رو، مولدش شاہجہان آباد است، نوکر پیشہ و غزل و قصیدہ و مثنوی و قطعہ و مخمس و رباعی ہمہ را خوب می گوید۔ سرآمد شعرائے ہندی اوست۔ بسیار خوش گو است۔ ہر شعرش طرف لطف بستہ رستہ۔ و چمن بندی الفاظش گل معنی دستہ دستہ۔ ہر مصرع برجستہ اش ابر آزادیدہ پیش فکر عالیش طبع عالی شرمندہ شاعر ریختہ چنانچہ ملک الشعرائی ریختہ او را شاید!"

مرزا سودا دہلی کی طوائف الملوکی کے زمانہ میں لکھنؤ چلے آئے اور یہاں کے حکمرانوں کے درباری شعراء میں منسلک ہے اور پھر عمر بھر لکھنؤ سے نہ نکلے چنانچہ ۱۱۹۵ھ مطابق ۱۷۸۱ء میں یہیں انتقال کیا اور یہیں مدفون ہوئے۔

Marfat.com

سب پہ جس بار[1] نے گرانی کی | اُس کو یہ ناتواں اُٹھا لایا
دل مجھے اُس گلی میں لیجاکر | اور بھی خاک میں ملا لایا
ابتدا ہی میں مرگئے سب یار | عشق کی کون انتہا لایا
ابتو جاتے ہیں بتکدے سے میر | پھر ملیں گے اگر خدا لایا

کیا عجب پل میں اگر ترک ہو اُس سے جاں کا | ہو جو زخمی کسو برہم زدنِ مژگاں کا
اُٹھتے پلکوں کے گرے پڑتے ہیں لاکھوں آنسو | ڈول ڈالا ہے مری آنکھوں نے اب طوفاں کا
جلوۂ ماہ تہ ابر تنک بھول گیا | اُن نے سوتے میں دوپٹے سے جو منھ کو ڈھانکا
لہو لگتا ہے ٹپکنے جو پلک مارو ہوں | اب تو یہ رنگ ہے اس دیدۂ اشک افشاں کا
ساکنِ کو کو ترے کب ہے تماشے کا دماغ | آئے فردوس بھی چلکر نہ ادھر کو جھانکا
اُٹھ گیا ایک تو اک مرنے کو آ بیٹھے ہے | قاعدہ ہے یہی مدت سے ہمارے ہاں کا
کارِ اسلام ہے مشکل ترے خال و خط سے | رہزنِ دیں ہے کوئی دزد کوئی ایماں کا
چارۂ عشق بجز مرگ نہیں کچھ اے میر | اس مرض میں ہے عبث فکر تمھیں درماں کا

ہر دم طرف ہے ویسے مزاج کرخت کا | ٹکڑا مرا جگر ہے کہو سنگِ سخت کا
سبزانِ تازہ رو کی جہاں جلوہ گاہ تھی | اب دیکھیے تو وھاں نہیں سایہ درخت کا
جوں برگ ہائے لالہ پریشان ہوگیا | مذکور کیا ہے اب جگرِ لخت لخت کا
دلی میں[2] آج بھیک بھی ملتی نہیں انھیں | تھا کل تلک دماغ جنھیں تاج و تخت کا
خاک سیہ سے میں جو برابر ہوا ہوں میر | سایہ پڑا ہے مجھ پہ کسو تیرہ بخت کا

[3]
ہم عشق میں نہ جانا غم ہی سدا رہیگا | دس دن جو ہے یہ مہلت سو یھاں رہا رہیگا
برقع اُٹھے پہ اُس کے ہوگا جہان روشن | خورشید کا نکلنا کیونکر چھپا رہیگا

[1] حافظ ؎ آسماں بارِ امانت نتوانست کشید ؛ قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند۔
[2] دلی کی طوایف الملوکی کی طرف اشارہ کیا ہے۔
[3] میر صاحب کا وہ شعر بھی ہر گز مضمون کا خوب ہے جو صفحہ ۲۹ سطر ۱۷ پر درج ہے۔

اک وہم سی رہی ہی اپنی نمود تن میں
آتے ہو اب تو آؤ پھر ہم میں کیا رہیگا

مذکورِ یار ہم سے مت ہمنشیں کیا کر
دل جو بجا نہیں ہی پھر اس میں جا رہیگا

دل ہی کے غم میں گزری اپنی تو عمر ساری
بیمارِ عاشقی یہ کس دن بھلا رہیگا

اُس گل بغیر جیسے ابرِ بہار عاشق
نالاں جدا رہیگا، روتا جدا رہیگا

دانستہ ہے تغافل غم کہنا اس سے حاصل
تم دردِ دل کہوگے وہ سر جھکا رہیگا

اب جھمکی اُس کی تم نے دیکھی کبھو جو یارو
برسوں تلک اسی میں پھر دل سدا رہیگا

کس کس کو میرؔ ان نے کہہ کر دیا ہی بوسہ
وہ ایک ہی مفتن یوں ہی چما رہیگا

بھلا ہوگا کچھ اک احوال اس سے یا بُرا ہوگا
مآل اپنا ترے غم میں خدا جانے کہ کیا ہوگا

تفحص فائدہ ناصح تدارک تجھ سے کیا ہوگا
وہی پاوے گا میرا دردِ دل جس کا لگا ہوگا

کسو کو شوق یارب بیش اس سے اور کیا ہوگا
قلم ہاتھ آگئی ہوگی تو سو سو خط لکھا ہوگا

دُکانیں حسن کی آگے ترے تختہ ہوئی ہوں گی
جو تو بازار میں ہوگا تو یوسف کب بکا ہوگا

معیشت ہم فقیروں کی سی اخوانِ زماں سے کر
کوئی گالی بھی دے تو کہہ بھلا بھائی بھلا ہوگا

خیال اس بیوفا کا ہمنشیں اتنا نہیں اچھا
گماں رکھتے تھے ہم بھی یہ کہ ہم سے آشنا ہوگا

قیامت کرکے اب تعبیر جس کو کرتی ہی خلقت
وہ اُس کوچہ میں ایک آشوب سا شاید ہوا ہوگا

عجب کیا ہی ہلاکِ عشق ہیں فرہاد و مجنوں تئے
محبت روگ ہی کوئی کہ کم اُس سے جیا ہوگا

نہ ہو کیوں غیرتِ گلزار وہ کوچہ خدا جانے
لہو اُس خاک پر کن کن عزیزوں کا گرا ہوگا

بہت ہمسائے اس گلشن کے زنجیری رہا ہوں میں
کبھو تم نے بھی میرا شورِ نالوں کا سنا ہوگا

نہیں جز عرش جاگہ راہ میں لینے کو دم اس کے
قفس سے تن کے مرغِ روح میرؔ جب رہا ہوگا

کہیں ہیں میرؔ کو مارا گیا شب اُس کے کوچے میں
کہیں وحشت میں شاید بیٹھے بیٹھے اُٹھ گیا ہوگا

یہاں نام یار کس کا وردِ زباں نہ پایا
پر مطلقاً کہیں ہم اُس کا نشاں نہ پایا

وضعِ کشیدہ اُس کی رکھتی ہی داغ سب کو
نیوتا کسو سے ہم وہ ابرو کماں نہ پایا

پایا نہ یوں کہ کریے اُس کی طرف اشارت
یوں تو جہاں میں ہم نے اُسکو کہاں نہ پایا

یہ دل کہ خون ہووے برجا نہ تھا وگرنہ
وہ کونسی جگہ تھی اُس کو جہاں نہ پایا

۵ میر ۵ عمر عزیز ساری دل ہی کے غم میں گزری + بیمارِ عاشقی یہ کس دن بھلا رہیگا۔

Marfat.com

فتنے کی گرچہ باعث آفاق میں وہی تھی
لیکن کمر کو اُس کی ہم درمیاں نہ پایا

محروم سجدہ آخر جانا پڑا جہاں سے
جوشِ جباہ سے ہم وہ آستاں نہ پایا

ایسی ہی میر کی بھی مدت سے رونی صورت
چہرے پہ اُس کے کس دن آنسو رواں نہ پایا

پھر شب نہ لطف تھا نہ وہ مجلس میں نور تھا
اس روئے دل فروز ہی کا سب میں ظہور تھا

کیا کیا عزیز خلع بدن ہائے کر گئے
تشریف تم کو یہاں تئیں لانا ضرور تھا

کیونکر تو میری آنکھ سے ہو دل تلک گیا
یہ بحرِ موج خیز تو عسر العبور تھا

شاید نشے میں اُس سے یہ سفاکیاں ہوئیں
زخمی جو اُس کے ہاتھ کا نکلا سو چور تھا

جیتے جی پاس ہو کے نہ نکلا کسو کے میر
نہ دور گرد بادیۂ عشق دُور تھا

ہے حال جائے گریہ جانِ پُر آرزو کا
روئے نہ ہم کبھو ٹک دامن پکڑ کسو کا

جاتی نہیں اُٹھائی اپنے پہ یہ خشونت
اب رہ گیا ہے آنا میرا کبھو کبھو کا

اس آستاں سے کس دن پُرشور سر نہ پٹکا
اُس کی گلی میں جاکر کس رات ہاؤ ہو کا

شاید کہ مُند گئی ہے قمری کی چشمِ گریاں
کچھ ٹوٹ سا چلا ہے پانی چمن کے جو کا

اپنے تڑپنے کی تو تدبیر پہلے کر لوں
تب فکر میں کروں گا زخموں کے بھی رفو کا

دانتوں کی نظم اُس کی ہنسنے میں جن نے دیکھی
پھر موتیوں کی لڑ پر اُن نے کبھو نہ تھوکا

یہ عیش گہ نہیں ہے یہاں رنگ اور کچھ ہے
ہر گل ہے اس چمن میں ساغر بھرا لہو کا

بلبل غزل سرائی آگے ہمارے مت کر
سب ہم سے سیکھتے ہیں انداز گفتگو کا

گلیاں بھری پڑی ہیں اے یار زخمیوں سے
مت کھول پیچ ظالم اُس زلفِ مشکبو کا

دے پہلی التفاتیں ساری فریب نکلیں
دینا نہ تھا دل اس کو میں میر آہ چوکا

میں بھی دُنیا میں ہوں اک نالہ پریشاں یکجا
دل کے سو ٹکڑے مرے پر سبھی نالاں یکجا

پند گویوں نے بہت سینے کی تدبیریں کیں
آہ ثابت بھی نہ نکلا یہ گریباں یکجا

تیرا کوچہ ہے ستمگار وہ کافر جاگہ
کہ جہاں مارے گئے کتنے مسلماں یکجا

سر کو باندھا ہے کفن عشق میں تیرے یعنی
جمع ہم نے بھی کیا ہے سر و ساماں یکجا

Marfat.com

کیونکہ پڑتے میں ترے پانوں نسیم سحری
اُس کے کوچے میں ہی صد گنجِ شہیداں یکجا

تو بھی رونے کو بلا دل ہی ہمارا ابھی بھرا
ہو جی ای ابر بیابان میں گریاں یکجا

بیٹھ کر میرؔ جہاں حوب نہ رو دیا ہووے
ایسی کوچہ میں نہیں ہے تیرے جاناں یکجا

فلک[1] کا منہ نہیں اس فتنہ کے اٹھانیکا
ستم شریک ترا یار ہے زمانے کا

ہمارے ضعف کی حالت سے دل قوی رکھیو
کہیں خیال نہیں یہاں بحال آنے کا

تری ہی راہ میں مارے گئے سبھی آخر
سفر تو ہم کو ہی درپیش جی کے جانے کا

بسانِ شمع جو مجلس سے ہم گئے تو گئے
سُراغ کیجو نہ پھر تو نشان پانے کا

چمن میں دیکھ نہیں سکتے تلک کہ جھپتا ہے
جگر میں برق کے کانٹا تجھ[2] آشیانے کا

فلک تو تا سرِ بالیں نہ کر تعلل کیا
تجھے بھی شوخ یہی وقت ہے بہانے کا

سراہا[3] اُن نے ترا ہاتھ جن نے دیکھا زخم
شہید ہوں میں تری تیغ کے لگانے کا

شریف مکہ رہا ہی تمام عمر اے شیخ
یہ میرؔ اب جو گدا ہے شراب خانے کا

کل شبِ ہجراں تھی لب پر نالہ بیمارانہ تھا
شام سے تا صبحدم بالیں پہ سر یکجا نہ تھا

شہرۂ عالم اسی یُمنِ محبت نے کیا
ورنہ مجنوں ایک خاک افتادۂ ویرانہ تھا

منزل اس مہ کی رہا جو مدتوں ای ہمنشیں
اب وہ دل گویا کہ اک مدت کا ماتم خانہ تھا

اک نگاہِ آشنا کو بھی وفا کرتا نہیں
وا ہوئیں مژگاں کہ سبزہ سبزۂ بیگانہ تھا

روز و شب گزرے ہی پیچ و تاب میں رہتے تجھے
ای دلِ صد چاک کس کی زلف کا تو شانہ تھا

یاد ایامے کہ اپنی روز و شب کی جائے باش
یا درِ باز بیاباں یا درِ میخانہ تھا

جس کو دیکھا ہم نے اس وحشت کدہ میں دہر کے
یا سڑی یا خبطی یا مجنون یا دیوانہ تھا

بعد خوں ریزی کے مدت بے حنا رنگیں رہا
ہاتھ اُس کا جو مرے لوہو میں گستاخانہ تھا

غیر کے کہنے سے مارا اُن نے ہم کو بے گناہ
یہ نہ سمجھا وہ کہ واقع میں بھی کچھ تھا یا نہ تھا

[1] حکیم مومن خاں مومنؔ دہلوی سے ہزار لطف ہیں جو ہر ستم میں جاں کیلئے : ستم شریک ہوا کون آسماں کیلئے۔
[2] مجھ آشیانے کا۔ میرے آشیانے کا۔ کی جگہ اب متروک ہے۔
[3] مرزا غالبؔ دہلوی سے نظر لگے نہ کہیں اُس کے زور بازو کو : یہ لوگ کیوں مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں۔

Marfat.com

صبح ہوتے وہ بناگوش آج یاد آیا مجھے | جو گرا دامن پہ آنسو گوہرِ یک دانہ تھا
شب فروغِ بزم کا باعث ہوا تھا حسنِ دوست | شمع کا جلوہ غبارِ دیدۂ پروانہ تھا
رات اُس کی چشمِ میگوں خواب میں دیکھی تھی میں | صبح سوتے سے اُٹھا تو سامنے پیمانہ تھا
رحم کچھ پیدا کیا شاید کہ اس بے رحم نے | گوش اُس کا شب ادھر تھا آخرِ افسانہ تھا

میر بھی کیا مست طافح تھا شرابِ عشق کا
لب پہ عاشق کے ہمیشہ نعرۂ مستانہ تھا

پیغامِ غم جگر کا گلزار تک نہ پہنچا | نالہ مرا چمن کی دیوار تک نہ پہنچا
اس آئنہ کے مانند زنگار جس کو کھا دے | کام اپنا اُس کے غم میں دیدار تک نہ پہنچا
جوں نقشِ پا ہے غربت حیرانِ کار اُس کی | آوارہ ہو وطن سے جو یار تک نہ پہنچا
لبریز شکوہ تھے ہم لیکن حضور تیرے | کارِ شکایت اپنا گفتار تک نہ پہنچا
بے چشمِ نم رسیدہ پائی جوانی کوئی | وقتِ اخیر اُس کے بیمار تک نہ پہنچا
یہ بختِ سبز دیکھو باغِ زمانہ میں سے | پژمردہ گل بھی اپنی دستار تک نہ پہنچا

قطعہ

مستوری خوبروئی دونوں نہ جمع ہوویں | خوبی کا کام کس کی اظہار تک نہ پہنچا
یوسف سے لیکے تا گل پھر گل سے لیکے تا شمع | یہ حسن کس کو لیکر بازار تک نہ پہنچا

افسوس میر وے جو ہونے شہید آئے
پھر کام اُن کا اُس کی تلوار تک نہ پہنچا

اُس کا خیال چشم سے شب خواب لے گیا | قسمے کہ عشق جی سے مرے تاب لے گیا
کن نیندوں اب تو سوتی ہے اے چشمِ گریہ ناک | مژگاں تو کھول شہر کو سیلاب لے گیا
آوے جو مصطبے[1] میں تو سن لو کہ راہ سے | واعظ کو ایک جامِ مئے ناب لے گیا
نے دل رہا بجا ہے نہ صبر و حواس و ہوش | آیا جو سیلِ عشق سب اسباب لے گیا
میرے حضور شمع نے گریہ جو سر کیا | رویا میں اس قدر کہ مجھے آب لے گیا
احوال اس شکارِ زبوں کا ہے جائے رحم | جس ناتواں کو مفت نہ قصاب لے گیا

منہ کی جھلک سے یار کے بے ہوش ہو گئے
شب ہم کو میر پرتوِ مہتاب لے گیا

[1] مصطبہ بمعنی میخانہ عہ بدمست۔

Marfat.com

کب تلک یہ ستم اٹھائیے گا ۔ ایک دن یوں ہی جی سے جائیے گا
شکلِ تصویرِ بیخودی کب تک ۔ کسو دن آپ میں بھی آئیے گا
سب سے مل چل کہ حادثے سے پھر ۔ (جلن) کہیں ڈھونڈا بھی تو نہ پائیے گا
نہ ہوئے ہم اسیری میں تو نسیم ۔ کوئی دن اور باؤ کھائیے گا
کہیے گا اس سے قصۂ مجنوں ۔ یعنی پردے میں غم سنائیے گا
اس کے پابوس کی توقع پر ۔ اپنے تئیں خاک میں ملائیے گا
اس کے پانوں کو جا لگی ہے حنا ۔ خوب سے ہاتھ اسے لگائیے گا
شرکتِ شیخ و برہمن سے میر ۔ قطعہ کعبہ و دیر سے بھی جائیے گا
اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جدی مسجد
کسی ویرانے میں بنائیے گا

دل پہنچا ہلاکی کو نپٹ کھینچ کسالا ۔ لے یار مرے سلمہ اللہ تعالیٰ
کچھ میں نہیں اس دل کی پریشانی کا باعث ۔ برہم ہی مرے ہاتھ لگا تھا یہ رسالا
معمور شرابوں سے کبابوں سے ہے سب دیر ۔ مسجد میں ہے کیا شیخ، پیالا نہ نوالا
گزرے ہے لہو واں سرِ ہر خار سے اب تک ۔ جس دشت میں پھوٹا ہے مرے پانوں کا چھالا
گر قصد ادھر کا ہے تو ٹک دیکھ کے آنا ۔ یہ دیر ہے زہاد نہو خانۂ خالا
جس گھر میں ترے جلوے سے ہو چاندنی کا فرش ۔ واں چادرِ مہتاب ہے مکڑی کا سا جالا
دشمن نہ کدورت سے مرے سامنے ہو جو ۔ قطعہ تلوار کے لڑنے کو مرے کیجو[1] حوالا
ناموس مجھے صافی طینت کی ہے ورنہ ۔ رستم نے مری تیغ کا حملہ نہ سنبھالا
دیکھے ہے مجھے دیدۂ پرخشم سے وہ میر
میرے ہی نصیبوں میں تھا یہ زہر کا پیالا

پل میں جہاں کو دیکھتے میرے ڈبو چکا ۔ اک وقت میں یہ دیدہ بھی طوفان رو چکا
افسوس میرے مردے پر اتنا نہ کر کہ اب ۔ پچھتانا یوں ہی سا ہے جو ہونا تھا ہو چکا

[1] کیجو بجائے کیجیو اور ہوجو بجائے ہوجیو اور اسی قسم کے صیغے اب متروک ہیں زمانۂ مرزا غالبؒ تک استعمال میں تھے۔ چنانچہ ان کے یہاں ایسے الفاظ کا اس طرح استعمال ہوا ہے مثلاً ؎
وہ حلقہ ہائے زلف کمیں میں ہیں یا خدا! رکھ لیجو میرے دعویٰ وارستگی کی شرم۔ بخلاف اسکے کیجے لیجے بروزن فعلن اب بھی استعمال ہوتے ہیں۔

Marfat.com

لگتی نہیں پلک سے پلک انتظار میں
آنکھیں اگر یہی ہیں تو بھر نیند سو چکا

اک چشمک پیالہ ہے ساقی بہارِ عمر
جھپکی لگی کہ دور یہ آخر ہی ہو چکا

ممکن نہیں کہ گل کرے ویسی شگفتگی
اس سرزمیں میں تخم محبت میں بو چکا

پایا نہ دل بہایا ہوا سیل اشک کا
میں پنجۂ مژہ سے سمندر بلو چکا

ہر صبح حادثے سے یہ کہتا ہے آسماں
دے جام خون میرؔ کو گر منھ وہ دھو چکا

دیر و حرم سے گزرے اب دل ہے گھر ہمارا
ہے ختم اس آبلے پر سیر و سفر ہمارا

پلکوں سے تیری ہم کو کیا چشم داشت یہ تھی
ان برچھیوں نے بانٹا باہم جگر ہمارا

دنیا و دیں کی جانب میلان ہو تو کہئے
کیا جانئے کہ اس بن دل ہے کدھر ہمارا

ہیں تیرے آئینے کی تمثال ہم نہ پوچھو
اس دشت میں نہیں ہے پیدا اثر ہمارا

جوں صبح اب کہاں ہے طول سخن کی فرصت
قصہ ہی کوئی دم کو ہے مختصر ہمارا

کوچے میں اس کے جاکر بنتا نہیں پھر آنا
خوں ایک دن گرے گا اس خاک پر ہمارا

ہے تیرہ روز اپنا لڑکوں کی دوستی سے
اس دن ہی کو کہے تھا اکثر پدر ہمارا

سیلاب ہر طرف سے آئیں گے بادیہ میں
جوں ابر روتے ہوگا جس دم گزر ہمارا

نشو و نما ہے اپنی جوں گرد باد الٹی
بالیدہ خاکِ رہ سے ہے یہ شجر ہمارا

یوں دور سے کھڑے ہو کیا معتبر ہے رونا
دامن سے باندھ دامن اے ابر تر ہمارا

جب پاس رات رہنا آتا ہے یاد اس کا
تھمتا نہیں ہے رونا دو دو پہر ہمارا

اس کارواں سرا میں کیا میرؔ بار کھولیں
یھاں کوچ لگ رہا ہے شام و سحر ہمارا

غم رہا جب تک کہ دم میں دم رہا
دم کے جانے کا نہایت غم رہا

حسن تھا تیرا بہت عالم فریب
خط کے آنے پر بھی اک عالم رہا

دل نہ پہنچا گوشۂ داماں تلک
قطرۂ خوں تھا مژہ پر جم رہا

سنتے ہیں لیلیٰ کے خیمہ کو سیاہ
اس میں مجنوں کا دلے ماتم رہا

جامۂ احرام زاہد پر نہ جا
تھا حرم میں لیک نامحرم رہا

زلفیں کھولے تو تو ٹک آیا نظر
عمر بھر یھاں کامِ دل برہم رہا

Marfat.com

اُس کے لب سے تلخ ہم سنتے رہے
اپنے حق میں آبِ حیواں سم رہا

میرے رونے کی حقیقت جس میں تھی
ایک مدت تک وہ کاغذ نم رہا

صبحِ پیری شام ہونے آئی میر
تو نہ چیتا یہاں بہت دن کم رہا

چوری میں دل کی وہ ہنر کر گیا
دیکھتے ہی آنکھوں میں گھر کر گیا

دیر میں میں خاک بسر ہی رہا
عمر کو اس طور بسر کر گیا

دل نہیں ہے منزلِ سینہ میں اب
یہاں سے وہ بیچارہ سفر کر گیا

حیف جو وہ نسخۂ دل کے اوپر
سرسری سی ایک نظر کر گیا

کس کو میرے حال سے تھی آگہی
نالۂ شب سب کو خبر کر گیا

گو نہ چلاتا مژہ تیر نگاہ
اپنے جگر سے تو گزر کر گیا

مجلسِ آفاق میں پروانہ ساں
میر بھی شام اپنی سحر کر گیا

وھاں وہ تو گھر سے اپنے پی کر شراب نکلا
یہاں شرم سے عرق میں ڈوب آفتاب نکلا

آیا جو واقعے میں درپیش عالمِ مرگ
یہ جاگنا ہمارا دیکھا تو خواب نکلا

دیکھا جو اوس پڑتے گلشن میں ہم تو آخر
گل کا وہ روئے خنداں چشم پُر آب نکلا

پردے ہی میں چلا جا خورشید تو ہے بہتر
اک حشر ہے جو گھر سے وہ بے حجاب نکلا

کچھ دیر ہی لگی نا دل کو تو تیر لگتے
اس صیدِ ناتواں کا کیا جی شتاب نکلا

ہر حرفِ غم نے میرے مجلس کے تئیں رلایا
گویا غبارِ دل کا پڑھتا کتاب نکلا

روئے عرق فشاں کو بس پونچھ گرم مت ہو
اُس گل میں کیا رہیگا جس کا گلاب نکلا

مطلق نہ اعتنا کی احوال پر ہمارے
نامے کے نامے ہی میں سب پیچ و تاب نکلا

شانِ تغافل اپنے تو خط کی کیا لکھیں ہم
قاصد موا تب اُس کے منہ سے جواب نکلا

کس کی نگہ کی گردش تھی میر رو بہ مسجد
محراب میں سے زاہد مست و خراب نکلا

دامانِ کوہ میں جو میں دھاڑ مار رویا
اک ابر وھاں سے اُٹھ کر بے اختیار رویا

پڑتا نہ تھا بھروسہ عہدِ وفائے گل پر
مرغِ چمن نے سمجھا میں تو ہزار رویا

Marfat.com

ہر گل زمیں یہاں کی رونے ہی کی جگہ تھی / مانند ابر ہر جا میں زار زار رویا

تھی مصلحت کہ رک کر ہجراں میں جان دیجے / دل کھول کر نہ غم میں میں ایک بار رویا

دو

اک عجز عشق اس کا اسباب صد الم تھا / کل میر سے بہت میں ہو کر دوچار رویا

اس چہرہ کی خوبی سے عبث گل کو جتایا / یہ کون شگوفہ سا چمن زار میں لایا

وہ آئنہ رخسار دم باز پس آیا / جب حس نہ رہا ہم کو تو دیدار دکھایا

کچھ ماہ میں اس میں نہ تفاوت ہوا اظہار / سو بار نکالا اسے اور اس کو چھپایا

اک عمر مجھے خاک میں ملتے ہوئے گزری / کوچہ میں ترے آن کے لوہو میں نہایا

سمجھا تو مجھے مرگ کے نزدیک پس از دیر / رحمت ہے مرے یار بہت دور سے آیا

یہ باغ رہا ہم سے وے جا نہ سکے ہم / بے بال و پری نے بھی ہمیں خاک اڑایا

میں صید رمیدہ ہوں بیابان جنوں کا / رہتا ہے مرا موجب وحشت مرا سایا

یا قافلہ در قافلہ ان رستوں میں تھے لوگ / یا ایسے گئے یاں سے کہ پھر کھوج نہ پایا

رو میں نے رکھا ہے ترسا بچگاں پر / رکھیو تو مری شرم بڑھاپے میں خدایا

ٹالا نہیں کچھ مجھ کو پتنگ آج اڑاتے / بہتوں کے تئیں باؤ کا رخ ان نے بتایا

ایسے بت بے مہر سے ملتا ہے کوئی بھی / دل میر کو بھاری تھا جو پتھر سے لگایا

دل جو زیر غبار اکثر تھا / کچھ مزاج ان دنوں مکدر تھا

اس پہ تکیہ کیا تو تھا لیکن / رات دن ہم تھے اور بستر تھا

سرسری تم جہان سے گزرے / ورنہ ہر جا جہان دیگر تھا

دل کی کچھ قدر کرتے رہیو تم / یہ ہمارا بھی ناز پرور تھا

بعد اک عمر جو ہوا معلوم / دل اس آئینہ رو کا پتھر تھا

بار سجدہ ادا کیا تہ تیغ / کب سے یہ بوجھ میرے سر پر تھا

کیوں نہ ابر سیہ سفید ہوا / جب تلک عہد دیدۂ تر تھا

اب خرابا ہوا جہان آباد / ورنہ ہر اک قدم پہ یاں گھر تھا

قطعہ

بے زری کا نہ کر گلہ غافل / رہ تسلی کہ یوں مقدر تھا

Marfat.com

اتنے منعم جہان میں گزرے
وقت رحلت کے کس کنے زر تھا

صاحبِ جاہ و شوکت و اقبال
اک ازاں جملہ اب سکندر تھا

تھی یہ سب کائنات زیر نگیں
ساتھ مور و ملخ سا لشکر تھا

لعل و یاقوت ہم زر و گوہر
چاہیئے جس قدر میسر تھا

آخرِ کار جب جہاں سے گیا
ہاتھ خالی کفن سے باہر تھا

عیبِ طولِ کلام مت کریو
کیا کروں میں سخن سے خوگر تھا

خوش رہا جب تلک رہا جیتا
میرؔ معلوم ہے قلندر تھا

تیرا رخِ مخطط قرآن ہے ہمارا
بوسہ بھی لیں تو کیا ہے ایمان ہے ہمارا

گر ہے یہ بیقراری تو رہ چکا بغل میں
دو روز دل ہمارا مہمان ہے ہمارا

ہیں اس خراب دل سے مشہورِ شہرِ خوباں
اس ساری بستی میں گھر ویران ہے ہمارا

مشکل بہت ہی ہمسا پھر کوئی ہاتھ آنا
یوں مارنا تو پیارے آسان ہے ہمارا

ادریسؑ و خضرؑ و عیسیٰؑ قاتل سے ہم چھڑائے
ان خوں گرفتگاں پر احسان ہے ہمارا

ہم وے ہیں سن رکھو تم مر جائیں رک کے یکجا
کیا کوچہ کوچہ پھرنا عنوان ہے ہمارا

ہیں صید گہ کے تیری صیاد کیا نہ دھڑکے
کہتے ہیں صید جو ہے بیجان ہے ہمارا

کرتے ہیں باتیں کس کس ہنگامہ کی یہ زاہد
دیوانِ حشر گویا دیوان ہے ہمارا

ماہیتِ دو عالم کھاتی پھری ہے غوطے
یک قطرہ خون یہ دل طوفان ہے ہمارا

کیا خانداں کا اپنے تجھ سے کہیں تقدس
روح القدس اک ادنیٰ دربان ہے ہمارا

کرتا ہے کام وہ دل جو عقل میں نہ آوے
گھر کا مشیر کتنا نادان ہے ہمارا

بنجر زمین دل کی ہے میرؔ ملک اپنی
پر داغ سینہ مُہری فرمان ہے ہمارا

کب مصیبت زدہ دل مائلِ آزار نہ تھا
کون سے درد و ستم کا یہ طرفدار نہ تھا

آدمِ خاکی سے عالم کو جلا ہے ورنہ
آئینہ تھا یہ ولے قابلِ دیدار نہ تھا

دھوپ میں جلتی ہیں غربت وطنوں کی لاشیں
تیرے کوچے میں مگر سایۂ دیوار نہ تھا

صد گلستاں تہ اک بال تھے اُس کے جبتک
طائرِ جاں قفسِ تن کا گرفتار نہ تھا

Marfat.com

حیف سمجھا ہی نہ وہ قاتلِ ناداں ورنہ / بے گنہ مارنے قابل یہ گنہگار نہ تھا
عشق کا جذب ہوا باعثِ سودا ورنہ / یوسفِ مصر زلیخا کا خریدار نہ تھا
نرم تر موم سے بھی ہم کو کوئی دیتی قضا / سنگ چھاتی کا تو یہ دل ہمیں درکار نہ تھا
رات حیران ہوں کچھ چپ ہی مجھے لگ گئی میر
درد پنہاں تھے بہت پر لبِ اظہار نہ تھا

جی اپنا میں نے تیرے لئے خوار ہو دیا / آخر کو جستجو نے تری مجھ کو کھو دیا
بے طاقتی سکوں نہیں رکھتی ہے ہمنشیں / رونے نے ہر گھڑی کے مجھے تو ڈبو دیا
اٹھے ابر اس چمن میں نہ ہو گا گلِ اُمید / یاں تخمِ یاس اشک کو میں بھر کے بو دیا
پوچھا جو میں نے درد محبت سے میر کو
رکھ ہاتھ اُن نے دل پہ ٹک اک اپنے رو دیا

خط منہ پہ آئے جاناں خوبی پہ جان دیگا / ناچار عاشقوں کو رخصت کے پان دیگا
ہمارے رئیس اعضا ہیں معرضِ تلف میں / یہ عشق بے محابا کس کو امان دیگا
پائے پر آبلہ سے میں گم شدہ گیا ہوں / ہر خار بادیہ کا میرا نشان دیگا
داغ اور سینے میں کچھ بگڑی ہی عشق دیکھیں / دل کو جگر کو کس کو اب درمیان دیگا
نالہ ہمارا ہر شب گزرے ہے آسماں سے / فریاد پر ہماری کس دن تو کان دیگا
مت رنج سے ہمارے پیارے حنا لگاؤ / پابوس پر تمہارے سر تو جوان دیگا
گھر چشم کا ڈبو مت دل کے گئے پہ رو رو
کیا میر ہاتھ سے تو یہ بھی مکان دیگا

ہوتا ہے یاں جہاں میں ہر روز و شب تماشا / دیکھا جو خوب تو ہے دنیا عجب تماشا
ہر چند شورِ محشر اب بھی ہے در پہ لیکن / نکلے گا یار گھر سے ہو ویگا جب تماشا
بھڑکی ہے آتشِ غم منظور ہی جو تجھ کو / جلنے کا عاشقوں کے آ دیکھ اب تماشا
طالع جو میر خواری محبوب کو خوش آئی
پر غم یہ ہے مخالف دیکھیں گے سب تماشا

۵ میر صاحب کا ایک شعر اور بھی ایسے ہی انداز کا ہے ؎
ممکن نہیں کہ گل کرے ویسی شگفتگی :: اس سرزمیں میں تخمِ محبت میں بو چکا

Marfat.com

کل چمن میں گل و سمن دیکھا
آج دیکھا تو باغ بن دیکھا

کیا ہے گلشن میں جو قفس میں نہیں
عاشقوں کا جلا وطن دیکھا

ذوقِ پیکان تیر میں تیرے
مدتوں تک جگر نے چمن دیکھا

گھر کے گھر جلتے تھے پڑے تیرے
داغ دل دیکھے بس چمن دیکھا

ایک چشمک دو صد سنانِ مژہ
اس نکیلے کا بانکپن دیکھا

حسرت اس کی جگہ تھی خوابیدہ
میر کا کھول کر کفن دیکھا

جدا جو پہلو سے وہ دلبر یگانہ ہوا
طپش کے یہاں تئیں دل نے کہ درد شانہ ہوا

جہاں کو فتنہ سے خالی کبھو نہیں پایا
ہمارے وقت میں تو آفتِ زمانہ ہوا

خلش نہیں کسو خواہش کی رات سے شاید
سرشکِ یاس کے پردے میں دل روانہ ہوا

ہم اپنے دل کی چلے دل ہی میں لیے یاں سے
ہزار حیف سرِ حرف اس سے وا نہ ہوا

کھلا نشے میں جو پگڑی کا پیچ اس کی میر
سمندِ ناز پہ ایک اور تازیانہ ہوا

کیا دن تھے وے کہ یہاں بھی دلِ آرمیدہ تھا
رو آشیانِ طائرِ رنگِ پریدہ تھا

قاصد جو وہاں سے آیا تو شرمندہ میں ہوا
بیچارہ گریہ ناک گریباں دریدہ تھا

اک وقت ہم کو تھا سرِ گریہ کہ دشت میں
جو خار خشک تھا سو وہ طوفاں رسیدہ تھا

جس صیدگاہِ عشق میں یاروں کا جی گیا
مرگ[1] اس شکار گہ کا شکارِ رمیدہ تھا

مت پوچھ کس طرح سے کٹی رات ہجر کی
ہر نالہ میری جان کو تیغِ کشیدہ تھا

حاصل نہ پوچھ گلشنِ مشہد کا بوالہوس
یہاں پھل ہر اک درخت کا حلقِ بریدہ تھا

دل بیقرار گریۂ خونیں تھا رات میر
آیا نظر تو بسمل در خوں طپیدہ تھا

کثرتِ داغ سے دل رشکِ گلستاں نہ ہوا
میرا دلخواہ جو کچھ تھا وہ کبھو یہاں نہ ہوا

جی تو ایسے کئی صدقے کیے تجھ پر لیکن
حیف یہ ہے کہ تنک تو بھی پشیماں نہ ہوا

آہ میں کب کی کہ سرمایۂ دوزخ نہ ہوئی
کونسا اشک مرا منبعِ طوفاں نہ ہوا

---

[1] مرگ۔ اب فصحا اس کی تانیث کو مرجح سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

قطعہ

گو توجہ سے زمانے کی جہاں میں مجھ کو — جاہ و ثروت کا میسر سر و ساماں نہ ہوا
شکر صد شکر کہ میں ذلت و خواری کے سبب — کسی عنوان میں ہم چشمِ عزیزاں نہ ہوا
برق مت خوشی کی اور اپنی بیاں کر صحبت — شکر کر یہ کہ مرا وہاں دلِ سوزاں نہ ہوا
دلِ بے رحم گیا شیخ ملے زیرِ زمیں — مر گیا پر یہ کہن گبر مسلماں نہ ہوا

کون سی رات زمانے میں گئی جس میں میر
سینۂ چاک سے میں دست و گریباں نہ ہوا

تیرے قدم سے جا لگے جس پہ مرا ہی سر لگا — گو کہ مرے ہی خون کی دست گرفتہ ہو حنا
سنگ مجھے بجاں قبول اس کے عوض ہزار بار — تا بجا یہ اضطراب دل نہ ہوا ستم ہوا
کس کی ہوا کہاں کا گل ہم تو قفس میں ہیں اسیر — سیرِ چمن کی روز و شب تجھ کو مبارک اے صبا
کن نے بدی ہے اتنی دیر موسمِ گل میں ساقیا — دی بھی مے دو آتشہ زور ہی سر دہی ہوا
فصلِ خزاں تلک تو میں اتنا نہ تھا خراب گرد — مجھ کو جنوں ہو گیا موسمِ گل میں کیا بلا
جانِ بلب رسیدہ نے اتنا ہی کہنے پائی ہم — جاوے اگر تو یار تک کہیو ہماری بھی دعا
بوئے کبابِ سوختہ آتی ہی کچھ دماغ میں — ہووے نہ ہووے ای نسیم رات کسی کا دل جلا

میں تو کہا تھا تیرے تئیں آؤ سمجھ نہ ظلم کر
آخر کار بیوفا جی ہی گیا نہ میر کا

تھا بو خزاں سی ضعف کا گلشن میں بن گیا — دوشِ ہوا پہ رنگِ گلِ یاسمن گیا
بدگشتہ بخت دیکھ کہ قاصد سفر سے ہیں — بھیجا تھا اُس کے پاس سو میرے وطن گیا
خاطر نشان ای صید فگن ہو گی کب تری — تیروں کے مارے میرا کلیجہ تو چھن گیا
یادش بخیر دشت میں مانند عنکبوت — دامن کے اپنے تار جو خاروں سے تن گیا
مارا تھا کس لباس میں عریانی نے مجھے — جس سے تہِ زمین بھی میں بے کفن گیا
آئی اگر بہار تو اب ہم کو کیا صبا — ہم سے تو آشیاں بھی گیا اور چمن گیا

سرسبز ملکِ ہند میں ایسا ہوا کہ میر
یہ ریختہ لکھا ہوا تیرا دکن گیا

لختِ جگر تو اپنے اک لخت رو چکا تھا — اشکِ فقط کا جھمکا آنکھوں سے لگ رہا تھا
دامن میں آج دیکھا پھر لخت میں نے آیا — ٹکڑا کوئی جگر کا پلکوں میں رہ گیا تھا

Marfat.com

اس قیدِ جیب سے میں چھوٹا جنوں کی دولت
ورنہ گلا یہ میرا جوں طوق میں پھنسا تھا

مشتِ نمک کی خاطر اس واسطے ہوں حیراں
گل زخمِ دل نہایت دل کو مرے لگا تھا

ای گرد بادمت دے ہر آن عرضِ وحشت
میں بھی کسو زمانے اس کام میں بلا تھا

بن کچھ کہے سنا ہے عالم سے میں نے کیا کیا
پر تونے یوں نہ جانا ای بے وفا کہ کیا تھا

رونق ہے شمع اتنا ہر شب کہ کچھ نہ پوچھو
میں سوزِ دل کو اپنے مجلس میں کیوں کہا تھا

قطعہ
سر مار کر ہوا تھا میں خاک اس گلی میں
سینے پہ مجھ کو اس کا مذکور نقشِ پا تھا

سو بختِ تیرہ سے ہوں پامالِ صبا میں
اس دن کے واسطے میں کیا خاک میں ملا تھا

قطعہ
یہ سرگزشت میری افسانہ جو ہوئی ہے
مذکور اُس کا اُس کے کوچے میں جا بجا تھا

سُنکر کسی سے وہ بھی کہنے لگا تھا کچھ کچھ
بیدرد کتنے بولے ہاں اُس کو کیا ہوا تھا

کہنے لگا کہ جانے میری بلا عزیزاں
احوال تھا کسی کا کچھ میں بھی سن لیا تھا

آنکھیں مری کھلیں جب جی میرؔ کا گیا تب
دیکھے سے اُس کو ورنہ میرا ابھی جی جلا تھا

سرِ دورِ فلک بھی دیکھوں اپنے روبرو ٹوٹا
کہ سنگِ محتسب سے پائے خم دستِ سبو ٹوٹا

کہاں[۱] آتے میسر تجھ سے مجھ کو خود نما اتنے
ہوا یوں اتفاق آئینہ میرے روبرو ٹوٹا

کفِ چالاک میں تیری جو تھا سر رشتہ جانوں کا
گریباں سے مرے ہر اک ترا ٹانکا رفو ٹوٹا

طراوت تھی چمن میں سرو گویا اشکِ قمری سے
اُدھر آنکھیں مندیں اُس کی کہ ایدھر آبِ جو ٹوٹا

خطر کر تو نہ لگ چل ای صبا اُس زلف سے اتنا
بلا آوے گی تیرے سر جو اُس کا ایک مو ٹوٹا

وہ بیکس کیا کرے گر تو رہی دل ہی کی دل ہی میں
نپٹ بیجا ترا دل میرؔ ای آرزو ٹوٹا

آنکھوں میں جی مرا ہے ادھر یار دیکھنا
عاشق کا اپنے آخری دیدار دیکھنا

کیسا چمن کہ ہم سے اسیروں کو منع ہے
چاکِ قفس سے باغ کی دیوار دیکھنا

آنکھیں چرائیو نہ ٹک ابرِ بہار سے
میری طرف بھی دیدۂ خونبار دیکھنا

ای ہمسفر نہ آبلے کو پہنچے چشمِ تر
لاگا[۲] ہی میرے پانوں میں آخار دیکھنا

۱؎ مصرعۂ ثانی تذکرۂ میر میں اس طرح ہے۔ ع۔ بحسن اتفاق آئینہ تیرے روبرو ٹوٹا۔ نسخہ کلکتہ میں اسی طرح ہے اور نسخہ کشوری طبع اول میں بجائے میرے۔ تیرے ہے ۱۲۔ ۲؎ لاگنا بمعنی لگنا اب متروک ہے ۱۲۔ آسی

Marfat.com

ہونا نہ چار چشم دل اس ظلم پیشہ سے
ہشیار زینہار خبردار دیکھنا
صیاد دل ہی داغ جدائی سے رشکِ باغ
تجھ کو بھی ہو نصیب یہ گلزار دیکھنا
گر زمزمہ یہی ہی کوئی دن تو ہم صفیر
اس فصل ہی میں ہم کو گرفتار دیکھنا
بلبل ہمارے گل پہ نہ گستاخ کر نظر
ہو جائیگا گلے کا کہیں ہار دیکھنا
شاید ہماری خاک سے کچھ ہو بھی ای نسیم
غربال کر کے کوچۂ دلدار دیکھنا
اُس خوش نگہ کے عشق سے پرہیز کیجو میر
جاتا ہی لیکے جی ہی یہ آزار دیکھنا

غلط ہے عشق میں ای بلہوس اندیشہ راحت کا
رواج اس ملک میں ہی درد و داغ و رنج و کلفت کا
زمین اک صفحۂ تصویر بیہوشاں سے مانا ہے
یہ مجلس جب سے ہی اچھا نہیں کچھ رنگ صحبت کا
جہاں جلوے سے اس محبوب کے یکسر لبالب ہے
نظر پیدا اگر اول پھر تماشا دیکھیے قدرت کا
ہنوز آوارۂ لیلیٰ ہے جانِ رفتہ مجنوں کی
موئے پر بھی رہا ہوتا نہیں وابستہ الفت کا
حریفِ بے جگر ہی صبر ورنہ کل کی صحبت میں
نیاز و ناز کا جھگڑا گرو تھا ایک جرأت کا
نگاہِ یاس بھی اس صید افگن پر غنیمت ہی
نہایت تنگ ہے ای صید بسمل وقت فرصت کا
خرابی دل کی اُس حد ہی کہ یہ سمجھا نہیں جاتا
کہ آبادی بھی یہاں تھی یا کہ ویرانہ تھا مدت کا
نگاہِ مست نے اُس کی لٹائین خانقہ ساری
پڑا ہی برہم اب تک کارخانہ زہد و طاعت کا
قدم ٹک دیکھ کر رکھ میر سر دل سے نکالے گا
پلک سے شوخ تر کانٹا ہے صحرائے محبت کا

جو اس شور سے میر روتا رہیگا
تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہیگا
میں وہ رونیوالا جہاں سے چلا ہوں
جسے ابر ہر سال روتا رہیگا
مجھے کام رونے سے اکثر ہی ناصح
تو کب تک مرے منہ کو دھوتا رہیگا
بس ای گریہ آنکھیں تری کیا نہیں ہیں
کہاں تک جہاں کو ڈبوتا رہیگا
مرے دل نے وہ نالہ پیدا کیا ہی
جرس کے بھی جو ہوش کھوتا رہیگا
تو یوں گالیاں غیر کو شوق سے دے
ہمیں کچھ کہے گا تو ہوتا رہیگا
بس ای میر مژگاں سے پونچھ آنسوؤں کو
تو کب تک یہ موتی پروتا رہیگا

سنہ مطابق اصل

نئے طرزوں سے میخانے میں رنگِ مے جھلکتا تھا
گلابی روتی تھی دھاں جام ہنس ہنس کر چھلکتا تھا

ترے اس خاک اُڑانے کی دھمک سے اے مری وحشت
کلیجہ ریگِ صحرا کا بھی دس دس گز تھلکتا تھا

گئی تسبیح اُس کی نزع میں کب میرؔ کے دل سے
اسی کے نام کی سمرن تھی جب منکا ڈھلکتا تھا

تجھ سے ہر آن مرے پاس کا آنا ہی گیا
کیا گلہ کیجے غرض اب وہ زمانا ہی گیا

چشم بن اشک ہوئی یا نہوئی یکساں ہے
خاک میں جب وہ ملا موتی کا دانا ہی گیا

برِ مجنوں میں خردمند کوئی جا نہ سکا
عاقبت سر کو قدم کر یہ دوانا ہی گیا

ہم اسیروں کو بھلا کیا جو بہار آئی نسیم
عمر گزری کہ وہ گلزار کا جانا ہی گیا

جی گیا میرؔ کا اس لیت و لعل میں لیکن
نہ گیا ظلم ہی تیرا نہ بہانا ہی گیا

دل عشق کا ہمیشہ حریفِ نبرد تھا
اب جس جگہ کہ داغ ہے یاں آگے درد تھا

اک گردِ راہ تھا پئے محمل تمام راہ
کس کا غبار تھا کہ یہ دُنبالہ گرد تھا

دل کی شکستگی نے ڈرائے رکھا ہمیں
واں چیں جبیں پر آئی کہ یاں رنگ زرد تھا

مانندِ حرفِ صفحۂ ہستی سے اُٹھ گیا
دل بھی مرا جریدۂ عالم میں فرد تھا

تھا پشتہ ریگِ بادیہ اک وقتِ کارواں
یہ گردباد کوئی بیاباں نورد تھا

گزری مُدام اُس کی جوانانِ مست میں
پیرِ مغاں بھی طُرفہ کوئی پیرمرد تھا

عاشق ہیں ہم تو میرؔ کے بھی ضبطِ عشق کے
دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا

گئے قیدی ہو ہم آواز جب صیّاد آ ٹوٹا
یہ ویراں آشیانے دیکھنے کو ایک میں چھوٹا

مرا رنگ اُڑ گیا جس وقت سنگِ محتسب آگے
بغل سے گر پڑا مینا و ساغر چور ہو پھوٹا

مرا وعدہ ہی آ پہنچا ترے آنے کے وعدے تک
ہوا میں موت سے سچا رہا اے شوخ تو جھوٹا

کفِ جاناں سے کیا امکاں رہائی میرؔ کوئی ہو
اچنبھا ہی جو اُس کے ہاتھ سے رنگِ حنا چھوٹا

برقع اُٹھا تھا رُخ سے مرے بدگمان کا
دیکھا تو اور رنگ ہی سارے جہان کا

مت[1] مانیو کہ ہوگا یہ بے درد اہلِ دیں
گر آوے شیخ پہن کے جامہ قرآن کا

[1] ذوقِ طرزی سے جھوٹ ہی جانا کلام اُس دشمنِ ایمان کا ؛ پہن کر جامہ بھی ۱۰ آوے اگر قرآن کا

Marfat.com

خوبی کو اُس کے چہرہ کی کیا پہنچے آفتاب ‌ ‌ ہے اس میں اُس میں فرقِ زمین آسمان کا
ابلہ ہے وہ جو ہووے خریدار گلرخاں ‌ ‌ اس سودے میں صریح ہے نقصان جان کا
کچھ اور گاتے ہیں جو رقیب اُس کے روبرو ‌ ‌ دشمن ہیں میری جان کے یہ جی ہی تان کا
تسکین اُس کی تب ہوئی جب چپ مجھے لگی ‌ ‌ مت پوچھ کچھ سلوک مرے بدزبان کا
قطعہ
یہاں بلبل اور گل پہ تو عبرت سے آنکھ کھول ‌ ‌ گلگشت سرسری نہیں اس گلستان کا
گل یادگارِ چہرۂ خوباں ہے بے خبر ‌ ‌ مرغِ چمن نشاں ہے کسو خوش زبان کا

تو برسوں میں کہے ہی لوں گا میں میر
یہاں کچھ کا کچھ ہے حال ابھی اُس جوان کا

مغاں مجھ مست بن پھر خندۂ ساغر نہ ہووے گا ‌ ‌ مئے گلگوں کا شیشہ ہچکیاں لیلے کے رووے گا
کیا ہے خوں مرا پامال یہ سرخی نہ چھوٹے گی ‌ ‌ اگر قاتل تو اپنے پاؤں سَو پانی سے دھووے گا

کوئی رہتا ہے جی بے جی ترے کوچے کے آنے سے
کبھی آسودہ ہوگا میر جب جی کو کھووے گا

مجھے زنہار خوش آتا نہیں کعبہ کا ڈھایا ‌ ‌ صنم خانہ ہی یہاں اے شیخ تونے کیوں نہ بنوایا
زہے اے عشق کی نیرنگ سازی غیر کو اُن نے ‌ ‌ جلایا بات کہتے وہاں ہمیں مرنے کو فرمایا

بھری ہے آگ تیرے دردِ دل میں میر ایسی تو
کہ کہتے روبرو اُس شوخ کے قاصد کا منہ آیا

نقش بیٹھے ہے کہاں خواہش آزادی کا ‌ ‌ ننگ ہے نام رہائی تری صیادی کا
داد دے ورنہ ابھی جان پہ کھیلوں ہوں میں ‌ ‌ دل جلانا نہیں دیکھا کسی فریادی کا
شہر کی سی رہی رونق اُسی کے جیتے جی ‌ ‌ مرگیا قیس جو تھا خانہ خدا وادی کا
شیخ کیا صورتیں رہتی تھیں بھلا جب تھا دیر ‌ ‌ رو بہ ویرانی ہوا اس کعبہ کی آبادی کا

ریختہ رتبے کو پہنچایا ہوا اس کا ہے
معتقد کون نہیں میر کی اُستادی کا

[illegible]
کام پل میں مرا تمام کیا ‌ ‌ غرض اُس شوخ نے بھی کام کیا
سرو و شمشاد خاک میں مل گئے ‌ ‌ تو نے گلشن میں کیوں خرام کیا
سعی طوفِ حرم نہ کی ہرگز ‌ ‌ آستاں پر ترے مقام کیا

ﮯ٥ بی زمانا مونث بولا جاتا ہے ۱۲ ٥٢ قائم میں غزل طور کیا ریختہ ورنہ + اک بات لچر سی بزبانِ دکنی تھی ۱۲

Marfat.com

تیرے کوچے کے رہنے والوں نے
یہیں سے کعبہ کو سلام کیا

اُس کے عیار پن نے میرے تئیں
خادم و بندۂ و غلام کیا

حالِ بد میں مرے بتنگ آکر
آپ کو سب میں نیک نام کیا

قطعہ
ہوگیا دل مرا کبابِ جب
درد نے قطعۂ پیام[1] کیا

دلّی کے کج کلاہ لڑکوں نے
کام عشاق کا تمام کیا

کوئی عاشق نظر نہیں آتا
ٹوپی والوں نے قتلِ عام کیا

عشقِ خوباں کو میر میں اپنا
قبلہ و کعبۂ و امام کیا

رات پیاسا تھا میرے لوہو کا
ہوں دِوانہ ترے سگِ کو کا

شعلۂ آہ جوں توں اب مجھ کو
فکر ہے اپنے ہر بُنِ مو کا

ہی مرے یار کے مسوں کا رشک
کشتہ ہوں سبزۂ لبِ جو کا

بوسہ دینا مجھے نہ کر موقوف
ہے وظیفہ یہی دُعا گو کا

شورِ قلقل کی ہوتی تھی مانع
ریش قاضی پہ رات میں تھو کا

عطر آگیں ہے بادِ صبح مگر
کھل گیا پیچ زلفِ خوشبو کا

ایک دو ہوں تو سحرِ چشم کہوں
کارخانہ ہی واں تو جادو کا

قطعہ
میر ہر چند میں نے چاہا لیک
نہ چھپا عشقِ طفلِ بدخو کا

نام اُس کا لیا اِدھر اُودھر
اُڑ گیا رنگ ہی مرے رو کا

آیا تھا خانقہ میں وہ نورِ دیدگاں کا
تہ کر گیا مُصلّٰی عزلت گزیدگاں کا

آخر کو خاک ہونا در پیش ہی سبھوں کو
ٹک دیکھ مُنھ کدھر ہی قامت خمیدگاں کا

جو خار دشت میں ہی سو چشم آبلہ سے
دیکھا ہوا ہی تیری محنت کشیدگاں کا

---

[1] پیام سے مُراد شرف الدین علیخاں پیام اکبرآبادی ہیں جس قطعہ کو میر صاحب نے پیش کیا ہی وہ قطعہ انھیں کا ہی۔ یہ عہد محمد شاہ بادشاہ میں زندہ تھے فارسی کے شعر خوب کہتے تھے۔ اردو کے بعض شعر پتہ دیتے ہیں کہ ریختہ کے بھی اُستاد ہوں گے۔ میر نے لکھا ہی کہ میں نے اُن کو کئی بار دیکھا۔ اُنکا ریختہ کا دیوان بھی تھا۔ اُنکی عبارت یہ ہی "شاعر قرار داد شاعران فارسی عہد خود بود، و صاحب دیوان ریختہ نیز از خاک پاک اکبرآباد است۔ بندہ اکثر ملاقات کردم چنانچہ با نجم الدین علی سلام کہ خلف الصدق اوست فقیر را اخلاص دلیست بحیثیت اتفاق؛ اکثر نشستن در ذکر شعر کردن و گپ زدن می افتد ۱۲ آسی

اب زیرِ خاک رہنا مشکل ہے کشتگاں کو
آرام کھو چلا تو ان آرمیدگاں کا

تیرِ بلا کا ہر دم اب میرؔ ہے نشانہ
پتھر جگر ہے اُس کے آفت رسیدگاں کا

صحرا میں سیلِ اشک مرا جا بجا پھرا
مجنوں بھی اُس کی موج میں مدت بہا پھرا

طالع جو خوب تھے نہ ہوا جاہ کچھ نصیب
سر پر مرے کروڑ برس تک ہما پھرا

آنکھیں برنگِ نقشِ قدم ہو گئیں سفید
نامے کے انتظار میں قاصد بھلا پھرا

ٹک بھی نہ مڑ کے میری طرف تو نے کی نگاہ
اک عمر تیرے پیچھے میں ظالم لگا پھرا

دیر و حرم میں کیونکہ قدم رکھ سکے گا میرؔ
ایدھر تو اُس سے بُت پھرے اُودھر خدا پھرا

کس شام سے اُٹھا تھا مرے دل میں درد سا
سو ہو چلا ہوں پیشتر از صبح سرد سا

بیٹھا ہوں جوں غبارِ ضعیف اب وگرنہ میں
پھرتا رہا ہوں گلیوں میں آوارہ گرد سا

قصدِ طریقِ عشق کیا سب نے بعدِ قیس
لیکن ہوا نہ ایک بھی اُس رہ نورد سا

حاضر یراق بیمزگی کس گھڑی نہیں
معشوق کچھ ہمارا ہے عاشق نبرد سا

کیا میرؔ ہے یہی جو ترے در پہ تھا کھڑا
نمناک چشم و خشک لب و رنگ زرد سا

ترے عشق میں آگے سودا ہوا تھا
پر اتنا بھی ظالم نہ رسوا ہوا تھا

خزاں التفات اس پہ کرتی بجا تھی
یہ غنچہ چمن میں ابھی وا ہوا تھا

کہاں تھا تو اس طور آنے سے میرے
گلی میں تری کل تماشا ہوا تھا

گریباں سے تب ہاتھ اُٹھایا تھا میں نے
مری اور دامانِ صحرا ہوا تھا

زہے طالع اے میرؔ اُن نے یہ پوچھا
کہاں تھا تو اب تک تجھے کیا ہوا تھا

آہ کے تیں دلِ حیران و خفا کو سونپا
میں نے یہ غنچۂ تصویر صبا کو سونپا

تیرے کوچے میں مری خاک بھی پامال ہوئی
تھا وہ بیدرد مجھے جن نے وفا کو سونپا

اب تو جاتا ہی ہے کعبہ کو تو بتخانے سے
جلد پھر پہنچیو اے میرؔ خدا کو سونپا

Marfat.com

گلہ نہیں ہے ہمیں اپنی جاں گدازی کا
جگر پہ زخم ہے اُس کی زباں درازی کا

سمندِ ناز نے اُس کے جہاں کیا پامال
وہی ہے اب بھی اُسے شوق ترکتازی کا

ستم ہیں تھر ہیں لونڈے شراب خانے کے
اُتار لیتے ہیں عمامہ ہر نمازی کا

اُلٹ پلٹ مری آہِ سحر کی کیا ہے کم
اگر خیال تمھیں ہووے نیزہ بازی کا

بتاؤ ہم سے کوئی آن تم سے کیا بگڑی
نہیں ہے تم کو سلیقہ زمانہ سازی کا

خدا کو کام تو سونپے ہیں میں نے سب لیکن
رہے ہے خوف مجھے واں کی بے نیازی کا

چلو ہو راہِ موافق کہے مخالف کے
طریق چھوڑ دیا تم نے دل نوازی کا

کسو کی بات نے آگے مرے نہ پایا رنگ
دلوں میں نقش ہے میری سخن طرازی کا

بسانِ خاک ہو پامال راہِ خلق اے میر
رکھے ہے دل میں اگر قصد سرفرازی کا

کیا کہیے کہ خوباں نے اب ہم میں ہے کیا رکھا
ان چشم سیاہوں نے بہتوں کو سلا رکھا

جلوہ ہے اُسی کا سب گلشن میں زمانے کے
گل پھول کو ہے اُن نے پردہ سا بنا رکھا

جوں برگِ خزاں دیدہ سب زرد ہوئے ہم تو
گرمی نے ہمیں دل کی آخر کو جلا رکھا

کہیے جو تمیز اُس کو کچھ اچھے برے کی ہو
دل جس کسو کا پایا چٹ اُن نے اڑا رکھا

تھی مسلکِ الفت کی مشہور خطرناکی
میں دیدہ و دانستہ کس راہ میں پا رکھا

خورشید و قمر پیارے رہتے ہیں چھپے کوئی
رخساروں کو گو تو نے برقع سے چھپا رکھا

چشمک ہے نہیں تازہ شیوہ یہ اُسی کے ہیں
جھمکے سے دکھا دے کر عالم کو لگا رکھا

لگنے کے لئے دل کے چھڑکا تھا نمک میں تے
سو چھاتی کے زخموں نے کی دیر مزا رکھا

کشتے کو اس ابرو کے کیا میل[1] ہو مستی کی
ہیں طاق بلند اوپر جینے کو اٹھا رکھا

قطعی ہے دلیل اے میر اُس تیغ کی بے آبی
رحم اُن نے مرے حق میں مطلق نہ روا رکھا

کام میرا بھی ترے غم میں کہوں ہو جائے گا
جب یہ کہتا ہوں تو کہتا ہے کہ ہوں ہو جائیگا

خون کم کر اب کہ کشتوں کے تو پشتے لگ گئے
قتل کرتے کرتے تیرے تئیں جنوں ہو جائیگا

[1] میل بمعنی خواہش اب بالاتفاق مذکر ہے جیسا کہ آتش کے اس شعر میں ہے
اس گل سے عرضِ حال کی حسرت ہی رہ گئی :: کانٹے ترے زباں میں جو میل بیاں ہوا ۱۲ آسی

Marfat.com

اُس شکار انداز خونیں کا نہیں آیا مزاج ۔ ورنہ آہوئے حرم، صیدِ زبوں ہو جائیگا
بزمِ عشرت میں ملامت ہم نگوں بختوں کے تئیں ۔ جوں حباب بادہ ساغر سرنگوں ہو جائیگا

کیا کہوں میں میرؔ اُس عاشق ستم محبوب کو
طور پر اُس کے کسو دن کوئی خوں ہو جائیگا

سینۂ دشنوں سے چاک تا نہ ہوا ۔ دل جو عقدہ تھا سخت وا نہ ہوا
سب گئے ہوش و صبر و تاب و تواں ۔ دل سے اک داغ ہی جدا نہ ہوا
ظلم و جور و جفا ستم بیداد ۔ عشق میں تیرے ہم پہ کیا نہ ہوا
ہم تو ناکام ہی جہاں میں رہے ۔ یہاں کبھو اپنا مدعا نہ ہوا

میرؔ افسوس وہ کہ جو کوئی
اُس کے دروازے کا گدا نہ ہوا

یار عجب طرح نگہ کر گیا ۔ دیکھنا وہ دل میں جگہ کر گیا
تنگ قبائی کا سماں یار کی ۔ پیرہن غنچہ کو تہ کر گیا
جانا ہی اس بزم سے آیا تو کیا ۔ کوئی گھڑی گو کہ تو رہ کر گیا

وصفِ خط و خال میں جو بلکے میرؔ
نامۂ اعمال سیہ کر گیا

آہِ سحر نے سوزشِ دل کو مٹا دیا ۔ اس باد نے ہمیں تو دیا سا بجھا دیا
سمجھی نہ بادِ صبح کہ آکر اُٹھا دیا ۔ اس فتنۂ زمانہ کو ناحق جگا دیا
پوشیدہ رازِ عشق چلا جائے تھا سو آج ۔ بے طاقتی نے دل کی وہ پردہ اٹھا دیا
اس موج خیز دہر میں ہم کو قضا نے آہ ۔ پانی کے بلبلے کی طرح سے مٹا دیا
تھی لاگ اُس کی تیغ کو ہم سے سو عشق نے ۔ دونوں کو معرکے میں گلے سے ملا دیا
سب شورِ ما و من کو لئے سر میں مر گئے ۔ یاروں کو اس فسانے نے آخر سلا دیا
آوارگانِ عشق کا پوچھا جو میں نشاں ۔ مشتِ غبار لیکے صبا نے اڑا دیا
اجزا بدن کے جتنے تھے پانی ہو بہ گئے ۔ آخر گدازِ عشق نے ہم کو بہا دیا
کیا کچھ نہ تھا ازل میں نہ طالع جو تھے درست ۔ ہم کو دلِ شکستہ قضا نے دلا دیا
گویا محاسبہ مجھے دینا تھا عشق کا ۔ اس طور دل سی چیز کو میں نے لگا دیا

Marfat.com

مدت رہیگی یاد ترے چہرے کی جھلک
جلوے کو جس نے ماہ کے جی سے بھلا دیا

ہم نے تو سادگی سے کیا جی کا بھی زیاں
دل جو دیا تھا سو تو دیا سر جدا دیا

بوئے کباب سوختہ آئی دماغ میں
شاید جگر بھی آتشِ غم نے جلا دیا

تکلیف دردِ دل کی عبث ہمنشیں نے لی
دردِ سخن نے میرے سبھوں کو رُلا دیا

اُن نے تو تیغ کھینچی تھی پر جی چلا کے میرؔ
ہم نے بھی ایک دم میں تماشا دکھا دیا

ردیف بائے موحدہ

رکھتا ہے ہم سے وعدہ ملنے کا یار ہر شب
سوجاتے ہیں ولیکن بختِ کنار ہر شب

مدت ہوئی کہ اب تو ہم سے جدا رکھے ہے
اُس آفتاب رو کو یہ روزگار ہر شب

دیکھیں ہیں راہ کس کی یارب کہ اختروں کی
رہتی ہیں باز آنکھیں چندیں ہزار ہر شب

دھوکے ترے کسو دن میں جان دے رہونگا
کرتا ہے ماہ میرے گھر سے گزار ہر شب

دل کی کدورت اپنے اک شب بیاں ہوئی تھی
رہتا ہے آسماں پر تب سے غبار ہر شب

کس کے لگا ہے تازہ تیر نگاہ اُس کا
اک آہ میرے دل کی ہوتی ہے پار ہر شب

مجلس میں میں نے اپنا سوزِ جگر کہا تھا
روتی ہے شمع تب سے بے اختیار ہر شب

مایوس وصل اُس کے کیا سادہ مردماں ہیں
گزرے ہے میرؔ اُن کو امیدوار ہر شب

اب وہ نہیں کہ آنکھیں تھیں پُرآب روز و شب
ٹپکا کرے ہے آنکھوں سے خوناب روز و شب

اک وقت رونے کا تھا ہمیں بھی خیال سا
آتے تھے آنکھوں سے چلے سیلاب روز و شب

اُس کیلئے نہ پھرتے تھے ہم خاک چھانتے
رہتا تھا پاس وہ درِ نایاب روز و شب

قدرت تو دیکھ عشق کی مجھ سے ضعیف کو
رکھتا ہے شاد بےخور و بے خواب روز و شب

سجدہ اُس آستاں کا نہیں یوں ہوا نصیب
رگڑا ہے سر میانۂ محراب روز و شب

اب رسم ربط اُٹھ ہی گئی ورنہ پیش ازیں
بیٹھے ہی رہتے تھے بہم احباب روز و شب

دل کس کے رو و مو سے لگایا ہے میرؔ نے
پاتے ہیں اُس جوان کو بیتاب روز و شب

Marfat.com

رو دیا کئے ہیں غم سے ترے ہم تمام شب
پڑتی رہی ہے زور سے شبنم تمام شب

رُکنے سے دل کے آج بچا ہوں تو اب جیا
چھاتی ہی میں رہا ہی مرا دم تمام شب

یہ اتصال اشک جگر سوز کا کہاں
روتی ہی یوں تو شمع بھی کم کم تمام شب

قطعہ

شکوہ عبث ہی میر کہ کڑھتے ہیں سارے دن
یا دل کا حال رہتا ہے درہم تمام شب

گزرا کے جہاں میں خوشی سے تمام روز
کس کی کٹی زمانے میں بے غم تمام شب

ہوتا نہ پائے سرو جو جوئے چمن میں آب
تو کون قمریوں کے چوآتا دہن میں آب

اس پر لہو کے پیاسے ہیں تیرے لبوں کے رشک
اک نام کو رہی ہے عقیقِ یمن میں آب

شب سوزِ دل کہا تھا میں مجلس ہیں شمع سے
روئی ہی یہاں تلک کہ بھرا ہی لگن میں آب

دل لیگیا تھا زیرِ زمیں میں بھرا ہوا
آتا ہے ہر مسام سے میرے کفن میں آب

دریا میں قطرہ قطرہ ہے آبِ گہر کہیں
ہی میر موج زن ترے ہر اک سخن میں آب

کس کی مسجد، کیسے بتخانے کہاں کے شیخ و شاب
ایک گردش میں تری چشمِ سیہ کے سب خراب

تو کہاں اُس کی کمر کیدھر نکریو اضطراب
ای رگِ گل دیکھیو کھاتی ہے جو تو پیچ و تاب

موند رکھنا چشم کا ہستی میں عینِ دید ہے
کچھ نہیں آتا نظر جب آنکھ کھولے ہی حباب

تو ہو اور دُنیا ہو ساقی میں ہوں مستی ہو مدام
پر لبِ صہبا نکالے اڑ چلے رنگِ شراب

ہی ملاحت تیرے باعث شور پر تجھ سے نمک
تنگ تو رہ پیری چلی آتی ہے ای عہدِ شباب

کب تھی یہ بے جرأتی شایانِ آہوئے حرم
ذبح ہوتا تیغ سے یا آگ میں ہوتا کباب

کیا ہو رنگِ رفتہ کیا قاصد ہو جس کو خط دیا
جز جوابِ صاف اُس سے کب کوئی لایا جواب

قطعہ

وائے اس جینے پر ای مستی کہ دورِ چرخ میں
جامِ مے پر گردش آوے اور میخانہ خراب

چوب حرفی بن الف بے میں نہیں پہچانتا
ہوں میں ابجد خواں شناسائی کو مجھ سے کیا حساب

قطعہ

مت ڈھلک مژگاں سے اب تو ای سرشک آبدار[لے]
مفت میں جاتی رہیگی تیری موتی کی سی آب

کچھ نہیں بحرِ جہاں کی موج پر مت بھول میر
دُور سے دریا نظر آتا ہے لیکن ہے سراب

لے یہ شعر تذکرۂ میر میں اس طرح ہے ؎ مت ڈھلک مژگاں سے میرے ای سرشک آبدار ؎ مفت ہی جاتی رہے گی تیری موتی کی سی آب

Marfat.com

دیکھ خورشید تجھ کو اے محبوب
عرق شرم میں گیا ہے ڈوب

آئی کنعاں سے بادِ مصر ولے
نہ گئی تا بکلبۂ یعقوبؑ

بن عصا شیخ یک قدم نہ رکھے
راہ چلتا نہیں یہ خر بے چوب

اس لیے عشق میں نے چھوڑا تھا
تو بھی کہنے لگا بُرا کیا خوب

پی ہوے تو لہو پیا ہوں میں
محتسب آنکھوں پر ہے کچھ آشوب

میرؔ شاعر بھی زور کوئی تھا
دیکھتے ہو نہ بات کا اسلوب

ردیف تا

روز نہ ملوں یار سے یا شب ہو ملاقات
کیا فکر کروں میں کہ کسو ڈھب ہو ملاقات

نے بخت کی یاری ہے نہ کچھ جذب ہے کامل
وہ آپھی ملے تو ملے پھر جب ہو ملاقات

دوری میں کروں نالہ و فریاد کہاں تک
اک بار تو اُس شوخ سے یارب ہو ملاقات

جاتی ہے غشی بھی کبھو آتے ہیں بخود بھی
کچھ لطف اُٹھے بارے اگر اب ہو ملاقات

وحشت ہے بہت میرؔ کو مل آئیے چل کر
کیا جانیے پھر یاں سے گئے کب ہو ملاقات

سب ہوئے نادم پے تدبیر ہو جاناں سمیت
تیر تو نکلا مرے سینے سے لیکن جاں سمیت

تنگ ہو جاویگا عرصہ خفتگانِ خاک پر
گر ہمیں زیرِ زمیں سونپا دلِ نالاں سمیت

باغ کر دکھلائیں گے دامانِ دشتِ حشر کو
ہم بھی واں آئے اگر مژگانِ خوں افشاں سمیت

قیس و فرہاد اور وامق عاقبت جی سے گئے
سب کو مارا عشق نے مجھ خانماں ویراں سمیت

اٹھ گیا پردہ نصیحت گر کے لگ پڑنے سے میرؔ
پھاڑ ڈالا میں گریباں رات کو داماں سمیت

پلکوں پہ تھے پارۂ جگر رات
ہم آنکھوں میں لے گئے بسر رات

اک دن تو وفا بھی کرتے وعدہ
گزری ہے اُمیدوار ہر رات

مکھڑے سے اُٹھائیں اُن نے زُلفیں
جانا بھی نہ ہم گئی کدھر رات

تو پاس نہیں ہوا تو روتے
رہ رہ گئی ہے پہر پہر رات

Marfat.com

کیا دن تھے کہ خون تھا جگر میں — رو اٹھتے تھے بیٹھ دو پہر رات
دھاں تم تو بناتے ہی رہے زلف — عاشق کی بھی یہاں گئی گزر رات
ساقی کے جو آنے کی خبر تھی — گزری ہیں ساری بے خبر رات
کیا سوزِ جگر کہوں میں ہمدم — آیا جو سخن زبان پر رات
صحبت یہ رہی کہ شمع رولی — لے شام سے تا دمِ سحر رات
کھلتی ہے جب آنکھ شب کو تجھ بن — کٹتی نہیں آتی ہے نظر رات
دن وصل کا یوں کٹا کہے تو — کاٹی ہے جدائی کی مگر رات
کل تھی شبِ وصل اک ادا پر — اس کی گئے ہوتے ہم تو مر رات
جاگے تھے ہمارے بختِ خفتہ — پہنچا تھا بہم وہ اپنے گھر رات
کرنے لگا پشت چشمِ نازک — سوتے سے اٹھا جو چونک کر رات
تھی صبح جو منہ کو کھول دیتا — ہر چند کہ تب بھی اک پہر رات

پر زلفوں میں منہ چھپا کے پوچھا
اب ہووے گی میرؔ کس قدر رات

جیتا ہی نہیں ہو جسے آزارِ محبت — مایوس ہوں میں بھی کہ ہوں بیمارِ محبت
امکان نہیں جیتے جی ہو قید سے آزاد — مر جائے تبھی چھوٹے گرفتارِ محبت
تقصیر نہ خوباں کی نہ جلاد کا کچھ جرم — تھا دشمنِ جانی مرا اقرارِ محبت
ہر جنس کے خواہاں ملے بازارِ جہاں میں — لیکن نہ ملا کوئی خریدارِ محبت
اس راز کو رکھ جی ہی میں تا جی بچے تیرا — زنہار جو کرتا ہو تو اظہارِ محبت
ہر نقشِ قدم پر ترے سر بیچے ہیں عاشق — ٹک سیر تو کر آج تو بازارِ محبت
کچھ مست ہیں ہم دیدۂ پُر خون جگر سے — آیا یہی ہے ساغرِ سرشارِ محبت
بیکار نہ رہ عشق میں تو رونے سے ہرگز — یہ گریہ ہی ہے آبِ رخِ کارِ محبت

چھٹتا

مجھ سا ہی ہو مجنوں بھی یہ کب مانے ہے عاقل
ہر سر نہیں اے میرؔ سزاوارِ محبت

جی میں ہے یادِ رخ و زلفِ سیہ فام بہت — رونا آتا ہے مجھے ہر سحر و شام بہت
دستِ صیاد تلک بھی نہ میں پہنچا جیتا — بیقراری نے لیا مجھ کو تہِ دام بہت

Marfat.com

ایک دو چشمک ادھر گردش ساغر کہ مدام
سر چڑھی رہتی ہی یہ گردش ایام بہت

دل خراشی و جگر چاکی و خون افشانی
ہوں تو ناکام پہ رہتے ہیں مجھے کام بہت

پھر نہ آئے جو ہوئے خاک میں جا آسودہ
غالباً زیرِ زمیں میرؔ ہی آرام بہت

کیا کہیں اپنی اُس کی شب کی بات
کہئے ہووے جو کچھ بھی ڈھب کی بات

اب تو چُپ لگ گئی ہے حیرت سے
پھر کھلے گی زبان جب کی بات

نکتہ دانانِ رفتہ کی نہ کہو
بات وہ ہی جو ہووے اب کی بات

کس کا روئے سخن نہیں ہے اُدھر
ہے نظر میں ہمارے سب کی بات

ظلم ہے قہر ہے قیامت ہے
غصے میں اُس کے زیرِ لب کی بات

کہتے ہیں آگے تھا بتوں میں رحم
ہے خدا جانئے یہ کب کی بات

گو کہ آتش زباں تھے آگے میرؔ[1]
اب کی کہئے گئی وہ تب کی بات

ہر صبحدم کروں ہوں الحاح یا انابت
تو بھی مری دعا سے ملتی نہیں اجابت

مت بے حساب طاقت ای ضعف مجھ سے ظالم
لائق نہیں ہے تیرے یہ کونسی ہی بابت

کیا کیا لکھا ہے[2] میں نے وہ میرؔ کیا کرے گا
گم ہووے نامہ بر سے یارب مری کتابت

ردیف تائے ہندی

نہ پایا دل ہوا روزِ سیہ سے جس کا جالٹ پٹ
کسو کی زلف ڈھونڈی مو بمو کا کل کو سب لٹ لٹ

تو کن نیندوں پڑا سوتا تھا دروازہ کو موندے شب
میں چوکھٹ پر تری کرتا رہا سر کو پٹک کھٹ کھٹ

چٹیں[3] لگتی ہیں دل پر بلبلوں کے باغباں تو جو
چمن میں توڑتا ہی ہر سحر کلیوں کے تئیں چٹ چٹ

ترے ہجراں کی بیماری میں میرؔ ناتواں کو شب
ہوا ہے خواب سونا آہ اس کروٹ سے اُس کروٹ

[1] مرزا غالبؔ ؎ سخن میں خامۂ غالب کی آتش افشانی ؛ یقین ہے ہم کو بھی لیکن اب اس میں دم کیا ہے۔
[2] خط لکھ کے اور بھی میں پڑا پیچ و تاب میں ؛ کیا جانے لکھ دیا اُسے کیا اضطراب میں (ذوق) [3] چٹیں یعنی چوٹیں تخفیف واو بعد ترکِ

ردیف جیم

آئے ہیں میر منہ کو بنائے جفا سے آج
شاید بگڑ گئی ہے کچھ اُس بیوفا سے آج

واشد ہوئی نہ دل کو فقیروں کے بھی ملے
کھلتی نہیں گرہ یہ کسو کی دعا سے آج

جینے میں اختیار نہیں ورنہ ہمنشیں
ہم چاہتے ہیں موت تو اپنی خدا سے آج

ساقی ٹک ایک موسمِ گل کی طرف بھی دیکھ
ٹپکا پڑے ہے رنگ چمن میں ہوا سے آج

تھا جی میں اس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے میر
پر کچھ کہا گیا نہ غمِ دل حیا سے آج

ردیف جیم فارسی

کاش اٹھیں ہم بھی گنہگاروں کے بیچ
ہوں جو رحمت کے سزاواروں کے بیچ

جی سدا ان ابروؤں ہی میں رہا
کی بسر ہم عمر تلواروں کے بیچ

چشم ہو تو آئینہ خانہ ہے دہر
منہ نظر آتا ہے دیواروں کے بیچ

ہیں عناصر کی یہ صورت بازیاں
شعبدے کیا کیا ہیں ان چاروں کے بیچ

جب سے لے نکلا ہے تو یہ جنسِ حسن
پڑ گئی ہے دھوم بازاروں کے بیچ

عاشقی و بیکسی و رفتگی
جی رہا کب ایسے آزاروں کے بیچ

جو نہ رشک اُس ماہ بن چمکے ہے شب
وہ چمک کاہے کو ہے تاروں کے بیچ

اُس کے آتشناک رخساروں بغیر
لوٹیے یوں کب تک انگاروں کے بیچ

بیٹھنا غیروں میں کب ہے ننگِ یار
پھول گل ہوتے ہی ہیں خاروں کے بیچ

یارو مت اُس کا فریبِ مہر کھاؤ
میر بھی تھے اُس کے ہی یاروں کے بیچ

ماندہ مصر میں یوسف رہے زندان کے بیچ
بھیجدے کیوں نہ زلیخا اُسے کنعان کے بیچ

تو نہ تھا مردِ رہِ دشوار میں عاشق کی آہ
حسرتیں کتنی گرہ تھیں رمقِ جان کے بیچ

چشمِ بد دور کہ کچھ رنگ ہے اب گریہ پر
خون جھمکے ہے پڑا دیدۂ گریان کے بیچ

حالِ گلزارِ زمانہ کا ہے جیسے کہ شفق
رنگ کچھ اور ہی ہو جائے ہے اک آن کے بیچ

تاک کی چھاؤں میں جوں مست پڑی سوتی ہیں
اینڈتی ہیں نگہیں سایۂ مژگاں کے بیچ

Marfat.com

جی لیا بوسۂ رخسارِ مخطط دے کر
عاقبت اُن نے ہمیں زہر دیا پان کے بیچ

دعویٔ خوش دہنی اُس سے اسی مُنہ پر گل
سر تو ٹک ڈال کے دیکھ اپنے گریبان کے بیچ

کان رکھ رکھ کے بہت دردِ دلِ میرؔ کو تم
سنتے تو ہو پہ کہیں درد نہ ہو کان کے بیچ

گر نہ تاخیر تو اک شب کی ملاقات کے بیچ
دن نہ پھر جائیں گے عشاق کے اک رات کے بیچ

حرف زن مت ہو کسی سے تو کہ اے آفتِ شہر
جاتے رہتے ہیں ہزاروں کے سر اک بات کے بیچ

میری طاعت کو قبول آہ کہاں تک ہوگا
سبحہ اک ہاتھ میں ہے جام ہے اک ہات کے بیچ

سرمگیں چشم پہ اُس شوخ کے زنہار نہ جا
ہے سیاہی مژہ میں وہ نگہ گھات کے بیچ

بیٹھیں ہم اُس کے سگِ کو کے برابر کیونکر
کرتے ہیں ایسی معیشت تو مساوات کے بیچ

قطعہ

تابِ طاقت کو تو رخصت ہوئے مدت گزری
پند گو یوں ہی نکر اب خلل اوقات کے بیچ

زندگی کسکے بھروسے پہ محبت میں کروں
ایک دل غمزدہ ہے سو بھی ہے آفات کے بیچ

بے مے و مغبچہ اک دم نہ رہا تھا کہ رہا
اب تلک میرؔ کا تکیہ ہے خرابات کے بیچ

ساتھ ہو اک بیکسی کے عالمِ ہستی کے بیچ
باز خواہِ خوں ہے میرا گو اسی بستی کے بیچ

عرش پر ہی ہم نمد پوشانِ الفت کا دماغ
اوج دولت کا سا ہے یہاں فقر کی پستی کے بیچ

ہم سیہ کاروں کا ہنسنا وہ ہی میخانے کی اور
آ گئے ہیں میرؔ مسجد میں چلے مستی کے بیچ

ردیف حاے حطی

ہونے لگا گدازِ غمِ یار بے طرح
رہنے لگا ہے دل کو اب آزار بے طرح

اب کچھ طرح نہیں ہے کہ ہم غمزدے ہوں شاد
کہنے لگا ہے منہ سے ستمگار بے طرح

جاں بر تمھارے ہاتھ سے ہوگا نہ اب کوئی
رکھنے لگے ہو ہاتھ میں تلوار بے طرح

فتنہ اُٹھیگا ورنہ نکل گھر سے تو شتاب
بیٹھے ہیں آکے طالبِ دیدار بے طرح

لوہو میں شور بور ہے دامان و جیبِ میرؔ
بپھرا ہے آج دیدۂ خونبار بے طرح

[1] موافق اصل ۱۲

Marfat.com

نماز کرے ہی جمع وہ ہر بار ایک طرح
کرتا ہے چرخ مجھ سے نئے یار ایک طرح
میں اور قیس و کوہ کن اب جو زباں پہ ہیں
مارے گئے ہیں سب یہ گنہگار ایک طرح
منظور اُس کو پردے میں ہیں بے حجابیاں
کس سے ہوا دچار وہ عیار ایک طرح
سب طرح ہیں اس کی اپنی نظر میں تعیں کیا کہیں
پر ہم بھی ہو گئے ہیں گرفتار ایک طرح
گھر اُس کے جا کے آتے ہیں پامال ہو گئے ہم
کرئیے مکاں ہی اب سر بازار ایک طرح
گہ گل ہی گاہ رنگ گہے باغ کی ہے بو
قطعہ
آتا نہیں نظر وہ طرح دار ایک طرح
نیرنگ حسن دوست سے کر آنکھیں آشنا
ممکن نہیں وگرنہ ہو دیدار ایک طرح

ہر طرح تو ذلیل ہی رکھتا ہے میر کو
ہوتا ہے عاشقی میں کوئی خوار ایک طرح

ردیف دال مہملہ

کیا ہی یہ جوگا ہے آجاتی ہی آندھی کوئی زرد
یا بگولا جو کوئی سر کھینچے ہے صحرا نورد
شوق میں یہ محمل لیلیٰ کے ہو کر بیقرار
اک نہادِ وادیٔ مجنوں سے اٹھ چلتی ہی گرد
وجہ دم سردی نہیں میں جانتا رونے کے بعد
مینھ برسا ہی کہیں شاید ہوا آتی ہی سرد
باز رکھا باطنِ پیر مغاں نے شیخ کو
مل گیا اُس پیرزن کو غیب سے اک پیرمرد

ایک شب پہلو کیا تھا گرم اُن نے تیرے ساتھ
رات کو رہتا ہی اکثر میر کے پہلو میں درد

آوے گی میری قبر سے آواز میرے بعد
اُبھریں گے عشق دل سے ترے راز میرے بعد
جینا مرا تو تجھ کو غنیمت ہے نا سمجھ
کھینچے گا کون پھر یہ ترے ناز میرے بعد
شمعِ مزار اور یہ سوزِ جگر مرا
ہر شب کریں گے زندگی ناساز میرے بعد
حسرت ہی اُس کے دیکھنے کی دل میں بے قیاس
اغلب کہ میری آنکھیں رہیں باز میرے بعد
کرتا ہوں میں جو نالے سرانجام باغ میں
مُنہ دیکھو پھر کریں گے ہم آواز میرے بعد
بن گل موا ہی میں تو پہ تو جا کے لوٹیو
صحنِ چمن میں اے پر پرواز میرے بعد

بیٹھا ہوں میر مرنے کو اپنے میں مستعد
پیدا نہ ہوں گے مجھ سے بھی جانباز میرے بعد

Marfat.com

نہ پڑھا خط کو یا پڑھا قاصد / آخر کار کیا کہا قاصد
کوئی پہنچا نہ خط مرا اُس تک / میرے طالع ہیں نارسا قاصد
سرنوشتِ زبوں سے زر ہو خاک / راہ کھوٹی نہ کر تو جا قاصد
گر پڑا خط تو تجھ پہ حرف نہیں / یہ بھی میرا ہی تھا لکھا قاصد
یہ تو رونا ہمیشہ ہے مجھ کو / پھر کبھو پھر کبھو بھلا قاصد
اب غرض خامشی ہی بہتر ہے / کیا کہوں تجھ سے ماجرا قاصد
شب کتابت کے وقت گریہ میں / جو لکھا تھا سو بہ گیا قاصد
کہنہ قصہ لکھا کروں تلکے / بھیجا کب تک کروں نیا قاصد
ہے طلسمات اُس کا کوچہ تو / جو گیا سو وہیں رہا قاصد
باد پر ہے برات جس کا جواب / اُس کو گزرے ہیں سالہا قاصد

نامۂ میر کو اڑاتا ہے
کاغذِ باد کر گیا قاصد

ہوں رہگزر میں تیرے ہر نقشِ پا ہے شاہد / اُڑتی ہے خاک میری بادِ صبا ہے شاہد
طوفِ حرم میں بھی میں بھولا نہ تجھ کو اے بت / آتا تھا یاد تو ہی میرا خدا ہے شاہد
شرمندۂ اثر کچھ باطن مرا نہیں ہے / وقتِ سحر ہی شاہد دستِ دعا ہے شاہد
نالے میں اپنے پنہاں میں بھی ہوں ساتھ تیرے / شاہد ہے گردِ محمل، شورِ درا ہے شاہد

ایذا ہی میر پر جو وہ تو کہوں ہی گا میں
بارے یہ کہہ کہ تیری خاطر میں کیا ہے شاہد

اے گلِ نو دمیدہ کے مانند / ہے تو کس آفریدہ کے مانند
ہم اُمیدِ وفا پہ تیری ہوئے / غنچۂ دیر چیدہ کے مانند
خاک کو میری سیر کر کے پھرا / وہ غزالِ رمیدہ کے مانند
سر اُٹھاتے ہی ہو گئے پامال / سبزۂ نو دمیدہ کے مانند
نہ کٹے رات ہجر کی جو نہ ہو / نالہ تیغِ کشیدہ کے مانند
ہم گرفتارِ حال ہیں اپنے / طائرِ پر بریدہ کے مانند
دل تڑپتا ہے اشکِ خونیں میں / صیدِ در خوں طپیدہ کے مانند

Marfat.com

تجھ سے یوسف کو کیونکہ نسبت دیں … تب شنیدہ ہو دیدہ کے مانند

میر صاحب بھی اُس کے ہاں تھے لیک
بندۂ زر خریدہ کے مانند

قفس تو یہاں سے گئے پر مدام ہے صیاد … چمن کی صبح کوئی دم کو شام ہے صیاد

بہت ہیں ہاتھ ہی تیرے نہ کر قفس کی فکر … مرا تو کام انھیں میں تمام ہے صیاد

چمن میں میں نہیں ایسا پھنسا کہ یوں چھوٹوں … مجھے تو ہر رگِ گل تارِ دام ہے صیاد

یہی گلوں کو تنک دیکھوں اتنی مہلت ہے … چمن میں اور تو کیا مجھ کو کام ہے صیاد

ابھی کہ وحشی ہے اس کشمکش کے بیچ ہی میر
خدا ہی اُس کا ہے جو تیرا رام ہے صیاد

میرے سنگِ مزار پر فرہاد[1] … رکھ کے تیشہ کہے ہے یا اُستاد

ہم سے بن مرگ کیا جدا ہو ملال … جان کے ساتھ ہے دلِ ناشاد

موند آنکھیں سفر عدم کا کر … بس ہے دیکھا نہ عالمِ ایجاد

فکرِ تعمیر میں نہ رہ منعم … زندگانی کی کچھ بھی ہے بنیاد

خاک بھی سر پہ ڈالنے کو نہیں … کس خرابے میں ہم ہوئے آباد

سنتے ہو ٹک سنو کہ پھر مجھ بعد … نہ سنوگے یہ نالہ و فریاد

لگتی ہے کچھ سموم سی تو نسیم … خاک کس دل جلے کی کی برباد

بھولا جا ہے غمِ بتاں میں جی … غرض آتا ہے پھر خدا ہی یاد

تیرے قیدِ قفس کا کیا شکوہ … نالے اپنے سے اپنی ہے فریاد

ہر طرف ہیں اسیر ہم آواز … باغ ہے گھر ترا تو اے صیاد

ہم کو مرنا یہ ہے کہ کب ہوں کہیں … اپنی قیدِ حیات سے آزاد

ایسا وہ شوخ ہے کہ اُٹھتی صبح … جانا سو جائے اُس کی ہے معتاد

نہیں صورت پذیر نقش اُس کا … یوں ہی تصدیع کھینچے ہے بہزاد

[1] فرہاد۔ یا کوہ کن ایک سنگتراش کا نام جو شیریں معشوقۂ خسرو کا عاشق تھا۔ جس نے شیریں کے لئے ایک نہر دودھ لانے کی پہاڑ میں کھودی تھی اور خسرو پرویز نے فریب دیکر اُس کو ہلاک کرادیا۔ اس کے قصّے کو شیریں خسرو نظامی وغیرہ میں بیان کیا ہے۔ ۱۲۔ آسی ؎ میر صاحب بھی اُس کی بزم میں تھے ؎ جیسے کوئی فقیر ہوتا ہے۔

Marfat.com

خوب ہے خاک سے بزرگوں کی | چاہنا تو مرے تئیں امداد
پر مروت کہاں کی ہے ای میرؔ | تو ہی مجھ دل جلے کو کر ارشاد

نامرادی ہو جس پہ پروانہ
وہ جلاتا پھرے چراغِ مُراد

ردیف رائے مہملہ

اُودھر تلک ہی چرخ کے مشکل ہے ٹک گزر | اے آہ پھر اثر تو ہے برچھی کی چوٹ پر[1]
دھڑکا تھا دل طپیدنِ شب سے سو آج صبح | دیکھا وہی کہ آنسوؤں میں چو پڑا جگر[2]
ہم تو اسیرِ کنجِ قفس ہو کے مر چلے | اے اشتیاقِ سیرِ چمن تیری کیا خبر
مت عیب کر جو ڈھونڈوں میں اُسکو کہ مدعی | یہ جی بھی یوں ہی جائیگا رہتا ہے تو کدھر
آئی ہی پوچھیو تو بلا اپنے سر صبا | ہوے مشکفام زلفیں پریشاں ہوویں اگر[3]
جاتی نہیں ہے دل سے تری یادِ زلف و رُو | روتے ہی مجھ کو گزرے ہے کیا شام کیا سحر
کیا جانوں کس کے تئیں لبِ خنداں کہے ہے خلق | میں نے جو آنکھیں کھول کے دیکھیں سو چشم تر
اے سیل ٹک سنبھل کے قدم بادیے میں رکھ | ہر سمت کو ہے تشنہ لبی کا مری خطر

مرتا ہے کون منع کہ سج اپنی تو نہ دیکھ
لیکن کبھی تو میرؔ کے کر حال پر نظر

غیروں سے وے اشارے ہم سے چھپا چھپا کر | پھر دیکھنا ادھر کو آنکھیں ملا ملا کر
ہر گام سدرہ تھی بتخانے کی محبت | کعبے تلک تو پہنچے لیکن خدا خدا کر
نخچیر گہ میں تجھ سے جو نیم کشتہ چھوٹا | حسرت نے اُس کو مارا آخر لٹا لٹا کر
اک لطف کی نگہ بھی ہم نے نہ چاہی اُس سے | رکھا ہمیں تو اُن نے آنکھیں دکھا دکھا کر
ناصح مرے جنوں سے آگہ نہ تھا کہ ناحق | گودڑ کیا گریباں سارا سلا سلا کر
اک رنگ یاں ہی اسکا دل خون کن جدا ہے | پھبتا ہے اُس کو کرنا باتیں چبا چبا کر
جوں شمعِ صبحگاہی اکبار بجھ گئے ہم | اُس شعلہ خو نے ہم کو مارا جلا جلا کر

[1] یعنی پھر اثر یقینی ہے
[2] چو پڑا۔ یعنی ٹپک پڑا۔ چونا بمعنی ٹپکنا۔ [3] ہم نکالینگے سُن اے موجِ صبا بل تیرا ۱۲ اسکی زلفوں کے اگر بال پریشان ہونگے (مومن)

اس حرف ناشنو سے صحبت بگڑ ہی جاوے
ہر چند لاتے ہیں ہم باتیں بنا بنا کر

میں منع میر تجھ کو کرتا نہ تھا ہمیشہ
کھوئی نہ جان تو نے دل کو لگا لگا کر

نہ ہو ہرزہ درا اتنا خموشی اے جرس بہتر
نہیں اس قافلے میں اہلِ دل ضبط نفس بہتر

نہ ہونا ہی بھلا تھا سامنے اس چشمِ گریاں کے
نظر اے ابرِ تر آبھی نہ آوے گا برس بہتر

سدا ہو خار خار باغباں گل کا جہاں مانع
سمجھ اے عندلیب اس باغ سے کنجِ قفس بہتر

برا ہے امتحاں لیکن نہ سمجھے تو تو کیا کریے
شہادت گاہ میں نبچل سب اپنے بلہوس بہتر

سیہ کردوں گا گلشن دودِ دل سے باغباں میں بھی
جلا آتش میں میرے آشیاں کے خار و خس بہتر

کیا داغوں سے رشکِ باغ اے صد آفریں الفت
یہ سینہ ہم کو بھی ایسا ہی تھا درکار بس بہتر

قدم تیرے چھوئے تھے جن نے اب وہ ہاتھ ہی سر ہے
مرے حق میں نہ ہونا ہی تھا یہاں تک دسترس بہتر

عبث پوچھے ہے مجھ سے میر میں صحرا کو جاتا ہوں
خرابی ہے یہ دل رکھا ہے جو تو نے تو بس بہتر

دیکھوں میں اپنی آنکھوں سے آوے مجھے قرار
اے انتظار تجھ کو کسی کا ہو انتظار

ساقی تو ایکبار تو توبہ مری تڑا
توبہ کروں جو پھر تو ہے توبہ ہزار بار

کیا زمزمہ کروں ہوں خوشی تجھ سے ہمصفیر
آیا جو میں چمن میں تو جاتی رہی بہار

کس ڈھب سے راہِ عشق چلوں ہے یہ ڈر مجھے
پھوٹیں کہیں نہ آبلے ٹوٹیں کہیں نہ خار

کوچے کی اس کے راہ نہ بتلائی بعد مرگ
دل میں صبا رکھے تھی مری خاک سے غبار

اے پلئے خم کی گردشِ ساغر ہو دستگیر
مرہونِ دردِ سر ہو کہاں تک مرا خمار

وسعت جہاں کی چھوڑ جو آرام چاہے میر
آسودگی رکھے ہے بہت گوشۂ مزار

عشق بے اجل کش ہے بس اے دل اب توکل کر
اگرچہ جان جاتی ہے چلی لیکن تغافل کر

سفر ہستی کا مت کر سرسری جوں باد اے رہرو
یہ سب خاک آدمی تھے ہر قدم پر ٹک تامل کر

سن اے بیدرد گلچیں غارتِ گلشن مبارک ہے
پہ ٹک گوشِ مروت جانبِ فریادِ بلبل کر

نہ وعدہ تیرے آنے کا نہ کچھ امید طالع سے
دلِ بیتاب کو کس منہ سے کہیے ٹک تحمل کر

یہ کیا جانوں کہ کیوں رونے لگا رونے سے ہی کر میں
مگر یہ جانتا ہوں سینہ بھر آتا ہے پھر کھل کر

Marfat.com

مرے پاس اُس کی خاکِ پائے بیماری میں رکھا تھا
نہ آیا سر مرا بالیں پہ اودھر جو گیا ڈھل کر

تجلی جلوہ ہیں کچھ بام و درِ غم خانہ کے میرے
وہ رشکِ ماہ آیا ہمنشیں بس اب و پامل کر

تری خاموشی سے قمری ہوا شورِ جنوں رسوا
ہلا تک طوقِ گردن کو بھی ظالم باغ میں غل کر

گدازِ عاشقی کا میر کے شب ذکر آیا تھا
جو دیکھا شمع مجلس کو تو پانی ہو گئی گھل کر

کر رحم ٹک کب تک ستم مجھ پر جفاکار اس قدر
یک سینہ خنجر سیکڑوں اک جان و آزار اس قدر

بھاگے[1] مری صورت سے وہ عاشق میں اُسکی شکل پر
میں اُس کا خواہاں یہاں تلک وہ مجھ سے بیزار اس قدر

منزل پہنچنا اک طرف نے صبر ہے نے ہے سکوں
یکسر قدم میں آبلے پھر راہِ پُرخار اس قدر

ہے جائے ہر دل میں ترے آ در گزر کر بے وفا
کر رحم ٹک اپنے اُپر مت ہو دل آزار اس قدر

جز کشمکش ہووے تو کیا عالم سے ہم کو فائدہ
یہ بے فضا ہے اک قفس ہم ہیں گرفتار اس قدر

قطعہ
غیر اور بغل گیری تری عید اور ہم سے بھاگنا
ہم یار ہوں یوں غمزدے خوش ہوویں اغیار اس قدر

طاقت نہیں ہے بات کی کہتا تھا نعرہ ماریے
کیا جانتا تھا میر ہو جاوے گا بیمار اس قدر

قیامت تھا سماں اُس خشمگیں پر
کہ تلواریں چلیں ابرو کی چیں پر

نہ دیکھا آخر اُس آئینہ رو کو
نظر ہے بھی نگاہِ واپسیں پر

گئے دن عجز و نالہ کے کہ اب ہے
دماغِ نالہ چرخِ ہفتمیں پر

ہوا ہے ہاتھ گلدستہ ہمارا
کہ داغِ خون بہت ہے آستیں پر

قطعہ
خدا جانے کہ کیا خواہش ہے جی کو
نظر اپنی نہیں ہے مہر و کیں پر

پر افشانی قفس ہی کی بہت ہے
کہ پروازِ چمن قابل نہیں پر

قطعہ
جگر میں اپنے باقی روتے روتے
اگرچہ کچھ نہیں اے ہمنشیں پر

کبھو جو آنکھ سے چلتے ہیں آنسو
تو پھر جاتا ہے پانی سب زمیں پر

قدم دشتِ محبت میں نہ رکھ میر
کہ سر جاتا ہے گام اولیں پر

[1] مرزا غالب دہلوی؟ ؎ ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار ؛ یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے۔

Marfat.com

دل دماغ و جگر یہ سب اک بار — کام آئے فراق میں اے یار
کیوں[1] نہ ہو ضعف غالب اعضا پر — مر گئے ہیں قشون کے سردار
گل پژمردہ کا نہیں ممنون — ہم اسیروں کا گوشۂ دستار
مت نکل گھر سے ہم بھی راضی ہیں — دیکھ لیں گے کبھو سر بازار
سیکڑوں حرف ہیں گرہ دل میں — پر کہاں پایئے لب اظہار
سیر کر دشت عشق کا گلشن — غنچے ہو ہو رہے ہیں سو سو خار
روز محشر ہے رات ہجراں کی — ایسی ہم زندگی سے ہیں بیزار
بحث نالہ بھی کیجیو بلبل — پہلے پیدا تو کر لب گفتار
چاک دل پر ہیں چشم صد خوباں — کیا کروں یک انار و صد بیمار
شکر کر داغ دل کا اے غافل — کس کو دیتے ہیں دیدۂ بیدار
گو غزل ہو گئی قصیدہ سی — عاشقوں کا ہے طول حرف شعار
ہر سحر لگ چلی تو ہے تو نسیم — اے سیہ مست ناز ٹک ہشیار
شاخسانے ہزار نکلیں گے — جو گیا اس کی زلف کا اک تار
واجب القتل اس قدر تو ہوں — قطعہ — کہ مجھے دیکھ کر کہے ہے پکار
یہ تو آیا نہ سامنے میرے — لاؤ میری میاں سپر تلوار
آ زیارت کو قبر عاشق پر — قطعہ — اک طرح کا ہے یہاں بھی جوش بہار
نکلے ہے میری خاک سے نرگس — یعنی اب تک ہے حسرت دیدار
میر صاحب زمانہ نازک ہے — قطعہ — دونوں ہاتھوں سے تھامیے دستار
سہل سی زندگی پہ کام کے تئیں — اپنے اوپر نہ کیجیے دشوار
چار دن کا ہے مجہلہ یہ سب — سب سے رکھیے سلوک ہی ناچار
کوئی ایسا گناہ اور نہیں — یہ کہ کیجے ستم کسی پر بار
دھاں جہاں خاک کے برابر ہے — قطعہ — قدر ہفت آسمان ظلم شعار
یہی درخواست پاس دل کی ہے — نہیں روزہ نماز کچھ درکار
در مسجد پہ حلقہ زن ہو تم — قطعہ — کہ رہو بیٹھ خانۂ خمار

[1] یہ مصرع نکات الشعرائے میر میں اس طرح لکھا ہے — "کیوں نہ ہو فتح ضعف اعضا پر"

Marfat.com

جی میں آوے سو کیجو پیارے
ایک ہونا نہ درپےِ آزار

حاصلِ دو جہان ہے اک حرف
ہو مری جان آگے تم مختار

لبوں پر ہے ہر لحظہ آہِ شرربار
جلا ہی پڑا ہے ہمارا تو گھر بار

ہوئیں کس ستمدیدہ کے پاس یکجا
نگاہیں شرر ریز پلکیں جگر بار

کہو کوئی دیکھے اُسے سیر کیونکر
کہ ہے اُس تنِ نازک اوپر نظر بار

حلاوت سے اپنی جو آگاہ ہو تو
چپک جائیں باہم وے لعلِ شکر بار

سبک کر دیا دل کی بیطاقتی نے
نجانا تھا اس کی طرف ہم کو ہر بار

گدھا سا لدا پھرتا ہے شیخ ہر سو
کہ جبہ ہے اک بار و عمامہ سر بار

مرے نخلِ ماتم پہ ہے سنگ باراں
نہایت کو لایا عجب یہ شجر بار

ہمیں بار اُس در پہ کثرت سے کیا ہو
لگا ہی رہے ہے سدا وھاں تو دربار

یہ آنکھیں گئیں ایسی ہو کر در افشاں
کہ دیکھے سے آیا ترا ابرِ گہربار

کب اس عمر میں آدمی شیخ ہوگا
کتابیں رکھیں ساتھ گو ایک خر بار

جہاں میر رہنے کی جاگہ نہیں ہے
چلا جائیے یہاں سے اسباب کر بار

غصے سے اُٹھ چلے ہو جو دامن کو جھاڑ کر
جاتے رہیں گے ہم بھی گریبان پھاڑ کر

دل وہ نگر نہیں کہ پھر آباد ہو سکے
پچھتاؤگے سنو ہو یہ بستی اُجاڑ کر

یارب رہِ طلب میں کوئی کب تلک پھرے
تسکین دے کہ بیٹھ رہوں پاؤں گاڑ کر

منظور ہو نہ پاس ہمارا تو حیف ہے
آئے ہیں آج دُور سے ہم تجھ کو تاڑ کر

غالب کہ دیوے قوتِ دل اس ضعیف کو
تنکے کو جو دکھاوے ہے پل میں پہاڑ کر

نکلینگے کام دل کے کچھ اب اہلِ ریش سے
کچھ ڈھیر کر چکے ہیں یہ آگے اُکھاڑ کر

اس فن کے پہلوانوں سے کشتی رہی ہے میر
بہتوں کو ہم نے زیر کیا ہے پچھاڑ کر

مرتے ہیں تیری نرگسِ بیمار دیکھ کر
جاتے ہیں جی سے کس قدر آزار دیکھ کر

افسوس وے کہ منتظر اک عمر تک رہے
پھر مر گئے ترے تئیں اک بار دیکھ کر

Marfat.com

ناخواندہ خطِ شوق لگے چاک کرنے تو
قاصد تو کہیو ٹک کہ جفا کار دیکھکر

کوئی جو دم رہا ہے سو آنکھوں میں ہے بھر آب
کر لو ٹک ایک عہدۂ دیدار دیکھکر

دیکھیں جدھر وہ رشکِ پری پیشِ چشم ہے
حیران رہ گئے ہیں یہ اسرار دیکھکر

جاتا ہے آسماں لیے کوچے سے یار کے
آتا ہے جی بھرا در دیوار دیکھکر

تیرے خرامِ ناز پہ جاتے ہیں جی چلے
رکھ ٹک قدم زمیں پہ ستمگار دیکھکر

طالع نے چشم پوشی کی یہاں تک کہ ہمنشیں
چھپتا ہے مجھ کو دور سے اب یار دیکھکر

جی میں تھا اُس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے میر[1]
پر جب ملے تو رہ گئے ناچار دیکھکر

دیکھ اُس کو ہنستے سب کے دم سے گئے اُکھڑ کر
ٹھہری ہے آرسی بھی دانتوں زمیں پکڑ کر

کیا کیا نیاز طینت اے ناز پیشہ تجھ مین
مرتے ہیں خاک رہ سے گوڑے رگڑ رگڑ کر

قد کش چمن کے اپنی خوبی کو یوں چلے ہیں
پایا پھل اُس سے آخر کیا شمع نے اکڑ کر

وہ سر چڑھا ہے اتنا اپنی فروتنی سے
کھویا ہمیں نے اُس کو ہر لحظہ پانوں پڑ کر

پائے ثبات بھی ہے نام آوری کو لازم
مشہور ہیں نگیں جو بیٹھا ہے گھر میں گڑ کر

دوری میں دلبروں کی کٹتی ہے کیونکہ سب کی
آدھا نہیں رہا ہوں تجھ سے تو میں بچھڑ کر

اب کیسا زہد و تقویٰ دارو ہے اور ہم ہیں
بنت العنب کے اپنا سب کچھ گیا گھسڑ کر

دیکھو نہ چشمِ کم سے معمورۂ جہاں کو
بنتا ہے ایک گھر یہاں سو صورتیں بگڑ کر

اُس پشتِ لب کے اوپر دانے عرق کے یوں ہیں
یاقوت سے رکھے ہیں جوں موتیوں کو جڑ کر

ناسازگاری اپنے طالع کی کیا کہیں ہم
آیا کبھو نہ یہاں ٹک غیروں سے یار لڑ کر

اپنے مزاج میں بھی ہے میر ضد نہایت
پھر مر کے ہی اُٹھیں گے بیٹھیں گے ہم جو اڑ کر

کہتا ہے کون تجھ کو یہاں یہ نہ کر تو وہ کر
پر ہو سکے جو پیارے دل میں بھی ٹک جگہ کر

وہ تنگ پوش اک دن دامن کشاں گیا تھا
رکھی ہیں جانمازیں اہلِ ورع نے تہ کر

کیا قصرِ دل کی تم سے ویرانی نقل کریے
ہو ہو گئے ہیں ٹیلے سارے مکان ڈھہ کر

[1] میر صاحب ہی کا دوسرا شعر ہے ع کہتے تو ہو یوں کہتے، یوں کہتے جو وہ آتا ! یہ کہنے کی باتیں ہیں کچھ بھی نہ کہا جاتا۔ ایسا ہی میر صاحب کا ایک اور شعر ہے ع کہتے تھے اُس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے لیک ! وہ آگیا تو سامنے اُس کے نہ آئی بات۔

Marfat.com

ہم اپنی آنکھیں کب تک یہ رنگِ عشق دیکھیں
آنے لگا ہے لوہو رخسار پر تو بہ کر

رنگِ شکستہ اپنا بے لطف بھی نہیں ہے
یہاں کی تو صبح دیکھی اک آدھ رات رہ کر

برسوں عذاب دیکھے قرنوں تعب اٹھائے
یہ دل حزیں ہوا ہے کیا کیا جفائیں سہ کر

ایکوں کی کھال کھینچی ایکوں کو دار کھینچا
اسرارِ عاشقی کا پچھتائے یار کہہ کر

طاعت کوئی کرے ہے جب ابر زور جھومے
گر ہو سکے تو زاہد اس وقت میں گنہ کر

کیوں تو نے آخر آخر اس وقت منھ دکھایا
دی جان میر نے جو حسرت سے اک نگہ کر

شیخی کا اب کمال ہے کچھ اور
حال ہے اور قال ہے کچھ اور

وعدے برسوں کے کن نے دیکھے ہیں
دم میں عاشق کا حال ہے کچھ اور

سہل مت بوجھ یہ طلسمِ جہاں
ہر جگہ یہاں خیال ہے کچھ اور

تو رگِ جاں سمجھتی ہوگی نسیم
اُس کے گیسو کا بال ہے کچھ اور

نہ ملیں گو کہ ہجر میں مر جائیں
عاشقوں کا وصال ہے کچھ اور

کوزپشتی پہ شیخ کی مت جاؤ
اُس پہ بھی احتمال ہے کچھ اور

اس میں اُس میں بڑا تفاوت ہے
کبک کی چال ڈھال ہے کچھ اور

میر تلوار چلتی ہے تو چلے
خوش خراموں کی چال ہے کچھ اور

دل جو اپنا ہوا تھا زخمی چور
ضبطِ گریہ سے پڑ گئے ناسور

صبح اُس سرو مہ کے آگے
قرصِ خورشید ہو گیا کافور

ہم ضعیفوں کو پائمال نہ کر
دولتِ حسن پر نہ ہو مغرور

عرش پر بیٹھتا ہے کہتے ہیں
گر اٹھے ہے غبارِ خاطرِ مور

شکوۂ آبلہ ابھی سے میر
ہے پیارے ہنوز دلی دور

غیروں سے مل چلے تم مست شراب ہو کر
غیرت سے رہ گئے ہم یکسو کباب ہو کر

اُس روئے آتشیں سے برقع سرک گیا تھا
گل بہ گیا چمن میں خجلت سے آب ہو کر

کل رات مند گئیں تھیں بہتوں کی آنکھیں غش سے
دیکھا کیا نہ کر تو سرمست خواب ہو کر

Marfat.com

پردہ[۱] رہے گا کیونکر خورشیدِ خاوری کا
نکلے ہے صبح وہ بھی اب بے نقاب ہوکر

اک قطرہ آب میں نے اس دور میں پیا ہے
نکلا ہے چشمِ تر سے وہ خونِ ناب ہوکر

آ بیٹھتا تھا صوفی ہر صبح میکدے میں
شکرِ خدا کہ نکلا واں سے خراب ہوکر

شرم و حیا کہاں تک ہیں میر کوئی دن کے
اب تو ملا کرو تم ٹک بے حجاب ہوکر

ہو آدمی اے چرخ ترکِ گردشِ ایام کر
خاطر سے میری ہی مجھ مست کی تائیدِ دورِ جام کر

دنیا ہے بے صرفہ نہ رونے میں یا کڑھنے میں تو
نالہ کو ذکرِ صبح کر گریہ کو وردِ شام کر

مستِ جنوں رہ روز و شب شہرہ ہو شہر و دشت میں
مجلس میں اپنی نقلِ خوش زنجیر کا بادام کر

جتنی ہو ذلت خلق میں اتنی ہے عزت عشق میں
ناموس سے آ در گزر بے ننگ ہوکر نام کر

سر رہ کہیں بھی میر جا سرگشتہ پھرنا تا کجا
ظالم کسو کا سن کہا، کوئی گھڑی آرام کر

رہنے کا پاس نہیں ایک بھی شمار آخرکار
ہاتھ سے جائے گا سررشتۂ کار آخرکار

لوحِ تربت پہ مری پہلے یہ لکھیو کہ اسے
یار دشمن ہوگیا جان سے مار آخرکار

مشتِ خاک اپنی جو پامال ہے یہاں اس پہ بجا
سر کو کھینچے گا فلک تک یہ غبار آخرکار

چشم وا دیکھ لے اس باغ میں کیجو نرگس
آنکھوں سے جاتی رہے گی یہ بہار آخرکار

اول کارِ محبت تو بہت سہل ہے میر
جی سے جاتا ہے ولے صبر و قرار آخرکار

خط میں ہے کیا سماں پسینے پر
موتی گویا جڑے ہیں مینے پر

کوئی ہوتا ہے دل طپش سے برا
ایک دم کے لہو نہ پینے پر

دل سے میرے شکستیں الجھی ہیں یا
سنگ باراں ہے آبگینے پر

چاکِ سینہ سے کھل گئے ٹانکے
کیا رفو کم ہوا ہے سینے پر

جورِ دلبر سے کیا ہوں آزردہ
میر اس چار دن کے جینے پر

---

[۱] پردہ رہنا۔ مراد عیب چھپا رہ جانا۔ شرم رہ جانا۔ بات رہ جانا ۔ برق لکھنوی

نام عالم میں رہے بات خدایا رہ جائے + پردۂ خاک میں چھپ جاؤں تو پردہ رہ جائے

Marfat.com

ہم بھی پھرتے ہیں یک حشم لیکر / دستۂ داغ و فوجِ غم لیکر
دست کش نالہ پیش رو گریہ / آہ چلتی ہے یہاں علم لیکر
مرگ اک ماندگی کا وقفہ ہے / یعنی آگے چلیں گے دم لیکر
اُس کے اوپر کہ دل سے تھا نزدیک / غمِ دوری چلے ہیں ہم لیکر
بارہا صید گہ سے اُس کے گئے / داغِ یاس آہوئے حرم لیکر
ضعف یہاں تک کھنچا کہ صورت گر / رہ گئے ہاتھ میں قلم لیکر
دل پہ کب اکتفا کرے ہے عشق / جائیگا جان بھی یہ غم لیکر
شوق اگر ہے یہی تو اے قاصد / ہم بھی آتے ہیں اب رقم لیکر

میر صاحب ہی چوکے اے بدعہد
ورنہ دینا تھا دل قسم لیکر

ن لی

داڑھی سفید شیخ کی تو مت نظر میں کر / بگلا شکار ہووے تو لگتے ہیں ہاتھ پر
اے ابر خشک مغز سمندر کا منھ نہ دیکھ / سیراب تیرے ہونیکو کافی ہے چشم تر
آخر عدم سے کچھ بھی نہ اکھڑا مرا میاں / مجھ کو تھا دستِ غیب پکڑ لی تری کمر

سوتا تھا بیخبر تو نشے میں جو رات کو
سو بار میر نے تری اُٹھ اُٹھ کے لی خبر

پشت پا ماری بسکہ دنیا پر / زخم پر پڑ گیا مرے پا پر
ڈوبے اُچھلے ہے آفتاب ہنوز / کہیں دیکھا تھا تجھکو دریا پر
گرد مے ہوں آؤ شیخِ شہر / ابر جھوما ہی جا ہے صحرا پر
دلِ پُر خوں تو تھا گلابیِ شراب / جی ہی اپنا چلا نہ صہبا پر
یہاں جہاں ہیں کہ شہر کو آئے / رات پڑتے ہیں چشم بینا پر
فرصتِ عیش اپنی یوں گزری / کہ مصیبت پڑی تمنا پر
طارمِ تاک سے لہو ٹپکا / سنگِ باراں ہوا ہے مینا پر

میر کیا بات اُس کے ہونٹھوں کی
جینا دوبھر ہوا مسیحا پر

جھوٹے بھی پوچھتے نہیں تک حال آن کر / انجان اتنے کیوں ہوئے جاتے ہو جان کر

Marfat.com

وے لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھوئے
پیدا کیے تھے چرخ نے جو خاک چھان کر

جھمکے دکھا کے باعثِ ہنگامہ ہی رہے
پر گھر سے در پہ آئے نہ تم بات مان کر

کہتے نہ تھے کہ جان سے جاتے رہیں گے ہم
اچھا نہیں ہے آ ' نہ ہمیں امتحان کر

کم گو جو ہم ہوئے تو ستم کچھ نہ ہو گیا
اچھی نہیں یہ بات مت اتنی زبان کر

ہم وے ہیں جن کے خون سے تری راہ سب ہے گل
مت کر خراب ہم کو تو اوروں میں سان کر

تا کشتۂ وفا مجھے جانے تمام خلق
تربت پہ میری خون سے میرے نشان کر

ناز و عتاب و خشم کہاں تک اٹھائیے
یا رب کبھو تو ہم پہ اسے مہربان کر

افسانے ما و من کے سنیں میر کب تلک
چل اب کہ سو دیں منہ پہ دوپٹے کو تان کر

آزار دیکھے کیا کیا اُن پلکوں سے اٹک کر
جی لے گئے یہ کانٹے دل میں کھٹک کھٹک کر

سرو و تدرو دونوں پھر آپ میں نہ آئے ملنگ
گلزار میں چلا تھا وہ شوخ ٹک لٹک کر

کب آنکھ کھول دیکھا تیرے تئیں سرہانے
ناچار مر گئے ہم سر کو پٹک پٹک کر

حاصل بجز کدورت اس خاک داں سے کیا ہے
خوش وہ کہ اٹھ گئے ہیں داماں جھٹک جھٹک کر

یہ مشتِ خاک یعنی انساں ہی ہے روش
ورنہ اٹھائی کن نے اس آسماں کی ٹکر

دل کام چاہتا ہے اب اس کے گیسوؤں سے
واں مر گئے ہیں کتنے برسوں اٹک اٹک کر

ٹک منہ سے اس کے دلکش برقع سرک گیا تھا
جاتی رہی نظر سے مہتاب سی چٹک کر

دھولا چکے تھے مل کر کل لونڈے میکدے کے
پر سرگراں ہو واعظ جاتا رہا سٹک کر

کل رقصِ شیخ مطلق دل کو لگا نہ میرے
آیا وہ حیز شرعی کتنا مٹک مٹک کر

منزل کی میر اس کی کب راہ تجھ سے نکلی
یاں خضر سے ہزاروں مر مر گئے بھٹک کر

ردیف رائے ہندی

آشوب دیکھ چشم تری سر رہے ہیں جوڑ
پلکوں کی صف سے بھڑ گئیں منہ کو موڑ موڑ

لاکھوں جتن کیے نہوا ضبط گریہ لیک
سنتے ہی نام آنکھ سے آنسو گرے کروڑ

زخم دروں سے میرے نہ ٹک بے خبر رہو
اب ضبط گریہ سے ہے ادھر ہی کو سب نچوڑ

لے جان کرنا - زبان کرنا -

Marfat.com

گرمی سے برشکال کی پروا ہے کیا ہمیں ۔ برسوں رہی ہے جان کے رکنے کی چال توڑ
بلبل کی اور چشم مروت سے دیکھ ٹک ۔ بیدرد یوں چمن میں کسو پھول کو نہ توڑ
کچھ کوہکن ہی سے نہیں تازہ ہوا یہ کام ۔ بہتیرے عاشقی میں موئے سر کو پھوڑ پھوڑ

بیطاقتی سے میر لگے چھوٹنے پران
ظالم خیال دیکھنے کا اُس کے اب تو چھوڑ

ردیف زائے معجمہ

ہوتا نہیں ہے باب اجابت کا وا ہنوز ۔ بسمل پڑی ہے چرخ پہ میری دعا ہنوز
دن رات کو کھنچا ہے قیامت کا اور میں ۔ پھرتا ہوں منہ پہ خاک ملے جا بجا ہنوز
خط کاڑھ لا کے تم تو منڈا بھی چلے و لے ۔ ہوتی نہیں ہماری تمھاری صفا ہنوز
غنچے چمن چمن کھلے اس باغ دہر میں ۔ دل ہی مرا ہے جو نہیں ہوتا ہے وا ہنوز
احوال نامہ بر سے مرا سن کے کہہ اٹھا ۔ جیتا ہے وہ ستم زدہ مہجور کیا ہنوز
غنچہ نہ بوجھ دل ہے کسی مجھ سے زار کا ۔ کھلتا نہیں جو سعی سے تیری صبا ہنوز
توڑا تھا کس کا شیشۂ دل تو نے سنگدل ۔ ہے دل خراش کوچے میں تیرے صدا ہنوز
چلو میں اُس کے میر لہو تھا سو پی چکا ۔ اُڑتا نہیں ہے طائرِ رنگِ حنا ہنوز

بے بال و پر اسیر ہوں کنج قفس میں میر
جاتی نہیں ہے سر سے چمن کی ہوا ہنوز

ضبط کرتا نہیں کنارہ ہنوز ۔ ہے گریبان پارہ پارہ ہنوز
آتشِ دل نہیں بجھی شاید ۔ قطرۂ اشک ہے شرارہ ہنوز
اشک جھمکا ہے جب نہ نکلا تھا ۔ چرخ پر صبح کا ستارہ ہنوز
لب پہ آئی ہے جان کب کی ہے ۔ اُس کے موقوف یک اشارہ ہنوز

عمر گزری دوائیں کرتے میر
دردِ دل کا ہوا نہ چارہ ہنوز

مر گیا میں پہ مرے باقی ہیں آثار ہنوز ۔ تر ہیں سب سر کے لہو سے در و دیوار ہنوز
دل بھی پُر داغ چمن ہے پر اُسے کیا کیجے ۔ جی سے جاتی ہی نہیں حسرتِ دیدار ہنوز

Marfat.com

بہ گئے عمر ہوئی ابرِ بہاری کو ولے / لہو برسا رہے ہیں دیدۂ خونبار ہنوز
بہ نہ لیجائیو پوچھوں ہوں تجھی سے یہ طبیب / یہ ہوا کوئی بھی اس درد کا بیمار ہنوز
بارہا چل چکی تلوار تری چال پہ شوخ / تو نہیں چھوڑتا اس طرز کی رفتار ہنوز
ایک دن بال فشاں ٹک ہوئے تھے خوش ہوکر / ہیں غمِ دل کی اسیری میں گرفتار ہنوز
کوئی تو آبلہ پا دشتِ جنوں سے گزرا / ڈوبا ہی جائے ہے لوہو میں سرِ خار ہنوز
منتظر قتل کے وعدے کا ہوں اپنے یعنی / جیتا مرنے کو رہا ہے یہ گنہگار ہنوز
اڑ گئے خاک ہو کتنے ہی ترے کوچے سے / باز آتے نہیں پر تیرے ہوادار ہنوز
ایک بھی زخم کی جا جس کے نہ ہو تن پہ کہیں / قطعہ / کوئی دیتا ہے سنا دیسی کو آزار ہنوز
ٹک تو انصاف کر اے دشمنِ جانِ عاشق / میان سے نکلی پڑے ہے تری تلوار ہنوز
میر کو ضعف میں میں دیکھ کہا کچھ کہیے / قطعہ / ہے تجھے کوئی گھڑی قوتِ گفتار ہنوز
ابھی اک دم میں زباں چلنے سے رہ جاتی ہے / درد دل کیوں نہیں کرتا ہے تو اظہار ہنوز
آنسو بھر لا کے بہت حزن سے یہ کہنے لگا / کیا کہوں تجھ کو سمجھ اس پہ نہیں یار ہنوز

آنکھوں میں آن رہا جی جو نکلتا ہی نہیں
دل میں میرے ہے گرہ حسرتِ دیدار ہنوز

مجھکو پوچھا بھی نہ یہ کون ہے غمناک ہنوز / ہو چکے حشر میں پھرتا ہوں جگر چاک ہنوز
اشک کی لغزشِ مستانہ پہ مت کیجو نظر / دامنِ دیدۂ گریاں ہے مرا پاک ہنوز
بھر نظر دیکھنے پاتا نہیں میں نزع میں بھی / منہ کے تئیں پھیرے ہی لیتا ہے وہ بیباک ہنوز

بعد مرنے کے بھی آرام نہیں میر مجھے
اس کے کوچے میں ہے پامال مری خاک ہنوز

ہو چکا خونِ جگر رونا نہیں کچھ کم ہنوز / ہیں مژہ دستورِ سابق ہی پہ میرے نم ہنوز
دل جلوں پر روتے ہیں جن کو ہے کچھ سوزِ جگر / شمع رکھتی ہے ہماری گور پر ماتم ہنوز
وضع یکساں اس زمانے میں نہیں رہتی کہیں / قد ترا چوگاں رہا ہے کس طرح سے خم ہنوز
آ رہا ہے جی مرا آنکھوں میں اک پل اور رہ جا / پر نہیں جاتا کسی کے دیکھنے کا غم ہنوز

وہ جو عالم اس کے اوپر تھا سو خط نے کھو دیا
مبتلا ہے اس بلا میں میر اک عالم ہنوز

Marfat.com

ردیف سین مہملہ

ای ابرِ تر تو اور کسی سمت کو برس
اس مُلک میں ہماری ہو یہ چشمِ تر ہی بس

حیراں تو دیکھ پھول بکھیرے تھی کل صبا
اک برگِ گل گرا نہ جہاں تھا مرا قفس

مژگاں بھی بہ گئیں مرے رونے سے چشم کی
سیلاب موج مارے تو ٹھہرے ہو کوئی خس

مجنوں کا دل ہوں محملِ لیلیٰ سے ہوں جدا
تنہا پھروں ہوں دشت میں جوں نالۂ جرس

ای گریہ اُس کے دل میں اثر خوب ہی کیا
روتا ہوں جب میں سامنے اسکے تو دے ہے ہنس

اُس کی زباں کے عہدے سے کیونکر نکل سکوں
کہتا ہوں ایک میں تو سُناتا ہے مجھکو دس

حیراں ہوں میر نزع میں اب کیا کروں بھلا
احوالِ دل بہت ہے مجھے فرصتِ یک نفس

کیونکہ نکلا جائے بحرِ غم سے مجھ بے دل کے پاس
آکے ڈوبی جاتی ہے کشتی مری ساحل کے پاس

ہی پریشاں دشت میں کس کا غبارِ ناتواں
گرد کچھ گستاخ آتی ہے چلی محمل کے پاس

گرم ہوگا حشر کو ہنگامۂ دعویٰ بہت
کاشکے مجھ کو نہ لے جاویں مرے قاتل کے پاس

دور اس سے جوں ہوا دل پر بلا ہے مضطرب
اس طرح تڑپا نہیں جاتا کسو بسمل کے پاس

بوئے خوں آتی ہے بادِ صبحگاہی سے مجھے
نکلی ہے بیدرد شاید ہو کسو گھائل کے پاس

آہ نالے مت کیا کر اس قدر بیتاب ہو
ای ستمکش میر ظالم ہے جگر بھی دل کے پاس

مرگیا میں ملا نہ یار افسوس
آہ افسوس صد ہزار افسوس

ہم تو ملتے تھے جب اہا ہلا ہا
نہ رہا وہ ہیں روزگار افسوس

یوں گنواتا ہے دل کوئی مجھ کو
یہی آتا ہے بار بار افسوس

قتل گر تو ہیں کرے گا خوشی
یہ توقع تھی تجھ سے یار افسوس

رخصتِ سیرِ باغ تک نہ ہوئی
یوں ہی جاتی رہی بہار افسوس

خوب بد عہد تو نہ مل لیکن
میرے تیرے تھا یہ قرار افسوس

خاک پر میر تیری ہوتا دلے
نہ ہوا اتنا اقتدار افسوس

Marfat.com

ردیف شین معجمہ

ہر جزو مد سے دست و بغل اُٹھتے ہیں خروش / کس کا ہے راز بحر میں یارب کہ یہ ہیں جوش

ابروئے کج ہے موج کوئی چشم ہے حباب / موتی کسی کی بات ہے سیپی کسی کا گوش

ان مغبچوں کے کوچے ہی سے میں کیا سلام / کیا مجھ کو طوفِ کعبے میں رندِ دُرد نوش

حیرت سے ہووے پرتوِ مہ نورِ آئینہ / تو چاندنی میں نکلے اگر ہو سفید پوش

کل ہم نے سیرِ باغ میں دل ہاتھ سے دیا / اک[۵۱] سادہ گل فروش کا آکر سبد بدوش (قطعہ)

جاتا رہا نگاہ سے جوں موسمِ بہار / آج اُس بغیر داغِ جگر ہیں سیاہ پوش

شب اِس دلِ گرفتہ کو وا کر بزورِ مے / بیٹھے تھے شیرہ[۵۲] خانہ میں ہم کتنے ہرزہ کوش (قطعہ)

آئی صدا کہ یاد کرو دورِ رفتہ کو / عبرت بھی ہے ضرور ٹک اے جمعِ تیز ہوش

جمشید[۵۳] جس نے وضع کیا جام کیا ہوا / وے صحبتیں کہاں گئیں کیدھر وے ناؤ نوش

جز لالہ اُس کے جام سے پاتے نہیں نشاں / ہے کوکنار اُس کی جگہ اب سبو بدوش

---

۵۱ اک سادہ گلفروش کا یعنی گلفروش کا ایک سادہ رو لڑکا۔ ۵۲ شیرہ خانہ شراب خانہ۔

۵۳ جمشید۔ جم۔ جمشاسپ۔ جمشیدوں۔ یہ سب ایک معنی میں آتے ہیں اور ان سب سے مُراد شاہ جمشید بن ونیکان بن تہمورس بن ایران بن ہوشنگ بن آدم ہے۔ تواریخِ قدیم کی روایات کی بموجب اُس نے سات سو سولہ سال تمام ایران پر حکومت کی یہانتک کہ ضحاک برادرِ شداد بن عاد علوانی نے جو صابئین کے آئین کا پیرو اور مخالفِ مذہب مروجہ تھا خروج کیا۔ اور جمشید پر غالب ہوا۔ جمشید سیستان کی طرف بھاگ گیا۔ اور کورنگ شاہ کی دختر کو اپنے عقد میں لاکر رہنے لگا۔ اجدادِ رستم اُسی کی اولاد سے ہیں اس کے بعد ضحاک کے ہاتھ سے مارا گیا۔ نہایت عادل، نیکدل، موحد، بادشاہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ شہروں کی آبادی کے طریقے۔ آدابِ حرب۔ سلاح وغیرہ کا وہ موجد تھا اور ہبوطِ آدم کے دو ہزار چار سو انتیس سال بعد اس کی حکومت کا زمانہ تھا۔ ترکیبِ شراب بھی اُسی کے زمانے میں دریافت ہوئی۔ واضح ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی جم کہا جاتا ہے مگر آپ کا زمانہ جمشید سے دو ہزار اور کچھ سال بعد کا ہے لہذا جہاں کہیں دیو و دد اور خاتم وغیرہ کے ساتھ جم کا لفظ آئے وہاں حضرت سلیمان علیہ السلام سے مُراد ہوگی اور جم سے بعض جگہ سکندر بھی مُراد ہے۔ جامِ جم سے مراد یہ ہے کہ زمانۂ جمشید میں جام ایجاد ہوا۔ اور جامِ کیخسرو دوسری چیز تھا کہ اس کو ریاضی اور ہیئت کی رُو سے خطوط وغیرہ کھینچکر تیار کیا گیا تھا۔ جس سے احوالِ عالم معلوم ہوتا تھا۔ ۱۲۔ آسی (مستفاد از کتب تواریخ و لغت)

Marfat.com

جھومے ہے بید جائے جوانانِ مے گسار ۔ بالائے خم ہے خشت سرِ پیرِ مے فروش

میر اس غزل کو خوب کہا تھا ضمیر[1] نے
پر اے زباں دراز بہت ہو چکی خموش

دل تو افگار ہے جگر ہے ریش ۔ اک مصیبت ہے میرے تئیں درپیش
پان تو لیتا جا فقیروں کے ۔ برگِ سبز ست تحفۂ درویش

فکر کر زادِ آخرت کا بھی
میر اگر تو ہے عاقبت اندیش

ردیف صاد مہملہ

شیخ ہو دشمنِ زنِ رقّاص ۔ کیوں نہ القاص[2] لایحبّ القاص

ردیف ضاد معجمہ

سال میں ابرِ بہاری تجھ سے اکباری ہی فیض ۔ چشمِ نم دیدہ سے عاشق کی سدا جاری ہی فیض

ردیف طائے مہملہ

بس ہے آئینہ نمط رکھتے ہیں خوباں اختلاط ۔ ہوتے ہیں یہ لوگ بھی کتنے پریشاں اختلاط
تنگ آیا ہوں میں رشکِ تنگ پوشی سے تری ۔ اس تنِ نازک سے یہ جامے کو چسپاں اختلاط

ردیف ظائے معجمہ

غیر مجھ کو جو کہتے ہیں محظوظ ۔ تجھ سے ملتے ہیں رہتے ہیں محظوظ

[1] ضمیر سے مُراد شیخ مداری ہیں جنکا تخلص ضمیر تھا۔ اکبرآباد کے رہنے والے تھے اپنا ابتدائی کلام ولی محمد نظیر اکبرآبادی کو دکھایا بعد ازاں میر محمدی بیدار کے شاگرد ہوئے میر کے معاصرین میں تھے یہ دو شعر انھیں کے ہیں ۔

چشم بد دُور جدھر آپ گزر کیجے گا ۔ ایک عالم کے تئیں زیر و زبر کیجے گا
وہ ابھی تو نو گل آرزو، وہ ہنوز تازہ بہار ہی ۔ نہ کچھ اپنے ہی سے اُسے خبر نہ حنا سے کچھ سروکار ہی

[2] قصہ گو، قصہ گو کو دوست نہیں رکھتا ۔

Marfat.com

ردیف عین مہملہ

سب پہ روشن ہے کہ شب مجلس میں جب آئی ہے شمع
اس بھبوکے سے کو بیٹھا دیکھ جل جاتی ہے شمع

ردیف غین معجمہ

ہم اور تیری گلی سے سفر دروغ دروغ
کہاں دماغ ہمیں اس قدر دروغ دروغ
تم اور ہم سے محبت تمھیں خلاف خلاف
ہم اور اُلفتِ خوبِ دگر دروغ دروغ
غلط غلط کہ رہیں تم سے ہم تنک غافل
تم اور پوچھو ہماری خبر دروغ دروغ
فروغ کچھ نہیں دعوی کو صبح صادق کے
شبِ فراق کو کب ہے سحر دروغ دروغ
کسو کے کہنے سے مت بدگماں ہو میر سے تو
وہ اور اُس کو کسو پر نظر دروغ دروغ

شیخ ہیچ خوب ہے بہشت کا باغ
جائیں گے گر وفا کرے گا دماغ

ردیف فا

آجکل کاہے کو بتلاتے ہو گستاخی معاف
راستی یہ ہے کہ وعدے ہیں تمھارے سب خلاف
آہ برچھی سی لگی تھی تیر سی دل کی طپش
ہجر کی شب مجھ پہ گزری غیرتِ روزِ مصاف
ایک دن میں نے لکھا تھا اُس کو اپنا دردِ دل
آج تک جاتا نہیں سینے سے خامے کے شگاف
پانوں پر سے اپنے میرا سر اُٹھانے مت مجھکو
تیغ باندھی ہے میاں تم نے کمر میں خوش غلاف
صف اُلٹ جا عاشقوں کی گر ترے ابرو ملیں
ایک دم تلوار کے چلنے میں ہووے ملک صاف
شیخ مت روکش ہو مستوں کا تو اس جتے اوپر
لینے استنجے کو ڈھیلا تیری ٹل جاتی ہے ناف
عشق کے بازار میں سودا نہ کیجو تو تو میر
سر کو جب دے حال بیچ چکتے ہیں تو یہ ہی دست لاف

غالب ہے تیرے عہد میں بیداد کی طرف
ہر خون گرفتہ جائے ہے جلاد کی طرف
کن نے لیا ہے تم سے مچلکہ کہ داد دو
ملک کان ہی رکھا کرو فریاد کی طرف
ہر تار زلف بہ نسبت فسردوں ہی ترا
کرتا ہے کون طرۂ شمشاد کی طرف

ل: آجکل بتلانا۔ وعدہ خلافی کرنا۔

Marfat.com

ہم نے تو پر فشانی نہ جانی کہ ایک بار
پرواز کی چمن سے سو صیاد کی طرف

حیران کارِ عشق ہی شیریں کا نقش نیر
کچھ یوں ہی دیکھنا نہیں فرہاد کی طرف

جو دیکھو مرے شعرِ تر کی طرف
تو مائل نہ ہو پھر گہر کی طرف
کوئی داد دل آہ کس سے کرے
ہر اک ہی سو اُس فتنہ گر کی طرف
محبت نے شاید کہ دی دل میں آگ
دُھواں سا ہی کچھ اِس نگر کی طرف
لگیں ہیں ہزاروں ہی آنکھیں ادھر
اک آشوب ہی اُس کے گھر کی طرف
بہت رنگ ملتا ہی دیکھو سمجھو
ہماری طرف[1] سے سحر کی طرف
بخود کس کو اُس تابِ رخ نے رکھا
کرے کون شمس و قمر کی طرف
قطعہ
نہ سمجھا گیا ابر کیا دیکھکر
ہوا تھا مری چشمِ تر کی طرف
ٹپکتا ہے پلکوں سے خوں متصل
نہیں دیکھتے ہم جگر کی طرف
مناسب نہیں حالِ عاشق سے نیر
رکھے ہی یہ دارو ضرر کی طرف
کسے منزلِ دلکشِ دھر میں
نہیں میل خاطر سفر کی طرف

رگِ جاں کب آئی ہی آنکھوں میں نیر
گئے ہیں مزاج اُس کمر کی طرف

ردیف قاف

درد ہی خود ہی خود دوا ہے عشق
شیخ کیا جانے تو کہ کیا ہے عشق
تو نہ ہووے تو نظم کل اُٹھ جائے
سچے ہیں شاعراں خدا ہے عشق

ردیف کاف تازی

بے چین مجھ کو چاہتا ہردم ہی زیر خاک
چھاتی پہ بعدِ مرگ بھی دل جم ہی زیر خاک
آسودگی جو چاہے تو مرنے پہ دل کو رکھ
آشفتگی طبع بہت کم ہی زیر خاک
تنہا تو اپنی گور میں رہنے پہ بعدِ مرگ
مت اضطراب کر لو کہ عالم ہی زیرِ خاک

[1] ہماری طرف سے دیکھو۔ یعنی ہماری خاطر سے یا ہمارے کہنے سے دیکھو۔

Marfat.com

رویا تھا نزع میں میں اُسے یاد کر بہت
اب تک مری ہر ایک مژہ نم ہے زیر خاک

کیا آسماں پہ کھینچے کوئی میرؔ آپ کو
جانا جہاں سے سب کو مسلّم ہے زیر خاک

اب وہ نہیں کہ شورش رہتی تھی آسماں تک
آشوب نالہ اب تو پہنچا ہے لامکاں تک

یہ بھی گیا بدن کا سب ہو کے گوشت پانی
اب کار وائے عزیزاں پہنچی ہے استخواں تک

تصویر کی سی شمعیں خاموش جلتے ہیں ہم
سوزِ دروں ہمارا آتا نہیں زباں تک

روتے پھرے ہیں لوہو اک عمر اس گلی میں
باغ و بہار ہی ہو جاوے نظر جہاں تک

آنکھیں جو روتے روتے جاتی رہیں بجا ہے
انصاف کر کہ کوئی دیکھے ستم کہاں تک

بے لطف تیرے کیونکر تجھ تک پہنچ سکیں ہم
ہیں سنگِ راہ اپنے کتنے یہاں سے وہاں تک

ہم بے نصیب سر کو تجھ سے کیوں نہ پھوڑیں
پہنچا کبھو نہ جبہہ اُس سنگ آستاں تک

مانند طیر نو پر اٹھے جہاں سے گئے ہم
دشوار ہے ہمارا آنا پھر آشیاں تک

تن کام میں ہمارے دیتا نہیں وہی کچھ
حاضر ہیں میرؔ ہم تو اپنی طرف سے جاں تک

ہے بعد مرے مرگ کے آثار سے اب تک
سوکھا نہیں لوہو در و دیوار سے اب تک

رنگینیِ عشق اُس کی ملے پر ہوئی معلوم
صحبت نہ ہوئی تھی کسی خونخوار سے اب تک

کب سے متحمل ہے جفاؤں کا دلِ زار
زنہار وفا ہو نہ سکی یار سے اب تک

ابروہی کی جنبش نے یہ سر تو اُڑ گئے ہیں
مارا نہیں اُن نے کوئی تلوار سے اب تک

وعدہ بھی قیامت کا بھلا کوئی ہے وعدہ
پر دل نہیں خالی غمِ دیدار سے اب تک

مدت ہوئی گھٹ گھٹ کے ہیں شہر میں مرتے
واقف نہ ہوا کوئی اس اسرار سے اب تک

برسوں ہوئے دل سوختہ بلبل کو موئے لیک
اک دود سا اُٹھتا ہے چمن زار سے اب تک

کیا جانئے ہوتے ہیں سخن لطف کے کیسے
پوچھا نہیں اُن نے تو ہمیں پیار سے اب تک

اس باغ میں اغلب ہے کہ سرزد نہ ہوا ہو
یوں نالہ کسو مرغِ گرفتار سے اب تک

خط آئے پہ ہے دن ہی سیہ تم سے ہمارا
جاتا نہیں اندھیر یہ سرکار سے اب تک

نکلا تھا کہیں وہ گلِ نازک شبِ مہ میں
سو کوفت نہیں جاتی ہے رخسار سے اب تک

دیکھا تھا کہیں سایہ ترے قد کا چمن میں
ہیں میرؔ جی آوارہ پریدار سے اب تک

۵۔ پریدار۔ آسیب زدہ۔ جس پر پری کا سایہ ہو۔

Marfat.com

میر گم کردہ چمن زمزمہ پرداز ہے ایک
جس کی لے دام سے تا گوشِ گل آواز ہے ایک

کچھ ہوای مرغ قفس لطف نہ جاوے اُس سے
نوحہ یا نالہ ہر اک بات کا انداز ہے ایک

ناتوانی سے نہیں بال فشانی کا دماغ
ورنہ تا باغ قفس سے مری پرواز ہے ایک

گوش کو ہوش کی ٹک کھول کے سُن شورِ جہاں
سب کی آواز کے پردے میں سخن ساز ہے ایک

چاہیے جس شکل سے تمثال صفت اُس میں درآ
عالمِ آئینہ کے مانند درِ باز ہے ایک

بالیں پہ میری آوے گا تو گھر سے جب تلک
کر جاؤں گا سفر ہی میں دُنیا سے تب تلک

اتنا دن اور دل سے طپش کرلیں کاوشیں
یہ مجہلہ[۱] تمام ہی ہے آج شب تلک

نقاش کیونکہ کھینچ چکا تو شبیہِ یار
کھینچوں ہوں ایک ناز ہی اُسکا میں اب تلک

شب کوتہ اور قصہ مری جان کا دراز
القصہ اب کہا کروں تجھ سے میں کب تلک

باقی یہ داستان ہے اور کل کی رات ہے
گر جان میری میرؔ نہ آ پہنچے لب تلک

شوق ہے تو ہے اُس کا گھر نزدیک
دوریِ رہ ہے راہبر نزدیک

آہ کرنے میں دم کو سادھے رہ
کہتے ہیں دل سے ہے جگر نزدیک

ڈوبیں دریا و کوہ و شہر و دشت
تجھ سے سب کچھ ہے چشمِ تر نزدیک

حرفِ دوری ہے گرچہ انشا لیک
دیجو خط جاکے نامہ بر نزدیک

دور اب بیٹھتے ہیں مجلس میں
ہم جو تم سے تھے بیشتر نزدیک

خبر آتی ہے سو بھی دور سے یہاں
آؤ یکبار بے خبر نزدیک

توشۂ آخرت کا فکر رہے
جی سے جانے کا ہے سفر نزدیک

دور پھرنے کا ہم سے وقت ہے کیا
پوچھ کچھ حال بیٹھ کر نزدیک

مر بھی رہ میرؔ شب بہت دیا[۲]
ہے مری جان اب سحر نزدیک

کہیں پہنچو جو مجھ بے پا و سر تک
کہ پہنچا شمع ساں داغ اب جگر تک

کچھ اپنی آنکھ میں یہاں کا نہ آیا
خزف سے لیکے دیکھا دُرِّ تر تک

جسے شب آگ سا دیکھا سُلگتے
اُسے پھر خاک ہی پایا سحر تک

۱؎ مجہلہ مجازاً مخمصہ، جھگڑا، جھمیلا۔ عوام اسکو مجھمیلا کہتے ہیں

۲؎ سودا اثری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات + ہو میکو سحر آئی ہے ظالم کہیں مر بھی

Marfat.com

ترا منہ چاند سا دیکھا ہے شاید
کہ انجم رہتے ہیں ہر شب ادھر تک

جب آیا آہ تب اپنے ہی سر پر
گیا یہ ہاتھ کب اُس کی کمر تک

ہم آوازوں کو سیر اب کی مبارک
پر و بال اپنے ایسے ہی تھے پر تک

کھنچی کیا کیا خرابی زیرِ دیوار
ولے آیا نہ وہ ٹک گھر سے در تک

گلی تک تیری لایا تھا ہمیں شوق
کہاں طاقت کہ اب پھر جائیں گھر تک

قطعہ

یہی دردِ جدائی ہے جو اس شب
تو آتا ہے جگر مژگانِ تر تک

دکھائی دیں گے ہم میت کے رنگوں
اگر رہ جائیں گے جیتے سحر تک

کہاں پھر شور و شیون جب گیا میر
یہ ہنگامہ ہے اُس ہی نوحہ گر تک

دست و پا مارے وقتِ بسمل تک
ہاتھ پہنچا نہ پائے قاتل تک

کعبہ پہنچا تو کیا ہوا اے شیخ
سعی کر ٹک پہنچ کسی دل تک

در پے محمل اُس کے جیسے جرس
میں بھی نالاں ہوں ساتھ منزل تک

بجھ گئے ہم چراغ سے باہر
کہیو اے باد شمعِ محفل تک

نہ گیا میر اپنی کشتی سے
ایک بھی تختہ پارہ ساحل تک

جاتے ہیں لے خرابے کو سیل آسماں تلک
طوفاں ہی میرے اشکِ ندامت سے یہاں تلک

شاید کہ دیوے رخصتِ گلشن ہو بے قرار
میرے قفس کو لے تو چلو باغباں تلک

قیدِ قفس سے چھوٹ کے دیکھا جلا ہوا
پہنچے نہ ہوتے کاشکے ہم آشیاں تلک

اتنا ہوں ناتواں کہ در دل سے اب گلہ
آتا ہی ایک عمر میں میری زباں تلک

میں ترکِ عشق کرکے ہوا گوشہ گیر میر
ہوتا پھروں خراب جہاں میں کہاں تلک

کب دسترس ہے لعل کو تیرے سخن تلک
رسوائیاں گئی ہیں عقیقِ یمن تلک

آزادگی یہ چھوڑ قفس ہم نجا سکے
حسنِ سلوک ضعف سے صحنِ چمن تلک

تر دستیاں ہوں دست و گریباں ہاتھ کے
زیرِ زمیں بھی پہنچیں گے چاک کفن تلک

مارا گیا خرامِ بتاں پر سفر میں میر
اے کبک کہتا جائیو اس کے وطن تلک

Marfat.com

ردیف کاف فارسی

جب سے خط ہے سیاہ خال کی تھانگ
تب سے لُٹتی ہے ہند چاروں دانگ

بات اہل کی چلی ہی جاتی ہے
ہے مگر عوج[1] بن عنق کی ٹانگ

بن جو کچھ بن سکے جوانی میں
رات تو تھوڑی ہے بہت ہے سانگ

عشق کا شور کوئی چھپتا ہے
نالۂ عندلیب ہے گل بانگ

اس ذقن میں بھی سبزی ہے خط کی
دیکھو جیدھر کوئی پڑی ہے بھانگ

کس طرح ان سے کوئی گرم ملے
سیم تن پگھلے جاتے ہیں جوں رانگ

چلی جاتی ہے حسب قدر بلند
دُور تک اس پہاڑ کی ہے ڈانگ

نقرہ باطل تھا طور پر اپنے
ورنہ جاتے یہ دُوڑ ہم بھی پھلانگ

میں نے کیا اس غزل کو سہل کیا
قافیے ہی تھے اس کے اوٹ پٹانگ

میرؔ بندوں سے کام کب نکلا
مانگنا ہے جو کچھ خدا سے مانگ

ردیف لام

فصلِ خزاں میں سیر جو کی ہم نے جائے گل
چھانی چمن کی خاک نہ تھا نقشِ پائے گل

اللہ رے عندلیب کی آوازِ دل خراش
جی ہی نکل گیا جو کہا اُن نے ہائے گل

مقدور تک شراب سے رکھ انکھڑیوں میں رنگ
یہ چشمکِ پیالہ ہے ساقی ہوائے گل

یہ دیکھ سینہ داغ سے رشکِ چمن ہے یاں
بلبل ستم ہوا نہ جو تو نے بھی کھائے گل

بلبل ہزار جی سے خریدار اس کی ہے
اے گلفروش کر تو سمجھ کر بہائے گل

نکلا ہے ایسی خاک سے کس سادہ رو کی یہ
قابل درود بھیجنے کے ہے صفائے گل

بارے سرشکِ سرخ کے داغوں سے رات کو
بستر پہ اپنے سوتے تھے ہم بھی بچھائے گل

[1] عوج بن عنق ایک طویل القامت آدمی کا نام جو زمانۂ حضرت آدم علیہ السلام میں پیدا ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک زندہ رہا۔ اس کی عمر تین ہزار برس کی ہوئی۔ کہتے ہیں کہ طوفانِ نوحؑ میں پانی اس کی کمر تک آیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا اُس کے ٹخنے پر مارا۔ اُس صدمے سے وہ مر گیا۔ اہلِ لغت کہتے ہیں کہ اُس کے باپ کا نام عوق (بالضم) ہے عنق جو عام طور پر مشہور ہے یہ غلط ہے ۱۲ آسی (فرہنگ آنند راج)

Marfat.com

آ عندلیب صلح کریں جنگ ہو چکی
لے اے زباں دراز تو سب کچھ سوائے گل

گلچیں سمجھ کے چینو گلشن میں میرؔ کے
لختِ جگر پڑے ہیں نہیں برگہائے گل

گل کی جفا بھی جانی دیکھی وفائے بلبل
یکمشت پر پڑے ہیں گلشن میں جائے بلبل

کر سیر جذبِ الفت گلچیں نے کل چمن میں
توڑا تھا شاخِ گل کو نکلی صدائے بلبل

کھٹکے ہیں خار ہو کر ہر شب دلِ چمن میں
اتنے لب و دہن پر یہ نالہائے بلبل

یکرنگیوں کی راہیں طے کرکے مر گیا ہے
گل میں رگیں نہیں یہ ہیں نقشِ پائے بلبل

آئی بہار و گلشن گل سے بھرا ہے لیکن
ہر گوشۂ چمن میں خالی ہے جائے بلبل

پیغام بے غرض بھی سنتے نہیں ہیں خوباں
پہنچی نہ گوشِ گل تک آخر دعائے بلبل

یہ دلخراش نالے ہر شب کے میرؔ تیرے
کردیں گے بے نمک ہی شورِ نوائے بلبل

کیسا چمن اسیری میں کس کو ادھر خیال
پرواز خواب ہو گئی ہے بال و پر خیال

مشکل ہے مٹ گئے ہوئے نقشوں کی پھر نمود
جو صورتیں بگڑ گئیں اُن کا نہ کر خیال

مو کو عبث ہے تاب کلی یوں ہی تنگ ہے
اُس کا دہن ہے وہم و گمان و کمر خیال

رخسار پر ہمارے ڈھلکنے کو اشک کے
دیکھے ہے جو کوئی سو کرے ہے گہر خیال

کس کو دماغِ شعر و سخن ضعف میں کہ میرؔ
اپنا رہے ہے اب تو ہمیں بیشتر خیال

سیر کر عندلیب کا احوال
ہیں پریشاں چمن میں کچھ پر و بال

تپِ غم تو گئی طبیب و لے
پھر نہ آیا کبھو مزاج بحال

سبزہ نورستہ رہگذار کا ہوں
سر اُٹھایا کہ ہو گیا پامال

کیوں نہ دیکھوں چمن کو حسرت سے
آشیاں تھا مرا بھی یاں پرسال

سرد مہری کی بسکہ گل رو نے
اوڑھی ابرِ بہار نے بھی شال

ہجر کی شب کو یاں تئیں تڑپا
کہ ہوا صبح ہوتے میرا وصال

ہم تو سہ گزرے کج روی تیری
نہ نبھے گی پر اے فلک یہ چال

دیدۂ تر پہ شب رکھا تھا میرؔ
لکۂ ابر ہے مرا رومال

Marfat.com

جانیں ہیں فرشِ رہ تری مت ہال ہال چل
اے رشکِ حور آدمیوں کی سی چال چل

اک آن میں بدلتی ہے صورت جہاں کی
جلد اس نگار خانہ سے کر انتقال چل

سالک بہر طریق بدن ہے وبالِ جاں
یہ بوجھ تیرے ساتھ جو ہے اس کو ڈال چل

آوارہ میرے ہونے کا باعث وہ زلف ہے
کافر ہوں اس میں ہووے اگر ایک بال چل

دنیا ہے میر حادثہ گاہ مقرری
یاں سے تو اپنا پانوں شتابی نکال چل

شرط یہ ابر میں ہم میں ہے کہ رو دیں گے کل
صبح گہ اُٹھتے ہی عالم کو ڈبو دیں گے کل

آج آوارہ ہوا ہے بال اسیران قفس
یہ گل و باغ و خیابان نہ ہو دیں گے کل

وعدۂ وصل رہا ہے شب آئندہ پہ میر
بخت خوابیدہ جو ٹک جاگتے سووینگے کل

مندا ہے اختلاط کا بازار آج کل
لگتا نہیں ہے دل کا خریدار آج کل

اس مہلتِ دو روزہ میں خطرے ہزار ہیں
اچھا ہے رہ سکو جو خبردار آج کل

اُوباشوں ہی کے گھر تجھے پانے لگے ہیں روز
مارا پڑے گا کوئی طلبگار آج کل

ملنے کی رات داخلِ ایام کیا نہیں
برسوں ہوئی کہاں تئیں ای یار آج کل

گلزار ہو رہا ہے مری دم سے کوئی یار
اک رنگ پر ہے دیدۂ خونبار آج کل

تا شام اپنا کام کھنچے کیونکہ دیکھئے
پڑتی نہیں ہے جی کو جفا کار آج کل

کعبہ تلک تو سُنتے ہیں ویرانہ و خراب
آباد ہے سو خانۂ خمار آج کل

ٹھوکر دلوں کو لگنے لگی ہے خرام میں
لاوے گی اک بلا تری رفتار آج کل

ایسا ہی مغبچوں میں جو آنا ہے شیخ جی
تو جا رہے ہیں جبہ و دستار آج کل

حیران ہیں ہی حال کی تدبیر میں نہیں
ہر اک کو شہر میں ہے یہ آزار آج کل

اچھا نہیں ہے میر کا احوال ان دنوں
غالب کہ ہو چکے گا یہ بیمار آج کل

کرو تم یاد گر ہم کو رہے تم میں بھی اکثر دل
مثل مشہور ہے یہ تو کہ ہے دُنیا میں دل بر دل

بھلا تم نقد دل لیکر ہمیں دشمن گنو اب تو
کبھو کچھ ہم بھی کر لیں گے حسابِ دوستاں در دل

لہ ہال ہال - جلدی جلدی ۱۲

Marfat.com

رہتا نہیں ہے کوئی گھڑی اب تو یار دل — آزار دل ستم زدہ دل بیقرار دل

نسخہ آزردہ

ردیف میم

کیا کہوں کیا رکھتے تھے تجھ سے تری بیمار چشم — تجھ کو بالیں پر نہ دیکھا کھولی سو سو بار چشم
ہجر میں پاتا نہیں گریہ کے سر رشتہ کو میں — ہر سحر اٹھ باندھ دے ہے آنسوؤں کا تار چشم
گو نیا نا سور زخم دل تھی یہ اے ہمنشیں — پیش ازیں کیا کیا ہمیں دکھلاتی تھی خونبار چشم
سیکڑوں ہوں کشتنی تو لاویں کچھ تاب نگاہ — ایک دو کا کام کب ہے اس سے ہو ناچار چشم
جرم کیا غیروں کا طالع چشم پوشی کرتے ہیں — دیکھ کر احوال میرا موندلے ہے یار چشم

روز و شب وارہنے سے پیدا ہے میر آثار شوق
ہے کسو نظارگی کا رخنۂ دیوار چشم

کیا بلبل اسیر ہے بے بال و پر کہ ہم — گل کب رکھے ہے ٹکڑے جگر اس قدر کہ ہم
خورشید صبح نکلے ہے اس نور سے کہ تو — شبنم گرہ میں رکھتی ہے یہ چشم تر کہ ہم
جیتے ہیں تو دکھاویں گے دعوائے عندلیب — گل بن خزاں میں اب کی وہ رہتی ہے مر کہ ہم
یہ تیغ ہے یہ طشت ہے یہ ہم ہیں کشتنی — کھیلے ہے کون ایسی طرح جان پر کہ ہم
تلوار اس تم لگاتے ہو ہم ہیں گے دم بخود — دنیا میں یہ کرے ہے کوئی در گذر کہ ہم
اس جستجو میں اور خرابی تو کیا کہیں — اتنی نہیں ہوئی ہے صبا دربدر کہ ہم

جیتے ہیں اور روتے ہیں لخت جگر ہے میر
کرتے سنا ہے یوں کوئی قیمہ جگر کہ ہم

آئے تو ہو طبیباں تدبیر گر کرو تم — ایسا نہ ہو کہ میرے جی کا ضرر کرو تم
رنگ شکستہ میرا بے لطف بھی نہیں ہے — ایک آدھ رات کو تو یاں بھی سحر کرو تم
تھی چشم داشت تجھ کو اے دلبراں یہ تم سے — دل کو مرے اٹھا کر آنکھوں میں گھر کرو تم
اس بزم خوش کے محرم نا آشنا ہیں سارے — کس کو کہوں کہ واں تک میری خبر کرو تم
ہے پیچدار از بس راہ وصال و ہجراں — ان دو ہی منزلوں میں برسوں سفر کرو تم
یہ ظلم ہے تو ہم بھی اس زندگی سے گذرے — سوگند ہے تمھیں اب جو در گزر کرو تم
روئے سخن کہاں تک غیروں کی اور آخر — ہم بھی تو آدمی ہیں ٹک منہ ادھر کرو تم

Marfat.com

قطعہ

ہو عاشقوں میں اُس کے تو آؤ میر صاحب
گردن کو اپنی موسے باریک تر کرو تم

کیا لطف ہے وگرنہ جس دم وہ تیغ کھینچے
سینہ سپر کریں ہم قطعِ نظر کرو تم

جاناکہ شغل رکھتے ہو تیر و کماں سے تم
پر مل چلا کرو بھی کسو خستہ جاں سے تم

ہم اپنی چاک جیب کو سی رہتے یا نہیں
پھاٹے[1] میں پانوں دینے کو آئے کہاں سے تم

اب دیکھتے ہیں خوب تو وہ بات ہی نہیں
کیا کیا وگرنہ کہتے تھے اپنی زباں سے تم

تنکے بھی تم ٹھہرتے کہیں دیکھے ہیں تنک
چشمِ وفا رکھو نہ خسانِ جہاں سے تم

جاؤ نہ دل سے منظرِ تن میں ہے جا یہی
پچھتاؤ گے اُٹھو گے اگر اس مکاں سے تم

قصہ مرا سنو گے تو جاتی رہے گی نیند
آرامِ چشم مت رکھو اس داستاں سے تم

کھل جائیں گی پھر آنکھیں جو مر جائیگا کوئی
آتے نہیں ہو باز مرے امتحاں سے تم

جتنے تھے کل تم آج نہیں پاتے اتنا ہم
ہر دم چلے ہی جاتے ہو آبِ رواں سے تم

رہتے نہیں ہو بن گئے میر اس گلی میں رات
کچھ راہ بھی نکالو سگِ پاسباں سے تم

کرتے نہیں ہیں دوری سے اب اس کی باک ہم
نزدیک اپنے کب کے ہوئے ہیں ہلاک ہم

بیٹھے ہم اپنے طور پہ مستوں میں جب اٹھے
جوں ابرِ تر لیے اُٹھے دامن کو پاک ہم

آہستہ اے نسیم کہ اطراف باغ کے
مشتاقِ پرفشانی ہیں اک مشتِ خاک ہم

شمع و چراغ و شعلہ و آتش شرار و برق
رکھتے ہیں دل جلے یہ بہم سب تپاک ہم

مستی میں ہم کو ہوش نہیں نشاتین کا
گلشن میں اینڈتے ہیں پڑے زیرِ تاک ہم

جوں برق تیرے کوچے سے ہنستے نہیں گئے
مانندِ ابر جب اُٹھے تب گریہ ناک ہم

مدت ہوئی کہ چاکِ قفس ہی سے اب تو میر
دکھلا رہے ہیں گل کو دلِ چاک چاک ہم

نہ پھر رکھیں گے تیری رہ میں پا ہم
گئے گزرے ہیں آخر ایسے کیا ہم

کھنچے گی کب وہ تیغِ ناز یارب
رہے ہیں دیر سے سر کو جھکا ہم

نہ جانا یہ کہ کہتے ہیں کسے پیار
رہیں بے لطفیاں ہی یاں تو باہم

[1] پھٹے میں پانوں ڈالنا کسی کے معاملہ میں خواہ مخواہ دخل دینا۔

بنے کیا خال و زلف و خط سے دیکھیں ہوئے ہیں کتنے یہ کافر فراہم
مرض ہی عشق کا بیڈول ہے کچھ بہت کرتے ہیں اپنی سی دوا ہم
کہیں پیوند ہوں یارب زمیں کے پھریں گے اُس سے یوں کب تک جدا ہم
ہوس تھی عشق کرنے میں و لیکن بہت نادم ہوئے دل کو لگا ہم
کب آگے کوئی مرتا تھا کسی پر جہاں میں کر گئے رسمِ وفا ہم
تعارف کیا رہا اہلِ چمن سے ہوئے اک عمر کے پیچھے رہا ہم
ہوا جس کے لئے اُس کو نہ دیکھا
نہ سمجھے میر کا کچھ مدعا ہم

قطعہ

اگر راہ میں اُس کی رکھا ہے گام گئے گزرے خضر علیہ السلام
دہن یار کا دیکھ چپ لگ گئی سخن یھاں ہوا ختم حاصل کلام
مجھے دیکھ منہ پر پریشاں کی زلف غرض یہ کہ جا تو ہوئی اب تو شام
سرِ شام سے رہتی ہیں کاہشیں ہمیں شوق اُس ماہ کا ہے تمام
قیامت ہی یھاں چشمِ دل سے رہی چلے بس تو وھاں جا کے کریے قیام
نہ دیکھے جہاں کوئی آنکھوں کی اور نہ لیوے کوئی جس جگہ دل کا نام
جہاں میر زیر و زبر ہو گیا
خراماں ہوا تھا وہ محشر خرام

گرچہ آوارہ جوں صبا ہیں ہم لیک لگ چلنے میں بلا ہیں ہم
کام کیا آتے ہیں گے معلومات یہ تو سمجھے ہی نہ کہ کیا ہیں ہم
ای بتاں اس قدر جفا ہم پر عاقبت بندۂ خدا ہیں ہم
سرمہ آلودہ مت رکھا کر چشم دیکھ اس وضع سے خفا ہیں ہم
ہے نمک سود سب تنِ مجروح تیرے کشتوں میں میرزا ہیں ہم
خوف ہم کو نہیں جنوں سے کچھ یوں تو مجنوں کے بھی چچا ہیں ہم
آستاں پر ترے ہی گزری عمر اسی دروازے کے گدا ہیں ہم
کوئی خواہاں نہیں ہمارا میر
گویا جنس ناروا ہیں ہم

Marfat.com

حذر کہ آہ جگر تفتگاں بلا ہے گرم
ہمیشہ آگ ہی برسی ہے یہاں ہوا ہے گرم

ہزار حیف کہ درگیر صحبت[۱] اُس سے نہیں
جگر کی آگ نے ہنگامہ کر رکھا ہے گرم

کہاں ہے تیغ و سپر آفتاب کی بارے
وہ سرد مہر ہمارا بھی اب ہوا ہے گرم

نہ اتنی دارو پی ظالم کہ اس خمار میں ہوں
مزاج گرم ہے پھر اور یہ ہوا ہے گرم

گیا جہان سے خورشید ساں اگرچہ میر
ولیک مجلسِ دنیا میں اُس کی جا ہے گرم

کرتے ہیں گفتگو سحر اُٹھ کر صبا سے ہم
لڑنے لگے ہیں ہجر میں اُس کے ہوا سے ہم

ہوتا نہ دل کا تا یہ سرانجام عشق میں
لگتے ہی جی کے مر گئے ہوتے بلا سے ہم

چھوٹا نہ اُس کا دیکھنا ہم سے کسو طرح
پایانِ کار مارے گئے بس ادا سے ہم

داغوں ہی سے بھری رہی چھاتی تمام عمر
یہ پھول گل چنا کئے باغ وفا سے ہم

غافل نہ اپنی دیدہ درائی سے ہم کو جان
سب دیکھتے ہیں پر نہیں کہتے حیا سے ہم

دو چار دن تو اور بھی آ تو کراہتاً
اب ہو چکے ہیں روز کی تیری جفا سے ہم

آئینے کی مثال پس از صد شکست میر
کھینچا بغل میں یار کو دست دعا سے ہم

ردیف نون

بیکلی بے خودی کچھ آج نہیں
ایک مدت سے وہ مزاج نہیں

درد اگر یہ ہے تو مجھے بس ہے
اب دوا کی بھی احتیاج نہیں

ہم نے اپنی سی کی بہت لیکن
مرضِ عشق کا علاج نہیں

شہرِ خوبی کو خوب دیکھا میر
جنسِ دل کا کہیں رواج نہیں

وحشت میں ہوں بلا گر وادی پہ اپنی آؤں
مجنوں کی محنتیں سب میں خاک میں ملاؤں

ہنسکر کبھو بلایا تو برسوں تک رلایا
اُس کی ستم ظریفی کس کے تئیں دکھاؤں

[۱] صحبت درگیر ہونا فارسی محاورہ درگیر شدن صحبت کا ترجمہ ہے۔ یعنی صحبت کا قایم رہنا اور نبھنا۔
محسن تاثیر سے دیدہ تا بستم خیال آں پری تسخیر شد + تا بجل ایں در گرفتم صحبتم درگیر شد

Marfat.com

فریادی ہوں تو ٹپکے لوہو مری زباں سے
نالے کو بلبلوں کے خاطر میں بھی نہ لاؤں

پوچھو نہ دل کے غم کو ایسا نہ ہووے یاراں
مانند روضہ خواں کے مجلس کے تئیں رلاؤں

اک دم تو چونک بھی پڑ شور و فغاں سے میرے
ای بخت خفتہ کب تک تیرے تئیں جگاؤں

از خویش رفتہ ہر دم فکر وصال میں ہوں
کتنا میں کھویا جاؤں یارب کہ تجھ کو پاؤں

عریاں تنی کی شوخی وحشت میں کیا بلا تھی
تہ گرد کی نہ بیٹھی تا تن کے تئیں چھپاؤں

اگلے خطوں نے میرے مطلق اثر نہ بخشا
قاصد کے بدلے اب کے جادو مگر چلاؤں

دل تفتگی نے مارا مجھ کو کہاں تترہ دے
اک قطرہ آب تا میں اس آگ کو بجھاؤں

آسودگی تو معلوم ای میر جیتے جی یہاں
آرام تب ہی پاؤں جب جی سے ہاتھ اٹھاؤں

سوزش دل سے مفت گلتے ہیں
داغ جیسے چراغ جلتے ہیں

اس طرح دل گیا کہ اب تک ہم
بیٹھے روتے ہیں ہاتھ ملتے ہیں

بھری آتی ہیں آج یوں آنکھیں
جیسے دریا کہیں ابلتے ہیں

دم آخر ہے بیٹھ جا مت جا
صبر کر ٹک کہ ہم بھی چلتے ہیں

تیرے بیخود جو ہیں سو کیا چیتیں
ایسے ڈوبے کہیں اچھلتے ہیں

فتنہ در سر بتان حشر خرام
ہائے رے کس ٹھسک سے چلتے ہیں

نظر اٹھتی نہیں کہ جب خوباں
سوتے سے اٹھ کے آنکھ ملتے ہیں

اس سر زلف کا خیال نہ چھوڑ
سانپ کے سر ہی یہاں کچلتے ہیں

تھے جو اغیار سنگ سینے کے
اب تو کچھ ہم کو دیکھ ٹلتے ہیں

شمع رو موم کے بنے ہیں مگر
گرم ٹک ملئے تو پگھلتے ہیں

میر صاحب کو دیکھئے جو بنے
اب بہت گھر سے کم نکلتے ہیں

آیا کمال نقص مرے دل کی تاب میں
جاتا ہے جی چلا ہی مرا اضطراب میں

دوزخ کیا ہے سینہ مرا سوز عشق سے
اس دل جلے ہوئے کے سبب ہوں عذاب میں

مت کر نگاہ خشم یہی موت ہے مری
ساقی نہ زہر دے تو مجھے تو شراب میں

بیدار شور حشر نے سب کو کیا ولے
ہیں خون خفتہ اس کے شہیدوں کے خواب میں

Marfat.com

دل لیکے رو بھی ٹک نہیں دیتے کہیں گے کیا
خوبانِ بد معاملہ یوم الحساب میں

جاکر درِ طبیب پہ بھی میں گرا و لے
جز آہ اُن نے کچھ نہ کیا میرے باب میں

قطعہ
عیش و خوشی ہے شیب میں ہو گو پہ وہ کہاں
لذت جو ہے جوانی کے رنج و عتاب میں

دیں عمرِ خضر موسمِ پیری میں تو نہ لے
مرنا ہی اس سے خوب ہے عہدِ شباب میں

قطعہ
آنکلے تھے جو حضرتِ میرؔ اس طرف کہیں
میں نے کیا سوال یہ انکی جناب میں

حضرت سنو تو میں بھی تعلق کروں کہیں
فرمانے لاگے رو کے یہ اُس کے جواب میں

تو جان لیک تجھ سے بھی آگے جو کل تھے یہاں
ہیں آج صرف خاک جہاں خراب میں

بے روے و زلفِ یار ہے رونے سے کام یہاں
دامن ہے منھ پہ ابر نمط صبح و شام یہاں

آوازہ ہی جہاں میں ہمارا سُنا کرو
عنقا[1] کے طور زیست ہے اپنی بنام یہاں

وصفِ دہن سے اس کے نہ آگے قلم چلے
یعنی کیا ہے خامہ نے ختم کلام یہاں

غالب[2] یہ ہے کہ موسمِ خط وہاں قریب ہے
آنے لگا ہے متصل اُس کا پیام یہاں

مت کھا فریب عجزِ عزیزانِ حال کا
پنہاں کیے ہیں خاک میں یاروں نے دام یہاں

کوئی ہوا نہ دست بسر شہرِ حسن میں
شاید نہیں ہے رسمِ جوابِ سلام یہاں

ناکام رہنے ہی کا تمھیں غم ہے آج میرؔ
بہتوں کے کام ہو گئے ہیں کل تمام یہاں

نہ گیا خیالِ زلفِ سیہ جفا شعاراں
نہ ہوا کہ صبح ہووے شبِ تیرہ روزگاراں

نہ کہا تھا اے رفوگر ترے ٹانکے ہونگے ڈھیلے؟
نہ سیا گیا نہ آخر دلِ چاک بیقراراں

ہوئی عید سب نے پہنے طرب و خوشی کے جامے
نہ ہوا کہ ہم بھی بدلیں یہ لباسِ سوگواراں

خطرِ عظیم میں ہیں مری آہ و اشک سے سب
کہ جہان رہ چکا پھر جو یہی ہے باد و باراں

کہیں خاک کو کو اُس کی تو صبا نہ دیجو جنبش
کہ بھرے ہیں اُس زمیں میں جگرِ جگر فگاراں

رکھے تاجِ زر کو سر پہ چمنِ زمانہ میں گل
نہ شگفتہ ہو تو اتنا کہ خزاں ہے یہ بہاراں

نہیں تجھ کو چشمِ عبرت یہ نمود میں ہے ورنہ
کہ گئے ہیں خاک میں مل کئی تجھ سے تاجداراں

[1] حکماء کے نزدیک عنقا صرف ایسی چیز کا نام ہے جس کا وجود نہ ہو۔ یہ کہ وہ ایک جانور ہے ایک غلط خیال مشہور ہو گیا ہے ورنہ [illegible] لاعلم

[2] صاف تھا اُس سے یعنی جب تک جواب صاف تھا، اب تو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا۔

Marfat.com

تو جہاں سے دل اُٹھا یاں نہیں رسمِ دردمندی — کسی نے بھی یوں نہ پوچھا ہوئے خاک یاں ہزاراں

یہ سُنا تھا میر ہم نے کہ فسانہ خواب لا ہے
تری سرگزشت سن کر گئے اور خوابِ یاراں

اُس کے کوچے سے جو اُٹھ اہلِ وفا جاتے ہیں — تا نظر کام کرے رو بقفا جاتے ہیں

متصل روتے ہی رہیے تو بجھے آتشِ دل — ایک دو آنسو تو اور آگ لگا جاتے ہیں

وقتِ خوش اُن کا جو ہم بزم ہیں تیرے ہم تو — در و دیوار کو احوال سُنا جاتے ہیں

جائیگی طاقتِ پا آہ تو کرے گا کیا — اب تو ہم حال کبھو تم کو دکھا جاتے ہیں

ایک بیمارِ جدائی ہوں میں آپھی تس پر — پوچھنے والے جدا جان کو کھا جاتے ہیں

غیر کی تیغِ زباں سے تری مجلس میں تو ہم — آکے روز ایک نیا زخم اُٹھا جاتے ہیں

عرضِ وحشت نہ دیا کر تو بگولے اتنی — اپنی وادی[عہ] پہ کبھو یار بھی آجاتے ہیں

میر صاحب بھی ترے کوچے میں شب آتے ہیں لیک
جیسے[لہ] دریوزہ گری کرنے گدا جاتے ہیں

کہیو قاصد جو وہ پوچھے ہمیں کیا کرتے ہیں — جان و ایمان و محبت کو دعا کرتے ہیں

عشق آتش بھی جو دیوے تو نہ دم ماریں ہم — شمعِ تصویر ہیں خاموش جلا کرتے ہیں

جائے ہی نہ مرضِ دل تو نہیں اُس کا علاج — اپنے مقدور تلک ہم تو دوا کرتے ہیں

اُس کے کوچے میں نہ کر شورِ قیامت کا ذکر — شیخ یہاں ایسے تو ہنگامے ہوا کرتے ہیں

بے بسی سے تو تری بزم میں ہم بہرے بنے — نیک و بد کوئی کہے بیٹھے سنا کرتے ہیں

رخصتِ جنبشِ لب عشق کی حیرت سے نہیں — مدتیں گزری کہ ہم چپ ہی رہا کرتے ہیں

تو پری شیشے سے نازک ہے نہ کر دعویٰ مہر — دل ہیں پتھر کے انھوں کے جو وفا کرتے ہیں

تجھ سے لگ جا کے یہ یوں جلتے رہیں مجھ سے حیف — دیدہ و دل نے نہ جانا کہ دغا کرتے ہیں

فرصتِ خواب نہیں ذکرِ بتاں میں ہم کو — رات دن رام کہانی سی کہا کرتے ہیں

مجلسِ حال میں موزوں حرکت شیخ کی دیکھ — غیر شرعی بھی دمِ رقص مزا کرتے ہیں

یہ زمانہ نہیں ایسا کہ کوئی زیست کرے — چاہتے ہیں جو بُرا اپنا بھلا کرتے ہیں

محض ناکارہ بھی مت جان ہمیں تو کہ کہیں — ایسے ناکام بھی بیکار پھرا کرتے ہیں

لہ میر صاحب بھی اُس کی بزم میں تھے۔ جیسے کوئی فقیر ہوتا ہے۔ عہ اپنی وادی پہ آنا اپنی ضد پر آنا۔

Marfat.com

تجھ بن اس جان مصیبت زدہ غمدیدہ پہ ہم | کچھ نہیں کرتے تو افسوس کیا کرتے ہیں

کیا کہیں میر جی ہم تم سے معاش اپنی غرض
غم کو کھایا کریں ہیں لوہو پیا کرتے ہیں

مستوجب ظلم و ستم و جور و جفا ہوں | ہر چند کہ جلتا ہوں پہ سرگرم وفا ہوں
آتے ہیں مجھے خوب سے دونوں ہنر عشق | رونے کے تئیں آندھی ہوں کڑھنے کو بلا ہوں
اس گلشن دنیا میں شگفتہ نہ ہوا میں | ہوں غنچۂ افسردہ کہ مردود صبا ہوں
ہم چشم ہے ہر آبلۂ پا کا مرا اشک | از بسکہ تری راہ میں آنکھوں سے چلا ہوں
دامن نہ جھٹک ہاتھ سے میرے کہ ستم گر | ہوں خاک سر راہ کوئی دم میں ہوا ہوں
دل خواہ جلا اب تو مجھے اے شب ہجراں | میں سوختہ بھی منتظر روز جزا ہوں
گو طاقت و آرام خور و خواب گئے سب | بارے یہ غنیمت ہے کہ جیتا تو رہا ہوں
اتنا ہی مجھے علم ہے کچھ میں بھی بہر چیز | معلوم نہیں خوب مجھے بھی کہ میں کیا ہوں
تب گرم سخن کہنے لگا ہوں میں کہ اک عمر | جوں شمع سر شام سے تا صبح جلا ہوں

سینہ تو کیا فضل الٰہی سے سبھی چاک
ہے وقت دعا میر کہ اب دل کو لگا ہوں

جنس گراں کو تجھ سے جو لوگ چاہتے ہیں | دے رگ اپنے جی کو ناحق بساہتے ہیں
اس میکدے میں ہم بھی مدت سے ہیں و لیکن | خمیازہ کھینچتے ہیں ہر دم جماہتے ہیں
ناموس دوستی سے گردن بندھی ہے اپنی | جیتے ہیں جب تلک ہم تب تک نباہتے ہیں
سہل اس قدر نہیں ہے مشکل پسندی میری | جو تجھ کو دیکھتے ہیں مجھ کو سراہتے ہیں

وے دن گئے کہ راتیں نالوں سے کاٹتے تھے
بیڈول میر صاحب اب کچھ کراہتے ہیں

یہ ترک ہو کے خشن کج اگر کلاہ کریں | تو بلہوس نہ کبھو چشم کو سیاہ کریں
تمھیں بھی چاہیے ہے کچھ تو پاس چاہت کا | ہم اپنی اور سے یوں کب تلک نباہ کریں
رکھا ہے اپنے تئیں روک روک کر ورنہ | سیاہ کر دیں زمانے کو ہم جو آہ کریں
جو اس کی اور کو جانا ملے تو ہم بھی ضعیف | ہزار سجدے ہر اک گام سر براہ کریں
ہوائے میکدہ یہ ہے تو فوت وقت سے ظلم | نماز چھوڑ دیں اب کوئی اور گناہ کریں

Marfat.com

ہمیشہ کون تکلف ہی خوب رویوں کا
گزار ناز سے ادھر بھی گاہ گاہ کریں

اگر اٹھیں گے اسی حال سے تو کہیو تو
جو روز حشر تجھی کو نہ عذرخواہ کریں

بڑی بلا ہیں ستم کشتۂ محبت ہم
جو تیغ برسے تو سر کو نہ کچھ پناہ کریں

اگرچہ جہل ہیں پر دیدنی ہیں ہم بھی میر
ادھر کو یار تامل سے گر نگاہ کریں

راضی ہوں گو کہ بعد از صد سال و ماہ دیکھوں
اکثر نہیں تو تجھ کو میں گاہ گاہ دیکھوں

جی انتظار کش ہے آنکھوں میں رہگذر پر
آ جا نظر کہ کب تک میں تیری راہ دیکھوں

آنکھیں جو کھل رہی ہیں مرنے کے بعد میری
حسرت یہ تھی کہ اس کو میں اک نگاہ دیکھوں

یہ دل وہ جا ہے جس میں دیکھا تھا تجھ کو بستے
کن آنکھوں سے اب اجڑا اس گھر کو آہ دیکھوں

دیکھوں تو چاند اب کا گزرے ہے مجھ کو کیسا
دل ہے کہ تیرے منہ پر بے مہر و ماہ دیکھوں

چشم و دل و جگر یہ سارے ہوئے پریشاں
کس کس کی تیرے غم میں حالت تباہ دیکھوں

آنکھیں تو تو نے دی ہیں اے جرم بخش عالم
کیا تیری رحمت آگے اپنے گناہ دیکھوں

قطعہ

مرنا ہے یا تماشا ہر اک کی ہے زباں پر
اس مجھلے کو چل کر میں خواہ نخواہ دیکھوں

دیکھوں ہوں آنکھ اٹھا کر جس کو تو یہ کہے ہے
ہوتا ہے قتل کیونکر یہ بے گناہ دیکھوں

ہوں میں نگاہ بسمل گو اک مژہ تھی فرصت
تا میر روئے قاتل تا قتل گاہ دیکھوں

مشہور ہیں دلوں کی مرے بیقراریاں
جاتی ہیں لامکاں کو دل شب کی زاریاں

چہرہ پہ جیسے زخم ہے ناخن کا ہر خراش
اب دیدنی ہوئی ہیں مری دستکاریاں

سو بار ہم نے گل کے کیے پر چمن کے بیچ
بھر دی ہیں آب چشم سے راتوں کو کیاریاں

کشتے کی اس کے خاک بھری جسم زار پر
خالی نہیں ہیں لطف سے لوہو کی دھاریاں

تربت سے عاشقوں کے نہ اٹھا کبھو غبار
جی سے گئے ولے نہ گئیں رازداریاں

اب کس کس اپنی خواہش مردہ کو روئیے
تھی ہم کو اس سے سیکڑوں امیدواریاں

پڑھتے پھریں گے گلیوں میں ان ریختوں کو لوگ
مدت رہیں گی یاد یہ باتیں ہماریاں

کیا جانتے تھے ایسے دن آ جائیں گے شتاب
روتے گزرتیاں ہیں ہمیں راتیں ساریاں

گل نے ہزار رنگ سخن سر کیا ولے
دل سے گئیں نہ باتیں تری پیاری پیاریاں

Marfat.com

جاؤ گے بھول عہد کو فرہاد و قیس کے
گر پہنچیں ہم شکستہ دلوں کی بھی باریاں

بچ جاتا ایک رات جو کٹ جاتی اور میر
کاٹیں تمھیں کوہکن نے بہت راتیں بھاریاں

گر کچھ ہو درد آئینہ یوں چرخِ زشت میں
ان صورتوں کو صرف کرے خاک و خشت میں

رہتا ہے سوزِ عشق سے دوزخ میں روز و شب
لیجائے گا یہ سوختہ دل کیا بہشت میں

آسودہ کیونکہ ہوں میں کہ مانند گرد باد
آوارگی تمام ہے میری سرشت میں

کب تک خراب سعی طوافِ حرم رہوں
دل کو اُٹھا کے بیٹھ رہوں گا کنشت میں

ماتم کے ہوں زمین پہ خرمن تو کیا عجب
ہوتا ہے نیل چرخ کی اس سبز کشت میں

سرمست ہم ہیں آنکھوں کے دیکھے سے یار کے
کب یہ نشہ ہے دخترِ رز تجھ پلشت میں

نامے کو چاک کرکے کرے نامہ بر کو قتل
کیا یہ لکھا تھا میر مری سرنوشت میں

درد و اندوہ میں ٹھہرا جو رہا میں ہی ہوں
رنگِ رو جس کے کبھی منہ نہ چڑھا میں ہی ہوں

بد کہا میں نے رقیبوں کو تو تقصیر ہوئی
کیوں ہے بخشو بھی بھلا، سب میں بُرا میں ہی ہوں

اپنے کوچے میں فغاں جس کی سنو ہو ہر رات
وہ جگر سوختہ و سینہ جلا میں ہی ہوں

خار کو جن نے لڑی موتی کی کر دکھلایا
اس بیابان میں وہ آبلہ پا میں ہی ہوں

لطف آنے کا ہے کیا بس نہیں اب تابِ جفا
اتنا عالم ہے بھرا جاؤ نہ کیا میں ہی ہوں

قطعہ

اس ادا کو تو ٹک اک میر کرا انصاف کرو
وہ بُرا ہے گا بھلا دوستو یا میں ہی ہوں

میں یہ کہتا تھا کہ دل جن نے لیا کون ہے وہ
یک بیک بول اُٹھا اس طرف آ میں ہی ہوں

جب کہا میں نے کہ تو ہی ہے تو پھر کہنے لگا
کیا کرے گا تو مرا دیکھوں تو جا میں ہی ہوں

سنتے ہی ہنس کے ٹک اک سوچیو کیا تو ہی تھا
جن نے شب رو کے سب احوال کہا میں ہی ہوں

میر آوارۂ عالم جو سُنا ہے تو نے
خاک آلودہ وہ اے بادِ صبا میں ہی ہوں

کاسۂ سر کو لئے مانگتا دیدار پھرے
میر وہ جان سے بیزار گدا میں ہی ہوں

نکلے ہے جنسِ حسن کسی کاروان میں
یہ وہ نہیں متاع کہ ہو ہر دُکان میں

جاتا ہے اک ہجومِ غمِ عشق جی کے ساتھ
ہنگامہ لے چلے ہیں ہم اُس بھی جہان میں

Marfat.com

یارب کوئی تو واسطہ سرگشتگی کا ہو
اک عشق بھر رہا ہے تمام آسمان میں

ہم اُس سے آہ سوزِ دل اپنا نہ کہہ سکے
تھے آتشِ دروں سے پھپھولے زبان میں

قطعہ
غم کھینچنے کو کچھ تو توانائی چاہیئے
سو یاں نہ دل ہے تاب نہ طاقت ہے جان میں

غافل نہ رہیو ہم سے کہ ہم وے نہیں ہیں اب
ہوتا ہے اب تو حال عجب ایک آن میں

وے دن گئے کہ آتشِ غم دل میں تھی نہاں
سوزش رہے ہے اب تو ہر اک استخوان میں

دل نذر و دیدہ پیشکش اے باعثِ حیات
سچ کہہ کہ جی لگے ہے ترا کس مکان میں

کھینچا نہ کر تو تیغ کہ اک دن نہیں ہیں ہم
ظالم قباحتیں ہیں بہت امتحان میں

پھاڑا ہزار جا سے گریبانِ صبر میرؔ
کیا کہہ گئی نسیمِ سحر گل کے کان میں

زباں رکھ غنچہ ساں اپنے دہن میں
بندھی مٹھی چلا جا اس چمن میں

نہ کھول اے یار میرا گور میں منھ
کہ حسرت ہے مری جاگہ کفن میں

رکھا کر ہاتھ دل پر آہ کرتے
نہیں رہتا چراغ ایسی پون میں

جلے دل کی مصیبت اپنی سن کر
لگی ہے آگ سارے تن بدن میں

نہ تجھ بن ہوش میں ہم آئے ساقی
مسافر ہی رہے اکثر وطن میں

خردمندی ہوئی زنجیر ورنہ
گزرتی خوب تھی دیوانہ پن میں

کہاں کے شمع و پروانے گئے مر
بہت آتش بجاں تھے اس چمن میں

کہاں عاجز سخن قادر سخن ہوں
ہمیں ہے شبہ یاروں کے سخن میں

گدازِ عشق میں یہ بھی گیا میرؔ
یہی دھوکا سا ہے اب پیرہن میں

جن کیلئے اپنے تو یوں جان نکلتے ہیں
اس راہ میں وے جیسے انجان نکلتے ہیں

کیا تیر ستم اُس کے سینے میں بھی ٹوٹے تھے
جس زخم کو چیروں ہوں پیکان نکلتے ہیں

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

کس کا ہے قماش ایسا گودڑ بھرے ہیں سارے
دیکھو نہ جو لوگوں کے دیوان نکلتے ہیں

قطعہ
گہ لوہو ٹپکتا ہے گہ لختِ دل آنکھوں سے
یا ٹکڑے جگر ہی کے ہر آن نکلتے ہیں

کریے تو گلہ کس سے جیسی تھی ہمیں خواہش
اب ویسے ہی یہ اپنے ارمان نکلتے ہیں

Marfat.com

جاگہ سے بھی جاتے ہو منھ سے بھی خشن ہوکر
وے حرف نہیں ہیں جو شایان نکلتے ہیں
سو کاہے کو اپنی تو جوگی کی سی پھیری ہے
برسوں میں کبھو ایدھر ہم آن نکلتے ہیں
ان آئنہ رویوں کے کیا میرؔ بھی عاشق ہیں
جب گھر سے نکلتے ہیں حیران نکلتے ہیں

قطعہ

تو گلی میں اُس کی جا آوے اے صبا نہ چنداں
کہ گڑے ہوئے پھر اُکھڑیں دلِ چاکِ دردمنداں
ترے تیر نازکی جو یہ ہدف ہوئے ہیں ظالم
مگر آہنی توے ہیں جگرِ نیازمنداں
کبھو زلف سے بتاں کی نہ ہوا رہا میں ہرگز
یہی ہیں شکارِ خستہ یہی عنبریں کمنداں
تبھی کوند کوندا اتنا تو زمیں سے جائے مل مل
نہیں دیکھے برق تو نے دمِ خندہ اُس کی دنداں
ہیں صفا کیا دل اتنا کہ دکھائی دیوے منھ بھی
ولے مفت اس آئینہ کو نہیں لیتے خودپسنداں
کھلیں آنکھیں ہیں جو دیکھا سو غم اور چشمِ گریاں
کسے کہتے ہیں نہ جانا دلِ شاد و روئے خنداں
تو زبوں شکار تو تھا ولے میرؔ قتلگہ میں
ترے خوں سے ہیں حنائی کفِ پائے صیدبنداں

کوئی نہیں جہاں میں جو اندوہگیں نہیں
اس غم کدہ میں آہ دلِ خوش کہیں نہیں
کرتا ہی ابر دعویٔ دریا دلی عبث
دامن نہیں مرا تو تری آستیں نہیں
آگے تو لعلِ نوخطِ خوباں کے دم نہ مار
ہرچند اے مسیح وے باتیں رہیں نہیں
یہ درد اُس کے کیونکہ کروں دل نشیں کہ آہ
کہتا ہوں جس طرح سے کہے ہے نہیں نہیں
ماتھا کیا ہی صرفِ سجودِ درِ بتاں
مانندِ ماہِ نو کے مرے اب جبیں نہیں
گھر گھر ہی ملکِ عشق میں دوزخ کی تاب و تب
بھڑکا نہ ہم کو شیخ یہ آتش یہیں نہیں
فکرِ بلند سے میں کیا آسماں اسے
ہر اک سے میرؔ خوب ہو یہ وہ زمیں نہیں

وعدے کو یار آگے معیوب کر چکے ہیں
اس ریختے کو ورنہ ہم خوب کر چکے ہیں
مرنے سے تم ہمارے خاطر نچنت رکھیو
اس کام کا بھی ہم کچھ اسلوب کر چکے ہیں
حسنِ کلام کھینچے کیونکر نہ دامنِ دل
اس کام کو ہم آخر محبوب کر چکے ہیں
ہنگامۂ قیامت تازہ نہیں جو ہوگا
ہم اس طرح کے کتنے آشوب کر چکے ہیں
رنگِ پریدہ قاصد بادِ سحر کبوتر
کس کس کے ہم حوالے مکتوب کر چکے ہیں

Marfat.com

تنکا نہیں رہا ہے کیا اب نثار کریے
آگے ہی ہم تو گھر کو جاروب کر چکے ہیں

کیا جانئے کہ کیا ہی اے میر وجہ ضد کی
سو بار ہم تو اُس کو محجوب کر چکے ہیں

جو حیدری نہیں اُسے ایمان ہی نہیں
ہو گر شریف مکہ مسلمان ہی نہیں

وہ ترک صید پیشہ مرا قصد کیا کرے
دُبلے پنے سے تن میں مرے جان ہی نہیں

خال و خط ایسے فتنے نگاہیں یہ آفتیں
کچھ اک بلا وہ زلفِ پریشان ہی نہیں

ہیں جزوِ خاک ہم تو غبارِ ضعیف سے
سر کھینچنے کا ہم کنے سامان ہی نہیں

دیکھی ہو جس نے صورتِ دلکش وہ ایک آن
پھر صبر اُس سے ہو سکے امکان ہی نہیں

خورشید و ماہ و گل سبھی اودھر رہے ہیں دیکھ
اس چہرہ کا اک آئینہ حیران ہی نہیں

یکساں ہی تیرے آگے جو دل اور آرسی
کیا خوب و زشت کی تجھے پہچان ہی نہیں

سجدہ اُس آستاں کا نہ جس کو ہوا نصیب
وہ اپنے اعتقاد میں انسان ہی نہیں

کیا تجھکو بھی جنوں تھا کہ جامے میں تیرے میر
سب کچھ بچا ہی ایک گریبان ہی نہیں

ہم آپ ہی کو اپنا مقصود جانتے ہیں
اپنے سوائے کس کو موجود جانتے ہیں

عجز و نیاز اپنا اپنی طرف ہے سارا
اس مشتِ خاک کو ہم مسجود جانتے ہیں

صورت پذیر ہم بن ہرگز نہیں وے معنی
اہلِ نظر ہمیں کو معبود جانتے ہیں

عشق اُن کی عقل کو ہی جو ما سوا ہمارے
نا چیز جانتے ہیں نابود جانتے ہیں

اپنی ہی سیر کرنے ہم جلوہ گر ہوئے تھے
اس رمز کو ولیکن معدود جانتے ہیں

یارب کسے ہے ناقہ ہر غنچہ اس چمن کا
راہ وفا کو ہم تو مسدود جانتے ہیں

یہ ظلم بے نہایت دشوار تر کہ خوباں
بد وضعیوں کو اپنی محمود جانتے ہیں

کیا جانے داب صحبت از خویش رفتگاں کا
مجلس میں شیخ صاحب کچھ کود جانتے ہیں

مر کر بھی ہاتھ آوے تو میر مفت ہی وہ
جی کے زیاں کو بھی ہم سود جانتے ہیں

تلوار غرقِ خوں ہے آنکھیں گلابیاں ہیں
دیکھیں تو تیری کب تک یہ بد شرابیاں ہیں

تب لے نقاب منھ پر تب دید کر کہ کیا کیا
در پردہ شوخیاں ہیں پھر بے محابیاں ہیں

Marfat.com

اچاہے ہی آج ہوں میں ہفت آسماں کے اوپر
دل کے مزاج میں بھی کتنی شتابیاں ہیں

ابھی بکھرے دل ڈھے ہی سر بھی گرا پڑے ہی
خانہ خراب تجھ بن کیا کیا خرابیاں ہیں

مہمان میر مت ہو خوانِ فلک پہ ہرگز
خالی یہ مہر و مہ کی دونوں رکابیاں ہیں

قطعہ

سن گوشِ دل سے اب تو سمجھ بےخبر کہیں
مذکور ہو چکا ہے مرا حال ہر کہیں

اب فائدہ سراغ سے بلبل کے باغباں
اطرافِ باغ ہونگے پڑی مشت پر کہیں

عاشق ترے ہوئے تو ستم کچھ نہ ہو گیا
مرنا پڑا ہی ہم کو خدا سے تو ڈر کہیں

مجھ کچھ کہوں گا روز یہ کہتا تھا دل میں میں
آشفتہ طبع میر کو پایا اگر کہیں

سو کل ملا مجھے وہ بیاباں کی سمت کو
جاتا تھا اضطراب زدہ سا ادھر کہیں

لگ چل کے میں برنگِ صبا یہ اسے کہا
ای خانماں خراب ترا بھی ہی گھر کہیں

آشفتہ جا بجا جو پھرے ہی تو دشت میں
جاگہ نہیں ہی شہر میں تجھ کو مگر کہیں

خوں بستہ اپنی کھول مژہ پوچھتا بھی گر
رکھ ٹک تو اپنے حال کو مدِ نظر کہیں

آسودگی سی جنس کو کرتا ہی کون سوخت
جانے ہی نفع کوئی بھی جی کا ضرر کہیں

موتی سے تیری اشک ہیں غلطاں کسو طرف
یاقوت کے سے ٹکڑے ہیں لختِ جگر کہیں

تاکے یہ دشت گردی و کب تک یہ خستگی
اس زندگی سے کچھ تجھے حاصل بھی مر کہیں

کہنے لگا وہ ہو کے پر آشفتہ یک بیک
مسکن کرے ہی دہر میں مجھ سا بشر کہیں

آوارگوں کا ننگ ہی سننا نصیحتیں
مت کہیو ایسی بات تو بارِ دگر کہیں

تعیینِ جا کو بھول گیا ہوں پہ یہ ہی یاد
کہتا تھا ایک روز یہ اہلِ نظر کہیں

بیٹھے اگرچہ نقش ترا تو بھی دل اٹھا
کرتا ہی جائے باش کوئی رہ گزر کہیں

کتنے ہی آئے لیکے سر پر خیال پر
ایسے گئے کہ کچھ نہیں ان کا اثر کہیں

اب کچھ ہمارے حال پہ تم کو نظر نہیں
یعنی تمہاری ہم سے وے آنکھیں نہیں رہیں

اس بزم کے چراغ بجھے تھے جو یار میر
ان کے فروغِ باغ میں گل ہیں کہیں کہیں

پلکوں سے ترے شائق ہم سر جو پٹکتے ہیں
ہر دم جگروں میں کچھ کانٹے سے کھٹکتے ہیں

Marfat.com

میں پھاڑ گریباں کو درویش ہوا آخر
وے ہاتھ سے دامن کو اب تک بھی جھٹکتے ہیں

یاد آوے ہے جب شب کو وہ چہرۂ مہتابی
آنسو مرے پلکوں سے تارے سے چھٹکتے ہیں

کی راہبری میری صحرائے محبت میں
یہاں حضرتِ خضرؑ آبھی مدت سے بھٹکتے ہیں

جاتے نہ کوئی دیکھا اُس تیغ کے منھ اوپر
وھاں میان سے وہ لے ہے یہاں پا سٹکتے ہیں

کیا تم کو اچنبھا ہے سختی کا محبت میں
دشوار ہی ہوتا ہے دل جن کے اٹکتے ہیں

تو طرۂ جاناں سے چاہے ہے ابھی مقصد
برسوں سے پڑے ہم تو اے میر لٹکتے ہیں

سب خوبیاں ہیں شیخ مشیخت پناہ میں
پر ایک حیلہ سازی ہے اُس دستگاہ میں

مانند شمع ہم نے حضور اپنے یار کے
کارِ وفا تمام کیا ایک آہ میں

میں صید جو ہوا تو ندامت اُسے ہوئی
اک قطرہ خون بھی نہ گرا صیدگاہ میں

پہنچے نہیں کہیں کہ نہیں وھاں سے اُٹھ چلے
القصہ ایک عمر سے ہم ہیں گے راہ میں

نکلا تھا آستین سے کل مغبچے کا ہاتھ
بہتوں کے خرقے چاک ہوئے خانقاہ میں

بخت سیہ تو دیکھو کہ ہم خاک میں ملے
سرمے کی جا ہوئے تری چشم سیاہ میں

بیٹھے تھے میر یار کے دیدار کو سو ہم
اپنا یہ حال کر کے اُٹھے اک نگاہ میں

کیا جو عرض کہ دل سا شکار لایا ہوں
کہا کہ ایسے تو میں مفت مار لایا ہوں

کہے تو نخلِ صنوبر ہوں اس چمن میں میں
کہ سر سے پاؤں تلک دل ہی بار لایا ہوں

جہاں میں گریہ نہ پہنچا بہم مجھے دلخواہ
پہ نوحؑ کے سے تو طوفاں ہزار لایا ہوں

نہ تنگ کر اسے اے فکر روزگار کہ میں
دل اُس سے دم کیلئے مستعار لایا ہوں

بھر اختیار ہے آگے ترا یہ ہے مجبور
کہ دل کو تجھ تئیں بے اختیار لایا ہوں

یہ جی جو میرے گلے کا ہے ہار تو ہی لے
ترے گلے کے لئے میں یہ ہار لایا ہوں

چلا نہ اُٹھ کے وہیں چپکے چپکے پھر تو میر
ابھی تو اُس کی گلی سے پکار لایا ہوں

جفائیں دیکھ لیاں بیوفائیاں دیکھیں
بھلا ہوا کہ تری سب بُرائیاں دیکھیں

تری گلی سے سدا اے کشندۂ عالم
ہزاروں آتی ہوئی چارپائیاں دیکھیں

Marfat.com

گیا نظر سے جو وہ گرمِ طفلِ آتش باز — ہم اپنے چہرے پہ اُڑتی ہوائیاں دیکھیں
ترے وصال کے ہم شوق میں ہو آوارہ — عزیز دوست سبھوں کی جدائیاں دیکھیں
ہمیشہ مائلِ آئینہ ہی تجھے پایا — جو دیکھیں ہم نے یہی خودنمائیاں دیکھیں
شہاں کہ کحل جواہر تھی خاکِ پا جن کی — انھیں کی آنکھوں میں پھرتی سلائیاں دیکھیں

بنی نہ اپنی تو اُس جنگجو سے ہرگز میر
لڑائیں جب سے ہم آنکھیں لڑائیاں دیکھیں

خوش قداں جب سوار ہوتے ہیں — سرو قمری شکار ہوتے ہیں
تیرے بالوں کے وصف میں میرے — شعر سب پیچدار ہوتے ہیں
آؤ یادِ بتاں پہ بھول نہ جاؤ — یہ تغافل شعار ہوتے ہیں
دیکھ لیویں گے غیر کو تجھ پاس — صحبتوں میں بھی یار ہوتے ہیں
صدقے ہو لیویں ایک دم تیرے — پھر تو تجھ پر نثار ہوتے ہیں
ہفت اقلیم ہر گلی ہے کہیں — دلی سے بھی دیار ہوتے ہیں
رفتہ رفتہ یہ طفل خوش ظاہر — فتنۂ روزگار ہوتے ہیں

اُس کے نزدیک کچھ نہیں عزت
میر جی یوں ہی خوار ہوتے ہیں

وے جو حسن و جمال رکھتے ہیں — سارے تیرا خیال رکھتے ہیں
شب جو وہ مہ کبھو رہا ہے یہاں — مدتوں پار سال رکھتے ہیں
ان لبوں کا جواب وہ ہے لعل — ہم تجھی سے سوال رکھتے ہیں
گل ترے روزگار خوبی میں — منھ طمانچوں سے لال رکھتے ہیں
دہنِ تنگ کے ترے مشتاق — آرزوئے محال رکھتے ہیں
خاکِ آدم ہی ہے تمام زمین — پاؤں کو ہم سنبھال رکھتے ہیں
یہ جو سر کھینچے قیامت ہے — دل کو ہم پائمال رکھتے ہیں
اہلِ دل چشم سب تری جانب — آئینہ کی مثال رکھتے ہیں

گفتگو ناقصوں سے ہے ورنہ
میر جی بھی کمال رکھتے ہیں

Marfat.com

صبر و طاقت کو کڑھوں یا خوش دلی کا غم کروں
اس میں حیراں ہوں بہت کس کس کا میں ماتم کروں

موسمِ حیرت ہی دل صبر کر تو رونا مل چکا
اتنے بھی آنسو بہم پہنچیں کہ مژگاں نم کروں

ہوں سیہ مستِ سرِ زلفِ صنم معذور رکھ
شیخ اگر کعبے سے آوے گفتگو درہم کروں

ریزۂ الماس[۵۱] یا مشتِ نمک ہے کیا بُرا
جو میں اپنے ایسے زخمِ سینہ کو مرہم کروں

گرچہ کس گنتی میں ہوں پر ایک دم مجھ تک تو آ
یا ادھر ہوں یا اُدھر کب تک شمارِ دم کروں

بس بہت رسوا ہوا میں اب نہیں معذور رکھ
وہ طرح ڈھونڈوں ہوں جس میں ربط تجھ سے کم کروں

گو دھواں اُٹھنے لگا دل سے مرے پر پیچ و تاب
میر اس بن قطعِ ربطِ زلف خم در خم کروں

کیا میں نے رو کر فشارِ گریباں
رگِ ابر تھا تارِ تارِ گریباں

کہیں دستِ چالاک ناخن نہ لاگے
کہ سینہ ہے قربِ جوارِ گریباں

نشانِ اشکِ خونیں کی اُڑتے چلے ہیں
خزاں ہو چلی ہے بہارِ گریباں

جنوں تیری منت ہے مجھ پر کہ تو نے
نہ رکھا مرے سر پہ بارِ گریباں

زیارت کروں دل سے خستہ جگر کی
کہاں ہوگا یارب مزارِ گریباں

کہیں جائے یہ دور دامن بھی جلدی
کہ آخر ہوا روزگارِ گریباں

پھروں میر عریاں نہ دامن کا غم ہو
نہ باقی رہے خارِ خارِ گریباں

بارہا وعدوں کی راتیں آئیاں[۵۲]
طالعوں نے صبح کر دکھلائیاں

عشق میں ایذائیں سب سے پائیاں
رہ گئے آنسو تو آنکھیں آئیاں

ظلِ حق ہم کو بھی وہ ہی چاہیے
جوں ہماری ہوتی ہیں پرچھائیاں

اُس مژہ برہم زدہ نے بارہا
عاشقوں میں برچھیاں چلوائیاں

نونہال آگے ترے ہیں جیسے ہوں
ڈالیاں لوٹی ہوئیں مرجھائیاں

ایک بھی چشمک اُس مہ کی سی کر
آنکھیں تاروں نے بہت جھمکائیاں

ایک نے صورت نہ پکڑی پیشِ یار
دل میں شکلیں سیکڑوں ٹھہرائیاں

۵۱ مرزا غالب دہلوی سے فراغت کس قدر ہوتی مجھے تشویشِ مرہم سے ؛ بہم گر صلح کرتے پارہائے دل نمکداں پر
۵۲ صیغہ ہائے جمع مونث کو فی زمانا اس طرح استعمال کرنا متروک ہے

روہت اپنی اس گلی میں کم نہیں ہر جگہ ہر بار ماریں کھائیاں
بوسہ لینے کا کیا جس دم سوال اُن نے باتیں ہی ہیں بتلائیاں
روکشی کو اُس کے منہ بھی چاہئے ماہ کے چہرہ پہ ہیں سب جھائیاں
مضطرب ہو کر کیا سب میں سبک دل نے آخر خفتیں دلوائیاں
چل چمن میں یہ بھی ہے کوئی روش ناز تا کے۔ چند بے پروائیاں
شوق قامت میں ترے اے نونہال گل کی شاخیں لیتی ہیں انگڑائیاں

پاس مجھ کو بھی نہیں ہے میر اب
دور پہنچی ہیں مری رُسوائیاں

دیکھیں تو تیری کب تک یہ کج ادائیاں ہیں اب ہم نے بھی کسو سے آنکھیں لڑائیاں ہیں
ٹک سن کہ سو برس کی ناموسِ خامشی کھو دو چار دل کی باتیں اب منہ پر آئیاں ہیں
ہم وے ہیں خوں گرفتہ ظالم جنھوں نے تیری ابرو کی جنبش اوپر تلواریں کھائیاں ہیں
آئینہ ہو کے صورت معنی سے ہی لبالب رازِ نہان حق میں کیا خود نمائیاں ہیں

کعبے میں میر ہم پر یا سر گراں ہے زاہد
یا بتکدے میں ہم نے ڈھولیں لگائیاں ہیں

میں کون ہوں اے ہمنفساں سوختہ جاں ہوں اک آگ مرے دل میں ہے جو شعلہ فشاں ہوں
لایا ہے مرا شوق مجھے پردے سے باہر میں ورنہ وہی خلوتیِ رازِ نہاں ہوں
جلوہ ہے مجھی سے لبِ دریائے سخن پر صد رنگ مری موج ہے میں طبع رواں ہوں
پنجہ ہے مرا پنجۂ خورشید میں ہر صبح میں شانہ صفت سایۂ زلفِ بتاں ہوں
دیکھا ہے مجھے جن نے سو دیوانہ ہے میرا میں باعثِ آشفتگیِ طبعِ جہاں ہوں
تکلیف نہ کر آہ مجھے جنبشِ لب کی میں صد سخن آغشتہ بخوں زیرِ زباں ہوں
ہوں زرد غمِ تازہ نہالانِ چمن سے اس باغِ خزاں دیدہ میں میں برگِ خزاں ہوں
رکھتی ہے مجھے خواہشِ دل بلکہ پریشاں درپے نہ ہو۔ اس وقت خدا جانے کہاں ہوں
اک وہم نہیں بیش مری ہستیِ موہوم اس پر بھی تری خاطرِ نازک پہ گراں ہوں

خوش باشی و تنزیہ و تقدس تھی مجھے میر
اسباب پڑے یوں کہ کئی روز سے یہاں ہوں

Marfat.com

اب آنکھوں میں خوں دمبدم دیکھتے ہیں — نہ پوچھو جو کچھ رنگ ہم دیکھتے ہیں
جو بے اختیاری یہی ہے تو قاصد — ہمیں آکے اُس کے قدم دیکھتے ہیں
لگے داغ رہتا ہے دل گہ جگر خوں — ان آنکھوں سے کیا کیا ستم دیکھتے ہیں
اگر جان آنکھوں میں اُس بن ہے تو ہم — ابھی اور بھی کوئی دم دیکھتے ہیں
لکھیں حال کیا اُس کو حیرت سے ہم تو — گہے کاغذ و گہ قلم دیکھتے ہیں
وفا پیشگی قیس تک تھی بھی کچھ کچھ — اب اس طور کے لوگ کم دیکھتے ہیں

کہاں تک بھلا روؤگے میر صاحب
اب آنکھوں کے گرد اک ورم دیکھتے ہیں

بہت ہی اپنے تئیں ہم تو خوار پاتے ہیں — وہ کوئی اور ہیں جو اعتبار پاتے ہیں
تری گلی میں میں رو دیا تھا دل جلا یکشب — ہنوز وھاں سے دل داغدار پاتے ہیں
نہ ہووے شیفتہ کیوں اضطراب پر عاشق — کہ جی کو کھو کے دلِ بیقرار پاتے ہیں
گلہ عبث ہے تری آستانہ بوسی کا — مسیح و خضر بھی واں کم ہی بار پاتے ہیں
قطعہ
تڑپ ہے قیس کے دل میں تہِ زمیں اس سے — غزالِ دشت نشانِ مزار پاتے ہیں
وگرنہ خاک ہوئے کتنے ہی محبت میں — کسی کا بھی کہیں مشتِ غبار پاتے ہیں

شتاب آوے اجل میر جاوے یہ رونا
کہ میرے شور سے تصدیع یار پاتے ہیں

عام حکم شراب کرتا ہوں — محتسب کو کباب کرتا ہوں
ملک تو رہ اے بنائے ہستی تو — تجھ کو کیسا خراب کرتا ہوں
قطعہ
کوئی بجھتی ہے یہ بھڑک میں عبث — تشنگی پر عتاب کرتا ہوں
سر تلک آب تیغ میں ہوں غرق — اب تئیں آپ آب کرتا ہوں

جی میں پھرتا ہے میر وہ میرے
جاگتا ہوں کہ خواب کرتا ہوں

ہم تو مطرب پسر کے جاتے ہیں — گو رقیباں کچھ اور گاتے ہیں
خاک میں لوٹتے تھے کل تجھ بن — آج لوہو میں ہم نہاتے ہیں
اے عدم ہونے والو تم تو چلو — ہم بھی اب کوئی دم میں آتے ہیں

Marfat.com

ایک کہتا ہوں میں تو منہ پہ رقیب
تیری پشتی سے سو سناتے ہیں
دیدہ و دل شتاب گم ہوں میر
سر پہ آفت ہمیشہ لائے ہیں

آتا ہے دل میں حال بد اپنا بھلا کہوں
پھر آپھی آپ سوچ کے کہتا ہوں کیا کہوں
پروانہ پھر نہ شمع کی خاطر جلا کرے
گر بزم میں یہ اپنا ترا ماجرا کہوں
مت کر خرام سر پہ اٹھالے گا خلق کو
بیٹھا اگر گلی میں ترا نقشِ پا کہوں
دل اور دیدہ باعثِ ایذا و نورِ عین
کس کے تئیں برا کہوں کس کو بھلا کہوں
آوے سموم جائے صبا باغ سے سدا
گر شمہ اپنے سوزِ جگر کا میں جا کہوں
جاتا ہوں میر دشتِ جنوں کو میں اب یہ کہ
مجنوں کہیں ملے تو تری بھی دعا کہوں

مرے آگے نہ شاعر نام پاویں
قیامت کو اگر عرصے میں آویں
پری سمجھے تجھے وہم و گماں سے
کہاں تک اور ہم اب دل چلاویں
مزاج اپنا غیور از بس پڑا ہے
ترے غم میں کسے خاطر میں لاویں
پھرے ہے شیخ مجلس ہی میں رقصاں
ادھر آنکلے تو ہم بھی نچاویں
نظر اے ابر اب مت آ مبادا
کہیں میری بھی آنکھیں ڈبڈباویں
قدم بوسی تلک مختار ہیں غیر
زیادہ لگ چلیں تو سر میں کھاویں
قطعہ
نہ آیا وہ تو کیا ہم نیم جاں بھی
بغیر اس کے لیے دنیا سے جاویں
چلے ہے تو تو اے جانِ الم ناک
ٹک اک رہ جا کہ ہم رخصت ہو آویں
چلا مقدور سے غم میر آگے
زمیں پھٹ جائے یارب ہم سماویں

مثال سایہ محبت میں جال اپنا ہوں
تمھارے ساتھ گرفتار حال اپنا ہوں
سرشک سرخ کو جاتا ہوں جو پیے ہر دم
لہو کا پیاسا علی الاتصال اپنا ہوں
اگرچہ نشہ ہوں سب میں خمِ جہاں میں لیک
برنگ مے عرقِ انفعال اپنا ہوں
مری نمود نے مجھ کو کیا برابر خاک
میں نقشِ پا کی طرح پائمال اپنا ہوں
ہوئی ہے زندگی دشوار مشکل آساں کر
پھر نہ چلوں تو ہوں میں وبال اپنا ہوں

Marfat.com

تراب ہم کہ یہ ناتواں ہو جائے ہیں ۔ وگرنہ میں نہیں اب اک خیال اپنا ہوں

ملا ہوئی ہے مری گو کہ طبع روشن میر
ہوں آفتاب ولیکن زوال اپنا ہوں

کھو دیں ہیں نیند میری مصیبت بیانیاں ۔ تم بھی تو ایک رات سنو یہ کہانیاں
کیا آگ دیکے طور کو کی ترک سرکشی ۔ اُس شعلہ کی وہی ہیں شرارت کی بانیاں
صحبت رکھا کیا وہ سفیہ و ضلال سے ۔ دل ہی میں خوں ہوائیں مری کم تلانیاں
ہم سے تو کینے ہی کی ادائیں چلی گئیں ۔ بے لطفیاں یہی ہیں یہی نامہربانیاں
تلوار کے تلے ہی گیا عہد انبساط ۔ مر مر کے ہم نے کاٹی ہیں اپنی جوانیاں
گالی سوائے مجھ سے سخن مت کیا کرو ۔ اچھی لگی ہیں مجھ کو تری بد زبانیاں
غیروں ہی کے سخن کی طرف گوشِ یار تھی ۔ اس حرف ناشنو نے ہماری نہ مانیاں
یہ بیقراریاں نہ کبھو اُن نے دیکھیاں ۔ جاں کاہیاں ہماری بہت سہل جانیاں

مارا مجھے بھی سان کے غیروں میں ان نے میر
کیا خاک میں ملائیں مری جاں فشانیاں

تا بھو سکے نہ خرقۂ طامات نکے تئیں ۔ حسن قبول کیا ہو مناجات کے تئیں
کیفیتیں اُٹھی ہیں یہ کب خانقاہ میں ۔ بدنام کر رکھا ہے خرابات کے تئیں
ڈرتے خرامِ ناز سے خوباں کے ہمنشیں ۔ ٹھوکر سے یہ اُٹھاتے ہیں آفات کے تئیں
ہم جانتے ہیں یا کہ دل آشنا زدہ ۔ کہئے سو کس سے عشق کے حالات کے تئیں
خوبی کو اُس کی ساعدِ سیمیں کی دیکھ کر ۔ صورت گروں نے کھینچ رکھا ہات کے تئیں
اپنی بھی حرف ناشنوی غیر کے لئے ۔ رکھ کان ٹک سنا بھی کرو بات کے تئیں
سیّد ہو یا چمار ہو اس جا وفا ہے شرط ۔ کب عاشقی میں پوچھتے ہیں ذات کے تئیں
آخر کے یہ سلوک ہم اب تیرے دیکھ کر ۔ کرتے ہیں یاد پہلی ملاقات کے تئیں

آنکھوں نے میر صاحب و قبلہ ورم کیا
حضرت بکا کیا نہ کرو رات کے تئیں

ـ جامی ــ بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی ؛ کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست
ہندی شاعر کہتا ہے ــ ذات پات پوچھے نہ کوئے ؛ ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئے۔

Marfat.com

نہ اک یعقوب رویا اس الم میں — کنواں اندھا ہوا یوسفؑ کے غم میں
کہوں کب تک دم آنکھوں میں ہے میرے — نظر آوے ہی گا اب کوئی دم میں

دیا عاشق نے جی تو عیب کیا ہے
یہی میرؔ اک ہنر ہوتا ہے ہم میں

چاہتے ہیں یہ بتاں ہم پہ کہ بیداد کریں — کس کے ہوں کس سے کہیں کس کنے فریاد کریں
ایک دم پر ہے بنا تیری سو آیا کہ نہیں — وہ کچھ اس زندگی میں کر کہ تجھے یاد کریں
کعبہ ہوتا ہے دوانوں کا مری گور سے دشت — مجھ سے دو اور گڑیں یہاں تو سب آباد کریں
ہم تو راہب نہیں ہیں واقفِ رسمِ سجدہ — ہیں کدھر شیخِ حرم کچھ ہمیں ارشاد کریں

ریختہ خوب ہی کہتا ہے جو انصاف کریں
چاہیے اہلِ سخن میرؔ کو استاد کریں

ہجراں کی کوفت کھینچے بے دم سے ہو چلے ہیں — سر مار مار یعنی اب ہم بھی سو چلے ہیں
جوئیں رہیں گی جاری گلشن میں ایک مدت — سایہ میں ہر شجر کے ہم زور رو چلے ہیں
لبریز اشک آنکھیں ہر بات میں رہا کیں — رو رو کے کام اپنے سب ہم ڈبو چلے ہیں
پچھتائیے نہ کیونکر جی اس طرح سے دیکر — یہ گوہرِ گرامی ہم مفت کھو چلے ہیں

قطع طریق مشکل ہے عشق کا نہایت
وے میرؔ جانتے ہیں اس راہ جو چلے ہیں

جب[۱] دردِ دل کا کہنا میں دل میں ٹھانتا ہوں — کہتا ہے بن سنے ہی میں خوب جانتا ہوں
شاید نکل بھی آوے دل گم جو ہو گیا ہے — اس کی گلی میں بیٹھا میں خاک چھانتا ہوں

اس دردِ سر کا لٹکا سر سے لگا ہے میرے
سو سر کا ہووے صندل تب میرؔ مانتا ہوں

ملنے لگے ہو دیر دیر دیکھیے کیا ہے کیا نہیں — تم تو کرو ہو صاحبی بندہ میں کچھ رہا نہیں
[۲]بوئے گل اور رنگِ گل دونوں ہیں دلکش اے نسیم — لیک بقدرِ یک نگاہ دیکھیے تو وفا نہیں
شکوہ کروں ہوں بخت کا اتنے غضب نہ ہو بتاں — مجھ کو خدانخواستہ تم سے تو کچھ گلا نہیں

[۱] مرزا غالب دہلوی سے زبردست کرشمہ کر یوں زمیں۔ کہتا ہے ہم کو فریب ہے کہ بن کہے ہی سب ہیں ہمراہ صاحب جبر سنہ کیا گئے۔
[۲] نعمت اللہ تذکرہ میر میں اس طرح ملتا ہے۔ بوئے گل اور رنگِ گل البتہ ہیں یہ اے نسیم / لیک بقدرِ یک نگاہ دیکھیے تو وفا نہیں

Marfat.com

نالے کیا نہ کر سنا نوحے مرے پہ عندلیب
بات میں بات عیب ہے میں نے تجھے کہا نہیں

چشم سفید و اشک سرخ آہ دلِ حزیں ہے یہاں
شیشہ نہیں ہے مے نہیں ابر نہیں ہوا نہیں

ایک فقط ہے سادگی تس پہ بلائے جاں ہے تو
عشوہ کرشمہ کچھ نہیں آن نہیں ادا نہیں

آب و ہوائے ملکِ عشق تجربہ کی ہے میں بہت
کر کے دوائے دردِ دل کوئی بھی پھر جیا نہیں

ہوئے زمانہ کچھ سے کچھ چھوٹے ہے دل لگا مرا
شوخ کسی ہی آن میں تجھ سے تو میں جدا نہیں

نازِ بتاں اٹھا چکا دیر کو میرؔ ترک کر
کعبے میں جا کے رہ میاں تیرے مگر خدا نہیں

خوبرو سب کی جان ہوتے ہیں
آرزوئے جہان[1] ہوتے ہیں

گوش دیوار تک تو جا نالے
اس میں گل کو بھی کان ہوتے ہیں

کبھو آتے ہیں آپ میں تجھ بن
گھر میں ہم میہمان ہوتے ہیں

دشت کے پھوٹے مقبروں پہ نہ جا
روضے سب گلستان ہوتے ہیں

غمزۂ چشم خوش قدانِ زمیں
فتنۂ آسمان ہوتے ہیں

قطعہ

کیا رہا ہے مشاعرے میں اب
لوگ کچھ جمع آن ہوتے ہیں

میرؔ و مرزا رفیع[2] و خواجہ میر[3]
کتنے یہ اک جوان ہوتے ہیں

[1] اعلانِ نون بعد عطف و اضافت اب فصحا جائز نہیں رکھتے۔ [2] یعنی مرزا رفیع سودا

[3] خواجہ میر یعنی حضرت خواجہ میر درد دہلوی جو میر تقی میرؔ کے معاصر ہی نہیں بلکہ خاص کرم فرما تھے اور آپ ہی کے والد ماجد خواجہ ناصر عندلیب نے میر صاحب کو دعا دی تھی "کہ میر تو میرِ مجلس خواہی شد"۔ یہ غالباً اسی مشاعرہ کا ذکر ہے جو خواجہ میر درد کے مکان پر منعقد ہوتا تھا اور جو انھوں نے خوشی سے میر صاحب کے یہاں منتقل کر دیا تھا اور میر صاحب بھی اس کو مدتوں نباہتے رہے۔

خواجہ میر درد اردو اور فارسی کے زبردست استاد اور نہایت مستند تھے۔ میر صاحب نے اپنے تذکرے میں ان کے متعلق رائے لکھی ہے۔ "شاعر زور آور ریختہ۔ درکمال علاقگی وارستہ خلیق بتواضع۔ آشنائے درست شعر فارسی ہم میگوید۔ اما بیشتر باعثِ گرمی بازار وسعت مشرب اوست۔ غرض از آشنائی مطلب اوست۔ متوطن شاہجہان آباد۔ بزرگ و بزرگزادہ جوان صالح از درویشی بہرہ وافی دارد فقیر را بخدمت او بندگی خاص است" الخ۔ عمر بھر دہلی میں رہے انتقال بھی دہلی ہی میں ہوا۔ سنہ ولادت ۱۱۳۳ھ اور سنہ وفات ۱۱۹۹ھ ہے۔ آپ کی تصانیف قریب گیارہ بارہ کے ہیں۔ آسی

Marfat.com

تجھ عشق[1] میں تو مرنے کو تیار بہت ہیں
یہ جرم ہے تو ایسے گنہگار بہت ہیں

اک زخم کو میں ریزۂ الماس سے چیرا
دل پر ابھی جراحتِ نوکار بہت ہیں

کچھ انکھڑیاں ہی اسکی نہیں اک بلا ہیں بس
دل زینہار دیکھ خبردار بہت ہیں

بیگانہ خو رقیب سے وسواس کچھ نہ کر
فرماوے ٹک زباں سے تو پھر یار بہت ہیں

کوئی تو زمزمہ کرے میرؔ اساد لخراش
یوں تو قفس میں اور گرفتار بہت ہیں

جنوں میرے کی باتیں دشت اور گلشن میں جب چلیاں
نہ چوبِ گل نے دم مارا نہ چھڑیاں بید کی ہلیاں

گریباں شورِ محشر کا اڑایا دھجیاں کر کر
فغاں پر ناز کرتا ہوں کہ ہل بے تیری ہتھ بلیاں

تفاوت کچھ نہیں شیرین و شکر اور یوسفؑ میں
سبھی معشوق اگر پوچھے کوئی مصری کی ہیں ڈلیاں

ترے غمزے نے جدو ظلم سے آنکھیں غزالوں کی
بیاباں میں دکھا مجنوں کو پاؤں کے تلے ملیاں

چمن کو آج مارا ہی یہاں تک رشکِ گلرو نے
کہ بلبل سر پٹکتی ہے نہیں منھ کھولتیں کلیاں

مری آہِ سحر کی برچھیاں سختی کے تڑپھوں پر
نگاہیں کرکے گر پڑتی ہے بجلی کی بھی اچھلیاں

صنم کی زلف میں کوچہ ہی سربستہ ہر اک مو پر
نہ دیکھی ہونگی تو نے خضر یہ ظلمات میں گلیاں

ودانہ ہو گیا تو میرؔ آخر ریختہ کہہ کہہ
نہ کہتا تھا میں اے ظالم کہ یہ باتیں نہیں بھلیاں

ایسے محروم گئے ہم تو گرفتارِ چمن
کہ دوئے قید میں دیوار بدیوارِ چمن

سینہ پر داغ کا احوال میں پوچھوں ہوں نسیم
یہ بھی تختہ کبھو ہووے گا سزاوارِ چمن

باغباں باغ اجاڑے ہی اگر دینا تھا
تھے زرِ داغ سے ہم بھی تو خریدارِ چمن

دے گنہگار ہیں ہیں کہ جنھیں کہتے ہیں
عاشقِ زارِ چمن مرغِ گرفتارِ چمن

خون ٹپکے ہی پڑا نوک سے ہر اک کی ہنوز
کس ستمدیدہ کی مژگاں ہیں یہ خارِ چمن

باغباں ہم سے خشونت سے نہ پیش آیا کر
عاقبت نالہ کشاں بھی تو ہیں درکارِ چمن

کم نہیں ہے دل پر داغ بھی اے مرغِ اسیر
گل میں کیا ہے جو ہوا ہے تو طلبگارِ چمن

گل پہ ایسی تو پڑی اوس خزاں میں کہ تمام
سرد ہی ہو گئی دھاں گرمیِ بازارِ چمن

کیا جزا ٹھہرتی ہے دیکھئے کل حشر کو میرؔ
داغ ہر ایک مرے دل پہ ہے خوندارِ چمن

[1] اصل نسخوں میں یہ غزل اسی طرح ہے۔

Marfat.com

بزم میں جو ترا ظہور نہیں — شمع روشن کے منھ پہ نور نہیں
کتنی باتیں بنا کے لاؤں لیک — یاد رہتی ترے حضور نہیں
فکر مت کر ہمارے جینے کا — قطعہ — تیرے نزدیک کچھ یہ دور نہیں
پھر جئیں گے جو تجھ سا ہے جاں بخش — ایسا جینا ہمیں ضرور نہیں

عام ہے یار کی تجلی میر
خاص موسیٰ و کوہ طور نہیں

دامن پہ تیرے گرد کا کیونکر اثر نہیں — ہم دل جلوں کی خاک جہاں میں کدھر نہیں
اتنا رقیب خانہ بر انداز سے سلوک — جب آنکلتے ہیں تو سُنے ہیں کہ گھر نہیں
دامان و جیب و دیدہ و مژگان و آستیں — اب کون سا رہا ہے کہ ان میں سے تر نہیں
ہر نقشِ پا ہے شوخ ترا رشکِ یاسمن — کم گوشۂ چمن سے ترا رہگزر نہیں

اتنا ہی تیرے کوچے میں ہوتا جو میر یہاں
کیا جانیے کدھر کو گیا کچھ خبر نہیں

ساقی کے بلغ پر جو کچھ کم نگاہیاں ہیں — مانند جام خالی گل سب جماہیاں ہیں
تیغ جفائے خوباں بے آب تھی کہ ہمدم — زخم بدن ہمارے تفسیدہ ماہیاں ہیں
مسجد سے میکدے پر کاش ابر روز برسے — دھالیں و سفیدیاں ہیں یاں روسیاہیاں ہیں
جس کی نظر پڑی ہے اُن نے مجھے بھی دیکھا — جب سے وہ شوخ آنکھیں ہیں نے سراہیاں ہیں
غالب تو یہ ہے زاہد رحمت سے دور ہووے — در کار واں گنہ ہیں یاں بیگناہیاں ہیں
یہ ناز و سرگرانی اللہ رے کہ ہر دم — نازک مزاجیاں ہیں یا کج کلاہیاں ہیں

شاہد ہوں میر کس کو اہل محلے میں
محضر پہ خوں کے میرے سب کی گواہیاں ہیں

سبھی بھی یار اپنا یوں تو ہم ہر بار کہتے ہیں — ولے کم ہیں بہت وے لوگ جن کو یار کہتے ہیں
جہاں کے مصطبے میں مست طافح ہی نظر آئے — نہ تھا اس دور میں آیا جسے ہشیار کہتے ہیں
سمجھ کر ذکر کر آسودگی کا مجھ سے اے ناصح — وہ میں ہی ہوں کہ جس کو عافیت بیزار کہتے ہیں
مسافر ہو وے جی اُس کا خراماں دیکھ کر تجھ کو — جسے میرے وطن میں کبکِ خوش رفتار کہتے ہیں
معاذ اللہ دخلِ کفر ہے اسلام میں کہ دل، ہمو — غلط اور پوچ نامعقول بعضے یار کہتے ہیں

Marfat.com

علم کو کب ہے وجہ تسمیہ لازم سمجھ دیکھو — سلیمانی میں کیا زنار ہی زنار کہتے ہیں
تری آنکھوں کو آؤں دیکھنے میں تو عجب مت کر — کہ بہتیرے عیادت اور انھیں بیمار کہتے ہیں
عجب ہوتے ہیں شاعر بھی میں اس فرقے کا عاشق ہوں — کہ بے دھڑکے بھری مجلس میں یہ اسرار کہتے ہیں
مزے ان کے اڑا لیکن نہ یہ سمجھیں تو بہتر ہے — کہ خوباں بھی بہت اپنے تئیں عیار کہتے ہیں
سگِ کو میر میں اس شیرِ حق کا ہوں کہ جسکو سب
نبیؐ کا خویش و بھائی حیدر کرارؑ کہتے ہیں

ایک پرواز کو بھی رخصتِ صیاد نہیں — ورنہ یہ کنجِ قفس بیضۂ فولاد نہیں
شیخ عزلت تو تہِ خاک بھی پہنچیگی بہم — مفت ہے سیر کہ یہ عالمِ ایجاد نہیں
داد لے چھوڑوں میں صیاد سے اپنی لیکن — ضعف سے میرے تئیں طاقتِ فریاد نہیں
کیوں ہے معذور بھی رکھ یوں تو سمجھ دل میں شیخ — یہ قدح خوار مرے قابلِ ارشاد نہیں
کیا کہوں میر فراموش کیا اُن نے تجھے
میں تو تقریب بھی کی پر تو اُسے یاد نہیں

آ جائیں ہم نظر جو کوئی دم بہت ہے یہاں — مہلت ہمیں بسانِ شرر کم بہت ہے یہاں
یک لحظہ سینہ کوبی سے فرصت ہمیں نہیں — یعنی کہ دل کے جانے کا ماتم بہت ہے یہاں
حاصل ہے کیا سوائے ترائی کے دہر میں — اُٹھ آسماں تلے سے کہ شبنم بہت ہے یہاں
مائل بغیر ہونا تجھ ابرو کا عیب ہے — تھی زور یہ کماں و لے خم چم بہت ہے یہاں
ہم رہروانِ راہِ فنا دیر رہ چکے — وقفہ بسانِ صبح کوئی دم بہت ہے یہاں
اس بتکدے میں معنی کا کس سے کریں سوال — آدم نہیں ہے صورتِ آدم بہت ہے یہاں
عالم میں لوگ ملنے کی گوں اب نہیں رہے — ہر چند ایسا ویسا تو عالم بہت ہے یہاں
ویسا چمن سے سادہ نکلتا نہیں کوئی — رنگینی ایک اور خم و چم بہت ہے یہاں
اعجازِ عیسوی سے نہیں بحث عشق میں — تیری ہی بات جانِ مجسم بہت ہے یہاں
میرے ہلاک کرنے کا غم ہے عبث تمھیں — تم شاد زندگانی کرو غم بہت ہے یہاں
دل مت لگا رُخِ عرق آلود یار سے — آئینہ کو اُٹھا کہ زمیں نم بہت ہے یہاں
شاید کہ کام صبح تک اپنا کھنچے نہ میر
احوال آج شام سے درہم بہت ہے یہاں

Marfat.com

آہ وہ عاشق ستم ترکِ جفا کرتا نہیں — اور مطلق اب دماغ اپنا وفا کرتا نہیں
بات میں غیروں کو چپ کردوں ولیکن کیا کروں — وہ سخن نشنو تنک میرا کہا کرتا نہیں
روز بدتر جیسے بیمارِ اجل ہے دل کا حال — یہ سمجھ کر ہمنشیں اب میں دوا کرتا نہیں
گویا بابِ اجابت ہجر میں تیغا ہوا — ورنہ کس شب آپ کو میں بددعا کرتا نہیں
بیکسانِ عشق اُس کو آہ کسکے پاس جائیں — گور بن کوئی صلا میں لب کو وا کرتا نہیں
چھوٹنا ممکن نہیں اپنا قفس کی قید سے — مرغِ سیر آہنگ کو کوئی رہا کرتا نہیں
چرخ کی بھی کج ادائی ہم ہی پر چلتی ہے پیش — ناز کو اس سے تو اکدم بھی جدا کرتا نہیں
دیکھ اُسے بیدید ہو آنکھوں نے کیا دیکھا بھلا — دل بھی بد کرتا ہے مجھ سے تو بھلا کرتا نہیں

کیا کہوں پہنچا کہاں تک میر اپنا کارِ شوق
یہاں سے کس دن اک نیا قاصد چلا کرتا نہیں

لیتے ہیں سانس یوں ہم جوں تار کھینچتے ہیں — اب دل گرفتگی سے آزار کھینچتے ہیں
سینہ سپر کیا تھا جن کے لیے بلا کا — وے بات بات میں اب تلوار کھینچتے ہیں
مجلس میں تیری ہمکو کب غیر خوش لگے ہے — ہم بیچ اپنے اُس کے دیوار کھینچتے ہیں
بیطاقتی نے ہم کو چاروں طرف سے کھویا — تصدیع گھر میں بیٹھے ناچار کھینچتے ہیں
منصور کی حقیقت تم نے سُنی ہی ہوگی — حق جو کہے ہے اُس کو یہاں دار کھینچتے ہیں
شکوہ کروں تو کس سے کیا شیخ کیا برہمن — ناز اس بلائے جاں کے سب یار کھینچتے ہیں

ناوک سے میر اُس کے دل بستگی تھی مجھ کو
پیکاں جگر سے میرے دشوار کھینچتے ہیں

سمجھا تنک اپنے تو سود و زیاں کو میں — مانا کیا خدا کی طرح ان بتاں کو میں
لاویں اُسے بھی بعد مرے میری لاش پر — یہ کہہ رکھا ہے اپنے ہر اک مہرباں کو میں
گردش فلک کی کیا ہے جو دورِ قدح میں ہے — دیتا رہوں گا چرخ مدام آسماں کو میں
جی جاوے تو قبول ترا غم نہ جائیو[1] — رکھتا نپٹ عزیز ہوں اس میہماں کو میں

عاشق ہے یا مریض ہے پوچھو تو میر سے
پاتا ہوں زرد روز بروز اس جواں کو میں

[1] نہ جائیو۔ دعائیہ۔ غالب نے بھی اسی طرح دعائیہ استعمال کیا ہے ع تمھارے آئیو اے طرۂ ہائے خم بہ خم آگے۔

Marfat.com

کرنا لہ کشی کب تئیں اوقات گزاریں
فریاد کریں کس سے کہاں جاکے پکاریں

ہردم کا بگڑنا تو کچھ اب چھوٹا ہو اُن سے
شاید کسی ناکام کا بھی کام سنواریں

دل میں جو کبھو جوشِ غم اُٹھتا ہو تو تادیر
آنکھوں سے چلی جاتی ہیں دریا کی سی دھاریں

کیا ظلم ہو اُس خونیِ عالم کی گلی میں
جب ہم گئے دو چار نئی دیکھیں مزاریں

جس جا کہ خس و خار کے اب ڈھیر لگے ہیں
یھاں ہم نے اُنھیں آنکھوں سے دیکھیں ہیں بہاریں

کیونکر کہ رہے شرم مری شہر میں جب آہ
ناموس کہاں اُتریں جو دریا پہ ازاریں

دے ہونٹھ کہ ہو شورِ مسیحائی کا جن کے
دم لیویں نہ دو چار کو تا جی سے نہ ماریں

منظور ہو کب سے سرِ شوریدہ کا دینا
چڑھ جائے نظر کوئی تو یہ بوجھ اُتاریں

بالیں پہ سر اک عمر سے ہو دستِ طلب کا
جو ہو سو گدا کس کنے جا ہاتھ پساریں

ان لوگوں کے تو گرد نہ پھر سب ہیں لباسی
سو گز بھی جو یہ پھاڑیں تو اک گز بھی ڈاریں

ناچار ہو رخصت جو منگا بھیجی ’تو‘ بولا
میں کیا کروں جو میر جی جاتے ہیں سدھاریں

یوں ہی حیران و خفا جوں غنچۂ تصویر ہوں
عمر گزری پر نہ جانا میں کہ کیوں دلگیر ہوں

اتنی باتیں مت بنا مجھ شیفتہ سے ناصحا
پند کے لائق نہیں میں قابلِ زنجیر ہوں

سرخ رہتی ہیں مری آنکھیں لہو رونے سے شیخ
مے اگر ثابت ہو مجھ پر واجب التعزیر ہوں

نے فلک پر راہ مجھ کو نے زمیں پر رو مجھے
ایسے کس محروم کا میں شورِ بے تاثیر ہوں

جو مرے حصے میں آوے تیغ جمدھر سیل و کارد
یہ فضولی ہو کہ میں ہی کشتۂ شمشیر ہوں

کھول کر دیوان میرا دیکھ قدرت مدعی
گرچہ ہوں میں نوجواں پر شاعروں کا پیر ہوں

اس قدر بے ننگ خبطوں کو نصیحت شیخ جی
باز آؤ ورنہ اپنے نام کا میں میر ہوں

کیے ہو کوہکن کر فکر میری خستہ حالی میں
الٰہی شکر کرتا ہوں تری درگاہ عالی میں

میں وہ پژمردہ سبزہ ہوں کہ ہو کر خاک سے رُند
یکایک آگیا اس آسماں کی پائمالی میں

تو سچ کہہ رنگ پاں ہو یہ کہ خونِ عشق بازاں ہے
سخن رکھتے ہیں کتنے شخص تیری لب کی لالی میں

بُرا کہنا بھی میرا خوش نہ آیا اُسکو تو ورنہ
تسلی یہ دلِ ناشاد ہوتا ایک گالی میں

مرے اُستاد کو فردوسِ اعلیٰ میں ملے جاگہ
پڑھایا کچھ نہ غیر از عشق مجھ کو خرد سالی میں

Marfat.com

نگاہِ چشمِ پُر خشمِ بتاں پر مست نظر رکھنا — ملا ہی زہر اے دل اس شراب پرتگالی میں
شراب خون بن ترٹپھوٹے دل لبریز رہتا ہی — بھرے ہیں سنگریزے میں نے اس مینائی خالی میں

خلاف ان اور خوباں کے سدا یہ جی میں رہتا ہی
یہی تو میر اک خوبی ہی معشوقِ خیالی میں

آہ اور اشک ہی سدا ہی یہاں — روز برسات کی ہوا ہی یہاں
جس جگہ ہو زمین تفتہ سمجھ — کہ کوئی دل جلا گڑا ہی یہاں
گو کدورت سے وہ نہ دیوے رو — آرسی کی طرح صفا ہی یہاں
رند مفلس جگر میں آہ نہیں — جان محزوں ہے اور کیا ہی یہاں
کیسے کیسے مکان ہیں ستھرے — قطعہ ایک ازاں جملہ کربلا ہی یہاں
اک سسکتا ہی ایک مرتا ہے — ہر طرف ظلم ہو رہا ہی یہاں
صد تمنا شہید ہیں یکجا — سینہ کوبی ہی تعزیا ہی یہاں
دیدنی ہی غرض یہ صحبتِ شوخ — روز و شب طرفہ ماجرا ہی یہاں
خانۂ عاشقاں ہی جائے خوب — جائے رونے کی جابجا ہی یہاں
کوہ و صحرا بھی کر نہ جائے باش — قطعہ آجتک کوئی بھی رہا ہی یہاں
ہی خبر شرط میر سنتا ہے — تجھ سے آگے یہ کچھ ہوا ہی یہاں

موت مجنوں کو بھی یہیں آئی
کوہکن کل ہی مر گیا ہی یہاں

جہاں اب خار زاریں ہو گئی ہیں — یہیں آگے بہاریں ہو گئی ہیں
جنوں میں خشک ہو رگہائے گردن — گریباں کی سی تاریں ہو گئی ہیں
سُنا جاتا ہی شہرِ عشق کے گرد — مزاریں ہی مزاریں ہو گئی ہیں
اسی دریائے خوبی کا ہی یہ شوق — کہ موجیں سب کناریں ہو گئی ہیں

انھیں گلیوں میں جب روتے تھے ہم میر
کئی دریا کی دھاریں ہو گئی ہیں

خوش نہ آئی تمھاری چال ہمیں — یوں نہ کرنا تھا پائمال ہمیں
حال کیا پوچھ پوچھ جاتے ہو — کبھو پاتے بھی ہو بحال ہمیں

Marfat.com

وہ دہاں وہ کرہی ہی مقصود — اور کچھ اب نہیں خیال ہمیں
اُس مہِ چاردہ کی دُوری نے — دس ہی دن میں کیا ہلال ہمیں
نظر آتے ہیں ہوتے جی کے وبال — حلقہ حلقہ تمھارے بال ہمیں
تنگی اس جا کی نقل کیا کریے — یھاں سے واجب ہے انتقال ہمیں
صرف للہ خم کے خم کرتے — نہ کیا چرخ نے کلال ہمیں
مغبچے مال مست ہم درویش — کون کرتا ہے مشتمال ہمیں
کبتک اس تنگنا میں کھنچیے رنج — یھاں سے یارب تو ہی نکال ہمیں
ترک سبزانِ شہر کریے اب — بس بہت کر چکے نہال ہمیں
وجہ کیا ہے کہ میر منھ پہ ترے — نظر آتا ہے کچھ ملال ہمیں

نہ کیونکہ شیخ توکل کو اختیار کریں — زمانہ ہووے مساعد تو روزگار کریں
گیا وہ زمزمۂ صبح فصل گل بلبل — دُعا نہ پہنچے چمن تک ہم اب ہزار کریں
تمام صید سر تیر جمع ہیں لیکن — نصیب اُس کے کہ جس کو ترا شکار کریں
تسلّی تو ہو دل بیقرار خوباں سے — یہ کاش ملنے نہ ملنے کا کچھ قرار کریں
ہمیں تو نزع میں شرمندہ آکر اُن نے کیا — رہا ہی ایک رمق جی سو کیا نثار کریں
رہی ہی بھی گئی عمر تیرے پیچھے یار — یہ کہہ کہ آہ ترا اب تک انتظار کریں
کریں ہیں حادثے ہر روز وار آخر تو — سنان آہ دل شب کی ہم بھی پار کریں
یہ قتل غیر ہی کیا کام ہمنشیناں آج — جو دشمنی نہ کرے وہ تو اُس کو یار کریں
ہوا ہوں خاک رہ اس واسطے کہ خوباں میر — گزار گور پہ میری بھی ایک بار کریں

یہ غلط کہ میں پیا ہوں قدحِ شراب تجھ بن — نہ گلے سے میرے اُترا کبھو قطرہ آب تجھ بن
یہی بستی عاشقوں کی کبھو سیر کرنے چل تو — کہ محلّے کے محلّے پڑے ہیں خراب تجھ بن
میں لہو پیوں ہوں غم میں عوض شراب ساقی — شب میغ ہو گئی ہی شب ماہتاب تجھ بن
گئی عمر میری ساری جیسے شمع باد کے بیچ — یہی رونا جلنا گلنا یہی اضطراب تجھ بن
سبھی آتشیں ہیں نالے سبھی زمہریری آہیں — مری جان پر رہا ہے غرض اک عذاب تجھ بن

Marfat.com

ترے غم کا شکر نعمت کروں کیا ای مغبچے میں
نہوا کہ میں نہ کھایا جگر کباب تجھ بن
نہیں جیتے جی تو ممکن ہیں تجھ بغیر سونا
مگر آنکھ مرکے کیجے تہ خاک خواب تجھ بن
بُرے حال ہوکے مرتا جو درنگ میر کرتا
یہ بھلا ہوا ستمگر کہ مُوا شتاب تجھ بن

تکلیف باغ کن نے کی تجھ خوش ہاک تئیں
دیتا ہے آگ رنگ ترا گلستاں کے تئیں
تنکا بھی اب رہا نہیں شرمندگی ہے جو
گر پڑکے برق یاد مرے آشیاں کے تئیں
آئے عدم سے ہستی میں لِس پر نہیں قرار
ہو ان مسافروں کا ارادہ کہاں کے تئیں
سناٹے میں باغ کے کچھ اُٹھتے ہیں نسیم
مرغِ چمن نے خوب متھاہو فغاں کے تئیں
اک گردش ای فلک کہ ہوا شناے راہ سے
کنعاں کی اور راہ غلط کارواں کے تئیں
تو اک زباں پہ چپکی نہیں رہتی عندلیب
رکھتا ہو منہ میں غنچۂ گل سو زباں کے تئیں
ہم تو ہوئے تھے میر سے اس دن ہی نا اُمید
جس دن سُنا کہ اُن نے دیا دل بتاں کے تئیں

مُوے سہتے سہتے جفا کاریاں
کوئی ہم سے سیکھے وفاداریاں
ہماری تو گزری اسی طور عمر
یہی نالہ کرنا یہی زاریاں
فرشتہ جہاں کام کرتا نہ تھا
مری آہ نے برچھیاں ماریاں
گیا جان سے اک جہاں لیک شوخ
نہ تجھ سے گئیں یہ دل آزاریاں
کہاں تک یہ تکلیف مالا یُطاق
ہوئیں مدتوں ناز برداریاں
خط و کاکل و زلف و انداز و ناز
ہوئیں دام رہ صد گرفتاریاں
کیا درد و غم نے مجھے نا امید
کہ مجنوں کو یہ ہی تھیں بیماریاں
تری آشنائی سے ہی حد ہوئی
بہت کی تھیں دنیا میں ہم یاریاں
نہ بھائی ہماری تو قدرت نہیں
کھنچیں میر تجھ سے ہی یہ خواریاں

دن نہیں رات نہیں صبح نہیں شام نہیں
وقت ملنے کا مگر داخل ایام نہیں
مثل عنقا مجھے تم دور سے سُن لو ورنہ
ننگ ہستی ہوں مری جائے بجز نام نہیں

ــــ میر کا یہ شعر بھی ایسا ہی ہے ــــ آوازہ ہی جہاں میں ہمارا سُنا کرو ؛ عنقا کی طرح زیست ہی اپنی بنام ہے

Marfat.com

خطرِ راہِ وفا بلکہ بہت دُور کھنچا — عمر گزری کہ ہم نامہ و پیغام نہیں
رازپوشی محبت کے تئیں چاہیے ضبط — سو تو بیتابیِ دل بن مجھے آرام نہیں
بیقراری جو کوئی دیکھے ہے سو کہتا ہے
کچھ تو ہے میر کہ اک دم تجھے آرام نہیں

کیا ظلم کیا تعدی کیا جور کیا جفائیں — اس چرخ نے کیاں ہیں ہم سے بہت ادائیں
دیکھا کہاں وہ نسخہ اک روگ ہیں سب ہا — جی پھر کبھو نہ بنیا بہتیری کیں دوائیں
اک رنگِ گل پی رہنا یھاں بو نہیں کیا ہے — اس گلشنِ جہاں میں ہیں مختلف ہوائیں
ہے فرش عرش تک بھی قلبِ حزیں کا اپنے — اس تنگ گھر میں ہم نے دیکھی ہیں کیا فضائیں
شب نالہ آسماں تک جی سخت کر کے پہنچا — تھیں نیم کشتۂ یاس اکثر مری دُعائیں
روکش تو ہو ترا پر آئینے میں کہاں یہ — رعنائیاں ادائیں رنگینیاں صفائیں
ہے امر سہل چاہت لیکن نباہ مشکل — پتھر کرے جگر کو تب تو کرے وفائیں
نازِ بتانِ سادہ ہے اللہ اللہ اے میر
ہم خط سے مٹ گئے پر اُن کے نہیں ہیں بھائیں

آرزوئیں ہزار رکھتے ہیں — تو بھی ہم دل کو مار رکھتے ہیں
برق کم حوصلہ ہے ہم بھی تو — دلکِ بیقرار رکھتے ہیں
غیر ہی موردِ عنایت ہے — ہم بھی تو تم سے پیار رکھتے ہیں
نہ نگہ نے پیام نے وعدہ — نام کو ہم بھی یار رکھتے ہیں
ہم سے خوش زمزمہ کہاں یوں تو — لب و لہجہ ہزار رکھتے ہیں
چوٹٹے دل کے ہیں بتاں مشہور — بس یہی اعتبار رکھتے ہیں
پھر بھی کرتے ہیں میر صاحب عشق
ہیں جواں اختیار رکھتے ہیں

گذر جان سے اور ڈر کچھ نہیں — رہِ عشق میں پھر خطر کچھ نہیں
ہے اب کام دل جس پہ موقوف تو — وہ نالہ کہ جس میں اثر کچھ نہیں
ہوا مائل اُس سرو کا دل مرا — بجز جور جس سے ثمر کچھ نہیں
نہ کر اپنے محزوں کا ہرگز سراغ — گئے گزرے بس اب خبر کچھ نہیں

Marfat.com

تری ہو چکی خشک مژگاں کی ہب — لہو اب جگر میں مگر کچھ نہیں
حیا سے نہیں پشتِ پا پردہ چشم — مرا حال مدِ نظر کچھ نہیں
کروں کیونکہ انکار عشق آہ میں — یہ رونا بھلا کیا ہے گر کچھ نہیں
کمر اُس کی رشکِ رگِ جاں ہے میر
غرض اُس سے باریک تر کچھ نہیں

نالۂ قیدِ قفس سے چھوٹ اب اک دم نہیں — گوشِ گل سے لگتے تھے جا کے سو وہ موسم نہیں
ہم پہ کھینچی تیغ تو غیروں کو ٹک لگنے نہ دے — وے اگر ہوویں گے اُس کے درمیاں تو ہم نہیں
بت برہمن کوئی نامحرم نہیں اللہ کا
ہے حرم میں شیخ لیکن میر وہ محرم نہیں

تری ابرو و تیغ تیز تو ہمدم ہیں یہ دونوں — ہوئے ہیں دل جگر بھی سامنے رستم ہیں یہ دونوں
نہ کچھ کاغذ میں ہے تہ نے قلم کو دردناکوں کا — لکھوں کیا عشق کے حالات نامحرم ہیں یہ دونوں
لہو آنکھوں سے بہتے وقت رکھ لیتا ہوں ہاتھوں کو — جراحت ہیں اگر وے دونوں تو مرہم ہیں یہ دونوں
کسو چشمہ پہ دریا کے دیا اوپر نظر رکھیے — ہمارے دیدۂ نم دیدہ کیا کچھ کم ہیں یہ دونوں
لبِ جاں بخش اُس کے مار ہی رکھتے ہیں عاشق کو — اگرچہ آبِ حیواں ہیں ولیکن سم ہیں یہ دونوں
نہیں ابرو ہی مائل جھک رہی ہے تیغ بھی ایدھر — ہمارے کشت و خوں میں متفق باہم ہیں یہ دونوں
کھلے سینے کے داغوں پر ٹھہر رہتے ہیں کچھ آنسو — چمن میں مہر ورزی کے گل و شبنم ہیں یہ دونوں
کبھو دل رکنے لگتا ہے جگر گاہے تڑپتا ہے — غمِ ہجراں میں چھاتی کے ہمارے جم ہیں یہ دونوں
خدا جانے کہ دنیا میں ملیں اس سے کہ عقبیٰ میں
مکاں تو میر صاحب شہرۂ عالم ہیں یہ دونوں

لب ترے لعلِ ناب ہیں دونوں — پر تمامی عتاب ہیں دونوں
رونا آنکھوں کا روئیے کب تک — پھوٹنے ہی کے باب ہیں دونوں
ہے تکلف نقاب وے رخسار — کیا چھپیں آفتاب ہیں دونوں
تن کے معمورے میں یہی دل و چشم — گھر تھے دو سو خراب ہیں دونوں
کچھ نہ پوچھو کہ آتشِ غم سے — جگر و دل کباب ہیں دونوں
سو جگہ اُس کی آنکھیں پڑتی ہیں — جیسے مستِ شراب ہیں دونوں

Marfat.com

پانوں میں وہ نشہ طلب کا نہیں — اب تو سرمست خواب ہیں دونوں
ایک سب آگ ایک سب پانی — دیدہ و دل عذاب ہیں دونوں
بحث کاہے کو لعل و مرجاں سے — اُس کے لب ہی جواب ہیں دونوں
آگے دریا تھے دیدۂ تر میرؔ — اب جو دیکھو سراب ہیں دونوں

ردیف واو

فلک نے گر کیا رخصت مجھے سیرِ بیاباں کو — نکالا سر سے میرے جائے مو خارِ مغیلاں کو
وہ ظالم بھی تو سمجھے کہ رکھا ہی ہم نے یاراں کو — کہ گورستان سے گاڑیں جدا ہم اہلِ ہجراں کو
نہیں یہ بید مجنوں گردشِ گردونِ گرداں نے — بنایا ہے شجر کیا جانیے کس مو پریشاں کو
ہوئے[1] تھے جیسے مرجاتے پر اب تو سخت حسرت ہے — کیا دشوار نادانی سے ہم نے کار آساں کو
کہیں نسل آدمی کی اُٹھ نجاوے اس زمانے میں — کہ موتی آبِ حیواں جانتے ہیں آب انساں کو
مجھے گر چشمِ عبرت ہے تو آندھی اور بگولے سے — تماشا کر غبار افشانیٔ خاکِ عزیزاں کو
ہوائے ابر میں گرمی نہیں جو تو نہ ہو ساقی — دمِ افسردہ کر دے منجمد رشحاتِ باراں کو
جلیں ہیں کب کے مژگاں آنسوؤں کی گرمجوشی سے — اس آبِ چشم کی جوشش نے آتش دی نیستاں کو
غرورِ ناز سے آنکھیں نہ کھولیں اُس جفا جو نے — ملا پاؤں تلے جبتک نہ چشمِ صد غزالاں کو
نہ سی چشمِ طمع خوانِ فلک پر خام دستی سے — کہ جامِ خون دیا ہے ہر سحر یاں اپنے مہماں کو
بنے ناواقفِ شادی اگر ہم بزمِ عشرت میں — دہانِ زخمِ دل سمجھے جو دیکھا روئے خنداں کو
نہیں ریگِ رواں مجنوں کی دل کی بیقراری نے — کیا ہے مضطرب ہر ذرہ گردِ بیاباں کو
کسی کے واسطے رسوائے عالم ہو پہ جی میں رکھ — کہ مارا جائے جو ظاہر کرے اس رازِ پنہاں کو
گری پڑتی ہے بجلی ہی تبھی سے خرمنِ گل پر — ٹک اک ہنس میرے رونے پر کہ دیکھے تیرے دنداں کو
غرورِ ناز قاتل کو لئے جا ہے کوئی پوچھے — چلا تو سونپ کر کس کے تئیں اس صید بیجاں کو
وہ تخمِ سوختہ تھے ہم کہ سرسبزی نہ کی حاصل — ملایا خاک میں دانہ نمط حسرت سے دہقاں کو
ہوا ہوں غنچۂ پژمردہ آخر فصل کا تجھ بن — نہ دے برباد حسرت کشتۂ سر در گریباں کو

[1] ہوئے تھے جیسے - یعنی جیسے ہی پیدا ہوئے تھے ۱۲

Marfat.com

غم و اندوہ و بیتابی الم بیطاقتی حرماں
کہوں اے ہمنشیں تا چند غم ہائے فراواں کو

بہت روئے جو ہم یہ آستیں رکھ منھ پہ اے بجلی
نہ چشم کم سے دیکھ اس یادگار چشم گریاں کو

مزاج اس وقت ہے اک مطلع تازہ پہ کچھ مائل
کہ بے فکر سخن بنتی نہیں ہرگز سخنداں کو

نسیم مصر کب آئی سواد شہر کنعاں کو
کہ پھر جھولی نہ یہاں سے لیگئی گلہائے حرماں کو

زبان نوحہ گر ہوں میں قضا نے کیا ملایا تھا
مری طینت میں یارب سودۂ دلہائے نالاں کو

کوئی کانٹا سر رہ کا ہماری خاک پر بس ہے
گل گلزار کیا درکار ہے گور غریباں کو

یہ کیا جانوں ہوا سینے میں کیا اس دل کو ناصح
سحر خوں بستہ تو دیکھا تھا میں نے اپنی مژگاں کو

گل و سنبل ہیں نیرنگ قضا مت سرسری گزرے
کہ بگڑی زلف و رخ کیا کیا بنا تب اس گلستاں کو

صدائے آہ جیسے تیر جی کے پار ہوتی ہے
کسو بیدرد نے کھینچا کسو کے دل سے پیکاں کو

کریں بال ملک فرش رہ اس ساعت کہ محشر میں
لہو ڈوبا کفن لاویں شہید ناز خوباں کو

کیا سیر اس خرابے کا بہت اب چلکے سو رہیے
کسو دیوار کے سایہ میں منھ پر لیکے داماں کو

بہائے سہل پر دیتے ہیں کس محبوب کو کف سے
قلم اس جرم پر کرنا ہے دست گلفروشاں کو

تری ہی جستجو میں گم ہوا ہے کہہ کہاں کھویا
جگر خوں گشتہ دل آزردہ میر اس خانہ ویراں کو

قد کھینچے ہے جس وقت تو ہے طرفہ بلا تو
کہتا ہے ترا سایہ پری سے کہ ہے کیا تو

گر اپنی روش راہ چلا یار تو اے کبک
رہ جائیگا دیوار گلستاں سے لگا تو

بے گل نہیں بلبل تجھے بھی چین یہ دیکھیں
مر رہتے ہیں ہم ایک طرف باغ میں یا تو

خوش رو ہے بہت اے گل تر تو بھی ولیکن
انصاف ہے منھ تیرے ہی لیا ہے بھلا تو

کیا جانیے اے گوہر مقصد تو کہاں ہے
ہم خاک میں بھی مل گئے لیکن نہ ملا تو

اس جینے سے اب دل کو اٹھا بیٹھیں گے ہم بھی
ہے تجھ کو قسم ظلم سے مت ہاتھ اٹھا تو

منظر میں بدن کے بھی یہ اک طرفہ مکاں تھا
افسوس کہ ٹک دل میں ہمارے نہ رہا تو

تھے چاک گریبان گلستاں میں گلوں کے
نکلا ہے مگر کھولے ہوئے بند قبا تو

بیہوشی سی آتی ہے تجھے اس کی گلی میں
گر ہو سکے اے میر تو اس راہ نہ جا تو

Marfat.com

خط لکھکے کوئی سادہ نہ اُس کو ملول ہو — ہم تو ہوں بدگمان جو قاصد رسول ہو
چاہوں تو بھرکے کولی اُٹھالوں ابھی تمھیں — کیسے ہی بھاری ہو مرے آگے تو پھول ہو
سرمہ جو نور بخشے ہی آنکھوں کو خلق کی — شاید کہ راہِ یار کی ہی خاک دھول ہو
جاویں نثار ہونے کو ہم کس بساط پر — اک نیمجاں رکھیں ہیں سو وہ جب قبول ہو
ہم ان دنوں میں لگ نہیں پڑتی ہیں صبح شام — ورنہ دعا کریں تو جو چاہیں حصول ہو
دل لیکے لونڈے دلی کے کب کا پچا گئے — اب اُن سے کھائی پی ہوئی شَے کیا وصول ہو
ناکام اس لئے ہو کہ چاہو ہو سب کچھ آج — تم بھی تو میرؔ صاحب قبلہ عجول ہو

کہتے ہو اتحاد ہی ہم کو — ہاں کہو اعتماد ہی ہمکو
شوق ہی شوق ہی نہیں معلوم — اُس سے کیا دل نہاد ہی ہمکو
خط سے نکلے ہی بیوفائی حُسن — اس قدر تو سواد ہی ہمکو
آہ کس ڈھب سے روئیے کم کم — شوق حد سے زیاد ہی ہمکو
شیخ و پیر مغاں کی خدمت میں — دل سے اک اعتقاد ہی ہمکو
سادگی دیکھ عشق میں اُسکی — خواہش جان شاد ہی ہمکو
بدگمانی سے جس سے تس سے آہ — قصد شور و فساد ہی ہمکو
دوستی ایک سے بھی تجھ کو نہیں — اور سب سے عناد ہی ہمکو
نامرادانہ زیست کرتا تھا — میرؔ کا طور یاد ہے ہم کو

مباد کینے پہ اُس بت کی طبع آئی ہو — پھر ایک لبس ہی دہی گو اُدھر خدائی ہو
مدد نہ اتنی بھی کی بخت ناموافق نے — کہ مدعی سے اُسے ایک دن لڑائی ہو
ہنوز طفل ہی وہ ظلم پیشہ کیا جانے — لگاوے تیغ سلیقہ سے جو لگائی ہو
لبوں سے تیرے تھا آگے ہی لعل سرخ و زرد — قسم ہی میں نے اگر بات بھی چلائی ہو
خدا کرے کہ نصیب اپنے ہو نہ آزادی — کدھر کے ہو جے جو پر بال و پر رہائی ہو
مزے کو عشق کی ذلت کے جانتا ہی وہی — کسو کی جن نے کبھو لات مُکی کھائی ہو
اُس آفتاب سے تو فیض سب کو پہنچے ہے — یقین ہی کہ کچھ اپنی ہی نارسائی ہو

Marfat.com

کبھو ہی چھیڑ کبھو گالی ہی کبھو چشمک
بیان کیجے جو اک اس کی بے ادائی ہو

دیارِ حسن میں غالب کہ خستہ جانوں نے
دوا کے واسطے بھی مہر تک نہ پائی ہو

ہزار مرتبہ بہتر ہے بادشاہی سے
اگر نصیب ترے کوچہ کی گدائی ہو

جو کوئی دم ہو تو لوہو سا پی کے رہ جا دل
غموں کی دل میں بھلا کب تلک سمائی ہو

مغاں سے راہ تو ہو جائے رفتہ رفتہ شیخ
ترا بھی قصد اگر ترکِ پارسائی ہو

کہیں تو ہیں کہ عبث میر نے دیا جی کو
خدا ہی جانے کہ کیا جی میں اُس کے آئی ہو

ای چرخ مت حریفِ اندوہ بیکساں ہو
کیا جانے منہ سے نکلے نالے کے کیا سماں ہو

کبتک گرہ رہیگا سینہ میں دل کے مانند
ای اشکِ شوق اک دم رخسار پر رواں ہو

ہم دور ماندگاں کی منزل رساں مگر اب
یا ہو صدا جرس کی یا گردِ کارواں ہو

مسند نشین ہو گر عرصہ ہی تنگ اس پر
آسودہ وہ کسو کا جو خاکِ آستاں ہو

تا چند کوچہ گردی جیسے صبا زمیں پر
ای آہِ صبحگاہی آشوبِ آسماں ہو

گر ذوقِ سیر ہے تو آوارہ اس چمن میں
مانندِ عندلیبِ گم کردہ آشیاں ہو

یہ جان تو کہ ہو اک آوارہ دست بر دل
خاکِ چمن کے اوپر برگِ خزاں جہاں ہو

کیا ہی حباب ساں یاں آ دیکھ اپنی آنکھوں
گر پیرہن میں میرے میرا تجھے گماں ہو

از خویش رفتہ ہر دم رہتے ہیں ہم جو اس بن
کہتے ہیں لوگ اکثر اس وقت تم کہاں ہو

پتھر سے توڑ ڈالوں آئینہ کو ابھی میں
گر روئے خوبصورت تیرا نہ درمیاں ہو

اس تیغ زن سے کہیو قاصد مری طرف سے
ابتک بھی نیم جاں ہوں گر قصدِ امتحاں ہو

ہمسایہ اس چمن کے کتنے شکستہ پر ہیں
اتنے لئے کہ شاید اک باؤ گلفشاں ہو

میر اُس کو جان کر تو بے شبہ ملیو رہ پر
صحرا میں جو کہ تنہا بیٹھا کوئی جواں ہو

گرچہ کب دیکھتے ہو پر دیکھو
آرزو ہے کہ تم ادھر دیکھو

عشق کیا کیا ہمیں دکھاتا ہی
آہ تم بھی تو اک نظر دیکھو

یوں عرق جلوہ گر ہی اُس منہ پر
جس طرح اوس پھول پر دیکھو

ہر خراشِ جبیں جراحت ہی
ناخنِ شوق کا ہنر دیکھو

Marfat.com

تھے ہمیں آرزو لبِ خنداں / سو عوض اُس کے چشمِ تر دیکھو
رنگِ رفتہ بھی دل کو کھینچے ہے / ایک شب اور یہاں سحر دیکھو
دل ہوا ہے طرف محبت کا / خون کے قطرے کا جگر دیکھو
پہنچے ہیں ہم قریب مرنے کے / یعنی جاتے ہیں دور اگر دیکھو

لطف مجھ میں بھی ہیں ہزاروں میر
دیدنی ہوں جو سوچ کر دیکھو

آرام ہو چکا مرے جسمِ نزار کو / رکھے خدا جہاں میں دلِ بیقرار کو
پانی پہ جیسے غنچۂ لالہ پھرے بہا / دیکھا میں آنسوؤں میں دلِ داغدار کو
برسا تو میرے دیدۂ خونبار کے حضور / پرآب تک انفعال ہے ابرِ بہار کو
ہنستا ہی میں پھروں جو مرا کچھ ہو اختیار / پر کیا کروں میں دیدۂ بے اختیار کو
آیا جہاں میں دوست بھی ہوتی ہیں یکدگر / تجھ سے تو دشمنی ہی رہی میرے یار کو
سو بار یوں تو غیروں سے کرتی ہو ہنس کے بات / کچھ منہ بنا رہے ہو ہماری ہی بار کو
سرگشتگی سوائے نہ دیکھا جہاں میں کچھ / اک عمرِ خضر سیر کیا اس دیار کو
کس کس کی خاک اب کی اڑائی ہے خاک میں / جاتی ہے پھر نسیم اسی رہ گذار کو
اے وہ کوئی جو آج پیے ہے شرابِ عیش / خاطر میں رکھیو کل کے بھی رنج و خمار کو
خوباں کا کیا جگر جو کریں مجھ کو اپنا صید / پہچانتا ہے سب کوئی تیرے شکار کو
جیتے جی فکر خوب ہے ورنہ یہ بد بلا / رکھے گا حشر تک تہ و بالا مزار کو

گر ساتھ لے گیا تو دلِ مضطرب میر
آرام ہو چکا ترے مشتِ غبار کو

اچھی لگے ہے تجھ بن گلگشتِ باغ کس کو / صحبت رکھے گلوں سے اتنا دماغ کس کو
بے سوز داغ دل پر گر بھی جلے بجا ہے / اچھا لگے ہے اپنا گھر بے چراغ کس کو
صد چشم داغ و آہیں دل پر مرے ہیں وہ ہوں / دکھلا رہا ہے لالہ تو اپنا داغ کس کو
گلچین عیش ہوتے ہم بھی چمن میں جا کر / آہ و فغاں سے اپنی لیکن فراغ کس کو

اس کی بلا سے جو ہم اے میر گم بھی ہوویں
ہم سے غریب کا ہو فکرِ سراغ کس کو

Marfat.com

دن گزرتا ہے مجھے فکر ہی میں، تا کیا ہو
رات جاتی ہے اسی غم میں کہ فردا کیا ہو

سب ہیں دیدار کے مشتاق پر اس سے غافل
حشر برپا ہو کہ فتنہ آٹھے آیا کیا ہو

خاک حسرت زدگاں پر تو گزر بے وسواس
ان ستم کشتوں سے اب عرضِ تمنا کیا ہو

گر بہشت آوے تو آنکھوں میں مری پھیکی لگے
جن نے دیکھا ہو تجھے محوِ تماشا کیا ہو

شوق جاتا ہے ہمیں یار کے کوچے کو لئے
جائے معلوم ہو کیا جانیے اس جا کیا ہو

ایک رونا ہی نہیں آہ و غم و نالہ و درد
ہجر میں زندگی کرنیکے تئیں کیا کیا ہو

خاک میں لوٹوں کہ لوہو میں نہاؤں میں میر
یار مستغنی ہے اس کو مری پروا کیا ہو

ویسا کہاں ہے ہم سے جیسا کہ آگے تھا تو
اوروں سے مل کے پیارے کچھ اور ہو گیا تو

چالیں تمام بیڈھب باتیں فریب ہیں سب
حاصل کہ اے شکر لب اب وہ نہیں رہا تو

جاتے نہیں اٹھائے یہ شور ہر سحر کے
یا اب چمن میں بلبل ہم ہی رہیں گے یا تو

آ ابر ایک دو دم آپس میں رکھیں صحبت
کڑھنے کو ہوں میں آندھی رونے کو ہے بلا تو

تقریب پر بھی تو تو پہلو تہی کرے ہے
دس بار عید آئی کب کب گلے ملا تو

تیرے دہن سے اس کو نسبت ہو کچھ تو کہئے
گل گو کرے ہے دعوی خاطر میں کچھ نہ لا تو

دل کیونکہ راست آوے دعوائے آشنائی
دریائے حسن وہ مہ کشتی بکف گدا تو

ہر فرد یاس ابھی سے دفتر ہے تجھ گلے کا
ہے قہر جبکہ ہوگا حرفوں سے آشنا تو

عالم ہے شوق کشتہ خلقت ہے تیری رفتہ
جانوں کی آرزو تو آنکھوں کا مدعا تو

منہ کرئے جس طرف کو سو ہی تری طرف ہے
پر کچھ نہیں ہے پیدا کیدھر ہے اے خدا تو

آتی بخود نہیں ہے بادِ بہار اب تک
دو گام تھا چمن میں ٹک ناز سے چلا تو

کم میری اور آنا کم آنکھ کا ملانا
کرنے سے یہ ادائیں ہے مدعا کہ جا تو

گفت و شنود اکثر میری تری رہے ہے
ظالم معاف رکھیو میرا کہا سنا تو

کہہ سانجھ کے موئے کو اے میر روئیں کب تک
جیسے چراغِ مفلس اک دم میں جل بجھا تو

خوبی یہی نہیں ہے کہ انداز و ناز ہو
معشوق کا ہے حسن اگر دل نواز ہو

سجدہ کا کیا مضائقہ محرابِ تیغ میں
پر یہ تو ہو کہ نعش پہ میری نماز ہو

Marfat.com

اک دم تو ہم میں تیغ کو تو بیدریغ کھینچ
تا عشق میں ہوس میں تنک امتیاز ہو

نزدیک سو نو سینہ کے رکھ اپنے قلب کو
وہ دل ہی کیمیا ہی جو گرم گداز ہو

ہی فرق ہی میں خیر نکر آرزوی وصل
مل بیٹھئے جو اس سے تو شکوہ دراز ہو

جوں توں کی اُس کی چاہ کا پڑا کیا ہی میں
ای چشم گریہ ناک نہ افشائے راز ہو

جوں[لہ] چشم بسملی نہ مندی آدیگی نظر
جو آنکھ میرے خون کے چہری پہ باز ہو

ہم سے بہ غیر عجز کبھو کچھ بنا نہ میر
خوش حال وہ فقیر کہ جو بے نیاز ہو

نالہ مرا اگر سبب شور و شر نہو
پھر مر بھی جائیے تو کسو کو خبر نہو

دل پر ہوا سو آہ کے صدمے سی ہو چکا
ڈرتا ہوں یہ کہ اب کہیں ٹکڑی جگر نہو

برچھی سی پار عرش کی گزری نہ عاقبت
آہ سحر میں میری کہاں تک اثر نہو

سمجھا ہوں تیری آنکھ چھپانی سی خوش نگاہ
مد نظر یہ ہے کہ کسی کی نظر نہو

قطعہ
کھینچے ہی دکھو زلف سے گاہی نگہ سے گاہ
حیراں نہووے کوئی تو اس طرز پر نہو

سو دل سی بھی نہ کام چلے اُس کے عشق میں
اک دل رکھوں ہوں میں تو کدھر ہو کدھر نہو

قطعہ
جس راہ ہو کے آج میں پہنچا ہوں تجھ تلک
کافر کا بھی گزار الٰہی ادھر نہو

یکجا نہ دیکھی آنکھوں سے ایسی تمام راہ
جس میں بجائی نقش قدم چشم تر نہو

ہر اک قدم پہ لوگ ڈرانے لگے مجھے
ہاں ہاں کسو شہید محبت کا سر نہو

چلیو سنبھل کہ سب یہ شہیدان عشق ہیں
تیرا گزار تا کہ کسو نعش پر نہو

دامن کشاں ہی جا کہ طپش پر طپش ہی فن
زنہار کوئی صدمے سی زیر و زبر نہو

مضطر ہو اختیار کی وہ شکل دل میں میں
اُس راہ ہو کے جاؤں یہ صورت جدھر نہو

لیکن عبث نگاہ جہاں کیجے اس طرف
امکان کیا کہ خون مرے تا کمر نہو

حیراں ہوں میں کہ ایسی یہ مشہد ہی کونسی
مجھ سی خراب حال کو جس کی خبر نہو

آتا ہی یہ قیاس میں اب تجھ کو دیکھکر
ظالم جفا شعار ترا رہ گزر نہو

اُٹھ جائے رسم نالہ و آہ و فغان سب
اس تیرہ روزگار میں تو میر اگر نہو

لہ جوں چشم بسمل یعنی چشم بسمل کی مانند۔

Marfat.com

ہم سے تو تم کو ضد سی پڑی ہے خواہ نخواہ رلاتے ہو
آنکھ اٹھا کر جب دیکھے ہیں اوروں میں ہنستے جاتے ہو
جب ملنے کا سوال کروں ہوں زلف و رُخ دکھلاتے ہو
برسوں مجھ کو یوں ہی گزرے صبح و شام بتاتے ہو
بکھری رہی ہیں منہ پر زلفیں آنکھ نہیں کھل سکتی ہے
کیونکہ چھپے میخواری شب جب ایسے رات کے ماتے ہو
سرو تہ و بالا ہوتا ہے' درہم برہم شاخ گل
ناز سے قد کش ہو کے چمن میں ایک بلا تم لاتے ہو
صبح سے یہاں پھر جان و دل پر روز قیامت رہتی ہے
رات کبھو آ رہتے ہو تو یہ دن ہم کو دکھلاتے ہو
جن نے تم کو نہ دیکھا ہووے اس سے آنکھیں مارو تم
ایک نگاہِ مفتن کر تم سو سو فتنے اٹھاتے ہو
چشم تو ہے اک دید کی جا پر کب تکلیف کے لائق ہے
دل جو ہے دلچسپ مکاں تم اس میں کب کب آتے ہو
راحت پہنچی ٹک تم سے تو رنج اٹھایا برسوں تک
سہلاتے ہو جو کبھو تو بھیجا بھی کھا جاتے ہو

ہو کے گدائے کوئے محبت زور صدا یہ نکالی ہے
ب تو میر جی راتوں کو تم ہر در پر چلّاتے ہو

وہی جانے جو حیا کشتہ وفا رکھتا ہو
کام لے یار سے جو جذبِ رسا رکھتا ہو
عشق کو نفع نہ بیتابی کرے ہے نہ شکیب
میں نے آئینہ صفت دَر نہ کیا بند غرض
ہائے اس زخمی شمشیر محبت کا جگر
اس سے تشبیہ تو دیتے ہیں یہ نا شاعر لیک
آوے ہے پہلے قدم سر ہی کا جانا درپیش

اور رُسوائی کا اندیشہ جدا رکھتا ہو
یا کوئی آئینہ سا دستِ دعا رکھتا ہو
کرے تدبیر کہ جو درد دوا رکھتا ہو
اُسکو مشکل ہے جو آنکھوں میں حیا رکھتا ہو
درد کو اپنے جو ناچار چھپا رکھتا ہو
سیب کچھ اس ذقن آگے جو مزا رکھتا ہو
دیکھتا ہو جو رہِ عشق میں پا رکھتا ہو

Marfat.com

ایسے تو حال کے کہنے سے بھلی خاموشی
کہیے اُس سے جو کوئی اپنا کہا رکھتا ہو
کیا کرے وصل سے مایوس دلِ آزردہ جو
زخم ہی یار کا چھاتی سے لگا رکھتا ہو
کب تلک اُس کے اسیرانِ بلا خانہ خراب
قطعہ
ظلم کی تازہ جو ہر روز بنا رکھتا ہو
ایک دم کھولکے زلفوں کی کمندوں کو تئیں
مدتوں تک دلِ عاشق کو لگا رکھتا ہو

گل ہو، مہتاب ہو، آئینہ ہو، خورشید ہو میرؔ
اپنا محبوب وہی ہے جو ادا رکھتا ہو

مت پوچھو کچھ اپنی باتیں کہیے تو تم کو ندامت ہو
قد قامت پر کچھ ہے تمھارا لیکن قہر قیامت ہو
ربط اخلاص اے دیدہ و دل بھی دُنیا میں ایک سے ہوتا ہے
لگ پڑتے ہو جس سے تس سے تم بھی کوئی ملامت ہو
آج سحر ہوتے ہی کچھ خورشید ترے منھ آن چڑھا
روک سکے ہے کون اُسے سر جس کے ایسی شامت ہو
چاہ کا دعویٰ سب کرتے ہیں مانئے کیونکر بے آثار
اشک کی سرخی زردی منھ کی عشق کی کچھ تو علامت ہو
سرو و گل اچھے ہیں دونوں رونق ہیں گلزار کی لیک
چاہیے رُو اُس کا سا رُو ہو، قامت ویسا قامت ہو
مل بیٹھے اُس نائی کے سے کوئی گھڑی جو زاہد تو
جتنے بال ہیں سارے سر میں ویسے ہی اُسکی حجامت ہو
ہو جو ارادہ یہاں رہنے کا رہ سکیے تو رہیے آپ
ہم تو چلے جاتے ہیں ہر دم کس کو قصدِ اقامت ہو
کس مدت سے دُوری میں تیری خاکِ رہ سے برابر ہوں
کریے رنجہ قدم ٹک مجھ تک جو کچھ پاسِ قدامت ہو
منھ پر اُس کی تیغِ ستم کے سیدھا جانا ٹھہرا ہے
جینا پھر کچھ دار د مر یہ اس طور میں ہو ٹک یا مت ہو
شور و شغب کو راتوں کے ہمسائے تمھارے کیا روویں
ایسے فتنے کتنے اٹھیں گے میرؔ جی تم جو سلامت ہو

Marfat.com

شیخ جی آؤ مصلیٰ گروِ جام کرو
جنسِ تقویٰ کے تئیں صرفِ مےِ خام[1] کرو

فرشِ مستاں کرو سجادۂ بے تہ کے تئیں
مے کی تعظیم کرو شیشہ کا اکرام کرو

دامنِ پاک کو آلودہ رکھو بادے سے
آپ کو مغبچوں کے قابلِ دشنام کرو

نیکنامی و تفاوت کو دعا جلد کہو
دین و دل پیشکشِ سادۂ خودکام کرو

ننگ و ناموس سے اب گزرو جوانوں کی طرح
پرفشانی کرو اور ساقی سے ابرام کرو

خوب اگر جرعۂ مے نوش نہیں کر سکتے
خاطرِ جمع مے شام سے یہ کام کرو

اٹھ کھڑے ہو جو جھکے گردنِ مینائے شراب
خدمتِ بادہ گساراں ہی سرانجام کرو

مطرب آکر جو کرے چنگ نوازی تو تم
پیرہن مستوں کی تقلید سے انعام کرو

خشکی اتنی بھی تو لازم نہیں اس موسم میں
پاسِ جوشِ گل و دل گرمیٔ ایام کرو

سایۂ گل میں لبِ جو پہ گلابی رکھو
ہاتھ میں جام کو لو آپ کو بدنام کرو

آہ تا چند رہو خانقہ و مسجد میں
ایک تو صبح گلستاں میں بھی شام کرو

رات[2] تو ساری گئی سنتے پریشاں گوئی
میرؔ جی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو

کون[3] کہتا ہے نہ غیروں پہ تم امداد کرو
ہم فراموش ہوؤں کو بھی کبھو یاد کرو

ہیں یہاں مجھ سے وفا پیشہ نہ بیداد کرو
نہ کرو ایسا کہ پھر میرے تئیں یاد کرو

ایسے ہم پیشہ کہاں ہوتے ہیں اے غمزدگاں
مرگِ مجنوں پہ کڑھو ماتمِ فرہاد کرو

اے اسیرانِ تہِ دام نہ تڑپو اتنا
تا نہ بدنام کہیں چنگلِ صیاد کرو

گو کہ حیرانیٔ دیدار ہے اے آہ و سرشک
کوئی روشن کرو آنکھیں کوئی دلشاد کرو

کیا ہوا ہے ابھی تو ہستی ہی کو بھولے ہو
آخر کار محبت کو ٹک اک یاد کرو

اول عشق ہی میں میرؔ جی تم رونے لگے
خاک ابھی منہ کو ملو نالہ و فریاد کرو

[1] اس شعر کے قوافی میں ایطائے جلی ہے۔ مگر قدیم سے قدیم نسخوں میں بھی اسی طرح ملتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ تصحیح سے سہواً رہ گیا ہو اور مصرع ثانی میں بجائے جام خام ہو۔ واللہ اعلم۔

[2] سودا دہلوی ؎ سودا تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات ؎ ہونے کو سحر آئی ہے ظالم کہیں مر بھی

[3] مرزا غالبؔ دہلوی ؎ تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو ؎ مجھ کو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو

Marfat.com

دل صاف ہو تو جلوہ گہِ یار کیوں نہ ہو
آئینہ ہو تو قابلِ دیدار کیوں نہ ہو

عالم تمام اُس کا گرفتار کیوں نہ ہو
وہ ناز پیشہ ایک ہے عیار کیوں نہ ہو

مستغنیانہ تو جو کرے پہلے ہی سلوک
عاشق کو فکرِ عاقبتِ کار کیوں نہ ہو

رحمت غضب میں نسبتِ برق و سحاب ہے
جس کو شعور ہو تو گنہگار کیوں نہ ہو

دشمن تو اک طرف کہ سبب رشک کا ہے یاں
در کا شگاف رخنۂ دیوار کیوں نہ ہو

آیاتِ حق ہیں سارے یہ ذراتِ کائنات
انکار تجھ کو ہووے سو اقرار کیوں نہ ہو

ہر دم کی تازہ مرگِ جدائی سے تنگ ہوں
ہونا جو کچھ ہو آہ سو یکبار کیوں نہ ہو

موئے سفید ہم کو کہے ہے کہ غافلاں
اب صبح ہونے آئی ہے بیدار کیوں نہ ہو

نزدیک اپنے ہم نے تو سب کر رکھا ہے سہل
پھر میر اس میں مردن دشوار کیوں نہ ہو

عاشق ہوئے تو گو غمِ بسیار کیوں نہ ہو
ناسورِ چشم ہو مژہ خونبار کیوں نہ ہو

کامل ہو اشتیاق تو اتنا نہیں ہے دور
حشرِ دگر یہ وعدۂ دیدار کیوں نہ ہو

گلگشت کا بھی لطف دلِ خوش سے ہے نسیم
پیشِ نظر وگرنہ چمن زار کیوں نہ ہو

مخصوص دل ہے کیا مرضِ عشق جاں گداز
اے کاش اُس کو اور کچھ آزار کیوں نہ ہو

آوے جو کوئی آئینہ بازارِ دہر میں
بارے متاعِ دل کا خریدار کیوں نہ ہو

مقصود دردِ دل ہے نہ اسلام ہے نہ کفر
پھر ہر گلے میں سبحہ و زنار کیوں نہ ہو

شاید کہ آوے پرسشِ احوال کو کبھو
عاشق بھلا سا ہو کے تو بیمار کیوں نہ ہو

تلوار کے تلے بھی ہیں آنکھیں تری ادھر
تو اس ستم کا میر سزاوار کیوں نہ ہو

ایسا ہے ماہ، گو کہ وہ سب نور کیوں نہ ہو
ویسا ہی پھول فرض کیا حور کیوں نہ ہو

کھویا ہمارے ہاتھ سے آئینہ نے اُسے
ایسا جو پاوے آپ کو مغرور کیوں نہ ہو

حق بر طرف ہے منکرِ دیدارِ یار کے
جو شخص ہووے آنکھوں سے معذور کیوں نہ ہو

گیسوئے مشکبو کو اسے ضد ہے کھولنا
پھر زخمِ دل فگاروں کا ناسور کیوں نہ ہو

صورت تو تیری صفحۂ خاطر پہ نقش ہے
ظاہر میں اب ہزار تو مستور کیوں نہ ہو

صافی شست سے ہے غرض مشقِ تیر سے
سینہ کسو کا خانۂ زنبور کیوں نہ ہو

Marfat.com

مجنوں جو دشت گرد تھا ہم شہر گرد ہیں — آوارگی ہماری بھی مذکور کیوں نہ ہو
تلوار کھینچتا ہے وہ اکثر نشے کے بیچ — زخمی جو اُس کے ہاتھ کا ہو چور کیوں نہ ہو
خالی نہیں غزل کوئی دیوان سے مرے — افسانہ عشق کا ہے یہ مشہور کیوں نہ ہو
مجھ کو تو یہ قبول ہوا عشق میں کہ میر
پاس اُس کے جب گیا تو کہا "دُور کیوں ہو"

ہر دم وہ شوخ دستِ بشمشیر کیوں نہ ہو — کچھ ہم نے کی ہے ایسی ہی تقصیر کیوں نہو
اب تو جگر کو ہم نے بلا کا ہدف کیا — انداز اس نگاہ کا پھر تیر کیوں نہو
جاتا تو ہے کہیں کو تو اے کاروانِ مصر — کنعاں ہی کی طرف کو یہ شبگیر کیوں نہو
حیراں ہیں اسقدر کہ اگر اب کی جائیے — پھر منہ ترا نہ دیکھیے تصویر کیوں نہو
تو نے تو رفتہ کیا ہم کو ننگِ خلق — وحشت دلا کہاں تئیں زنجیر کیوں نہو
جوں گل کسو شگفتہ طبیعت کا ہے نشاں — غنچہ بھی کوئی خاطرِ دلگیر کیوں نہو
ہووے ہزار وحشت اُسے تو بھی یار ہے
اغیار تیرے ساتھ جو ہوں میر کیوں نہو

دیکھتا ہوں دھوپ ہی میں جلنے کے آثار کو — لیگئی ہیں دور تڑپیں سایۂ دیوار کو
بابِ صحت ہے وگرنہ کون کہتا ہے طبیب — جلد اُٹھاؤ میرے دروازہ سے اس بیمار کو
وے جو مستِ بیخودی ہیں عیش کرتے ہیں مدام — میکدے میں دہر کے مشکل ہے ٹک ہشیار کو
نقشِ شیریں یادگارِ کوہکن ہے اس میں خوب — ورنہ کیا ہے بیستوں دیکھا ہے میں کہسار کو
کس قدر اُلجھیں ہیں میرے تار دامن کے کہ اب — پانوؤں میں گڑ کر نہیں چبھنے کی فرصت خار کو
ہے غبار میر اُس کی رہگزر میں اک طرف
کیا ہوا دامن کشاں آتے بھی یہاں تک یار کو

جو میں نہوں تو کرو ترک ناز کرنے کو — کوئی تو چاہیے جی بھی نیاز کرنے کو
نہ دیکھو غنچۂ نرگس کی اور کھلنے میں — جو دیکھو اُس کی مژہ نیم باز کرنے کو
نہ سوئے نیند بھر اس تنگنا میں تا نہ موے — کہ آہ جا نہ تھی پا کے دراز کرنے کو
جو بیدماغی یہی ہے تو بن چکی اپنی — دماغ چاہیے ہر اک سے ساز کرنے کو
وہ گرمِ ناز ہو تو خلق پر ترحم کر — پکارے آپ اجل احتراز کرنے کو

Marfat.com

جو آنسو آویں تو پی جا کہ تا رہے پردہ
بلا ہے چشمِ تر افشا کے راز کرنے کو

سمندِ ناز سے تیرے بہت ہے عرصہ تنگ
ٹک ایک تو ترک کر اس ترکتاز کرنے کو

بسانِ زر ہے مرا جسمِ زار سارا زرد
اثر تمام ہے دل کے گداز کرنے کو

ہنوز لڑکے ہو تم قدر میری کیا جانو
شعور چاہیے ہے امتیاز کرنے کو

اگرچہ گل بھی نمود اُس کے رنگ کرتا ہے
ولیک چاہیے ہے منہ بھی ناز کرنے کو

زیادہ حد سے تھی تابوت میر پر کثرت
ہوا نہ وقتِ مساعد نماز کرنے کو

کرتے بیاں جو ہوتے خریدار ایک دو
دیکھا کریں ہیں ساتھ ترے یار ایک دو

قیدِ حیات قید کوئی سخت ہے کہ روز
مرتے ہیں گے اُس کے گرفتار ایک دو

کس کس پہ اُس کو ہووے نظر یہاں ہر ایک شب
جی دیں ہیں اس کی چشم کے بیمار ایک دو

تو تو دُچار ہو کے گیا کب کا یہاں ہنوز
گزریں ہیں اپنی جان سے ناچار ایک دو

ابروئے تیغ زن کی تمھارے تو کیا چلی
کر دے ہے جس کا لاگتے ہی وار ایک دو

ٹک چشم میں بھی سرمے کا دُنبالہ کھینچیے
اس مست کے بھی ہاتھ میں تلوار ایک دو

کیا کیا عزیز دوست ملے میر خاک میں
کچھ اس گلی میں ہم ہی نہیں خوار ایک دو

حالِ دل میر کا اے اہلِ وفا مت پوچھو
اس ستم کشتہ پہ جو گزری جفا مت پوچھو

صبح سے اور بھی پاتا ہوں اُسے شام کو تند
کام کرتی ہے جو کچھ میری دُعا مت پوچھو

استخواں توڑے مری اس کی گلی کے سگ نے
جس خرابی سے ہیں وُھاں اُترا ہما مت پوچھو

ہوش و صبر و خرد و دین و حواس و دل و تاب
اُس کے ایک آنے میں کیا کیا نہ گیا مت پوچھو

اشتعالک کی محبت نے کہ دربست پھنکا
شہرِ دل کیا کہوں کس طور جلا مت پوچھو

وقتِ قتل آرزوئے دل جو لگے پوچھنے لوگ
میں اشارت کی اُدھر اُن نے کہا مت پوچھو

خواہ مارا انھیں نے میر کو خواہ آپ موا
جانے دو یارو جو ہونا تھا ہوا مت پوچھو

نالۂ شب نے کیا ہے جو اثر مت پوچھو
ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے جگر مت پوچھو

پوچھتے کیا ہو مرے دل کا تم احوال کہ ہے
جیسے بیمارِ اجل روز بتر مت پوچھو

Marfat.com

مرنے میں بند زباں ہونا اشارت ہے ندیم
یعنی ہے دور کا درپیش سفر مت پوچھو

کیا پھرے وہ وطن آوارہ گیا اب سو ہی
دل گم کردہ کی کچھ خیر خبر مت پوچھو

لذت زہر غم فرقت دلداراں سے
ہووے منھ میں جنھوں کے شہد و شکر مت پوچھو

دل خراشی و جگر چاکی و سینہ کاوی
اپنے ناحق میں ہیں سب اور ہنر مت پوچھو

جوں توں کر حال دل اک بار تو میں عرض کیا
میر صاحب جی بس اب بار دگر مت پوچھو

اس کی طرز نگاہ مت پوچھو
جی ہی جانے ہے آہ مت پوچھو

کہیں پہنچو گے بے رہی میں بھی
گم رہاں یوں یہ راہ مت پوچھو

تو گرفتار دام زلف اس کا
ہے یہی روسیاہ مت پوچھو

ہیں گی برگشتہ دے صف مژگاں
پھر گئی ہے سپاہ مت پوچھو

قطعہ

تھا کرم پر اسی کے شرب مدام
میرے اعمال آہ مت پوچھو

تم بھی اے مالکان روز جزا
بخش دو اب گناہ مت پوچھو

میر عاشق کو کچھ کہے ہی بنے
خواہ وہ پوچھو خواہ مت پوچھو

محرماں بیدمی کا میری سبب مت پوچھو
ایک دم چھوڑ دو یوں ہی مجھے اب مت پوچھو

گریۂ شمع کا اے ہمنفساں ہیں تھا حریف
گزری ہے رات کی صحبت بھی عجب مت پوچھو

سر پر شور سے میرے نہ کرو کوئی سوال
حشر تھی داخل خدام ادب مت پوچھو

لب پہ شیون مژہ پر خون و نگہ میں اک یاس
دن گیا ہجر کا جس ڈھنگ سے شب مت پوچھو

میر صاحب نئی یہ طرز ہوا اس کی تو کہوں
موجب آزردگی کا وجہ غضب مت پوچھو

فرصت نہیں تنک بھی کہیں اضطراب کو
کیا آفت آگئی مرے اس دل کی تاب کو

میری ہی چشم تر کی کرامات ہے یہ سب
پھرتا تھا ورنہ ابر تو محتاج آب کو

گزری ہے شب خیال میں خوباں کے جاگتے
آنکھیں لگا کے اُن سے میں بھولا ہوں خواب کو

خط آگیا پر اُس کا تغافل نہ کم ہوا
قاصد مرا خراب پھرے ہے جواب کو

تیور میں جب سے دیکھے ہیں ساقی خمار کے
پیتا ہوں رکھ کے آنکھوں پہ جام شراب کو

Marfat.com

اب تو نقاب منہ پہ لے ظالم کہ شب ہوئی
شرمندہ سارے دن تو کیا آفتاب کو

کہنے سے میر اور بھی ہوتا ہی مضطرب
سمجھاؤں کب تک اس دلِ خانہ خراب کو

کیا ہی گر بدنامی و حالت تباہی بھی نہ ہو
عشق کیسا جس میں اتنی روسیاہی بھی نہ ہو

لطف کیا آزردہ ہو کر آپ سے ملنے کے بیچ
ٹک تری جانب سے جب تک عذر خواہی بھی نہ ہو

چاہتا ہی جی کہ ہم تو ایک جا تنہا ملیں
ناز بیجا بھی نہ ہووے کم نگاہی بھی نہ ہو

مجمع ترکاں ہی کوئی دیکھیو جا کر کہیں
جس کا میں کشتہ ہوں اُس میں وہ سپاہی بھی نہ ہو

ناز برداری تری کرتے تھے ایک امید پر
راستی ہم سے نہیں تو کج کلاہی بھی نہ ہو

یہ دعا کی تھی تجھے کن نے کہ بعدِ قتلِ میر
محضرِ خوں پہ ترے اک گواہی بھی نہ ہو

اُجرت میں نامہ کی ہم دیتے ہیں جاں تلک تو
اب کارِ شوق اپنا پہنچا ہی یہاں تلک تو

آغشتہ میرے خوں سے اے کاش جاکے پہنچے
کوئی پرِ شکستہ ٹک گلستاں تلک تو

واماندگی نے مارا اثنائے رہ میں ہم کو
معلوم ہی پہنچنا اب کارواں تلک تو

افسانہ غم کا لب تک آیا ہی مدتوں میں
سو جائیو نہ پیارے اس داستاں تلک تو

آوارہ خاک میری ہو کس قدر الٰہی
پہنچوں غبار ہو کر میں آسماں تلک تو

اے کاش خاک ہی ہم رہتے کہ میر اب میں
ہوتی ہمیں رسائی اُس آستاں تلک تو

ردیف ہائے ہوز

سو ظلم کے رہتے ہیں سزاوار ہمیشہ
ہم بیگنہ اُس کے ہیں گنہگار ہمیشہ

ایک آن اگر جائے تو کہنے میں کچھ آوے
درپیش ہی یہاں مردن دشوار ہمیشہ

دشمن کو نہ کیوں شربِ مدام آوے میسر
رہتی ہے اودھر ہی نگہِ یار ہمیشہ

یوسف سے کئی آن کے تیرے سرِ بازار
بک جاتے ہیں باتوں میں خریدار ہمیشہ

ہی دامنِ گلچینِ چمن جیب ہمارا
دنیا میں رہے دیدۂ خوں بار ہمیشہ

جو بن ترے دیکھے سوادِ رخ میں ہی ادنیٰ
رہتی ہی اسے حسرتِ دیدار ہمیشہ

جیتا ہی تو بیطاقتی و بیخودی ہی میر
مردہ ہی غرض عشق کا بازار ہمیشہ

Marfat.com

جگر تو ہو کو ترسے ہے میں سچ کہتا ہوں دل خستہ
دلیل اسکی نمایاں ہے مری آنکھیں ہیں خوں بستہ

چمن میں دل خراش آواز آتی ہے چلی شاید
پس دیوار گلشن نالہ کش ہے کوئی پر بستہ

ترے کوچے میں یکسر عاشقوں کے خار مژگاں ہیں
جو تو گھر سے کبھو نکلے تو رکھیو پاؤں آہستہ

مرے آگے نہیں ہنستا تو اک سلح کرتا ہوں
بھلا میں روؤں دو دریا تبسم کر تو یک پستہ

تعجب ہے مجھے یہ سرو کو آزاد کہتے ہیں
سراپا دل کی صورت جس کی ہو وہ کیا ہو وارستہ

تری گلگشت کی خاطر بنا ہے باغ داغوں سے
پر طاؤس سینہ ہے تمامی دست گلدستہ

بجا ہے گر فلک پر فخر سے پھینکے کلاہ اپنی
کہے جو اس زمیں میں میر یک مصرع برجستہ

ہم ہیں مجروح ماجرا ہے یہ
وہ نمک چھڑکے ہے مزا ہے یہ

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم
اب جو ہیں خاک انتہا ہے یہ

بود آدم نمود شبنم ہے
ایک دو دم میں پھر ہوا ہے یہ

شکر اس کی جفا کا ہو نہ سکا
دل سے اپنے ہمیں گلا ہے یہ

شور سے اپنے حشر ہے پردہ
یوں نہیں جانتا کہ کیا ہے یہ

بس ہوا ناز ہو چکا اغماض
ہر گھڑی ہم سے کیا ادا ہے یہ

نعشیں اٹھتی ہیں آج یاروں کی
آن بیٹھو تو خوش نما ہے یہ

دیکھ بے دم مجھے لگا کہنے
ہے تو مردہ سا پر بلا ہے یہ

میں تو چپ ہوں وہ ہونٹھ چباتی ہے
کیا کہوں ریجھنے کی جا ہے یہ

ہے رے بیگانگی کبھو ان نے
نہ کہا یہ کہ آشنا ہے یہ

تیغ پر ہاتھ دم بدم کب تک
اک لگا چک کہ مدعا ہے یہ

میر کو کیوں نہ مغتنم جانے
اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ

دل پر خوں ہے یہاں تجھ کو گماں ہے شیشہ
شیخ کیوں مست ہوا ہے تو کہاں ہے شیشہ

شیشہ بازی تو تنک دیکھنے آ آنکھوں کی
ہر پلک پر مری اشکوں سے رواں ہے شیشہ

روسفیدی ہے نقاب رخ شور مستی
ریش قاضی کے سبب پنبہ دہاں ہے شیشہ

منزل مستی کو پہنچے ہے انھیں سے عالم
نشۂ مے بلد و سنگ نشاں ہے شیشہ

Marfat.com

قطعہ

درمیاں حلقۂ مستاں کے شب اُسکی جاتھی / دور ساغر میں مگر پیرِ مغاں ہی شیشہ
جاکے پوچھا جو میں یہ کارگہِ مینا میں / دل کی صورت کا بھی اِک شیشہ گراں ہی شیشہ
کہنے لاگے کہ کدھر پھرتا ہی بہکا اے مست / ہر طرح کا جو تو دیکھے ہی کہ یہاں ہی شیشہ
دل ہی سارے تھے یہ اک وقت میں جو کر کے گداز / شکل شیشہ کی بنائی ہے کہاں ہی شیشہ

جھک گیا دیکھ کے میں میرؔ اُسے مجلس میں
چشمِ بد دور طرحدار جواں ہے شیشہ

جی چاہے مل کسو سے یا سب سے تو جدا رہ / پر ہو سکے تو پیارے ٹک دل کا آشنا رہ
کل بے تکلفی میں لطف اُس بدن کا دیکھا / نکلا نہ کر قبا سے اے گل بس اب ڈھپا رہ
عاشق غیور جی دی اور اُس طرف نہ دیکھے / وہ آنکھ جو چھپا دے تو تو بھی ٹک کھنچا رہ
پہنچیں گے آگے دیکھیں کس درجہ کو ابھی تو / اُس ماہ چار دہ کا سن دس ہی یا کہ بارہ
کھینچا کرے ہی ہر دم کیا تیغ بُلہوس پر / اس ناسزائے خوں کے اتنا نہ سر چڑھا رہ
مستظہرِ محبت تھا کوہ کن وگرنہ / یہ بوجھ کس سے اُٹھتا ایک اور ایک گیارہ
ہر مشت خاک یہاں کی چاہی ہی اک تامل / بن سوچے راہ مت چل ہر گام پر کھڑا رہ
شاید کہ سر بلندی ہووے نصیب تیرے / جوں گردِ راہ سب کے پاؤں سے تو لگا رہ
اُس خط سبز نے کچھ رویت نہ رکھی تیری / کیا ایسی زندگانی جا خضر زہر کھا رہ
حد سے زیادہ واعظ یہ کودنا اُچھلنا / کاہے کو جاتے ہیں ہم اے خرس اب بندھا رہ
میں تو ہیں داہم دونوں کیا ہی خیال تجھکو / جھاڑ آستین مجھ سے ہاتھ آپ سے اُٹھا رہ
جیسے خیالِ مفلس جاتا ہی نت وجگہ تو / مجھ بینوا کے بھی گھر ایک آدھ رات آ رہ
دوڑے بہت ولیکن مطلب کو کون پہنچا / آئندہ تو بھی ایسا ہو کر شکستہ پا رہ

جب ہوش میں تو آیا اودھر ہی جاتے پایا
اس سے تو میرؔ چندے اُس کوچہ ہی میں جا رہ

اب حال اپنا اُس کے ہی دل خواہ / کیا پوچھتے ہو الحمدللہ
مرجاؤ کوئی پروا نہیں ہے / کتنا ہے مغرور اللہ اللہ
پیرِ مغاں سے بے اعتقادی / استغفر اللہ استغفر اللہ
کہتے ہیں اُس کے تو منہ لگیگا / ہو یوں ہی یارب جوں ہے یہ افواہ

Marfat.com

حضرت سے اُسکے جانا کہاں ہے — اب مر رہیگا یہاں بندہ درگاہ

سب عقل کھوے ہے راہِ محبت — ہو خضر دل میں کیسا ہی گمراہ

مجرم ہوئے ہم دل دیکے ورنہ — کسکو کسو سے ہوتی نہیں چاہ

کیا کیا نہ رکھیں تم نے بچائیں — اچھا رجھایا اے مہربان آہ

گزرے ہے دیکھیں کیونکر ہماری — اس بیوفا سے نے رسم نے راہ

قطعہ

تھی خواہش دل رکھنا حمائل — گردن میں اسکی ہرگاہ و بیگاہ

اس پر کہ تھا وہ شہ رگ سے اقرب — ہرگز نہ پہنچا یہ دست کوتاہ

قطعہ

ہے ماسوا کیا جو میر کہیے — آگاہ ساری اُس سے ہیں آگاہ

جلوے ہیں اُس کے شانیں ہیں اُسکی — کیا روز کیا خور کیا رات کیا ماہ

ظاہر کہ باطن اول کہ آخر
اللہ اللہ اللہ اللہ

جو ہوشیار ہو سو آج ہو شراب زدہ — زمینِ میکدہ یکدست ہے گی آب زدہ

بنے یہ کیونکہ ملے تو ہی یا ہمیں سمجھیں — ہم اضطراب زدہ اور تو حجاب زدہ

کرے ہے جس کو ملامت جہاں وہ میں ہی ہوں — اجل رسیدہ جفا دیدہ، اضطراب زدہ

جدا ہو رخ سے تری زلف میں نہ کیوں دل جائے — پناہ لیتے ہیں سایہ کی آفتاب زدہ

لگا نہ ایک بھی میر اُس کی بیت ابرو کو
اگرچہ شعر تھے سب میرے انتخاب زدہ

جز جرم عشق کوئی بھی ثابت کیا گناہ — ناحق ہماری جان لی اچھے ہو واہ واہ

اب کیسا چاک چاک ہو دل اُس کے ہجر میں — گھٹواں تو لخت دل سے نکلتی ہے میری آہ

شامِ شبِ وصال ہوئی یہاں کہ اس طرف — ہونے لگا طلوع ہی خورشید رُو سیاہ

گزرا ایکیں اس سلوک سے دیکھا نکر مجھے — برچھی سی لاگ جا ہے جگر میں تری نگاہ

بیتابیوں کو سونپ نہ دینا کہیں مجھے — اے صبر میں نے آن کے لی ہے تری پناہ

خوں بستہ بارے رہنے لگی اب تو یہ مژہ — آنسو کی بوند جس سے ٹپکتی تھی گاہ گاہ

ناحق اُلجھ پڑا ہے یہ مجھ سے طریق عشق
جانا تھا میر میں تو چلا اپنی راہ راہ

Marfat.com

کہتے ہیں اُڑ بھی گئے جل کے پر پروانہ
کچھ سنی سوختگاں تم خبر پروانہ

سعی اتنی یہ ضروری ہے اٹھی بزم سلگ
اے جگر تفتگی بے اثر پروانہ

کس گنہ کا ہے پس ازمرگ یہ عذر جانسوز
پانوں پر شمع کے پاتے ہیں سر پروانہ

آپڑا آگ میں اے شمع یہیں سے تو سمجھ
کس قدر داغ ہوا تھا جگر پروانہ

بزم دنیا کی تو دلسوزی سُنی ہوگی میر
کس طرح شام ہوئی یھاں سحر پروانہ

ہم سے کچھ آگے زمانے میں ہوا کیا کیا کچھ
تو بھی ہم غافلوں نے آکے کیا کیا کیا کچھ

دل جگر جان یہ بھسمنت ہوئے سینے میں
گھر کو آتش دی محبت نے جلا کیا کیا کچھ

کیا کہوں تجھ سے کہ کیا دیکھا ہے تجھ میں ہم نے
عشوہ و غمزہ و انداز و ادا کیا کیا کچھ

دل گیا، ہوش گیا، صبر گیا، جی بھی گیا
شغل میں غم کے ترے ہم سے گیا کیا کیا کچھ

آہ مت پوچھ ستمگار کہ تجھ سے تھی ہمیں
چشم لطف و کرم و مہر و وفا کیا کیا کچھ

قطعہ

نام ہیں خستہ و آوارہ و بدنام مرے
ایک عالم نے غرض مجھ کو کہا کیا کیا کچھ

طرفہ صحبت ہے کہ سنتا نہیں تو ایک مری
واسطے تیرے سُنا میں نے سنا کیا کیا کچھ

حسرت وصل و غم ہجر و خیالِ رُخِ دوست
مرگیا میں پہ مرے جی میں رہا کیا کیا کچھ

دردِ دل، زخمِ جگر، کلفتِ غم، داغِ فراق
آہ عالم سے مرے ساتھ چلا کیا کیا کچھ

چشم نمناک و دلِ پُر جگر صد پارہ
دولتِ عشق سے ہم پاس بھی تھا کیا کیا کچھ

تجھ کو کیا بننے بگڑنے سے زمانے کی کہ یھاں
خاک کن کن کی ہوئی صرف بنا کیا کیا کچھ

قطعہ

قبلہ و کعبہ خداوند و ملاذ و مشفق
مضطرب ہوکے اُسے میں نے لکھا کیا کیا کچھ

پر کہوں کیا رقمِ شوق کی اپنی تاثیر
ہر سرِ حرف پہ وہ کہنے لگا کیا کیا کچھ

ایک محروم چلے میر ہمیں عالم سے
ورنہ عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ

کیا موافق ہو دوا عشق کے بیمار کے ساتھ
جی ہی جاتے نظر آئے ہیں اس آزار کے ساتھ

رات مجلس میں تری ہم بھی کھڑے تھے چپکے
جیسے تصویر لگا دے کوئی دیوار کے ساتھ

مرگئے پر بھی کھلی رہ گئیں آنکھیں اپنی
کون اس طرح موا حسرت دیدار کے ساتھ

شوق کا کام کھنچا دور کہ اب مہر مثال
چشم مشتاق لگی جاے ہے طومار کے ساتھ

Marfat.com

راہ اُس شوخ کی عاشق سے نہیں رک سکتی
جان جاتی ہے چلی خوبیٔ رفتار کے ساتھ

وے دن اب سالتے ہیں راتوں کو برسوں گزرے
جن دنوں دیر رہا کرتے تھے ہم یار کے ساتھ

ذکرِ گل کیا ہے صبا اب کہ خزاں میں ہم نے
دل کو ناچار لگایا ہے خس و خار کے ساتھ

کس کو ہر دم ہے لہو رونے کا ہجراں میں دماغ
دل کو اک ربط سا ہے دیدۂ خونبار کے ساتھ

میری اُس شوخ سے صحبت ہے بعینہ ویسی
جیسے بن جائے کسو سادے کو عیار کے ساتھ

دیکھیے کس کو شہادت سے سرافراز کریں
لاگ تو سب کو ہے اُس شوخ کی تلوار کے ساتھ

بیکلی اُس کی نہ ظاہر تھی جو تو اے بلبل
دم کشِ میر ہوئی اُس لبِ گفتار کے ساتھ

ردیف یائے تحتانی

دل کو تسکین نہیں اشکِ دمادم سے بھی
اس زمانے میں گئی ہے برکت غم سے بھی

نہیں کیا کہوں اس رشکِ مہِ تاباں بن
صبح عید اپنی ہے بدتر شبِ ماتم سے بھی

کاش اے جانِ المناک نکل جاوے تو
اب تو دیکھا نہیں جاتا یہ ستم ہم سے بھی

آخرِ کار محبت میں نہ نکلا کچھ کام
سینہ چاک و دلِ پژمردہ مژہ نم سے بھی

آہ ہر غیر سے تا چند کہوں جی کی بات
عشق کا راز تو کہتے نہیں محرم سے بھی

دوری کوچہ میں ای غیرتِ فردوس تری
کام گزرا ہے مرا گریۂ آدم سے بھی

ہمت اپنی ہی تھی یہ میر کہ جوں مرغِ خیال
اک پرافشانی میں گزرے سرِ عالم سے بھی

تاب دل صرفِ جدائی ہو چکی
یعنی طاقت آزمائی ہو چکی

چھوٹتا کب ہے اسیرِ خوش زباں
جیتے جی اپنی رہائی ہو چکی

آگے ہو مسجد کے نکلے اُس کی راہ
شیخ سے اب پارسائی ہو چکی

درمیاں ایسا نہیں اب آئینہ
میرے اُس کی اب صفائی ہو چکی

ایک بوسہ مانگتے لڑنے لگے
اتنے ہی میں آشنائی ہو چکی

بیچ میں ہم ہی ہوں تو لطف کیا
رحم کر اب بے وفائی ہو چکی

آج پھر تھا بے حمیت میر واں
کل لڑائی سی لڑائی ہو چکی

Marfat.com

آخر ہماری خاک بھی برباد ہو گئی
اُس کی ہوا میں ہم پہ تو بیداد ہو گئی

ہمت ہوئی نہ خط ہی نہ پیغام ہی مگر
اک رسم تھی وفا کی بر افتاد ہو گئی

دل کس قدر شکستہ ہوا تھا کہ رات میرؔ
آئی جو بات لب پہ سو فریاد ہو گئی

یہ چشم آئنہ دارِ رو تھی کسو کی
نظر اس طرف بھی کبھو تھی کسو کی

سحر[1] پائے گل بیخودی ہم کو آئی
کہ اس سست پیماں میں بو تھی کسو کی

یہ سرگشتہ جبتک رہا اس چمن میں
برنگِ صبا جستجو تھی کسو کی

نہ ٹھہری ٹک اک جان برلب رسیدہ
ہمیں مدعا گفتگو تھی کسو کی

جلایا شب اک شعلۂ دل نے ہم کو
کہ اُس تند سرکش میں خو تھی کسو کی

نہ تھی تجھ سے نازک میانانِ گلشن
بہت تو کمر جیسے مو تھی کسو کی

دمِ مرگ دشوار دی جان اُن نے
مگر میرؔ کو آرزو تھی کسو کی

ہے غزل میرؔ یہ شفائی کی
ہم نے بھی طبع آزمائی کی

اُس کے ایفائے عہد تک نہ جیے
عمر نے ہم سے بے وفائی کی

وصل کے دن کی آرزو ہی رہی
شب نہ آخر ہوئی جدائی کی

اسی تقریب اُس گلی میں رہے
منتیں ہیں شکستہ پائی کی

دل میں اُس شوخ کے نہ کی تاثیر
آہ نے آہ نارسائی کی

کاسۂ چشم لے کے جوں نرگس
ہم نے دیدار کی گدائی کی

زور و زر کچھ نہ تھا تو بارے میرؔ
کس بھروسے پہ آشنائی کی

آہ میری زبان پر آئی
یہ بلا آسمان پر آئی

عالمِ جاں سے تو نہیں آیا
ایک آفت جہان پر آئی

پیری آفت ہے پھر نہ تھا گویا
یہ بلا جس جہان پر آئی

ہم بھی حاضر ہیں کھینچیے شمشیر
طبع گر امتحان پر آئی

آتشِ رنگِ گل سے کیا کہیے
برق تھی آشیان پر آئی

[1] بوے یار من ازین سست وفا مے آید
گلم از دست بگیرید کہ از کار شدم - نظیری -

Marfat.com

طاقتِ دل برنگِ نکہتِ گل پھیر اپنے مکان پر آئی
ہو جہاں میر اور غم اُس کا
جس سے عالم کی جان پر آئی

بات شکوہ کی ہم نے گاہ نہ کی بلکہ دی جان اور آہ نہ کی
گل و آئینہ ماہ و خور کن نے چشم اُس چہرہ پر سیاہ نہ کی
کعبے سَو بار وہ گیا تو کیا جس نے یاں ایکدل میں راہ نہ کی
واہ اے عشق اس ستمگر نے جانفشانی پہ میری واہ نہ کی
جس سے تھی چشم ہم کو کیا کیا میر
اس طرف اُن نے اک نگاہ نہ کی

کل میر نے کیا کیا کی مے کیلئے بیتابی آخر کو گرو رکھا سجادۂ محرابی
جاگا ہے کہیں وہ بھی شب مرتکب مے ہو یہ بات سجھاتی ہے اُن آنکھوں کی بیخوابی
کیا شہر میں گنجائش مجھ بے سر و پا کو ہو اب بڑھ گئی ہیں میری اسباب بکم اسبابی
دن رات مری چھاتی جلتی ہے محبت میں کیا اور نہ تھی جاگہ یہ آگ جو یاں دابی
سو ملک پھرا لیکن پائی نہ وفا اک جا جی کھا گئی ہے میرا اس جنس کی نایابی
خوں بستہ نہ کیوں پلکیں ہر لحظہ رہیں میری جاتے نہیں آنکھوں سے لب یار کے عنابی
جنگل ہی ہرے تنہا رونے سے نہیں میرے کوہوں کی کمر تک بھی جا پہنچی ہے سیرابی
تھے ماہ وشاں کل جو اُن کوٹھوں پہ جلوے میں ہے خاک سے آج اُن کی ہر صحن میں مہتابی
کل میر جو یاں آیا طور اُس کا بہت بھایا
وہ خشک لبی تس پر جامہ گلے میں آبی

ہمیں آمدِ میر کل بھا گئی طرح اُس میں مجنوں کی سب پا گئی
کہاں کا غبار آہ دل میں یہ تھا مری خاک بدلی سی سب چھا گئی
کیا پاسِ بلبل خزاں نے نہ کچھ گل و برگ بیدرد پھیلا گئی
ہوئی سامنے یوں تو ایک ایک کے ہمیں سے وہ کچھ آنکھ شرما گئی
جگر منہ تک آئے نہیں بولتے غرض ہم بھی کرتے ہیں کیا کیا گئی
نہ ہمرہ کوئی نا کسی سے گیا مری لاش تا گور تنہا گئی

Marfat.com

گھٹا شمع ساں کیوں نجاؤں چلا
تب غم جگر کو مرے کھا گئی

کوئی رہنے والی ہی جانِ عزیز
گئی گر نہ امروز فردا گئی

گئے دست و پا گم جو میر آگیا
وفا پیشہ مجلس اُسے پا گئی

یکسو کشادہ روئی پرچیں نہیں جبیں بھی
ہم چھوڑی مہر اُس کی کاش اُسکو ہووے کیں بھی

آنسو تو تیرے دامن پونچھے ہی وقتِ گریہ
ہم نے نہ رکھی منھ پر اے ابر آستیں بھی

کرتا نہیں عبث تو پارہ گلو فغاں سے
گزرے ہی پار دل کے اک نالۂ حزیں بھی

ہوں احتضار میں میں آئینہ رو شتاب آ
جاتا ہے ورنہ غافل پھر دم تو واپسیں بھی

سینے سے تیر اُس کا جی کو تو لیتا نکلا
پر ساتھوں ساتھ اُس کے نکلی اک آفریں بھی

ہر شب تری گلی میں عالم کی جان جا ہی
آگے ہوا ہی اب تک ایسا ستم کہیں بھی

شوخیٔ جلوہ اُس کی تسکین کیونکہ بخشے
آئینوں میں دلوں کے جو ہی بھی پھر نہیں بھی

گیسو ہی کچھ نہیں ہے سنبل کی آفت اُس کا
ہیں برقِ خرمنِ گل رخسارِ آتشیں بھی

تکلیفِ نالہ مت کر ای دردِ دل کہ ہونگے
رنجیدہ راہ چلتے آزردہ ہمنشیں بھی

کس کس کا داغ دیکھیں یارب غمِ بتاں میں
رخصت طلب ہے جاں بھی ایمان اور دیں بھی

زیرِ فلک جہاں تک آسودہ میر ہوتے
ایسا نظر نہ آیا اک قطعۂ زمیں بھی

گئی چھاؤں اُس تیغ کی سر سے جب کی
جلے دھوپ میں یہاں تلک ہم کہ تب کی

پڑی خرمنِ گل پہ بجلی سی آخر
مرے خوش نگہ کی نگاہ اک غضب کی

کوئی بات نکلے ہے دشوار منھ سے
ٹک اک تو بھی تو سن کسی جاں بلب کی

تو شملا جو رکھتا ہے خر ہے دگرنہ
ضرورت ہی کیا شیخ دم اک وجب کی

یکایک بھی آ سر پہ واماندگاں کے
بہت دیکھتے ہیں تری راہ کب کی

دماغ و جگر دل مخالف ہوئے ہیں
ہوئی شفق اب اُدھر رائے سب کی

تجھے کیونکے ڈھونڈوں کہ سوتے ہی گذری
تری راہ میں اپنے پائے طلب کی

دل عرش سے گذرے ہے ضعف میں بھی
یہ زور آوری دیکھو زاری شب کی

عجب کچھ ہے گر میر آوے میسر
گلابی شراب اور غزل اپنے ڈھب کی

Marfat.com

کیسے قدم سے اسکی گلی میں صبا گئی
یوں پھونک کر کے خاک مری سب اڑا گئی

کچھ تھی طپش جگر کی تو بارے قرار دل
پر دل کی بیقراری مری جان کھا گئی

کس پاس جا کے بیٹھوں خرابی میں اب میں ہائے
مجنوں کو موت کیسی شتابی میں آگئی

کون اس ہوا میں زخمی نہیں میری آہ کا
بجلی رہی تھی سو بھی تو سینہ دکھا گئی

سودا جو اسکے سر سے گیا زلف یار کا
تو تو بڑی ہی میر کے سر سے بلا گئی

مرق

خبر نہ تھی تجھے کیا میرے دل کی طاقت کی
نگاہِ چشم ادھر تو نے کی قیامت کی

انھوں میں ہیں جو کہ ترے محوِ سجدہ رہتے ہیں
نہیں ہے قدر ہزاروں برس کی طاعت کی

اٹھائی ننگ سمجھ تم نے بات کے کہتے
وفا و مہر جو تھی رسم ایک مدّت کی

رکھیں امیدِ رہائی اسیرِ کاکل و زلف
مری تو باتیں ہیں زنجیرِ حرفِ الفت کی

رہے ہے کوئی خرابات چھوڑ مسجد میں
ہوا منائی اگر شیخ نے کرامت کی

سوال میں نے جو انجام زندگی سے کیا
قدِ خمیدہ نے سوئے زمیں اشارت کی

نہ میری قدر کی اس سنگدل نے میر کبھو
ہزار حیف کہ پتھر سے میں محبت کی

فکر ہے ماہ کے جو شہر بدر کرنے کی
ہے سزا تجھ پہ یہ گستاخ نظر کرنے کی

کہہ حدیث آنے کی اسکے جو کیا شادی مرگ
نامہ بر کیا چلی تھی ہم کو خبر کرنے کی

کیا جلی جاتی ہے خوبی ہی میں اپنی اے شمع
کہہ پتنگے کی بھی کچھ شام و سحر کرنے کی

ابکی برسات ہی کے ذمہ تھا عالم کا وبال
میں تو کھائی تھی قسم چشم کے تر کرنے کی

پھول کچھ لیتے نہ نکلے تھے دلِ صد پارہ
طرز سیکھی ہے مرے ٹکڑے جگر کرنے کی

ان دنوں نکلے ہے آغشتہ بخوں نالوں کو
دھن ہے نالہ کو کسو دل میں اثر کرنے کی

عشق میں تیرے گزرتی نہیں بن سر پٹکے
صورت اک یہ رہی ہے عمر بسر کرنے کی

کاردانی ہے جہاں عمر عزیز اپنی میر
رہ ہے درپیش سدا اسکو سفر کرنے کی

خرابی کچھ نہ پوچھو ملکتِ دل کی عمارت کی
غموں نے آجکل سنیو وہ آبادی ہی غارت کی

نگاہ مست نے جب چشم نے اسکی اشارت کی
حلاوت مے کی اور بنیاد مے خانہ کی غارت کی

Marfat.com

سحرگہ میں نے پوچھا گل سے حالِ زار بلبل کا
پڑے تھے باغ میں یک مشت پر اودھر اشارت کی

جلایا جس تجلی جلوہ گر نے طور کو ہمدم
اُسی آتش کے پر کالے نے ہم سے بھی شرارت کی

نزاکت کیا کہوں خورشید رو کی کل شب مہ میں
گیا تھا سایہ سا یہ باغ تک تس پر حرارت کی

ترے کوچے کے شوق طوف میں جیسے بگولا تھا
بیاباں میں غبارِ میر کی ہم نے زیارت کی

میں نے جو بیکسانہ مجلس میں جان کھوئی
سر پر مرے کھڑی ہو شب شمع زور روئی

آتی ہے شمع شب کو آگے ترے یہ کہہ کر
منہ کی گئی جو لوئی تو کیا کرے گا کوئی

بیطاقتی سے آگے کچھ پوچھتا بھی تھا سو
رونے نے ہر گھڑی کے وہ بات ہی ڈبوئی

بلبل کی بیکلی نے شب بے دماغ رکھا
سونے دیا نہ ہم کو ظالم نہ آپ سوئی

اُس ظلم پیشہ کی یہ رسمِ قدیم ہے گی
غیروں پہ مہربانی یاروں سے کینہ جوئی

نوبت جو ہم سے گاہے آتی ہے گفتگو کی
منہ میں زباں نہیں ہے اُس بدزباں کی گوئی

اس مہ کے جلوہ سے کچھ تا میر یاد دیوے
اب کے گھروں میں ہم نے سب چاندنی ہی بوئی

الم سے یھاں تئیں میں مشقِ ناتوانی کی
کہ میری جان نے تن پر مرے گرانی کی

چمن کا نام سنا تھا و لے نہ دیکھا ہائے
جہاں میں ہم نے قفس ہی میں زندگانی کی[۵]

ملائی خوب مری خوں میں خاک بسمل گاہ
یہ تھوڑی منتیں ہیں مجھ پہ سخت جانی کی

بتنگ ہوں میں ترے اختلاط سے بیری
قسم ہے اپنی مجھے اُس گئی جوانی کی

چلا ہے کھینچنے تصویر میرے بت کی آج
خدا کے واسطے صورت تو دیکھو مانی کی

تری گلی کے ہر اک سگ نے استخواں توڑے
ہماری لاش کی شب خوب پاسبانی کی

رکھے ہیں میر ترے منہ سے بیوفا خاطر
تری جفا کے تغافل کی بدگمانی کی

لاعلاجی ہے جو رہی ہے مجھے آوارگی
کیجیے کیا میر صاحب بندگی بیچارگی

کیسی کیسی صحبتیں آنکھوں کے آگے سے گئیں
دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا یکبارگی

روئے گل پہ روز و شب کس شوق سے رہتا ہے باز
رخنۂ دیوار ہے یا دیدۂ نظارگی

۵۔ زندگانی کرنا۔ فارسی کے محاورہ زندگانی کردن کا ترجمہ ہے یعنی زندگی گزارنا

Marfat.com

اشکِ خونیں آنکھ میں بھر لاکے پی جاتا ہوں میں
محتسب کہتا ہے مجھ پر تہمتِ میخوارگی

مت فریبِ سادگی کھا ان سیہ چشموں کا میرؔ
ان کی آنکھوں سے ٹپکتی ہے بڑی عیارگی

گیسو سے اس کے میں نے کیوں آنکھ جا لگائی
جو اپنے اچھے جی کو ایسی بلا لگائی

تھا دل جو پکا پھوڑا بسیاری الم سے
دکھتا گیا دو چنداں جوں جوں دوا لگائی

ذوقِ جراحت اس کا کس کو نہیں ہے لیکن
بخت سکے جس کے اُن نے تیغِ جفا لگائی

دم بھی نہ لینے پایا پانی بھی پھر نہ مانگا
جس تشنہ لب کو اُن نے تلوار آ لگائی

تھا صیدِ ناتواں میں لیکن لہو سے میرے
پانوں پہ اُن نے اپنے بھر کر حنا لگائی

بالعکس آج اُس کے سارے سلوک دیکھے
کیا جانوں دشمنوں نے کل اُس سے کیا لگائی

جو آنسو پی گیا میں آخر کو میرؔ اُن نے
چھاتی جلا جگر میں اک آگ جا لگائی

دو دن سے کچھ بنی تھی سو پھر شب بگڑ گئی
صحبت ہماری یار سے بے ڈھب بگڑ گئی

واشد کچھ آگے آہ سے ہوتی تھی دل کے تئیں
اقلیمِ عاشقی کی ہوا اب بگڑ گئی

گرمی نے دل کی ہجر میں اُس کے جلا دیا
شاید کہ احتیاط سے یہ تب بگڑ گئی

خط نے نکل کے نقش دلوں کے اٹھا دیے
صورت بتوں کی اچھی جو تھی سب بگڑ گئی

باہم سلوک تھا تو اٹھاتے تھے نرم گرم
کاہے کو میرؔ کوئی دبے جب بگڑ گئی

کچھ موج ہوا پیچاں اے میرؔ نظر آئی
شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی

دلی کے نہ تھے کوچے اوراقِ مصور تھے
جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی

مغرور بہت تھے ہم آنسو کی سرایت پر
سو صبح کے ہونے کو تاثیر نظر آئی

گل بار کرے ہے گا اسبابِ سفر شاید
غنچے کی طرح بلبل دلگیر نظر آئی

اس کی تو دل آزاری بے ہیچ ہی تھی یارو
کچھ تم کو ہماری بھی تقصیر نظر آئی

ہو گئی شہر شہر رسوائی
اے مری موت تو بھلی آئی

یک بیاباں برنگِ صوتِ جرس
مجھ پہ ہے بیکسی و تنہائی

Marfat.com

نہ کھنچے تجھ سے ایک جا نقاش
اُس کی تصویر وہ ہی ہرجائی
سر رکھوں اُس کے پانوں پر لیکن
دستِ قدرت یہ میں کہاں پائی
میر جب سے گیا ہی دل تب سے
میں تو کچھ ہو گیا ہوں سودائی

تو گلے ملتا نہیں ہم سے تو کیسی سرمی
جی بھرا رہتا ہی اب آٹھوں پہر مانندِ ابر
حشر کو زیر و زبر ہو گا جہاں سچ ہے ولے
تجھ سوا محبوب آتش طبع اے ساقی نہیں
سامنے ہو جائیں ای ظالم تو دونوں ہیں برے
اُس قیامت جلوہ سی بہتیرے ہم سے جی اٹھیں

عید آئی یہاں ہمارے بر میں جامہ ماتمی
سیکڑوں طوفاں بغل میں ہی یہ مژگاں ماتمی
ہی قیامت شیخ جی اس کارگہ کی برہمی
ہو پرستاروں میں تیری گر پری ہو آدمی
وہ دمِ شمشیر تیرا یہ ہماری بے دمی
مر گئے تو مر گئے ہم اُسکے کیا ہو گی کمی

تجھ پریشانی سے ہی سنبل کی جو الجھے ہی گا میر
یک جہاں برہم کرے زلفوں کی اسکی درہمی

اب ضعف سے ڈھتا ہی بیتابی شتابی کی
اس دل کے تڑپنے نے کیا خانہ خرابی کی
ان درس گھوں میں وہ آیا نہ نظر ہم کو
کیا نقل کروں خوبی اس چہرہ کتابی کی
بھنتے ہیں دل اک جانب سکتے ہیں جگر یکسو
ہی مجلس مشتاقاں دکان کبابی کی
تلخ اُس بت بیگوں سی سب سنتے ہیں کس خاطر
تہ دار نہیں ہوتی گفتار شرابی کی
یک بو کشی بلبل ہی موجب صد مستی
پُر زور ہے کیا دارو غنچے کی گلابی کی
اب سوزِ محبت سی سارے جو پھپھولے ہیں
ہی شکل مرے دل کی سب شیشہ حبابی کی

نشمر دہ مرے منھ سے یہاں حرف نہیں نکلا
جو بات کہ میں نے کی سو میر حسابی کی

تجھ سا بیتاب ہووے جب کوئی
بیقراری کو جانے تب کوئی
ہاں خدا مغفرت کرے اُس کو
صبر مرحوم تھا عجب کوئی
جان دے گو مسیح پر اس سے
بات کہتے ہیں تیری لب کوئی
بعد میرے ہی ہو گیا سنسان
سونے پایا تھا ورنہ کب کوئی
اُس کے کوچہ میں حشر تھی مجھ تک
آہ و نالہ کرے نہ اب کوئی

Marfat.com

کہ تلفظ طرب کا سنکے کہے تخلص ہوگا کہیں طرب کوئی

اور محزوں بھی ہم سنے تھے دلے
میرؔ سا ہو سکے ہے کب کوئی

آگے ہمارے عہد سے وحشت کو جا نہ تھی
دیوانگی کسو کی بھی زنجیر پا نہ تھی

بیگانہ سا لگے ہے چمن اب خزاں میں ہائے
ایسی گئی بہار مگر آشنا نہ تھی

کب تھا یہ شورِ نوحہ ترا عشق جب نہ تھا
دل تھا ہمارا آگے تو ماتم سرا نہ تھی

وہ اور کوئی ہوگی سحر جب ہوئی قبول
شرمندۂ اثر تو ہماری دعا نہ تھی

آگے بھی تیرے عشق سے کھینچے تھے درد و رنج
لیکن ہماری جان پر ایسی بلا نہ تھی

دیکھے دیارِ حسن کے میں کارواں بہت
لیکن کسو کے پاس متاعِ وفا نہ تھی

آئی پری سی پردۂ مینا سے جام تک
آنکھوں میں تیری دخترِ رز کیا حیا نہ تھی

اس وقت سے کیا ہے مجھے تو چراغ وقف
مخلوق جب جہاں میں نسیم و صبا نہ تھی

پژمردہ اس قدر ہیں کہ ہے شبہ ہم کو میرؔ
تن میں ہمارے جان کبھو تھی بھی یا نہ تھی

چھن گیا سینہ بھی کلیجا بھی
یار کے تیر جان لیجا بھی

کیوں تری موت آئی ہے گی عزیز
سامنے سے مرے ارے جا بھی

حال کہہ چپ رہا تو میں بولا
کس کا قصہ تھا ہاں کہے جا بھی

کہنے لاگا نہ واہی بک اتنا قطعہ
کیوں ہوا ہے سڑی ارے جا بھی

میں کہا میرؔ جاں بلب ہے شوخ
تو نے کوئی خبر کو بھیجا بھی

گرم ہیں شور سے تجھ حسن کے بازار کئی
رشک سے جلتے ہیں یوسفؑ کے خریدار کئی

کب تلک داغ دکھاویگی اسیری مجھ کو
مر گئے ساتھ کے میرے تو گرفتار کئی

وے بھی چالاکیاں ہاتھوں کی ہیں جو اول تھیں
اب گریباں میں مرے رہ گئے ہیں تار کئی

خوفِ تنہائی نہیں کر تو جہاں سے تو سفر
ہر جگہ راہِ عدم میں ملیں گے یار کئی

اضطراب و قلق و ضعف میں کس طور جیوں
جان واحد ہے مری اور ہیں آزار کئی

ؑ بعض شعراء نے متاع کو مذکر بھی لکھا ہے

Marfat.com

کیوں نہ ہوں خستہ بھلا میں کہ ستم کے تیرے
تیر ہیں پار کئی وار ہیں سوفار کئی

اپنے کوچے میں نکلیو تو سنبھالے دامن
یادگارِ مژۂ میر ہیں یہاں خار کئی

میری پرسش پہ تری طبع اگر آوے گی
صورتِ حال مجھے آپھی نظر آوے گی

محو اُس کا نہیں ایسا کہ جو جیتے گا شتاب
اُس کے بیخود کی بہت دیر خبر آوے گی

کتنے پیغام چمن کو ہیں سو دل میں ہیں گرہ
کسو دن ہم تئیں بھی بادِ سحر آوے گی

ابر مت گورِ غریباں پہ برس غافل آہ
ان دل آزردوں کے جی میں بھی لہر آوے گی

میر میں جیتوں میں آؤں گا اُسی دن جس دن
دل نہ تڑپے گا مرا چشم نہ بھر آوے گی

کیا کروں شرح خستہ جانی کی
میں نے مر مر کے زندگانی کی

حال بد گفتنی نہیں میرا
تم نے پوچھا تو مہربانی کی

سب کو جانا ہے یوں تو پر اے صبر
آتی ہے اک تری جوانی کی

تشنہ لب مر گئے ترے عاشق
نہ ملی ایک بوند پانی کی

بیت بحثی سمجھ کے کر بلبل
دھوم ہے میری خوش زبانی کی

جس سے کھوئی تھی نیند میر نے کل
ابتدا پھر وہی کہانی کی

ہے یہ بازارِ جنوں منڈی ہے دیوانوں کی
یہاں دکانیں ہیں کئی چاک گریبانوں کی

کیونکے کہیے کہ اثر گریۂ مجنوں کو نہ تھا
گرد نمناک ہے اب تک بھی بیابانوں کی

یہ بگولہ تو نہیں دشت محبت میں سے
جمع ہو خاک اُڑی کتنی پریشانوں کی

خانقہ کا تو نہ کر قصد ٹک اے خانہ خراب
یہی اک رہ گئی ہے بستی مسلمانوں کی

سیل اشکوں سے بہی، صرصر آہوں سے اڑی
مجھ سے کیا کیا نہ خرابی ہوئی ویرانوں کی

دل و دیں کیسے کہ اس رہزن دلہا سے اب
یہ پڑی ہے کہ خدا خیر کرے جانوں کی

کتنے دل سوختہ ہم جمع ہیں اے غیرتِ شمع
گر قدم رنجہ کرے مجلس ہے یہ پروانوں کی

سرگزشتیں نہ مری سن کہ اُچٹتی ہے نیند
خاصیت یہ ہے مری جان ان افسانوں کی

میکدے سے تو ابھی آیا ہے مسجد میں میر
ہو نہ لغزش کہیں مجلس ہے یہ بیگانوں کی

Marfat.com

ملا غیر سے جا جفا کیا نکالی
اوکٹ لیکے آخر ادا کیا نکالی

طبیبوں نے تجویز کی مرگِ عاشق
مناسب مرض کی دوا کیا نکالی

نہیں اُس گزرگہ سے آتی ادھر اب
نئی راہ کوئی صبا کیا نکالی

دلا اُسکے گیسو سے کیوں لگ چلا تو
یہ اک اپنے جی کی بلا کیا نکالی

رجھا ہی دیا واہ رے قدر دانی
وفا کی ہماری جزا کیا نکالی

دمِ صبح جوں آفتاب آج ظالم
نکلتے ہی تیغِ جفا کیا نکالی

لگے در بدر میر چلانے پھرنے
گدا تو ہوئے پر صدا کیا نکالی

رہی نہ گفتہ مرے دل میں داستاں میری
نہ اس دیار میں سمجھا کوئی زباں میری

برنگِ صوتِ جرس تجھ سے دور ہوں تنہا
خبر نہیں ہے تجھے آہ کارواں میری

ترے نہ آج کے آنے میں صبح کے مجھ پاس
ہزار جائے گئی طبعِ بدگماں میری

وہ نقشِ پائے ہوں میں مٹ گیا ہو جو رہ میں
نہ کچھ خبر ہے نہ سدھ ہے کسی رہرواں میری

شب اُس کے کوچہ میں جاتا ہوں اس توقع پر
کہ ایک دوست ہے واں خوابِ پاسباں میری

اسی سے دور رہا اصل مدعا جو تھا
گئی یہ عمرِ عزیز آہ رائگاں میری

ترے فراق میں جیسے خیالِ مفلس[1] کا
گئی ہے فکرِ پریشاں کہاں کہاں میری

رہا میں درپسِ دیوارِ باغ مدت لیک
گئی گلوں کے نہ کانوں تلک فغاں میری

ہوا ہوں گریۂ خونیں کا جب سے دامنگیر
نہ آستین ہوئی پاکِ دوستاں میری

دیا دکھائی مجھے تو اسی کا جلوہ میر
پڑی جہان میں جاکر نظر جہاں میری

اب کے بھی سیرِ باغ کی جی ہی میں ہوس رہی
اپنی جگہ بہار میں کنجِ قفس رہی

میں پا شکستہ جا نہ سکا قافلے تلک
آتی اگرچہ دیر صدائے جرس رہی

لطفِ قبائے تنگ پہ گل کا بجا ہے ناز
دیکھی نہیں ہے اُن نے تری چولی چس رہی

دن رات میری آنکھوں سے آنسو چلے گئے
برسات اب کے شہر میں ساری برس رہی

خالی شگفتگی سے جراحت نہیں کوئی
ہر زخم یاں ہے جیسے کلی ہو بکس رہی

[1] خیالِ مفلس کی ایک اور تشبیہ۔ میر سے صفحہ ۱۲۷، سطر ۱۸۔

Marfat.com

دیوانگی کہاں کہ گریباں سے تنگ ہوں
گردن مری ہے طوق میں گویا کہ پھنس رہی

جوں صبح اس چمن میں نہ ہم کھل کے ہنس سکے
فرصت رہی جو میر بھی سو اک نفس رہی

آجکل بیقرار ہیں ہم بھی
بیٹھ جا چلنے ہار ہیں ہم بھی

آن میں کچھ ہیں آن میں کچھ ہیں
تحفۂ روزگار ہیں ہم بھی

منع گریہ نہ کر تو اے ناصح
اس میں بے اختیار ہیں ہم بھی

درپئے جان ہے قراول مرگ
کسو کے تو شکار ہیں ہم بھی

نالے کر تو سمجھ کے اے بلبل
باغ میں اک کنار ہیں ہم بھی

مدعی کو شراب ہم کو زہر
عاقبت دوستدار ہیں ہم بھی

گر ز خود رفتہ ہیں تری نزدیک
اپنے تو یادگار ہیں ہم بھی

میر نام اک جواں سنا ہوگا
اسی عاشق کے یار ہیں ہم بھی

غفلت میں گئی آہ مری ساری جوانی
اے عمر گزشتہ میں تری قدر نہ جانی

تھی آبلۂ دل سے ہمیں تشنگی میں چشم
پھوٹا تو نہ آیا نظر اک بوند بھی پانی

مدت سے ہیں اک مشت پر آوارہ چمن میں
نکلی ہے یہ کس کی ہوس بال فشانی

بھاتی ہے مجھے اک طلب بوسہ میں یہ آن
ملکنت سے الجھ جا کے اسے بات نہ آنی

یہ جان اگر بید مولہ کہیں دیکھے
باقی ہے کسو موئے پریشاں کی نشانی

انکھیں تو سہی کب تئیں نبھتی ہے یہ صحبت
ہم جی سے ترے دست ہیں تو دشمن جانی

مجنوں بھی نہ رسوائے جہاں ہوتا نہ وہ آپ
مکتب میں جو کم آتی یہ لیلی تھی دوانی

قطعہ

اک شخص مجھی سا تھا کہ وہ تجھ پہ تھا عاشق
وہ اس کی وفا پیشگی وہ اس کی جوانی

یہ کہہ کے جو رویا تو لگا کہنے نہ کہہ میر
سنتا نہیں میں ظلم رسیدوں کی کہانی

کل بارے ہم سے اس سے ملاقات ہو گئی
دو دو بچن کے ہونے میں اک بات ہو گئی

کن کن مصیبتوں سے ہوئی صبح شام ہجر
سو زلفیں ہی بناتے اسے رات ہو گئی

گردش نگاہ مست کی موقوف ساقیا
مسجد تو شیخ جی کی خرابات ہو گئی

Marfat.com

ڈر ظلم سے کہ اس کی جزا بس شتاب ہے — آیا عمل میں یہاں کہ مکافات ہو گئی
خورشید سا پیالۂ مے بے طلب دیا — پیرِ مغاں سے رات کرامات ہو گئی
کتنا خلافِ وعدہ ہوا ہو گا وہ کہ یاں — نومیدی و امید مساوات ہو گئی
آ شیخ گفتگوئے پریشاں پہ تو نہ جا — مستی میں اب تو قبلۂ حاجات ہو گئی
ٹک شہر سے نکل کے مرا گریہ سیر کر — گویا کہ کوہ و دشت پہ برسات ہو گئی

اپنے تو ہونٹھ بھی نہ ہلے اس کے روبرو
رنجش کی وجہ میر وہ کیا بات ہو گئی

تعمیرِ دل کہ یہ قیمت ہے سارے عالم کی — کسو سے کام نہیں رکھتی جنس آدم کی
کوئی ہو محرمِ شوخی ترا تو میں پوچھوں — کہ بزمِ عیش جہاں کیا سمجھ کے برہم کی
ہمیں تو باغ کی تکلیف سے معاف رکھو[1] — کہ سیر و گشت نہیں رسم اہلِ ماتم کی
تنک تو لطف سے کچھ کہہ کہ جاں بلب ہوں میں — رہی ہے بات مری جاں بلب کوئی دم کی
گزرنے کو تو کج و واکج اپنی گزری ہے — جفا جو ان نے بہت کی تو کچھ وفا کم کی
گھرے ہیں درد و الم میں فراق کے ایسے — کہ صبحِ عید بھی یاں شام ہے محرم کی

قفس میں میر نہیں جوشِ داغ سینے پر
ہوس نکالی ہے ہم نے بھی گل کے موسم کی

غم سے یہ راہ میں نے نکالی نجات کی — سجدہ اس آستاں کا کیا پھر وفات کی
نسبت تو دیتے ہیں ترے لب سے پر ایک دن — ناموس یوں ہی جائے گی آبِ حیات کی
صد حرف زیرِ خاک تہِ دل چلے گئے — مہلت نہ دی اجل نے ہمیں ایک بات کی
ہم تو ہی اس زمانے میں حیرت سے چپ نہیں — اب بات جا چکی ہے سبھی کائنات کی
پژمردہ اس کلی کے تئیں واشدن سے کیا — آہ سحر نے دل پہ عبث التفات کی
حور و پری فرشتہ بشر مار ہی رکھا — دزدیدہ تیرے دیکھنے نے جن پہ گھات کی
اُس لب شکر کے مینگے جہاں فوالقہ شناس — اس جا دعا پہنچتی نہیں ہے نبات کی
عرصہ ہے تنگ چال نکلتی نہیں ہے اور — جو چال پڑتی ہے سو وہ بازی کی مات کی

برقع اٹھا تھا یار کے منہ سے سو میر کل
سنتے ہیں آفتاب نے جوں توں کی رات کی

[1] غم فراق میں تکلیف سیر باغ نہ دو — مجھے دماغ نہیں خندہ ہائے بیجا کا — مرزا غالب

Marfat.com

اب دل کو آہ کرنی ہی صبح و مسا لگی
پژمردہ اس کلی کے تئیں بھی ہوا لگی

کیونکر بجھاؤں آتشِ سوزانِ عشق کو
اب تو یہ آگ دل سے جگر کو بھی جا لگی

دل کو گئے ہی یہاں سے بنی اب کہ ہر سحر
کوچے میں تیرے زلف کے آنے صبا لگی

بیتابی و شکیب و سفر حاصل کلام
اس دل مریضِ غم کو نہ کوئی دوا لگی

ڈر مجھ نفس سے غیر کہ بھر جی ہی سے گیا
دل کو کسو ستم زدہ کی ہے، دعا لگی

لگ جائے چپ تجھے کو تو کہیو عندلیب
گر بیکلی نے کی ہیں تکلیف نالگی

کشتہ کا اُس کے زخم نہ ظاہر ہوا کہ میر
کس جائے اُس شہید کے تیغِ جفا لگی

کس حُسن سے کہوں میں اُسکی خوش اختری کی
اس ماہرو کے آگے کیا تاب مشتری کی

رکھنا نہ تھا قدم یہاں جوں بادِ بے تأمل
سیر اس جہاں کی رہرو پر تو نے سرسری کی

شبہا بحالِ سگ میں اک عمر صرف کی ہے
مت پوچھ اُن نے مجھ سے جو آدمی گری کی

پائے گلِ اُس چمن میں چھوڑا گیا نہ ہم سے
سر پر ہمارے اپنی منّت ہے بے پری کی

پیشہ تو ایک ہی تھا اُس کا ہمارا لیکن
مجنوں کے طالعوں نے شہرت میں نادری کی[1]

گریے سے داغِ سینہ تازہ ہوئے ہیں سارے
یہ کشتِ خشک تو نے اے چشم پھر ہری کی

یہ دور تو موافق ہوتا نہیں مگر اب
رکھیے بنائے تازہ اس چرخِ چنبری کی

خوباں تمھاری خوبی تا چند نقل کریے
ہم ریختہ خاطروں کی کیا خوب دلبری کی

ہم سے جو میر اڑکر افلاک چرخ میں ہیں
ان خاک میں ملوں کی کاہیکو ہمسری کی

دیکھ تو دل کہ جاں سے اُٹھتا ہے
یہ دُھواں سا کہاں سے اُٹھتا ہے

گور کس دل جلے کی ہے یہ فلک
شعلہ اک صبح یہاں سے اُٹھتا ہے

خانۂ دل سے زینہار نہ جا
کوئی ایسے مکاں سے اُٹھتا ہے

نالہ سر کھینچتا ہے جب میرا
شور اک آسماں سے اُٹھتا ہے

لڑتی ہے اُس کی چشمِ شوخ جہاں
ایک آشوب واں سے اُٹھتا ہے

[1] طالع شہرت رسوائی مجنوں بخشی است۔ ورنہ طشت من وا دہر دو زیک بام افتاد ۱۲ لا اعلم - آسی

Marfat.com

شدھ لے گھر کی بھی شعلۂ آواز
دود کچھ آشیاں سے اُٹھتا ہے

بیٹھنے کون دے ہے پھر اُس کو
جو ترے آستاں سے اُٹھتا ہے

یوں اُٹھے آہ اُس گلی سے ہم
جیسے کوئی جہاں سے اُٹھتا ہے

عشق اک میر بھاری پتھر ہے
کب یہ تجھ ناتواں سے اُٹھتا ہے

گلی کہتے ہیں اُس کا سا دہن ہے
سُنا کریے کہ یہ بھی اک سخن ہے

ٹپکتے درد ہیں آنسو کی جاگہ
الٰہی چشمِ یار زخمِ کہن ہے

خبر لے پیرِ کنعاں کی کہ کچھ آج
نپٹ آوارہ بوئے پیرہن ہے

نہیں دامن میں لالہ بے ستوں کے
کوئی دل داغ خون کوہکن ہے

شہادت گاہ ہے باغِ زمانہ
کہ ہر گل اس میں اک خونیں کفن ہے

کروں کیا حسرتِ گل کو وگرنہ
دلِ پُر داغ بھی اپنا چمن ہے

جو دے آرام ٹک آوارگی میر
تو شامِ غربت اک صبحِ وطن ہے

گلگشت کی ہوس تھی سو تو بگیر آئے
آئے جو ہم چمن میں ہو کر اسیر آئے

فرصت میں یک نفس کے کیا دردِ دل سنو گے
آئے تو تم و لیکن وقتِ اخیر آئے

دلّی میں اب کی آ کر اُن یاروں کو نہ دیکھا
کچھ وے گئے شتابی کچھ ہم بھی دیر آئے

کیا خوبی اس چمن کی موقوف ہے کسو پر
گل گر گئے عدم کو کھڑے نظیر[1] آئے

شکوہ نہیں جو اُس کو پروا نہ ہو ہماری
دروازے جس کے ہم سے کتنے فقیر آئے

عمرِ دراز کیونکر مختارِ خضر ہے یہاں
ایک آدھ دن میں ہم تو جینے سے سیر آئے

نزدیک تھی قفس میں پرواز روح اپنی
غنچے ہو گلبنوں پر جب ہم صفیر آئے

یوں بیٹھے بیٹھے ناگہ گردن لگے ہلانے
سر شیخ جی کے گویا مجلس میں پیر آئے

قامت خمیدہ اُس کی جیسی کماں تھی لیکن
قربان گہ وفا میں مانند تیر آئے

بن جی دیے نہیں ہے امکان بھی چھٹ جانا
بسمل گہ جہاں میں اب ہم تو میر آئے

[1] نظیر آئے یعنی پھول کی مانند خوبرو پیدا ہوئے۔

Marfat.com

کب سے نظر لگی تھی دروازۂ حرم سے
پردہ اٹھا تو لڑیاں آنکھیں ہماری ہم سے

صورت گر اجل کا کیا ہاتھ تھا کہے تو
کھینچے وہ تیغ ابرو فولاد کے قلم سے

سوزش گئی نہ دل کی رونے سے روز و شب کے
جلتا ہوں اور دریا بہتے ہیں چشم نم سے

طاعت کا وقت گزرا مستی میں آب رز کی
اب چشم داشت اس کے یاں ہے فقط کرم سے

کڑھیے نہ رویئے تو اوقات کیونکہ گزرے
رہتا ہے مشغلہ سا بارے غم و الم سے

مشہور ہے سماجت میری کہ تیغ برسی
پر میں نہ سر اٹھایا ہرگز ترے قدم سے

بات احتیاط سے کر ضائع نہ کر نفس کو
بالیدگی دل ہے مانند شیشہ دم سے

کیا کیا تعب اٹھائے کیا کیا عذاب دیکھے
تب دل ہوا ہے اتنا خوگر ترے ستم سے

ہستی میں ہم نے آکر آسودگی نہ دیکھی
کھلتی نہ کاش آنکھیں خواب خوش عدم سے

پامال کرکے ہم کو پچھتاؤگے بہت تم
کمیاب ہیں جہاں میں سر دینے والے ہم سے

دل دو ہو میر صاحب اس بدمعاش کو تم
خاطر تو جمع کر لو ٹک قول سے قسم سے

رہا ہونا نہیں امکان ان ترکیب والوں سے
کہ بل دے باندھتے ہیں پیچ پگڑی کے بھی بالوں سے

تجھے نسبت جو دیتے ہیں شرار و برق و شعلہ سے
تسلی کرتے ہیں ناچار شاعر ان مثالوں سے

بلا کا شکر کر اے دل کہ اب معلوم ہوتی ہے
حقیقت عافیت کی اس گلی کے رہنے والوں سے

نہیں اے ہمنفس اب جی میں طاقت دوری گل کی
جگر ٹکڑے ہوا جاتا ہے آخر شب کے نالوں سے

نہیں خالی اثر سے تصفیہ دل کا محبت میں
کہ آئینہ کو ربط خاص ہے صاحب جمالوں سے

کہاں یہ قامت دلکش کہاں پاکیزگی ایسی
ملے ہیں ہم بہت گلزار کے نازک نہالوں سے

ہدف اس کا ہوئے مدت ہوئی سینہ کو پر اب تک
کھٹا نکلے ہے لخت دل مرا تیروں کے بھالوں سے

ہوا پیرانہ سر عاشق ہو زاہد مضحکہ سب کا
کہن سالی میں ملتا ہے کوئی بھی خردسالوں سے

رگ گل کوئی کہتا ہے کوئی اے میر مو اس کو
کمر اس شوخ کی بندھتی نہیں ان خوش خیالوں سے

گئے جی سے چھوٹے بتوں کی جفا سے
یہی بات ہم چاہتے تھے خدا سے

وہ اپنی ہی خوبی پہ رہتا ہے نازاں
مرو یا جیو کوئی اس کی بلا سے

کوئی ہم سے کھلتے ہیں بند اس قبا کے
یہ عقدے کھلیں گے کسو کی دعا سے

Marfat.com

پشیمان توبہ سے ہوگا عدم میں
کہ غافل چلا شیخ لطفِ ہوا سے

نہ رکھی مری خاک بھی اس گلی میں
کدورت مجھے ہی نہایت صبا سے

جگر سوئے مژگاں کھنچا جائے ہی کچھ
مگر دیدۂ تر ہیں لوہو کے پیاسے

اگر چشم ہی تو وہی عین حق ہے
تعصب تجھے ہے عجب ماسوا سے

طبیبِ سبک عقل ہرگز نہ سمجھا
ہوا دردِ عشق آہ دونا دوا سے

ٹک اے مدعی چشمِ انصاف وا کر
کہ بیٹھے ہیں یہ قافیے کس ادا سے

نہ شکوہ شکایت نہ حرف و حکایت
کہو میر جی آج کیوں ہو خفا سے

کبکوں نے تیری چال جو دیکھی ٹھٹھک گئے
دل ساکنانِ باغ کے تجھ سے اٹک گئے

اندوہ وصل و ہجر نے عالم کھپا دیا
ان دو ہی منزلوں میں بہت یار تھک گئے

مطلق اثر نہ اُس کے دلِ نرم میں کیا
ہرچند نالہائے حزیں عرش تک گئے

افراطِ گریہ سے ہوئیں آبادیاں خراب
سیلاب میرے اشک کے ازحد بھی بہک گئے

ازحد

وے میگسار ظرف جنھیں خم کشی کے تھے
پھر کر نگاہ تو نے جو کی دو ہی چھک گئے

چندے سپہر چھاتی ہماری جلا کرے
اب داغ کھاتے کھاتے کلیجے تو پک گئے

عشاق پر جو صفِ مژگاں پھریں تو میر
جوں اشک کتنے چو گئے کتنے ٹپک گئے

زندگی ہوتی ہی اپنی غم کے مارے دیکھئے
موندلیں آنکھیں ادھر سے تم نے پیارے دیکھئے

لختِ دل کبتک الٰہی چشم سے ٹپکا کریں
خاک میں تا چند ایسے لعل پارے دیکھئے

ہوچکا روزِ جزا اب اے شہیدانِ وفا
چونکتے ہیں خونِ خفتہ کب تمھارے دیکھئے

راہِ دورِ عشق میں اب تو رکھا ہم نے قدم
رفتہ رفتہ پیش کیا آتا ہے بارے دیکھئے

سینۂ مجروح بھی قابل ہوا ہی سیر کے
ایک دن تو آن کر یہ زخم سارے دیکھئے

خنجرِ بیداد کو کیا دیکھتے ہو دمبدم
چشم سے انصاف کی سینے ہمارے دیکھئے

ایک خوں ہو بہ گیا و ڈر رُتے ہی رُتے گئے
دیدہ و دل ہوگئے ہیں سب کنارے دیکھئے

شست و شو کا اُس کے پانی جمع ہو کر مہ بنا
اور منہ دھونے کے چھینٹوں سے ستارے دیکھئے

ہوگئے سوتے کے سوتے کارواں جاتا رہا
ہم تو میر اس رہ کے خوابیدہ ہیں بارے دیکھئے

Marfat.com

کس طور ہمیں کوئی فریبندہ لبھالے
آخر ہیں تری آنکھوں کے ہم دیکھنے والے

سو ظلم اُٹھائے تو کبھو دُور سے دیکھا
ہرگز نہ ہوا یہ کہ ہمیں پاس بُلالے

اُس شوخ کی سر تیز پلک ہیں کہ وہ کانٹا
گڑ جائے اگر آنکھ میں سر دل سے نکالے

عشق[1] اُن کو ہے جو یار کو اپنے دمِ رفتن
کرتے نہیں غیرت سے خدا کے بھی حوالے

دے دن گئے جو ضبط کی طاقت تھی ہمیں بھی
اب دیدۂ خونبار نہیں جاتے سنبھالے

احوال بہت تنگ ہے اے کاش محبت
اب دستِ تلطف کو مرے سر سے اُٹھالے

دعوائے قیامت کا مرے خوف اُسے کیا
اک لطف میں وہ مجھ سے تُنک رو کے منالے

کہتے ہیں حجابِ رخِ دلدار ہے ہستی
دیکھیں گے اگر یوں ہی بھلا جان بھی جالے

میر اس سے نہ مل آہ کہ ڈرتے ہیں مبادا
بیباک ہے وہ شوخ کہیں مار نہ ڈالے

برنگِ بوئے گل اس باغ کے ہم آشنا ہوتے
کہ ہمراہِ صبا ٹک سیر کرتے پھر ہوا ہوتے

سراپا[2] آرزو ہونے نے بندہ کر دیا ہم کو
وگرنہ ہم خدا تھے گر دلِ بے مدعا ہوتے

فلک اے کاش ہم کو خاک ہی رکھتا کہ اس میں ہم
غبارِ راہ ہوتے یا کسو کی خاکِ پا ہوتے

الٰہی کیسے ہوتے ہیں جنھیں ہے بندگی خواہش
ہمیں تو شرم دامن گیر ہوتی ہے خدا ہوتے

تو ہے کس ناحیہ سے اے دیارِ عشق کیا جانوں
ترے باشندگاں ہم کاش سارے بے وفا ہوتے

اب ایسے ہیں کہ صانع کے مزاج اوپر بہم پہنچے
جو خاطر خواہ اپنے ہم ہوئے ہوتے تو کیا ہوتے

کہیں جو کچھ ملامت گر بجا ہے میر کیا جانیں
انھیں معلوم تب ہوتا کہ ویسے سے جدا ہوتے

چمن یار تیرا ہوا خواہ ہے
گل اک دل ہے جس میں تری چاہ ہے

سراپا میں اُس کے نظر کر کے تم
جہاں دیکھو اللہ اللہ ہے

تری آہ کس سے خبر پائیے
وہی بے خبر ہے جو آگاہ ہے

مرے لب پہ رکھ کان آواز سُن
کہ اب تک بھی یک ناتواں آہ ہے

گزر سر سے تب عشق کی راہ چل
کہ ہر گام یہاں اک خطر گاہ ہے

[1] مرزا غالبؔ دہلوی ؎ قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالبؔ ؛ وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے
[2] لا اعلم ؎ ہم خدا تھے گر نہ ہوتا دل میں کوئی مدعا ؛ آرزوؤں نے ہماری ہم کو بندہ کر دیا

Marfat.com

کبھو وادیِ عشق دکھلائیے — بہت خضر بھی دل میں گمراہ ہے
جہاں سے تو رختِ اقامت کو باندھ — یہ منزل نہیں بے خبر راہ ہے
نہ شرمندہ کر اپنے منہ سے مجھے — کہا میں نے کب یہ کہ تو ماہ ہے

یہ وہ کارواں گاہ دلکش ہے میر
کہ پھر یہاں سے حسرت ہی ہمراہ ہے

ڈھب ہیں تیری سی باغ میں گل کے — بو گئی کچھ دماغ میں گل کے
جائے روغن دیا کرے ہے عشق — خونِ بلبل چراغ میں گل کے
دل تسلی نہیں صبا ورنہ — جلوے سب ہیں گے داغ میں گل کے
اس حدیقے کے عیش پر مت جا — مے نہیں ہے ایاغ میں گل کے

سیر کر میر اس چمن کی شتاب
ہے خزاں بھی سراغ میں گل کے

عشق میں نے خوف و خطر چاہیے — جان کے دینے کو جگر چاہیے
قابلِ آغوش ستم دیدگاں — اشک سا پاکیزہ گہر چاہیے
حال یہ پہنچا ہے کہ اب ضعف سے — اٹھتے پلک ایک پہر چاہیے
کم ہیں شناسائے زرِ داغِ دل — اس کے پرکھنے کو نظر چاہیے
عشق کے آثار ہیں اے بوالہوس — داغ بہ دل دست بسر چاہیے
شرط سلیقہ ہے ہر اک امر میں — عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے

خوف قیامت کا یہی ہے کہ میر
ہم کو جیا بارِ دگر چاہیے

ہستی اپنی حباب کی سی ہے — یہ نمائش سراب کی سی ہے
نازکی اس کے لب کی کیا کہئے — پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے
چشمِ دل کھول اس بھی عالم پر — یہاں کی اوقات خواب کی سی ہے
بار بار اس کے در پہ جاتا ہوں — حالت اب اضطراب کی سی ہے
نقطۂ خال سے ترا ابرو — بیت اک انتخاب کی سی ہے

سلہ یہ گل کچھ غور پیدا ہو گیا ہے ۱۲

Marfat.com

میں جو بولا کہا کہ یہ آواز
اُسی خانہ خراب کی سی ہے

آتشِ غم میں دل بھنا شاید
دیر سے بو کباب کی سی ہے

دیکھیے ابر کی طرح اب کے
میری چشمِ پر آب کی سی ہے

میر اُن نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

شمع صفت جب کبھو مر جائیں گے
ساتھ لئے داغِ جگر جائیں گے

تند نہ ہو ہم تو موئے پھرتے ہیں
کیا تری ان باتوں سے ڈر جائیں گے

کھل گئے رخسار اگر یار کے
شمس و قمر جی سے اُتر جائیں گے

خالی نہ چھوڑیں گے ہم اپنی جگہ
گر یہی رونا ہے تو بھر جائیں گے

راہ دمِ تیغ پہ ہو کیوں نہ میر
جی پہ رکھیں گے تو گزر جائیں گے

اب جو اک حسرتِ جوانی ہے
عمرِ رفتہ کی یہ نشانی ہے

رشکِ یوسف ہے آہ وقتِ عزیز
عمر اک بارِ کاروانی ہے

گریہ ہر وقت کا نہیں بے ہیچ
دل میں کوئی غمِ نہانی ہے

خاک تھی موج زن جہاں میں اور
ہم کو دھوکا یہ تھا کہ پانی ہے

ہم قفس زاد قیدی ہیں ورنہ
تا چمن ایک پرفشانی ہے

اُس کی شمشیرِ تیز سے ہمدم
مر رہیں گے جو زندگانی ہے

غم و رنج و الم نکویاں سے
سب تمھاری ہی مہربانی ہے

یھاں ہوئے میر تم برابر خاک
وھاں وہی ناز و سرگرانی ہے

قیامت ہیں یہ چسپاں جامے والے
گلوں میں جن کی خاطر خرقے ڈالے

وہ کالا چور ہے خالِ رخِ یار
کہ سو آنکھوں میں دل ہو تو چرا لے

نہیں اُٹھتا دلِ محزوں کا ماتم
خدا ہی اس مصیبت سے نکالے

کہاں تک دور بیٹھے بیٹھے کہئے
کبھو تو پاس ہم کو بھی بلا لے

دلا بازی نہ کر ان گیسوؤں سے
نہیں آساں کھلانے سانپ کالے

Marfat.com

طپش نے دل جگر کی مار ڈالا — بغل میں دشمن اپنے ہم نے پالے
نہ مہکے بوئے گل اے کاش یک چند — ابھی زخمِ جگر سارے ہیں آلے
کسے قیدِ قفس میں یاد گل کی — پڑے ہیں اب تو جینے ہی کے لالے

ستایا میر غم کش کو کنھوں نے
کہ پھر اب عرش تک جاتے ہیں نالے

اب ظلم ہے اس خاطر تا غیر بھلا مانے — بس ہم نہ بُرا مانے تو کون بُرا مانے
سرمایۂ صد آفت دیدار کی خواہش ہے — دل کی تو سمجھ لیجے گر چشم کہا مانے
مسدود ہی ای قاصد بہتر ہے رہِ نامہ — کیا کیا نہ لکھیں ہم تو جو یار لکھا مانے
تک حالِ شکستہ کی سننے ہی میں سب کچھ ہے — پردہ تو سخن رس ہے اس بات کو کیا مانے

بے طاقتیِ دل نے سائل بھی کیا ہم کو
پر میر فقیروں کی یہاں کون صدا مانے

دل کے معمورے کی مت کر فکر فرصت چاہیے — ایسے ویرانے کے اب بسنے کو مدت چاہیے
عشق و میخواری بھبے ہے کوئی درویشی کے بیچ — اس طرح خرچ لاحاصل کو دولت چاہیے
عاقبت فرہاد مر کر کام اپنا کر گیا — آدمی ہووے کسی پیشے میں جرأت چاہیے
ہو طرف مجھ پہلواں شاعر کا کب عاجز سخن — سامنے ہونے کو صاحب فن کی قدرت چاہیے
عشق میں وصل و جدائی سے نہیں کچھ گفتگو — قرب و بعد اس جا برابر ہے محبت چاہیے
نازکی کو عشق میں کیا دخل ہے اے بوالہوس — یہاں صعوبت کھینچنے کو جی میں طاقت چاہیے

تنگ مت ہو ابتدائے عاشقی میں اس قدر
خیریت ہے میر صاحب دل سلامت چاہیے

بے یار شہرِ دل کا ویران ہو رہا ہے — دکھلائی دے جہاں تک میدان ہو رہا ہے
اس منزلِ جہاں کے باشندے رفتنی ہیں — ہر اک کے یہاں سفر کا سامان ہو رہا ہے
اچھا لگا ہے شاید آنکھوں میں یار اپنے — آئینہ دیکھ کر کچھ حیران ہو رہا ہے
گل دیکھ کر چمن میں تجھ کو کھلا ہی جا ہے — یعنی ہزار جی سے قربان ہو رہا ہے
حالِ زبون اپنا پوشیدہ کچھ نہ تھا تو — سنتا نہ تھا کہ یہ صید بیجان ہو رہا ہے
ظالم ادھر کی سدھ لے گو شمع صبحگاہی — اک آدھ دم کا عاشق مہمان ہو رہا ہے

Marfat.com

قربان گہ محبت وہ جا ہے جس میں ہر سو
دشوار جان دینا آسان ہو رہا ہے

ہر شب گلی میں اُس کی روتے بہے جو ہم تو
اک روز میر صاحب طوفان ہو رہا ہے

تیری گلی سے جب ہم عزم سفر کریں گے
ہر ہر قدم کے اوپر پتھر جگر کریں گے

آزردہ خاطروں سے کیا فائدہ سخن کا
تم حرف سر کروگے ہم گریہ سر کریں گے

عذرِ گناہِ خوباں بدتر گنہ سے ہوگا
کرتے ہوئے تلافی بے لطف تر کریں گے

سر جائیگا ولیکن آنکھیں اُدھر ہی ہونگی
کیا تیری تیغ سے ہم قطع نظر کریں گے

اپنی خبر بھی ہم کو اب دیر پہنچتی ہے
کیا جانے یار اُس کو کبتک خبر کریں گے

گر دل کی تاب و طاقت یہ ہے تو ہمنشیں ہم
شامِ غمِ جدائی کیونکر سحر کریں گے

یہ ظلم بے نہایت دیکھو تو خوبرویاں
کہتے ہیں جو ستم ہے ہم تجھ ہی پر کریں گے

اپنے ہی جی میں آخر انصاف کر کہ کبتک
تو یہ ستم کرے گا ہم درگزر کریں گے

صناع طرفہ ہیں ہم عالم میں ریختے کے
جو میر جی لگے گا تو سب ہنر کریں گے

آنکھیں لڑا لڑا کر کبتک لگا رکھیں گے
اس پردے ہی میں خوباں ہم کو سلا رکھیں گے

فکر دہن میں اُس کی کچھ بن نہ آئی آخر
اب یہ خیال ہم بھی دل سے اُٹھا رکھیں گے

مشتِ نمک کو میں نے بیکار کم رکھا ہے
چھاتی کے زخم میرے مدت مزا رکھیں گے

سبزانِ شہر اکثر درپے ہیں آبرو کے
اب زہر پاس اپنے ہم بھی منگا رکھیں گے

آنکھوں میں دلبروں کی مطلق نہیں مروت
یہ پاسِ آشنائی منظور کیا رکھیں گے

جیتے ہیں جب تلک ہم آنکھیں بھی لڑتیاں ہیں
دیکھیں تو جور خوبان کبتک روا رکھیں گے

اب چاند بھی لگا ہے تیرے سے جلوے کرنے
شبہائے ماہ چندے تجھ کو چھپا رکھیں گے

مژگان و چشم و ابرو سب ہیں ستم کی مائل
ان آفتوں سے دل ہم کیونکر بچا رکھیں گے

دیوان میر صاحب ہر یک کی ہے بغل میں
دو چار شعر ان کے ہم بھی لکھا رکھیں گے

تجھ سے دُچار ہوگا جو کوئی راہ جاتے
پھر عمر چاہیئے گی اُس کو بحال آتے

گر دل کی بیقراری ہوتی یہی جواب ہے
تو ہم ستم رسیدہ کا ہیکو جینے پاتے

Marfat.com

وے دن گئے کہ اُٹھکر جاتے تھے اُس گلی میں
اب سعی چاہیئے ہی بالیں سے سر اُٹھاتے

کب تھی ہمیں تمنّا ای ضعف یہ کہ تڑپیں
پر زیرِ تیغ اُس کی ہم ٹک تو سر ہلاتے

گر جانتے کہ یوں ہی برباد جائیں گے تو
کاہے کو خاک میں ہم اپنے تئیں ملاتے

شاید کہ خون دل کا پہنچا ہے وقت آخر
تھم جاتے ہیں کچھ آنسو راتوں کو آتے آتے

اس سمت کو پلٹتی تیری نگہ تو ساقی
حالِ خرابِ مجلس ہم شیخ کو دکھاتے

جی دینا دلدہی سے بہتر تھا صد مرا تب
ای کاش جان دیتے ہم بھی نہ دل لگاتے

شب کوتہ اور قصہ ان کا دراز ورنہ
احوال میر صاحب ہم تجھ کو سب سناتے

ردیف ر

ہو عاجز کہ جسم اس قدر زور سے
نہ نکلا کبھو عہدۂ مور سے

بہت دور کوئی رہا ہے مگر
کہ فریاد میں ہے جرس شور سے

مری خاک تفتہ پر ای ابر تر
قسم ہے تجھے ٹک برس زور سے

ترے دل جلے کو رکھا جس گھڑی
دھواں سا اُٹھا کچھ لبِ گور سے

نہ پوچھو کہ بے اعتباری سی میں
ہوا اس گلی میں بتر چور سے

جو ہو میر بھی اس گلی میں صبا
بہت پوچھیو تو مری اور سے

مت ہو مغرور ایکہ تجھ میں زور ہی
یھاں سلیماںؑ کے مقابل مور ہی

مر گئے پر بھی ہے صولت فقر کی
چشمِ شیر اپنا چراغِ گور ہی

جب سے کاغذ باد کا ہے شوق اسے
ایک عالم اُس کے اوپر ڈور ہی

رہنمائی شیخ سے مت چشم رکھ
وائے وہ جس کا عصا کش کور ہی

لے ہی جاتی ہے زرِ گل کو اُڑا
صبح کی بھی باد بادی چور ہی

دل کھنچے جاتے ہیں سارے اس طرف
کیونکہ کہیے حق ہماری اور ہی

تھا بلا ہنگامہ آرا میر بھی
اب تلک گلیوں میں اُس کا شور ہی

عیب کر اب یار ہوا چاہیے
ملتجی ناچار ہوا چاہیے

جسکے تئیں ڈھونڈھیں وہ سب میں ہی
کس کا طلبگار ہوا چاہیے

Marfat.com

تاکہ وہ ٹک آن کے پوچھے کبھو
اس لئے بیمار ہوا چاہئے

زلف کسی کی ہو کہ ہو خال و خط
دل کو گرفتار ہوا چاہئے

تیغِ بلند اُس کی ہوئی بلہوس
مرنے کو تیار ہوا چاہئے

مصطبۂ بیخودی ہے یہ جہاں
جلد خبردار ہوا چاہئے

مول ہے بازار کا ہستی کے یہ
دل کے خریدار ہوا چاہئے

کچھ نہیں خورشید صفت سرکشی
سایۂ دیوار ہوا چاہئے

کر نہ تعلق کہ یہ منزل نہیں
آہ سبک بار ہوا چاہئے

گو سفری اب نہیں ظاہر ہیں میر
عاقبت کار ہوا چاہئے

یہاں سرکشاں جو صاحبِ تاج و لوا ہوئے
پامال ہو گئے تو نہ جانا کہ کیا ہوئے

دیکھی نہ ایک چشمکِ گل بھی چمن میں آہ
ہم آخرِ بہار قفس سے رہا ہوئے

پچھتاؤ گے بہت جو گئے ہم جہان سے
آدم کی قدر ہوتی ہے ظاہر جدا ہوئے

تجھ بن دماغِ صحبتِ اہلِ چمن نہ تھا
گل وا ہوئے ہزار دلے ہم نہ وا ہوئے

سر دیجے میر ہم نے فراغت کی عشق میں
ذمہ ہمارے بوجھ تھا بارے ادا ہوئے

اس اسیری کے نہ کوئی اے صبا پالے پڑے
اک نظر گل دیکھنے کے بھی ہمیں لالے پڑے

حسن کو بھی عشق نے آخر کیا حلقہ بگوش
رفتہ رفتہ دلبروں کے کان میں بالے پڑے

مت نگاہِ مست کو تکلیف کر ساقی زیاد
ہر طرف تو ہیں گلی کوچوں میں متوالے پڑے

کیونکہ طے ہو دشتِ شوق آخر کو مانند سرشک
میرے پاؤں میں تو پہلے ہی قدم چھالے پڑے

جوش مارا اشکِ خونیں نے مرے دل نے بس
گھر میں ہمسایوں کے شب لوہو کے پرنالے پڑے

ہیں بعینہ ویسے جوں پردا کرے ہے عنکبوت
روتے روتے بسکہ میری آنکھوں میں جالے پڑے

گرمجوشی سے مری گریہ کی شب آنکھوں کی راہ
گوشۂ دامن میں میر آتش کے پرکالے پڑے

رنج کھینچے تھے داغ کھائے تھے
دل نے صدمے بڑے اُٹھائے تھے

پاسِ ناموسِ عشق تھا ورنہ
کتنے آنسو پلک تک آئے تھے

Marfat.com

وہی سمجھا نہ ورنہ ہم نے تو / زخم چھاتی کے سب دکھائے تھے
اب جہاں آفتاب میں ہم ہیں / یہاں کبھو سرو و گل کے سائے تھے
کچھ نہ سمجھے کہ تجھ سے یاروں نے / کس توقع پہ دل لگائے تھے
فرصت زندگی سے مت پوچھو / سانس بھی ہم نہ لینے پائے تھے
میر صاحب رُلا گئے سب کو / کل وے تشریف یہاں بھی لائے تھے

گرے بحر بلا مژگان تر سے / نگاہیں اُٹھ گئیں طوفان پر سے
ہمیں غش آگیا تھا وہ بدن دیکھ / بڑی کلول ٹلی ہے جان پر سے
لیا دل اُس مخطط رو نے میرا / اُٹھاؤں میں اسے قرآن پر سے
کہاں ہیں آدمی عالم میں پیدا / خدائی صدقے کی انسان پر سے
تفنگ اُس کی چلی آواز پر لیک / گئی ہے میر گولی کان پر سے

خوب ہی اے ابر اک شب آؤ باہم روئیے / پر نہ اتنا بھی کہ ڈوبے شہر کم کم روئیے
وقت خوش دیکھا نہ اک دم سے زیادہ دہر میں / خندۂ صبح چمن پر مثلِ شبنم روئیے
شادی و غم میں جہاں کی ایک سے دس کا ہے فرق / عید کے دن ہنسئے تو دس دن محرم روئیے
دیکھا ماتم خانۂ عالم کو ہم مانندِ ابر / ہر جگہ پر جی میں یوں آیا دمادم روئیے
ہو جدا فردوس سے یعنی گلی سے یار کے / مدتوں تک کیجے غم مثلِ آدم روئیے
اب کے یوں کریے مقرر اُٹھیے جب کہسار سے / وادیِ مجنوں پہ بھی اے ابر اک دم روئیے
عشق میں تقریب گریہ کو نہیں درکار میر / ایک مدت صبر ہی کا رکھیے ماتم روئیے

نیلا نہیں سپہر تجھے اشتباہ ہے / دودِ جگر سے میرے یہ چھت سب سیاہ ہے
ابر و بہار و بادہ سبھوں میں ہے اتفاق / ساقی جو تو بھی مل چلے تو واہ واہ ہے
سُرمے سے ایسی آنکھیں تمھاری نہیں لگیں / احوال پر ہمارے تمھیں کب نگاہ ہے
کس کس طرح سے ہاتھ نچاتا ہے وعظ میں / دیکھا جو شیخ شہر عجب دستگاہ ہے
ہے روئے عجز میر تری خاک راہ پر / یعنی کہ کام اس کا کچھ اب رو براہ ہے

Marfat.com

نہیں وہ قید الفت میں گرفتاری کو کیا جانے
تکلف برطرف بے مہر ہے یاری کو کیا جانے

وہ ہو اک مندرس نالہ مبارک مرغ گلشن کو
وہ اس ترکیب نو کی نالہ زاری کو کیا جانے

ستم ہے تیری خوئے خشمگیں پر ٹک بھی دلجوئی
دل آزاری کی باتیں کر تو دلداری کو کیا جانے

گلہ اپنی جفا کا سن کے مت آزردہ ہو ظالم
نہیں تہمت ہے تجھ پر تو جفاکاری کو کیا جانے

ترا ابرام اس کی سادگی پر میرؔ میں مانا
بھلا ایسا جو ناداں ہو وہ عیاری کو کیا جانے

جوش دل آئے بہم دیدۂ گریان ہوئے
کتنے اک اشک ہوئے جمع کہ طوفان ہوئے

کیا چھپیں شہر محبت میں ترے خانہ خراب
گھر کے گھر ان کے ہیں اس بستی میں ویران ہوئے

کس نے لی رخصت پرواز پس از مرگ نسیم
مشت پر باغ میں آئی ہی پریشان ہوئے

سبزہ و لالہ و گل ابر و ہوا ہے مے دے
ساقی ہم توبہ کے کرنے سے پشیمان ہوئے

دعوئ خوش دہنی گرچہ اسے تھا لیکن
دیکھ کر منہ کو ترے گل کے تئیں کان ہوئے

جام خوں بن نہیں ملتا ہے ہمیں صبح کو آب
جب سے اس چرخ سیہ کاسہ کے مہمان ہوئے

اپنے جی ہی نے نہ چاہا کہ پئیں آب حیات
یوں تو ہم میرؔ اسی چشمے پہ بیجاں ہوئے

یارب کوئی ہو عشق کا بیمار نہووے
مرجائے ولے اس کو یہ آزار نہووے

زنداں میں پھنسے طوق پڑے قید میں مرجائے
پر دام محبت میں گرفتار نہووے

اس واسطے کانپوں ہوں کہ ہے آہ نپٹ سرد
یہ باد کلیجے کے کہیں پار نہووے

صد نالۂ جانکاہ ہیں وابستہ چمن سے
کوئی بال شکستہ پس دیوار نہووے

پژمردہ بہت ہے گل گلزار ہمارا
شرمندۂ یک گوشۂ دستار نہووے

مانگے ہے دعا خلق تجھے دیکھ کے ظالم
یارب کسو کو اس سے سروکار نہووے

قطعہ

ہوں دوست جو کہتا ہوں سن اے جان کے دشمن
بہتر تو تجھے ترک ہے تا خوار نہووے

خوباں برے ہوتے ہیں اگرچہ ہیں نکو رو
بے جرم کہیں ان کا گنہگار نہووے

باندھے نہ پھرے خون پر اپنی تو کمر کو
یہ جان سبک تن پہ ترے بار نہووے

چلتا ہے رہ عشق ہی اس پر بھی چلے تو
پر ایک قدم چل کہیں زنہار نہووے

صحرائے محبت ہے قدم دیکھ کے رکھ میرؔ
یہ سیر سر کوچہ و بازار نہووے

Marfat.com

برقع کو اٹھا چہرے سے وہ بت اگر آوے
اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آوے

ای ناقۂ لیلیٰ دو قدم راہ غلط کر
مجنون زخود رفتہ کبھو راہ پر آوے

ٹک بعد مرے میرے طرفداروں کنے تو
کوئی بھیجیو ظالم کہ تسلی تو کر آوے

کیا ظرف ہی گردون تنک حوصلہ کا جو
آشوب فغاں کے مرے عہدہ سی بر آوے

قطعہ

ممکن نہیں آرام دے بیتابی جگر کی
جبتک نہ پلک پر کوئی ٹکڑا نظر آوے

مت ممتحنِ بلغ ہوای غیرتِ گلزار
گل کیا کہ جسے آگے ترے بات کر آوے

کھلنے میں ترے منہ کی کلی پھاڑے گریباں
ہلنے میں ترے ہونٹوں کے گلبرگ تر آوے

ہم آپ سے جاتے رہے ہیں ذوقِ خبر میں
ای جان بلب آمدہ رہ تا خبر آوے

کہتے ہیں ترے کوچہ سے میر آنے کہے ہی
جب جانیے وہ خانہ خراب اپنے گھر آوے

ہی جی میں غزل در غزل ای طبع یہ کہئے
شاید کہ نظیری[1] کے بھی عہدہ سی بر آوے

جب نام ترا لیجئے تب چشم بھر آوے
اس زندگی کرنے کو کہاں سے جگر آوے

تلوار کا بھی مارا خدا رکھے ہی ظالم
یہ تو ہو کوئی گورِ غریباں میں در آوے

میخانہ وہ منظر ہی کہ ہر صبح جہاں شیخ
دیوار پہ خورشید کا مستی سے سر آوے

کیا جایں وہ مرغان گرفتار چمن کو
جن تک کہ بصد ناز نسیم سحر آوے

تو صبح قدم رنجہ کرے ٹک تو ہی ورنہ
کس واسطے عاشق کی شبِ غم بسر آوے

ہر سو سر تسلیم رکھے صیدِ حرم میں
وہ صید فگن تیغ بکف تا کدھر آوے

[1] نظیری۔ مولانا نظیری نیشاپور کے رہنے والے تھے وہاں سے ہندوستان آئے۔ خانخانان کے مائدۂ کرم سے فیضیاب ہوئے اور اسی وقت سے ان کو زبردست شہرت حاصل ہوئی۔ خانخاناں کی مدح میں نہایت پُرزور قصاید کہے اور ایک طویل قیام کے بعد حرمین محترمین کی زیارت کو گئے اور بعد حج وغیرہ پھر ہندوستان آئے۔ ایک مرتبہ جہانگیر نے ایک عمارت کے کتبے کیلئے ان کو حکم دیا۔ انھوں نے ایک غزل کہی جس کا مطلع یہ ہی ؎ اے خاک ذات صندل سرگشتہ سراں را ؛ با دائرہ جاروب ہمت تاجوراں را۔ بادشاہ نے اس کے صلہ میں قریب تین ہزار بیگہ زمین عنایت فرمائی۔ نظیری نہایت نیک طینت صوفی مشرب مہذب الاخلاق تھے آخر میں ان کا کلام بالکل صوفیانہ ہوتا تھا۔ آخر عمر میں احمدآباد گئے۔ اور قریب بارہ برس زندہ رہ کر ١٠٢٣ھ میں انتقال کیا اور احمدآباد ہی میں تاج پورہ میں مدفون ہوئے۔ ان کی قبر پر ایک گنبد بنا ہوا ہی۔ ایک ضخیم کلیات اُن سے یادگار ہی میر تقی نے نشاں کسی غزل کا کوئی مطلع لیکر یہ غزل کہی ہی۔ یا اُن کی سلاست بیان کی طرف اشارہ ہی۔

Marfat.com

دیواروں سے سر مارتے پھرنے کا گیا وقت
اب تو ہی مگر اب کبھو اس اور در آوے

واعظ نہیں کیفیت میخانہ سے آگاہ
اک جرعہ بدل ورنہ یہ مندیل ہر آوے

صناع ہیں سب خوار ازاں جملہ ہوں میں بھی
ہے عیب بڑا اُس میں جسے کچھ ہنر آوے

اے وہ کہ تو بیٹھا ہے سرِ راہ پہ زنہار
قطعہ
کہیو جو کبھو میرؔ بلاکش ادھر آوے

مت دشتِ محبت میں قدم رکھ کہ خضرؑ کو
ہر گام پہ اُس رہ میں سفر سے حذر آوے

لگوائے پتھر اور بُرا بھی کہا کیے
تم نے حقوق دوستی کے سب ادا کیے

کھینچا تھا آہ شعلہ فشاں نے جگر سے سر
برسوں تئیں پڑے ہوئے جنگل جلا کیے

غنچے نے ساری طرز ہماری ہی اخذ کی
ہم جو چمن میں برسوں گرفتہ رہا کیے

تدبیر عشق میں بھی نہ کرتے قصورِ یار
جو اس مرض میں ہوتے بھلے ہم دوا کیے

جوں نے نہ تیرے کشتے کے لب پر رہی فغاں
ہر چند بند بند بھی اُس کے جدا کیے

کیا حرفِ دلنشیں ہو مرا جیسے خط مدام
اغیار روسیاہ ترے منہ لگا کیے

پھر شام آشنا نہ کبھو نکلے گلرخاں
ہر صبح ان سے برسوں تئیں ہم ملا کیے

بے عیب ذات ہے گی خدا ہی کی اے بتاں
تم لوگ خوبرو جو کیے بے وفا کیے

اب خاک سی اُڑے ہے منہ اوپر وگرنہ میرؔ
اس چشم گریہ ناک سے دریا بہا کیے

کروں جو آہ زمین و زمان جل جاوے
سپہرِ نیلی کا یہ سائبان جل جاوے

دی آگ دل کو محبت نے جب سے جلتا ہوں
میں جس طرح کسو کا خانمان جل جاوے

دوا پذیر نہیں اے طبیب تپ غم کی
بدن میں ٹک رہے تو استخوان جل جاوے

نہ آوے سوزِ جگر منھ پہ شمع ساں اے کاش
بیان کرنے سے آگے زبان جل جاوے

ہمارے نالے بھی آتش ہی کے ہیں پرکالے
سُنے تو بلبلِ نالاں کی جان جل جاوے

ہزار حیف کہ دل خار و خس سے باندھے کوئی
خزاں میں برق گرے آشیان جل جاوے

متاعِ سینہ سراآتش ہے فائدہ کس کا
خیال یہ ہے مبادا دُکان جل جاوے

نہ پوچھ کچھ لبِ ترسا بچے کی کیفیت
کہوں تو دخترِ رزکی ... ن جل جاوے

نہ بول میرؔ سے مظلومِ عشق ہے وہ غریب
مبادا آہ کرے سب جہان جل جاوے

Marfat.com

گزار خوش نگاہاں جس میں ہو میرا بیاباں ہے
سوادِ تربتِ مجنوں تو چراگاہِ غزالاں ہے

کرے ہو خندۂ دنداں نما تو میں بھی روؤں گا
چمکتی زور ہے بجلی مقرر آج باراں ہے

چمن پر نوحہ وزاری سے کس گل کا یہ ماتم ہو
جو شبنم ہو تو گریاں ہو جو بلبل ہو تو نالاں ہے

ہر اک مژگاں پہ میرے اشک کے قطرے جھمکتے ہیں
تماشا مفت خوباں ہو لبِ دریا چراغاں ہے

کیا تھا جا بجا رنگیں لہو تجھ ہجر میں رو کر
گریباں میر کا دیکھا مگر گلچیں کا داماں ہے

اپنا شعار پوچھو تو مہرباں وفا ہے
پر اُس کے جی میں ہم سے کیا جانیے کہ کیا ہو

بالیں پہ میری آکر ٹک دیکھ شوقِ دیدار
سارے بدن کا جی اب آنکھوں میں آرہا ہو

بے اُس کے رک کے مرتے گرمئ عشق میں تو
کرتے ہیں آہ جب تک تب تک ہی کچھ ہوا ہو

شکوہ ہے رونے کا یہ بیگانگی سے تیری
مژگانِ تر و گرنہ آنکھوں میں آشنا ہو

مت کر زمینِ دل میں تخمِ اُمید ضائع
بوٹا جو یہاں اُگا ہے سو اُگتے ہی جلا ہو

شرمندہ ہوتے ہیں گے خورشید و ماہ دونوں
خوبی نے منہ کی تیرے ظالم قِراں کیا ہو

اے شمع بزمِ عاشق روشن ہو یہ کہ تجھ بن
آنکھوں میں میری عالم تاریک ہو گیا ہو

جیتے ہی جی تلک ہیں سارے علاقے سو تو
عاشق ترا مجرد فارغ ہی ہو چکا ہو

صد سحر دیکھ رقیمہ خطِ میر جی کا دیکھا
قاصد نہیں چلا ہے جادو مگر چلا ہے

حرم کو جائیے یا دیر میں بسر کریے
تری تلاش میں اک دل کدھر کدھر کریے

کٹے ہے دیکھیے یوں عمر کب تلک اپنی
کہ سنیے نام ترا اور چشم تر کریے

دوستِ ناز تو مچلا ہے کیا جتائیے حال
جو بے خبر ہو بھلا اُس کے تئیں خبر کریے

ہوا ہے دن تو جدائی کا سو تعب سے شام
شبِ فراق کس امید پر سحر کریے

جہاں کا دید بجز ماتمِ نظارہ نہیں
کہ دیدنی ہی نہیں جس پہ یہاں نظر کریے

جیوں سے جاتے ہیں ناچار آہ کیا کیا لوگ
کبھو تو جانبِ عشاق بھی گزر کریے

ستم اُٹھانے کی طاقت نہیں ہو اب اُس کو
جو دل میں آوے تو ٹک رحم میر پر کریے

مشہور چمن میں تری گل پیرہنی ہے
قرباں ترے ہر عضو پہ نازک بدنی ہے

Marfat.com

عریانیِ آشفتہ کہاں جائے پس از مرگ
کشتہ ہے ترا اور یہی بے کفنی ہے

سمجھے ہے نہ پروانہ، نہ تھامے ہے زباں شمع
وہ سوختنی ہے تو یہ گردن زدنی ہے

لیتا ہی نکلتا ہے مرا لختِ جگر اشک
آنسو نہیں گویا کہ یہ ہیرے کی کنی ہے

بلبل کی کفِ خاک بھی اب ہوگی پریشاں
جامے کا ترے رنگ ستمگر چمنی ہے

کچھ تو ابھارے صورتِ شیریں کہ دکھاؤں
فرہاد کے ذمّے بھی عجب کوہ کنی ہے

ہوں گرمِ سفر شامِ غریباں سے خوشی ہوں
اے صبحِ وطن تو تو مجھے بے وطنی ہے

قطعہ

ہر چند گدا ہوں میں ترے عشق میں لیکن
ان بلہوسوں میں کوئی مجھ سا بھی غنی ہے

ہر اشک مرا ہے دُرِ شہوار سے بہتر
ہر لختِ جگر رشکِ عقیقِ یمنی ہے

بگڑی ہے نپٹ میر طپش اور جگر میں
شاید کہ مرے جی ہی پر اب آن بنی ہے

اب کر کے فراموش تو ناشاد کرو گے
پر ہم جو نہ ہوں گے تو بہت یاد کرو گے

زنہار اگر خستہ دلاں بیستوں جاؤ
ٹک پاسِ ہنرمندیِ فرہاد کرو گے

غیر دل پہ اگر کھینچو گے شمشیر تو خوباں
اک اور مری جان یہ بیداد کرو گے

قطعہ

جاگہ نہیں یہاں رو دیے جس پر نہ کھڑے ہو
کچھ شور ہے سر پر تو مجھے یاد کرو گے

اس دشت میں اے راہ رواں ہر قدم اوپر
مانند جرس نالہ و فریاد کرو گے

گر دیکھو گے تم طرزِ کلام اس کی نظر کر
اے اہلِ سخن میر کو استاد کرو گے

خوش سرانجام تھے وے جلد جو ہشیار ہوئے
ہم تو اے ہمنفساں دیر خبردار ہوئے

جنسِ دل دونوں جہاں جس کی بہا تھی اس کا
ایک نگہ مول ہوا تم نہ خریدار ہوئے

عشق وہ ہے کہ جو تھے خلوتیِ منزلِ قدس
وے بھی رسوائے سرِ کوچہ و بازار ہوئے

سیرِ گلزار مبارک ہو صبا کو ہم تو
ایک پرواز نہ کی تھی کہ گرفتار ہوئے

اس ستمگار کے کوچے کے ہوا داروں میں
نام فردوس کا ہم لے کے گنہگار ہوئے

وعدۂ حشر تو موہوم نہ سمجھے ہم آہ
کس توقع پہ ترے طالبِ دیدار ہوئے

میر صاحب سے خدا جانے ہوئی کیا تقصیر
جس سے اس ظالم نمایاں کے سزاوار ہوئے

Marfat.com

ترا اے ناتوانی جو کوئی عالم میں رسوا ہے
توانائی کا منہ دیکھا نہیں اُن نے کہ کیسا ہے

نیاز ناتواں کیا ناز سرو قد سے بر آوے
مثل مشہور ہے یہ تو کہ دستِ زور بالا ہے

ابھی اک عمر رونا ہے نہ کھوؤ اشک آنکھوں تم
کرو کچھ سوجھتا اپنا تو بہتر ہے کہ دُنیا ہے

کیا اے سایۂ دیوار تو نے مجھ سے رو پنہاں
مرے اب دھوپ میں جلنے ہی کا آثار پیدا ہے

بھلے کو اپنے سب دوڑے ہیں یہ اپنا بُرا چاہے
چلن اس دل کا تم دیکھو تو دُنیا سے نرالا ہے

رہو مت در ہی پھرنے دو کوچوں میں مجھے لڑکو
کروگے تنگ اتنے تم اور تو نزدیک صحرا ہے

گلا سن پیچشِ کاکل کا مجھ سے یوں لگا کہنے
تو اپنی فصد کر جلدی کہ تجھ کو میر سودا ہے

گزار ابر اب بھی جب کبھو ادھر کو ہوتا ہے
ہماری بیکسی پہ زار باراں دیر روتا ہے

ہوا مذکور نام اُس کا کہ آنسو بہ چلے منہ پہ
ہمارے کام سارے دیدۂ تر ہی ڈبوتا ہے

بجائے سینہ کوبی سنگ سے دل خون ہوتے ہیں
جو ہمدم ایسے جاتے ہیں تو ماتم سخت ہوتا ہے

نہ کی نشو و نما کامل نہ کام اپنا کیا حاصل
فلک کوئی بھی دل سے تخم کہ بیہنت بوتا ہے

ہلانا ابروؤں کا لے ہے زیرِ تیغ عاشق کو
پلک کا مارنا برچھی کلیجے بیچ چبھوتا ہے

کہاں اے رشک آبِ زندگی ہے تو کہ یہاں تجھ بن
ہر اک پاکیزہ گوہر جی سے اپنے ہاتھ دھوتا ہے

لگا مرنے کو میرے دیکھ کر وہ ناسمجھ کہنے
جوانی کی ہے نیند اسکو کہ اس غفلت سے سوتا ہے

پریشاں گرد سا کا ہے جو بگولا ہے صحرا میں
اُسی کی جستجو میں خضر بھی اوقات کھوتا ہے

نہ رکھو کان نظمِ شاعران حال پر اتنے
چلو ٹک میر کو سننے کہ موتی سے پروتا ہے

ہم تو اس کے ظلم سے ہمدم چلے
رہ سکے ہے تو تو رہ یہاں ہم چلے

ٹوٹے جوں لالہ ستاں سے ایک پھول
ہم سے یہاں سے داغ یک عالم چلے

جنبش ابرو تو وہاں رہتی نہیں
کب تلک تلوار یہاں ہر دم چلے

زخم جگر کے آیا آخر ہو گئے
اشک خونی کچھ مژہ پر جم چلے

دیکھیے بخت زبوں کیا کیا دکھائے
تم تو خوباں ہم سے ہو برہم چلے

بھاگتے پر بیٹھے تھے گویا غزال
تیری آنکھیں دیکھتے ہی رم چلے

مجھ سے ناشائستہ کیا دیکھا کہ میر
آتے آتے کچھ جو آنسو تھم چلے

Marfat.com

غیر نے ہم کو ذبح کیا نے طاقت ہے نے یارا ہے
اس کتے نے کر کے دلیری صیدِ حرم کو مارا ہے

باغ کو تجھ بن اپنے بھائیں آتش دی ہے بہاراں نے
ہر غنچہ اخگر ہی ہم کو ہر گل ایک انگارا ہے

جب تجھ بن لگتا ہے تڑپنے جائے ہے نکلا ہاتھوں سے
ہے جو گرہ سینے میں اُس کو دل کہئے یا یارا ہے

راہِ حدیث جو ٹک بھی نکلی کون سکھائے ہم کو پھر
روئے سخن پر کس کو دے وہ شوخ بڑا عیّارا ہے

کام اُس کا ہے خون افشانی ہر دم تیری فرقت میں
چشم کو میری آ کر دیکھ اب لوہو کا فوّارا ہے

بال کھلے وہ شب کو شاید بسترِ ناز پہ سوتا تھا
آئی نسیم صبح جو ایدھر پھیلا عنبر سارا ہے

کس دن دامن کھینچ کے اُن نے یار سے اپنا کام لیا
مدت گزری دیکھتے ہم کو میر بھی اک ناکارا ہے

بندِ قبا کو خوباں جس وقت وا کریں گے
خمیازہ کش جو ہوں گے ملنے کے کیا کریں گے

رونا یہی ہے مجھ کو تیری جفا سے ہر دم
یہ دل دماغ دونوں کب تک وفا کریں گے

ہے دین سر کا دینا گردن پہ اپنی خوباں
جیتے ہیں تو تمھارا یہ قرض ادا کریں گے

درویش ہیں ہم آخر دو اک نگہ کی رخصت
گوشہ میں بیٹھے پیارے تم کو دعا کریں گے

آخر تو روزی آئے دو چار روز ہم بھی
ترسا بچوں میں جا کر دارو پیا کریں گے

عالم مرے ہے تجھ پر آئی اگر قیامت
تیری گلی کے ہر سو محشر ہوا کریں گے

دامانِ دشت سوکھا ابروں کی بے تہی سے
جنگل میں رونے کو اب ہم بھی چلا کریں گے

لائی تری گلی تک آوارگی ہماری
ذلت کی اپنی اب ہم عزت کیا کریں گے

احوالِ میر کیونکر آخر ہو ایک شب میں
اک عمر ہم یہ قصہ تم سے کہا کریں گے

Marfat.com

ہم ہوئے، تم ہوئے، کہ میر ہوئے | اُس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے
جن کی خاطر کی استخواں شکنی | سو ہم اُن کے نشانِ تیر ہوئے
نہیں آتے کسو کی آنکھوں میں | ہو کے عاشق بہت حقیر ہوئے
آگے یہ بے ادائیاں کب تھیں | ان دنوں تم بہت شریر ہوئے
اپنے روتے ہی روتے صحرا کے | گوشے گوشے میں آب گیر ہوئے
قطعہ
ایسی ہستی عدم میں داخل ہے | نے جواں ہم نہ طفلِ شیر ہوئے
ایک دم تھی نمود بود اپنی | یا سفیدی کی یا اخیر ہوئے
یعنی مانندِ صبحِ دُنیا میں | ہم جو پیدا ہوئے سو پیر ہوئے

مت مل اہلِ دول کے لڑکوں سے
میر جی ان سے مل فقیر ہوئے

توجہ تیری ہی حیرت مری آنکھوں پہ کیا کم ہے | جو میں ہر اک مژہ دیکھوں کہ یہ تر ہے کہ یہ نم ہے
کرے ہے سو پریشاں غم وفا تو تعزیہ تو لے | حیا کر حقِ صحبت کی کہ اس بیکس کا ماتم ہے
دو رنگی دہر کی پیدا ہے یہاں سے دل اٹھا اپنا | کسو کے گھر میں شادی ہے کہیں ہنگامۂ غم ہے

کہیں آشفتگاں سے میر بستہ ہووے ہے حاصل
جو زلفیں اُس کی درہم ہیں مرا بھی کام برہم ہے

جب کہ پہلو سے یار اُٹھتا ہے | درد بے اختیار اُٹھتا ہے
اب تلک بھی مزارِ مجنوں سے | ناتواں اک غبار اُٹھتا ہے

ہے بگولا غبار کس کا میر
کہ جو ہو بیقرار اُٹھتا ہے

کیا مرے سروِ رواں کا کوئی مائل ایک ہے | سیکڑوں ہم خوں گرفتہ ہیں وہ قاتل ایک ہے
راہ سب کو ہے خدا سے جان اگر پہنچا ہے تو | ہوں طریقے مختلف کتنے ہی منزل ایک ہے
اس مرے بُت نے سبھوں کو حق سی توڑا اپنا کیا | کام میں اپنے بھی وہ معبودِ باطل ایک ہے
کیا عرب میں کیا عجم میں ایک لیلیٰ کا ہے شور | مختلف ہوں گو عبارات انکا محمل ایک ہے
ایک سے ہے خرمنِ غم دانۂ اشک ایک سے | دیدہ و دل الغرض دونوں کا حاصل ایک ہے
اس شکار افگن کے کوچے سے نہیں جاتا ہے ظلم | ایک اگر جی سے گیا تو نیم بسمل ایک ہے

Marfat.com

چشم و ابرو ناز و خوبی زلف و کاکل خال و خط
دیکھئے کیا ہو بلائیں اتنی ہیں دل ایک ہے

کام کچھ دنیا کے آسانی میں ہو تو میر کر
مردن دشوار بھی درپیش منزل ایک ہے

جبتک کڑی اٹھائی گئی ہم کڑے رہے
ایک ایک سخت بات پہ برسوں اڑے رہے

اب کیا کریں نہ صبر ہے دل کو نہ جی میں تاب
کل اس گلی میں آٹھ پہر غش پڑے رہے

وہ گل کو خوب کہتی تھی میں اس کے رو کے تئیں
بلبل سے آج باغ میں جھگڑے بڑے رہے

فرہاد و قیس ساتھ کے سب کے چل بسے
دیکھیں نباہ کیونکہ ہو اب ہم چھڑے رہے

کس کے تئیں نصیب گل فاتحہ ہوئے
ہے ہے ہزار دل اس کی گلی میں گڑے رہے

برسوں تلک نہ آنکھ ملی ہم سے یار کی
پھر گو کہ ہم بصورت نسا ہر اڑے رہے

یعنی کہ اپنے عشق سے حیران کار میر
دیوار کے سے نقش در اوپر کھڑے رہے

ششجہت ہے اس میں ظالم بوئے خوں کی راہ ہے
تیرا کوچہ ہم سے تو کہہ کس کی بسمل گاہ ہے

ایک نبھنے کا نہیں مژگاں تلک تو جل ہی سب (تھمنے)
کاروان لخت دل ہر اشک کے ہمراہ ہے

ہم جوانوں کو نچھوڑا اس سے سب بگڑی گئے
یہ دو سالہ دختر رز کس قدر شتاہ ہے

پا برہنہ خاک سر میں مو پریشاں سینہ چاک
حال میرا دیکھنے آتیے ہی دلخواہ ہے

اس جنوں پر میر کوئی بھی پھرے ہے شہر میں
جادۂ صحرا اسے کر سازش جو تجھ سے راہ ہے

مشکل ہے ہونا روکش رخسار کی جھلک کے
ہم تو لب شہر ہیں اس جا پر جلتے ہیں ملک کے

مرتا ہی کیوں تو ناحق یاری برادری پر
دنیا کے سارے ناتے ہیں جیتے جی تلک کے

کہتے ہیں گور میں بھی ہیں تین روز بھاری
جاویں کدھر الٰہی مارے ہوئے فلک کے

لاتے نہیں نظر میں غلطانی گہر کو
ہم معتقد ہیں اپنے آنسو ہی کی ڈھلک کے

کل اک مژہ نچوڑے طوفان نوح آیا
فکر فشار میں ہوں میر آج ہر پلک کے

تا چند ترے غم میں یوں زار رہا کیجے
امید عیادت پر بیمار رہا کیجے

نے اب ہے جگر کاوی نے سینہ خراشی ہے
مجھ جی میں یہ آئے ہے بیکار رہا کیجے

Marfat.com

کیفیت چشماں اب معلوم ہوئی اُنکی
یہ مست ہیں وہ خونی ہشیار رہا کیجے

دل جاؤ تو لب جاؤ ہو خون جگر ہو وے
اک جان ہے کس کس کی غمخوار رہا کیجے

ہے زیست کوئی یہ بھی جو میر کرے ہے تو
ہر آن میں مرنے کو تیار رہا کیجے

طاقت نہیں ہے جی میں نے اب جگر رہا ہے
پھر دل ستم رسیدہ اک ظلم کر رہا ہے

مارا ہے کس کو ظالم اس بے سلیقگی سے
دامن تمام تیرا لوہو میں بھر رہا ہے

پہنچا تھا تیغ کھینچے مجھ تک جو بولی دشمن
کیا مارتا ہے اس کو یہ آپھی مر رہا ہے

آنے کہا ہے میرے خوش قد نے رات گزرے
ہنگامۂ قیامت اب صبح پر رہا ہے

چل ہمنشیں کہ دیکھیں آوارہ میر کو ٹک
خانہ خراب وہ بھی آج اپنے گھر رہا ہے

قرار دل کا یہ کاہے کو ڈھنگ تھا آگے
ہمارے چہرے کے اوپر بھی رنگ تھا آگے

اٹھائیں تیرے لیے بد زبانیاں اُن کی
جنھوں کی ہم کو خوشامد سے ننگ تھا آگے

ہماری آہوں سے سینہ یہ ہو گیا بازار
ہر ایک زخم کا کوچہ جو تنگ تھا آگے

رہا تھا شمع سے مجلس میں دوش کتنا فرق
کہ جل بجھے تھے یہ ہم پر پتنگ تھا آگے

کیا خراب تغافل نے اس کے ورنہ میر
ہر ایک بات پہ دشنام و سنگ تھا آگے

تجھ بن خراب و خستہ زبوں خوار ہو گئے
کیا آرزو تھی ہم کو کہ بیمار ہو گئے

خوبی بخت دیکھ کہ خوبانِ بے وفا
بے ہیچ میرے در پئے آزار ہو گئے

ہم نے بھی سیر کی تھی چمن کی پر اے نسیم
اُٹھتے ہی آشیاں سے گرفتار ہو گئے

وہ تو گلے لگا ہوا سوتا تھا خواب میں
بخت اپنے سو گئے کہ جو بیدار ہو گئے

اپنی یگانگی ہی کیا کرتے ہیں بیاں
اغیار رو سیاہ بہت یار ہو گئے

لائی تھی شیخ پر بھی خرابی تری نگاہ
بے طالعی سے اپنی وہ ہشیار ہو گئے

کیسے ہیں وے کہ جیتے ہیں صد سال ہم تو میر
اس چار دن کی زیست میں بیزار ہو گئے

تنگ آئے ہیں دل اس جی سے اُٹھا بیٹھیں گے
بھوکوں مرتے ہیں کچھ اب یار بھی کھا بیٹھیں گے

Marfat.com

اب کے بگڑے گی اگر اُن سے تو اس شہر سے جا / کسو ویرانے میں تکیہ ہی بنا بیٹھیں گے
معرکہ گرم تو ٹک ہونے دو خونریزی کا / پہلے تلوار کے نیچے ہمیں جا بیٹھیں گے
ہوگا ایسا بھی کوئی روز کہ مجلس سے کبھو / ہم تو ایک آدھ گھڑی اُٹھ کے جدا بیٹھیں گے
جا نہ اظہار محبت پہ ہوسناکوں کی / وقت کے وقت یہ سب منہ کو چھپا بیٹھیں گے
دیکھیں وہ غیرتِ خورشید کہاں جاتا ہے / اب سرِ راہ دمِ صبح سے آ بیٹھیں گے
بھیڑ ٹلتی ہی نہیں آگے سے اُس ظالم کے / گردنیں یار کسی روز کٹا بیٹھیں گے
کب تلک گلیوں میں سودائی سے پھرتے رہیے / دل کو اس زلفِ مسلسل سے لگا بیٹھیں گے
شعلہ افشاں اگر ایسی ہی رہی آہ تو میر / گھر کو ہم اپنے کسو رات جلا بیٹھیں گے

نالہ تا آسمان جاتا ہے / شور سے جیسے بان جاتا ہے
دل عجب جائے ہے ولیکن مفت / ہاتھ سے یہ مکان جاتا ہے
کیا خرابی ہے میکدہ کی سہل / محتسب اک جہان جاتا ہے
جب سرِ راہ آوے ہے وہ شوخ / ایک عالم کا جان جاتا ہے
اس سخن ناشنو سے کیا کہیے / غیر کی بات مان جاتا ہے
عشق کے داغ کا عبث ہے علاج / کوئی اب یہ نشان جاتا ہے
گو وہ ہرجائی آئے اپنی اور / سو طرف ہی گمان جاتا ہے
میر گو عمرِ طبعی کو پہنچا / عشق میں جوں جواں جاتا ہے

مر ہی جاویں گے بہت ہجر میں ناشاد رہے / بھول تو ہم کو گئے ہو یہ تمھیں یاد رہے
ہم سے دیوانے رہیں شہر میں سبحان اللہ / دشت میں قیس رہے کوہ میں فرہاد رہے
کچھ بھی نسبت نہ تھی جب دیر سے تب کیا تھا شیخ / ہم حرم میں بھی رہے تو ترے داماد رہے
دور اتنی تو نہیں شامِ اجل دوری میں / تا سحر ایسی ہی جو زاری و فریاد رہے
سر تو کٹوا ہی چلے میر تڑپ سے تو بچیں / جو ٹک اک پانوں رکھے چھاتی پہ جلاد رہے

جب رونے بیٹھتا ہوں تب کیا کسر رہے ہے / رومال دو دو دن تک جوں ابرِ تر رہے ہے

Marfat.com

آہِ سحر کی میری برچھی کے وسوسے سے
خورشید کے منھ اوپر اکثر سپر رہے ہے

آگہ تو رہئے اس کی طرزِ رہ و روش سے
آنے میں اس کے لیکن کس کو خبر رہے ہے

ان روزوں اتنی غفلت اچھی نہیں ادھر سے
اب اضطراب ہم کو دو دو پہر رہے ہے

آبِ حیات کی سی ساری روش ہے اس کی
پر جب وہ اٹھ چلے ہے ایک آدھ مر رہے ہے

تلوار اب لگا ہے بے ڈول پاس رکھنے
خون آجکل کسو کا وہ شوخ کر رہے ہے

در سے کبھو جو آتے دیکھا ہے میں نے اس کو
تب سے ادھر ہی اکثر میری نظر رہے ہے

آخر کہاں تلک ہم اک روز ہو چکیں گے
برسوں سے وعدۂ شب ہر صبح پر رہے ہے

میر اب بہار آئی صحرا میں چل جنوں کر
کوئی بھی فصلِ گل میں نادان گھر رہے ہے

نالے کا آج دل سے پھر لب تلک گزر ہے
ٹک گوش رکھیو ایدھر ساتھ اس کے کچھ خبر ہے

اے حبِّ جاہ والو جو آج تاجور ہے
کل اس کو دیکھیو تم نے تاج ہے نہ سر ہے

اب کی ہوائے گل میں سیرابی ہے نہایت
جوئے چمن پہ سبزہ مژگانِ چشمِ تر ہے

اے ہمصفیر بے گل کس کو دماغِ نالہ
مدت ہوئی ہماری منقار زیرِ پر ہے

شمعِ اخیرِ شب ہوں سن سرگزشت میری
پھر صبح ہونے تک تو قصہ ہی مختصر ہے

اب رحم پر اسی کے موقوف ہے کہ یاں تو
نے اشک میں سرایت نے آہ میں اثر ہے

تو ہی زمام اپنی ناقے تڑا کہ مجنوں
مدت سے نقشِ پا کے مانند راہ پر ہے

ہم مستِ عشق واعظ بے ہیچ بھی نہیں ہیں
غافل جو بے خبر ہیں کچھ ان کو بھی خبر ہے

اب پھر ہمارا اس کا محشر میں ماجرا ہے
دیکھیں تو اس جگہ کیا انصافِ دادگر ہے

آفت رسیدہ ہم کیا سر کھینچیں اس چمن میں
جوں نخلِ خشک ہم کو نے سایہ نے ثمر ہے

گر میر اس زمیں میں اور اک غزل تو موزوں
ہے حرف زن قلم بھی اب طبع بھی ادھر ہے

ڈھونڈا نہ پائیے جو اس وقت میں سو زر ہے
پھر چاہ جس کی مطلق ہے ہی نہیں ہنر ہے

ہر دم قدم کو اپنے رکھ احتیاط سے یاں
یہ کارگاہ ساری دکانِ شیشہ گر ہے

ڈھاہا جنوں نے اس کو ان پر خرابی آئی
جانا گیا اسی سے دل بھی کسو کا گھر ہے

تجھ بن شکیب کب تک بے فائدہ ہوں نالاں
مجھ نالہ کش کے تو اے فریاد رس کدھر ہے

Marfat.com

صید افگنو ہمارے دل کو جگر کو دیکھو / اک تیر کا ہدف ہے اک تیغ کا سپر ہے
اہل زمانہ رہتے اک طور پر نہیں ہیں / ہر آن مرتبے سے اپنے انھیں سفر ہے
کافی ہے مہر قاتل محضر پہ خوں کے میرے / پھر جس جگہ یہ جاوے اس جا ہی معتبر ہے
تیری گلی سے بچکر کیوں مہر و مہ نہ نکلیں / ہر کوئی جانتا ہے اس راہ میں خطر ہے
وے دن گئے کہ آنسو روتے تھے میر اب تو / آنکھوں میں لخت دل ہے یا پارۂ جگر ہے

تب شمع پر پتنگ کے آنے کو عشق ہے / اس دل جلے کی تاب کے لانے کو عشق ہے
سر مار مار سنگ سے مردانہ جی دیا / فرہاد کے جہان سے جانے کو عشق ہے
اٹھیو سمجھ کے جا سے کہ مانند گرد باد / آوارگی سے تیری زمانے کو عشق ہے
بس اے سپہر سعی سے تیری تو روز و شب / یہاں غم ستانے کو ہے جلانے کو عشق ہے
بیٹھی جو تیغ یار تو سب تجھ کو کھا گئی / اے سینے تیرے زخم اٹھانے کو عشق ہے
اک دم میں تو نے پھونک دیا دو جہاں تئیں / اے عشق تیرے آگ لگانے کو عشق ہے
سودا ہو تب ہو میر کو تو کریے کچھ علاج / اس تیرے دیکھنے کے دوانے کو عشق ہے

جب سے اس بیوفا نے بال رکھے / صید بندوں نے جال ڈال رکھے
ہاتھ کیا آوے وہ کمر ہے ہیچ / یوں کوئی جی میں کچھ خیال رکھے
رہرو راہ خوفناک عشق / چاہیے پاؤں کو سنبھال رکھے
پہنچے ہر اک نہ درد کو میرے / وہ ہی جانے جو ایسا حال رکھے
ایسے زردوست ہو تو خیر ہے اب / ملے اس سے جو کوئی مال رکھے
بحث ہے ناکسوں سے کاش فلک / مجھکو اس زمرہ سے نکال رکھے
سمجھے انداز شعر کو میرے / میر کا سا اگر کمال رکھے

یہاں جو وہ نونہال آتا ہے / جی میں کیا کیا خیال آتا ہے
اس کے چلنے کی آن کا بے حال / مدتوں میں بحال آتا ہے
مدتو گزرا قفس ہی میں دیکھیں / اب کی کیسا یہ سال آتا ہے

Marfat.com

شیخ کی تو نماز پر مت جا
بوجھ سر کا سا ڈال آتا ہے

آرسی کے بھی گھر میں شرم سے میرؔ
کم ہی وہ بے مثال آتا ہے

پیری میں کیا جوانی کے موسم کو روئیے
اب صبح ہونے آئی ہے اک دم تو سوئیے

رخسار اُس کے ہائے رے جب دیکھتے ہیں ہم
آتا ہے جی میں آنکھوں کو اُن میں گڑوئیے

اخلاص دل سے چاہئے سجدہ نماز میں
بیفائدہ ہے ورنہ جو یوں وقت کھوئیے

کس طور آنسوؤں میں نہاتے ہیں غم کشاں
اس آبِ گرم میں تو نہ انگلی ڈبوئیے

مطلب کو تو پہنچتے نہیں اندھکے سے طور
ہم مارتے پھرے ہیں یونہیں ٹکّر ٹوئیے

اب جان جسمِ خاک سے تنگ آگئی بہت
کبتک اس ایک ٹوکری مٹی کو ڈھوئیے

آلودہ اُس گلی کے جو ہوں خاک سے تو میرؔ
آبِ حیات سے بھی نہ وے پانوں دھوئیے

شب گئے تھے باغ میں ہم ظلم کے مارے ہوئے
جان کو اپنی گلِ مہتاب انگارے ہوئے

گور پر میری پس از مدت قدم رنجہ کیا
خاک میں مجھ کو ملا کر مہرباں بارے ہوئے

آستینیں رکھتے رکھتے دیدۂ خونبار پر
حلقِ بسمل کی طرح لوہو کے فوارے ہوئے

وعدے ہیں سارے خلاف و حرف ہیں یکسر فریب
تم لڑکپن میں کہاں سے ایسے عیارے ہوئے

پھرتے پھرتے عاقبت آنکھیں ہماری مند گئیں
سو گئے بیہوش تھے ہم راہ کے مارے ہوئے

پیار کرنے کا جو خوباں ہم پہ رکھتے ہیں گناہ
اُن سے بھی تو پوچھتے تم اتنے کیوں پیارے ہوئے

تم جو ہم سے مل چلے ٹک شک سب نے لگے
مہرباں جتنے تھے اپنے مدعی سارے ہوئے

آج میرے خون پر اصرار ہر دم ہے تمھیں
آہ ہو کیا جانیے تم کس کے سنکارے ہوئے

لیتے کروٹ ہل گئے جو کان کے موتی ترے
شرم سے سر در گریباں صبح کے تارے ہوئے

استخواں ہی رہ گئے تھے یاں ہم خونریز میرؔ
دانتے پڑ کرتے بیچ اس شوخ کے آرے ہوئے

کرے کیا کہ دل بھی تو مجبور ہے
زمیں سخت ہے آسماں دور ہے

جرس راہ میں جملہ تن شور ہے
مگر قافلے سے کوئی دور ہے

لہ سعدی سے دوستاں منع کنندم کہ چرا دل بتو دادم ؛ باید اول بتو گفتن کہ چنیں خوب چرائی عہ مٹیے تو ٹکٹکی یہ پچنا شہ

Marfat.com

تمنائے دل کیلئے جان دی
سلیقہ ہمارا تو مشہور ہے
نہ ہو کس طرح فکر انجام کار
بھروسے ہے جس پر سو مغرور ہے
پلک کی سیاہی میں ہے وہ نگاہ
کسو کا مگر خون منظور ہے
دل اپنا نہایت ہے نازک مزاج
گرا گر یہ شیشہ تو پھر چور ہے
کہیں جو تسلی ہوا ہو یہ دل
وہی بیقراری بدستور ہے
نہ دیکھا کہ لوہو تھنبا ہو کبھو
مگر چشم خونبار ناسور ہے
تنک[1] گرم تو سنگریزے کو دیکھا
نہاں اس میں بھی شعلۂ طور ہے

بہت سعی کریے تو مر رہیے میر
بس اپنا تو اتنا ہی مقدور ہے

اب میر جی تو اچھے زندیق ہی بن بیٹھے
پیشانی پہ دے قشقہ زنار پہن بیٹھے
آزردہ دلِ الفت ہم چپکے ہی بہتر ہیں
سب رو اُٹھیگی مجلس جو کر کے سخن بیٹھے
عریان پھریں کبتک اے کاش کہیں آکر
تہ گردِ بیاباں کی بالائے بدن بیٹھے
پیکانِ خدنگ اُس کا یوں سینہ کے اودھر ہے
جوں مارِ سیہ کوئی کاڑھے ہوئے پھن بیٹھے
جز خط کے خیال اُس کے کچھ کام نہیں ہم کو
سبزی پیے ہم اکثر رہتے ہیں مگن بیٹھے
شمشیر ستم اُسکی اب گو کہ چلے ہر دم
شوریدہ سر اپنے سے ہم باندھ کفن بیٹھے

بس ہو تو ادھر اودھر یوں پھرنے نہ دیں تجھ کو
ناچار ترے ہم یہ دیکھیں ہیں چلن بیٹھے

نہ تنہا داغ تو سینے پہ میرے اک چمن نکلے
ہر اک لختِ جگر کے ساتھ سو زخمِ کہن نکلے
گماں کب تھا یہ پروانہ پر اتنا شمع رویگی
کہ مجلس میں سے جس کے اشک کے بھر بھر لگن نکلے
کہاں تک نازبرداری کروں شامِ غریباں کی
کہیں گردِ سفر سے جلد بھی صبحِ وطن نکلے
جنوں ان شورشوں پر ہاتھ کی چالاکیاں ایسی
میں ضامن ہوں اگر ثابت بدن سے پیرہن نکلے

حرم میں میر جتنا بت پرستی پر ہے تو مائل
خدا ہی ہو تو اتنا بتکدے میں برہمن نکلے

[1] یہ شعر قدیم مطبوعہ و قلمی نسخوں میں اسی طرح ہے مجبوراً بحالہ رکھا گیا ممکن ہے کہ دیکھا کے بجائے دیکھ ہو ۱۲ آسی

Marfat.com

قصد گر امتحان ہے پیارے
اب تلک نیم جان ہے پیارے

سجدہ کرنے میں سر کٹیں ہیں جہاں
سو ترا آستان ہے پیارے

گفتگو ریختے میں ہم سے نہ کر
یہ ہماری زبان ہے پیارے

کام میں قتل کے مرے تن دے
اب تلک مجھ میں جان ہے پیارے

چھوڑ جاتے ہیں دل کو تیرے پاس
یہ ہمارا نشان ہے پیارے

شکلیں کیا کیا کیاں ہیں جنگی خاک
یہ وہی آسمان ہے پیارے

قطعہ

جا چکا دل تو یہ یقینی ہے
کیا اب اس کا بیان ہے پیارے

پر تبسم کے کرنے سے تیرے
کنج لب پر گمان ہے پیارے

میر عمداً بھی کوئی مرتا ہے
جان ہے تو جہان ہے پیارے

کل وعدہ گاہ میں سے جوں توں کے ہم کو لائے
ہونٹھوں پہ جان آئی پر آہ وے نہ آئے

زخموں پہ زخم جھیلے داغوں پہ داغ کھائے
یک قطرہ خونِ دل نے کیا کیا ستم اٹھائے

اُس کی طرف کو ہم نے جب نامہ بر چلائے
اُن کا نشان نہ پایا خط راہ میں سب پائے

خوں بستہ جب تلک تھیں دریا رکے کھڑے تھے
آنسو گرے کروڑوں پلکوں کے ٹک ہلائے

جنجو کے زخمی اچھے نہ ہوتے دیکھے
گل جب چمن میں آئے زخم اپنے سب دکھائے

بڑھتیں نہیں پلک سے تا ہم تلک بھی پہنچیں
پھرتی ہیں وے نگاہیں پلکوں کے سائے سائے

پر کی بہار میں جو محبوب جلوہ گر تھے
سو گردشِ فلک نے سب خاک میں ملائے

ہر قطعہ چمن پر ٹک گاڑ کر نظر کر
بگڑیں ہزار شکلیں تب پھول یہ بنائے

یکحرف کی بھی مہلت ہم کو نہ دی اجل نے
تھا جی میں آہ کیا کیا پر کچھ نہ کہنے پائے

چھاتی سے راہ اُن کی پا سیز مین جنھوں نے
خار و خس چمن سے ناچار دل لگائے

آگے بھی تجھ سے تھا یاں تصویر کا سا عالم
بیدردیِ فلک نے وے نقش سب مٹائے

مدت ہوئی تھی بیٹھے جوش و خروش دل کو
ٹھوکر نے اُس گلی کی آشوب پھر اُٹھائے

اعجاز عشق ہی سے جیتے رہے وگرنہ
کیا حوصلہ کہ جس میں آزار یہ سمائے

دل گرمیاں انھیں کی غیروں سے جب نہ تب تھیں
مجلس میں جب گئے ہم غیرت نے جی جلائے

جیتے تو میر ہر شب اس طرز عمر گذری
پھر گور پر ہماری بے شمع گو کہ آئے

Marfat.com

قبر عاشق پر مقرر روز آنا کیجیے
جو گیا ہو جان سے اُس کو بھی جانا کیجیے

رات دارو پیجیے غیروں میں بے لیت و لعل
یہاں سحر سر دُکھنے کا ہم سے بہانا کیجیے

ٹک تمھارے ہونٹھ کے ہلنے سے یہاں ہوتا ہے کام
اتنی اتنی بات جو ہووے تو مانا کیجیے

گوشۂ چشم بتاں یا کنج لب اس وقت میں
جا کہیں ہو تو دل اپنے کا ٹھکانا کیجیے

سیکھیے غیروں کے ہاں چھپ چھپ کے علم تیر بھی
سارے عالم میں ہمارے تئیں نشانا کیجیے

رفتہ رفتہ قاصدوں کو رنجگی اس سے ہوئی
جی میں ہے اب کی مقرر اپنا جانا کیجیے

نکلے ہے آنکھوں سے تو گرد کدورت جاے اشک
تا کجا تیری گلی میں خاک چھانا کیجیے

آبشار آنے لگے آنسو کی پلکوں سے تو میر
کب تلک یہ آب چادر منھ پہ تانا کیجیے

مہوشاں پوچھیں نہ ٹک ہجراں میں گر مر جائیے
اب کہو اس شہر ناپرساں سے کیدھر جائیے

کام دل کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں کیونکر بنے
آئیے تا چند و ناامید پھر کر جائیے

مضطرب اس آستاں سے اٹھ کے کچھ پایا نہ رد
منھ رہا ہے کیا جو پھر اب اس کنے رہ جائیے

بعد طوف قیس ہو جی زائر فرہاد بھی
وحشتیں اٹھیے تو کوہوں میں مقرر جائیے

شوق تھا جو یار کے کوچے ہمیں لایا تھا میر
پانوں میں طاقت کہاں اتنی کہ اب گھر جائیے

غالب کہ یہ دل خستہ شب ہجر میں مر جائے
یہ رات نہیں وہ جو کہانی میں گزر جائے

ہے طرفہ مفتن نگہ اس آئینہ رو کی
اک پل میں کرے سیکڑوں خوں اور مکر جائے

نہ بتکدہ ہے منزل مقصود نہ کعبہ
جو کوئی تلاشی[1] ہو ترا آہ کدھر جائے

ہر صبح تو خورشید ترے منھ پہ چڑھے ہے
ایسا نہ ہو یہ سادہ کہیں جی سے اتر جائے

یاقوت کوئی ان کو کہے ہے کوئی گلبرگ
ٹک ہونٹھ ہلا تو بھی کہ اک بات ٹھہر جائے

ہم تازہ شہیدوں کو نہ آ دیکھنے نازاں
دامن کی ترے زہ کہیں لوہو میں نہ بھر جائے

گریے کو مرے دیکھ ٹک اک شہر کے باہر
اک سطح ہے پانی کا جہاں تک کہ نظر جائے

مت بیٹھ بہت عشق کے آزردہ دلوں میں
نالہ کسو مظلوم کا تاثیر نہ کر جائے

اس ورطے سے تختہ جو کوئی پہنچے کنارے
تو میر وطن میرے بھی شاید یہ خبر جائے

[1] تلاشی ترکی لغت ہے بمعنی تلاش کرنے والا اور جو تلاش کے معنی پر تلاشی استعمال کرتے ہیں، غلط ہے۔ (آسی)

Marfat.com

ہم نے جانا تھا سخن ہونگے زباں پر کتنے
پر قلم ہاتھ جو آئی لکھے دفتر کتنے

میں نے اس قطعۂ صناع سے سر کھینچا ہے
کہ ہر اک کوچے میں جس کے تھے ہنرور کتنے

کشورِ عشق کو آباد نہ دیکھا ہم نے
ہر گلی کوچہ میں اوجڑ بیٹھے تھے گھر کتنے

آہ نکلی ہے یہ کس کی ہوس سیر بہار
آتے ہیں باغ میں آوارہ ہوئے پر کتنے

دیکھیو پنجۂ مژگاں کی ٹک آتش دستی
ہر سحر خاک میں ملتے ہیں دُر تر کتنے

کب تلک یہ دل صد پارہ نظر میں رکھیے
اس پر آنکھیں ہی لگے رہتے ہیں دلبر کتنے

عمر گزری کہ نہیں دودۂ آدم سے کوئی
جس طرف دیکھیے عرصہ میں ہیں اب خر کتنے

تو ہے بیچارہ گدا میرؔ ترا کیا مذکور
مل گئے خاک میں یہاں صاحب افسر کتنے

آہ جس وقت سر اٹھاتی ہے
عرش پر برچھیاں چلاتی ہے

ناز بردار لب ہے جاں جب سے
تیرے خط کی خبر کو پاتی ہے

اے شب ہجر راست کہہ تجھ کو
بات کچھ صبح کی بھی آتی ہے

چشم بد دور چشم تر اے میرؔ
آنکھیں طوفان کو دکھاتی ہے

طاقت نہیں ہے دل میں نے جی بجا رہا ہے
کیا ناز کر رہے ہو اب ہم میں کیا رہا ہے

جیب اور آستیں سے رونے کا کام گزرا
سارا نچوڑ اب تو دامن پر آ رہا ہے

اب چیت گر نہیں کچھ تازہ ہوا ہوں بیکل
آیا ہوں جب بخود میں جی اس میں جا رہا ہے

کاہے کا پاس اب تو رسوائی دور پہنچی
رازِ محبت اپنا کس سے چھپا رہا ہے

گرد رہ اس کی یارب کس اور سے اٹھے گی
سو سو غزال ہر سو آنکھیں لگا رہا ہے

بندے تو طرحدار وہیں طرح کش تمھارے
پھر چاہتے ہو کیا تم اب اک خدا رہا ہے

دیکھ اس دہن کو ہر دم اے آرسی کہ یوں ہی
خوبی کا در کسو کی منہ پر بھی وا رہا ہے

دے لطف کی نگاہیں پہلے فریب ہیں سب
کس سے وہ بے مروت پھر آشنا رہا ہے

اتنا خزاں کرے ہے کب زرد رنگ پر یاں
تو بھی کسو نگہ سے اے گل جدا رہا ہے

رہتے ہیں داغ اکثر نان و نمک کی خاطر
جینے کا اس سمے میں اب کیا مزا رہا ہے

اب چاہتا نہیں ہے بوسہ جو تیرے لب سے
جینے سے میرؔ شاید کچھ دل اٹھا رہا ہے

Marfat.com

تڑپنا بھی دیکھا نہ بسمل کا اپنے
میں کشتہ ہوں اندازِ قاتل کا اپنے

نہ پوچھو کہ احوال ناگفتہ بہ ہے
مصیبت کے مارے ہوئے دل کا اپنے

دلِ زخم خوردہ کے اور اک لگائی
مداوا کیا خوب گھائل کا اپنے

ٹک ابرو کو میری طرف کیجے مائل
کبھو دل بھی رکھ لیجے مائل کا اپنے

ہوا دفترِ قیس آخر ابھی یاں
سخن ہے جنوں کے اوائل کا اپنے

پہنائیں رکھیں میں نے عالم میں کیا کیا
ہوں بندہ خیالاتِ باطل کا اپنے

مقامِ فنا واقعے میں جو دیکھا
اثر بھی نہ تھا گور منزل کا اپنے

جب تک کہ ترا گزر نہ ہووے
جادہ مری گور پر نہ ہووے

لے تیغ و سپر کو تو جدھر ہو
خورشید کا منہ اُدھر نہ ہووے

رونے کی ہے جا کہ آہ کریے
پھر دل میں ترے اثر نہ ہووے

بیمار رہے ہیں اُس کی آنکھیں
دیکھو سو کی نظر نہ ہووے

رکتی نہیں تیغ نالہ ہرگز
جب تک کہ جگر سپر نہ ہووے

کر بے خبر اک نگہ سے ساقی
لیکن کسو کو خبر نہ ہووے

خستے ترے موئے عنبریں کے
کیونکر جئیں صبر گر نہ ہووے

رکھ دیکھ کے راہِ عشق میں پائے
یہاں میر کسو کا سر نہ ہووے

رات گزری ہے مجھے نزع میں روتے روتے
آنکھیں پھر جائیں گی اب صبح کے ہوتے ہوتے

کھول کر آنکھ اُڑا دید[1] جہاں کا غافل
خواب ہو جائیگا پھر جاگنا سوتے سوتے

جم گیا خوں کفِ قاتل پہ ترا میر زبس
اُن نے رو رو دیا کل ہاتھ کو دھوتے دھوتے

یعقوب کے نہ کلبۂ احزاں تلک گئے
سو کاروانِ مصر سے کنعاں تلک گئے

بارے نسیم ضعف سے کل ہم اسیر بھی
سناہٹے[2] میں جی کے گلستاں تلک گئے

[1] دید۔ میر کے زمانہ تک مختلف فیہ تھا۔ چنانچہ سودا کا شعر "تمہارے چہرہ کو دیکھا ہے جب سے خوباں نے ؛ کیا ہے دید مقرر طلاق آئینہ کا" اب مؤنث مستعمل ہے۔ [2] سناہٹا۔ اب بغیر (ہ) کے بولا جاتا ہے اور فصحا اسی کو فصیح جانتے ہیں۔ آسی

Marfat.com

رہنے نہ دیں گے دشت میں مجنوں کو چین سے — گر ہم جنوں کے مارے بیاباں تلک گئے
گو موسمِ شباب کہاں گل کسے دماغ — بلبل وہ چہچہے انھیں یاراں تلک گئے
کچھ آبلے دیئے تھے رہ آوردِ عشق نے — سو رفتہ رفتہ خارِ مغیلاں تلک گئے

پھاڑا تھا جیب پی کے مئے شوق میں نے میر
مستانہ چاک لوٹتے داماں تلک گئے

جن جن کو تھا یہ عشق کا آزار مر گئے — اکثر ہمارے ساتھ کے بیمار مر گئے
ہوتا نہیں ہے اُس لبِ نوخط پہ کوئی سبز — عیسیٰ و خضر کیا سبھی یکبار مر گئے
یوں کانوں کان گل نے نہ جانا چمن میں آہ — سر کو پٹک کے ہم پسِ دیوار مر گئے
صد کارواں وفا ہے کوئی پوچھتا نہیں — گویا متاعِ دل کے خریدار مر گئے
مجنوں نہ دشت میں ہے نہ فرہاد کوہ میں — تھا جن سے لطفِ زندگی وے یار مر گئے
افسوس وے شہید کہ جو قتلگاہ میں — لگتے ہی اُس کے ہاتھ کی تلوار مر گئے
تجھ سے دوچار ہوئیگی حسرت کے مبتلا — جب جی ہوئے وبال تو ناچار مر گئے

گھبرا نہ میر عشق میں اس سہل زیست پر
جب بس چلا نہ کچھ تو مرے یار مر گئے

تمام اُس کے قد میں سناں کی طرح ہے — رنگیلی نپٹ اس جواں کی طرح ہے
بُرے ہونا احوال کو سُن کے میرے — بھلا تو ہی کہہ یہ کہاں کی طرح ہے
قطعہ
اُڑی خاک گاہے رہی گاہ ویراں — خراب و پریشاں بیاں کی طرح ہے

تعلق کرو میر اس پر جو چاہو
مری جان یہ کچھ جہاں کی طرح ہے

محمل کے ساتھ اُس کے بہت شور میں گئے — نالوں نے میرے ہوش جرس کے اُڑا دیے
فصاد خوں فساد پہ ہے مجھ سے ان دنوں — نشتر نہ تو لگا دے تو میرا لہو پیے

صورتِ جرس کی طرز بیاباں میں ہائے میر
تنہا چلا ہوں میں دلِ پر شور کو لیے

کہاں تک غیر جاسوسی کے لینے کو لگا آوے — الٰہی اس بلائے ناگہاں پر بھی بلا آوے
رُکا جاتا ہے جی اندر ہی اندر آج گرمی سے — بلا سے چاک ہی ہو جاوے سینہ ٹک ہوا آوے

Marfat.com

ترا آنا ہی اب مرکوز ہے ہم کو دمِ آخر
یہ جی صدقے کیا تھا پھر نہ آوے تن میں یا آوے

یہ رسمِ آمد و رفتِ دیارِ عشق تازہ ہے
ہنسی وہ جائے میری اور رونا یوں چلا آوے

اسیری نے چمن سے میرے دل گرمی کو دھو ڈالا
وگرنہ برق جاکر آشیاں میرا جلا آوے

امیدِ رحم اُن سے سخت نادانی ہے عاشق کی
یہ بت سنگیں دلی اپنی نہ چھوڑیں گر خدا آوے

یہ فنِ عشق ہے آوے اُسے طینت میں جس کی ہو
تو زاہد پیر نابالغ ہے بے تہ تجھ کو کیا آوے

ہمارے دل میں آنے سے تکلف غم کو بیجا ہے
یہ دولت خانہ ہے اُس کا وہ جب چاہے چلا آوے

برنگِ بوئے غنچہ عمر اک ہی رنگ میں گزرے
میسر میرؔ صاحب گر دلِ بے مدعا آوے

گو ننگ اُس کو آوے ہے عاشق کے نام سے
ہے میرؔ کام میرے تئیں اپنے کام سے

دردِ صفر ہے خوب ہیں جس میں ہے صاف مے
کیا میکشوں کو اول ماہِ صیام سے

پڑھتے نہیں نماز جنازہ یہ اُس کے میرؔ
دل میں غبار جس کے ہو خاک امام سے

اچنبھا ہے اگر چپکا رہوں مجھ پر عتاب آوے
وگر قصہ کہوں اپنا تو سنتے اُس کو خواب آوے

بھرا ہے دل مرا جامِ لبالب کی طرح ساقی
گلے لگ خوب روؤں میں جو مینائے شراب آوے

بغل پروردۂ طوفاں ہوں میں یہ موج ہے میری
بیاباں میں اگر روؤں تو شہروں میں بھی آب آوے

لپیٹا ہے دلِ سوزاں کو اپنے میرؔ نے خط میں
الٰہی نامہ بر کو اُس کے لیجانے کی تاب آوے

حصول کام کا دلخواہ یہاں ہوا بھی ہے
سماجت اتنی بھی سب سے کوئی خدا بھی ہے

موئے ہی جاتے ہیں ہم دردِ عشق سے یارو
کسو کے پاس اس آزار کی دوا بھی ہے

اداسیاں تھیں مری خانقہ میں قابل میر
صنم کدہ میں تو ٹک آکے دل لگا بھی ہے

یہ کہئے کیونکہ کہ خوباں سے کچھ نہیں مطلب
لگے جو پھرتے ہیں ہم کچھ تو مدعا بھی ہے

ترا ہے وہم کہ میں اپنے پیرہن میں ہوں
نگاہ غور سے کر مجھ میں کچھ رہا بھی ہے

جو کھولوں سینۂ مجروح تو نمک چھڑکے
جراحت اُس کو دکھانے کا کچھ مزا بھی ہے

کہاں تلک شب و روز آہ دردِ دل کہئے
ہر ایک بات کو آخر کچھ انتہا بھی ہے

ہوس تو دل میں ہمارے جگہ کرے لیکن
کہیں ہجوم سے اندوہِ غم کی جا بھی ہے

Marfat.com

غم فراق ہے دنبالہ گردِ عیشِ وصال
فقط مزا ہی نہیں عشق میں بلا بھی ہے

قبول کریے تری رہ میں جی کو کھو دینا
جو کچھ بھی پائیے تجھ کو تو آشنا بھی ہے

جگر میں سوزنِ مژگاں کے تئیں کدھب گڑا
کسو کے زخم کو تو نے کبھو سیا بھی ہے

گزار[۱] شہرِ وفا میں سمجھ کے کر مجنوں
کہ اس دیار میں میرؔ شکستہ پا بھی ہے

بسکہ دیوانگیِ حال میں چالاک ہوئے
سو گریبان مرے ہاتھ سے یہاں چاک ہوئے

سر گریباں ہوں پہ قاتل کے کٹائی گردن
اپنے ذمہ سے تو صد شکر کہ ہم پاک ہوئے

پائمالی سے فراغت ہی نہیں میرؔ ہمیں
کوئے دلبر میں عبث آن کے ہم خاک ہوئے

صید افگنوں سے ملنے کی تدبیر کریں گے
اس دل کے تئیں پیشکشِ تیر کریں گے

فریادِ اسیرانِ محبت نہیں بے ہیچ
یہ نالے کسو دل میں بھی تاثیر کریں گے

دیوانگی کی شورشیں دکھلائیں گی بلبل
آتی ہے بہار اب ہمیں زنجیر کریں گے

وا اس سے سر حرف تو ہو گو کہ یہ سر جائے
ہم حلق بریدہ ہی سے تقریر کریں گے

رسوائی عاشق سے تسلی نہیں خوباں
مر جاویگا تو نعش کو تشہیر کریں گے

یارب وہ بھی دن ہوئیگا جو مصر سے چل کر
کنعاں کی طرف قافلے شب گیر کریں گے

شب دیکھی ہے زلف اُس کی بجز دام اسیری
کیا یار اب اس خواب کی تعبیر کریں گے

غصے[۲] میں تو ہو دیگی توجہ تیری ایدھر
ہر کام میں ہم جان کے تقصیر کریں گے

نکلا نہ مناجاتیوں سے کام کچھ اپنا
اب کوئی خراباتی جواں پیر کریں گے

بازیچہ نہیں میرؔ کے احوال کا لکھنا
اس قصہ کو ہم کرتے ہی تحریر کریں گے

دل کی طرف کچھ آہ سے دل کا لگاؤ ہے
ٹک آپ بھی تو آئیے یہاں زور باؤ ہے

اُٹھتا نہیں ہے ہاتھ ترا تیغِ جور سے
ناحق کشی کہاں تئیں یہ کیا سبھاؤ ہے

باغ نظر ہے چشم کی منظر کا سب یہاں
ٹک ٹھہر دیکھاں تو جانو کہ کیسا دکھاؤ ہے

۱؎ سودا دہلوی سے سمجھ کے رکھیو قدم دشتِ خار میں مجنوں ؛ کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

۲؎ غصے میں ترے ہم نے عجب لطف اٹھایا ؛ اب تو عمداً اور بھی تقصیر کریں گے ۔ ۱۲

Marfat.com

تقریب ہم نے ڈالی ہو اُس سے جوئی کی اب
جوبن پڑے ہو ٹک تو ہمارا ہی داؤ ہو

ٹپکا کرے ہو آنکھ سے لوہو ہی روز و شب
چہرے پہ میرے چشم ہو یا کوئی گھاؤ ہو

ضبط سرشک خونیں سے جی کیونکہ شاد ہو
اب دل کی طرف لوہو کا سارا بہاؤ ہو

اب سب کے روزگار کی صورت بگڑ گئی
لاکھوں میں ایک دُو کا کہیں کچھ بناؤ ہو

چھاتی کے میری سارے نمودار ہیں یہ زخم
پردہ رہا ہو کونسا اب کیا چھپاؤ ہو

عاشق کہیں جو ہوگے تو جانوگے قدر میر
اب تو کسی کے چاہنے کا تم کو چاؤ ہے

جہاں میں روز ہو آشوب اُس کی قامت سے
اُٹھے ہو فتنہ ہر اک شوخ تر قیامت سے

سوا ہوں ہوکے دل افسردہ رنج کلفت سے
اُگے ہو سبزہ پژمردہ میری تربت سے

جہاں ملے تہاں کافر ہی ہونا پڑتا ہے
خدا پناہ میں رکھے بتوں کی صحبت سے

تسلی اُن نے نہ کی ایک دو سخن سے کبھو
جو کوئی بات کہی بھی تو آدھی لکنت سے

پلک کے مارتے ہم تو نظر نہیں آتے
سخن کرو ہو عبث تم ہماری فرصت سے

امیر زادوں سے دلّی کے مل نہ تا مقدور
کہ ہم فقیر ہوئے ہیں انھیں کی دولت سے

یہ جہل دیکھ کہ ان سمجھے میں اُٹھا لایا
گراں وہ بار جو تھا بیش اپنی طاقت سے

رہا نہ ہوگا بخود صانع ازل بھی تب
بنایا ہوگا جب اُس منھ کو دست قدرت سے

وہ آنکھیں پھیرے ہی لیتا ہے دیکھتے کیا ہو
معاملت ہو نہیں دل کی بے مروت سے

جو سوچے ٹک تو وہ مطلوب ہم ہی نکلے میر
خراب پھرتے تھے جس کی طلب میں مدت سے

رمق ایک جانِ وبال ہو کوئی دم جو ہو تو عذاب ہے
دلِ داغ گشتہ کباب ہے، جگرِ گداختہ آب ہے

مری خلق محوِ کلام سب مجھے چھوڑتے ہیں خموش کب
مرا حرف رشکِ کتاب ہے مری بات لکھنے کا باب ہے

جو وہ لکھتا کچھ بھی تو نامہ بر کوئی رہتی منھ میں ترے نہاں
تری خامشی سے یہ نکلے ہے کہ جواب خط کا جواب ہے

لہ میر تقی میر دہلوی سے مت مل اہل دُوَل کے لڑکوں سے ؎ میر جی اُن سے مل فقیر ہوئے۔

رہے حال دل کا جو ایک سا تو رجوع کرتے کہیں بھلا
سو تو یہ کبھو ہمہ داغ ہے کبھو نیم سوز کباب ہے

کہیں گے کہو تمھیں لوگ کیا یہی آرسی یہی تم سدا
نہ کسو کی تم کو ہے ٹک حیا نہ ہمارے منھ سے حجاب ہے

چلو میکدے میں بسر کریں کہ رہی ہے کچھ برکت وہیں
لبِ ناں واں کا کباب ہے دمِ آب وھاں کا شراب ہے

نہیں کھلتیں آنکھیں تمھاری ٹک کہ مآل پر بھی نظر کرو
یہ جو وہم کی سی نمود ہے اسے خوب دیکھو تو خواب ہے

گئے وقت آتے ہیں ہاتھ کب ہوئے ہیں گنواکے خراب سب
تجھے کرنا ہووے سو کر تو اب کہ یہ عمر برقِ شتاب ہے

کبھو لطف سے نہ سخن کیا کبھو بات کہہ نہ لگا لیا
یہی لحظہ لحظہ خطاب ہے وہی لحظہ لحظہ عتاب ہے

تو جہاں کے بحرِ عمیق میں سرِ پُر ہوا نہ بلند کر
کہ یہ پنج روزہ جو بود ہے کسو موج پر کا حباب ہے

رکھو آرزو مئے خام کی کرو گفتگو خطِ جام کی
کہ سیاہ کاروں سے حشر میں نہ حساب ہے نہ کتاب ہے

مرا شور سن کے جو لوگوں نے کیا پوچھنا تو کہے ہے کیا
جسے میرؔ کہتے ہیں صاحبو یہ وہی تو خانہ خراب ہے

سینہ ہے چاک جگر پارہ ہے دل سب خوں ہے
تس پہ یہ جان بلب آمدہ بھی محزوں ہے

اُس سے آنکھوں کو ملا جی میں ہے کیونکر تاب
چشمِ اعجاز مژہ سحر نگہ افسوں ہے

آہ یہ رسمِ وفا ہووے برافتاد کہیں
اس ستم پر بھی مرا دل اُسی کا ممنوں ہے

کبھو اس دشت سے اٹھتا ہے جو ایک ابر تنک
گرد نمناک پریشاں شدۂ مجنوں ہے

کیونکہ بے بادہ لبِ جو یہ چمن میں یہ رہے
عکسِ گل آب میں تکلیفِ مئے گلگوں ہے

پار بھی ہو نہ کلیجے کے تو پھر کیا بلبل
مصرعِ نالہ جگرکاوی ہے گو موزوں ہے

شہر کتنا جو کوئی ان میں سرشک افشاں ہو
روشِ گریۂ غم حوصلۂ ہاموں ہے

Marfat.com

خون ہر ایک رقم شوق سے ٹپکے تھا ولے
وہ نہ سمجھا کہ مرے نامہ کا کیا مضمون ہے

میر کی بات پہ ہر وقت یہ جھنجھلایا نہ کر
سڑی ہے خبطی ہے وہ شیفتہ ہے مجنوں ہے

کہنا ترے منھ پر تو نپٹ بے ادبی ہے
زاہد جو صفت تجھ میں ہے سو زن جلبی ہے

اس دشت میں اے سیل سنبھل ہی کے قدم رکھ
ہر سمت کو یاں دفن مری تشنہ لبی ہے

ہر اک سے کہا نیند میں پر کوئی نہ سمجھا
شاید کہ مرے حال کا قصہ عربی ہے ۱؎

عزلت سے نکل شیخ کہ تیرے لئے تیار
کوئی ہفت گزی میخ کوئی دو وجبی ہے

اے چرخ نہ تو روز سیہ میر پہ لانا
بیچارہ وہ اک نعرہ زن نیم شبی ہے

دو سونپ دود دل کو میرا کوئی نشاں ہے
ہوں میں چراغ کشتہ باد سحر کہاں ہے

بیٹھا جگر سے اپنے کھینچوں ہوں اک دو پیکاں
جینے کی اور سے تو خاطر مری کلفاں ہے

روشن ہے جل کے مرنا پروانے کا و لیکن
اے شمع پہ تو کہہ تو تیرے بھی تو زباں ہے

بھڑکے ہے آتش گل اے ابر تر ترحم
گوشے میں گلستاں کے میرا بھی آشیاں ہے

ہم زمزمہ تو ہو کے مجھ نالہ کش سے چپ رہ
اے عندلیب گلشن تیرا لب و دہاں ہے

کس دور میں اٹھایا مجھ سینہ سوختہ کو
پیوند ہو زمیں کا جیسا یہ آسماں ہے

پیر مغاں سعادت تیری جو ایسا آوے
یہ میر میکشوں میں اک طرز کا جواں ہے

ہمسایۂ چمن یہ نپٹ زار کون ہے
نالان و مضطرب پس دیوار کون ہے

مژگاں بھی پھر گئیں تری بیمار چشم دیکھ
دکھ درد میں سوائے خدا یار کون ہے

نالے جو آج سنتے ہیں سو ہیں جگر خراش
کیا جانئے قفس میں گرفتار کون ہے

آیا نہ آشیانہ بلبل میں کام بھی
مجھ سا تو خار باغ میں بیکار کون ہے

بازار دہر میں ہے عبث میر عرض مہر
یاں ایسی جنس کا تو خریدار کون ہے

۱؎ فیضی ع کہ اہل بزم عجمند گفتگو عربی است ۱۲

Marfat.com

مجھ سوز بعد مرگ سے آگاہ کون ہے — شمع مزار میر بجز آہ کون ہے
بیکس ہوں مضطرب ہوں مسافر ہوں بے وطن — دُوری راہ بن مرے ہمراہ کون ہے
لبریز جس کے حسن سے مسجد ہے اور دیر — ایسا بتوں کے بیچ وہ اللہ کون ہے
رکھیو قدم سنبھل کے کہ تو جانتا نہیں — مانندِ نقشِ پا یہ سرِ راہ کون ہے

ایسا امیر خستہ جگر میں سُنا نہیں
ہر آہ میر جس کی ہے جانکاہ کون ہے

دیکھا کروں تجھی کو منظور ہے تو یہ ہے — آنکھیں نہ کھولوں تجھ بن مقدور ہے تو یہ ہے
نزدیک تجھ سے سب ہے کیا قتل کیا جلانا — ہم غمزدوں سے ملنا اک دُور ہے تو یہ ہے
رونے میں دن کٹیں ہیں آہ و فغاں سے راتیں — گر شغل ہے تو یہ ہے مذکور ہے تو یہ ہے
چاک جگر کو میرے بر جا ہے جو کہو تم — گر زخم ہے تو یہ ہے ناسور ہے تو یہ ہے
کہتا ہے کوئی عاشق کوئی کہے ہے خبطی — دُنیا سے بھی نرالا رنجور ہے تو یہ ہے

کیا جانوں کیا کسل ہے واقع میں میر کے تئیں
دو چار روز سے جو مشہور ہے تو یہ ہے

کوئی ہوا نہ روکش ٹک میری چشم تر سے — کیا کیا نہ ابر آکر یہاں روز روز برسے
وحشت ہے میری یارو خاطر نہ جمع رکھیو — پھر آوے یا نہ آوے تو یہ اُٹھا جو گھر سے
اب جوں سرشک ان نے پھیری ہے چشم مست کہ — جو خاک میں ملے ہیں گر کر تری نظر سے
دیدار خواہ اُس کے کم ہوں تو شور کم ہو — ہر صبح اک قیامت اُٹھتی ہے اسکے در سے
داغ ایک ہو جلا بھی خون ایک ہو بہا بھی — اب بحث کیا ہے دل سے کیا گفتگو جگر سے
دل کس طرح نہ کھینچیں اشعار ریختہ کے — بہتر کیا ہے میں نے اس عیب کو ہنر سے
انجام کار بلبل دیکھا ہم اپنی آنکھوں — آوارہ تھے چمن میں دو چار ٹوٹے پر سے
بیطاقتی نے دل کی آخر کو مار رکھا — آفت ہمارے جی کی آئی ہمارے گھر سے
دلکش یہ منزل آخر دیکھا تو راہ نکلی — سب یار جا چکے تھے آئے جو ہم سفر سے

آوارہ میر شاید وھاں خاک ہوگیا ہے
اک گرد اُٹھ چلے ہے گاہ اُس کی رہگذر سے

وعدہ وعید پیارے کچھ تو قرار ہووے — دل کی معاملت ہے کیا کوئی خوار ہووے

Marfat.com

فتراک سے نہ باندھے دیکھے نہ تو تڑپنا
از بس لہو پیا ہے میں تیرے غم میں گلرو
میں مست مر گیا ہوں کرنا عجب نہ ساقی

کس آرزو پہ کوئی تیرا شکار ہووے
تربت سے میری شاید حشر بہار ہووے
گر سنگ شیشہ میرا سنگِ مزار ہووے

اے غیر میر تجھ کو گر جوتیاں نہ مارے
سید نہ ہووے پھر تو کوئی چمار ہووے

رہی نہ پختگی عالم میں دور خامی ہے
نہ اٹھ تو گھر سے اگر چاہتا ہے ہوں مشہور

ہزار حیف کمینوں کا چرخ حامی ہے
نگیں جو بیٹھا ہے گڑ کر تو کیا نامی ہے

ہوئی ہیں فکریں پریشان میر یاروں کی
حواسِ خمسہ کرے جمع سو نظامی[1] ہے

انجامِ دلِ غم کش کوئی عشق میں کیا جانے
وھاں آرسی ہے وہ ہے یہاں سنگ ہے چھاتی پر
ناصح کو خبر کیا ہے لذت سے غمِ دل کی
میں خطِ جبیں اپنا یارو کسے دکھلاؤں
بیطاقتیٔ دل نے ہم کو نہ کیا رسوا
اس مرتبہ ناسازی نکلتی ہے دلا کوئی

کیا جانیے کیا ہوگا آخر کو خدا جانے
گزرے ہے جو کچھ ہم پر سو اس کی بلا جانے
ہے حق بہ طرف اس کے چکھے تو مزا جانے
قسمت کے لکھے کے تئیں یہاں کون مٹا جانے
ہے عشق سزا اس کو جو کوئی چھپا جانے
کچھ خلق بھی پیدا کر تا خلق بھلا جانے

لیجائے یہ میر اس کے دروازہ کی مٹی بھی
اس دردِ محبت کی جو کوئی دوا جانے

[1] نظامی گنجوی (ایران) ۵۳۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۹۶ھ میں وفات پائی۔ انہوں نے پانچ مثنویاں لکھیں جو خمسۂ نظامی کے نام سے مشہور ہیں ان میں سے ہر ایک مثنوی کسی خاص فرمائش اور خاص محل پر لکھی گئی۔ چنانچہ خسرو شیریں طغرل ارسلان سلجوقی کے نام پر لکھی اور اس کے جائزہ میں چودہ گاؤں ملے اور مخزن اسرار بہرام شاہ کے نام پر لکھی اور اس نے صلہ میں پانچ ہزار اشرفیاں اور ایک قطار شتر مختلف مال و متاع سے بھرے ہوئے پیش کئے۔ اس وقت ان کا سن تقریباً ۲۵ سال کا تھا۔ اسی طرح لیلیٰ مجنوں منوچہر کے حکم سے ۵۸۴ھ میں تمام کی۔ اسی طرح ہفت پیکر سلطان غیاث الدین کرب ارسلان علاء الدین آق سنقری کی فرمائش سے اور سکندر نامہ کو اپنے شوق سے لکھا اور ابو بکر نصرۃ الدین کے نام سے موسوم کیا۔ میر تقی مرحوم نے اسی خمسہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں یہ حال ہے کہ جو حواس خمسہ جمع کر لے وہی نظامی ہے۔ آسی

Marfat.com

ہنستے ہو روتے دیکھ کر غم سے
چھیڑ رکھی ہے تم نے کیا ہم سے

مند گئی آنکھ ہے اندھیرا پاک
روشنی ہے سو یہاں ہر دم سے

تم جو دل خواہ خلق ہو ہم کو
دشمنی ہے تمام عالم سے

درہمی آگئی مزاجوں میں
آخر ان گیسوان درہم سے

سب نے جانا کہیں یہ عاشق ہے
بہ گئے اشک دیدۂ نم سے

مفت یوں ہاتھ سے نہ کھو ہم کو
کہیں پیدا بھی ہوتے ہیں ہم سے

قطعہ
اکثر آلات جور اس سے ہوئے
آفتیں آئیں اس کے مقدم سے

دیکھ وے پلکیں برچھیاں چلیاں
تیغ نکلی اس ابروئے خم سے

قطعہ
کوئی بیگانہ گر نہیں موجود
منہ چھپانا یہ کیا ہے پھر ہم سے

وجہ پردے کی پوچھیے بارے
ملیے اُس کے کسو جو محرم سے

در پئے خون میر ہی نہ رہو
ہو بھی جاتا ہے جرم آدم سے

نالۂ عجز نقص الفت ہے
رنج و محنت کمال راحت ہے

عشق ہی گریہ ندامت ہے
ورنہ عاشق کو چشم خفت ہے

تا دم مرگ غم خوشی کا نہیں
دل آزردہ گر سلامت ہے

دل میں ناسور پھر جدھر چاہے
ہر طرف کوچۂ جراحت ہے

رونا آتا ہے دم بدم شاید
کسو حسرت کی دل سے رخصت ہے

فتنے رہتے ہیں اُس کے سایہ میں
قد و قامت ترا قیامت ہے

نہ تجھے رحم نے اُسے ٹک صبر
دل پہ میرے عجب مصیبت ہے

قطعہ
تو تو نادان ہے نپٹ ناصح
کب مؤثر تری نصیحت ہے

دل پہ جب میرے آکے یہ ٹھہرا
کہ مجھے خوش دلی اذیت ہے

رنج و محنت سے باز کیونکہ رہوں
وقت جاتا رہے تو حسرت ہے

کیا ہے پھر کوئی دم کو کیا جانو
دم غنیمت میاں جو فرصت ہے

قطعہ
تیرا شکوہ مجھے نہ میرا تجھے
چاہیے یوں جو فی الحقیقت ہے

تجھ کو مسجد ہے مجھ کو میخانہ
واعظا اپنی اپنی قسمت ہے

Marfat.com

ایسے ہنس مکھ کو شمع سے تشبیہ
شمع مجلس کی رونی صورت ہے

باطل السحر دیکھ باطل ہے
تیری آنکھوں کا سحر آفت ہے

ابر تر کے حضور پھوٹ بہا
دیدۂ تر کو میر رحمت ہے

کیا ہوا گر غزل قصیدہ ہوئی
عاقبت قصۂ محبت ہے

قطعہ
تربت میر پر ہیں اہل سخن
ہر طرف حرف ہے حکایت ہے

تو بھی تقریب فاتحہ سے چل
بخدا واجب الزیارت ہے

پھر اس سے طرح کچھ جو دعوے کی سی ڈالی ہے
کیا تازہ کوئی گل نے اب شاخ نکالی ہے

سچ پوچھو تو کب ہیگا اسکا سا دہن غنچہ
تسکیں کے لئے ہم نے اک بات بنالی ہے

دیہی کو نہ کچھ پوچھو اک بھرت کا ہے گڑوا
ترکیب سے کیا کہئے سانچے میں کہ ڈھالی ہے

ہم قد خمیدہ سے آغوش ہوئے سارے
پر فائدہ تجھ سے تو آغوش وہ خالی ہے

عزت کی کوئی صورت دکھلائی نہیں دیتی
چپ رہیے تو چشمک ہے کچھ کہئے تو گالی ہے

دو گام کے چلنے میں پامال ہوا عالم
کچھ ساری خدائی سے وہ چال نرالی ہے

ہیگی تو دو سالہ پر ہے دختر رز آفت
کیا پیر مغاں نے بھی اک چھوکری پالی ہے

خونریزی میں ہمسوں کی جو خاک برابر ہیں
کب سر تو فرو لایا ہمت تری عالی ہے

جب سر چڑھے ہوں ایسے تب عشق کریں سو بھی
جوں توں یہ بلا سر سے فرہاد نے ٹالی ہے

ان مغبچوں میں زاہد پھر سرزدہ مت آنا
مندیل تری اب کے ہم نے تو بچالی ہے

کیا میر تو روتا ہے پامالی دل ہی کو
ان لونڈوں نے تو دلی سب سر پہ اٹھالی ہے

ناز چمن وہی ہے بلبل سے گو خزاں ہے
ٹہنی جو زرد بھی ہے سو شاخ زعفراں ہے

گر اس چمن میں وہ بھی اک ہی لب و دہاں ہے
لیکن سخن کا تجھ سے غنچے کو منہ کہاں ہے

ہنگام جلوہ اس کے مشکل ہے ٹھہرے رہنا
چتون ہے دل کی آفت چشمک بلائے جاں ہے

پتھر سے توڑنے کے قابل ہے آرسی تو
پر کیا کریں کہ پیارے منہ تیرا درمیاں ہے

باغ و بہار ہے وہ میں کشت زعفراں ہوں
جو لطف اک سماں ہے تو یہاں بھی کہ سماں ہے

ہر چند ضبط کریے چھپتا ہے عشق کوئی
گذرے ہے دل پہ جو کچھ چہرے ہی سے عیاں ہے

Marfat.com

اس فن میں کوئی بے تہ کیا ہو مرا معارض
اول تو میں سند ہوں پھر یہ مری زباں ہے

عالم میں آب و گل کا ٹھہراؤ کس طرح ہو
گر خاک ہے اڑے ہے اور آب ہے رواں ہے

چرچا رہیگا اس کا تا حشر میکشاں میں
خونریزی کی ہماری رنگین داستاں ہے

از خویش رفتہ اُس بن رہتا ہے میر اکثر
کرتے ہو بات کس سے وہ آپ میں کہاں ہے

تیرا خرام دیکھے تو جا سے نہ ہل سکے
کیا جی تدرو کا جو ترے آگے چل سکے

اس دل جلے کی تاب کے لانے کو عشق ہے
فانوس کی سی شمع جو پردے میں جل سکے

کہتا ہے کون تجھ کو کہ اے سینہ رک نہ جا
اتنا تو ہو کہ آہ جگر سے نکل سکے

گردو پھر کو اُس کو نکلنے دے ناز کی
حیرت سے آفتاب کی پھر نہ ڈھل سکے

کیا اس غریب کو ہو سرِ سایۂ ہما
جو اپنی بے دماغی سے مکھی نہ جھل سکے

ہے جائے حیف بزمِ جہاں مل لے اے پتنگ
اپنے اُپر جو کوئی گھڑی ہاتھ مل سکے

کس کو ہے آرزوئے افاقت فراق میں
ایسا تو ہو کہ کوئی گھڑی جی سنبھل سکے

مت بر چشمِ کم سے مری چشمِ تر کو دیکھ
چشمہ ہے یہ وہ جس سے کہ دریا ابل سکے

کہتا ہے وہ تو ایک کی دس میر کم سخن
اُس کی زباں کے عہدے سے کیونکر نکل سکے

تغیر قافیہ سے یہ طرحی غزل کہوں
تا جس میں زور کچھ تو طبیعت کا چل سکے

خورشید تیرے چہرہ کے آگو نہ آ سکے
اُس کو جگر بھی شرط ہے جو تاب لا سکے

ہم گرم رو ہیں راہِ فنا کے شرر صفت
ایسے نہ جائیں گے کہ کوئی کھوج پا سکے

غافل نہ رہیو آہ ضعیفوں سے سرکشاں
طاقت ہے اُس کو یہ کہ جہاں کو جلا سکے

میرا جو بس چلے تو منادی کیا کروں
تا اب سے دل نہ کوئی کسو سے لگا سکے

تدبیر جیب پارہ نہیں کرتی فائدہ
ناصح جگر کا چاک سلا جو سلا سکے

اس کا کمال چرخ پہ سر کھینچتا نہیں
اپنے تئیں جو خاک میں کوئی ملا سکے

یہ تیغ ہے یہ طشت ہے یہ تو ہے بلہوس
کھانا تجھے حرام ہے جو زخم کھا سکے

اس رشکِ آفتاب کو دیکھے تو شرم سے
ماہِ فلک نہ شہر میں منھ کو دکھا سکے

Marfat.com

کیا دلفریب جائے ہے آفاق ہمنشیں — ق — دو دن کو یہاں جو آئے سو برسوں جا سکے
مشعر ہے اس پہ مردن دشوار رفتگاں — یعنی جہاں سے دل کو نہ آساں اٹھا سکے

بدلوں گا اس غزل کے بھی میں قافیے کو میر
پھر فکر گو نہ عہدے سے اس کے بر آ سکے

کیا غم میں ویسے خاک فتادہ سے ہو سکے — دامن پکڑ کے یار کا جو ٹک نہ رو سکے
ہم ساری ساری رات ہے گریہ ناک لیک — مانند شمع داغ جگر کا نہ دھو سکے
رونا تو ابر کا سا نہیں یار جانتے — اتنا تو رویئے کہ جہاں کو ڈبو سکے
برسوں ہی منتظر سر رہ پر ہمیں ہوئے — اس قسم کا تو صبر کسو سے نہ ہو سکے

رہتی ہے ساری رات مرے دم سے چہل میر[1]
نالہ رہے تو کوئی محلے میں سو سکے

آتش کے شعلے سر سے ہمارے گزر گئے — بس اے تپ فراق کہ گرمی میں مر گئے
منزل نہ کر جہان کو کہ ہم نے سفر سے آہ — جنکا کیا سراغ سنا دے گزر گئے
مشت نمک سی بھی تو کبھو یاد کر ہمیں — اب داغ کھاتے کھاتے فلک جی تو بھر گئے
ناصح نہ روویں کیونکہ محبت کے جی کو ہم — اے خانماں خراب ہمارے تو گھر گئے
تلوار آپ کھینچئے حاضر ہے یہاں بھی سر — بس عاشقی کی ہم نے جو مرنے سے ڈر گئے
کر دیں گے آسمان و زمیں ایک حشر کو — اس معرکہ میں یار جی ہم بھی اگر گئے
یہ راہ و رسم دل شدگاں گفتنی نہیں — قطعہ — جانے دے میر صاحب و قبلہ جدھر گئے
روز وداع اسکی گلی تک تھے ہم بھی ساتھ — جب درد مند ہم کو دے معلوم کر گئے

گر یک نگاہ یاس کی ٹپ سے رو دیا
پھر ہم ادھر کو آئے میاں وے ادھر گئے

دن کو نہیں ہے چین نہ ہے خواب شب مجھے — مرنا پڑا ضرور ترے غم میں اب مجھے
ہنگامہ میری نعش پہ تیری گلی میں ہے — لیجائیں گے جنازہ کشاں یاں سے کب مجھے
ٹک داد میری اہل محلہ سے چاہیو — تجھ بن خراب کرتے رہے ہیں یہ سب مجھے
طوفاں بجائے اشک ٹپکتے تھے چشم سے — اے ابر تر دماغ تھا رونے کا جب مجھے
دو حرف اس کے منہ کے تو لکھ بھیجیو شتاب — قاصد چلا ہے چھوڑ کے تو جان بلب مجھے

[1] اسی طرح گر میر روتا رہیگا ؛ تو ہمسایہ کا ہے کو سوتا رہیگا ۱۲ میر

Marfat.com

قطعہ
پھر ہے جواب جو میں کروں حشر کو سوال
مارا تھا تو نے جان ہی کہہ کس سبب مجھے
غیراز خموش رہنے کے ہونٹھوں کے سوکھنے
لیکن نہیں ہے یار جگر ٹینکا ڈھب مجھے
پوچھا تھا راہ جاتے کہیں ان نے میر کو
آتا ہی اس کی بات کا اب تک عجب مجھے

کاتب کہاں جو مانع جواب شکوہ تھانئے
بس ہی یہ ایک حرف کہ مشتاق جانئے
غیروں کا ساتھ موجب صد وہم ہی بتاں
اس امر میں خدا بھی کہے تو نہ مانئے
شب خواب کا لباس ہی عریاں تنی ہیں یہ
جب سوئیے تو چادر مہتاب تانئے
قطعہ
اپنا یہ اعتقاد ہی تجھ جستجو میں یار
لے اس سرے سے اس سرے تک خاک چھانئے
پھر یا نصیب یہ بھی ہی طالع کی یاوری
مرجائیں ہم تو اس پہ بھی ہم کو نہ جانئے
لوٹے ہی خاک و خون میں غیروں کیساتھ میر
ایسے تو نیم کشتہ کو ان میں نہ سانئے

مرے اس رک کے مرجانے سے وہ غافل ہی کیا جانے
گزرنا جان سے آساں بہت مشکل ہی کیا جانے
کوئی سرسنگ سے مارو کسی کا واپسیں دم ہو
وہ آئینے میں اپنے ناز بر مائل ہے کیا جانے
نظر مطلق نہیں ہجراں میں اس کو حال پر میرے
مرا دل اس کے غم میں گویا اس کا دل ہی کیا جانے
جنونی خبطی دیوانہ بڑی کوئی عشق کو سمجھے
فلاطوں سے نہیں یہاں بحث وہ عاقل ہی کیا جانے
پڑینا نقش پائے ناقہ پر جانے ہی اک مجنوں
بیاباں میں وہ لیلیٰ کا کدھر محمل ہی کیا جانے
پڑھایا اس کو بہتیرا کہ مت لا رازِ دل منھ پر
یہ طفلِ اشک کو دیکھا تو ناقابل ہی کیا جانے
طرف ہونا مرا مشکل ہی میر اس شعر کے فن سے
یونہیں سودا کبھو ہوتا ہی سو جاہل ہی کیا جانے

Marfat.com

کب تلک جی رکے خفا ہووے
آہ کریے کہ ٹک ہوا ہووے

جی ٹھہر جاے یا ہوا ہووے
دیکھیے ہوتے ہوتے کیا ہووے

کاہشِ دل کی کیجیے تدبیر
جان میں کچھ بھی جو رہا ہووے

چپ کا باعث ہی بے تمنائی
کہیے کچھ بھی تو مدعا ہووے

بے کلی مارے ڈالتی ہی نسیم
دیکھیے اب کے سال کیا ہووے

مر گئے ہم تو مر گئے تو جیے
دل گرفتہ تری بلا ہووے

عشق کیا ہی درست ای ناصح
جانے وہ جس کا دل لگا ہووے

پھر نہ شیطاں سجود آدم سے
شاید اس پردے میں خدا ہووے

نہ سنا رات ہم نے اک نالہ
غالباً میر مر رہا ہووے

کچھ تو کہہ وصل کی پھر رات چلی جاتی ہی
دن گزر جائیں ہیں پر بات چلی جاتی ہی

رہ گئے گاہ تبسم پہ گہے بات ہی پر
بارے ای ہمنشیں اوقات چلی جاتی ہی

ٹک تو وقفہ بھی کر اے گردشِ دوراں کہ یہ جان
عمر کے حیف ہی کیا سات چلی جاتی ہی

یہاں تو آتی نہیں شطرنج زمانہ کی چال
اور وھاں بازی ہوئی مات چلی جاتی ہی

روز آنے پہ نہیں نسبت عشقی موقوف
عمر بھر ایک ملاقات چلی جاتی ہی

خرقہ مندیل و ردا مست لیے جاتے ہیں
شیخ کی ساری کرامات چلی جاتی ہی

قطعہ

ہی موذن جو بڑا مرغ مصلی اس کی
مستوں سے ٹوک ہی کی بات چلی جاتی ہی

پانوں رکتا نہیں مسجد سے دمِ آخر بھی
مرنے پر آیا ہے پر لات چلی جاتی ہی

ہر سحر درپے آرام مے آشاماں سب ہے
مکر و طامات کی اک گھات چلی جاتی ہی

ایک ہم ہی سے تفاوت ہی سلوکوں میں میر
یوں تو اوروں کی مدارات چلی جاتی ہی

منصف جو تو ہی کب تئیں یہ دکھ اٹھائیے
کیا کیجے میری جان اگر مر نہ جائیے

اظہار رازِ عشق کیے بن رہے نہ اشک
اس طفل ناسمجھ کو کہاں تک پڑھائیے

تم نے جو اپنے دل سے بھلایا ہمیں تو کیا
اپنے تئیں تو دل سے ہمارے بھلائیے

فکرِ معاش یعنی غمِ زیست تا بہ کے
مر جائیے کہیں کہ ٹک آرام پائیے

Marfat.com

جاتے ہیں کیسی کیسی لئے دل میں حسرتیں
ٹک دیکھنے کو جاں بلبوں کے بھی آئیے

لوٹوں ہوں جیسے خاک چمن پر میں اے اسیر
گل کو بھی میری خاک پہ ڈھنی لٹائیے

پہنچا تو ہوگا سمع مبارک میں حال میر
اس پر بھی جی میں آئے تو دل کو لگائیے

نہیں وسواس جی گنوانے کے
ہائے رے ذوق دل لگانے کے

میرے تغیر حال پر مت جا
اتفاقات ہیں زمانے کے

دم آخر ہی کیا نہ آنا تھا
اور بھی وقت تھے بہانے کے

اس کدورت کو ہم سمجھتے ہیں
ڈھب ہیں یہ خاک میں ملانے کے

بس ہیں دو برگ گل قفس میں صبا
نہیں بھوکے ہم آب و دانے کے

مرنے پر بیٹھے ہیں سنو صاحب
بندے ہیں اپنے جی جلانے کے

اب گریباں کہاں کہ اے ناصح
چڑھ گیا ہاتھ اس دوانے کے

چشم نجم سپہر جھپکی ہے
صدقے اس انکھڑیاں لڑانے کے

دل و دیں ہوش و صبر سب ہی گئے
آگے آگے تمہارے آنے کے

کب تو سوتا تھا گھر مرے آ کر
جاگے طالع غریب خانے کے

مژہ ابرو نگہ سے اس کی میر
قطعہ کشتہ ہیں اپنے دل لگانے کے

تیر و تلوار و سیل یکجا ہیں
سارے اسباب مار جانے کے

کم فرصتی گل جو کہیں کوئی نہ مانے
ایسے گئے ایام بہاراں کہ نہ جانے

تھے شہر میں اے رشک پری جتنے سیانے
سب ہوگئے ہیں شور ترا سن کے دوانے

ہمراہ جوانی گئے ہنگامے اٹھانے
اب ہم بھی نہیں وے رہے نے وے ہیں زمانے

پیری میں جو باقی نہیں جامے میں تو کیا دور
پھٹنے لگے ہیں کپڑے جو ہوتے ہیں پرانے

مرتے ہی سنے ہم نے کسلمند محبت
اس درد میں کس کس کو کیا نفع دوانے

ہر کس کو میسر تری زلفوں کی اسیری
شانہ کے نصیبوں میں تھے یوں ہاتھ بندھانے

ٹک آنکھ بھی کھولی نہ ز خود رفتہ نے اس کے
ہر چند کیا شور قیامت نے سرہانے

لوہے کے توے ہیں جگر اہل محبت
رہتے ہیں ترے تیر ستم ہی کے نشانے

Marfat.com

کاہیکو یہ انداز تھا اعراضِ بتاں کا / ظاہر ہی کہ منہ پھیر لیا ہم سے خدا نے
ان ہی چمنوں میں کہ جنھوں میں نہیں اب چھاؤں / کن کن روشوں ہم کو پھرایا ہی ہوا نے
کب کب مری عزت کی لیے بیٹھی ہو ٹک پاس / آئے بھی جو ہو تو مجھے مجلس سے اٹھانے
پایا ہی نہ ہم نے دلِ گم گشتہ کو اپنے / خاک اسکی سرِ راہ کی کوئی کب تئیں چھانے
کچھ تم کو ہمارے بھی بُرے پر بھی نظر ہے / آتے جو ہو ہر شام و سحر تیر لگانے
مجروح بدن سنگ سے طفلاں کی نہ ہوتے / کم جاتے جو اُس کوچہ میں پر ہم تھے دِوانے
آنے میں تعلل ہی کیا عاقبت کار / ہم جی سے گئے پر نہ گئے اُس کی بہانے

گلیوں میں بہت ہمتو پریشاں سے پھرے ہیں
اوباش کسو روز لگا دیں گے ٹھکانے

تن ہجر میں اس یار کے رنجور ہوا ہے / بیطاقتیِ دل کو بھی مقدور ہوا ہے
پہنچا نہیں کیا سمعِ مبارک میں مرا حال / یہ قصّہ تو اس شہر میں مشہور ہوا ہے
بیخوابی تری آنکھوں پہ دیکھوں ہوں مگر رات / افسانہ مرے حال کا مذکور ہوا ہے
کل صبح ہی مستی میں سرِ راہ نہ آیا / یھاں آج مرا شیشۂ دل چور ہوا ہے
کیا سوجھے اُسے جس کی ہو یوسف ہی نظر میں / یعقوب بجا آنکھوں سے معذور ہوا ہے
پر شور سی ہی عشق مغنی پسراں کے / یہ کاسۂ سر کاسۂ طنبور ہوا ہے
تلوار لئے پھرتا تو اب اُس کا سنا ہیں / نزدیک مرے کب کا یہ سر دُور ہوا ہے
خورشید کی محشر میں طپش ہوگی کہاں تک / کیا ساتھ مرے داغوں کے محشور ہوا ہے
اے رشکِ سحر بزم میں لے منہ پہ نقاب اب / اک شمع کا چہرہ ہے سو بے نور ہوا ہے

اُس شوق کو ٹک دیکھ کہ چشم نگراں ہے
جو زخم جگر کا مرے ناسور ہوا ہے

چل قلم غم کی رقم کوئی حکایت کیجے / ہر سرِ حرف پہ فریاد نہایت کیجے
گو کہ یہ خاک قدم پر ترے لوٹے اس میں / اپنا شیوہ نہیں یہ کہ شکایت کیجے
ہم جگر سوختہ کے جی میں جو آوے تو ابھی / دود دل ہو کے فلک تجھ میں سرایت کیجے
عشق میں آپ کے کریے نہ ہماری تو مگر / عوض جور و جفا ہم پہ عنایت کیجے
سلہ پہنچا تو ہو گا سمع کا مبارک میں حال میر / اس پہ بھی جی میں آوے تو دل کو کہا کیجے

Marfat.com

مت چلا عشق کی رہ کی کہیں یہاں خضر
آپ ہی گمراہ ہیں ہم کس کو ہدایت کیجے

کس کے کہنے کو ہے تاثیر کہ اک میر ہی سے
رمز و ایما و اشارات و کنایت کیجے

دل جو پُر بیقرار رہتا ہے
آجکل مجھ کو مار رہتا ہے

ترے بن دیکھے میں مکدر ہوں
آنکھوں پر اب غبار رہتا ہے

جبر یہ ہے کہ تیری خاطر دل
روز بے اختیار رہتا ہے

دل کو مت بھول جانا میرے بعد
مجھ سے یہ یادگار رہتا ہے

دَور میں چشمِ مست کے تیرے
فتنہ بھی ہوشیار رہتا ہے

بسکہ تیرا ہوا بلا گرداں
سر کو میرے دوار رہتا ہے

ہر گھڑی رنجش ایسی باتوں میں
کوئی اخلاص و پیار رہتا ہے

تجھ بن آئے ہیں تنگ جینے سے
مرنے کا انتظار رہتا ہے

دل کو گو ہاتھ میں رکھو اب تم
کوئی یہ بیقرار رہتا ہے

غیر مت کھا فریبِ غلق اس کا
کوئی دم میں وہ مار رہتا ہے

دلبر و دل چراتے ہو ہر دم
یوں کہیں اعتبار رہتا ہے

کیوں نہ ہووے عزیز دلہا میر
کس کے کوچے میں خوار رہتا ہے

دہر بھی میر طرفہ مقتل ہے
جو ہے سو کوئی دم کا فیصل ہے

کثرتِ غم سے دم لگا رکنے
حضرتِ دل میں آج دنگل ہے

روز کہتے ہیں چلنے کو خوباں
لیکن اب تک تو روزِ اول ہے

چھوڑ مت نقدِ وقت نسیہ پر
آج جو کچھ ہے سو کہاں کل ہے

بند ہو تجھ سے یہ کھلا نہ کبھو
دل ہے یا خانۂ مقفل ہے

سینہ چاکی بھی کام رکھتی ہے
یہی کر جب تلک معطل ہے

قطعہ

ابھی ہاتھوں میں شوق کے تیرے
دامنِ بادیہ کا آنچل ہے

ٹک گریباں میں سر کو ڈال کے دیکھ
دل بھی کیا لق و دق جنگل ہے

ہجر باعث ہے بد گمانی کا
غیرتِ عشق ہے تو کب کل ہے

مر گیا کوہکن اسی غم میں
آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل ہے

Marfat.com

جانگداز اتنی کہاں آوازِ عود و چنگ ہے
دل کے نالوں کا ان پردوں میں کچھ آہنگ ہے

رُو و خال و زلف سے ہیں سنبل و سبزہ و گل
آنکھیں ہوں تو یہ چمن آئینۂ نیرنگ ہے

بیستوں کھودنے سے کیا آخر ہوئی سب کار عشق
بعد ازاں اے کوہکن سر ہے ترا اور سنگ ہے

آہ ان خوش قامتوں کو کیونکہ بر میں لائیے
جن کے ہاتھوں سے قیامت پر بھی عرصہ تنگ ہے

عشق میں وہ گھر ہے اپنا جس میں سے مجنوں یہ ایک
ناخلف سارے قبیلہ کا ہمارے ننگ ہے

چشمِ کم سے دیکھ مت قمری تو اس خوش قد کو ٹک
آہ بھی سروِ گلستانِ شکستِ رنگ ہے

ہم سے تو جایا نہیں جاتا کہ یکسر دل میں واں
دو قدم اُسکی گلی کی راہ سو فرسنگ ہے

ایک بوسے پر تو کی ہے صلح پر اے زود رنج
تجھ کو مجھ کو اتنی اتنی بات اوپر جنگ ہے

پانوں میں چوٹ آنے کے پیارے بہانے جانے دے
پیش رفت آگے ہمارے کب یہ عذر لنگ ہے

قطعہ
فکر کو نازک خیالوں کی کہاں پہنچے ہیں یار
ورنہ ہر مصرع یہاں معشوق شوخ و شنگ ہے

سرسری کچھ سن لیا پھر واہ وا کر اٹھ گئے
شعر یہ کم فہم سمجھے ہیں خیال بنگ ہے

صبر بھی کرئے بلا پر میر صاحب جی کبھو
جب نہ تب رونا ہی کڑھنا یہ بھی کوئی ڈھنگ ہے

خنجر بکف وہ جب سے سفاک ہو گیا ہے
ملک ان ستمزدوں کا سب پاک ہو گیا ہے

جس سے اسے لگاؤں رکھا ہی ہو ملے ہے
سینے میں جل کر از بس دل خاک ہو گیا ہے

کیا جانوں لذت درد اس کی جراحتوں کی
یہ جانوں ہوں کہ سینہ سب چاک ہو گیا ہے

صحبت سے اس جہاں کی کوئی خلاص ہوگا
اس فاحشہ پہ سب کو امساک ہو گیا ہے

دیوار کہنہ ہے یہ مت بیٹھ اس کے سایہ
اُٹھ چل کہ آسماں تو کاواک ہو گیا ہے

شرم و حیا کہاں کی ہر بات پر ہے شمشیر
اب تو بہت وہ ہم سے بے باک ہو گیا ہے

زیرِ فلک بھلا تو رووے ہے آپ کو میر
کس کس طرح کا عالم یاں خاک ہو گیا ہے

ساقی گھر چاروں اور آیا ہے
دے بھی مے ابر زور آیا ہے

غارت دل کرے ہے ابر سیاہ
بے طرح گھر میں چور آیا ہے

آج تیری گلی سے ظالم میر
لوہو میں شور بور آیا ہے

Marfat.com

فقیرانہ آئے صدا کر چلے | میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے
جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم | سو اس عہد کو اب وفا کر چلے
شفا اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی | کہ مقدور تک تو دوا کر چلے
وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لئے | ہر اک چیز سے دل اُٹھا کر چلے
کوئی نا امیدانہ کرتے نگاہ | سو تم ہم سے منہ بھی چھپا کر چلے
بہت آرزو تھی گلی کی تری | سو یہاں سے لہو میں نہا کر چلے
دکھائی دیئے یوں کہ بیخود کیا | ہمیں آپ سے بھی جدا کر چلے
قطعہ جبیں سجدہ کرتے ہی کرتے گئی | حقِ بندگی ہم ادا کر چلے
پرستش کی یاں تک کہ اے بت تجھے | نظر میں سبھوں کی خدا کر چلے
قطعہ جھڑے پھول جس رنگ گلبن سے یوں | چمن میں جہاں کے ہم آ کر چلے
نہ دیکھا غمِ دوستاں شکر ہے | ہمیں داغ اپنا دکھا کر چلے
قطعہ گئی عمر در بندِ فکرِ غزل | سو اس فن کو ایسا بڑا کر چلے

کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر
جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے

اپنا سرِ شوریدہ تو وقفِ خمِ چوگان ہے
آ بلہوس گر ذوق ہے یہ گو ہے یہ میدان ہے
عالم[1] مری تقلید سے خواہش تری کرنے لگا
میں تو پشیماں ہو چکا لوگوں کو اب ارمان ہے
ہر چند بیش از بیش ہے دعوی تو رونیکا تجھے
پر دیدۂ نمناک بھی اے ابرِ تر طوفان ہے
اس بیدمی میں بھی کبھو دل بھر اُٹھے ہی دم ترا
آ ٹک شتابی بے وفا اب تک تو مجھ میں جان ہے
ہر لحظہ خنجر درمیاں ہر دم زباں زیرِ زباں
وہ طور وہ اسلوب ہے یہ عہد یہ پیمان ہے

[1] ایک ہم ہیں جو ہوئے ایسے پشیمان کہ بس + ایک وہ ہیں کہ جنہیں چاہ کے ارمان ہوتے ہیں ۔ (ن)

اس آرزوئے وصل نے مشکل کیا جینا مرا
ورنہ گزرنا جان سے اتنا نہیں آسان ہے

بس بیوقاری ہو چکی گلیوں میں خواری ہو چکی
اب پاس کر ٹک میر کا دو چار دن مہمان ہے

خوب تھے وے دن کہ ہم تیرے گرفتاروں میں تھے
غمزدوں، اندوہ گینوں، ظلم کے ماروں میں تھے

دشمنی جانی ہے اب تو ہم سے غیروں کے لئے
اک سماں سا ہو گیا وہ بھی کہ ہم یاروں میں تھے

مت تبختر سے گزر قمری ہماری خاک پر
ہم بھی اک سروِ رواں کے نازبرداروں میں تھے

مر گئے لیکن نہ دیکھا تو نے ادھر آنکھ اٹھا
آہ کیا کیا لوگ ظالم تیرے بیماروں میں تھے

گرچہ جرمِ عشق غیروں پر بھی ثابت تھا ولے
قتل کرنا تھا ہمیں ہم ہی گنہگاروں میں تھے

اک رہا مژگاں کی صف میں ایک کے ٹکڑے ہوئے
دل جگر جو میر دونوں اپنے غمخواروں میں تھے

جس جگہ دورِ جام ہوتا ہے
وھاں یہ عاجز مدام ہوتا ہے

ہم تو اک حرف کے نہیں ممنون
کیسا خط و پیام ہوتا ہے

تیغ ناکاموں پر نہ ہر دم کھینچ
اک کرشمہ میں کام ہوتا ہے

پوچھ مت آہ عاشقوں کی معاش
روز ان کا بھی شام ہوتا ہے

زخم بن، غم بن اور غصہ بن
اپنا کھانا حرام ہوتا ہے

شیخ کی سی ہی شکل ہے شیطان
جس پہ شب احتلام ہوتا ہے

میر صاحب[لے] بھی اُس کے ہاں تھے پر
جیسے کوئی غلام ہوتا ہے

لے میر صاحب بھی اُس کے ہاں تھے لیک ؛ بندۂ زر خریدہ سے : نسخۂ امیر

Marfat.com

بیتابیوں میں تنگ ہم آئے ہیں جان سے — وقتِ شکیب خوش کہ گیا درمیان سے
ہم خامشوں کا ذکر تھا شب اُسکی بزم میں — نکلا نہ حرفِ خیر کسو کی زبان سے
آبِ خضر سے بھی نہ گئی سوزشِ جگر — کیا جانئے یہ آگ ہے کس دودمان سے
جز عشق جنگ دہر سے مت پڑھ کہ خوش ہیں ہم — اس قصے کی کتاب میں اس داستان سے
آنے کا اس چمن میں سبب بیکلی ہوئی — جوں برق ہم تڑپ کے گرے آشیان سے
اب چھیڑ یہ رکھی ہے کہ عاشق ہے تو کہیں — القصہ خوش گزرتی ہے اس بدگمان سے

داغوں سے ہے چمن جگر میر دہر میں
اُن نے بھی گل چنے بہت اس گلستان سے

چاک پر چاک ہوا جوں جوں سلایا ہم نے — اس گریباں ہی سے اب ہاتھ اُٹھایا ہم نے
حسرتِ لطفِ عزیزانِ چمن جی میں رہی — سر پہ دیکھا نہ گل و سرو کا سایا ہم نے
جی میں تھا عرش پہ جا باندھیے تکیہ لیکن — بسترا خاک ہی میں اب تو بچھایا ہم نے
بعد یک عمر کہیں تم کو جو تنہا پایا — ڈرتے ڈرتے ہی کچھ احوال سنایا ہم نے
یھاں فقط ریختہ ہی کہنے نہ آئے تھے ہم — چار دن یہ بھی تماشا سا دکھایا ہم نے
بارے کل باغ میں جا مرغِ چمن سے مل کر — خوبیِ گل کا مزا خوب اُڑایا ہم نے
تازگی داغ کی ہر شام کو بے ہیچ نہیں — آہ کیا جانئے دیا کس کا بجھایا ہم نے
دشت و کہسار میں سر مارکے چندی تجھ بن — قیس و فرہاد کو پھر یاد دلایا ہم نے
بے کلی سے دلِ بیتاب کی مر گزرے تھے — سو تہِ خاک بھی آرام نہ پایا ہم نے

یہ ستم تازہ ہوا اور کہ پائیز میں میر
دل خس و خار سے ناچار لگایا ہم نے

ظالم کہیں تو مل کبھو داد دیے ہوئے — پھرتے ہیں ہم بھی ہاتھ میں سر کو لئے ہوئے
آؤ گے ہوش میں تو ٹک اک سدھ بھی لیجیو — اب تو نشے میں جاتے ہو زخمی کئے ہوئے
جی ڈوبتا ہے آس گھر ترکی یاد میں — پایاں کار عشق میں ہم مرسجے ہوئے
سی چاک دل کہ چشم سے ناصح لہو تھمے — ہوتا ہے کیا ہمارے گریباں سیے ہوئے

کافر ہوئے بتوں کی محبت میں میر جی
مسجد میں آج آئے تھے قشقہ دیے ہوئے

Marfat.com

کرو توکل کہ عاشقی میں نہ یوں کروگے تو کیا کروگے
الم جو یہ ہے تو دردمندو کہاں تلک تم دوا کروگے

جگر میں طاقت کہاں ہے اتنی کہ دردِ ہجراں سے مرتے رہیئے
ہزار وں وعدے وصال کے تھے کوئی بھی جیتے وفا کروگے

جہاں کی مسلخ تمام حیرت نہیں ہے تس پر نگہ کی فرصت
نظر پڑے گی بسانِ بسمل کبھو جو مژگاں کو وا کروگے

اخیرِ الفت یہی نہیں ہے کہ جل کے آخر ہوئے پتنگے
ہوا جو یہاں کی یہ ہے تو یارو غبار ہوکر اُڑا کروگے

بلا ہے ایسا طپیدنِ دل کہ صبر اس پر ہے سخت مشکل
دماغ اتنا کہاں رہے گا کہ دست بردل رہا کروگے

عدم میں ہم کو یہ غم رہیگا کہ اوروں پر اب ستم رہیگا
تمھیں تو لت ہے ستانے ہی کی کسو پر آخر جفا کروگے

اگرچہ اب تو خفا ہو لیکن موئے گئے پر کبھو ہمارے
جو یاد ہم کو کروگے پیارے تو ہاتھ اپنے ملا کروگے

سحر کو محرابِ تیغِ قاتل کبھو جو یارو اُدھر ہو مائل
تو ایک سجدہ بسانِ بسمل مری طرف سے ادا کروگے

غمِ محبت سے میرؔ صاحب بہ تنگ ہوں میں فقیر ہو تم
جو وقت ہوگا کبھو مساعد تو میرے حق میں دعا کروگے

قطعہ

ہو کہ ہوسوے باغ نکلے ہے
ہے جو اندھیر شہر میں خورشید
جو بکاری ہی سے رہیگا شیخ
وے ہے جنبش جو دھاں کی خاک کو باد
ہر سحر حادثہ مری خاطر

یاؤسے اک دماغ نکلے ہے
ون کو لیکر چراغ نکلے ہے
ب تو لیکر چماغ[1] نکلے ہے
جگر داغ داغ نکلے ہے
بھر کے خون کا ایاغ نکلے ہے

[1] چماغ بروزن براق سرکہ عصا جس کو ہانڈی کہتے ہیں ۱۲

Marfat.com

اُس گلی کی زمین تفتہ سے دل جلوں کا سراغ نکلے ہے
شاید اُس زلف سے لگی ہو میر
باؤ میں اک دماغ نکلے ہے

ہے خاک جیسے ریگِ رواں سب نہ آب ہے
دریائے موج خیز جہاں کا سراب ہے
روز شمار میں بھی محاسب ہے گر کوئی
تو لے حساب کچھ نہ کر آخر حساب ہے
اس شہر دل کو تو بھی جو دیکھے تو اب کہے
کیا جانئے کہ بستی یہ کب کی خراب ہے
منھ پر لئے نقاب تو اے ماہ کیا چھپے
آشوب شہر حسن ترا آفتاب ہے
کس رشکِ گل کی باغ میں زلفِ سیہ کھلی
موج ہوا میں آج نپٹ پیچ و تاب ہے
کیا دل مجھے بہشت میں لے جائے گا بھلا
جس کے سبب یہ جان پہ میری عذاب ہے
سن کان کھول کر کہ تنک جلد آنکھ کھول
غافل یہ زندگانی فسانہ ہو خواب ہے
رہ آشنائے لطف حقیقت کے بحر کا
ہے رشکِ زلف و چشم جو موج حباب ہے
آتش ہے سوز سینہ ہمارا مگر کہ میر
تاہے سے عاشقوں کے کبوتر کباب ہے

کیا کیا بیٹھے بگڑ بگڑ تم پر ہم تم سے بنائے گئے
چپکے باتیں اُٹھائے گئے سر گاڑے وہیں آئے گئے
اُٹھے نقاب جہان سے یارب جس سے تکلف بیچ میں ہے
جب نکلے اُس راہ سے ہو کر منھ تم ہم سے چھپائے گئے

Marfat.com

کب کب تم نے سچ نہیں مانیں جھوٹی باتیں غیروں کی
تم ہم کو یونہیں جلائے گئے وے تم کو وہیں لگائے گئے

صبح وہ آفت اُٹھ بیٹھا تھا تم نے نہ دیکھا صد افسوس
کیا کیا فتنے سر جوڑے پلکوں کے سائے سائے گئے

اللہ رے یہ دیدہ درائی ہوں نہ مکدر کیونکہ ہم
آنکھیں ہم سے ملائے گئے پھر خاک میں ہم کو ملائے گئے

آگ میں غم کی ہو کے گداز اں جسم ہوا سب پانی سا
یعنی بن اُن شعلہ رخوں کے خوب ہی ہم بھی تائے گئے

ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی بھی حد اک آخر ہوتی ہے
کشتے اُس کی تیغ ستم کے گور تئیں کب لائے گئے

خضر جو مل جاتا ہے گاہے آپ کو بھولا خوب نہیں
کھوئے گئے اُس راہ کے ورنہ کاہیکو پھر پائے گئے

مرنے سے کیا میرؔ جی صاحب ہم کو ہوش تھے کیا کرئے
جی سے ہاتھ اُٹھائے گئے پر اُس سے دل نہ اُٹھائے گئے

ادھر سے ابر اُٹھ کر جو گیا ہے
ہماری خاک پر بھی رو گیا ہے

مصائب اور تھے پر دل کا جانا
عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے

مقامر خانۂ آفاق وہ ہے
کہ جو آیا ہے یاں کچھ کھو گیا ہے

کچھ آؤ زلف کے کوچے میں درپیش
مزاج اپنا ادھر اب تو گیا ہے

سرھانے[۱] میرؔ کے کوئی نہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

عمر بھر ہم رہے شرابی سے
دل پُر خون کی اک گلابی سے

جی ڈھا جائے ہے سحر سے آہ
رات گزرے گی کس خرابی سے

کھلنا کم کم کلی نے سیکھا ہے
اُس کی آنکھوں کی نیم خوابی سے

[۱] سودا: سودا کی جو بالیں پہ ہوا شورِ قیامت - خدامِ ادب بولے ابھی آنکھ لگی ہے

Marfat.com

برقع اُٹھتے ہی چاند سا نکلا
داغ ہوں اُس کی بیحجابی سے

کام تھے عشق میں بہت پر میر
ہم ہی فارغ ہوئے شتابی سے

دن دوریِ چمن میں جو ہم شام کریں گے
تا صبح دو صد نالہ سرانجام کریں گے

ہوگا ستم و جور سے تیرے ہی کنایہ
دو شخص جہاں شکوۂ ایام کریں گے

آمیزشِ بیجا ہی تجھے جن سے ہمیشہ
وے لوگ ہی آخر تجھے بدنام کریں گے

نالوں سے مرے رات کے غافل نہ رہا کر
اک روز یہی دل میں ترے کام کریں گے

گر دل ہے یہی مضطرب الحال تو اے میر
ہم زیرِ زمیں بھی نہ بہت آرام کریں گے

Marfat.com

دیوانِ دوم

میر تقی میر دہلوی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر ذی حیات کا ہی سبب جو حیات کا / نکلے ہی جی ہی اس کے لئے کائنات کا
بکھرے ہی زلف اس رخِ عالم فروز پر / ورنہ بناؤ ہووے نہ دن اور رات کا
دربردہ وہ ہی معنیِ مقوم نہ ہوں اگر / صورت نہ پکڑے کام فلک کی ثبات کا
ہیں مستحیل خاک سے اجزائے نوخطاں / کیا سہل ہی زمیں سے نکلنا نبات کا
مستہلک اس کے عشق کے جانے ہیں قدر مرگ / عیسیٰ و خضر کو ہی مزا کب وفات کا
اشجار خامہ ہوویں جو آب سیہ بحار / لکھنا نہ تو بھی ہو سکے اس کی صفات کا
اس کے فروغ حسن سے جھمکے ہی سب میں نور / شمع حرم ہو یا کہ دیا سومنات کا
بالذات ہی جہاں میں وہ موجود ہر جگہ / ہی دید چشم دل کے کھلے عین ذات کا
ہر صفحے میں ہی محو کلام اپنا دس جگہ / مصحف کو کھول دیکھ ٹک انداز بات کا
ہم مذہبوں میں صرف کرم سے ہی گفتگو / مذکور و ذکر یھاں نہیں صوم و صلوات کا

کیا میر تجھ کو نامہ سیاہی کا فکر ہی
ختم رسل سا شخص ہی ضامن نجات کا

جلوہ نہیں ہی نظم میں حسن قبول کا / دیواں میں شعر گر نہیں نعت رسولؐ کا
حق کی طلب ہی کچھ تو محمدؐ پرست ہو / ایسا وسیلہ ہی بھی خدا کے حصول کا
مطلوب ہی زمان و مکان جہان سے / محبوب ہی ملک کا فلک کا عقول کا
احمدؐ کو ہم نے جان رکھا ہی وہی احد / مذہب کچھ اور ہوگا کسی بوالفضول کا
جن مرداں کو آنکھیں دیا ہی خدا نے وے / سرمہ کریں ہیں رہ کی تری خاک دھول کا
مقصود ہی علیؑ کا دل کا سبھی کا تو / ہی قصد سب کو تیری رضا کے حصول کا

Marfat.com

تھی گفتگوئے باغِ فدک جڑ فساد کی | ق | جانے ہے جس کو علم ہے دیں کے اصول کا
دعویٰ جو حق شناسی کا رکھئے سو اس قدر | پھر جان بوجھ کریے تلف حق بتول کا

پروائے حشر کیا ہے تجھے میر درد رہ
ہے عذر خواہِ جرم جو وہ تجھ ملول کا

جو معتقد نہیں ہے علیؑ کے کمال کا | ہر بال اُس کے تن پہ ہے موجب وبال کا
عزت علیؑ کی قدر علیؑ کی بہت ہے دور | مورد ہے ذوالجلال کے عزّ و جلال کا
پایا علیؑ کو جا کے محمدؐ نے اُس جگہ | جس جا نہ تھا لگاؤ گمان و خیال کا
رکھنا قدم پہ اُس کے قدم کب ملک سے ہو | مخلوق آدمی نہ ہوا ایسی چال کا
شخصیت ایسی کس کی تھی ختمِ رسل کے بعد | تھا مشورت شریک، حقِ لایزال کا
توڑا بتوں کو دوشِ نبی پر قدم کو رکھ | چھوڑا نہ نام کعبہ میں کفر و ضلال کا
راہِ خدا میں اُن نے دیا اپنے بھی تئیں | یہ جود منہ تو دیکھو کسو آشمال کا
نسبت نہ بندگی کی ہوئی جس کی واں درست | رونا مجھے ہے حشر میں اُس کی ہی چال کا

فکرِ نجات میر کو کیا مدح خواں ہے وہ
اولاد کا علیؑ کی محمدؐ کی آل کا

لذت سے نہیں خالی جانوں کا کھپا جانا | کب خضر و مسیحا نے مرنے کا مزا جانا
ہم جاہ و حشم یہاں کا کیا کہئے کہ کیا جانا | خاتم کو سلیماں کی انگشترِ پا جانا
یہ بھی ہے ادا کوئی خورشید نمط پیارے | منہ صبح دکھا جانا پھر شام چھپا جانا
کب بندگی میری سی بندہ کرے گا کوئی | جانے ہے خدا اس کو میں تجھ کو خدا جانا
تھا ناز بہت ہم کو دانست پر اپنی بھی | آخر وہ بُرا نکلا ہم جس کو بھلا جانا
گردن کشی کیا حاصل مانند بگولے کے | اس دشت میں سر گاڑے جوں سیل چلا جانا
اس گریۂ خونیں کا ہو ضبط تو بہتر ہے | اچھا نہیں چہرے پر لوہو کا بہا جانا
یہ نقش دلوں پر سے جانے کا نہیں اس کو | عاشق کے حقوق آکر ناحق بھی مٹا جانا
ڈھب دیکھنے کا ایدھر ایسا ہی تمھارا تھا | جاتے تو ہو پر ہم سے ٹک آنکھ ملا جانا
اُس شمع کی مجلس میں جانا ہمیں پھر واں سے | اک زخمِ زباں تازہ ہر روز اٹھا جانا
اے شورِ قیامت ہم سوتے ہی نہ رہ جاویں | اس راہ سے نکلے تو ہم کو بھی جگا جانا

Marfat.com

کیا پانی کے مول آکر مالک نے گھر بیچا ہے سخت گراں سستا یوسف کا بکا جانا
ہے میرے ترے نسبت روح اور جسد کی سی کب آپ سے میں تجھ کو اے جان جدا جانا
جاتی ہے گزر جی پر اس وقت قیامت سی یاد آوے ہے جب تیرا یکبارگی آ جانا
برسوں سے مری اس کی رہتی ہے یہی صحبت تیغ اُس کو اٹھانا تو سر مجھ کو جھکا جانا

کب میر بسر آئے تم ویسے فریبی سے
دل کو تو لگا بیٹھے لیکن نہ لگا جانا

پاے خطاب کیا کیا دیکھے عتاب کیا کیا دل کو لگا کے ہم نے کھینچے عذاب کیا کیا
کاٹے ہیں خاک اڑا کر جوں گردباد برسوں گلیوں میں ہم ہوئے ہیں اُس بن خراب کیا کیا
کچھ گل سے ہیں شگفتہ کچھ سرو سے ہیں قد کش اس کے خیال میں ہم دیکھے ہیں خواب کیا کیا
انواع جرم میرے پھر بے شمار و بے حد روزِ حساب لیں گے مجھ سے حساب کیا کیا
اک آگ لگ رہی ہے سینوں میں کچھ نہ پوچھو جل جل کے ہم ہوئے ہیں اُس بن کباب کیا کیا
افراطِ شوق میں تو رونق رہی نہ مطلق کہتے ہیں میرے منہ پر اب شیخ و شاب کیا کیا
پھر پھر گیا ہے آکر منہ تک جگر ہمارے گزرے ہیں جان و دل پر یاں اضطراب کیا کیا
آشفتہ اُس کے گیسو جب سے ہوئے ہیں منہ پر تب سے ہمارے دل کو ہے پیچ و تاب کیا کیا

کچھ سوجھتا نہیں ہے مستی میں میر جی کو
کرتے ہیں پوچ گوئی پی کر شراب کیا کیا

دامن وسیع تھا تو کاہے کو چشم ترسا رحمت خدا کی تجھ کو اے ابر زور برسا
شاید کباب کر کر کھایا کبوتراں نے نامہ اُڑا پھرے ہے اُس کی گلی میں پر سا
وحشی مزاج از بس مانوس بادیہ ہیں اُن کے جنوں میں جنگل اپنا ہوا ہے گھر سا
جس ہاتھ میں رہا کی اُس کی کمر ہمیشہ اُس ہاتھ مارنے کا سر پر بندھا ہے کر سا
سب پیچ کی یہ باتیں ہیں شاعروں کی ورنہ باریک اور نازک مو کب ہے اُس کمر سا
طرزِ نگاہ اُس کی دل لے گئی سبھوں کے کیا مومن و برہمن کیا گبر اور ترسا
تم واقف طریق بے طاقتی نہیں ہو یاں راہ دو قدم ہے اب دور کا سفر سا
کچھ بھی معاش ہے یہ کی اُن نے ایک چشمک جب مدتوں ہمارا جی دیکھنے کو ترسا
ٹک ترک عشق کریے لاغر بہت ہوئے ہم آدھا نہیں رہا ہے اب جسم رنج فرسا

Marfat.com

واعظ کو یہ جلن ہی شاید کہ فربہی سے
رہتا ہی حوض ہی میں اکثر پڑا مگر سا

انداز سے ہی پیدا سب کچھ خبر ہی اس کو
گو میرؔ بے سر و پا ظاہر ہی بیخبر سا

تیغِ ستم سے اس کی مرا سر جدا ہوا
شکرِ خدا کہ حقِ محبت ادا ہوا

قاصد کو دے کے خط نہیں کچھ بھیجنا ضرور
جاتا ہی اب تو جی ہی ہمارا چلا ہوا

وہ تو نہیں کہ اشک تھمے ہی نہ آنکھ سے
نکلے ہی کوئی لختِ دلِ اب سو جلا ہوا

حیران رنگِ باغِ جہاں تھا بہت کا
تصویر کی کلی کی طرح دل نہ وا ہوا

عالم کی بے فضائی سے تنگ آگئے تھے ہم
جاگہ سے دل گیا جو ہمارا بجا ہوا

در پے ہمارے جی کے ہوا غیر کے لئے
انجامِ کار مدعی کا مدعا ہوا

اس کے گئے پہ دل کی خرابی نہ پوچھئے
جیسے کسو کا کوئی نگر ہو لٹا ہوا

بدتر ہی زیست مرگ سے ہجرانِ یار میں
بیمار دل بھلا نہ ہوا تو بھلا ہوا

کہتا تھا میرؔ حال تو جب تک تو تھا بھلا
کچھ ضبط کرتے کرتے ترا حال کیا ہوا

رفتار و طور و طرز و روش کا یہ ڈھب ہی کیا
پہلے سلوک ایسے ہی تیرے تھے اب ہی کیا

ہم دل زدہ نہ رکھتے تھے تم سے یہ چشم داشت
کرتے ہو قہر لطف کی جاگہ غضب ہی کیا

عزت بھی بعدِ ذلتِ بسیار چھیڑ ہی
مجلس میں جب خفیف کیا پھر ادب ہی کیا

آئے ہم آپ میں تو نہ پہچانے پھر گئے
اس راہِ صعبِ عشق میں یارو تعب ہی کیا

حیراں ہیں اس دہن کے عزیزانِ خوردہ بیں
یہ بھی مقام ہائے! تامل طلب ہی کیا

آنکھیں جو ہو ویں تیری تو توہین کر رکھے
عالم تمام گردہ نہیں تو یہ سب ہی کیا

اس آفتاب بن نہیں کچھ سوجھتا ہمیں
گریہ ہی اپنے دن ہیں تو تاریک شب ہی کیا

تم نے ہمیشہ جور و ستم بے سبب کئے
اپنا ہی ظرف تھا جو نہ پوچھا سبب ہی کیا

کیونکر تمھاری بات کرے کوئی اعتبار
ظاہر میں کیا کہو ہو۔ سخن زیرِ لب ہی کیا

اس مہ بغیر میرؔ کا مرنا عجب ہوا
ہرچند مرگِ عاشقِ مسکیں عجب ہی کیا

جھمکی دکھا کے طور کو جن نے جلا دیا
آئی قیامت اُن نے جو پردا اٹھا دیا

Marfat.com

اس فتنے کو جگا کے پشیماں ہوئی نسیم
کیا کیا عزیز لوگوں کو اس نے سلا دیا

اب بھی دماغ رفتہ ہمارا ہی عرش پر
گو آسماں نے خاک میں ہم کو ملا دیا

جاتی نہ قدر اُس گہر شب چراغ کی
دل ریزۂ خذف کی طرح میں اُٹھا دیا

تقصیر جان دینے میں ہم نے کبھو نہ کی
جب تیغ وہ بلند ہوئی سر جھکا دیا

گرمی چراغ کی سی نہیں وہ مزاج میں
اب دل فسردگی سے ہوں جیسے بُجھا دیا

وہ آگ ہو رہا ہی خدا جانے غیر نے
میری طرف سے اُس کے تئیں کیا لگا دیا

اتنا کہا تھا فرش تری رہ کے ہم ہوں کاش
سو تو نے مار مار کے آکر بچھا دیا

اب گھٹتے گھٹتے جان میں طاقت نہیں رہی
ٹک لگ چلی صبا کہ دیا سا بڑھا دیا

تنگی لگا ہی کرنے دم اپنا بھی ہر گھڑی
کڑھنے نے دل کے جی کو ہمارے کھپا دیا

کی چشم تو نے باز کہ کھولا درِ ستم
کس مدعیِ خلق نے تجھ کو جگا دیا

کیا کیا زیان میر نے کھینچے ہیں عشق میں
دل ہاتھ سے دیا ہی جدا سر جُدا دیا

بہتوں کو آگے تھا یہی آزار عشق کا
جیتا رہا ہی کوئی بھی بیمار عشق کا

بے پردگی بھی چاہ کا ہوتا ہی لازمہ
کھلتا ہی ہی ندان یہ اسرار عشق کا

زندانی سیکڑوں مرے آگے رہا ہوئے
چھوٹا نہ میں ہی تھا جو گنہگار عشق کا

خواہانِ مرگ میں ہی ہوا ہوں مگر نیا
جی بیچے ہی پھرے ہی خریدار عشق کا

منصور نے جو سر کو کٹایا تو کیا ہوا
ہر سر کہیں ہوا ہی سزاوار عشق کا

جاتا وہی سُنا ہمہ حسرت جہاں سے
ہوتا ہی جس کسو سے بہت پیار عشق کا

پھر بعد میرے آج تلک سر نہیں بکا
اک عمر سے کساد ہی بازار عشق کا

لگ جاوے دل کہیں تو اُسے جی سے اپنے رکھ
رکھتا نہیں شگون کچھ اظہار عشق کا

چھوٹا جو مر کے قید عبارات میں پھنسا
القصہ کیا رہا ہو گرفتار عشق کا

ق
مشکل ہی عمر کاٹنی تلوار کے تلے
سر میں خیال گو کہ رکھیں یار عشق کا

وھاں رستموں کے دعوے کو دیکھا ہو ہیں قطع
پورا جہاں لگا ہی کوئی وار عشق کا

کھو ہی رہا نہ جان کو ناآزمودہ کار
ہوتا نہ میر کاش طلبگار عشق کا

Marfat.com

ستم سے گو یہ ترے کشتۂ وفا نہ رہا / رہے جہاں میں تو دیر میں رہا نہ رہا
کب اُس کا نام لئے غش نہ آگیا مجھ کو / دلِ ستم زدہ کس وقت اُس میں جا نہ رہا
ملانا آنکھ کا ہر دم فریب تھا دیکھا / پھر ایک دم میں وہ بے دید آشنا نہ رہا
موئے تو ہم پہ دلِ پُر کو خوب خالی کر / ہزار شکر کسو سے ہمیں گلا نہ رہا
اُدھر کھلی مری چھاتی اِدھر نمک چھڑکا / جراحت اس کو دکھانے کا اب مزا نہ رہا
ہوا ہوں تنگ بہت کوئی دن میں سن لیجو / کہ جی سے ہاتھ اُٹھا کر وہ اُٹھ گیا نہ رہا

قطعہ

ستم کا اس کے بہت میں نزار ہوں ممنون / جگر تمام ہوا خون و دل بجا نہ رہا
اگرچہ رہ گئے تھے استخوان و پوست ولے / لگائی ایسی کہ تسمہ بھی پھر لگا نہ رہا

حمیت اس کے تئیں کہتے ہیں جو میر میں تھی
گیا جہاں سے پہ تیری گلی میں آ نہ رہا

کرتے ہی نہیں ترک بتاں طور جفا کا / شاید ہمیں دکھلاویں گے دیدار خدا کا
ہے ابر کی چادر شفقی جوش سے گل کے / میخانے کے ہاں دیکھیے یہ رنگ ہوا کا
بہتیری گرو جنس کلالوں کے پڑی ہے / کیا ذکر ہے واعظ کے مصلیٰ و ردا کا
مرجائے گا باتوں میں کوئی غمزدہ یوں ہی / ہر لحظہ نہ ہو ممتحن ارباب وفا کا
تدبیر تھی تسکیں کیلئے لوگوں کی ورنہ / معلوم تھا مدت سے ہمیں نفع دوا کا
ہاتھ آئینہ رویوں سے اُٹھا بیٹھیں کیونکر / بالعکس اثر پاتے تھے ہم اپنی دعا کا
آنکھ اس کی نہیں آئینہ کے سامنے ہوتی / حیرت زدہ ہوں یار کی میں شرم و حیا کا
برسوں سے تو یوں ہے کہ گھٹا جب اُمنڈ آئی / تب دیدۂ تر سے بھی ہوا ایک جھڑا کا
آنکھ اس سے نہیں اٹھنے کی صاحب نظروں کی / جس خاک پہ ہوگا اثر اُس کی کفِ پا کا

تلوار کے سایہ ہی میں کاٹے ہے تو اے میر
کس دل زدہ کو ہوئے ہے یہ ذوق فنا کا

رہتا ہے ہڈیوں سے مرے جو ہما لگا / کچھ درد عاشقی کا اُسے بھی مزا لگا
غافل نہ سوزِ عشق سے رہ پھر کباب ہے / گر لائحہ اس آگ کا ٹک دل کو جا لگا
دیکھا ہمیں جہاں وہ تہاں آگ ہو گیا / بھڑکا رکھا ہے لوگوں نے اس کو لگا لگا
مہلت تنک بھی ہو تو سخن کچھ اثر کرے / میں اُٹھ گیا کہ غیر ترے کانوں آ لگا

Marfat.com

اب آبِ چشم ہی ہے ہمارا محیطِ خلق / دریا کو ہم نے کب کا کنارے رکھا لگا
ہر چند اس کی تیغِ ستم تھی بلند لیک / وہ طور بد ہیں تو قیامت بھلا لگا
مجلس میں اس کی بار نہ مجھ کو ملی کبھو / دروازے ہی سے گرچہ بہت میں دبا لگا
بوسہ لبوں کا مانگتے ہی منہ بگڑ گیا / کیا اتنی میری بات کا تم کو برا لگا

عالم کی سیر میر کی صحبت میں ہو گئی
طالع سے میرے ہاتھ یہ بے دست و پا لگا

خط سے وہ زور صفائے حسن اب کم ہو گیا / چاہِ یوسف تھا ذقن سو چاہِ رستم ہو گیا
سینہ کوبی سنگ سے دل خون ہونے میں رہی / حق بجانب تھا ہمارے سخت ماتم ہو گیا
ایک سا عالم نہیں رہتا ہے اس عالم کے بیچ / اب جہاں کوئی نہیں یہاں ایک عالم ہو گیا
آنکھ کے لڑتے تری آشوب سا برپا ہوا / زلف کے درہم ہوئے اک جمع برہم ہو گیا
اس لبِ جاں بخش کی حسرت نے مارا جان سے / آبِ حیواں یمنِ طالع سے مرے سم ہو گیا
وقت تب تک تھا تو سجدہ مسجدوں میں کفر تھا / فائدہ اب جبکہ قد محراب سا خم ہو گیا
عشق ان شہری غزالوں کا جنوں کو اب کھنچا / وحشتِ دل بڑھ گئی آرامِ جاں رم ہو گیا
جی کھنچے جاتے ہیں فرطِ شوق سے آنکھوں کی اور / جن نے دیکھا ایک دم اس کو لبِ دم ہو گیا
ہم نے جو کچھ اس سے دیکھا سو خلافِ چشم داشت / اپنا عزرائیل وہ جانِ مجسم ہو گیا

کیا کہوں کیا طرحیں بدلیں چاہ نے آخر کو میر
تھا گرہ جو درد چھاتی میں سو اب غم ہو گیا

کیفی ہو کیوں تو ناز سے پھر گرم رہ ہوا / برسوں سے صوفیوں کا مصلیٰ تو تہ ہوا
معلوم تیرے چہرۂ پُرنور کا سا لطف / بالفرض آسماں پہ گیا پھول مہ ہوا
پوچھ اُس سے دردِ ہجر کو جس کا بہ نازکی / جاگہ سے اپنے عضو کوئی بے جگہ ہوا
ہم پلہ اپنا کون ہے اس معرکہ کے بیچ / کس کی ترازو یار کا تیرِ نگہ ہوا

ایسا فقیر ہونا بھلا کیا ضرور تھا
دونوں جہاں میں میر عبث روسیہ ہوا

مذکور میری سوختگی کا جو چل پڑا / مجلس میں سن سپند یکایک اُچھل پڑا
پہنچے ہے کوئی اُس تنِ نازک کے لطف کو / گل گو چمن میں جامے سے اپنے نکل پڑا

Marfat.com

میں جو کہا اک آگ سی سلگے ہے دل کے بیچ
کہنے لگا کہ یوں ہی کوئی دن تو جل پڑا

بل کیوں نہ کھایئے کہ لگا رہنے اب تو ڈھال
بالوں میں اور پیچ میں پگڑی کے بل پڑا

تھے اختلال اگرچہ مزاجوں میں کب سے ایک
ملنے میں اُس بلا کے نہایت خلل پڑا

رہتا نہیں ہے آنکھ سے آنسو ترے لئے
دیکھی جو اچھی شے تو یہ لڑکا مچل پڑا

سر اُس کے پاؤں سے نہیں اٹھتے ستم ہے میر
گر خوش غلاف نیمچہ اُس کا اُگل پڑا

دل فرطِ اضطراب سے سیماب سا ہوا
چہرہ تمام زرد زرِ ناب سا ہوا

شاید جگر گداختہ یک لخت ہو گیا
کچھ آبِ دیدہ رات سے خوں ناب سا ہوا

وے دن گئے کہ اشک سے چہرہ کا دُسا کیا
اب رونے لگ گئے ہیں تو تالاب سا ہوا

اک دن کیا تھا یار نے قد ناز سے بلند
خجلت سے سرو جوئے چمن آب سا ہوا

کیا اور کوئی روئے کہ اب جوشِ اشک سے
حلقہ ہماری چشم کا گرداب سا ہوا

قصہ تو مختصر تھا دلے طول کو کھنچا
ایجاز دل کے شوق سے اطناب سا ہوا

عمامہ ہے مؤذنِ مسجد کہ بارِ سر
قد تو ترا خمیدہ ہو محراب سا ہوا

بات اب تو سُن کہ جائے سخن جس میں ہو سے
خط پشت لب سبزۂ سیراب سا ہوا

چل باغ میں بھی سوتے سے اُٹھ کر کبھو کہ گل
تک تک کے راہ دیدۂ بے خواب سا ہوا

سمجھے تھے ہم تو میر کو عاشق اسی گھڑی
جب سُن کے تیرا نام وہ بیتاب سا ہوا

دیکھ آرسی کو یار ہوا محو ناز کا
خانہ خراب ہوجیو آئینہ ساز کا

ہوتا ہے کون دست بسر ان غرور سے
گالی ہے اب جواب سلام نیاز کا

ہم تو سمندِ ناز کے پامال ہو چکے
اس کو وہی ہے شوق ابھی ترک تاز کا

ہے کیمیا گرانِ محبت میں قدر خاک
پر وقر کچھ نہیں ہے دلِ بے گداز کا

اس لطف سے نہ غنچۂ نرگس کھلا کبھو
کھلنا تو دیکھ اس مژۂ نیم باز کا

کوتاہ تھا فسانہ جو مر جاتے ہم شتاب
جی پر وبال سب ہے یہ عمر دراز کا

مارا نہ اپنے ہاتھ سے مجھ کو ہزار حیف
کشتہ ہوں یار میں تو ترے امتیاز کا

ہلتی ہے یوں پلک کہ گڑی دل میں جائے ہے
انداز دیدنی ہے مرے دل نواز کا

Marfat.com

پھر میر آج مسجدِ جامع کے تھے امام
داغِ شراب دھوتے تھے کل جا نماز کا

غم ابھی کیا محشرِ مشہور کا
شور سا ہی تو ولیکن دور کا

حق تو سب کچھ ہی ہو تو ناحق نہ بول
بات کہتے سر کٹا منصور کا

بیچ سے کب کا گیا اب ذکرِ لب
اُس دلِ مرحوم کا مغفور کا

طرفہ آتش خیز سنگستان ہی دل
مقتبس یہاں سے ہی شعلہ طور کا

ق
مر گئے پر خاک ہی سب کبر و ناز
مت جھکو سر گو کسو مغرور کا

ٹھیکرے کو قدر ہی اس کو نہیں
ٹوٹے جب کاسہ سرِ فغفور کا

ق
ہو کھڑا وہ تو پری سی ہی کھڑی
مُنہ کھلے تو جیسے چہرہ حور کا

دیکھ اُسے کیونکر ملک بھیچک نہ ہوں
آنکھ کے آگے یہ بُجا نور کا

چشم بہنے سے کبھو رہتی نہیں
کچھ علاج ای میر اس ناسور کا

نظر میں طور رکھ اس کم نما کا
بھروسا کیا ہی عمرِ بے وفا کا

گلوں کے پیرہن ہیں چاک سارے
کھلا تھا کیا کہیں بند اُس قبا کا

پرستش اب اسی بت کی ہی ہر سو
رہا ہوگا کوئی بندہ خدا کا

بلا ہیں قادر انداز اس کی آنکھیں
گیا بچہ جنازہ جس کو تاکا

بچا ہی عمر سے اب ایک حسرت
گیا وہ شور سر کا زور پا کا

مداوا خاطروں سے تھا وگرنہ
ہدایت مرتبہ تھا انتہا کا

لگا تھا روگ جب سے یہ تبھی سے
اثر معلوم تھا ہم کو دوا کا

مروت چشم رکھنا سادگی ہی
نہیں شیوہ یہ اپنے آشنا کا

کہیں اُس زلف سے کیا لگ چلی ہی
پڑے ہی پانوں بے ڈھب کچھ صبا کا

نجا تو دور صوفی خانقہ سے
ہیں تو پاس ہی ابر و ہوا کا

ق
نجا تو میر کو ایسا ہی چپکا
نمونہ ہی یہ آشوبِ بلا کا

کر دو دن ہی سے رخصت ورنہ شب کو
نہ سونے دیگا شور اس بے نوا کا

Marfat.com

وہ ترکِ مست کسو کی خبر نہیں رکھتا
کہ میں شکارِ زبوں ہوں جگر نہیں رکھتا

بلا سے آنکھ جو پڑتی ہے اُس کی دس جاگہ
ہمارا حال تو مدِّ نظر نہیں رکھتا

رہے نہ کیونکہ یہ دل باختہ سدا تنہا
کہ کوئی آوے کہاں میں تو گھر نہیں رکھتا

جنھوں کے دم میں ہے تاثیر اور ہیں وے لوگ
ہمارا نالۂ جانکاہ اثر نہیں رکھتا

کہیں ہیں اب کی بہت رنگ اُڑ چلا گل کا
ہزار حیف کہ میں بال و پر نہیں رکھتا

تو کوئی زور ہی نسخہ ہے اے مفرحِ دل
کہ طمعِ عشق میں ہرگز ضرر نہیں رکھتا

خدا کی اُور سے ہے سب یہ اعتبارانہ
جو خوب دیکھو تو میں کچھ ہنر نہیں رکھتا

غلط ہے دعویِ عشق اس فضول کا بے ریب
جو کوئی خشک لب و چشمِ تر نہیں رکھتا

جدا جدا پھرے ہے میر سب سے کس خاطر
خیال ملنے کا اُس کے اگر نہیں رکھتا

گیا میں جان سے وہ بھی جو ٹک آتا تو کیا ہوتا
قدم دو ساتھ میری نعش کے جاتا تو کیا ہوتا

پھرا تھا دُور اُس سے مدتوں میں کوہ و صحرا میں
بُلا کر پاس اپنے مجھکو بٹھلاتا تو کیا ہوتا

ہوئے آخر کو سارے کام ضائع ناشکیبی سے
کوئی دن اور تابِ ہجر دل لاتا تو کیا ہوتا

دمِ بسمل ہمارے زیرِ لب کچھ کچھ کہا سب نے
جو وہ بے رحم بھی کچھ منہ سے فرماتا تو کیا ہوتا

کہے سے غیر کے وہ توڑ بیٹھا وو ہیں یاروں سے
کئے جاتا اگر ٹک چاہ کا ناتا تو کیا ہوتا

کبھو سرگرم بازی ہمدموں سے یاں بھی آجاتا
ہمیں یک چند اگر وہ اور بہلاتا تو کیا ہوتا

گئے لے میر کو کل قتل کرنے اُس کے در پر سے
جو وہ بھی گھر سے باہر اپنے ٹک آتا تو کیا ہوتا

میں غش کیا جو خط لے اُدھر نامہ بر چلا
یعنی کہ فرطِ شوق سے جی بھی اُدھر چلا

سُدھ لے گئی تری بھی کوئی زلفِ مشکبو
گیسوئے پیچدار جو منہ پر بکھر چلا

لڑکا ہی تھا نہ قاتلِ ناکردہ خوں ہنوز
کپڑے گلے کے سارے مرے خوں میں بھر چلا

اے مایۂ حیات گیا جس کنے سے تو
آفت رسیدہ پھر وہ کوئی دم میں مر چلا

تیاری آج رات کہیں رہنے کی سی ہے
کس خانماں خراب کے اے مہ تو گھر چلا

دیکھوگے کوئی گوشہ نشیں ہو چکا غریب
تیرِ مژہ اُس ابرو کماں کا اگر چلا

بے مے رہا بہار میں ساری ہزار حیف
لطفِ ہوا سے شیخ بہت بے خبر چلا

Marfat.com

ہم سے تکلف اُس کا چلا جائے ہے وہی ق کل راہ میں ملا تھا سو منہ ڈھانپ کر چلا

یہ چھیڑ دیکھ ہنس کے رُخ زرد پر مرے
کہتا ہے میر رنگ تو اب کچھ نکھر چلا

وہ شوخ ہم کو پانوں تلے ہی ملا گیا
اس دل نے کس بلا میں ہمیں مبتلا کیا

چھاتی کبھو نہ ٹھنڈی کی لگ کر گلے سے آہ
دل اُس سے دور سینے میں اکثر جلا کیا

کس وقت شرح حال سے فرصت ہمیں ہوئی
کس دن نیا نہ قاصد ادھر سے چلا کیا

ہم تو گمانِ دوستی رکھتے تھے پر یہ دل
دشمن عجب طرح کا بغل میں پلا کیا

کیا لطف ہے جئے جو بُرے حال کوئی میر
جینے سے تو نے ہاتھ اُٹھایا بھلا کیا

اس موج خیز دہر میں تو ہے حباب سا
آنکھیں کھلیں تری تو یہ عالم ہے خواب سا

برقع اُٹھا کے دیکھے ہے منہ سے کبھو ادھر
یارب ہوا ہے اِن دنوں رفع حجاب سا

وہ دل کہ تیرے ہوتے رہے تھا بھرا بھرا
اب اس کو دیکھئے تو ہے اک گھر خراب سا

اس سوز آگے دیکھا تھا جیسا سو اب نہیں
دل رہ گیا ہے سینے میں جل کر کباب سا

اس عمر میں یہ ہوش کہ کہنے کو نرم گرم
بگڑا رہے ہے ساختہ مستِ شراب سا

ہے یہ فریب شوق کہ جاتے ہیں خط چلے
واں سے وگرنہ کب کا ہوا ہے جواب سا

کیا سطر موج اشک روانی کے ساتھ ہے
مشتاقِ گریہ ابر ہے چشم پُر آب سا

دوزخ ہوا ہے ہجر میں اس کے جہاں ہمیں
سوزِ درون سے جان پہ ہے اک عذاب سا

مدت ہوئی کہ دل سے قرار و سکوں گئے
رہتا ہے اب تو آٹھ پہر اضطراب سا

مواج آب سا ہے ولیکن اُڑے ہے خاک
ہے میر بحرِ بے تہ ہستی سراب سا

کب لطف زبانی کچھ اُس غنچہ دہن کا تھا
برسوں ملے پر ہم سے صرفہ ہی سخن کا تھا

اسباب مہیا تھے سب مرنے ہی کے لیکن
اب تک نہ موئے ہم جو اندیشہ کفن کا تھا

بلبل کو موا پایا کل پھولوں کی دُکاں پر
اس مرغ کے بھی جی میں کیا شوق چمن کا تھا

بیڈول قدم تیرا پڑتا تھا لڑکپن میں
رونا ہمیں اوّل ہی اس تیرے چلن کا تھا

مرغانِ قفس سارے تسبیح میں تھے گل کی
ہر چند کہ ہر اک کا ڈھلکا ہوا منکا تھا

Marfat.com

اب سطح ہی پانی کا آئینے کا سا تختہ
دریا میں کہیں شاید عکس اس کے بدن کا تھا

خوگر نہیں ہم یوں ہی کچھ ریختہ کہنے سے
معشوق جو اپنا تھا باشندہ دکن کا تھا

بھولوں نہیں تم جس دم سج نکلے تھے اک بیچا
اس دن ہی تمھیں دیکھے ماتھا مرا ٹھنکا تھا

رہ میر غریبانہ جاتا تھا چلا روتا
ہر گام گلہ لب پر یارانِ وطن کا تھا

یہ روش ہی دلبروں کی نہ کسو سے ساز کرنا
کوئی خاک سے ہو یکساں وہی ان کو ناز کرنا

کوئی عاشقوں بتاں کی کرے نقل کیا معیشت
انھیں ناز کرتے رہنا انھیں جی نیاز کرنا

رہیں بند میری آنکھیں شب و روز ضعف ہی میں
نہ ہوا مجھے میسر کبھو چشم باز کرنا

یہ بھی طرفہ ماجرا ہے کہ اسی کو چاہتا ہوں
مجھے چاہیے ہے جس سے بہت احتراز کرنا

نہیں کچھ رہا تو لڑکا تجھے پر ضرور ہے اب
ہوس اور عاشقی میں ٹک اک امتیاز کرنا

کوئی عاشقوں کی پھبتی انھوں نے اٹھائی بھی ہے
انھیں بات ہو جو تھوڑی اسے بھی دراز کرنا

یہی میر کھینچے قشقہ درِ دیر پر تھے ساجد
نہیں اعتقاد قابل انھوں کا نماز کرنا

ایک آن اس زمانے میں یہ دل نہ وا ہوا
کیا جانیے کہ میر زمانے کو کیا ہوا

دکھلاتے کیا ہو دستِ حنائی کا مجھ کو رنگ
ہاتھوں سے میں تمھارے بہت ہوں جلا ہوا

سوزش وہی تھی چھاتی میں مرنے تلک مرے
اچھا ہوا نہ داغ جگر کا لگا ہوا

سر ہی چڑھا رہے ہے ہر اک بادہ خوار کے
ہے شیخ شہر یا کوئی جن ہے پڑھا ہوا

ظاہر کو گو درست رکھا مر کے میں ولے
دل کا لگاؤ کوئی رہا ہے چھپا ہوا

از خویش رفتہ میں ہی نہیں اس کی راہ میں
آتا نہیں ہے پھر کے ادھر کا گیا ہوا

یوں پھر اٹھا نہ جائے گا اے ابر دشت سے
گر کوئی رونے بیٹھ گیا دل بھرا ہوا

لیکر جواب خط کا نہ قاصد پھرا کبھو
کیا جانیے سرنوشت میں کیا ہے لکھا ہوا

گو ہم ملے مہندی کے رنگوں فلک ولے
چھوٹے نہ اس سے اس کا لگا یا بندھا ہوا

اٹھتے تعب فراق کے جی سے کہاں تلک
دل جو بجا رہا نہ ہمارا بجا ہوا

دامن سے منہ چھپائے جنوں کب رہا چھپا
سو جا سے سامنے ہی گریباں پھٹا ہوا

دیکھا نہ ایک گل کو بھی چشمک زنی میں ہائے
جب کچھ رہا نہ باغ میں تب میں رہا ہوا

Marfat.com

کیا جانئے ملاپ کسے کہتے ہیں یہ لوگ
برسوں ہوئے کہ ہم سے تو وہ ہی لڑا ہوا

بحر بلا سے کوئی نکلتا مرا جہاز
بارے خدائے عزوجل ناخدا ہوا

اس بحر میں ایک در غزل تو بھی میر کہہ
دریا تھا تو تو تیری روانی کو کیا ہوا

اس کام و جان و دل سے جو کوئی جدا ہوا
دیکھا پھر اس کو خاک میں ہم نے ملا ہوا

گر ترک گرچہ بیٹھے ہیں پر ہے وہی تلاش
رہتا نہیں ہے ہاتھ ہمارا اٹھا ہوا

کھینچا بغل میں میں جو اسے مست پا کے رات
کہنے لگا کہ آپ کو بھی اب نشا ہوا

نے صبر ہے نہ ہوش ہے نے عقل ہے نہ دین
آتا ہے اس کے پاس سے عاشق لٹا ہوا

اٹھتا ہے میرے دل سے کبھو جوش سا تو پھر
جاتا ہے دونوں آنکھوں سے دریا بہا ہوا

جوں صید نیم کشتہ تڑپتا ہے ایک سا
کیا جانئے کہ دل کو مرے کیا بلا ہوا

خط آئے پر جو گرم وہ پرکار مل چلا
میں سادگی سے جانا کہ اب آشنا ہوا

ہم تو لگے کنارے ہوئے غیر ہمکنار
ایکوں کی عید ایکوں کے گھر میں دہا ہوا

جوں برق مجھ کو ہنستے نہ دیکھا کسو نے آہ
پایا تو ابر سا کہیں روتا کھڑا ہوا

جس شعر پر سماع تھا کل خانقاہ میں
وہ آج میں سنا تو ہے میرا کہا ہوا

پایا مجھے رقیب نے آ اس کی زیر تیغ
دل خواہ بارے مدعی کا مدعا ہوا

بیمار مرگ سا تو نہیں روز اب بتر
دیکھا تھا ہم نے میر کو کچھ تو بھلا ہوا

کل دل آزردہ گلستاں سے گزر ہم نے کیا
گل لگے کہنے کہو منھ نہ ادھر ہم نے کیا

کر گئی خواب سے بیدار تھیں صبح کی باد
بے دماغ اتنے جو ہو ہم پہ مگر ہم نے کیا

سیدھی تلوار کے منہ پر ترے ہم آئے چلے
کیا کریں اس دل خستہ کو سپر ہم نے کیا

نیمچہ ہاتھ میں مستی سے لہو سی آنکھیں
سج تری دیکھ کے اے شوخ حذر ہم نے کیا

پاؤں کے نیچے کی مٹی بھی نہ ہوگی ہم سی
کیا کہیں عمر کو اس طرح بسر ہم نے کیا

کھا گیا ناخن سر تیز جگر دل دونوں
رات کی سینہ خراشی میں ہنر ہم نے کیا

کام ان ہونٹھوں سے وہ لے جو کوئی ہم سا ہو
دیکھتے دیکھتے ہی آنکھوں میں گھر ہم نے کیا

جیسے حسرت لئے جاتا ہے جہاں سے کوئی
آہ یوں کوچۂ دلبر سے سفر ہم نے کیا

Marfat.com

بارے کل بھڑ گئے اس ظالمِ خونخوار سے ہم
منصفی کیجے تو کچھ کم نہ جگر ہم نے کیا

اس رخ و زلف کی تسبیح ہے یہاں اکثر میر
ورد اپنا یہی اب شام و سحر ہم نے کیا

اس قدر آنکھیں چھپاتا ہے تو اے مغرور کیا
ٹک نظر ایدھر نہیں کہ اس سے ہے منظور کیا

وصل و ہجراں سے نہیں ہے عشق میں کچھ گفتگو
لاگ دل کی چاہیے ہے یہاں قریب و دور کیا

ہو خرابی اور آبادی کی عاقل کو تمیز
ہم دِوانے ہیں ہمیں ویران کیا معمور کیا

اُٹھ نہیں سکتا ترے در سے شکایت کیا مری
حال میں اپنے ہوں عاجز میں مجھے مقدور کیا

سب ہیں یکساں جب فنا یکبارگی طاری ہوئی
ٹھیکرا اس مرتبے میں کیا سرِ فغفور کیا

لطف کے حرف و سخن پہلے جو تھے بہرِ فریب
مدتیں جاتی ہیں اُن باتوں کا اب مذکور کیا

دیکھ بہتی آنکھ میری ہنس کے بولا کل وہ شوخ
یہ نہیں اب تک ہوا مُنہ کا ترے ناسور کیا

میں تو دیکھوں ہوں تمھارے مُنہ کو تم نے دل لیا
تم مجھے رہتے ہو اکثر مجلسوں میں گھور کیا

ابر سا روتا جو میں نکلا تو بولا طنز سے
آرسی جا دیکھ گھر برسے ہے مُنہ پر نور کیا

سنگِ بالیں میر کا جو باٹ کا روڑا ہوا
سخت کر جی کو گیا اس جا سے وہ رنجور کیا

جوں ابرِ قبلہ دل ہے نہایت ہی بھر رہا
رونا مرا سنو گے کہ طوفان کر رہا

شب میکدہ سے وارِدِ مسجد ہوا تھا میں
پر شکر ہے کہ صبح تئیں بے خبر رہا

دل جس سے ایکبار نہ پھر تو ہوا دوچار
رُک رُک کے وہ ستمزدہ ناچار مر رہا

تسکینِ دل ہو تب کہ کبھو آ گیا بھی ہو
برسوں سے اس کا آنا یہی صبح پر رہا

اس زلف و رخ کو بھولے مجھے مدتیں ہوئیں
لیکن مرا نہ گریۂ شام و سحر رہا

رہتے تو تھے مکاں پہ ولے آپ میں نہ تھے
اس بن ہمیں ہمیشہ وطن میں سفر رہا

اب چھیڑ یہ رکھی ہے کہ پوچھے ہے بار بار
کچھ وجہ بھی کہ آپ کا منہ ہے اُتر رہا

اک دم میں یہ عجب کہ مرے سر پہ پھر گیا
جو آبِ تیغ برسوں تری تا کمر رہا

کاتب کو میں نے میر کو چھیڑا کہ ان نے آج
یہ دردِ دل کہا کہ مجھے دردِ سر رہا

دل دفعۃً جنون کا مہیا سا ہو گیا
دیکھی کہاں وہ زلف کہ سودا سا ہو گیا

Marfat.com

تک جوش سا اُٹھا تھا مرے دل سے رات کو
دیکھا تو ایک پل ہی میں دریا سا ہو گیا

بے رونقیِ باغ ہے جنگل سے بھی پرے
گل سوکھ تیرے ہجر میں کانٹا سا ہو گیا

جلوہ ترا تھا جب تئیں باغ و بہار تھا
اب دل کو دیکھتے ہیں تو صحرا سا ہو گیا

کل تک تو ہم وے ہنستے چلے آئے تھے ہیں
مرنا بھی میرؔ جی کا تماشا سا ہو گیا

دل کی واشد کیلئے کل باغ میں ٹک گیا
سُن گلہ بلبل سے گل کا اور بھی جی رک گیا

عشق کی سوزش نے دل میں کچھ نہ چھوڑا کیا کہیں
لگ اٹھی یہ آگ ناگاہ کہ گھر سب پھک گیا

ہم نہ کہتے تھے کہ غافل خاک ہو پیش از فنا
دیکھ اب پیری میں قد تیرا کدھر کو جھک گیا

خدمتِ معقول ہی سب مغبچے کرتے رہے
شیخ آیا میکدے کی اور جب تب تھک گیا

میرؔ اس قاضی کے لونڈے کے لئے آخر موا
سب کو قضیہ اس کے جینے کا تھا یار چک گیا

پھرتا ہے زندگی کے لئے آہ خوار کیا
اس وہم کی نمود کا ہے اعتبار کیا

کیا جانیں ہم اسیرِ قفس زاد اے نسیم
گل کیسے باغ کہتے ہیں کس کو بہار کیا

آنکھیں برنگ نقشِ قدم ہوگئیں سفید
پھر اور کوئی اُس کا کرے انتظار کیا

سیکھی ہے طرح سینہ فگاری کی سب مری
لائے تھے ساتھ چاکِ دل ایسا انار کیا

سرکش کسو سے ایسی کدورت رکھے وہ شوخ
ہم اس کی خاکِ راہ ہیں ہم سے غبار کیا

نے وہ نگہ چبھی ہے نہ وے پلکیں گڑ گئیں
کیا جانئے کہ دل کو ہے یہ خار خار کیا

لیتا ہے ابر اب تئیں اس ناحیے سے آب
روئے ہیں ہم بھی برسوں تئیں زار زار کیا

عاشق کے دل سے رکھ نہ تسلی کی چشم داشت
ہے برق پارہ یہ اسے آوے قرار کیا

صحبت رہی بگڑتی ہے اُس کینہ ور سے آہ
ہم جانتے نہیں ہیں کہ ہوتا ہے پیار کیا

مارا ہے ایک دو کو تو ہو مدعی کوئی
کشتوں کا اُس کے روزِ جزا ہیں شمار کیا

مدت سے جرگہ جرگہ سرِ تیر ہیں غزال
کم ہو گیا ہے یار کا ذوقِ شکار کیا

پاتے ہیں اپنے حال میں مجبور سب کو ہم
کہنے کو اختیار ہے پر اختیار کیا

آخر زمانہ سازی سے کھویا نہ وقر میرؔ
یہ اختیار تم نے کیا روزگار کیا

لہ غالب: دل میں ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہیں
آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا۔

Marfat.com

غنچہ ہی وہ دہان ہے گویا / ہونٹھ پر رنگِ پان ہے گویا
میرے مرنے سے بھی وہ چونکے ہے / اب تلک مجھ میں جان ہے گویا
چاہیے جیتے گزرے اس کا نام / منہ میں جب تک زبان ہے گویا
سربسر کیں ہے لیک وہ پرکار / دیکھو تو مہربان ہے گویا
حیرتِ روئے گل سے مرغِ چمن / چپ ہے یوں بے زبان ہے گویا
مسجد ایسی بھری بھری کب ہے / میکدہ اک جہان ہے گویا
جائے ہے شور سے فلک کی طرف / نالۂ صبح بان ہے گویا
بسکہ ہیں اس غزل میں شعر بلند / یہ زمین آسمان ہے گویا
وہی شورِ مزاج شیب میں ہے / میر اب تک جوان ہے گویا

ان بختیوں میں کس کا میلان خواب پر تھا / بالیں کی جائے ہر شب یہاں سنگ زیرِ سر تھا
ان ابرو و مژہ سے کب میرے جی میں ڈر تھا / تیغ و سناں کے منہ پر اکثر مرا جگر تھا
ان خوبصورتوں کا کچھ لطف کم ہے مجھ پر / یک عمر ورنہ اس جا پریوں ہی کا گزر تھا
تیشے سے کوہکن کے کیا طرفہ کام نکلا / اپنے تو ناخنوں میں اس طور کا ہنر تھا
عصمت کو اپنی دھاں تو روتے ملک پھریں ہیں / لغزش ہوئی جو مجھ سے کیا عیب میں بشر تھا
کل ہم وہ دونوں یکجا ناگاہ ہو گئے تھے / وہ جیسے برقِ خاطف میں جیسے ابرِ تر تھا
ہوش اڑ گئے سبھوں کے شورِ سحر سے اُس کے / مرغِ چمن اگرچہ یکمشتِ بال و پر تھا
پھر آج یہ کہانی کل شب پہ رہ گئی ہے / سوتا نہ رہتا ٹک تو قصہ ہی مختصر تھا
رشک اس شہید کا ہے خضر و مسیح کو بھی / جو کشتہ اُس کی جانب دو گام پیشتر تھا
ہشیاری اس کی دیکھو کیفی ہو مجھ کو مارا / تا اُن کے سب کہیں یہ وہ مست و بیخبر تھا
صد رنگ ہے خرابی کچھ تو بھی رہ گیا ہے / کیا نقل کریے یارو دل کوئی گھر سا گھر تھا
تھا وہ بھی اک زمانہ جب نالے آتشیں تھے / چاروں طرف سے جنگل جلتا ادھر ادھر تھا
جب نالہ کش ہوا وہ تب مجلسیں رلائیں / تھا میر دل شکستہ یا کوئی نوحہ گر تھا

تیغ لے کر کیوں تو عاشق پر گیا / زیرِ لب جب کچھ کہا وہ مر گیا

Marfat.com

تڑپے زیر تیغ ہم بے ڈول آہ / دامنِ پاک اس کا خوں میں بھر گیا
خاک ہی بکھرے اگر سونا بھی پھر / ہاتھ سے جس کے وہ سیمیں بر گیا
کیا بندھا ہے اس کے کوچے میں طلسم / پھر نہ آیا جو کوئی ادھر گیا
خانداں کیا کیا ہوئے اس بن خراب / آج تک وہ شوخ کس کے گھر گیا
ابرو و مژگاں ہی میں کاٹی ہے عمر / کیا سنان و تیغ سے میں ڈر گیا

کہتے ہیں ضائع کیا اپنے تئیں
میر تو دانا تھا یہ کیا کر گیا

جی رک گئے اے ہمدم دل خون ہو بھر آیا / اب ضبط کریں کب تک منہ تک تو جگر آیا
تھی چشم دم آخر وہ دیکھنے آوے گا / سو آنکھوں میں جی آیا پر وہ نہ نظر آیا
بے سدھ پڑے ہیں سارے سجادوں پہ اسلامی / دارو پئے وہ کافر کاہے کو ادھر آیا
ہر خستہ ترا خواہاں یک زخم دگر کا تھا / کی مشق ستم تو نے پر خون نہ کر آیا
گلبرگ ہی کچھ تنہا پانی نہیں خجلت سے / جنبش سے ترے لب کی یاقوت بھی تر آیا
بالفعل تو ہے قاصد محو اس خط و گیسو کا / ٹک پیچ تو ہم پوچھیں کیا لے کے خبر آیا
تابوت پہ بھی میرے پتھر پڑے لے جاتے / اس نخل میں ماتم کے کیا خوب ثمر آیا
ہے حق بطرف اس کے یوں جس کے گیا ہو تو / سج ایسی تری دیکھی ہم کو بھی خطر آیا
کیا کہیے کہ پتھر سے سر مارتے ہم گزرے / یوں اپنا زمانہ تو بن یار بسر آیا
صنعت گریاں[1] ہم نے کیں سیکڑوں یہاں لیکن / جس سے کبھو وہ ملتا ایسا نہ ہنر آیا

در ہی کے تئیں تکتے پتھرا گئیں آنکھیں تو
وہ ظالم سنگیں دل کب میر کے گھر آیا

یار ہے میر کا مگر گل سا / کہ سحر نالہ کش ہے بلبل سا
یہاں کوئی اپنی جان دو دشوار / وہاں وہی ہے سو ہے تساہل سا
دود دل کو ہمارے ٹک دیکھو / یہ بھی پُر پیچ اب ہے کاکل سا
شوق ان اس کے لمبے بالوں کا / یہاں چلا جائے ہے تسلسل سا

[1] آزاد، معاصر دلی سے آئیں جہاں کی ساری آزاد صنعتیں پہ ؎ جس سے کہ یار ملتا ایسا ہنر نہ آیا
میر تقی میر سے صنعت گریاں بہتیری کیں لیکن دریغ ہزار دریغ ؎ جس سے یار بھی ملتا ہم سے ایسا وہ ہنر نہ آیا

Marfat.com

کب تھی جرأت رقیب کی اتنی
تم نے بھی کچھ کیا تغافل سا

یک نگہ ایک چشمک ایک سخن
اس میں بھی تم کو ہے تامل سا

بارے مستوں نے ہوشیاری کی
دے کے کچھ محتسب کا منہ جھلسا

شرم آتی ہے پہنچے اودھر
خط ہوا شوق سے ترسل سا

ٹوٹی زنجیرِ پائے میرؔ مگر
رات سنتے رہے ہیں ہم غل سا

چمن میں جا کے جو میں گرمِ وصفِ یار ہوا
گل اشتیاق سے میرے گلے کا ہار ہوا

تمھارے ترکشِ مژگاں کی کیا کروں تعریف
جو تیر اس سے چلا سو جگر کے پار ہوا

ہماری[1] خاک پہ اک بیکسی برستی ہے
ادھر سے ابر جب آیا تب اشکبار ہوا

کریں نہ کیونکہ یہ ترکاں بلند پروازی
انھوں کا طائرِ سدرہ نشیں شکار ہوا

کبھو بھی اس کو تہِ دل سے ملتے پایا پھر
فریب تھا وہ کوئی دن جو ہم سے یار رہا

بہت دنوں سے درونے میں اضطراب سا تھا
جگر تمام ہوا خون تب قرار ہوا

شکیب میرؔ جو کرتا تو وقر رہ جاتا
اُدھر کو جا کے عبث یہ جبیب خوار ہوا

ایک دل کو ہزار داغ لگا
اندرونے[3] میں جیسے باغ لگا

اس سے یوں گل نے رنگ پکڑا ہے
شمع سے جیسے لیں چراغ لگا

خوبیِ یک پیچہ بندِ خوباں کی
خوب باندھوں گا گر دماغ لگا

پاؤں دامن میں کھینچ لیں گے ہم
ہاتھ گر گوشۂ فراغ لگا

میرؔ اس بے نشاں کو پایا جان
کچھ ہمارا اگر سراغ لگا

تیغ کی اپنی صفت لکھتے جو کل وہ آگیا
ہنس کے اس پرچے کو میرے ہی گلے بندھوا گیا

دست و پا گم کرنے سے میرے کھلے اسرارِ عشق
دیکھ کر کھویا گیا سا مجھ کو ہر یک پا گیا

داغِ محجوبی ہوں اس کا میں کہ میرے روبرو
عکس اپنا آرسی میں دیکھ کر شرما گیا

ہم بشر عاجز ثباتِ پا ہمارا کس قدر
دیکھ کر اس کو ملک سے بھی نہ یہاں ٹھہرا گیا

یار کے بالوں کا بندھنا تہ ہے پگڑی کے ساتھ
ایک عالم دستاں اس پیچ میں مارا گیا

[1] میر تقی میر ع ادھر سے ابر جو اٹھ کر گیا ہے - ہماری خاک پر بھی رو گیا ہے - [3] اندرونے یعنی دل باطن

ہم نہ جانا اختلاط اس طفل بازی کوش کا — گرم بازی سے آگیا تو ہم کو بھی بہلا گیا
کیا کروں ناچار مرنے کو ہوا تیار میں[1] — دل لگی روز و شب کی بیتابی سے جی گھبرا گیا
جی کوئی لگتا ہے اُس کے اُٹھ گئے پر باغ میں — گل نے بہتیرا کہا ہم سے نہ ٹک ٹھہرا گیا
ہو گئے تحلیل سب اعضا مرے پاکر گداز — رفتہ رفتہ ہجر کا اندوہ مجھ کو کھا گیا

یوں تو کہتا تھا کوئی ویسے کو باندھے ہے گلے
پر وہ پھندنا سا جو آیا میر بھی پھندلا گیا

دل عشق میں خوں دیکھا آنکھوں کو گیا دیکھا — پیغمبر کنعاں نے دیکھا نہ کہ کیا دیکھا
مجروح ہے سب سینہ تس پر ہے نمک پاشی — آنکھوں کے لڑانے کا ہم خوب مزا دیکھا
یکبار بھی آنکھ اپنی اُس پر نہ پڑی مرتے — سو مرتبہ بالیں سے ہم سر کو اٹھا دیکھا
کاہش کا مری اب یہ کیا تجھ کو تعجب ہے — بیماری دل والا کوئی بھی بھلا دیکھا
آنکھیں گئیں پھر تجھ بن کیا کیا نہ عزیزوں کی — پر تو نے مروت سے ٹک اُن کو نہ جا دیکھا
جی دیتے ہیں مرنے پر سب شہر محبت میں — کچھ ساری خدائی سے یہ طور نیا دیکھا

کیا دل کو گنوایا ہے یا رنج اُٹھایا ہے
اے میر تجھے ہم نے کچھ آج خفا دیکھا

ناگہ جو وہ صنم ستم ایجاد آگیا — دیکھے سے طور اس کے خدا یاد آگیا
پھوڑا تھا سر تو ہم نے بھی پر اس کو کیا کریں — جو چشم روزگار میں فرہاد آگیا
اپنا بھی قصد تھا سرِ دیوار باغ کا — ٹوٹا ہی تھا قفس کو پہ صیاد آگیا
جور و ستم اُٹھانے ہی اُس کے پڑیں گے شیخ — مسجد میں گر وہ عاشق بے داد آگیا

دیکھیں گے آدمی کی روش میر ہم تری
گر سامنے سے ٹک وہ پری زاد آگیا

گرم مجھ سوختہ کے پاس سے جانا کیا تھا — آگ لینے[2] مگر آئے تھے یہ آنا کیا تھا
برسوں یک بوسۂ لب مانگتے جاتے ہیں ہمیں — رات آتے ہی کہا تم نے جو مانا کیا تھا
دیکھنے آئے دم نزع لئے منہ پہ نقاب — آخری وقت مرے مُنہ کا چھپانا کیا تھا
جب نہ تب مرنے کو تیار رہے عشق میں ہم — جی کے تئیں اپنے کبھو ہم نے نہ جانا کیا تھا
مدعی ہوتے ہیں اک آن میں اب تو دلدار — مہر جب رسم تھی یارب وہ زمانا کیا تھا

[1] طالع شہرت رسوائی مجنوں بیش است ٭ صد طشت من دلد ہر دو نیک بام افتاد (ناظم)
[2] تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے (ذوق)

Marfat.com

عزت و عشق کہاں جمع ہوئے اے ہمدم
ننگ خواری تھا اگر دل کا لگانا کیا تھا

گر خط سبز سے اس کے نہ تھیں تھی کچھ لاگ
پھر بھلا میر جی یہ زہر کا کھانا کیا تھا

وارد گلشن غزل خواں وہ جو کل سحر یہاں ہوا
دامن گل گریۂ خونیں سے سب افشاں ہوا

طائران باغ کو تھا بیت بحثی کا دماغ
پر ہر اک درد سخن سے میر کے نالاں ہوا

دل کی آبادی کو پہنچا اپنے گویا چشم زخم
دیکھتے ہی دیکھتے یہ شہر سب ویراں ہوا

سبز بختی پر ہے اس کے طائر سدرہ کو رشک
جو شکار اس تیغ کے سایہ تلے بیجاں ہوا

خاک پر بھی دوڑتی ہے چشم مہر و ماہ جس رخ
کس دلی الطبع کے گھر جا کے میں مہماں ہوا

تھا جگر میں جب تلک قطرہ ہی تھا خوں کا سرشک
اب جو آنکھوں سے تجاوز کر چلا طوفاں ہوا

اس کے میرے بیچ میں آئینہ آیا تھا ولے
صورت احوال ساری دیکھ کر حیراں ہوا

دل نے خوں ہو عشق خوباں میں بھی کیا بد ہے رنگ
چہروں کو غازہ ہوا ہونٹھوں کا رنگ پاں ہوا

تم جو کل اس راہ نکلے برق سے ہنستے گئے
ابر کو دیکھو کہ جب آیا ادھر گریاں ہوا

جی سے جانا بن گیا اس بن ہمیں پل مارتے
کام تو مشکل نظر آتا تھا پر آساں ہوا

جب سے ناموس جنوں گردن بندھا ہے تب سے میر
جیب جاں وابستۂ زنجیر تا داماں ہوا

آیا ہے ابر جب کا قبلہ سے تیرا تیرا
مستی کے ذوق میں ہیں آنکھیں بہت ہی خیرا

خجلت سے ان لبوں کے پانی ہو بہ چلے ہیں
قند و نبات کا بھی نکلا ہے خوب شیرا

مجنوں نے حوصلے سے دیوانگی نہیں کی
جاگہ سے اپنی جانا اپنا نہیں وتیرا

اس راہزن سے مل کر دل کیونکہ کھو نہ بیٹھیں
انداز و ناز اچپلے، غمزہ اٹھائی گیرا

کیا کم ہے ہولناکی صحرائے عاشقی کی
شیروں کو اس جگہ پر ہوتا ہے قشعریرا

آئینے کو بھی دیکھو پر ٹک ادھر بھی دیکھو
حیران چشم عاشق دمکے ہے جیسے ہیرا

نیت پہ سب بنا ہے یہاں مسجد اک بڑی تھی
پیر مغاں موا سو اس کا بنا حظیرا

ہمراہ خوں تلک ہو ٹک پانوں کے چھوئے سے
ایسا گناہ مجھ سے وہ کیا ہوا کبیرا

غیرت سے میر صاحب سب جذب ہو گئے تھے
نکلا نہ بوند لوہو سینہ جواں کا چیرا

Marfat.com

یہاں اپنی آنکھیں پھر گئیں پردہ نہ آ پھرا / دیکھا نہ بدگمان ہمارا بھلا پھرا
آیا نہ پھر وہ آئینہ رو ٹک نظر مجھے / میں منہ پر اپنے خاک لیے جابجا پھرا
کیا اور جی رندھے کسو کا تیرے ہجر میں / سو بار اپنے منہ سے جگر تو گیا پھرا
اللہ رے دلکشی کہیں دیکھا جو گرمِ ناز / جوں سایہ اس کے ساتھ ملک پھر لگا پھرا
سن لیجو ایک بار مسافر ہی ہو گیا / بیمارِ عشق گو رہے گو بارہا پھرا
کہہ وہ شکستہ پا ہمہ حسرت نہ کیونکہ جائے / جو ایک دن نہ تیری گلی میں چلا پھرا
طالع پھرے سپہر پھرا، قلب پھر گئے / چندے وہ رشکِ ماہ جو ہم سے جدا پھرا
پر بے نمک ہی ملنے کی اس وقت میں تلاش / بارے وہ ربط و دوستی سب کا مزا پھرا
آنسو گرا نہ رازِ محبت کا پاس کر / میں جیسے ابر برسوں تئیں دل بھرا پھرا
بے صرفہ رونے لگ گئے ہم بھی اگر کبھو / تو دیکھیو کہ بادیہ سارا بہا پھرا
بندہ ہی پھر کہاں کا جو صاحب ہو بے دماغ / اس سے خدائی پھرتی ہے جس سے خدا پھرا

خانہ خراب میر بھی کتنا غیور تھا
مرنے موا پر اس کے کبھو گھر نہ جا پھرا

پھریے کب تک شہر میں اب سوئے صحرا رو کیا / کام اپنا اس جنوں میں ہم نے بھی یکسو کیا
عشق نے کیا کیا تصرف یہاں کیے ہیں آجکل / چشم کو پانی کیا سب دل کو سب لوہو کیا
نکہتِ خوش اس کے پنڈے کی سی آتی ہے مجھے / اس سبب گل کو چمن کے دیر میں نے بو کیا
کام میں قدرت کے کچھ بولا نہیں جاتا ہے ہائے / خوبرو اس کو کیا لیکن بہت بدخو کیا
جانا اس آرام گہ سے ہے بعینہ بس یہی / جیسے سوتے سوتے ایدھر سے ادھر پہلو کیا
غفلتِ اسلام کے کیا کیا پھرے ہیں جیب چاک / تو نے مائل کیوں ادھر کو گوشۂ ابرو کیا
تہ اتو کش کا ابھی پر کیا ہے سرگرم جفا / مارے تلواروں کے ان نے بہتوں کو اتو کیا
ہاتھ پر رکھ ہاتھ اب وہ دو قدم چلتا نہیں / جن نے بالش خواب کا برسوں مرا بازو کیا

پھول نرگس کا لیے بھیک کھڑا تھا راہ میں
کس کی چشمِ پرفسوں نے میر کو جادو کیا

عاشق ترے لاکھوں ہوئے تجھ سا نہ پھر پیدا ہوا / تجھ پر کوئی ای کام جاں دیکھا نہ یوں مرتا ہوا
مدت ہوئی الفت گئے برسوں ہوئے طاقت گئے / دل مضطرب ایسا نہ تھا کیا جانیے اب کیا ہوا

۱؎ میت اس کے تئیں کہتے ہیں جو تیر میں تھی ۔ ۲؎ گیا جہاں سے پہ تیری گلی میں آ نہ رہا۔

Marfat.com

کل صبح سیر باغ میں دل اور میرا اٹک گیا
وے دن گئے جو یہاں کھوا اٹھتا تھا دل سے جوش سا
کتنوں کے دل بیجان ہوئے کتنے نہ جانا کیا ہوئے
مستی میں لغزش ہو گئی معذور رکھا چاہیے
جوں حسن ہے اک فتنہ گر تو عشق بھی ہے پردہ در
فرہاد و مجنوں دوں گئے ہم اور وامق یوں چلے

بلبل نہ بولا منہ سے کچھ گل ٹک نہ تجھ سے وا ہوا
اب لگ گئے رونے جہاں پل مارتے دریا ہوا
چلنے میں اس کے دو قدم ہنگامہ اک برپا ہوا
ای اہل مسجد اس طرف آیا ہوں میں بھٹکا ہوا
وہ شہرۂ عالم ہوا میں خلق میں رسوا ہوا
اس عارضے سے چاہ کے وہ کون سا اچھا ہوا

یا صرف خط ہے درمیاں یا گیسوؤں کا ہے بیاں
کیا میر صاحب کے تئیں پھر اندنوں سودا ہوا

تمام روز جو کل میں پیے شراب پھرا
اثر بن آہ کے وہ منہ ادھر نہ ہوتا تھا
نہ لکھے خط کی نمط ہو گئیں سفید آنکھیں
وہ رشک گنج ہے نایاب تھا بہت ورنہ
کسو سے حرف محبت کا فائدہ نہ ہوا
لکھا تو دیکھ کہ قاصد پھرا جو مدت میں

بسان جام لیے دیدۂ پُر آب پھرا
ہوا پھری ہے مگر کچھ کہ آفتاب پھرا
تجھے بھی عشق ہے قاصد بھلا شتاب پھرا
خرابہ کونسا جس میں نہ میں خراب پھرا
بغل میں میں تو لیے یہاں بہت کتاب پھرا
جواب خط کا مرے صاف بے جواب پھرا

کہیں ٹھہرنے کی جا یہاں نہ دیکھی میں نے میر
چمن میں عالم امکاں کے جیسے آب پھرا

بے رنگ بے ثباتی یہ گلستاں بنایا
اڑتی ہے خاک یارب شام و سحر جہاں میں
اک رنگ پر نہ رہنا یہاں کا عجب نہیں ہے
آئینے میں کہاں ہے ایسی صفا کہ تو
سرگشتہ ایسی کس کی ہاتھ آ گئی تھی مٹی
نقش قدم سے اس کے گلشن کی طرح ڈالی
ہونے پہ جمع اپنے پھولا بہت تھا لیکن
اس صحن پر یہ وسعت اللہ رے تیری صنعت
دل تنگ ادھر نہ آیا ایدھر سے کچھ نہ پایا

بلبل نے کیا سمجھ کر یہاں آشیاں بنایا
کس کے غبار دل سے یہ خاکداں بنایا
کیا کیا نہ رنگ لائے تب یہ جہاں بنایا
جبہوں سے راستوں کے وہ آستاں بنایا
جو چرخ زن قضا نے یہ آسماں بنایا
گرد رہ اس کی لے کر سرو رواں بنایا
کیا غنچہ تنگ آیا جب وہ دہاں بنایا
معمار نے قضا کے دل کیا مکاں بنایا
ق کہنے کو ترک لے کر اک تو تنگ یہاں بنایا

Marfat.com

دریوزہ کرتے گزری تکیوں میں عمر اپنی — درویش کب ہوئے ہم تکیہ کہاں بنایا

وہ تو مٹا گیا تھا تربت بھی میر جی کی
دو چار اینٹیں رکھ کر پھر میں نشاں بنایا

اُس کام جان و دل نے عالم کا جان مارا — زلفوں کی درہمی سے برہم جہان مارا
بلبل کا کم نشستیں دم دل کو لگا ہمارے — ایسا کنھوں نے جیسے چھاتی میں بان مارا
خوں پچھ نہ تھا ہمارا مرکوز خاطر اس کو — لیکن اک ہیں بھی یوں درمیان مارا
سرچشمہ حسن کا وہ آیا نظر نہ مجھ کو — اس راہزن نے غافل کیا کارواں مارا
صبر و حواس و دانش سب عشق کے زبوں ہیں — ہیں کاوشِ مژہ سے عالم کو چھان مارا
کیا خون کا مزا ہے ای عشق تجھ کو ظالم — ایک ایک دم میں تو نے سو سو جوان مارا
ہم عاجزوں پر آکر یوں کوہِ غم گرا ہے — جیسے زمیں کے اوپر ایک آسمان مارا
کب جی بچے ہے یارو خوش زرد و مو بتاں سے — گر صبح بچ گیا تو پھر شام آن مارا

کہتے نہ تھے کہ صاحب اتنا کڑھا نہ کریے
اس غم نے میر تم کو جی سے ندان مارا

یہ میر ستم کشتہ کسو وقت جواں تھا — انداز سخن کا سبب شور و فغاں تھا
جادو کی پڑی پرچۂ ابیات تھا اس کا — منہ تکتے غزل پڑھتے عجب سحر بیاں تھا
جس راہ سے وہ دل زدہ دلی سے نکلتا — ساتھ اُس کے قیامت کا سا ہنگامہ رواں تھا
افسردہ نہ تھا ایسا کہ جوں آب زدہ خاک — آندھی تھا، بلا تھا، کوئی آشوب جہاں تھا
کس مرتبہ تھی حسرتِ دیدار مرے ساتھ — جو پھول مری خاک سے نکلا نگراں تھا
مجنوں کو عبث دعوئے وحشت ہے مجھی سے — جس دن کہ جنوں مجھ کو ہوا تھا وہ کہاں تھا
غافل تھے ہم احوالِ دل خستہ سے اپنے — وہ گنج اسی کنج خرابی میں نہاں تھا
کس زور سے فرہاد نے خارا شکنی کی — ہر چند کہ وہ بیکس و بیتاب و تواں تھا

گو میر جہاں میں کنھوں نے تجھ کو نہ جانا
موجود نہ تھا تو تو کہاں نام و نشاں تھا

عشق کو بیچ میں یارب تو نہ لایا ہوتا — یا تن آدمی میں دل نہ بنایا ہوتا
دل نہ تھا ایسی جگہ جس کی نہ سدھ لیجے کبھو — اُجڑی اس بستی کو پھر تو نے بسایا ہوتا

Marfat.com

عزت اسلام کی کچھ رکھ لی خدا نے ورنہ
زلف نے تیری تو زنار بندھایا ہوتا

گھر کے آگے سے ترے نعش گئی عاشق کی
اپنے دروازے تلک تو بھی تو آیا ہوتا

جو ہے سو بیخودِ رفتار ہے تیرا اے شوخ
اس روش سے نہ قدم تو نے اٹھایا ہوتا

اب تو صد چند ستم کرنے لگے تم اے کاش
عشق اپنا نہ تمھیں میں نے جتایا ہوتا

دل سے خوش طرح مکاں پھر بھی کہیں بنتے ہیں
اس عمارت کو ٹک اک دیکھ کے ڈھایا ہوتا

دل پہ رکھتا ہوں کبھو سر سے کبھو دل ہے میں
ہاتھ پانوں کو زمیں تیرے لگایا ہوتا

کم کم اٹھتا وہ نقاب آہ کہ طاقت رہتی
کاش یک بار ہمیں منہ نہ دکھایا ہوتا

میر اظہارِ محبت میں گیا جی نہ ترا
ہائے ناداں بہت تو نے چھپایا ہوتا

ملکِ طالع دیکھ وہ ادھر کو چل کر رہ گیا
رات جو تھی چاند سا گھر سے نکل کر رہ گیا

خواب میں کل پانوں اپنے دوست کے ملتا تھا میں
آنکھ دشمن کھل گئی سو ہاتھ مل کر رہ گیا

ہم تو تھے سرگرم پابوسی خدا نے خیر کی
تیغچہ کل خوش غلاف اُس کا اگل کر رہ گیا

ہم بھی دنیا کی طلب میں سر کے بل اوٹے کھڑے
بارے اپنا پانوں اس رہ میں پھسل کر رہ گیا

کیا کہوں بیتابی شب ہے کہ ناچار اس بغیر
دل مرے سینے میں دو دو ہاتھ اچھل کر رہ گیا

کیا ہمیں کو یار کے تیغے نے کھا کر دم لیا
ایسے بہتیروں کو یہ اژدر نگل کر رہ گیا

دو[2] قدم ساتھ اس جفاجو کے چلا جاتا ہے جی
بلہوس عیار تھا دیکھا نہ ٹل کر رہ گیا

آنکھ کچھ اپنی ہی اُس کے سامنے ہوتی نہیں
جن نے وہ خونخوار سج دیکھی دہل کر رہ گیا

ایک ڈھیری راکھ کی تھی صبح جائے میر پر
برسوں سے جلتا تھا شاید رات جل کر رہ گیا

طریق خوب ہے آپس میں آشنائی کا
نہ پیش آوے اگر مرحلہ جدائی کا

ہوا ہے کنج قفس ہی کی بے پری میں خوب (نسخے)
کہ پر کئی سال تلک لطف تھا رہائی کا

یہیں ہیں دیر و حرم اب تو یہ حقیقت ہے
دماغ کس کو ہے ہر در کی جبہہ سائی کا

نہ پوچھ مہندی لگانے کی خوبیاں اپنی
جگر ہے خستہ ترے پنجۂ حنائی کا

نہیں جہان میں کس طرف گفتگو دیسی (کیدھر نسخہ)
یہ ایک قطرۂ خوں ہے طرف[1] خدائی کا

کسو پہاڑ میں جوں کوہکن سر اب ماریں
خیال ہم کو بھی ہے بخت آزمائی کا

[1] طرف۔ مقابل ۱۲

بجا رہا نہ دلِ شیخ شورِ محشر سے
جگر بھی چاٹتا ہے ہی کچھ تھا منا ادائی کا چاہیے

رکھا ہے باز ہمیں دربدر کے پھرنے سے
سروں پہ اپنی ہے احسان شکستہ پائی کا

ملا کہیں تو دکھا دیں گے عشق کا جنگل
بہت ہی خضر کو غرہ ہے رہنمائی کا

نہ اُنس مجھ سے ہوا اُس کو میں ہزار کیا
جگر میں داغ ہے اُس گل کی بیوفائی کا

جہاں سے میرؔ ہی کے ساتھ جانا تھا لیکن
کوئی شریک نہیں ہے کسو کی آئی کا

یہ رفتگی بھی ہوتی ہے جی ہی چلا گیا
گل حال میرؔ دیکھ کے غش مجھ کو آ گیا

کیا کہیے ایک عمر میں وے لب ہلے تھے کچھ
سو بات پان کھاتے ہوئے وہ چبا گیا

ثابت ہے اس کے پہلو سے پہنچے ہے ہم کو رنج
دیکھا نہ دردِ دل کے کہے سر جھکا گیا

نالاں ہے عندلیب گل آشفتہ رفتہ سرو
ٹک بیٹھ کر چمن میں وہ فتنہ اٹھا گیا

پڑھتا تھا میں تو سبحہ لیے ہاتھ میں درود
صلواتیں مجھ کو آ کے وہ ناحق سنا گیا

رکھا نشان قبر کا میری نہ خوش کیا
آیا سو اور خاک میں مجھ کو ملا گیا

منصف ہو تو ہے شیخ کہ اس ست نازنین
ہم آپ سے بھلائے گئے تجھ سے رہا گیا

ہرگز کبھی نہ سر سے گئی آہ عشق میں
مانند شمع داغ ہے سب ہم کو کھا گیا

کیوں میں کہا کہ ہنس کے نمک غم پہ چھڑک
بے لطف اس کے ہونے میں سارا مزا گیا

آنسو تو ڈر سے پی گئے لیکن وہ قطرہ آب
اک آگ تن بدن میں ہمارے لگا گیا

وقتِ اخیر کیا یہ ادا تھی کہ عشق بے میا
جب آنکھ کھولی باتوں میں منہ کو چھپا گیا

کیا پوچھتے ہو داغ کیا مرگ میرؔ نے
مر کو وہ سینہ سوختہ چھاتی جلا گیا

سوزِ دروں سے آخر بھسمنت دل کو پایا
اس آگ نے بھڑک کر دل بست گھر جلایا

جی دے کے لیتے ایسے معشوق بے بدل کو
یوسف عزیز دلہا سستا بہت بکایا

زلفِ سیاہ اُس کی جاتی نہیں نظر سے
اس چشم روسیہ نے روزِ سیہ دکھایا

نام اُس کا سن کے آنسو گر ہی پڑے پلک سے
دل کا لگاؤ یارو چھپتا نہیں چھپایا

تھا لطفِ زیست جن سے وے اب نہیں میسر
مدت ہوئی کہ ہم نے جینے سے ہاتھ اٹھایا

مہندی لگی تھی تیرے پاؤں میں کیا پیارے
ہنگام خون عاشق سر پر جو تو نہ آیا

Marfat.com

یہ پیروی کسو سے کاہے کو ہو سکے ہے
رکھتا ہے داغ ہم کو قامت کا اس کی سایا

دیکھی نہ پیش جاتے ہرگز خرد وری میں
دانستہ باؤلا ہم اپنے تئیں بنایا

کتنی تھی بیدماغی اک شور با دمن میں
آنکھوں کے مند گئے پہ آرام سا تو پایا

گل پھول سے بھی تو جو لیتا ہے منہ کو پھیرے
کھڑے سے کس کے تونے ای میر دل لگایا

نکتہ مشتاق و یار ہے اپنا
شاعری تو شعار ہے اپنا

بیخودی لے گئی کہاں ہم کو
دیر سے انتظار ہے اپنا

روتے پھرتے ہیں ساری ساری رات
اب یہی روزگار ہے اپنا

دے کے دل ہم جو ہو گئے مجبور
اس میں کیا اختیار ہے اپنا

کچھ نہیں ہم مثال عنقا لیک
شہر شہر اشتہار ہے اپنا

جس کو تم آسمان کہتے ہو
سو دلوں کا غبار ہے اپنا

صرفہ آزار میر میں نہ کرو
خستہ اپنا ہے زار ہے اپنا

روکش ہوا جو شب وہ بالائے بام نکلا
ماہِ تمام یارو کیا ناتمام نکلا

ہو گوشہ گیر شہرت مدنظر اگر ہے
عنقا کی طرح اپنا عزلت سے نام نکلا

تھا جن کو عاشقی میں دعوائے پختہ مغزی
سودا انھوں کا آخر دیکھا تو خام نکلا

نومید قیس پایا ناکام کوہ کن کو
اس عشق فتنہ گر سے وہ کس کا کام نکلا

کیونکر نہ مر رہے جو بیتاب میر ہو
اک آدھ دن تو گھر سے دل تھام تھام نکلا

کیا کہیں کچھ کہا نہیں جاتا
اب تو چپ بھی رہا نہیں جاتا

غم میں جاتی ہے عمر دہ روزہ
اپنے ہاں سے دہا نہیں جاتا

طاقت دل تلک تعب کھینچے
اب ستم ٹک سہا نہیں جاتا

اس در تر کا حیرتی ہے بحر
تب تو اس سے بہا نہیں جاتا

کب تری رہ میں میر گرد آلود
لوہو میں آ نہا نہیں جاتا

Marfat.com

کبھی اُس کی جو میں جتانے لگا
سب مجھے سیدھیاں دو سنانے لگا

تحمل نہ تھا جس کو ٹک سودہ میں
ستم کیسے کیسے اُٹھانے لگا

رُندھے عشق میں کوئی یوں کب تلک
جگر آہ مُنہ تک تو آنے لگا

پریشاں ہیں اس وقت میں نیک و بد
ہوا جو کوئی وہ ٹھکانے لگا

کروں یاد اُسے ہوں جو میں آپ میں
سو یہاں جی ہی اب بھول جانے لگا

پس از عمر اُدھر گئی تھی نگاہ
سو آنکھیں وہ مجھ کو دکھانے لگا

نہیں رہتے عاقل علاقے بغیر
کہیں میر دل کو دوانے لگا

اللہ رے غرور و ناز تیرا
مطلق نہیں ہم سے ساز تیرا

ہم سے کہ تجھی کو جانتے ہیں
جاتا نہیں احتراز تیرا

مل جن سے شراب تو پئے ہی
کہہ دیتے ہیں وہ ہی راز تیرا

کچھ عشق و ہوس میں فرق بھی کر
کیدھر ہے وہ امتیاز تیرا

کہتے نہ تھے میر مت کڑھا کر
دل ہو نہ گیا گداز تیرا

نظر میں آوے گا جب جی کا کھونا
لگے گا نیند بھر تب مجھ کو سونا

مرا خون تجھ پہ ثابت ہی کرے گا
کنارے بیٹھ کر ہاتھوں کو دھونا

وصیت میر نے مجھ کو یہی کی
کہ سب کچھ ہونا تو عاشق نہ ہونا

اُس آستان داغ سے میں زر لیا کیا
گل دستہ جس کو چراغی دیا کیا

کیا بعدِ مرگ یاد کروں گا وفا تجھے
سہتا رہا جفائیں میں جب تک جیا کیا

اب وہ جگر طپش سے تڑپتا ہے تشنہ لب
مدت تلک جو میر کا لوہو پیا کیا

آنسو مری آنکھوں میں ہر دم جو نہ آجاتا
تو کام مرا اچھا پردے میں چلا جاتا

اصلح ہے حجاب اُس کا ہم شوق کے ماروں سے
بے پردہ جو وہ ہوتا تو کس سے رہا جاتا

طفلی کی ادا تیری جاتی نہیں یہ جی سے
ہم دیکھتے تجھ کو تو تو منہ کو چھپا جاتا

Marfat.com

صد شکر کہ داغ دل افسردہ ہوا ورنہ
یہ شعلہ بھڑکتا تو گھر بار جلا جاتا

کہتے تو ہو یوں کہتے یوں کہتے جو وہ آتا
یہ کہنے کی باتیں ہیں کچھ بھی نہ کہا جاتا

ان آنکھوں سے ہم چشمی بر جاہی جو میں جل کر
بادام کو کل یار و مجلس ہی میں کھا جاتا

صحبت سگ و آہو کی یک عمر رہی باہم
وہ بھاگتا مجھ سے تو میں اُس سے لگا جاتا

گر عشق نہیں ہے تو یہ کیا ہے بھلا مجھ کو
جی خود بخود اے ہمدم کاہے کو کھپا جاتا

جوں ابر نہ تھم سکتا آنکھوں کا مری جھمکا
جوں برق اگر وہ بھی جھمکی سے دکھا جاتا

تکلیف نہ کی ہم نے اس وحشی کو مرنے کی
تھا میرؔ تو ایسا بھی دل جی سے اٹھا جاتا

بالقوہ ٹک دکھایئے چشمِ پُر آب کا
دامن پکڑ کے روئیے یک دم سحاب کا (باز)

جو کچھ نظر پڑے ہے حقیقت میں کچھ نہیں
عالم میں خوب دیکھو تو عالم ہے خواب کا

دریا دلی جنھیں ہے نہیں ہوتے کاسہ لیس
دیکھا ہے واژگوں ہی پیالہ حباب کا

شاید کہ قلب یار بھی ٹک اس طرف پھرے
میں منتظر زمانے سے ہوں انقلاب کا

بارے نقاب دن کو جو رکھتا ہے منہ پہ تو
پردہ سا رہ گیا ہے کچھ اک آفتاب کا

تلوار بن نکلتے نہیں گھر سے ایک دم
خوں کر رہو گے تم کسو خانہ خراب کا

یہ ہوش دیکھ آگے مرے ساتھ غیر کے
رکھتا ہے پانوں مست ہو جیسے شراب کا

مجنوں میں اور مجھ میں کرے کیوں نہ فرق عشق
چھپتا نہیں مزا تو جلے سے کباب کا

رو فرصتِ جوانی پہ جوں ابر بے خبر
انداز برق کا سا ہے عہدِ شباب کا

وھاں سے تو نامہ بر کو ہے کب کا جواب صاف
میں سادگی سے لاگو ہوں خط کے جواب کا

ٹپکا کرے ہے زہر ہی صرف اس نگاہ سے
وہ چشم گھر ہے غصہ و ناز و عتاب کا

لایق تھا یہ بھی ہی کے مصرع قدِ یار
میں معتقد ہوں میرؔ ترے انتخاب کا

خندہ دنداں نما کرتا جو وہ کافر گیا
گوہر تر جوں سرشک آنکھوں سے سب کی گر گیا

کیا گزر کوے محبت میں ہنسی ہے کھیل ہے
پانوں رکھا جس نے ٹک ادھر پھر اُس کا سر گیا

کیا کوئی زیرِ فلک اونچا کرے فرقِ غرور
ایک پتھر حادثے کا آ لگا سر چر گیا

۱؎ کتاب بیگم کا ایک شعر ہے: ؎ مقابل ہو ترے لب کے اگر مصری چبا جاؤں ٭ تری آنکھوں کی ہم چشمی کرے بادام کھا جاؤں
۲؎ بردوش غیر دست نہاد از رہ کرم ۔ ما را چو دید لغزش پا را بہانہ ساخت (قتیل)

نیزہ بازانِ مژہ میں دل کی حالت کیا کہوں ۔ ایک ناکسبی سپاہی دکھنیوں میں گھر گیا
بعد مدت اس طرف لایا تھا اس کو جذبِ عشق ۔ بخت کی برگشتگی سے آتے آتے پھر گیا
تیز دست اتنا نہیں وہ علم میں اب فرق ہے ۔ یعنی لوہا تھا کڑا تیغِ ستم کا گر گیا
سخت ہم کو میر کے مرجانے کا افسوس ہے ۔ تم نے دل پتھر کیا وہ جان سے آخر گیا

اس بدزباں نے حرفِ سخن آہ کب کیا ۔ چپکے ہی چپکے ان نے ہمیں جاں بلب کیا
طاقت سے میرے دل کی خبر تجھ کو کیا نہ تھی ۔ ظالم نگاہ چشم ادھر کی غضب کیا
یکساں کیا نہیں ہے ہمیں خاک رہ نے آج ۔ ایسا ہی کچھ سلوک کیا ان نے جب کیا
عمامے کے تئیں شیخ کہیں میکدے سے جا ۔ بس مغبچوں نے حد سے زیادہ ادب کیا
اس رخ سے دل اٹھایا تو زلفوں میں جا پھنسا ۔ القصہ اپنے روز کو ہم نے بھی شب کیا
ظاہر ہوا نہ مجھ پہ کچھ اس ظلم کا سبب ۔ کیا جانوں خون ان نے مرا کس سبب کیا
کچھ آگے آئے ہوتے جو منظور لطف تھا ۔ ہم جی سے اپنے جا چکے تم قصد تب کیا
بچھڑے تمھارے اپنا عجب حال ہو گیا ۔ جس کی نگاہ پڑ گئی ان نے عجب کیا
برسوں سے اپنے دل کی ہی دل میں ہے یار نے ۔ اک دن جدا نہ غیر سے ہم کو طلب کیا
کی زندگی سو وہ کی موئے اب سو اس طرح ۔ جو کام میر جی نے کیا سو کڈھب کیا

اب چھاتی کے جلنے نے کچھ طور بدل ڈالا ۔ سب درد ہو شدت کا اس دل ہی کو دل ڈالا
ہم عاجزوں کا کھونا مشکل نہیں ہے ایسا ۔ کچھ چونٹیوں کو لے کر پاؤں تلے مل ڈالا
انکھیلی کی بھی اس کی دل تاب نہیں لاتا ۔ کیا پگڑی کے پیچوں میں لے بالوں کو بل ڈالا
تشویش سے اب خالی کس دن ہے مزاج اپنا ۔ اس دل کی خلش نے بھی کیا آہ خلل ڈالا
مجھ مست کو کیا نسبت اے میر مسائل سے ۔ منھ شیخ کا مسجد میں رکھ کے مسل ڈالا

طوفان میرے رونے سے آخر کو ہو رہا ۔ یوناں کی طرح بستی یہ سب میں ڈبو رہا
بہتوں نے چاہا کہئے پہ کوئی نہ کہہ سکا ۔ احوال عاشقی کا مری گو مگو رہا
آخر موا ہی وھاں سے نکلتا سنا اسے ۔ کوچے میں اس کے جا کے ستم دیدہ جو رہا

Marfat.com

آنسو تھما نہ جب سے گیا وہ نگاہ سے
پایانِ کار آنکھوں کو اپنی میں رو رہا

کیا بے شریک زندگی کی شیخ شہر نے
نباش بھی وہی تھا جہی مردہ شو رہا

یاروں نے جل کے مرنے سے میر کیا نہ حظ
روتے تھے ہم تو دل ہی کو تو جی بھی کھو رہا

جب رات سر پٹکنے نے تاثیر کچھ نہ کی
ناچار میر منہ کری سی مار سو رہا

لعل پر لب دل مرا مائل ہوا
اس لب خاموش کا قائل ہوا

لڑ گئیں آنکھیں اٹھائی دل نے چوٹ
یہ تماشائی عبث گھائل ہوا

ناشکیبی سے گئی ناموس فقر
عاقبت بوسے کا میں سائل ہوا

ایک تھے ہم وے نہ ہوتے ہستی گر
اپنا ہونا بیچ میں حائل ہوا

میر ہم کس دل میں دیکھ اس کی انجھ
ہوش اہل قدس کا زائل ہوا

کوئی فقیر یہ اے کاش کے دعا کرتا
کہ مجھ کو اس کی گلی کا خدا گدا کرتا

کبھو جو آن کے ہم سے بھی تو ملا کرتا
تو تیرے جی میں مخالف نہ اتنی جا کرتا

چمن میں پھول گل اب کے ہزار رنگ کھلے
دماغ کاش کے اپنا بھی ٹک وفا کرتا

فقیر بستی میں تھا تو ترا زیاں کیا تھا
کبھو جو آن نکلتا کوئی صدا کرتا

علاج عشق نے ایسا کیا نہ تھا اس کا
جو کوئی اور بھی مجنوں کی کچھ دوا کرتا

قدم کے چھونے سے استادگی مجھی سے ہوئی
کبھو وو یہاں تو مرے ہاتھ بھی لگا کرتا

بدی نتیجہ ہے نیکی کا اس زمانے میں
بھلا کسو سے جو کرتا تو تو برا کرتا

تلاطم آنکھ کے صد رنگ تھے تجھ بن
کبھو کبھو جو یہ دریائے خوں چڑھا کرتا

کہاں سے نکلی یہ آتش نہ مانتا تھا میں
شروع ربط میں اس کے جو دل جلا کرتا

گلی سے یار کی ہم لے گئے سر پر شور
وگرنہ شام سے ہنگامہ ہی رہا کرتا

خراب مجھ کو کیا دل کی لاگ نے ورنہ
فقیر تکیے سے کاہیکو یوں اٹھا کرتا

گئے پہ تیرے نہ تھا ہم نفس کوئی اے گل
کبھو نسیم سے میں درد دل کہا کرتا

کہیں کی خاک کوئی منہ پہ کب ملک ملتا
خراب و خوار کہاں تک بھلا پھرا کرتا

موئے ہی رہتی تھی عزت مری محبت میں
ہلاک آپ کو کرتا نہ میں تو کیا کرتا

Marfat.com

ترے مزاج میں تاب تعب تھی میر کہاں
کسو سے عشق نہ کرتا تو تو بھلا کرتا

بندھا رات آنسو کا کچھ تار سا
ہوا ابر رحمت گنہگار سا

کوئی سادہ ہی اس کو سادہ کہے
لگے ہے ہمیں تو وہ عیار سا

محبت ہے یا کوئی جی کا ہے روگ
سدا میں تو رہتا ہوں بیمار سا

گل و سرو اچھے سبھی ہیں ولے
نہ نکلا چمن میں کوئی یار سا

جو ایسا ہی تم ہم کو سمجھو ہو سہل
ہمیں بھی یہ جینا ہے دشوار سا

فلک نے بہت کھینچے آزار لیک
نہ پہنچا بہم اس دل آزار سا

مگر آنکھ تیری بھی چپکی کہیں
ٹپکتا ہے چتون سے کچھ پیار سا

چمن ہووے جو انجمن تجھ سے واں
لگے آنکھ میں سب کی گل خار سا

کھڑے منتظر ضعف[1] جو آگیا
گرا اس کے در پر میں دیوار سا

دکھاؤں متاع وفا کب تسے
لگا واں تو رہتا ہے بازار سا

عجب کیا جو اس زلف کا سایہ دار
پھرے راتوں کو بھی پریدار[2] سا

نہیں میر مستانہ صحبت کا باب
مصاحب کرو کوئی ہشیار سا

حیراں ہے لحظہ طرز عجب عجب کا
جو رفتۂ محبت واقف ہے اس کے ڈھب کا

کہتے ہیں کوئی صورت بن معنی یہاں نہیں ہے
یہ وجہ ہے کہ عارف منہ دیکھتا ہے سب کا

نسبت درست جس کی اس رو و مو سے پائی
ہے درہم اور برہم حال اس کے روز و شب کا

افسوس ہے نہیں تو انصاف دوست ورنہ
شایان لطف دشمن شائستہ میں غضب کا

سودائی ایک عالم اس کا بنا پھرے ہے
ہر چند عزلتی ہے وہ خال کنج لب کا

منہ اس کے منہ کے اوپر شام و سحر رکھوں ہوں
اب ہاتھ سے دیا ہے سررشتہ میں ادب کا

کیا اختلال سے اس کی یہ بے توجہی ہے
منہ ان نے اس طرف سے پھیرا ہے میر کب کا

سیکڑوں بیکسوں کا جان گیا
پر یہ تیرا نہ امتحان گیا

وائے احوال اس جفاکش کا
عاشق اپنا جسے تو جان گیا

۱۔ ضعف: بمعنی غش ۱۲ ۲۔ پریدار: آسیب زدہ ۱۲

Marfat.com

داغِ حرماں ہے خاک میں بھی ساتھ / جی گیا پر نہ یہ نشان گیا
کل نہ آنے میں ایک یہاں تیرے / آج سو سو طرف گمان گیا
حرف نشنو کوئی اسے بھی ملا / تب تو میں نے کہا سو مان گیا
دل سے مت جا کہ پھر وہ پچھتایا / ہاتھ سے جس کے یہ مکان گیا
پھرتے پھرتے تلاش میں اس کی / ایک میرا ہی یوں نہ جان گیا
اب جو عیسیٰ فلک پہ ہے وہ بھی / شوق میں برسوں خاک چھان گیا

کون جی سے نجائے گا اے میر
۱؎ حیف یہ ہے کہ تو جوان گیا

ہنگامِ شرحِ غمِ جگر خامہ شق ہوا / سوزِ دروں سے نامہ کباب ورق ہوا
بندہ خدا ہے، پھر تو، اگر گزرے آپ سے / مرتا ہے جو کوئی اسے کہتے ہیں حق ہوا
دل میں رہا نہ کچھ تو کیا ہم نے ضبطِ شوق / یہ شہر جب تمام لٹا تب نسق ہوا
وہ رنگ وہ روش وہ طرح سب گئی بباد / آتے ہی تیرے باغ میں منہ گل کا فق ہوا
برسوں تری گلی میں چمن ساز جو رہا / سو دیدہ اب گداختہ ہو کر شفق ہوا
لے کر زمیں سے تا بفلک کُل گیا ہے آہ / کس دردمند عشق کو یارب قلق ہوا

اس نو ورق میں میر جو تھا شرح و بسط سے
بیٹھا جو درس کے میں تو ترا اک سبق ہوا

کل میں کہا وہ طور کا شعلہ کہاں گرا / دل نے جگر کی اور اشارت کی یہاں گرا
منظر خراب ہونے کو ہے چشمِ تر کا حیف / پھر دید کی جگہ نہیں جو یہ مکاں گرا
روح القدس کو سہل کیا یار نے شکار / اک تیر میں وہ مرغ بلند آشیاں گرا
پہنچایا مجھ کو عجز نے مقصودِ دل کے تئیں / یعنی کہ اس کے در ہی پہ میں ناتواں گرا
شور اک مری نہاد سے تجھ بن اٹھا تھا رات / جس سے کیا خیال کہ یہ آسماں گرا
کیا کم تھا شعلہ شوق کا شعلے سے طور کے / پتھر بھی وہاں کے جل گئے جا کر جہاں گرا

ڈوبا خیالِ چاہِ زنخداں میں اس کے میر
دانستہ کیوں کوئیں میں بھلا یہ جواں گرا

آتے ہی آتے تیرے یہ ناکام ہو چکا / وہاں کام ہی رہا تجھے یہاں کام ہو چکا

۱؎ این ماتم سخت است گویند جوان مُرد ۱۲

Marfat.com

موسم گیا وہ ترکِ محبت کا ناصحا
میں اب تو خاص و عام میں بدنام ہو چکا

یا خط چلے ہی آتے تھے یا حرف ہی نہیں
شاید کہ سادگی کا وہ ہنگام ہو چکا

ناآشنائے حرف تھا وہ شوخ جب تبھی
ہم سے تو ترکِ نامہ و پیغام ہو چکا

تڑپے ہے جب کہ سینے میں اچھلے ہے دو دو ہاتھ
گر دل یہی ہے میر تو آرام ہو چکا

سنبل تمھارے گیسوؤں کے غم میں لٹ گیا
ابرو کی تیغ دیکھ مہِ عید کٹ گیا

عالم میں جاں کے مجھ کو تنزہ تھا تو دیا
آلودگی جسم سے ماٹی میں اٹ گیا

ظلم و جفا و جور پر اصرار اس قدر
ہٹ دیکھ دیکھ تیری دل اپنا بھی ہٹ گیا

اب وہ سماں نہیں ہے کہ وہ کام جانِ خلق
مغموم ہم کو دیکھ کے دوڑا لپٹ گیا

دشوار سیتے ہیں گے جو بیڈھب پھٹی ہے جیب
بیطوریوں سے اس کی دل اپنا تو پھٹ گیا

دامان و جیب دونوں ہوئے ٹکڑے ایک جا
اب کی یہ کام ہاتھ سے میرے سمٹ گیا

خاطر اگر ہو جمع پریشانی بھی نبھے
سو دل تو دو طرف تری لٹوں سے بٹ گیا

ٹک رات اس کے منہ سے ہوا تھا مقابلہ
پھر ماہِ چاردہ کو جو دیکھا تو گھٹ گیا

کیا پوچھو ہو نصیب ہمارے الٹ گئے
چل کر ادھر کو یار پھر اودھر الٹ گیا

بلبل کی اور گل کی جو صحبت کی میر سیر
دل اپنا دلبروں کی طرف سے اچٹ گیا

سینے میں شوقِ میر کے سب درد ہو گیا
دل پر رکھا تھا ہاتھ سو منہ زرد ہو گیا

نکلا تھا آج صبح بہت گرم ہو ولے
خورشید اس کو دیکھتے ہی سرد ہو گیا

بے پردہ اس کی شوخی قیامت ہے دیکھیو
یہاں خاک سی اڑا دی فلک گرد ہو گیا

کشتی ہر اک فقیر کی بھر دی شراب سے
اس دور میں کلال عجب مرد ہو گیا

دفتر لکھے ہیں میر نے دل کے الم کے یہ
یہاں اپنے طور و طرز میں وہ فرد ہو گیا

کیا تو نمود کس کی کیسا کمال تیرا
ہے نقش وہم آیا کیدھر خیال تیرا

کیا ہے جو ہو زنخ زن مہ پاس کا ستلرا
ہے داغ جانِ عالم ٹھوڑی کا خال تیرا

ہے گل مغل بچہ وہ مرزا ہے اُس کے آگے
کچھ بھی بھلا لگے ہے منہ لال لال تیرا

Marfat.com

تجھ روئے خوں فشاں سے انجم ہی کیا خجل ہیں
ہے آفتاب کو بھی ای ماہ سال تیرا

اب صبح پاس گل کے ہو کر نہیں نکلتی
دیکھا نسیم نے بھی شاید جمال تیرا

پہلا قدم ہے انساں پامال مرگ ہونا
کیا جانے رفتہ رفتہ کیا ہو مآل تیرا

ہوگی جو چل سرِ مو پنہاں نہیں رہیگی
اک دن زبان ہوگا ایک ایک بال تیرا

تفصیل حال میری تھی باعثِ کدورت
ہو جی کو خوش نہ آیا ہرگز ملال تیرا

کچھ زرد زرد چہرہ کچھ لاغری بدن میں
کیا عشق میں ہوا ہے ای میر حال تیرا

فرو آتا نہیں سر ناز سے اب کے امیروں کا
اگرچہ آسماں تک شور جاوے ہم فقیروں کا

تبسم سحر ہے جب پان سے لب سرخ ہوں اس کے
دلوں میں کام کر جاتا ہے یہاں جادو کے تیروں کا

سرکنا اس کے درباں پاس سے ہے شب کو بھی مشکل
سرِ زنجیر زیرِ سر رکھے ہے ہم اسیروں کا

گئے بہتوں کے سر لڑکوں نے جو یہ باندھنوں باندھے
شہید اک میں نہیں ان باندھنوں کے سرخ چیروں کا

قفس کے چاک سے دیکھوں ہوں میں تو تنگ آتا ہوں
چمن میں غنچہ ہو آنا گلوں پر ہم صفیروں کا

ہمارے دیکھتے زیرِ نگیں تھا ملک سب جن کے
کوئی اب نام بھی لیتا نہیں ان ملک گیروں کا

دل میر کو تو ان پلکوں ہی نے سب چھان مارا تھا
کیا میر ان نے خالی یوں ہی ترکش اپنے تیروں کا

ہوئیں رسوائیاں جس کے لیے چھوٹا دیار اپنا
ہوا وہ بے مروت بے وفا ہرگز نہ یار اپنا

خدا جانے ہمیں اس بیخودی نے کس طرف پھینکا
کہ مدت ہو گئی ہم کھینچتے ہیں انتظار اپنا

ذلیل اس کی گلی میں ہوں تو ہوں آزردگی کیسی
کہ رنجش اس جگہ ہونے جہاں ہو اعتبار اپنا

اگرچہ خاک اڑائی دیدۂ تر نے بیاباں کی
ولے نکلا نہ خاطر خواہ رونے سے غبار اپنا

کہا بد وضع لوگوں نے جو دیکھا رات کو ملتے
ہوا صحبت میں ان لڑکوں کی ضائع روزگار اپنا

کریں جو ترکِ عزلت واسطے مشہور ہونے کے
نگر شہروں میں کم ہے جیسے عنقا اشتہار اپنا

دلِ بے تاب دبے طاقت سے کچھ چلتا نہیں ورنہ
گھڑا ابھی وہاں نہ جا کر ہوں اگر ہو اختیار اپنا

۵۸ حسرت موہانی؎ عشقِ بتاں کو جی کا جنجال کر لیا ہے ؞ حسرت یہ تو نے اپنا کیا حال کر لیا ہے۔

۵۹ میر تقی میر؎ بیخودی لے گئی کہاں ہم کو ؞ دیر سے انتظار ہے اپنا۔
میر تقی میر؎ ہم آپ سے گئے سو الٰہی کہاں گئے ؞ مدت ہوئی کہ اپنا ہمیں انتظار ہے۔

Marfat.com

عجب ہم بے بصیرت ہیں کہاں کھولا ہے بار اگر
جہاں سے لوگ سب رخت سفر کرتے ہیں بار اپنا

نہ ہویں میکدہ مسجد سا پرواں ہوش جاتے ہیں
ہوا ہے دونوں جاگہ ایک دو باری گزار اپنا

سراپا آرزو ہم لوگ ہیں کا ہیکو رندوں میں
بہے ہیں اب تلک جیتے وے لے دل مار مار اپنا

گیا وہ بوجھ سب ہلکے ہوئے ہم میر آخر کو
مناسب تھا نہ جانا اس گلی میں بار بار اپنا

ربط دل زلف سے اس کی جو نہ چسپاں ہوتا
اس قدر حال ہمارا نہ پریشاں ہوتا

ہاتھ دامن میں ترے مارتے جھنجھلا کے نہ ہم
اپنے جامے میں اگر آج گریباں ہوتا

میری زنجیر کی جھنکار نہ کوئی سنتا
شور مجنوں نہ اگر سلسلہ جنباں ہوتا

ہر سحر آئینہ رہتا ہے ترا منہ تکتا
دل کی تقلید نہ کرتا تو نہ حیراں ہوتا

وصل کے دن سے بدل کیونکہ شب ہجراں ہو
شاید اس طور میں ایام کا نقصاں ہوتا

طور اپنے پہ جو ہم روتے تو پھر عالم میں
دیکھتے تم کہ وہی نوح کا طوفاں ہوتا

دل میں کیا کیا تھا ہمارے جو نہ ہو جاتی یاس
یہ نگر کا ہیکو اس طرح سے ویراں ہوتا

خاک پا ہو کے ترے قد کا چمن میں رہتا
سرو اتنا نہ اکڑتا اگر انساں ہوتا

میر بھی دیر کے لوگوں ہی کی سی کہنے لگا
کچھ خدا لگتی بھی کہتا جو مسلماں ہوتا

جس پہ اس موج سی شمشیر کا اک وار کیا
کام اس شوق کے ڈوبے ہوئے کا پار کیا

آ گیا عشق میں جو پیش نشیب اور فراز
ہو کے میں خاک برابر اسے ہموار کیا

کیا کروں جنس وفا پھیرے لئے جاتا ہوں
بختِ بد نے کسے دل کا خریدار کیا

اتفاق ایسے پڑے ہم تو منافق ٹھہرے
چرخِ ناساز نے غیروں سے اسے یار کیا

ایسے آزار اٹھانے کا ہمیں کب تھا دماغ
کوفت نے دل کی تو جینے سے بھی بیزار کیا

جی ہی جاتے سنے ہیں عشق کے مشہور ہوئے
کیا کیا ہم نے کہ اس راز کو اظہار کیا

دیکھیے اس ماہ کو جو کتنے مہینے گزرے
بڑھ گئی کاہشِ دل ایسی کہ بیمار کیا

نالۂ بلبلِ بیدل ہے پریشان بہت
موسمِ گل نے مگر رخصتِ سفر بار کیا

میر اے کاش زباں بند رکھا کرتے ہم
صبح کے بولنے نے ہم کو گرفتار کیا

Marfat.com

شب رفتہ میں اس کے در پر گیا
سگ یار آدم گری کر گیا
شکستہ دلِ عشق کی جان گیا
نظر پھیری تو نے تو وہ مر گیا
ہوئے یار کیا کیا خراب اس بغیر
وہ کس خانہ آباد کے گھر گیا
کشندہ تھا لڑکا ہی ناکردہ خوں
مجھے دیکھ کر محتضر ڈر گیا

بہت رفتہ رہتے ہو تم اس کے اب
مزاج آپ کا میر کیدھر گیا

بے طاقتی میں تو تو اے میر مر رہے گا
ایسی طپش سے دل کی کوئی جگر رہے گا
کیا ہے جو راہ دل کی طے کرتے مر گئے ہم
جوں نقش پا ہمارا تا دیر اثر رہے گا
مت کر لڑکپن اتنا خوں ریزی میں ہماری
اس طور لوہو میں تو دامن کو بھر رہے گا
آگاہی پائی ہم نے کھوئے گئے سے یعنی
پہنچی خبر ادھر کی دل بے خبر رہے گا
فردا کا سوچ تجھ کو کیا آج ہی پڑا ہے
کل کی سمجھیو کل ہی کل تو اگر رہے گا
لوگوں کا پاس ہم کو مارے رکھے ہے ورنہ
ماتم میں دل کے شیون دو دو پہر رہے گا
پایان کار دیکھیں کیا ہووے دل کی صورت
ایسا ہی جو وہ چہرہ پیش نظر رہے گا
اب رفتگی رویہ اپنا کیا ہے میں نے
میرا یہ ڈھب دلوں میں کچھ راہ کر رہے گا

ہم کوئی بیت جاکر اس ہی کے منہ کہیں گے
وحشت زدہ کسو دن گر میر گھر رہے گا

پند گو مشفق عبث میرا نصیحت گر ہوا
سختیاں جو میں بہت کھینچیں سو دل پتھر ہوا
گاڑ کر مٹی میں روئے عجز کیا ہم ہی موئے
خون اس کے رہ گزر کی خاک پر اکثر ہوا
اب اٹھا جاتا نہیں مجھ پاس پھر ٹک بیٹھ کر
گرد اس کے جو پھرا سر کو مرے چکر ہوا
کب کھپا جاتا تھا یوں آنکھوں میں جیسا صبح تھا
پھول خوش رنگ ادا اس کے فرش پر بچھکر ہوا
کیا سنی تم نے نہیں بدحالی فرہاد و قیس
کونسا بیمار دل کا آج تک بہتر ہوا
کون کرتا ہے طرف مجھ عاشق بیتاب کی
صورت خوش جن نے دیکھی اس کی سو ادھر ہوا
جل گیا یاقوت اس کے لعل لب جب ہل گئے
گوہر خوش آب انداز سخن سے تر ہوا
کیا کہوں اب کی جنوں میں گھر کا بھی رہنا گیا
کام جو مجھ سے ہوا سو عقل سے باہر ہوا
شب نہ کرتا شور اس کوچے میں گر میں جانتا
اس کی بے خوابی سے ہنگامہ مرے سر پر ہوا

Marfat.com

ہووے یارب ان سیہ رو آنکھوں کا خانہ خراب
ایک نظر کرتے ہی میرے دل میں اس کا گھر ہوا

استخواں سب پوست سے سینے کے آتے ہیں نظر
عشق میں ان نوخطوں کے میرؔ میں مسطر ہوا

ٹپکتی پلکوں سے رومال جس گھڑی سرکا
طرف ہوا نہ کبھو ابر دیدۂ تر کا

کبھو تو دیر میں ہوں میں کبھو ہوں کعبہ میں
کہاں کہاں لئے پھرتا ہے شوق اس در کا

غمِ فراق سے پھر سوکھ کر ہوا کانٹا
بچھا جو پھول اٹھا کوئی اس کے بستر کا

اسیر جرگے میں ہو جاؤں میں تو ہو جاؤں
وگرنہ قصد ہو کس کو شکارِ لاغر کا

ہمیں کہ جلنے سے خوگر ہیں آگ میں ہے عیش
محیط میں تو تلف ہوتا ہے سمندر کا

قریب خط کا نکلنا ہوا سو خط موقوف
غبار دور ہو کس طور میرے دلبر کا

بتا کے کعبہ کا رستہ اسے بھلاؤں راہ
نشاں جو پوچھے کوئی مجھ سے یار کے گھر کا

کسو سے مل چلے تک وہ تو ہے بہت ورنہ
سلوک کا ہے کو شیوہ ہے اس ستمگر کا

شکستہ بالی و لب بستگی پر اب کی نہ جا
چمن میں شور مرا اب تلک بھی ہے پر کا

تلاشِ دل نہیں کام آتی اس زنخ میں گئے
کہ چاہ میں تو ہے مرنا برا شناور کا

پھرے ہے خاک ملے منہ پہ یا نمد پہنے
یہ آئنہ ہے نظر کردہ کس قلندر کا

نہ ترکِ عشق جو کرتا تو میرؔ کیا کرتا
جفا کشی نہیں ہے کام نازپرور کا

حلقہ ہوئی وہ زلف کماں کو چھپا رکھا
طاق بلند پر اسے سب نے اٹھا رکھا

اس مہ سے دل کی لاگ وہی متصل ہے
گو چرخ نے بصورت ظاہر جدا رکھا

گڑوا دیا ہو مار کر اک دو کو تو کہوں
کب ان نے خون کر نہ کسو کا دبا رکھا

تک میں لگا تھا اس نمکی شوخ کے گلے
بھائی کے میرے زخموں نے برسوں مزا رکھا

کا ہے کو آئے چوٹ کوئی دل پہ شیخ کے
اس بلہوس نے اپنے تئیں تو بچا رکھا

ہم سر ہی جاتے عشق میں اکثر سنا کئے
اس راہ خوفناک میں کیوں تم نے پا رکھا

آزارِ دل نہیں ہے کسو دین میں درست
کیا جانوں ان بتوں نے ستم کیوں روا رکھا

کیا میں ہی محو چشمک انجم ہوں خلق کو
اس مہ نے ایک جھمکی دکھا کر لگا رکھا

کیا زہر چشم یار کو کوئی بیاں کرے
جس کی طرف نگاہ کی اس کو سلا رکھا

Marfat.com

ہر چند شعرِ میرؔ کا دل معتقد نہ تھا
پر اس غزل کو ہم نے بھی سُن کر لکھا رکھا

میں جوانی میں مے پرست رہا
گردنِ شیشہ ہی میں دست رہا

در میخانہ میں مرے سر پر
حال ممدود دار بست رہا

سر پہ پتھر جنوں میں کب نہ پڑے
یہ سبو ثابت شکست رہا

ہاتھ کھینچا سو میرؔ ہو کر جب
تب گنہ کرنے کا نہ دست رہا

آنسو پی گیا جو برسوں میں
دل درونی میں آب خست رہا

جب کبھو تب بلند کیسے آسے
قد خوباں کا سرو بست رہا

میرؔ کے ہوش کے ہیں ہم عاشق
فصلِ گل جب تلک تھی مست رہا

چمن بھی ترا عاشقِ زار تھا
گلِ سرخ اک زرد رخسار تھا

گئی نیند شیون سے بلبل کی رات
کہیں دل ہمارا گرفتار تھا

قدِ یار کے آگے سروِ چمن
کھڑا دُور جیسے گنہگار تھا

یہی جنس دل کی گراں قدر تھی
ولے جب تلک تو خریدار تھا

بہت روئے ہم شبنم و گل کو دیکھ
کہ جیسا ہمیں بھی کہیں پیار تھا

مجھے ای دلِ چاک کیا شانہ سا
کسو زلف سے کچھ سروکار تھا

گیا میرؔ یہاں سے کروگے جو یاد
کہوگے کہ مسکین عجب یار تھا

دل گیا مفت اور دُکھ پایا
ہو کے عاشق بہت میں پچھتایا

مر گیا تس پہ سنگسار کیا
نخلِ ماتم مرا یہ پھل لایا

یہ شبِ ہجر سر کرے ہی پری
ہو سفیدی کا جس جگہ سایا

صحن میں میرے ای گلِ مہتاب
کیوں شگوفہ تو کھلنے کا لایا

چاک کر سینہ دل ہی پھینک دیا
کھینچے ایذا ہمیشہ کس کی بلا

تم کو جیتا رکھے خدا ای بتاں
مر گئے ہم تو کرتے کرتے وفا

Marfat.com

بس گئے ہوش و صبر و تاب و تواں　　دل سے اک داغ ہی جدا نہ ہوا
اٹھ گیا میر وہ جو بالیں سے
پھر مری جان مجھ میں کچھ نہ رہا

اندوہ و غم کے جوش سے دل رک کے خوں ہوا　　اب کے مجھے بہار سے آگے جنوں ہوا
اچھا نہیں ہے رفتن رنگیں بھی اس قدر　　سنیو کہ ایسی چال پر اک آدھ خوں ہوا
جی میں تھا خوب جا کے خرابے میں روئیے　　سیلاب آیا، آگے چلا، کیا شگوں ہوا
نخچیر گاہ عشق میں افراطِ صید سے　　روح الامیں کا نام شکار زبوں ہوا
ہوں داغ نازکی کہ کیا تھا خیال بوس　　گلبرگ سا وہ ہونٹھ جو تھا نیلگوں ہوا
میں دور ہوں اگرچہ برابر ہوں خاک سے　　اس رہ میں نقش پا ہی مرا رہنموں ہوا

میر ان نے سرگزشت سنی ساری رات کو
افسانہ عاشقی کا ہماری فسوں ہوا

منہ پر اس آفتاب کے ہے یہ نقاب کیا　　پردہ رہا ہے کون سا ہم سے حجاب کیا
اے ابر تر یہ گریہ ہمارا ہے دیدنی　　برسے ہے آج صبح سے چشم پر آب کیا
دم گنتے گنتے اپنی کوئی جان کیوں نہ دو　　وہ پاس آن بیٹھے کسو کے حساب کیا
سو بار اس کے کوچے تلک جاتے ہیں چلے　　دل ہے اگر بجا تو یہ ہے اضطراب کیا
بس اب نہ منہ کھلاؤ ہمارا ڈھکے رہو　　محشر کو ہم سوال کریں تو جواب کیا
دوزخ سو عاشقوں کو تو دوزخ نہیں رہا　　اب وھاں گئے یہ ٹھہرے دیکھیں عذاب کیا
ہم جل کر ایک راکھ کی ڈھیری بھی ہو گئے　　ہے اب تکلف آگے جلے گا کباب کیا
ہستی ہے اپنے طور پہ جو بحر جوش میں　　گرداب کیسا، موج کہاں ہے حباب کیا
دیکھا پلک اٹھا کے تو پایا نہ کچھ اثر　　اے عمر برق جلوہ گئی تو شتاب کیا

ہر چند میر بستی کے لوگوں سے ہے نفور
پر ہائے آدمی ہے وہ خانہ خراب کیا

ہے نکلے یہ تھی کہاں کی ادا　　کھب گئی جی میں تری بانکی ادا
جادو کرتے ہیں اک نگاہ کے بیچ　　ہائے رے چشم دلبراں کی ادا
بات کہنے میں گالیاں دے ہے　　سنتے ہو میرے بدزباں کی ادا

Marfat.com

دل پڑے جاتے ہیں خرام کے ساتھ | دیکھی چلنے میں ان بتاں کی ادا

خاک میں مل کے میرؔ ہم سمجھے
بے ادائی تھی آسماں کی ادا

رہا میں تو عزت کا اعزاز کرتا | چلا عشق خواری کو ممتاز کرتا
نہ ہوتا میں حسرت میں محتاج گریہ | جو کچھ آنسوؤں کو پس انداز کرتا
نہ ٹھہرا مرے پاس دل ورنہ اب تک | اُسے ایسا ہی میں تو جانباز کرتا
جو جانوں کہ در پر ہے ایسا وہ دشمن | تو کاہے کو الفت سے میں ساز کرتا
تو تمکین سے کچھ نہ بولا وگرنہ | مسیحا صنم ترک اعجاز کرتا
گلوگیر ہی ہو گئی یاد گولی | رہا میں خموشی کو آواز کرتا

زیارت گہ کب تک تو ہو بلا سے
تک آ میرؔ کی خاک پر ناز کرتا

عید آئندہ تک رہے گا گلا | ہو چکی عید تو گلے نہ ملا
ڈوبا لوہو میں دیکھنا سر خار | حیف کوئی بھی آبلہ نہ چھلا

میں تو افسردہ ہر چمن میں پھرا
غنچہ سا دل مرا کہیں نہ کھلا

یہ چوٹ کھائی ایسی دل پر کہ جی گنوایا | یعنی جدائی کا ہم صدمہ بڑا اٹھایا
مدت میں وہ ہوا شب ہم بستر آکے میرا | خوابیدہ طالعوں نے اک خواب سا دکھایا
الجھاؤ پڑ گیا سو سلجھی نہ اپنی اس کی | جھگڑے رہے بہت سے گزرے بہت قضایا
آئینہ رو ہمارا آیا نہ نزع میں بھی | وقتِ اخیر اُن نے کیا خوب منہ چھپایا
اس بے مروتی کو کیا کہتے ہیں بتاؤ | ہم مر بھی گئے پر وہ نعش پر نہ آیا
وہ روئے خوب اب بھی ہرگز گیا نہ دل سے | جب گل کھلا چمن میں تب داغ ہم نے کھایا
خلطہ ہمارا اس کا حیرت ہی کی جگہ ہے | ڈھونڈا جہاں ہم اس کو واں آپ کو ہی پایا
ناز نگہ سے اس کی بیہوش کیا ہوں میں ہی | ان مست انکھڑیوں نے بہتیروں کو سلایا
آنکھیں کھلیں تو دیکھا جو کچھ نہ دیکھنا تھا | خوابِ عدم سے ہم کو کاہے کے تئیں جگایا
باقی نہیں رہا کچھ گھٹتے ہی گھٹتے ہم میں | بیماریِ دلی نے چنگا بہت بنایا

Marfat.com

تو لے کہ پانوں سے دل باہر نہیں رکھا ہے
عیار پن یہ کن نے تیرے تئیں سکھایا

کس دن ملائمت کی اس بت نے میر ہم سے
سختی کھنچے نہ کیونکر تجھ سے دل لگایا

سمندر کا میں کیوں احساں سہوں گا
مرے آنسو نہیں اُن پر بہوں گا

نہ تو آوے نہ جاوے بے قراری
یوں ہی اک دن سُنا میں مر رہوں گا

ترے غم کے ہیں خواہاں سب کہا غم
کمی کیا ہوگی جو اک میں نہ ہوں گا

اگر جیتا رہا میں میر ای یار
تو شب کو مو بمو قصہ کہوں گا

رکھتا تھا ہاتھ میں سر رشتہ بہت سینے کا
رو گیا دیکھ رفو چاک مرے سینے کا

ای طپش لوہو ئے میرا جو تو جھوٹ کہے
کس سے یہ قاعدہ سیکھا ہی لہو پینے کا

اس میں حیراں ہوں کس کس کا گلا تجھ سے کروں
بدگمانی کا تغافل کا ترے کینے کا

میر کی نبض پہ رکھ ہاتھ لگا کہنے طبیب
آج کی رات یہ بیمار نہیں جینے کا

عشق سے دل یہ تازہ داغ جلا
اس سیہ خانہ میں چراغ جلا

میر کی گرمی تم نے اچرج ہی
کس سے ملتا ہی یہ دماغ جلا

ردیف الباء

اندوہ سے ہوئی نہ رہائی تمام شب
مجھ دل زدہ کو نیند نہ آئی تمام شب

جب میں شروع قصہ کیا آنکھیں کھول دیں
یعنی تھی مجھ کو چشم نمائی تمام شب

چشمک چلی گئی تھی ستاروں کی صبح تک
کی آسماں نے دیدہ درائی تمام شب

بخت سیہ نے دیر میں کل یاوری سے کی
تھی دشمنوں سے اُس کو لڑائی تمام شب

بیٹھے ہی گزری وعدے کی شب وہ نہ آپھرا
ایذا عجب طرح کی اُٹھائی تمام شب

سناہٹے سے دل سے گزر جائیں سو کہاں
بلبل نے گو کی نالہ سرائی تمام شب

تارے سے میری پلکوں پہ قطرے سرشک کے
دیتے رہے ہیں میر دکھائی تمام شب

Marfat.com

داغ ہوں جلتا ہے دل بے طور اب
دیکھیے کیا گل کھلے ہے اور اب

زخمِ دل غائر ہو پہنچا تا جگر
تم لگے کرنے ہماری غور اب

شعر پڑھتے پھرتے ہیں سب میر کے
اس قلمرو میں ہے ان کا دور اب

وہ جو کشش تھی اس کی طرف سے کہاں ہے اب
تیر و کماں ہے ہاتھ میں سینہ نشاں ہے اب

اتنا بھی منہ چھپانا خط آئے پہ وجہ کیا
لڑکا نہیں ہے نامِ خدا تو جواں ہے اب

پھول اس چمن کے دیکھتے کیا کیا جھڑے ہیں ہائے
سیلِ بہار آنکھوں سے میری رواں ہے اب

حق و ملک زمین و فلک سب نکل گئے
بارِ گرانِ عشق و دلِ ناتواں ہے اب

کھلی تھی اس کی تیغ ہوئے خوش نصیب لوگ
گردن جھکائے میں تو سنا یہ اماں ہے اب

زردیِ رنگ ہے غمِ پوشیدہ پر دلیل
دل میں جو کچھ ہے منہ سے ہمارے عیاں ہے اب

پیش از دمِ سحر مرا رونا لہو کا دیکھ
پھولے ہے جیسے سانجھ وہی یہاں سماں ہے اب

نالاں ہوئے کہ یاد ہمیں سب کو دے گئے
گلشن میں عندلیب ہماری زباں ہے اب

برسوں ہوئے گئے اُسے پر بھولتا نہیں
یادش بخیر میر رہے خوش جہاں ہے اب

شبنم سے کچھ نہیں ہے گل و یاسمن میں آب
دیکھ اس کو بھر بھر آوے ہے سب کے دہن میں آب

لو شدہ شتاب فاختۂ گریہ ناک کی
آیا نہیں ہے دیر سے جوئے چمن میں آب

سوزش بہت ہو دل میں تو آنسو کو پی نہ جا
کرتا ہے کام آگ کا ایسی جلن میں آب

تھا گوش زد کہ گوروں میں لگ لگ اٹھے ہے آگ
یہاں دل بھرے ہوئے کے سبب ہے کفن میں آب

ہی ڈوب جائے دیکھیں جہاں بھر نظر ادھر
تم کہتے ہو نہیں مرے چاہِ ذقن میں آب

لب تشنگانِ عشق کے ہیں کام کے وہ لعل
کیا آب کو جو ہووے عقیقِ یمن میں آب

تب قیس جنگلوں کے تئیں آگ دے گیا
ہم بھر چلے ہیں رونے سے اب سارے بن میں آب

حسن سوزِ دل کو میرے بہت روئی رات شمع
بیرونِ بزم لائے ہیں بھر بھر لگن میں آب

دیکھو تو کس روانی سے کہتے ہیں شعر میر
دُر سے ہزار چند ہے ان کے سخن میں آب

جیسا مزاج آگے تھا میرا سو کب ہے اب
ہر روز دل کو سوز ہے ہر شب تعب ہے اب

Marfat.com

سُدھ کچھ سنبھالتے ہی وہ مغرورتر ہو گیا
ہر آن بیدماغی و ہر دم غضب ہے اب

دوری سے اس کی آہ عجب حال میں ہیں لوگ
کچھ جی جو پاس ہو نہ کرے تو عجب ہے اب

طاقت کہ جس سے تابِ جفا تھی سو ہو چکی
تھوڑی سی کوفت میں بھی بہت تعب ہے اب

دریا چلا ہے آج تو بوس و کنار کا
گر جی چلاوے کوئی دِوانا تو ڈھب ہے اب

جاں بخشیاں جو پیشتر از خط کیا کیے
ان ہی لبوں سے تعلق نہ جانا عجب ہے اب

رنجش کی وجہ آگے تو ہوتی بھی تھی کوئی
روپوش ہم سے یار جو رہے بے سبب ہے اب

نے چاہ وہ اُسے ہے نہ مجھ کو ہے وہ دماغ
جانا مرا اُدھر کو بشرطِ طلب ہے اب

جاتا ہوں دن کو ملنے تو کہتا ہے دن کو میر
جو شب کو جائیے تو کہے ہے کہ شب ہے اب

عشاق کے تئیں ہے عجز و نیاز واجب
ہے فرضِ عین رونا دل کا گداز واجب

یوں سرفرو نہ لاوے ناداں کوئی وگرنہ
رہنا سجود میں ہے جیسے نماز واجب

ناسازیِ طبیعت ایسی پھر اُس کے اوپر
ہے ہر کسو سے مجھ کو ناچار ساز واجب

لڑکا نہیں رہا تو جو کم تمیز ہووے
عشق و ہوس میں اب ہے کچھ امتیاز واجب

[لہ] صرفہ نہیں ہے مطلق جانِ عزیز کا بھی
اے میر تجھ سے ظالم ہے احتراز واجب

تابوت پر بھی میرے نہ آیا وہ بے نقاب
میں اُٹھ گیا ولے نہ اُٹھا بیچ سے حجاب

اس آفتابِ حسن کے جلوے کی کس کو تاب
آنکھیں اُدھر کیے سے بھر آتا ہے وہیں آب

اس عمرِ برق جلوہ کی فرصت بہت ہے کم
جو کام پیش آوے تجھے اس میں ہو شتاب

غفلت سے ہے غرور تجھے ورنہ ہے بھی کچھ
یہاں وہ سماں ہے جیسے کہ دیکھے ہے کوئی خواب

اس موج خیز دہر نے کس کے اُٹھائے ناز
کج بھی ہوا نہ خوب کلہ گوشۂ حباب

یہ بستیاں اُجڑ کے کہیں بستیاں بھی ہیں
دل ہو گیا خراب جہاں پھر رہا خراب

بیتابیاں بھری ہیں مگر کوٹ کوٹ کر
خرقے میں جیسے برق ہمارے ہے اضطراب

ٹک دل کے نسخے ہی کو کیا کر مطالعہ
اس درس گہ میں حرف ہمارا ہے اک کتاب

لہ نظیری سے — تو بہ حسین چہ کردی کہ بما کنی نظیری ـ بخدا کہ واجب آمد زتو احتراز کردن

Marfat.com

مجنوں نے ریگ بادیہ سے دل کے غم گنے — ہم کیا کریں کہ غم ہیں ہمارے تو بے حساب
کاش اس کے روبرو نہ کریں مجھ کو حشر میں — کتنے مرے سوال ہیں جن کا نہیں جواب
شاید کہ ہم کو بوسہ بہ پیغام دست دے — پھرتا ہے بیچ میں تو بہت ساغر شراب
ہے ان بھوؤں میں خال کا نقطہ دلیل فہم — کی ہے سمجھ کے بیت کسو نے یہ انتخاب
گزرے ہے میر لوٹتے دن رات آگ میں — ہے سوز دل سے زندگی اپنی ہمیں عذاب

جو کہو تم سو ہے بجا صاحب — ہم برے ہی سہی بھلا صاحب
سادہ ذہنی میں نکتہ چیں تھے ہم — اب تو ہیں حرف آشنا صاحب
نہ دیا رحم ٹک بتوں کے تئیں — کیا کیا ہائے یہ خدا صاحب
بندگی ایک اپنی کیا کم ہے — اور کچھ تم سے کہیے کیا صاحب
مہر افزا ہے منہ تمھارا ہی — کچھ غضب تو نہیں ہوا صاحب
خط کے چھٹنے کا تم سے کیا شکوہ — اپنے طالع کا یہ لکھا صاحب
پھر گئیں آنکھیں تم نہ آن پھرے — دیکھا تم کو بھی واہ وا صاحب
شوق رخ یاد لب غم دیدار — جی میں کیا کیا مرے رہا صاحب
بھول جانا نہیں غلام کا خوب — یاد خاطر رہے مرا صاحب
کس نے سن شعر میر یہ نہ کہا — کہیو پھر ہائے کیا کہا صاحب

عجب صحبت ہے کیونکر صبح اپنی شام کریے اب — یہاں ٹک آن بیٹھے ہم کہ آرام کریے اب
ہزاروں خواہش مردہ نے سر دل سے نکالا ہے — قیامت جی پہ ہے دیدار کو ٹک عام کریے اب
بلا آشوب تھا گو جان پر آغاز الفت میں — ہوا سو تو ہوا اندیشۂ انجام کریے اب
بہت کی یا صنم گوئی ہوئے مشہور کافر ہم — وظیفہ کوئی دن اپنا خدا کا نام کریے اب
زباں خامہ کے ہلتے ہی ہزاروں اشک گرتے ہیں — حقیقت اپنے دل کی آہ کیا ارقام کریے اب
کہاں تک کام ناکام اس جفاجو کے لیے مریے — اگر تلوار ہاتھ آئے تو اپنا کام کریے اب
فسانہ شاخ در شاخ اس نہال حسن کے غم کا — کہاں اے میر بے برگ و نوا اتمام کریے اب

Marfat.com

بُرقع میں کیا چھپیں وے ہوویں جنھوں کی یہ تاب
رخسار تیرے پیارے ہیں آفتاب مہتاب

اٹکل ہمیں کو اُن نے آخر ہدف بنایا ہیچو
ہر چند ہم بلاکش تھے ایک تیر پر تاب

کچھ قدر میں نہ جانی غفلت سے رفتگاں کی
آنکھیں سی کھل گئیں اب جب صبح ہو گئی خواب

اُن بن ہی کے سبب ہیں اس لالچی سے سارے
یھاں ہی فقیری محض وھاں چاہئے ہی اسباب

اس بحرِ حسن کے تئیں دیکھا ہی آب میں کیسا
جاتا ہی صدقے اپنے جو لحظہ لحظہ گرداب

اچرج ہی یہ کہ مطلق کوئی نہیں ہی خواہاں
جنس وفا اگرچہ ہیگی بہت ہی کمیاب

تھمی چشم یہ رُکے گا پلکوں سے گریہ لیکن
ہوتی ہی بند کوئی تنکوں سے راہ سیلاب

توبھی تو مختلط ہو سبزے میں ہم سے ساقی
ق
لیکر بغل میں ظالم میناے بادۂ ناب

نکلی ہیں ایکی کلیاں اس رنگ سے چمن میں
سر جوڑ جوڑ جیسے مل بیٹھتے ہیں احباب

کیا لعل لب کسو کے ای میر چت چڑھے ہیں
چہرے پہ تیرے ہر دم بہتا رہے ہی خوناب

ردیف التاء

دیر کچھ کھنچتی تو کہتے بھی ملاقات کی بات
ملنا اپنا جو ہوا اُس سے سو وہ بات کی بات

گفتگو شاہد و مے سے ہی نہ غیبت نہ گلہ
خانقہ کی سی نہیں بات خرابات کی بات

سن کے آواز سگِ یار ہوئے ہم خاموش
بولتے وھاں ہیں جہاں ہووے مساوات کی بات

منہ ادھر اور سخن زیر لبی غیر کے ساتھ
اس فریبندہ کی ناگفتنی ہی گھات کی بات

اس لئے شیخ ہی چپکا کہ پڑے شہر میں شور
ہم سمجھتے ہیں یہ شیادی و طامات کی بات

کس آشفتہ کی جمعیت دل تھی منظور
بال بکھرے ترے منہ پر کہیں ہیں رات کی بات

گفتگو وصفوں سے اس ماہ کے کریے ای میر
کاہش افزا ہی کروں اُس کی اگر ذات کی بات

ہم تم سے چشم رکھتے تھے دلداریاں بہت
سو التفات کم ہی دل آزاریاں بہت

دیکھیں تو کیا دکھائے یہ افراط اشتیاق
لگتی ہیں تیری آنکھیں ہمیں پیاریاں بہت

جب تک ملے جلے سے جفائیں تھیں اٹھ سکیں
کرنے لگے ہو اب تو ستمگاریاں بہت

آزار میں تو عشق کے جاتا ہی بھول جی
یوں تو ہوئیں تمہیں یاد ہیں بیماریاں بہت

شکوہ خراب ہونے کا کیا چاہیئے ہیں میر
ایسی تو ای عزیز ہیں یہاں خواریاں بہت

یاد ایامی کہ ہنگامہ رہا کرتا تھا رات
شور و شر سے میرے اک فتنہ رہا کرتا تھا رات

کام کیا تھا جیب و دامن سے مجھے پیش از جنوں
سینہ چاکی اپنی میں بیٹھا کیا کرتا تھا رات

جن دنوں کھینچا تھا سر اُس بادشاہِ حسن نے
ہر گلی میں اک فقیر اس کو دعا کرتا تھا رات

اب جہاں کچھ بات چھیڑی سوچ لایا پیش از یں
میں کہا کرتا غمِ دل وہ سنا کرتا تھا رات

ہجر میں کیا کیا ہے دیکھے ہیں ان آنکھوں سے میں
زرد رُخ پر لالہ گوں آنسو بہا کرتا تھا رات

کیا کہوں پھر کیسے کیسے دن دکھاتا سالہا
وہ سخن نشنو جو ٹک میرا کہا کرتا تھا رات

دیکھنے والے ترے دیکھے ہیں سب ای رشکِ شمع
جوں چراغ وقفِ دل کا سب جلا کرتا تھا رات

بعد میرے اس غزل پر بھی بہت روویں گے لوگ
میں بھی ہر ہر بیت پر اُس کے بکا کرتا تھا رات

دیکھ خالی جا کہیں گے برسوں اہلِ روزگار
میر اکثر دل کا قصہ یہاں کہا کرتا تھا رات

کیا پوچھتے ہو آہ مرے جنگ جو کی بات
گویا وفا ہی عہد میں اُس کے کبھو کی بات

اس باغ میں نہ آئی نظر خرمی مری
گر سبز بھی ہوا ہوں تو جیسے کسو کی بات

آئینہ پانی پانی رہا اس کے سامنے
کہیے جہاں کہوں یہ تو ہے روبرو کی بات

سر گل نے پھر جھکا کر اُٹھایا نہ شرم سے
گلزار میں چلی تھی کہیں اُس کے رو کی بات

حرمت میں مے کے کہنے سے واعظ کے ہی فتور
کیا اعتبار رکھتی ہی اس پوچ گو کی بات

ہم سوختوں میں آتشِ سرکش کا ذکر کیا
چل بھی پڑی ہی بات تو اس تند خو کی بات

کیا کوئی زلفِ یار سے حرف و سخن کرے
رکھتی ہی میر طول بہت اُس کے مو کی بات

سنتا نہیں اگرچہ ہمارا نگار بات
پر منہ پہ آہی جاتی ہی بے اختیار بات

بلبل کے بولنے سے ہی کیوں بے دماغ گل
آپس میں یوں تو ہوتی ہی یارو ہزار بات

منہ تک رہو جو ہو وہ فریبندہ حرف زن
اس تھوڑے سن و سال میں یہ پیچدار بات

بوسے ہے چپکے لب کا کہ تب کچھ نہیں مزا
پاوے گی سارے شہر میں جب اشتہار بات

ہر کس کی صوت انکرِ اصوات واعظا
کب آدمی کی جنس کرے ہی پکار بات

Marfat.com

آہو کو اُس کی چشمِ سخن گو سے مت ملا
شہری سے کر سکے ہے کہیں بھی گنوار بات

یوں بارِ گل سے ابکی جھکے ہیں نہالِ باغ
جُھک جُھک کے جیسے کرتے ہیں دو چار یار بات

آزردہ دل کو حرف پہ لانے کا لطف کیا
کرتی جو خونچکاں مرے لب سے گزار بات

مرجاں کوئی کہے ہے کوئی ان لبوں کو لعل
کچھ رفتہ رفتہ پا ہی رہے گی قرار بات

یوں چپکے چپکے میر تلف ہوگا کب تلک
کچھ ہووے بھڑ کر اس سے بھی کر ایک بار بات

ہوتی ہے گرچہ کہنے سے یارو پرائی بات
پر ہم سے تو تھمی نہ کبھو منہ پر آئی بات

جانے نہ تجھ کو جو یہ تصنع تو اُس سے کر
تس پر بھی تو چھپی نہیں رہتی بنائی بات

لگ کر تدرو رہ گئے دیوار باغ سے
رفتار کی جو تیری صبا نے چلائی بات

کہتے تھے[1] اُس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے لیک
وہ آگیا تو سامنے اُس کے نہ آئی بات

اب تو ہوئے ہیں ہم بھی ترے ڈھب سے آشنا
وھاں تو نے کچھ کہا کہ اِدھر ہم نے پائی بات

بلبل کے بولنے میں سب انداز ہیں مرے
پوشیدہ کب رہی ہے کسی کی اڑائی بات

بھڑکا تھا رات دیکھ کے وہ شعلہ خو مجھے
کچھ روسیہ رقیب نے شاید لگائی بات

عالم سیاہ خانہ ہے کس کا کہ روز و شب
یہ شور ہے کہ دیتی نہیں کچھ سُنائی بات

اک دن کہا تھا یہ کہ خموشی میں ہے وقار
سو مجھ سے ہی سخن نہیں میں جو بتائی بات

اب مجھ ضعیف و زار کو مت کچھ کہا کرو
جاتی نہیں ہے مجھ سے کسو کی اُٹھائی بات

خط لکھتے لکھتے میر نے دفتر کیے رواں
افراطِ اشتیاق نے آخر بڑھائی بات

ہے زباں زد جو سکندر ہو چکا لشکر سمیت
سر بھی اس کا کھپ گیا آخر کو یعنی افسر سمیت

چشمے آبِ شور کے نکلا کریں گے وھاں جہاں
رکھیں گے مجھ تلخ کامِ غم کو چشمِ تر سمیت

ہم اُٹھے روتے تو لی گردوں نے پھر راہِ گریز
بیٹھ جاوے گا یہ ماتم خانہ بام و در سمیت

مستی میں شرمِ گنہ سے میں جو رویا ڈاڑھ مار
گر پڑا بیخود ہو واعظ جمعہ کو منبر سمیت

بعث اپنا خاک سے ہوگا جو اس شورش کے ساتھ
عرش کو سر پر اُٹھا لیویں گے ہم محشر سمیت

کب تلک یوں لوہو پیتی ہاتھ اُٹھا کر جان سے
وہ کمر کولی میں بھر لی ہم نے کل خنجر سمیت

گنجِ قاروں کا سا یہاں کس کے کنے تھا سو تو میر
خاک میں ملتا ہے اب تک اپنے مال و زر سمیت

[1] کہتے تھے کہ یہ کہتے وہ کہتے جو یار آتا ۔ سب کہنے کی باتیں ہیں کچھ بھی نہ کہا جاتا ۱۲

Marfat.com

دیکھئے کب ہو وصال اب تو لگے ہی ڈر بہت — گو وقت گزرے ہی فراق یار میں جی پر بہت
دل کی ویسی ہے خرابی کثرت اندوہ سے — جیسے رہ پڑتا ہی دشمن کا کہیں لشکر بہت
ہمنشیں جا بیٹھ، محنت کش کوئی دل چاہئے — عشق تیرا کام ہی تو ہی بغل پرور بہت
بس نہیں مجھ ناتواں کا ہائے جو کچھ کر سکوں — مدعی پر جگ سے اُس کی پڑ گیا ہی ور بہت
سخت کر جی کیونکہ یکباری کریں ہم ترک شہر — ان گلی کوچوں میں ہم نے کھائے ہیں پتھر بہت
دیکھ روئے زرد پر بھی میرے آنسو کی ڈھلک — ای کر تو نے دیکھی ہی غلطانی گوہر بہت
ہمنفس کیا مجھ کو تو رویا کرے ہی روز و شب — رہ گئے ہیں مجھ سے کوئے یار میں مر کر بہت
کم مجھی سے بولنا، کم آنکھ مجھ پر کھولنا — اب عنایت یار کی رہتی ہی کچھ ادھر بہت

کیا سبب ہی اب مکاں پر جو کوئی پاتا نہیں
میر صاحب آگے تو رہتے تھے اپنے گھر بہت

ملامت گر نہ مجھ کو کر ملامت — جلے کو اور تو اتنا جلا مت
گلے مل عید قرباں کو سبھوں کے — ہمارا آہ تم کاٹو گلا مت
تری نا آشنائی کے ہیں بندے — نہ وہ اب ربط نے صاحب سلامت
بہت رونے نے رسوا کر دکھایا — نہ چاہت کی چھپی ہم سے علامت

کبھو تلوار وہ کھینچے ہی ای میر
لڑی قسمت تو سر کو ٹک ہلا مت

ردیف جیم فارسی

اگ سا تو جو ہوا ای گل تر آن کے بیچ — صبح کی باد نے کیا پھونک دیا کان کے بیچ
ہم نہ کہتے تھے کہیں زلف کہیں رخ نہ دکھا — اک خلاف آیا نہ ہندو و مسلمان کے بیچ
باوجود ملکیت نہ ملک میں پایا — وہ تقدس کہ جو ہی حضرت انسان کے بیچ
پاسباں سے ترے کیا دور جو ہمساز رقیب — ہی نہ اک طرح کی نسبت سگ و دربان کے بیچ
جیسی عزت ہے دیواں کی امیروں میں ہوئی — ویسی ہی ان کی بھی ہوگی مرے دیوان کے بیچ
ساتھ ہی اس سر عریاں کی یہ وحشت کرنا — پگڑی الجھی ہی مری اب تو بیابان کے بیچ
وے بھویں پلکیں اگر کھب گئیں جی میں تو وہیں — رخنے پڑ جائیں گے واعظ ترے ایمان کے بیچ

Marfat.com

کیا کہوں خوبی خط دیکھ ہوئی بند آواز
گھر میں آئینہ کے کب تک تمہیں نازاں دیکھوں
میر گویا کہ دیا اُن نے مجھے پان کے بیچ
کبھو تو آؤ مرے دیدۂ حیران کے بیچ

میرزائی کا کب اے میر چلا عشق میں کام
کچھ تعب کھینچنے کو تاب تو ہو جان کے بیچ

عشق میں اے طبیب ہاں ٹک سوچ
بے تامل ادا کیں مت کر
سرسری مت جہاں سے جا غافل
پھیل اتنا پڑا ہے کیوں یہاں تو
ہونٹھ اپنا ہلا نہ سمجھے بن
گل و رنگ و بہار پردے ہیں
پائے جاں درمیاں ہے یہاں ٹک سوچ
قتل میں میرے مہرباں ٹک سوچ
پانوں تیرا پڑے جہاں ٹک سوچ
یار اگلے گئے کہاں ٹک سوچ
یعنی جب کھولے تو زباں ٹک سوچ
ہر عیاں میں ہے وہ نہاں ٹک سوچ

فائدہ سر جھکے کا شیب میں میر
پیری سے آگے اے جواں ٹک سوچ

دل کھو گیا ہوں میں نہیں دیوانہ پن کے بیچ
کیا جانے دل میں چاؤ تھے کیا کیا دم وصال
کنعاں سے جا کے مصر میں یوسف ہوا عزیز
سن اے جنوں کہ مجھ میں نہیں کچھ سوائے دم
سرسبز ہند ہی میں نہیں کچھ یہ ریختہ
ستھرائی اور نازکی گلبرگ کی درست
بلبل خموش و لالہ و گل دونوں سرخ و زرد
کل ہم بھی سیر باغ میں تھے ساتھ یار کے
یا ساتھ غیر کے ہے تمہیں ویسی بات چیت
یا پاس میرے لگتی ہے چپ ایسی آن کر
تم بھی تو دیکھو زلفِ شکن در شکن کے بیچ
مہجور اس کا تھا ہمہ حسرت کفن کے بیچ
عزت کسو کی ہوتی نہیں ہے وطن کے بیچ
تار ایک رہ گیا ہے یہی پیرہن کے بیچ
ہے دھوم میرے شعر کی سارے دکن کے بیچ
پردیسی بو کہاں جو ہے اس بدن کے بیچ
ق شمشاد محو بیکلی اک لستن کے بیچ
دیکھا تو اور رنگ ہے سارے چمن کے بیچ
ق سو سو طرح کے لطف ہیں اک اک سخن کے بیچ
گویا زباں نہیں ہے تمہارے دہن کے بیچ

فرہاد و قیس و میر یہ آوارگانِ عشق
یوں ہی گئے ہیں سب کی رہی من کی من کے بیچ

جھوٹ ہر چند نہیں یار کی گفتار کے بیچ
دیر لیکن ہے قیامت ابھی دیدار کے بیچ

Marfat.com

کس کی خوبی کے طلبگار ہیں عزت طلباں
خوتے بکنے کو چلے آتے ہیں بازار کے بیچ

خضر و عیسیٰ کے تئیں نام کو جیتا سن لو
جان ہے ورنہ کب اس کے کسو بیمار کے بیچ

اگلے کیا پیچ تمھارے نہ تھے بس عاشق کو
بال جو اور گھرسنے لگے دستار کے بیچ

عشق ہے جس کو ترا اس سے تو رکھ دل کو جمع
زندگی کی نہیں امید اس آزار کے بیچ

ہم بھی اب ترکِ وفا ہی کریں گے کیا کریے کھینچئے
جنس یہ بکتی نہیں آپ کی سرکار کے بیچ

ویدنی دشتِ جنوں ہے کہ پھپھولے پا کے
میں نے موتی سے پروئے ہیں ہر خار کے بیچ

پردہ اٹھتا ہے تو پھر جان پر آ بنتی ہے
خوبی عاشق کی نہیں عشق کے اظہار کے بیچ

اس زمیں میں غزل اک اور بھی موزوں کر میر
پاتے ہیں زور ہی لذت تری گفتار کے بیچ

آتی ہے خون کی بو دوستیِ یار کے بیچ
جی لئے ان نے ہزاروں کے یونہی پیار کے بیچ

حیف وہ کشتہ کہ سو رنج سے آوے تجھ تک
اور رہ جائے تری ایک ہی تلوار کے بیچ

گرچہ چھپتی نہیں ہے چاہ پہ رہ منکر پاک
جی ہی دینا پڑے ہے عشق کے اقرار کے بیچ

نالۂ شب آوے قفس سے تو گل اب اس پہ نہ جا
یہی ہنکاری ہے مرغِ گرفتار کے بیچ

انس کرتا تو ہے وہ مجھ کو خرد باختہ جان
جیت میں اپنی نکالی ہے اسی ہار کے بیچ

چال کیا کبک کی اک بات چلی آتی ہے
لطف نکلے ہیں ہزاروں تری رفتار کے بیچ

تو جو جاتا ہے چمن میں تو تماشے کے لئے
موسمِ رفتہ بھی پھر آوے ہے گلزار کے بیچ

داغ چیچک نہ اس افراط سے تھے کھڑے پر
کن نے گاڑی ہیں نگاہیں ترے رخسار کے بیچ

گھٹتے شمشیر زنی سے کفِ نازک میں ہیں
یہ جگرداری تھی کس خوں کے سزاوار کے بیچ

توبہ صد بار کہ مستی میں پرو ڈالے ہیں
دانے تسبیح کے میں رشتۂ زنار کے بیچ

حلقۂ گیسوئے خوباں پہ نہ کر چشم کو وا
میر امرت نہیں ہوتا دہنِ مار کے بیچ

ردیف حاے حطی

آنے کی اپنے کیا کہیں اس گلستاں کی طرح
ہر گام پر تلف ہوئے آبِ رواں کی طرح

کیا میں ہی چھیڑ چھیڑ کے کھاتا ہوں گالیاں
اچھی لگے ہے سب کو مرے بدزباں کی طرح

Marfat.com

آئے تو بولے طرح نہ کبھو کہتے تھے ہمیں
اب تازہ یہ نکالی ہے تم نے کہاں کی طرح

یہ شورِ دل خراش کب اُٹھتا تھا باغ میں
سیکھی ہے عندلیب نے ہم سے فغاں کی طرح

کرتے تو ہو ستم پہ نہیں رہنے کے حواس
کچھ اور ہو گئے جو کسو خستہ جاں کی طرح

نقشہ الٰہی دل کا مرے کون لے گیا
کہتے ہیں ساری عرش میں ہے اس مکاں کی طرح

مرغِ چمن نے زور رُلایا سبھوں کے تئیں
میری غزل پڑھی تھی شب اک روضہ خواں کی طرح

لگ کر گلے سے اُس کے بہت میں بکا کیا
ملتی تھی سروِ باغ میں کچھ اس جواں کی طرح

جو کچھ نہیں تو بجلی سے ہی پھول پڑ گیا
ڈالی چمن میں ہم نے اگر آشیاں کی طرح

یہ باتیں رنگ رنگ ہماری ہیں ورنہ میرؔ
آ جاتی ہے گلی میں کبھو اس دہاں کی طرح

دورِ گردوں سے ہوئی کچھ اور میخانے کی طرح
پھر نہ آویں کیونکہ آنکھیں میری پیمانے کی طرح

آنکلتا ہے کبھو ہنستا تو ہے باغ و بہار
اُس کی آمد میں ہے ساری فصلِ گل آنے کی طرح

چشمکِ انجم میں اتنی دل کشی آگے نہ تھی
سیکھ لی تاروں نے اُس کی آنکھ جھمکانے کی طرح

ہم گرفتاروں سے وحشت ہی کرے ہے وہ غزال
کوئی تو بتلاؤ اُس کے دام میں لانے کی طرح

ایک دن دیکھا جو ان نے بید کو تو کہہ اُٹھا
اس شجر میں کتنی ہے اس میرے دیوانے کی طرح

آج کچھ شہرِ وفا کی کیا خرابی ہے نئی
عشق نے مدت سے یہاں ڈالی ہے ویرانے کی طرح

پیچ سا کچھ ہے کہ زلف و خط سے ایسا ہے بناؤ
ہے دلِ صد چاک میں بھی رخنہ سب شانے کی طرح

کس طرح جی سے گزر جاتے ہیں آنکھیں موند کر
دیدنی ہے دردمندوں کی بھی مر جانے کی طرح

ہے اگر ذوقِ وصال اس کا تو جی کھو بیٹھیے
ڈھونڈ کر اک کاڑھیے اب اس کے بھی پانے کی طرح

یوں بھی [illegible] ہے اے ناصح کوئی مجھ سے کہ ہائے[1]
ایسے دیوانے کو سمجھاتے ہیں سمجھانے کی طرح

جان کا مرنا نہیں ہے کچھ تجھے کڑھنے میں میرؔ
غم کوئی کھاتا ہے میری جان غم کھانے کی طرح

ردیف خائے معجمہ

اگرچہ لعل بدخشاں میں رنگ ڈھنگ ہے شوخ
یہ تیرے دونوں لبوں کا بھی کیا ہے رنگ سے شوخ

[1] مولانا حالی سے کی نصیحت بُری طرح ناصح ؎ اور اک بس ملا دیا بس میں

Marfat.com

کبھو تو نیو چلا کر ستم کھنچیں کب تک / کماں کے طور سے تو سخت خانہ جنگ ہی شوخ
سکھائیں کن نے تجھے آہ ایسی اچپلیاں / کہ برق پر تری شوخی سے کام تنگ ہی شوخ
بغیر بادہ تو یوں گرم آ کے کب ملتا / نشہ ہی زور تجھے اس کی یہ ترنگ ہی شوخ
جگر میں کس کے ترے ہاتھ سے نہیں سوراخ / ملک تلک تو ترا زخمی خدنگ ہی شوخ
صنم فراق میں میں تیرے کچھ تو کر رہتا / پہ کیا کروں کہ مرا ہاتھ زیر سنگ ہی شوخ
خیال چاہ کے سر رشتے کا تجھے کب ہی / ترے تو ہاتھ میں شام و سحر پتنگ ہی شوخ
ابھی لو آنے میں عرصہ ہی کچھ قیامت کے / قد بلند کو کھینچ اپنے کیا درنگ ہی شوخ
برآر میر سے کس طرح تیری صحبت ہو / تجھے تو نام سے اس خستہ جاں کی ننگ ہی شوخ

ردیف دال

رہیے بغیر تیرے ای رشک ماہ تا چند / آنکھوں میں یوں ہمارے عالم سیاہ تا چند
اب دیکھنے میں پیارے ٹک تو بڑھا عنایت / کوتاہ تر پلک سے ایدھر نگاہ تا چند
خط سے جو ہی گرفتہ وہ مہ نہیں نکلتا / مانند چشم اختر ہم دیکھیں راہ تا چند
عمر عزیز ساری منت ہی کرتے گزری / بے جرم آہ رہیے یوں عذر خواہ تا چند
یہاں ناز و سرکشی سے کیا دیکھتا نہیں ہی / کج اس چمن میں ٹھہری گل کی کلاہ تا چند
جب مہ ادھر سے نکلا جانا وہ گھر سے نکلا / رکھتا ہی داغ دیکھیں یہ اشتباہ تا چند
ایذا ابھی کھنچ چکے گر جو ہفتے عشرے کی ہو / اس طرح مرتے رہیے ای میر آہ تا چند دہ

تجھ بن ای نو بہار کے مانند / چاک ہی دل انار کے مانند
پہنچی شاید جگر تک آتش عشق / اشک ہیں سب شرار کے مانند
کو دماغ اس کی رہ سے اٹھنے کا / بیٹھے اب ہم غبار کے مانند
کوئی نکلے کلی تو لالہ کی / بس دل داغ دار کے مانند
سرو کو دیکھ غش کیا ہم نے / تھا چمن میں وہ یار کے مانند
ہار کر شب گلے پڑے اس کے / ہم بھی پھولوں کے ہار کے مانند

Marfat.com

برق تڑپی بہت ولے نہ ہوئی
اس دلِ بے قرار کے مانند
اُن نے کھینچی تھی صید گہ میں تیغ
ق
برقِ ابرِ بہار کے مانند
اُس کے گھوڑے کے آگے سے نہ ٹلے
ہم بھی دُبلے شکار کے مانند
زخم کھا بیٹھیو جگر پر مت
تو بھی مجھ دلِ فگار کے مانند

اُس کی سر تیز ہر پلک ہی میر
خنجرِ آبدار کے مانند

آواز ہماری سے نہ رُک ہم ہیں دعا یاد
آوے گی بہت ہم بھی فقیروں کی صدا یاد
ہر آن وہ انداز ہے جس میں کہ کہے جی
اُس مختَرعِ جور کو کیا کیا ہے ادا یاد
کیا صحبتیں اگلی گئیں خاطر سے ہماری
اپنی بھی وفا یاد ہے اُس کی بھی جفا یاد
کیفیتیں عطار کے لونڈے میں بہت تھیں
اس نسخے کی کوئی نہ رہی حیف دوا یاد
کیا جانے کہی بوسِ لبِ یار کی لذت
جب تک جئیں گے ہم کو رہے گا وہ مزا یاد
جی بھول گیا دیکھ کے چہرہ وہ کتابی
ہم عصر کے علامہ تھے پُر کچھ نہ رہا یاد
سب غلغلی رہی بازیِ طفلانہ کی یکسو
وہ یاد فراموش تھے ہم کو نہ کیا یاد
کعبے تو گئے بھول کے ہم دیر کا رستہ
آتا تھا و لے راہ میں ہر گام خدا یاد

اک لطف کے شرمندہ نہیں میر ہم اس سے
گو یہاں سے گئے[2] اُن نے بہت ہم کو کیا یاد

اسیر کرکے نہ لی تو نے تو خبر صیاد
اُڑا کئے مرے پر کالۂ جگر صیاد
پھریں گے لوٹتے صحنِ چمن میں باد کے ساتھ
مُوئے[3] گئے بھی مرے مشتِ بال و پر صیاد
رہے گی ایسی ہی گر بیکلی ہمیں اس سال
تو دیکھیو کہ رہے ہم قفس میں مر صیاد
چمن کی یاد کی آتے خبر نہ اتنی رہی
کہ میں کدھر ہوں کدھر ہوں قفس کدھر صیاد
شکستہ بالی کو چاہے تو ہم سے ضامن لے
شکار موسمِ گل میں ہمیں نہ کر صیاد
ہوا نہ وا درِ گلزار اپنے ڈھب سے کبھو
کھلا سو مُنہ پہ ہمارے قفس کا در صیاد
سنا ہی بھڑکی ہے ابکی بہت ہی آتشِ گل
چمن میں اپنے بھی ہیں خار و خس کے گھر صیاد

[1] میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اُسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں
[2] گو یہاں سے گئے یعنی یہاں سے چلے جانے پر ۱۲
[3] مُوئے گئے یعنی مرنے اور چلے جانے پر بھی ۱۲

Marfat.com

لگی بہت رہیں چاکِ قفس سے آنکھیں لیک
پڑا نہ ابھی کوئی پھول گل نظر صیاد

امیرِ میرؔ نہ ہوتے اگر زباں رہتی
ہوئی ہماری یہ خوش خوانیِ سحر صیاد

لڑکے پھر آئے ڈر گئے شاید
بگڑے تھے کچھ سنور گئے شاید

سب پریشان دلی میں شب گزری
بال اُس کے بکھر گئے شاید

کچھ خبر ہوتی تو نہ ہوتے خبر
صوفیاں بے خبر گئے شاید

ہیں مکان و سرا وجا خالی
یار سب کوچ کر گئے شاید

آنکھ آئینہ رو چھپاتے ہیں
دل کو لے کر مکر گئے شاید

لوہو آنکھوں میں اب نہیں آتا
زخم اب دل کے بھر گئے شاید

اب کہیں جنگلوں میں ملتے نہیں
حضرتِ خضر مر گئے شاید

بیکلی بھی قفس میں ہے دشوار
کام سے بال و پر گئے شاید

شور بازار سے نہیں اٹھتا
رات کو میرؔ گھر گئے شاید

بنی تھی کچھ اک اُس سے مدت کے بعد
سو پھر بگڑی پہلی ہی صحبت کے بعد

جدائی کے حالات میں کیا کہوں
قیامت تھی ایک ایک ساعت کے بعد

موا کوہکن بے ستوں کھود کر
یہ راحت ہوئی ایسی محنت کے بعد

لگا آگ پانی کو دوڑے ہے تو
یہ گرمی تری اس شرارت کے بعد

کہے کو ہمارے کب اُن نے سنا
کوئی بات مانی سو منت کے بعد

سخن کی نہ تکلیف ہم سے کرو
لہو ٹپکے ہے اب شکایت کے بعد

نظر میرؔ نے کیسی حسرت سے کی
بہت روئے ہم اُس کی رخصت کے بعد

ردیف رائے مہملہ

رفتار میں یہ شوخی رحم اے جواں زمیں پر
لاتا ہے تازہ آفت تو ہر زماں زمیں پر

ا؎ لاالم سے گل و گلچیں کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر ہ تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

Marfat.com

آنکھیں لگی رہیں گی برسوں وہیں سبھوں کی
ہوگا قدم کا تیرے جس جا نشاں زمیں پر

میں مشتِ خاک یارب بارِ گرانِ غم تھا
کیا کیئے آ پڑا ہے اک آسماں زمیں پر

آنکھیں ہیں بچھ رہی ہیں لوگوں کی تیری رہ میں
ٹک دیکھکر قدم رکھ اے کامِ جاں زمیں پر

خاکِ سیہ سے یکساں ہر ایک ہو گئے تو
مارا اُٹھا فلک نے سارا جہاں زمیں پر

چشمے کہیں ہیں جوشاں جوئیں کہیں ہیں جاری
جوں ابر ہم نہ روئے اُس بن کہاں زمیں پر

آتا نہ تھا فرو سر جن کا کل آسماں سے
ہیں ٹھوکروں میں اُن کی آج استخواں زمیں پر

جو کوئی یہاں سے گزرا کیا آپ سے نہ گزرا
پانی رہا اب اتنا ہو کر رواں زمیں پر

پھر بھی اُٹھالی سر پر تم نے زمیں سب آکر
کیا کیا ہوا تھا تم سے کچھ آگے یہاں زمیں پر

کچھ بھی مناسبت ہے یہاں عجز واں تکبر
دے آسماں پر ہیں ہم ناتواں زمیں پر

پست و بلند یہاں کا ہے اور ہی طرف سے
اپنی نظر نہیں ہے گھر آسماں زمیں پر

قصرِ جناں تو ہم نے دیکھا نہیں جو کہئے
شاید نہ ہووے دل سا کوئی مکاں زمیں پر

یہاں خاک سے انھوں کی لوگوں نے گھر بنائے
آثار ہیں جنھوں کے اب تک عیاں زمیں پر

کیا سر جھکا رہے ہو میرؔ اس غزل کو سن کر
بارے نظر کرو ٹک اے مہرباں زمیں پر

کیا کیا نہ ہم نے کھینچے آزار تیری خاطر
اب ہو گئے ہیں آخر بیمار تیری خاطر

غیروں کی بے دماغی بیتابی چھاتی داغی
یہ سب ستم اُٹھائے اے یار تیری خاطر

کیا جانئے کہ ہے تو کیا جنس بیش قیمت
جلتے ہیں پگڑی جامے بازار تیری خاطر

اکبار تو نے اگر خاطر نہ رکھی میری
میں جی سے اپنے گزرا سو بار تیری خاطر

میں کیا کہ آہ کافر دیں کے اکابروں نے
قشقے لگائے پہنے زنار تیری خاطر

گو دل دھسک ہی جاوے آنکھیں ابل ہی آویں
سب اونچ نیچ کی ہے ہموار تیری خاطر

ایک آن تیری ابرو ایدھر جھکی نہ پائی
سو سو میں میں نے کھینچی تلوار تیری خاطر

کیا چیز ہے تو پیارے مفلس ہیں داغ تیرے
پیسے لئے پھرے ہیں زردار تیری خاطر

تجھ سے دوچار ہونا پھر آہ بن نہ آیا
دی جان میرؔ جی نے ناچار تیری خاطر

اے صبا گر شہر کے لوگوں میں ہو تیرا گزار
کہیو ہم صحرا نوردوں کا تمامی حالِ زار

Marfat.com

خاکِ دہلی سے جدا ہم کو کیا یکبار گی ‎ ‎ آسماں کو تھی کدورت سو نکالا یوں غبار
منصبِ بلبل غزلخوانی تھا سو تو ہے اسیر ‎ ‎ شاعری زاغ و زغن کا کیوں نہ ہووے اب شعار
طائرِ خوش زمزمہ کنجِ قفس میں ہے خموش ‎ ‎ چہچہے چڑیاں کریں ہیں صحنِ گلشن میں ہزار
برگِ گل سے بھی کیا نہ ایک تنکا ہم کو یاد ‎ ‎ نامۂ و پیغام پرسش بے مراتب درکنار
بے خلش کیونکر نہ ہو گرمِ سخن گلزار میں ‎ ‎ میں قفس میں ہوں کہ میرا تھا دلوں میں خار خار
بلبلِ خوش لہجہ کے جانے پہ گو غوغائیاں ‎ ‎ طرح غوغا کی چمن میں ڈالیں پر کیا اعتبار
طائرانِ خوش لب و لہجہ نہیں رہتے چھپے ‎ ‎ شور سے ان کے بھرے ہیں قریہ و شہر و دیار
شہر کے کیا ایک دو کوچوں میں تھی شہرت رہی ‎ ‎ شہروں شہروں ملکوں ملکوں ہے انھوں کا اشتہار
کیا کہوں سوئے چمن ہوتا جو میں سرگرم گشت ‎ ‎ پھول گل جب کھلنے لگتے جوش زن ہوتی بہار
شور سن سن کر غزل خوانی کا میرے ہمصفیر ‎ ‎ غنچہ ہو آتے جو ہوتا آب و رنگِ شاخسار
خوشنوائی کا جنھیں دعویٰ تھا رہ جاتے خموش ‎ ‎ جن کو میں کرتا مخاطب اُن کو ہوتا افتخار
بعضوں کو رشکِ قبولِ خاطر و لطفِ سخن ‎ ‎ بعضوں کا سینہ فگار و بعضوں کا دل داغ دار
ایک کے ہونٹھوں کے اوپر آفریں اُستاد تھا ‎ ‎ ایک کہتے تھے رسوخ دل ہے اپنا استوار
ربط کا دعویٰ تھا جن کو کہتے تھے مخلص ہیں ہم ‎ ‎ جانتے ہیں ذات سامی ہی کو ہم سب خاکسار
نقل کرتے کیا یہ صحبت منعقد جب ہوتی بزم ‎ ‎ بیٹھ کر کہتے تھے منہ پر میرے بعضے بعضے یار
بندگی ہے خدمتِ عالی میں ہم کو دیر سے ‎ ‎ کر رکھی ہے جان اپنی ہم نے حضرت پر نثار
سو نہ خط ان کا نہ کوئی پرچہ پہنچا مجھ تلک ‎ ‎ واہ واہی رابطہ رحمت ہے یہ اخلاق و پیار
رفتہ رفتہ ہو گئیں آنکھیں مری دونوں سفید ‎ ‎ بسکہ نامے کا کیا یاروں کے میں نے انتظار
لکھتے گر دو حرف لطف آمیز بعد از چند روز ‎ ‎ تو بھی ہوتا اس دلِ بیتاب و طاقت کو قرار
سو تو یک نہ نوشتہ کاغذ بھی نہ آیا میرے پاس ‎ ‎ اُن ہم آوازوں سے جن کا میں کیا ربط آشکار
خط کتابت سے یہ کہتے تھے نہ بھولیں گے تجھے ‎ ‎ آویں گے گھر بار کی تیرے خبر کو بار بار
جب گیا میں یاد سے تب کس کا گھر کاہے کا پاس ‎ ‎ آفریں صد آفریں اے مردمانِ روزگار
اب بیاباں در بیاباں ہے مرا شور و فغاں ‎ ‎ گو چمن میں خوش کی تم نے مری جائے نالہ زار
ہے مثل مشہور یہ عمر سفر کوتاہ ہے ‎ ‎ طالعِ برگشتہ بھی کرتے ہیں اب امداد کار
اک پر افشانی میں بھی ہے یہ وطن گلزار سا ‎ ‎ سامعوں کی چھاتیاں نالوں سے ہوویں گی فگار

Marfat.com

منہ پر آویں گے سخن آلودۂ خونِ جگر
کیونکہ یارانِ زباں سے چاک ہی دل جوں انار

لب پے لے کرتا سخن ہیں خونچکاں شکوے بھرے
لیک ہی اظہار ہر ناکس سے اپنا ننگ و عار

چپ بھلی گو تلخکامی کھینچنی اس میں پڑے
بیت بخشی طبعِ نازک پر ہی اپنی ناگوار

ق

آج سے کچھ بے حسابی جور کن مردم نہیں
اُن سے اہلِ دل سدا کھینچے ہیں رنجِ بیشمار

بس قلم رکھ ہاتھ سے جانے بھی دے یہ حرف میرؔ
کاہ کے چاہے نہیں کہسار ہوتے بیوقار

کام کے جو لوگ صاحب فن ہیں سو محسود ہیں
بے تہی کرتے رہیں گے حاسدانِ نابکار

آغشتہ خونِ دل سے سخن تھے زبان پر
رکھے نہ تم نے کان ٹک اس داستان پر

کچھ ہو رہے گا عشق و ہوس میں بھی امتیاز
آیا ہی اب مزاج ترا امتحان پر

یہ دلبری کے فن فریب اتنی عمر میں
جھنجھلاہٹ اب تو آوے ہی اس کے سیان پر

محتاج کر خدا نہ نکالے کہ جوں ہلال
تشہیر کون شہر میں ہو پارہ نان پر

دیکھا نہ ہم نے چھوٹ میں یاقوت کی کبھو
تھا جو سماں لبوں کے ترے رنگِ پان پر

کیا رہروانِ راہِ محبت ہیں طرفہ لوگ
اغماض کرتے جاتے ہیں جی کے زیان پر

پہنچا نہ اس کی داد کو مجلس میں کوئی رات
مارا بہت پتنگ نے سر شمعدان پر

یہ چشمِ شوق طرفہ جگہ ہی دکھاؤ کی
ٹھہرو بقدرِ یک مژہ تم اس مکان پر

بزاز کے کو دیکھ کے خرقے بہت پھٹے
بیٹھا وہ اس قماش سے اکر دکان پر

موزوں کرو کچھ اور بھی شاید کہ میرؔ جی
رہجائے کوئی بات کسو کی زبان پر

کیا کیا نہ لوگ کھیلتے جاتے ہیں جان پر
اطفالِ شہر لائے ہیں آفت جہان پر

کچھ ان دنوں اشارۂ ابرو ہیں تیز تیز
کیا تم نے پھر رکھی ہی یہ تلوار سان پر

تھوڑے میں دور پہنچے ہی کیا آدم آپ کو
اس مشتِ خاک کا ہی دماغ آسمان پر

کس پر تھے بیدماغ کہ ابرو بہت ہی خم
کچھ زور سا پڑا ہی کہیں اس کمان پر

کس رنگ راہ پائے نگاریں سے تو چلا
ہونے لگے ہیں خون قدم کے نشان پر

چرچا سا کر دیا ہی مرے شورِ عشق نے
مذکور اب بھی ہی یہ ہر اک کی زبان پر

پامال کر اپنا لوہو رہیں گو کہ ہم ضعیف
جوں رینگتی نہیں ہی انھوں کے تو کان پر

Marfat.com

یہ وہم ہے کہ اور کا ہے میرے تئیں خیال — تو مار ڈالیو نہ مجھے اس گمان پر
کیفیتیں ہزار ہیں اس کام جاں کے بیچ — دیتے ہیں لوگ جان تو ایک ایک آن پر

دامن میں آج میرؔ کے داغِ شراب ہے
تھا اعتماد ہم کو بہت اس جوان پر

مت آنکھ ہمیں دیکھ کے یوں مار دیا کر — غمزے میں بلا ان کو نہ سنکار دیا کر
آئینے کی مشہور پریشاں نظری ہے — تو سادہ ہے ایسوں کو نہ دیدار دیا کر
سو بار کہا غیر سے صحبت نہیں اچھی — اس جیف کو مجلس میں نہ تو بار دیا کر
کیوں آنکھوں میں سرمے کا تو دنبالہ رکھے ہے — مت ہاتھ میں ان مستوں کے تلوار دیا کر

کچھ خوب نہیں اتنا ستانا بھی کسو کا
ہے میرؔ فقیر اس کو نہ آزار دیا کر

طاقت نہیں ہے جان میں کڑھنا تعب ہے اور — بے لطفیاں کرو ہو یہ تس پر غضب ہے اور
ہر چند چپ ہوں لیک مرا حال ہے عجب — احوال پرسی تو نہ کرے تو عجب ہے اور
آنکھ اس کی اس طرح سے نہیں پڑتی ٹک ادھر — اب خوب دیکھتے ہیں تو چتون کا ڈھب ہے اور
کیا کہیے حال دل کا جدائی کی رات میں — گزری ہے کب کہانی کہے سے یہ شب ہے اور
دل لے چلے دکھا کے رخِ خوب کو تبھی — اب منہ چھپا جو بیٹھے یہ حسنِ طلب ہے اور
اس دل لگے کے روگ کو نسبت مرض سے کیا — اپنا یہ جلتے رہنا ہے کچھ اور تب ہے اور
طور اگلے تیرے ملتے نہیں اس طرح سے ٹک — وہ اور کچھ تھا ہم سے تو پیارے یہ اب ہے اور
کیا بات تیری اے ہمہ عیاری و فریب — آنکھیں کہیں ہیں اور سخن زیرِ لب ہے اور

اسباب مرگ کے تو مہیا ہیں سارے میرؔ
شاید کہ زندگانی کا اپنی سبب ہے اور

اے ہمنشیں کسو کے مت عشق کی ہوس کر — جاتی ہیں یوں ہی ناداں جانیں ترس ترس کر
فرصت ہے اس چمن کی گل[1] کے میں جو پوچھا — چشمک کی ایک گل نے میری طرف کو ہنس کر
ہم موسے ناتواں تھے سو ہو چکے ہیں کب کے — نکلے ہو تم پیارے کس پر کمر کو کس کر

---

[1] میر تقی میر دہلوی سے کہا میں نے کتنا ہے گل کا ثبات کلی نے یہ سن کر تبسم کیا

Marfat.com

جی رُک گیا کہیں تو پھر ہوئیگا اندھیرا
مت چھیڑ ابر مجھ کو یوں ہی برس برس کر

کیا ایک تنگ میں ہی ہوں اُس زلفِ پرشکن سے
اس دام میں موئے ہیں بہتیرے صید پھنس کر

اک جمع کے سر اوپر روزِ سیاہ لایا
پگڑی میں بال اپنے نکلا جو وہ گھرس کر

اس قافلہ میں کوئی دل آشنا نہیں ہے
ٹکڑے گلے کے اپنے ناحق نہ اے جرس کر

صیاد اگر اجازت گلگشت کی نہیں ٹک
دیوارِ باغ کو تو بارے درِ قفس کر

بے بس ہے میر تجھ بن رہتا نہیں دل اس کا
ٹک تو بھی اے ستم جو جور و ستم کو بس کر

آئی ہے اس کے کوچے سے ہو کر صبا کچھ اور
کیا سر میں خاک ڈالتی ہے اب ہوا کچھ اور

تدبیر دوستوں کی مجھے نفع کیا کرے
بیماری اور کچھ ہے کریں ہیں دوا کچھ اور

مستانِ عشق و اہلِ خرابات میں ہے فرق
میخوارگی کچھ اور ہے یہ نشہ تھا کچھ اور

کیا نسبت اُس کے قامتِ دلکش سے سرو کو
انداز اُس کا اور کچھ اس کی ادا کچھ اور

مانجا جو آرسی نے بہت آپ کو تو کیا
رخسار کے ہے سطح کے اس کے صفا کچھ اور

اُس کی زیادہ گوئی سے دل داغ ہو گیا
شکوہ کیا جب اس سے تب اُن نے کہا کچھ اور

اس طور سے تمھارے تو مرتے نہیں ہیں ہم
اب واسطے ہمارے نکالو جفا کچھ اور

صورت پرست ہوتے نہیں معنی آشنا
ہے عشق سے بتوں کے مرا مدعا کچھ اور

مرنے پہ جان دیتے ہیں وارفتگانِ عشق
ہے میر راہ و رسمِ دیارِ وفا کچھ اور

چمکی ہے جب سے برق سحر گلستاں کی اور
جی لگ رہا ہے خار و خسِ آشیاں کی اور

وہ کیا یہ دل لگی ہے فنا میں کہ رفتگاں
مُنہ کر کے بھی نہ سوئے کبھو پھر جہاں کی اور

۱ے گھرسنا۔ لکھنؤ میں بولتے ہیں۔ لیکن دہلی اور اکبرآباد میں اس کی بجائے اُرسنا برائے مہملہ اور نیز بہ رائے ثقیلہ اب تک بولتے ہیں۔ میر کی زبان پر بھی اُرسنا ہوگا۔ غالباً یہ تحریف لکھنوی کاتب کی ہے۔ نظیر اکبرآبادی کا یہ شعر اس کی سند ہو سکتا ہے ؎

پہنے پھرے ہیں شوخ کڑے اور ہنسلیاں
پھولوں کی پگڑیوں میں ہیں شاخیں اُرس لیاں

(در ذکرِ عید گاہ اکبرآباد، کلیاتِ نظیر شہباز) دیکھ اور جگہ بھی یہی لفظ اسی تعریف کے ساتھ آچکا ہے۔ آسی

Marfat.com

رنگِ سخن تو دیکھ کہ حیرت سے باغ میں ۔۔۔ رہجاتے ہیں گے دیکھ کے گل اُس دہاں کی اور
آنکھیں سی کھل ہی جائیں گی جو مر گیا کوئی ۔۔۔ دیکھا نہ کر غضب ہے کسو خستہ جاں کی اور
کیا بے خبر ہی رفتنِ رنگینِ عمر سے ۔۔۔ جوُ ے چمن میں دیکھ ٹک آبِ رواں کی اور
یہاں تابِ سعی کس کو مگر جذب عشق کا ۔۔۔ لاوے اسی کو کھینچ کسو ناتواں کی اور
یارب ہی کیا مزا سخنِ تلخِ یار میں ۔۔۔ رہتے ہیں کان سب کے اُسی بدزباں کی اور
یا دل وہ دیدنی تھی جگہ یا کہ تجھ بغیر ۔۔۔ اب دیکھتا نہیں ہی کوئی اس مکاں کی اور
آیا کسے تکدرِ خاطر ہی زیرِ خاک ۔۔۔ جاتا ہی اکثر اب تو غبار آسماں کی اور

کیا حال ہو گیا ہی ترے غم میں میر کا
دیکھا گیا نہ ہم سے تو ٹک اُس جواں کی اور

نئے طور سیکھے نکالے ڈھب اور ۔۔۔ مگر اور تھے تب ہوئے ہو اب اور
ادا کچھ ہی انداز کچھ ناز کچھ ۔۔۔ تہِ دل ہی کچھ اور زیرِ لب اور
لبِ سرخ کر ٹک دکھلتے نہیں ۔۔۔ طرح پان کھانے کی تھی کچھ جب اور
نہ گرمی نہ جوشش نہ اب وہ تپاک ۔۔۔ تکلف نہیں اس میں تھے تم تب اور
زمانہ مرا کیونکہ یکساں رہے ۔۔۔ اٹھاویں گے تیرے ستم ہی کب اور

جدا اتفاقاً رہا ایک میر
وگرنہ ملے یوں تو اُس سے سب اور

آخر دکھائی عشق نے چھاتی فگار کر ۔۔۔ تصدیع کھینچی ہم نے یہ کام اختیار کر
اس باعثِ حیات سے کیا کیا ہیں خواہشیں ۔۔۔ پر دم بخود ہی رہتے ہیں ہم جی کو مار کر
ٹک سامنے ہوا کہ نہ ایماں نہ دین و دل ۔۔۔ کافر کو بھی نہ اس سے الٰہی دوچار کر
جا شوق پر نہ جا تنِ زار و نزار پر ۔۔۔ اے ترک صید پیشہ ہمیں بھی شکار کر
وہ سخت باز داو میں آتا نہیں ہی ہائے ۔۔۔ کس طور جی کو ہم نہ لگا بیٹھیں ہار کر
ہم آپ سے گئے تو گئے پر بسانِ نقش ۔۔۔ بیٹھا تو روزِ حشر تئیں انتظار کر
کن آنکھوں دیکھیں رنگِ خزاں کے کہ باغ سے ۔۔۔ گل سب چلے ہیں رخت سفر اپنا بار کر
جل تھل بھریں نہ جب تئیں دم تب تئیں نہ لیں ۔۔۔ ہم اور ابر آج اُٹھے ہیں قرار کر
اک صبح میری چھاتی کے داغوں کو دیکھ تو ۔۔۔ یہ پھول گل بھی زور رہے ہیں بہار کر

Marfat.com

مرتے ہیں میر سب پہ نہ اس بیکسی کے ساتھ
ماتم میں تیرے کوئی نہ رویا پکار کر

جنوں میں اب کی کام آئی نہ کچھ تدبیر بھی آخر
گئی کل ٹوٹ میرے پاؤں کی زنجیر بھی آخر

اگر ساکت ہیں ہم حیرت سے پر ہیں دیکھنے قابل
کہ اک عالم رکھے ہے عالم تصویر بھی آخر

یکایک یوں نہیں ہوتے ہیں پیارے جان کے لاگو
کبھو آدم ہی سے ہو جاتی ہے تقصیر بھی آخر

کلیجہ چھن گیا پر جان سختی کش بدن میں ہے
ہوئے اس شوخ کے ترکش کے سارے تیر بھی آخر

نہ دیکھی ایک واشد اپنے دل کی اس گلستاں میں
کھلے پائے ہزاروں غنچۂ دلگیر بھی آخر

سر و کار آہ کب تک خامہ و کاغذ سے یوں رکھیے
رکھے ہے انتہا احوال کی تحریر بھی آخر

پھرے ہے باؤلا سا پیچھے ان شہری غزالوں کے
بیاباں مرگ ہوگا اس چلن سے میر بھی آخر

رہ جاؤں چپ نہ کیونکہ برا جی میں مان کر
آؤ بھلا کبھو تو سو جاؤ زبان کر

کہتے ہیں چلتے وقت ملاقات ہے ضرور
جاتے ہیں ہم بھی جان ٹک دیکھیو تن کر

کیا لطف تھا کہ میکدے کی پشت بام پر
سوتے تھے مست چادر مہتاب تان کر

آیا نہ چل کے یہاں تیں وہ باعث حیات
مارا ہے ان نے جان کے ہم کو تو جان کر

ایسے ہی تیز دست ہو خوں ریزیاں میں تو پھر
رکھو گے تیغ جور کی یکچند میان کر

یہ بے مروتی کہ نگہ کا مضائقہ
اتنا تو میری جان نہ مجھ سے سیان کر

رنگین گور کرنی شہیدوں کی رسم ہے
تو بھی ہماری خاک پہ خوں کے نشان کر

رکھتا تھا وقت قتل مرا امتیاز ہائے
سو خاک میں ملایا مجھے سب میں سان کر

تم تیغ جور کھینچ کے کیا سوچ میں گئے
مرنا ہی اپنا جی میں ہم آئے ہیں ٹھان کر

وے دن گئے کہ طاقت دل کا تھا اعتماد
اب یوں کھڑے کھڑے نہ مرا امتحان کر

اس گوہر مراد کو پایا نہ ہم نے میر
پایان کار مر گئے یوں خاک چھان کر

مجھ کو قفس میں سنبل و ریحاں کی کیا خبر
کہہ اے نسیم صبح گلستاں کی کیا خبر

رہتا ہے ایک نشہ انھیں جن کو ہے شناخت
ہے زاہدوں کو مستی عرفاں کی کیا خبر

ٹک پوچھتے جو آن نکلتا کوئی ادھر
اب بعد مرگ قیس بیاباں کی کیا خبر

Marfat.com

برباد جائے یہاں کوئی دولت تو کیا عجب | آئی ہے ہم کو ملک سلیماں کی کیا خبر

آیا ہے ایک شہر غریباں سے تازہ تو
میر اس جوان حال پریشاں کی کیا خبر

اب تنگ ہوں بہت میں مت اور دشمنی کر | لاگو ہو میرے جی کا اتنی ہی دوستی کر
جب تک شگاف تھے کچھ اتنا نہ جی رکے تھا | پچھتائے ہم نہایت سینے کے چاک سی کر
قصہ نہیں سنا کیا یوسفؑ ہی کا جو تو نے | اب بھائیوں سے چندے تو کر گرا آشتی کر
ناسازی و خشونت جنگل ہی چاہتی ہے | شہروں میں ہم نہ دیکھا بالیدہ ہوتے کیکر[۲]
کچھ آج اشکِ خونیں میں نے نہیں چھپائے | رہ رہ گیا ہوں برسوں لوہو کو اپنے پی کر
کس مردنی کو اس بن بھاتی ہے زندگانی | بس جی چکا بہت میں اب کیا کروں گا جی کر
حرفِ غلط کو سن کر درپے نہ خوں کے ہونا | جو کچھ کیا ہے میں نے پہلے اسے سہی[۱] کر
دن رات کڑھتے کڑھتے میں بھی بہت رکا ہوں | جو تجھ سے ہو سکے سو اب تو بھی بہت کمی کر
رہتی ہے سو نجوئی رہتا نہیں ہے کوئی | تو بھی جو یہاں رہے تو زنہار مت بدی کر

تھی جب تلک جوانی رنج و تعب اٹھائے
اب کیا ہے میر جی میں ترکِ ستمگری کر

ردیف زائے معجمہ

اس شوخ نے سنا نہیں نامِ صبا ہنوز | غنچہ ہے وہ لگی نہیں اس کو ہوا ہنوز
عاشق کے اس کو گریۂ خونیں کا درد کیا | آنسو نہیں ہے آنکھ سے جس کی گرا ہنوز
کیا جانے وہ کہ گزری ہے یاروں کے جی پہ کیا | مطلق کسو سے اس کا نہیں دل لگا ہنوز
برسوں میں نامہ بر سے مرا نام جو سنا | کہنے لگا کہ زندہ ہے وہ تنگ کیا ہنوز
گھگھیاتے رات کے تئیں باچھیں تو پھٹ گئیں | ناواقفِ قبول ہے لیکن دعا ہنوز
کیا کیا کرے ہے منتیں قاصد سے لیتے خط | حالانکہ وہ ہوا نہیں حرف آشنا ہنوز

۱؎ یہ "سہی" دراصل صحیح ہے۔ اس طرح کا استعمال اب درست نہیں۔ اسی قیاس پر تسبیح کی جگہ تسبی یا مسجد کی جگہ مسیت یا پلید کی جگہ پلیت درست نہیں۔ وغیرہ۔ آسی
۲؎ کیکر بمعنی ببول اکثر جگہ بولا جاتا ہے ۱۲

Marfat.com

سو بار ایک دم میں گیا ڈوب ڈوب جی
پر بحر غم کی پائی نہ کچھ انتہا ہنوز

خطرے ہے بیوفائی حسن اس کے آئینہ
ہم سادگی سے رکھتے ہیں چشمِ وفا ہنوز

سو عقدے فرطِ شوق سے پیش آئے دل کو یہاں
وھاں بند اس قبا کے نہیں ہوگئے وا ہنوز

یہاں میر ہم پہنچ ہی گئے مرگ کے قریب
وھاں دلبروں کو ہی وہی قصد جفا ہنوز

ہی میرے لوہو رونے کا آثار سا ہنوز
کوچہ کوئی کوئی ہی چمن زار سا ہنوز

کب تک کھینچے گی صبح قیامت کی شام کو
عرصے میں میں کھڑا ہوں گنہگار سا ہنوز

مدت ہوئی کہ خون جگر میں نہیں و لے
جاتا ہی آنسوؤں کا چلا تار سا ہنوز

سایہ سا آگیا تھا نظر اس کا ایک دن
مبہوت میں پھروں ہوں پری دار سا ہنوز

برسوں سے گل چمن میں نکلتے ہیں رنگ رنگ
نکلا نہیں ہی ایک رخ یار سا ہنوز

دیکھا تھا خانہ باغ میں پھرتے اسے کہیں
گل حیرتی ہی صورتِ دیوار سا ہنوز

مدت سے ترک عشق کیا میر نے و لے
زار و زبوں و زرد ہی بیمار سا ہنوز

کب تک بھلا بتاؤگے یوں صبح شام روز
آؤ کہیں کہ رہتی ہیں رفتہ تمام روز

وہ سرکشی سے گو متوجہ نہ ہو ادھر
ہم عاجزانہ کرتے ہیں اس کو سلام روز

گہ رنج کھینچنے کو گہے گہ ہلاک کو
پہنچے ہی ہم کو اس کنے کیا اک پیام روز

منظور بندگی نہیں میری تو کیا کروں
حاضر ہی اپنی اور سے یوں تو غلام روز

برسوں ہوئے کہ رات کو ٹک بیٹھتے نہیں
رہتے ہیں تم کو میر جی کیا ایسے کام روز

ردیف سین

گئے جس دم سے ہم اس تندخو پاس
رہے خنجر ستم ہی کے گلو پاس

قیامت ہی نہ ہو ای سرمایۂ جان
نہ ہووے وقتِ مرنے بھی تو پاس

رلایا ہم نے پہروں رات اس کو
کہا یہ قصۂ غم جس کسو پاس

کہیں اک دوری سی کچھ تھی نسبت
رکھا تھا آئینے کو اس کے رو پاس

Marfat.com

دل او چشم مروت کیوں نہ خوں ہو — تجھے ہم جب نہ تب دیکھیں عدو پاس
یہی گالی یہی جھڑکی یہی چھیڑ — نہ کچھ میرا کیا تو نے کبھو پاس

چل اب اے میر بس اس سرو قد بن
بہت رویا چمن کے آب جو پاس

جب بٹھا دیں مجھے جلاد جفاکار کے پاس — تو بھی ٹک آن کھڑا ہو جو گنہگار کے پاس
دردمندوں سے تمھیں دور پھرا کرتے ہو کچھ — تو چھنے ورنہ کبھی آتے ہیں بیمار کے پاس
چشم مست اپنی سے صحبت نہ رکھا کر اتنی — بیٹھنے بھی تو بھلا مردم ہشیار کے پاس
خندۂ و چشمک و حرف و سخن زیر لبی — کہئے جو ایک و افسون ہو دلدار کے پاس
داغ ہونا نظر آتا ہے دلوں کا آخر — یہ جو اک خال پڑا ہے ترے رخسار کے پاس
خط نمودار ہوئے اور بھی دل ٹوٹ گئے — یہ بلا نکلی نئی زلف شکن دار کے پاس
در گلزار پہ جانے کے نصیب اپنے کہاں — یوں ہی مر رہیے گا قفس کی کبھو دیوار کے پاس
کیا رکھا کرتے ہو آئینے سے صحبت ہر دم — ٹک کبھو بیٹھو کسو طالب دیدار کے پاس
دل کو یوں لیتے ہو کھٹکا نہیں ہونے پاتا — تربیت پائی ہے تم نے کسو عیار کے پاس
مورچہ جیسے لگے تنگ شکر کو آ کر — خط نمودار ہے یوں لعل شکر بار کے پاس
جس طرح کفر بندھا ہے گلے اسلام کہاں — یوں تو تسبیح بھی ہم رکھتے ہیں زنار کے پاس
ہم نہ کہتے تھے نہ مل مغبچوں سے اے زاہد — کبھی تسبیح دھری تھی تری دستار کے پاس
نارسائی بھی نوشتے کی مرے دور کھنچی — اتنی مدت میں نہ پہنچا کوئی خط یار کے پاس

اختلاط ایک تمھیں میر ہی غم کش سے نہیں
جب نہ تب یوں تو نظر آتے ہو دو چار کے پاس

عزت نہیں ہے دل کی کچھ اس دلربا کے پاس — رہتی ہے آرسی ہی دھری خود نما کے پاس
پہروں شبوں کو غم میں ترے جاگتے رہے — ہو آ نہیں جگر سو کرے بے وفا کے پاس
راہ و روش رکھیں ہیں جدا دردمند عشق — زنہار یہ کھڑے نہیں ہوتے دوا کے پاس
کیا جانے قدر غنچۂ دل باغباں پسر — ہوتی گلابی ایسے کسو میرزا کے پاس
جو دیر سے حرم کو گئے سو وہیں موئے — آتا نہیں ہے جا کے کوئی پھر خدا کے پاس
کیا جانیے کہ کہتے ہیں کس کو یگانگی — بیگانے ہی سے ہم رہے اس آشنا کے پاس

؎ ہو جو چھپنی ہو جیو۔ غالب کے عہد تک اس صورت بھی بولا جاتا تھا اب متروک ہے ۱۲

Marfat.com

میر اس دلِ گرفتہ کے یہاں تو ملی نہ داد
عقدہ یہ لیکے جاؤں گا مشکلکشا کے پاس

رہتے تھے ہم وے آٹھ پہر یا تو پاس پاس	یا اب پھٹک نہیں ہے کہیں اُن کے آس پاس
لوگ بدگماں نہ ہوں آئے نہ اس کی اور	ہم تو کیا ہے عشق میں دور از قیاس پاس
گرہی پڑے جو دیکھے ہے تنکا بھی رکھیں	مایہ نہیں ہے کچھ فلکِ بے سپاس پاس
شیخ ان لبوں کے بوسے کو اس ریش سے جھک	رکھتا ہے کون آتش سوزندہ گھاس پاس
تم نے تو قدر کی ہے متاعِ وفا کی خوب	بیچیں گے اب یہ جنس کسو دل شناس پاس
آلودہ کر نہ مستی سے جامہ کو جسم کے	ہشیار رہ یہ عاریتی ہے لباس پاس

وحشی ہے میر ربط ہے اس سے خلافِ عقل
بیٹھے سو جاکے کیا کوئی ایسے اُداس پاس

ردیف شین

گل کو ہوتا صبا قرار اے کاش	رہتی ایک آدھ دن بہار اے کاش
یہ جو دو آنکھ مند گئیں میری	اس پہ وا ہوتیں ایک بار اے کاش
کن نے اپنی مصیبتیں نہ گنیں	رکھتے میرے بھی غم شمار اے کاش
جان آخر تو جانے والی تھی	اس پہ کی ہوتی میں نثار اے کاش
اس میں راہِ سخن نکلتی تھی	شعر ہوتا ترا شعار اے کاش
خاک[1] بھی وہ تو دیوے گا برباد	نہ بناویں مری مزار اے کاش
ششجہت اب تو تنگ ہے ہم پر	اس سے ہوتے نہ ہم دوچار اے کاش
مرتے بھی تو ترے ہی کوچے میں	ملتی یہاں جائے گور دار اے کاش
ان لبوں کی کلی سے دل ہے بھرا	چل پڑے بات پیش یار اے کاش

[1] یہ شعر ایک قلمی نسخے میں اس طرح لکھا ہوا ملتا ہے ؎

مرتے بھی تو ترے ہی کوچے میں	وہیں کرتے مری مزار اے کاش

اور مزار والے قافیہ کا دوسرا شعر قدیم قلمی نسخے میں نہیں ملتا۔ آسی

Marfat.com

بے اجل میرؔ اب پڑا مرنا
عشق کرتے نہ اختیار ای کاش

کیا کہیے کیا رکھیں ہیں ہم تجھ سے یار خواہش
یک جان و صد تمنا یک دل ہزار خواہش

لے ہاتھ میں قفس ٹک صیاد چل چمن تک
مدت سے ہے ہمیں بھی سیر بہار خواہش

نے کچھ گنہ ہے دل کا نے جرم چشم اس میں
رکھتی ہے ہم کو اتنا بے اختیار خواہش

حالانکہ عمر ساری مایوس گزری تس پر
کیا کیا رکھیں ہیں اُس کے اُمیدوار خواہش

غیرت سے دوستی کی کس کس سے ہوجے دشمن
رکھتا ہے یار ہی کی سارا دیار خواہش

ہم مہرورز کیونکر خالی ہوں آرزو سے
شیوہ یہی تمنا فن و شعار خواہش

اُٹھتی ہے موج ہر اک آغوش ہی کی صورت
دریا کو ہے یہ کس کا بوس و کنار خواہش

صد رنگ جلوہ گر ہے ہر جا وہ غیرت گل
عاشق کی ایک پاوے کیونکر قرار خواہش

یکبار بر نہ آئی اُس سے اُمید دل کی
اظہار کرتے کب تک یوں بار بار خواہش

کرتے ہیں سب تمنا پر میرؔ جی نہ اتنی
رکھے گی مار تم کو پایان کار خواہش

مطلق نہیں ادھر ہے اس دلربا کی خواہش
کیا جانیے کہ کیا ہے یارو خدا کی خواہش

دیکھیں تو تیغ اُس کی اب کس کے سر چڑھے ہے
رکھتے ہیں یار جی میں اُس کی جفا کی خواہش

لعل خموش اپنے دیکھو ہو آرسی میں
پھر پوچھتے ہو ہنسکر مجھ بے نوا کی خواہش

اقلیم حسن سے ہم دل پھیر لے چلے ہیں
کیا کریے یاں نہیں ہے جنس وفا کی خواہش

خون جگر ہی کھانا آغاز عشق میں ہے
رہتی ہے اس مرض میں کب غذا کی خواہش

وہ شوخ دشمن جاں ای دل تو اس کا خواہاں
کرتا ہے کوئی ظالم ایسی بلا کی خواہش

میرے بھی حق میں کر ٹک ہاتھوں کو میرؔ اونچا
رکھتا ہے اہل دل سے ہر اک دعا کی خواہش

ہم پر روا جو رکھتے ہو جور و جفا ہمیش
خوبی رہا کرے ہے مری جان کیا ہمیش

کس اعتبار دل کے تئیں گل کہیں ہیں لوگ
مجھ پاس تو مندی ہی کلی سا رہا ہمیش

کچھ عہد میں ہمارے محبت ہوئی ہے تنگ
آپس میں ورنہ رسم تھی مہر و وفا ہمیش

فرصت مرض سے دل کے ہمیں کب ہوئی ہے تنگ
تھوڑی بہت چلی ہی گئی ہے دوا ہمیش

Marfat.com

اب عید بھی بغیر ملے اُس کے ہے وبا
رہتا تھا جو ہمارے گلے ہی لگا ہمیش

ہم تو جو زندگی میں ملے ہی رہیں تو خوب
رہتا نہیں ہے کوئی بغیر از خدا ہمیش

واقف نہیں ہوں میرؔ سے تو پر تمام شب
کرتا ہے شور آن کر اک بے نوا ہمیش

ردیف طائے مہملہ

عشق کی رہ نہ چل خبر ہے شرط
اوّلِ گام ترکِ سر ہے شرط

دعوئے عشق یوں نہیں صادق
زردی رنگ و چشمِ تر ہے شرط

خامی[1] جاتی ہے کوئی گھر بیٹھے
پختہ کاری کے تئیں سفر ہے شرط

قصدِ حج ہے تو شیخ کو لے چل
کعبہ جانے کو یہ بھی خر ہے شرط

قلب یعنی کہ دل عجب زر ہے
اُس کی نقادی کو نظر ہے شرط

حق کے دینے کو چاہیے ہے کیا
یہاں نہ اسباب نے ہنر ہے شرط

دل کا دینا ہے سہل کیا اے میرؔ
عاشقی کرنے کو جگر ہے شرط

کرتے نہیں ہیں اُس سے نیا کچھ ہم اختلاط
ہوتا تھا اگلے لوگوں میں بھی باہم اختلاط

ٹک گرم میں ملوں تو مجھی سے ملے خنک
اوروں سے تو وہی ہے اُسے ہر دم اختلاط

ایسا نہ ہو کہ شیخ دغا دیوے ہمنشیں
ابلیس سے کرے ہے کوئی آدم اختلاط

بیگانگی مجھی سے چلی جاتی ہے خصوص
رکھتا ہے یوں تو یار سے اک عالم اختلاط

کس طور اتفاق پڑی صحبت اُس سے دیر
ہے میرؔ بے دماغ و قیامت کم اختلاط

ردیف عین

تیرے ہوتے شام کو گر بزم میں آجائے شمع
ہو خجل ایسی کہ منہ اپنا نہ پھر دکھلائے شمع

[1] سعدیؒ ؎ تا بہ دکان خانہ در گردی ٭ ہرگز ای خام آدمی نشوی

Marfat.com

کیا جلے جاتے ہیں تجھ سے سب نئے سے دیکھتے
گر یہی یہاں کا ہے ڈھب تو حیف مجلس وائے شمع

کس کے تئیں ہوتا ہے قطع زندگانی کا یہ شوق
سر کٹانے کو گلی میں جمع ہیں رگ ہائے شمع

کچھ نہیں مجھ میں درونے کی جلن سے اس طرح
کھا چلا ہے جیسے اک ہی داغ سر تا پائے شمع

داغ ہو کر جان دی اُن نے تمہارے واسطے
مشت خاک میر پر سو تم نہ لیکر آئے شمع

اُس کے ہوتے بزم میں فانوس میں آتی ہے شمع
یعنی اُس آتش کے پرکالے سے شرماتی ہے شمع

ہر زماں جاتی ہے گھٹتی سامنے تیرے کھڑی
جوشِ غم سے آپ ہی اپنے تئیں کھاتی ہے شمع

بیٹھے اُس مہ کے کسو کو دیکھتا ہے کب کوئی
رنگ رو کو بزم میں ہر چند جھمکاتی ہے شمع

بادسے جنبش میں کچھ رہتی نہیں ہے متصل
اس بھبوکے سے جو گھٹتی ہے سو جھنجلاتی ہے شمع

چھوڑتی ہے لطف کیا افسردگی خاطر کی میر
آگے اس کے چہرۂ روشن کے بجھ جاتی ہے شمع

عشق میں کچھ نہیں دوا سے نفع
کڑھیے کب تک نہ ہو بلا سے نفع

کب تلک ان بتوں سے چشم رہے
ہو رہیگا بس اب خدا سے نفع

میں تو غیر از ضرر نہ دیکھا کچھ
ڈھونڈو تم یار و آشنا سے نفع

مغتنم جان گر کسو کے تئیں
پہنچے ہے تیرے دست و پا سے نفع

اب فقیروں سے کہہ حقیقت دل
میر شاید کہ ہو دعا سے نفع

ردیف غین

اب اس کے غم سے جو کوئی چاہے سو کھائے داغ
باقی نہیں ہے چھاتی میں اپنی تو جائے داغ

چشم و دل و دماغ و جگر سب کو رو رہے
اس عشق خانہ سوز نے کیا کیا دکھائے داغ

جی جل گیا تقرب اغیار دیکھ کر
ہم اس گلی میں جب گئے تب وہاں سے لائے داغ

کیا لالہ ایک داغ پہ پھولے ہے باغ میں
بہتیرے ایسے چھاتی پہ ہم نے جلائے داغ

کیا شیخ کے ورع میں تردد ہے ہم نے آپ
سو بار اُس کے کرتے سے مے کے دھلائے داغ

آخر کو روئے کار سے پردہ اٹھے گا کیا
مقدور تک تو چھاتی کے ہم نے چھپائے داغ

Marfat.com

دل کی گرہ میں غنچۂ لالہ کے رنگ میر
سوزِ دروں سے کچھ نہیں ہے اب ہوائے داغ

ردیف فا

میلانِ دل ہے زلفِ سیہ فام کی طرف
جاتا ہے صید آپ سے اس دام کی طرف

دل اپنا عدلِ داورِ محشر سے جمع ہے
کرتا ہے کون عاشقِ بدنام کی طرف

اس پہلوئے فگار کو بستر سے کام کیا
مدت ہوئی کہ چھوٹی ہے آرام کی طرف

یک شب نظر پڑا تھا کہیں تو سو اب مدام
رہتی ہے چشمِ ماہ ترے بام کی طرف

آنکھیں جنھوں کی زلف و رخِ یار سے لگیں
وے دیکھتے نہیں سحر و شام کی طرف

جوں چشمِ یار بزم میں اُگلا پڑے ہے آج
ٹک دیکھ شیخ مے کے بھرے جام کی طرف

خاراشگاف و سینہ خراش ایک سے نہیں
لیکن نظر نہیں ہے تجھے کام کی طرف

دل پک رہے ہیں جن کے انھیں سے ہمیں ہے شوق
میلانِ طبع کب ہے کسو خام کی طرف

دیکھی ہے جب سے اُس بتِ کافر کی شکل میر
جاتا نہیں ہے جی تنک اسلام کی طرف

ردیف قاف

اے رشکِ برق تجھ سے مشکل ہے کارِ عاشق
اک جھمکی میں کہاں پھر صبر و قرارِ عاشق

خاکِ سیہ سے یکساں تیرے لئے ہوا ہوں
تو بھی تو ایک شب ہو شمعِ مزارِ عاشق

اے بحرِ حسن ہووے یہ آگ سرد ٹک تب
جوں موج ہو لبالب تجھ سے کنارِ عاشق

دل خواہ کوئی دلبر ملتا تو دل کو دیتے
گر چاہنے میں ہوتا کچھ اختیارِ عاشق

پلکوں کی اُس کی کاوش ہر دم جب ایسی ہووے
مشکل کہ جی سے جاوے پھر خار خارِ عاشق

کیا جانے محو جو ہو اپنے ہی رو و مو کا
گزرے ہے کس طرح سے لیل و نہارِ عاشق

خواری کا اپنی موجب ہے اضطراب ہر دم
دل بے تھمے تو رہے بھی کچھ اعتبارِ عاشق

آنکھوں تلے سے سرکی وہ چشمِ مست ٹک تو
جاتا دکھائی دیوے رنج و خمارِ عاشق

کیا بوجھ بھاری سے میں ناکام کاٹتا ہوں
دُنیا سے ہے نرالا کچھ کاروبارِ عاشق

Marfat.com

اس پردے میں غم دل کہتا ہے میر اپنا
کیا شعر و شاعری ہے یارو شعار عاشق

کیا کہوں تم سے میں کہ کیا ہے عشق
جان کا روگ ہے بلا ہے عشق

عشق ہی عشق ہے جہاں دیکھو
سارے عالم میں بھر رہا ہے عشق

عشق معشوق عشق عاشق ہے
یعنی اپنا ہی مبتلا ہے عشق

عشق ہے طرز و طور عشق کے تئیں
کہیں بندہ کہیں خدا ہے عشق

گر پرستش خدا کی ثابت کی
کسو صورت میں ہو بھلا ہے عشق

دلکش ایسا کہاں ہے دشمن جاں
مدعی ہے پہ مدعا ہے عشق

ہے ہمارے بھی طور کا عاشق
جس کسی کو کہیں ہوا ہے عشق

کوئی خواہاں نہیں محبت کا
تو کہے جنس ناروا ہے عشق

میر[1] جی زرد ہوتے جاتے ہو
کیا کہیں تم نے بھی کیا ہے عشق

ردیف کاف (تازی)

دیکھی تھی تیرے کان کے موتی کی اک جھپک
جاتی نہیں ہے اشک کے رخسار کی ڈھلک

یارب اک اشتیاق نکلتا ہے چال سے
ملتے پھرے ہیں خاک میں کس کیلئے فلک

طاقت ہو جس کے دل میں وہ دو چار دن رہے
ہم ناتوان عشق تمہارے کہاں تلک

برسوں ہوئے کہ جان سے جاتی نہیں خلش
ٹک مل گئی تھی آگے مرے وہ بھری پلک

آئی نہ ہاتھ میر کی میت پہ کل نماز
تابوت پر تھی اس کے نپٹ کثرت ملک

عزت اپنی اب نہیں ہے یار کو منظور ٹک
پاس جاتا ہوں تو کہتا ہے کہ بیٹھو دور ٹک

حال میرا شہر میں کہتے رہیں گے لوگ دیر
اس فسانے کے تئیں ہونے تو دو مشہور ٹک

پشت پا مارے ہیں شاہی پر گدائے کوئے عشق
دیکھو تم یہاں کا خدا کے واسطے دستور ٹک

چاہنے کا مجھ سے بے قدرت کا کیا ہے اعتبار
عشق کرنے کو کسو کے چاہیئے مقدور ٹک

حق تو سب کچھ تھا ہی ناحق جان دی کس واسطے
حوصلے سے بات کرتا کاش کے منصور ٹک

[1] ردیف کاف غزل دوم کا مقطع دیکھئے

Marfat.com

منکرِ حُسنِ بتاں کیونکر نہ ہووے شیخ میر　　حق ہی اُس کی اور وہ آنکھوں سے ہی معذور ٹک

پھر نہیں کیا دل لگایا میر جو ہی زرد رو
مُنہ پر آیا تھا ترے دو چار دن سے نور ٹک

حال آنکہ کام پہنچ گیا کب کا جاں تلک　　آتی نہیں ہی تو بھی شکایت زباں تلک
اس رشکِ مہ کے دل میں نہ مطلق کیا اثر　　ہر چند پہنچی میری دعا آسماں تلک
جو آرزو کی اُس سے سو دل میں ہی خوں ہوئی　　نومید یوں بسر کرے کوئی کہاں تلک
کھینچا کئے وہ دور بہت آپ کو سدا　　ہمسائے ہم موا کئے آئے نہ یہاں تلک
بلبل قفس میں اس لب و لہجہ پہ یہ فغاں　　آواز ایک ہو رہی ہی گلستاں تلک
بجتائے اُٹھ کے گھر سے کہ جوں نو دمیدہ پر　　جانا بنا نہ آپ کو پھر آشیاں تلک

ہم تجھنی یار تو ہی اعتبار شرط
اپنی پہنچ تو میر نہیں پاسباں تلک

ہم بے کسوں کا کون ہی ہجراں میں غم شریک　　تنہائی ایک ہی سو ہی اس کے ستم شریک
دم رُک کے دو ہیں کسو اگر مر نہ جائے وہ　　ہو میرے حال کا جو کوئی ایک دم شریک
خوں ہوتے ہوتے ہو چلے آخر کہاں تلک　　اب دل جگر کہیں نہیں ہیں تیرے ہم شریک
دل تنگ ہو جئے تو نہ ملیے کسو کے ساتھ　　ہوتے ہیں ایسے وقت میں یہ لوگ کم شریک

شاید کہ سرنوشت میں مرنا ہی گھٹ کے میر
کاغذ نہ محرمِ غم دل نے قلم شریک

چلی ہی باغ کی صبا کیا خاک　　دل جلا کوئی ہو گیا کیا خاک
ہی غبار اس کے خط سے دل میں بہت　　باہم اب ہوئیگی صفا کیا خاک
ہم گرے اس کے در ہی پر مر کر　　اور کوئی کرے وفا کیا خاک
خاک ہی میں ملائے رکھتے ہو　　ہو کوئی تم سے آشنا کیا خاک
سب موے ابتدائے عشق ہی میں　　ہو وے معلوم انتہا کیا خاک
خاک پر ہی سدا جبینِ نیاز　　اور کوئی ہو جبہہ سا کیا خاک

تربتِ میر پر چلے تم دیر
اتنی مدت میں وہاں رہا کیا خاک

Marfat.com

آجکل سے کچھ نہ طوفاں زا ہی چشمِ گریہ ناک
موجزن برسوں ت ہی دریا ہی چشمِ گریہ ناک

یوں نہ رُوؤ تو نہ رُوؤ ورنہ رُوؤ پیارے
ہر قدم اس دشت میں پیدا ہی چشمِ گریہ ناک

دل سے آگے ٹک قدم رکھو تو پھر بھی دلبرو
سیر قابل دیدنی اک جا ہی چشمِ گریہ ناک

بے گدازِ دل نہیں امکان رونا اس قدر
تہ کو پہنچو خوب تو پردا ہی چشمِ گریہ ناک

سوجھتا اپنا کرے کچھ ابر تو ہی مصلحت
جوشِ غم سے جیسے نابینا ہی چشمِ گریہ ناک

سبز ہی رونے سے میرے گوشہ گوشہ دشت کا
باعثِ آبادیِ صحرا ہی چشمِ گریہ ناک

دے حنائے پا مری آنکھوں ہی میں پھرتی ہے میر
یعنی ہر دم اُس کی زیرِ پا ہی چشمِ گریہ ناک

سو خونچکاں گلہ ہیں لب سے مری زباں تک
جی رندہ گیا ہی ظالم اب رحم کر کہاں تک

ملنے میں میرے گاہے ٹک تن دیا نہ اُس نے
حاضر رہا ہوں میں تو اپنی طرف سے جاں تک

ہر چند میں نے سر پر اس رہ کی خاک ڈالی
لیکن نہ پہنچیں آنکھیں اس پاؤں کے نشاں تک

ان ہڈیوں کا جلنا کوئی ہما سے پوچھو
لاتا نہیں ہی منہ وہ اب میری استخواں تک

اُس کی گلی کے سگ سے کی ہی موافقت میں
اس راہ سے بھی پہنچیں شاید کہ پاسباں تک

ابرِ بہار نے شب دل کو بہت جلایا
تھا برق کا چمکنا خاشاکِ آشیاں تک

اُس مہ کے گوش تک تو ہرگز نہیں پہنچتی
گو آہ بے سرایت جاتی ہی آسماں تک

قیدِ قفس میں مرنا کب شوق کا ہی مانع
پہنچیں گے مشت پر بھی اُڑ کر یہ گلستاں تک

ہونا جہاں کا اپنی آنکھوں میں ہی نہ ہونا
آتا نظر نہیں کچھ جاوے نظر جہاں تک

جاتی ہیں خط کے پیچھے جوں مہر آنکھیں میری
اب کارِ شوق میرا پہنچا ہی میر یہاں تک

لیا چہرہ دستی سے کر میں سر تک
نہ پہنچا کبھو ہاتھ اُس کی کمر تک

مجھے نیند کیسی کہ مانند انجم
کھلی رہتی ہیں میری آنکھیں سحر تک

اُٹھا پاس بے اختیاری سے سب کا
بکا بیٹھے کرتے ہیں دو دو پہر تک

دماغ اور دل ہیں سراسیمہ دونوں
سرِ زخم شاید کہ پہنچا جگر تک

بلا شور ہنگامہ ہی دل زدوں کا
قیامت کہیں جائے ہی اُس کے گھر تک

نہ دے ماریں جو کھٹ سے سر کو تو کیجو
رسائی ہوا چاہیے اُس کے در تک

Marfat.com

محبت میں جی سے گئے میر آخر
خبر گفتنی ہے یہ ہر بے خبر تک

ردیف کاف فارسی

غافل ہیں ایسے سوتے ہیں گویا جہاں کے لوگ
حالانکہ رفتنی ہیں سب اس کارواں کے لوگ

مجنون و کوہ کن نہ تلف عشق میں ہوئے
مرنے پہ جی ہی دیتے ہیں اس خانداں کے لوگ

کیونکر کہیں کہ شہرِ وفا میں جنوں نہیں
اس خصم جاں کے سارے دوانے ہیں یہاں کے لوگ

رونق تھی دل میں جب تئیں بستے تھے دلبراں
اب کیا رہا ہے اٹھ گئے سب اس مکاں کے لوگ

تو ہم میں اور آپ میں مت دے کسی کو دخل
ہوتے ہیں فتنہ ساز یہی درمیاں کے لوگ

مرتے ہیں اس کے واسطے یوں تو بہت ولے
کم آشنا ہیں طور سے اس کام جاں کے لوگ

پتے کو اس چمن کے نہیں دیکھتے ہیں گرم
جو محرمِ روش ہیں کچھ اس بدگماں کے لوگ

بت چیز کیا کہ جس کو خدا مانتے ہیں سب
خوش اعتقاد کتنے ہیں ہندوستاں کے لوگ

فردوس کو بھی آنکھ اٹھا دیکھتے نہیں
کس درجہ سیر چشم ہیں کوئے بتاں کے لوگ

کیا سہل جی سے ہاتھ اٹھا بیٹھتے ہیں ہائے
یہ عشق پیشگاں ہیں الٰہی کہاں کے لوگ

منہ تکتے ہی رہے ہیں سدا مجلسوں کے بیچ
گویا کہ میر محو ہیں میری زباں کے لوگ

کیا عشق خانہ سوز کے دل میں چھپی ہے آگ
اک سارے تن بدن میں مرے پھک رہی ہے آگ

گلشن بھرا ہے لالہ و گل سے اگرچہ سب
پر اس بغیر اپنے تو بھائیں لگی ہے آگ

پاؤں میں پڑ گئے ہیں پھپھولے مرے تمام
ہر گام راہِ عشق میں گویا دبی ہے آگ

جل جل کے سب عمارتِ دل خاک ہو گئی
کیسے نگر کو آہ محبت نے دی ہے آگ

اب گرم و سرد دہر سے یکساں نہیں ہے حال
پانی ہے دل ہمارا کبھو تو کبھی ہے آگ

کیونکر نہ طبع آتشیں اس کی ہمیں جلائے
ہم مشت خس کا حکم رکھیں وہ پری ہے آگ

کب لگ سکے ہے عشق جہاں سوز کو ہوس
ماہی کی زیست آب سمندر کا جی ہے آگ

روزِ ازل سے آتے ہیں ہوتے جگر کباب
کیا آج کل سے عشق کی یارو جلی ہے آگ

انگارے سے نہ گرتے تھے آگے جگر کے لخت
جب تب ہماری گود میں اب تو بھری ہے آگ

Marfat.com

یارب ہمیشہ جلتی ہی رہتی ہیں چھاتیاں / یہ کیسی عاشقوں کے دلوں میں رکھی ہے آگ

افسردگی سوختہ جاناں ہے قہر میر
دامن کو ٹک ہلا کہ دلوں کی بجھی ہے آگ

ہے آگ کا سا نالۂ آتش فزا کا رنگ / کچھ اور صبحدم سے ہوا ہے ہوا کا رنگ
دیکھے ادھر تو مجھ سے نہ یوں آنکھ وہ چھپائے / ظاہر ہے میرے منہ سے مرے مدعا کا رنگ
کس بیگنہ کے خوں میں ترا پڑ گیا ہے پاؤں / ہوتا نہیں ہے سرخ تو ایسا حنا کا رنگ
بے گہ شکستہ رنگیِ خورشید کیا عجب / ہوتا ہے زرد بیشتر اہلِ فنا کا رنگ
گل پیرہن نہ چاک کریں کیونکہ رشک سے / کس مرتبے میں شوخ ہے اُسکی قبا کا رنگ
رہتا تھا ابتدائے محبت میں منہ سفید / اب زرد سب ہوا ہوں یہ ہے انتہا کا رنگ
داروئے لعل گوں نہ پیو میرزا ہو تم / گرمی یہ ہے دلیل بہت اس دوا کا رنگ
خوبی ہے اس کی حیز تحریر سے بروں / کیا اُس کا طور حسن لکھوں کیا ادا کا رنگ
پوچھیں ہیں وجہ گریۂ خونیں جو مجھ سے لوگ / کیا دیکھتے نہیں ہیں سبب اس بے وفا کا رنگ

مقدور تک نہ گزرے مرے خوں سے یار میر
غیروں سے کیا گلہ ہے یہ ہے آشنا کا رنگ

رہِ مرگ سے کیوں ڈراتے ہیں لوگ / بہت اُس طرف کو تو جاتے ہیں لوگ
مظاہر سب اُس کے ہیں ظاہر ہے وہ / تکلف ہے یہاں جو چھپاتے ہیں لوگ
عجب کی جگہ ہے کہ اُس کی جگہ / ہمارے تئیں ہی بتاتے ہیں لوگ
رہے ہم تو کھوئے گئے سے سدا / کبھو آپ میں ہم کو پاتے ہیں لوگ
اس ابرو کماں پر جو قرباں ہیں ہم / ہمیں کو نشانہ بناتے ہیں لوگ
نہ سویا کوئی شورِ شب سے مرے / قیامت اذیت اُٹھاتے ہیں لوگ

اُن آنکھوں کے بیمار ہیں میر ہم
بجا دیکھنے ہم کو آتے ہیں لوگ

ردیف لام

مار بھی آسان ہے دشنام سہل / یار اگر ہے اہل تو ہے کام سہل

Marfat.com

ہوں نگہیں یہ کی جگر کاوی بہت — کیا نکلتا ہے کسو کا نام سہل
جان دی یاروں نے تب آنکھیں لگیں — کن نے پایا آہ یہاں آرام سہل
مدعی ہو چشم شوخ یار کا — کیا نگاہوں میں ہوا بادام سہل

تم نے دیکھا ہوگا یکپن میر کا
ہم کو تو آیا نظر وہ خام سہل

پوشیدہ کیا رہے ہے قدرت نمائے دل — دیکھی نہ بے ستون میں زور آزمائے دل
ہے تیرہ یہ بیاباں گرد و غبار سے سب — وے راہ کب دکھائی بے رہنمائے دل
اندوہ غم سے اکثر رہتا ہوں میں مکدر — کیا خاک میں ملی ہے میری صفائے دل
پیش آوے کوئی صورت منہ موڑتے نہیں وے — آئینہ ساں جنھیں ہے کچھ آشنائے دل
مرتو نہیں گیا میں پر جی ہی جانتا ہے — گزرے ہے شاق مجھ پر جیسی جدائے دل
اس دام گہ میں اس کی بنائے فریب ہی ہیں — آتی نہیں نظر کچھ مجھ کو رہائے دل

گر رنگ ہے چلا ہے در بو بھی تو ہوا ہے
کہہ میر اس چمن میں کس سے لگائے دل

... دا ہوا ہی نہیں غنچہ وار دل — اب جو کھلا سو جیسے گل بے بہار دل
ہے غم میں یاد کس کو فراموش کار دل — اب آبنی ہے جی پہ رہا درکنار دل
دشوار ہے ثبات بہت ہجر یار میں — یہاں چاہیے ہے دل سو کہاں ہے یہ یار دل
وہ کونسی امید بر آئی ہے عشق میں — رہتا ہے کس امید پہ امیدوار دل
ظالم بہت غرور ہے ان بیکسوں کا پاس — ناچار اپنے رہتے ہیں جو مار مار دل
تم پر تو صاف میری کدورت کھلی ہے آج — مدت سے ہے ملال کے زیر غبار دل
مائل ادھر کے ہونے میں مجبور ہیں سبھی — کھنچتا ہے اس کی اور کو بے اختیار دل
حد ہیگی دلبری کی بھی اے غیرت چمن — ہو آدمی صنوبر اگر لاوے یار دل
داخل یہ اضطراب تنک بیوں میں ہے — رکھتی نہیں ہے برق بھی کچھ بے قرار دل
کیا گرسنہ ہیں چشم و دل اب کے یہ دلبراں — تسکین ان کی ہو نہ جو لیویں ہزار دل
ہوں سیب ہیں ذقن کے چمن زار حسن میں — یوں باغ حسن میں بھی ہیں رنگیں انار دل
ہم سے جو عشق کشتہ جئیں تو عجب ہے میر — چھاتی ہے داغ ٹکڑے جگر کے فگار دل

Marfat.com

بہت مدت گئی ہے اب ٹک آ مل / کہاں تک خاک میں میں تو گیا مل
ٹک[1] اس بیرنگ کے نیرنگ تو دیکھ / ہوا ہر رنگ میں جوں آب شامل
نہیں بھاتا ترا مجلس کا ملنا / ملے تو ہم سے تو سب سے جدا مل
غنیمت جان فرصت آج کے دن / سحر کیا جانے کیا ہو شب ہی آ مل
اگرچہ ہم نہیں ملنے کے لائق / کسو تو طرح ہم سے بھی بھلا مل
لیا زاہد نے جامِ بادہ کف پر / بحمد اللہ کھلا عقدہ انامل
وہی پہنچے تو پہنچے آپ ہم تک / نہ یہاں طالع رسا نے جذب کامل
ہوا دل عشق کی سختی سے ویراں / ملایم چاہیے تھا یہاں کا عامل

پس از مدت سفر سے آئے ہیں میر / گئیں وہ اگلی باتیں تو بھی جا مل
بھی

ردیف میم

کچھ نہ پوچھو بہک رہے ہیں ہم / عشق کی مے سے چھک رہے ہیں ہم
سوکھ غم سے ہوئے ہیں کانٹا سے / پر دلوں میں کھٹک رہے ہیں ہم
وقفۂ مرگ اب ضروری ہے / عمر طے کرتے تھک رہے ہیں ہم
کیونکہ گرد علاقہ بیٹھ سکے / دامنِ دل جھٹک رہے ہیں ہم
کون پہنچے ہے بات کی تہ کو / ایک مدت سے بک رہے ہیں ہم
اُن نے دینے کہا تھا بوسۂ لب / اس سخن پر اٹک رہے ہیں ہم
نقش پا سے رہی ہیں کھل آنکھیں / کس کی یوں راہ تک رہے ہیں ہم
دست دیگی کب اُس کی پابوسی / دیر سے سر پٹک رہے ہیں ہم
بیڈھب اس پاس ایک شب تھے گئے / سو کئی دن سرک رہے ہیں ہم
خام دستی نے ہائے داغ کیا / پوچھتے کیا ہو پک رہے ہیں ہم

میر شاید لیں اس کی زلف سے کام / برسوں سے تو لٹک رہے ہیں ہم

ہے تہِ دل بتوں کا کیا معلوم / نکلے پردے سے کیا خدا معلوم

[1] رنگ بے رنگی جدا تو ہو وے / آب سا ہر رنگ میں شامل ہے یہاں (میر)

Marfat.com

یہی جانا کہ کچھ نہ جانا ہائے — سو بھی اک عمر میں ہوا معلوم
علم سب کو ہے یہ کہ سب تو ہے — پھر ہے اللہ کیسا نا معلوم
گرچہ تو ہی ہے سب جگہ لیکن — ہم کو تیری نہیں ہے جا معلوم
عشق جانا تھا مار رکھے گا — ابتدا میں تھی انتہا معلوم
ان سیہ چشم دلبروں سے ہیں — تھی وفا چشم سو وفا معلوم
طرز کینے کی کوئی چھپتی ہے — مدعی کا ہے مدعا معلوم
عشق ہے ای طبیب جی کا روگ — لطف کر ہے جو کچھ دوا معلوم

دل بجا ہو تو میر کچھ کھاوے
کڑھنے پچنے میں اشتہا معلوم

مجھے تو درد سے اک انس ہے وفا کی قسم — یہی سبب ہے جو کھائی ہے میں دوا کی قسم
کل اُن نے تیغ رکھی درمیاں کہ قطع ہے اب — قسم جو بیچ میں آئی سو اُس ادا کی قسم
حنا لگی ترے ہاتھوں سے میں گیا پیسا — جگر تمام ہے خوں مجھ کو تیرے پا کی قسم
فقیر ہونے نے سب اعتبار کھویا ہے — قسم جو کھاؤں تو کہتے ہیں کیا گدا کی قسم
قدم تلے ہی رہا اُس کے یہ سر پرشور — جو کھائیے تو مرے طالع رسا کی قسم
سروں پہ ہاتھ کبھو تیغ پر کبھو اُس کا — کچھ ایک قسم نہیں میر آشنا کی قسم

جدال دیر کے رہباں سُنے کہاں تک میر
اٹھو حرم کو چلو اب تمھیں خدا کی قسم

اب سوکھی ہی جاتی ہے سب کشت ہوس ظالم — ای ابر تر آ کر ٹک ایدھر بھی برس ظالم
صیاد بہار اب کی سب لوٹیں گا کیا میں ہی — ٹک باغ تلک لے چل میرا بھی قفس ظالم
کس طور کوئی تجھ سے مقصود کرے حاصل — نے رحم ترے جی میں نے دل میں ترس ظالم
کیوں[لہ] سر چڑھے ہے ناحق ہم بخت سیاہوں کے — مت پیچ میں پگڑی کے بالوں کو گھرس ظالم
جوں ابر میں روتا تھا جوں برق تو ہنستا تھا — صحبت نہ رہی یوں ہی ایک آدھ برس ظالم

لہ میر صاحب کے کئی شعر اس قسم کے گزر چکے ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک یہ شعر ہے ۔
اک جمع کے سر اوپر روز سیاہ لایا — پگڑی میں بال اپنے نکلا جو وہ گھرس کر

Marfat.com

کیا کھولے ہوئے محمل یہاں گرم حکایت ہے
چل راہ میں کچھ کہنا مانند جرس ظالم

مطلق نہیں گنجایش اب حوصلے میں اپنے
آزار کوئی کھینچے یوں کب تئیں بس ظالم

سررشتۂ ہستی کو ہم دے چکے ہاتھوں سے
کچھ ٹوٹے ہی جاتے ہیں اب تارِ نفس ظالم

تا چند رہے گا تو یوں داغ غم اس مہ کا
چھاتی تو گئی تیری ای میر بھلس ظالم

محرم سے کسو روبرو ہوں کاشکے اب ہم
بے وجہ غضب رہنے کا پوچھیں جو سبب ہم

تدبیریں کریں اپنے تنِ زار و زبوں کی
افراط سے اندوہ کے ہوں آپ میں جب ہم

تو لاگو نہ ہو جی کا تو ناچار ہیں ورنہ
اس جنسِ گراں مایہ سے گزرے نہیں کب ہم

یک سلسلہ ہے قیس کا فرہاد کا اپنا
جوں حلقۂ زنجیر گرفتار ہیں سب ہم

کس دن نہ ملا غیر سے تو گرم علی الرغم
رہتے ہیں یوں ہی لوٹتے انگاروں پہ شب ہم

مجمع میں قیامت کے اک آشوب سا ہوگا
آنکلے اگر عرصے میں یوں نالہ بلب ہم

کیا معرفت اس سے ہوئی یاروں کو نہ سمجھے
اب تک تو نہیں پاتے ہیں کچھ یار کے ڈھب ہم

گہ نوچ لیا منہ کو گہے کوٹ لی چھاتی
دل تنگی ہجراں سے ہیں مغلوب غضب ہم

آغاز محبت میں تمامی ہوئی اپنی
ای وائے ہوئے خاک بسر راہ طلب ہم

تربت[1] سے ہماری نہ اٹھی گرد بھی ای میر
جی سے گئے لیکن نہ کیا ترکِ ادب ہم

مشتاق ان لبوں کے ہیں سب مرد و زن تمام
دفتر لکھے گئے نہ ہوا پر سخن تمام

اب چھیڑیے جہاں وہیں گویا ہے درد سب
پھوڑا سا ہو گیا ہے ترے غم میں تن تمام

آیا تھا گرم صید وہ جیدھر سے دشت میں
دیکھا اُدھر ہی گرتے ہیں ابتک ہرن تمام

آوارہ گرد باد سے تھے ہم پہ شہر میں
کیا خاک میں ملا ہے یہ دیوانہ پن تمام

کیا لطف تن چھپا ہے مرے تنگ پوش کا
اگلا پڑے ہے جامے سے اُس کا بدن تمام

اس کارِ دست بستہ پہ ریجھا نہ مدعی
کیونکر نہ کام اپنا کرے کوہ کن تمام

اک گل زمیں نہ وقفے کے قابل نظر پڑی
دیکھا برنگِ آبِ رواں یہ چمن تمام

[1] میر تقی میر ~ دور بیٹھا غبارِ میر اس سے — عشق بن یہ ادب نہیں آتا

Marfat.com

نکلے ہیں[1] گل کے رنگ گلستاں میں خاک سے
یہ دے ہیں اس کے عشق کے خونیں کفن تمام
تہ صاحبوں کی آئی نکل میکدے سے گئے
گردی ستے اہلِ صومعہ کے پیرہن تمام
یں خاک میں ملا نہ کروں کس طرح سفر
مجھ سے غبار رکھتے ہیں اہلِ وطن تمام

کچھ ہند ہی میں میر نہیں لوگ جیب چاک
ہے میرے ریختوں کا دِوانہ دکن تمام

بختِ سیہ کی نقل کریں کس سے چال ہم
مہندی لگی قدم سے ہوئے پائمال ہم
کیونکر نہ اس چمن میں ہوں اتنے نڈھال ہم
یہاں پھول سونگھ رہتے ہیں ماہ و سال ہم
یا ہر گلی میں سیکڑوں جس جا ملیح تھے
یا زلف و خط کو دیکھتے ہیں خال خال ہم
گزرے ہی جی میں گہ وہ دہن گاہ وہ کمر
کیا جانیں لوگ رکھتے ہیں کیا کیا خیال ہم
جاتی نہیں اٹھائی یہ اب سرگرانیاں
مقدور تک تو اپنے سے گئے ٹال ٹال ہم
لوہو کہاں ہے گریۂ خونیں سے تن کے بیچ
کرتے ہیں منہ کو اپنے تمانچوں سے لال ہم
وہ تو ہی ہے کہ مرتے ہیں سب تیرے طور پر
حور و پری کو جان کے کب ہیں دوال ہم
گزرے ہے لبسکہ اس کی جدائی دلوں پہ شاق
منہ نوچ نوچ لے ہیں علی الاتصال ہم
منظور سجدہ ہی ہمیں اس آفتاب کا
ظاہر میں یوں کریں ہیں نمازِ زوال ہم
ظاہر ہوا تمھیں بھی ہمارے دم اور ہوش
آئے نہ پھر تمھارے گئے ٹک بحال ہم
مطلق جہاں میں رہنے کو جی چاہتا نہیں
اب تم بغیر اتنے ہوئے ہیں وبال ہم
نقصان ہوگا اس میں نہ ظاہر کہاں تلک
ہوویں گے جس زمانے کے صاحب کمال ہم

تھا کب گماں ملے گا وہ دامن سوار میر
کل راہ جاتے مفت ہوئے پائمال ہم

کون کہتا ہے منہ کو کھولو تم
کاشکے پردے ہی میں بولو تم
حکمِ آبِ رواں رکھے ہے حسن
بہتے دریا میں ہاتھ دھولو تم
کیا سرا ہیں ہم اپنی جنس کو لیک
دل عجب ہے متاع جو لو تم
جانا آیا ہے اب جہاں سے ہیں
تھوڑی تو دور ساتھ ہو لو تم

[1] نظیر اکبرآبادی سے بن تختۂ گل آخرش اس خاک چمن سے ؎ نکلا ہے قاتل کے شہیدوں کا رسالا

Marfat.com

جب میسر ہو بوسہ اس لب کا — چپکے ہی ہو رہو نہ بولو تم
پنجۂ مرجاں کا پھر دھرا ہی ہے — ہاتھ خوں میں مرے ڈبو لو تم
دست دے ہے کے پلک سے میل — دل جہاں پاؤ اب پرو لو تم
آتے ہیں متصل چلے آنسو — آہ کب تک یہ موتی رو لو تم

رات گزری ہے سب تڑپتے میر
آنکھ لگ جائے ٹک تو سو لو تم

ہوئے جاتے تھے فرطِ الفت سے ہم — بچے ہیں خدا ہی کی قدرت سے ہم
ترش رو بہت ہے وہ زرگر پسر — پڑے ہیں کٹھالی میں مدت سے ہم
نہیں دیکھتے صبح اب آرسی — خفا رہتے ہیں اپنی صورت سے ہم
جو دیکھو وہ قامت تو معلوم ہو — کہ روکش ہوئے ہیں قیامت سے ہم
نہ ٹک لا سکا تاب جلوے کی دل — گلہ رکھتے ہیں صبر و طاقت سے ہم
نہ مانی کوئی ان نے پھر روٹھ کر — مناتے رہے رات منت سے ہم
خدا سے بھی شب کو دعا مانگتے — نہ اس کا لیا نام غیرت سے ہم
رکھا جس کو آنکھوں میں اک عمر اب — اسے دیکھ رہتے ہیں حسرت سے ہم
بھریں آنکھیں لوہو سے رہنے لگیں — یہ رنگ اپنا دیکھا مروت سے ہم

نہ مل میر اب کے امیروں سے تو
ہوئے ہیں فقیر ان کی دولت سے ہم

کب تک رہیں گے پہلو لگائے زمیں سے ہم — یہ درد اب کہیں گے کسو شانہ بیں سے ہم
تلواریں کتنی کھائی ہیں سجدہ میں اس طرح — فریادی ہوں گے دل کے لہو کو جبیں سے ہم
فتراک تک یہ سر جو نہ پہنچا تو یا نصیب — مدت لگے رہے ترے دامانِ زیں سے ہم
ہوتا ہے شوقِ وصل کا انکار سے زیاد — کب تجھ سے دل اٹھاتے ہیں تیری نہیں سے ہم
چھاجے جو پیشدستی کرے نورِ ماہ پر — دیکھی عجب سفید تری آستیں سے ہم
یہ شوق صید ہونے کا دیکھو کہ آپ کو — دکھلایا صیدگہ میں لیا رد میں سے ہم
تکلیف دردِ دل کی نکر تنگ ہو گئے لوگ — یہ بات روز کہتے رہے ہمنشیں سے ہم
اڑتی ہے خاک شہر کی گلیوں میں اب جہاں — سونا لیا ہے گود میں بھر کر وہیں سے ہم

Marfat.com

آوارہ گردی اپنی کھینچی میر طول پر
اب چاہیں گے دعا کسو غزلت نشیں سے ہم

ردیف نون

مدعی مجھ کو کھڑے صاف بُرا کہتے ہیں
چپکے تم سنتے ہو بیٹھے اسے کیا کہتے ہیں

دیکھے خوباں کے بجا دل نہیں رہتا ہرگز
لوگ جو کچھ انھیں کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

عشق کے شہر کی بھی رسم کے ہیں کشتے ہم
درد جاں کاہ جو ہو اس کو دوا کہتے ہیں

جی اگر زلفوں کے موئے میں ترے داغ نہ ہوا
پہلی قیمت کے تئیں مشک بہا کہتے ہیں

حسن تو ہی کر دلطف زباں بھی پیدا
میر کو دیکھو کہ سب لوگ بھلا کہتے ہیں

کیا کیا جہاں اثر تھا سو اب وہاں عیاں نہیں
جن کے نشاں تھے فیلوں پر اُن کا نشاں نہیں

دفتر بنی کہانی بنی مثنوی ہوئی
کیا شرح سوز عشق کروں میں زباں نہیں

اپنا ہی ہاتھ سر پہ رہا اپنے ہاں سدا
مشفق کوئی نہیں ہے کوئی مہرباں نہیں

ہنگامۂ و فساد کی باعث ہے وہ کمر
پھر آپ خوب دیکھیے تو درمیاں نہیں

جی ہی نکل گیا جو گیا یار پاس سے
جسم ضعیف و زار میں اب میرے جاں نہیں

ہے عشق ہی سے چار طرف بحث و گفتگو
شور اُس بلائے جاں کا جہاں میں کہاں نہیں

اس عہد کو نہ جانیے اگلا سا عہد میر
وہ دَور اب نہیں وہ زمین آسماں نہیں

نہ نکلا دوسرا ویسا جہاں میں
وہی اک جنس ہے اس کارواں میں

کیا منہ بند سب کا بات کہتے
ملا کچھ سحر ہے اُس کی زباں میں

اگر وہ بت نہ جانے تو نہ جانے
ہیں سب جانے ہیں ہندوستاں میں

نیا آناً فاناً اُس کو دیکھا
جدا تھی شان اُس کی ہر زماں میں

کھنچی رہتی ہے اُس ابروئے خم سے
کوئی کیا شاخ نکلی ہے کماں میں

جبیں پر چین رہتی ہے ہمیشہ
بلا کینہ ہے اپنے مہرباں میں

نیا ہے کیا شگوفہ یہ کہ اکثر
رہا ہے پھول پڑتا گلستاں میں

Marfat.com

کوئی بجلی کا ٹکڑا اب تلک بھی پڑا ہوگا ہمارے آشیاں میں

پھرے ہی چھاننا ہی خاک اے میر
ہوس کیا ہی مزاجِ آسماں میں

نہیں تجھ سا اں لعلِ دلربا میں گہر پہنچا بہم آبِ بقا میں
غریبانہ کوئی شب روز کر یہاں ہمیشہ کون رہتا ہی سرا میں
اُٹھاتے ہاتھ کیوں نومید ہوکر اگر پاتے اثر کچھ ہم دعا میں
کہے ہی ہر کوئی اللہ میرا عجب نسبت ہی بندے میں خدا میں
کفن میں ہی نہ پہنا وہ بدن دیکھ کھنچے تو ہویں بہتیرے جامیں[۱]
ادھر جانے کو آندھی تو ہی لیکن سبکپائی سی ہی بادِ صبا میں
بلا تہ دار بحرِ عشق نکلا نہ ہم نے انتہا[۲] لی ابتدا میں
ملے برسوں وہی بیگانہ ہی وہ ہنر ہی یہ ہمارے آشنا میں

اگرچہ خشک ہیں جیسے پرِ کاہ
اڑے ہیں میر جی تمکین ہو میں

مر مر گئے نظر کر اُس کے برہنہ تن میں کپڑے اُتارے اُن نے جب پہنچے ہم کفن میں
گُل پھول سے کب اُس بن لگتی ہیں اپنی آنکھیں لائی بہار ہم کو زور آوری چمن میں
اب لعل تو خط اُس کے کم بخشتے ہیں فرصت قوت کہاں رہی ہی یاقوتِ کہن میں
یوسف عزیزِ دلہا جا مصر میں ہوا تھا پاکیزہ گوہروں کی عزت نہیں وطن میں
دیر و حرم سے تو تو ٹک گرمِ ناز نکلا ہنگامہ ہو رہا ہی اب شیخ و برہمن میں

۱ جامہ کی جمع جامیں میر کے زمانے میں درست تھی اب جامے بولی جاتی ہی اور اس طرح اس کا صرف قافیہ میں درست نہیں۔ میر حسن کے یہاں بھی ایک شعر مثنوی میں ایسے ہی انداز سے قافیے کو استعمال کیا ہی ؎

لئے بیلچے ہاتھ میں مالنیں لگیں باغ کو دیکھنے بھالنیں

۲ انتہا نہ لی۔ یعنی تھاہ نہ لی۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہی کہ انتہا لینے سے بگڑ کر تھاہ لینا بنا ہی میر کے یہاں اور جگہ بھی اس محاورے کا اسی طرح استعمال ہوا ہی۔ ۱۲ آسی

Marfat.com

آجاتے شہر میں تو جیسے کہ آندھی آئی | کیا وحشتیں اٹھائیں ہم نے دوانے پن میں

ہیں گھاؤ دل پر اپنے تیغ زباں سے سب کی
تب درد ہے ہمارے ای میر ہر سخن میں

کن نے لیے بال دکھلائے ترے مانی کے تئیں | ان نے جو اس طول سے کھینچا پریشانی کے تئیں
کشتۂ انداز کس کا تھا نہ جانا وہ جواں | لے رہے تھے کچھ ملک اک نعش قربانی کے تئیں
چشم کم سے اشک خونیں کو نہ دیکھو زینہار | ڈھونڈتے ہیں مردم اس یاقوت سیلانی کے تئیں
طائران خوش معاش اس باغ کے ہم تھے کچھو | اب ترستے ہیں قفس میں اک پرافشانی کے تئیں
ہے جہان تنگ سے جانا بعینہ اس طرح | قتل کرنے لے چلیں ہیں جیسے زندانی کے تئیں
یہ کہاں بنت العنب سے اٹھتی ہیں کیفیتیں | ہونٹھو سے کیا اس کی نسبت ایسی مستانی کے تئیں
دل جو پانی ہو تو آئینہ ہے روئے یار کا | خانہ آبادی سمجھ اس خانہ ویرانی کے تئیں
فہم میں میرے نہ آیا پردہ در ہے طفل اشک | روؤں کیا ای ہمنشیں میں اپنی نادانی کے تئیں
کچھ نظر میں نے نہ کی جی کے زیاں پر اپنی ہائے | دوست میں رکھے گیا اس دشمن جانی کے تئیں

جب جلی چھاتی بہت تب اشک افشاں ہو نہ میر
کیا جو چھڑکا اس دہکتی آگ پر پانی کے تئیں

جانا ادھر سے میرے ہی ویسا ادھر کے تئیں | بیماریوں میں جیسے بدلتے ہیں گھر کے تئیں
کب ناخنوں سے چہرہ بچے اس صفا سے ہوں | رجھوار تم نہیں ہو جو دیکھو ہنر کے تئیں
خستے کو اس نگہ کے طبیبوں سے کام کیا | ہمدم مجھے دکھا کسو صاحب نظر کے تئیں
فردوس ہو نصیب پدر آدمی تھا خوب | دل کو دیا نہ ان نے کسو خوش پسر کے تئیں
ٹک دل کی بے قراری میں جاتے ہیں جی چلے | ہر دم تپش سرا ہے میرے جگر کے تئیں
تم دل سے جو گئے سو خرابی بہت رہی | پھر بھی بساؤ آ کر اس اجڑے نگر کے تئیں
اللہ ری نازکی نہیں آتی خیال میں | کس کس طرح سے باندھتے ہیں اس کمر کے تئیں
حالت یہ ہے کہ بیخبری دم بدم ہے یہاں | وے اب تلک بھی آئے نہیں ٹک خبر کے تئیں

مدت ہوئی کہ اپنی خبر کچھ ہمیں نہیں
کیا جانیے کہ میر گئے ہم کدھر کے تئیں

کیا کہوں اول بخود تو دیر میں آتا ہوں میں | پھر جو یاد آتا ہے وہ چپکا سا رہ جاتا ہوں میں

Marfat.com

داغ ہوں کیونکر نہ میں درویش یار وجب نئے تب
بوریا پوشوں ہی میں وہ شعلہ خو پاتا ہوں میں

ہجر میں اُس طفلِ بازی کوش کے رہتا ہوں جن
جا کے لڑکوں میں ٹک اپنے دل کو بہلاتا ہوں میں

ہوں گرسنہ چشم میں دیدار خوباں کا بہت
دیکھنے پر اُن کے تلواریں کھڑا کھاتا ہوں میں

آب سب ہوتا ہوں پاکر آپ کو جیسے حباب
یعنی اس ننگِ عدم ہستی سے شرماتا ہوں میں

ایک جاگہ کب ٹھہرنے دے ہے مجھ کو روزگار
کیوں تم اکتاتے ہو اتنا آجکل جاتا ہوں میں

ہے کمالِ عشق پر بے طاقتی دل کی دلیل
جلوۂ دیدار کی اب تاب کب لاتا ہوں میں

آسماں معلوم ہوتا ہے ورے[1] کچھ آگیا
دور اس سے آہ کیسا کیسا گھبراتا ہوں میں

بس چلے تو راہ اُدھر کی میں نہ جاؤں لیک میر
دل مرا رہتا نہیں ہر چند سمجھاتا ہوں میں

مدت ہوئی کہ بیچ میں پیغام بھی نہیں
نامے کا اُس کے منھ سے اب نام بھی نہیں

ایامِ ہجر کریے بسر کس امید پر
ملنا انھوں کا صبح نہیں شام بھی نہیں

پروا اُسے ہو کاہے کو ناکام گر مروں
اُس کامِ جاں کو مجھ سے تو کچھ کام بھی نہیں

روویں اس اضطرابِ دلی کو کہاں تلک
دن رات ہم کو ایک دم آرام بھی نہیں

کیا جانوں دل کو کھینچے ہیں کیوں شعر میر کے
کچھ طرز ایسے بھی نہیں ایہام بھی نہیں

دم بدم اس ڈھب سے رونا دیر کر آیا ہمیں
کیا لہو اپنا پیا تب یہ ہنر آیا ہمیں

گرچہ عالم جلوہ گاہِ یار یوں بھی تھا ولے
آنکھیں جوں موندیں عجب عالم نظر آیا ہمیں

ہم بھی سمجھے تھے اب اُس سادگی پر حرف ہے
خط نکلنے سے جو نامہ پیشتر آیا ہمیں

پاس آنا یک طرف مطلق نہیں اب اس کے پاس
کچھ گئے گزرے سے سمجھا وہ پسر آیا ہمیں

تجھ تک اس بیطاقتی میں کیا پہنچنا سہل تھا
غش ترے کوچے میں ہر ہر گام پر آیا ہمیں

صبح نکلا تھا پسر تلوار جوں خورشید لے
بسر دیکھکر خونخوار تیغ اس کی نظر آیا ہمیں

کر چلا بیخود غمِ زلفِ دراز دلبراں
دُور کا اے میر درپیش اب سفر آیا ہمیں

اشک کے جوش سے ہوں شام و سحر پانی میں
جیسے ماہی ہے مجھے سیر و سفر پانی میں

شب نہاتا تھا جو وہ رشکِ قمر پانی میں
گتھی مہتاب سے اٹھتی تھی لہر پانی میں

[1] ورے بمعنی قریب: نزدیک۔ ادھر ۱۲

Marfat.com

ساتھ اس حسن کے دیتا تھا دکھائی وہ بدن | جیسے جھلکے ہے پڑا گوہرِ تر پانی میں
رونے سے بھی نہ ہوا سبز درختِ خواہش | گرچہ مرجاں کی طرح تھا یہ شجر پانی میں
موجِ گریہ کی وہ شمشیر ہے جس کے ڈر سے | جوں کشف خصم چھپا زیرِ سپر پانی میں
بیٹھنے سے کسو دل صاف کے سر مت تو چڑھے | خوب سا کر لے تامل تو اتر پانی میں
آتشِ عشق نے راون کو جلا کر مارا | گرچہ لنکا سا تھا اس دیو کا گھر پانی میں
جوششِ اشک میں شب دل بھی گیا سینے سے | کچھ نہ معلوم ہوا ہائے اتر پانی میں
بردباری ہی میں کچھ قدر ہے گو جی ہو فنا | عود پھر لکڑی ہے ڈوبے نہ اگر پانی میں
چشمِ تر ہی میں رہے کاش وہ رُوئے خوش رنگ | پھول رہتا ہے بہت تازہ و تر پانی میں
روؤں تو آتشِ دل شمع نمط بجھتی نہیں | مجھ کو لیجا کے ڈبو دیویں مگر پانی میں
گریۂ زار میں بیتابیٔ دل طرفہ نہیں | سیکڑوں کرتے ہیں پیراک ہنر پانی میں
برگِ گل جوں گزرِ آب سے آتے ہیں چلے | رونے سے ووں ہی مرے لختِ جگر پانی میں
محو کر آپ کو یوں ہستی میں اُس کی جیسے | بوند پانی کی نہیں آتی نظر پانی میں

وہ گہر آنکھ سے جاوے تو تھمے آنسو میر
اتنا رویا ہوں کہ ہوں تا بہ کمر پانی میں

جوششِ اشک سے ہوں آٹھ پہر پانی میں | گرچہ ہوتے ہیں بہت خوف و خطر پانی میں
ضبطِ گریہ نے جلایا ہے درونہ سارا | دل اچنبھا ہے کہ ہے سوختہ تر پانی میں
آبِ شمشیر قیامت ہے برندہ اس کی | یہ گوارائی نہیں پاتے ہیں ہر پانی میں
طبعِ دریا جو ہو آشفتہ تو پھر طوفاں ہے | آہ بالوں کو پراگندہ نہ کر پانی میں
غرقِ آبِ اشک سے ہوں لیک اُڑا جاتا ہوں | جوں سمک گو کہ مرے ڈوبے ہیں پر پانی میں
مردمِ دیدۂ تر مردمِ آبی ہیں ۔ مگر | رہتے ہیں روز و شب و شام و سحر پانی میں
ہیئت آنکھوں کی نہیں وہ رہی روتے روتے | اب تو گرداب سے آتے ہیں نظر پانی میں
گریۂ شب سے بہت آنکھ ڈرے ہے میری | پاؤں رکھتے ہی نہیں بارِ دگر پانی میں

فرطِ گریہ سے ہوا میر تباہ اپنا جہاز
تختہ پارے گئے کیا جانوں کدھر پانی میں

رکھا کر اشک افشاں چشم فرصت غیر فرصت میں | کہ مل جاتا ہے ان جوؤں کا پانی بحرِ رحمت میں

Marfat.com

سنبھالے سدھ کہاں سرہی ز ڈولاتا نہیں ہرگز
وگرنہ مان جاتا تھا کہاں تھوڑی سی منت میں

گئے دن منفصل جانیکے اسکی اور اٹھ اٹھ کر
تفاوت ہوگیا اب تو بہت پاؤں کی طاقت میں

تحمل ہو سکا جب تک بدن میں تاب طاقت تھی
قیامت اب گزر جاتی ہے جی پر ایک ساعت میں

عجب کیا ہے جو یاران چمن کو ہم نہ پہچانیں
رہائی اتفاق اپنی پڑی ہے ایک مدت میں

سلاتا تیغ خوں میں گر نہ میرے تو قیامت تھی
اٹھا تھا روز محشر کا جو فتنہ رات صحبت میں

کوئی عمامہ لے بھاگا کنھوں نے پیرہن پھاڑا
بہت گستاخیاں یاروں نے کیں واعظ کی خدمت میں

ملا تیوری چڑھائے تو لگا ابرو بھی خم کرنے
مؤثر کچھ ہوا سر مارنا محراب طاعت میں

قدم پر رکھ قدم اُس کے بہت مشکل ہے مرجانا
سرآمد ہو گیا ہے میر فن مہر و الفت میں

کس کنے جاؤں الٰہی کیا دوا پیدا کروں
دل تو کچھ دھنسکا ہی جاتا ہے کروں سو کیا کروں

لوہو روتا ہوں میں ہر اک حرف خط پر ہمدماں
اور اب رنگین جیسا تم کہو انشا کروں

چال اپنی چھوڑتا ہرگز نہیں وہ خوش خرام
شور سے کب تک قیامت ایک میں برپا کروں

مصلحت ہے میری خاموشی ہی میں اے ہمنفس
لوہو ٹپکے بات سے جو ہونٹھ اپنے وا کروں

دل پریشانی مجھے دے ہے بکھیرے گل کے رنگ
آپ کو جوں غنچہ کیونکر آہ میں یکجا کروں

ایک چشمک ہی چلی جاتی ہے گل کی میری اور
یعنی بازار جنوں میں جاؤں کچھ سودا کروں

خوار تو آخر کیا ہے گلیوں میں تو نے مجھے
تو بھی اے عشق جو تجھ کو بھی میں رسوا کروں

خاک اڑاتا اشک افشاں آن نکلوں میں تو پھر
دشت کو دریا کروں بستی کے تئیں صحرا کروں

کعبے جانے سے نہیں کچھ شیخ مجھ کو اتنا شوق
چال وہ بتلا کہ میں دل میں کسو کے جا کروں

اب کی ہمت صرف کر تو اس سے جی اچٹے مرا
پھر دعا اے میر مت کریو اگر ایسا کروں

کیا کوفتیں اٹھائیں ہجراں کے درد و غم میں
تڑپا ہزار نوبت دل ایک ایک دم میں

گو قیس منہ کو نوچے فرہاد سر کو چیرے
یہ کیا عجب ہے ایسے ہوتے ہیں لوگ ہم میں

اہل نظر کسو کو ہوتی ہے محرمیت
آنکھوں کے اندھے ہم تو مدت رہے حرم میں

کلفت میں گزری ساری مدت تو زندگی کی
آسودگی کا منہ اب دیکھیں گے ہم عدم میں

کرتے ہیں میر مل کر واعظ سے حبس دم کا
کیا یہ بھی آ گئے ہیں اس پوچ گو کے دم میں

Marfat.com

عشق میں جی کو صبر و تاب کہاں
اس سے آنکھیں لگیں تو خواب کہاں

بیکلی دل ہی کی تماشا تھی
برق میں ایسے اضطراب کہاں

خط کے آئے پہ کچھ کہے تو کہے
ابھی مکتوب کا جواب کہاں

ہستی اپنی ہے بیچ میں پردا
ہم نہ ہو دیں تو پھر حجاب کہاں

گریۂ شب سے سرخ ہیں آنکھیں
مجھ بلا نوش کو شراب کہاں

عشق ہے عاشقوں کے جلنے کو
یہ جہنم میں ہے عذاب کہاں

داغ رہنا دل و جگر کا دیکھ
جلتے ہیں اس طرح کباب کہاں

محو ہیں اس کتابی چہرے کے
عاشقوں کو سر کتاب کہاں

عشق کا گھر ہے میر سے آباد
ایسے پھر خانماں خراب کہاں

یارب مجھے معاف رکھو میں نشے میں ہوں
اب دو تو جام خالی ہی دو میں نشے میں ہوں

ایک ایک قرط دور میں یوں ہی مجھے بھی دو
جام شراب پُر نہ کرو میں نشے میں ہوں

مستی سے درہمی ہے مری گفتگو کے بیچ
جو چاہو تم بھی مجھ کو کہو میں نشے میں ہوں

یا ہاتھوں ہاتھ لو مجھے مانند جام مے
یا تھوڑی دور ساتھ چلو میں نشے میں ہوں

معذور ہوں جو پاؤں مرا بے طرح پڑے
تم سرگراں تو مجھ سے نہ ہو میں نشے میں ہوں

بھاگی نماز جمعہ تو جاتی نہیں ہے کچھ
چلتا ہوں میں بھی ٹک تو رہو میں نشے میں ہوں

نازک مزاج آپ قیامت ہیں میر جی
جوں شیشہ میرے منہ نہ لگو میں نشے میں ہوں

کاشکے دل دو تو ہوتے عشق میں
ایک رہتا ایک کھوتے عشق میں

پاس ظاہر ٹک نہ کرتے شب تو ہم
بھر رہے تھے خوب روتے عشق میں

خواب میں دیکھا اسی کو ایک رات
برسوں کاٹے ہم نے سوتے عشق میں

کاش پی جایا ہی کرتے اشک کو
داغ دل پر کے تو دھوتے عشق میں

دیکھیں ہیں کیا کیا ڈھلکتے اشک میر
بیٹھے موتی سے پروتے عشق میں

کرتے ہیں جو کہ جی میں ٹھانے ہیں
خوبرو کس کی بات مانتے ہیں

Marfat.com

میں تو خوباں کو جانتا ہی ہوں[1] | پر مجھے یہ بھی خوب جانے ہیں
جا ہمیں اُس گلی میں گر رہنا | ضعف و بے طاقتی بہانے ہیں
پوچھ اہلِ طرب سے شوق اپنا | وے ہی جلنے جو خاک چھانے ہیں
اب تو افسردگی ہی ہے ہر آن | وے نہ ہم ہیں نہ وے زمانے ہیں
قیس و فرہاد کے وہ عشق کے شور | اب مرے عہد میں فسانے ہیں
دل پریشاں ہوں میں تو خوش وے لوگ | عشق میں جن کے جی ٹھکانے ہیں
مشک و سنبل کہاں وہ زلف کہاں | شاعروں کے یہ شاخسانے ہیں

عشق کرتے ہیں اس پری رو سے
میر صاحب بھی کیا دوانے ہیں

آپ اس جنس کے ہیں ہم بھی خریداروں میں | پگڑی جامے بکے جس کے لئے بازاروں میں
باغِ فردوس کا ہے رشک وہ کوچہ لیکن | آدمی ایک نہیں اُس کے ہوا داروں میں
ایک کے بھی وہ بُرے حال میں آیا نہ کبھو | لوگ اچھے تھے بہت یار کے بیماروں میں
دوستی کس سے ہوئی آنکھ کہاں جا کے لڑی | دشمنی آئے جسے دیکھتے ہی یاروں میں
ہائے رے ہاتھ جہاں چوٹ پڑی دو ہی کیا | الغرض ایک ہی وہ شوخ ستمگاروں میں
کشمکش جس کے لئے یہ ہے شمار دم یہ | اُن نے ہم کو نہ گنا اپنے گرفتاروں میں
کیسی کیسی ہے عناصر میں بھی صورت بازی | شعبدے لاکھوں طرح کے ہیں انھیں چاروں میں
مشفقو! ہاتھ مرے باندھو کہ ابکی ہر دم | جا الجھتے ہیں گریبان کے دو تاروں میں
حسبِ قسمت سبھوں نے کھائے ترے تیغ کے زخم | ناکس اک نکلے ہمیں خوں کے سزاواروں میں

اضطراب و قلق و ضعف ہیں گر میر یہی
زندگی ہو چکی تو اپنی ان آزاروں میں

اُمیدِ دل دہی تھی جن سے وے آزار[1] کرتے ہیں | بہت پرہیز کر ہم سے ہمیں بیمار کرتے ہیں
کوئی ہم سا بھی اپنی جان کا دشمن کہیں ہو گا | بھری مجلس میں بیٹھے عشق کا اقرار کرتے ہیں
نشاں دیں ہیں جہاں اس کا وہ ہر جائی نہیں ملتا | محلے کے ہمیں اب لوگ یوں ہی خوار کرتے ہیں

[1] آزار کرنا۔ یعنی ستانا۔ اب متروک ہے اور اس کی بجائے آزار دینا یا آزار پہنچانا بولتے ہیں۔ ۱۲ آسی

Marfat.com

حجابِ ناکسی سے مرگئے رو پوش کب تک ہوں — جنھوں سے عار تھی ہم کو سو ہم سے عار کرتے ہیں
چھپا لیتا ہے مجھ سے چاند سا منہ وہ خدا جانے — سخن ساز اُس کنے جا جا کے کیا اظہار کرتے ہیں
الف کی رمز اگر سمجھا اُٹھا دل بحث علمی سے — اسی اک حرف کو برسوں سے ہم تکرار کرتے ہیں
بہت ہے تیز آبِ جدول شمشیر خوباں کا — اُسے پھر پار کرتے ہیں یہ جس پر وار کرتے ہیں
انوکھا تو کہ یہاں فکر اقامت تجھ کو ہے ورنہ — سب اس دلکش جگہ سے رخت اپنا بار کرتے ہیں

بلا آفت ہے کچھ دل پر کہ ایسا رنگ ہے اُن کا
کسو بے مہر کے تئیں میر شاید پیار کرتے ہیں

کرتا نہیں قصور ہمارے ہلاک میں — یارب یہ آسمان بھی مل جائے خاک میں
گرمی نہیں ہے ہم سے وہ اے رشکِ آفتاب — اب آ گیا ہے فرق بہت اس تپاک میں
اس ڈھنگ سے ہلا کہ بجا دل نہیں رہے — اس گوش کے گہر سے دم آئے ہیں ناک میں
اکی جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے — دامن کے چاک اور گریباں کے چاک میں

کہئے لطافت اُس تنِ نازک کی میر کیا
شاید یہ لطف ہوگا کسو جانِ پاک میں

محمل نشیں ہیں کتنے خدام یار یاں یہاں — لیلیٰ کا ایک ناقہ سو کس قطار میں یہاں
سن شور کل قفس میں دل داغ سب ہوا ہے — کیا پھول گل کھلے ہیں ابکی بہاریں یہاں
اک بے وکشی ہو میرے رونے میں ابر تجھ سے — دریا بھرے ہیں ایک اک دامن کے تار میں یہاں
تم تو گئے دکھا کر ٹک برق کے سے جھمکے — آیا بہت تفاوت صبر و قرار میں یہاں
ہم مرگئے ولیکن سوزِ دروں وہی ہے — ایک آگ لگ اُٹھی ہے کنج مزار میں یہاں
ہجراں کی گھڑی ہے سو سو برس تعب سے — روزِ شمار یارو ہے کس شمار میں یہاں

جن راتوں میر ہم کو رونے کا مشغلہ تھا
رہتا تھا بحرِ اعظم سو تو کنار میں یہاں

آج ہمارے گھر آیا تو کیا ہے یہاں جو نثار کریں — الا کھینچ بغل میں تجھ کو دیر تلک ہم پیار کریں
خاک ہوئے برباد ہوئے پامال ہوئے سب محو ہوئے — اور شدائد عشق کی رہ کے کیسے ہم ہموار کریں
زردیِ رُخ رونا ہر دم کا شاہد دو جب ایسے ہوں — چاہت کا انصاف کرو تم کیونکر ہم انکار کریں
باغ میں اب جاتے ہیں تو صرفہ اپنا چپ میں ہے — خوبی بیاں کر تیری ہم کیا گل کو گلے کا ہار کریں

Marfat.com

شیوہ اپنا بے پروائی نومیدی سے ٹھہرا ہے
کچھ بھی وہ مغرور دبے تو منت ہم سو بار کریں

ہم تو فقیر ہیں خاک برابر آ بیٹھے تو لطف کیا
ننگ جہاں لگتا ہو ان کو ہم دوں ایسے عار کریں

۵۱ پتا پتا گلشن کا تو حال ہمارا جانے ہے
اور کہے تو جس سے اے گل بے برگی اظہار کریں

کیا ان خوش ظاہر لوگوں سے ہم یہ توقع رکھتے تھے
غیر کو لیکر پاس یہ بیٹھیں ہم کو گلیوں میں خوار کریں

میر جی ہیں گے ایک جو اے کیا ہم ان سے درد کہیں
کچھ بھی جو سن پاویں یہ تو مجلس میں بستار کریں

۵۲ گر کوئی اعمی کہے کچھ پر کہاں وہ تو کہاں
لے گئے پیش فلک اس مہ کا ایسا رو کہاں

گل کو کیا نسبت ہے تجھ سے میں نہ مانوں زینہار
رنگ اگر بالفرض تیرا سا ہوا یہ بو کہاں

عشق لاتا ہے بروئے کار مجنوں سا کبھو
بید بہتیرے کھڑے ہیں وے پریشاں مو کہاں

دیکھیاں کجیاں کمانوں کی بھی خم محراب کے
پر دلوں کو کھینچتے ہیں جیسے وے ابرو کہاں

سنبل آ بھی آپ پیچ و تاب یوں کھایا کرے
یار کی سی زلف کے وے حلقہ حلقہ مو کہاں

آگے یہ آنکھیں گلے کی ہار ہی رہتی تھیں روز
اب جگر میں خوں نہیں دو سہرے سے آنسو کہاں

میر سچ کہتا تھا جنت ہو نصیب اس کے تئیں
حور کا چہرہ کہاں اس کا رخ نیکو کہاں

بیگانہ وضع بر ہوں اس شہر میں رہا ہوں
بھاگوں ہوں دور سب سے میں کس کا آشنا ہوں

پوچھا کئے ہیں مجھ سے گلبرگ لب کو تیرے
بلبل کے ہاتھ جب میں گلزار میں لگا ہوں

اب کار شوق دیکھوں پہنچے مرا کہاں تک
قاصد کے پیچھے میں بھی بے طاقت اٹھ چلا ہوں

تجھ سے متاع خوش کا کیونکر نہ ہوں معرف
یوسف کے ہاتھ پیارے کچھ میں نہیں بکا ہوں

گل پھول کوئی کب تک جھڑ جھڑ کے گرتے دیکھے
اس باغ میں بہت اب جوں غنچہ میں رکا ہوں

کیا کیا تامل اس فکر میں کیا کھل
سمجھا نہ آپ کو میں کیا جانیے کہ کیا ہوں

ہوتا ہے گرم کیا تو اے آفتاب خوبی
ایک آدھ دم میں میں تو شبنم نمط ہوا ہوں

۵۱ میر تقی میر ۔ پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

۵۲ نسخہ قدیم مطبوعہ کلکتہ میں بھی یہ شعر اسی طرح ہے اور ایک قلمی نسخے میں پہلا مصرع اس طرح ہے۔ ع
گو کوئی اعمی کہے کچھ جو کہاں وہ تو کہاں

Marfat.com

پیری سے جھلتے جھلتے پہنچا ہوں خاک تک میں — وہ سرکشی کہاں ہے اب تو بہت دبا ہوں
مجھ کو بلا ہے وحشت اے میر دور اس سے
جاگہ سے جب اٹھا ہوں آشوب سا اٹھا ہوں

کوچے میں تیرے میر کا مطلق اثر نہیں — کیا جانیے کدھر کو گیا کچھ خبر نہیں
ہے عاشقی کے بیچ ستم دیکھنا ہی لطف — مر جانا آنکھیں موندکے یہ کچھ ہنر نہیں
کب شب ہوئی زمانے میں جو پھر ہوا نہ روز — کیا اے شب فراق تجھی کو سحر نہیں
ہر چند ہم کو ستوں سے صحبت رہے ہے لیک — دامن ہمارا ابر کی مانند تر نہیں
گلگشت اپنے طور پہ ہے سو تو خوب یہاں — شایستہ پریدن گلزار پر نہیں
کیا ہوجے حرف زن گزر دوستی سے آہ — خط لیگیا کہ راہ میں پھر نامہ بر نہیں
آنکھیں تمام خلق کی رہتی ہیں اس کی اور — مطلق کسو کو حال پہ میرے نظر نہیں
کہتے ہیں سب کہ خون ہی ہوتا ہے اشک چشم — راتوں کو گریہ ہے بکا تو جگر نہیں
جاکر شراب خانے میں رہتا نہیں تو پھر
یہ کیا کہ میر جمعہ ہی کی رات گھر نہیں

گو جان کر تجھے سب تعبیر کر رہے ہیں — ہم لوگ تیرے اوپر تو جی سے مر رہے ہیں
کھنچتا چلا ہے اب تو تصدیق کو تصور — ہر لحظہ اس کے جلوے پیش نظر رہے ہیں
نکلے ہوس جو اب بھی ہو وا رہی قفس سے — شایستہ پریدن دو چار پر رہے ہیں
کل دیکھتے ہمارے لیتے تھے گھر برابر — اب یہ کہیں کہیں جو دیوار و در رہے ہیں
کیا آج ڈبڈبائی دیکھو ہو تم یہ آنکھیں — جوں چشمہ یوں ہی برسوں ہم چشم تر رہے ہیں
نے غم ہے ہم کو یہاں کا نے فکر کچھ ہے وہاں کا — صدقے جنوں کے کیا ہم بے درد سر رہے ہیں
پاس ایک دن بھی اپنا ان نے نہیں کیا ہے — ہم دور اس سے بیدم دو دو پہر رہے ہیں
کیا یہ سرائے فانی ہے جاے باش اپنی — ہم یہاں مسافرانہ آکر اتر رہے ہیں
ایسا نہ ہو کہ چھیڑے یکبار پھوٹ بہیے — ہم پکے پھوڑے کے اب مانند بھر رہے ہیں
اس میکدہ میں جس جا ہشیار چاہیے تھے — رحمت ہے ہم کو ہم بھی کیا بے خبر رہے ہیں
گو راہ عشق میں ہو شمشیر کے دم اوپر — وسواس کیا ہے ہم تو جی سے گزر رہے ہیں
بل ہنس بنے تو ایک آدھ بیت سنیے — کہتے ہیں بعد مدت میر اپنے گھر رہے ہیں

Marfat.com

یوں قیدیوں سے کب تئیں ہم تنگ تر رہیں
جی چاہتا ہے جا کے کسو اور مر رہیں

لے اے کاش ہم کو سکر کی حالت رہے مدام
تا حال کی خرابی سے ہم بے خبر رہیں

رہتے ہیں یوں حواس پریشاں کہ جوں کہیں
دو تین آ کے لوٹے مسافر اتر رہیں

وعدہ تو جب ہو صبح کا تب ہم بھی جاں بلب
جیسے چراغ آخرِ شب تا سحر رہیں

آوارگی کی سب ہیں یہ خانہ خرابیاں
لوگ آویں دیکھنے کو بہت ہم جو گھر رہیں

ہم نے بھی نذر کی ہے کہ پھر یے چمن کے گرد
یا رب قفس کے چھوٹنے تک بال و پر رہیں

ان دلبروں کی آنکھ نہیں جائے اعتماد
جب تک رہیں یہ چاہیے پیش نظر رہیں

لے فردا کی فکر آج نہیں مقتضائے عقل
کل کی بھی دیکھ لیویں گے کل ہم اگر رہیں

تیغ و تبر رکھا نہ کرو پاس میر کے
ایسا نہ ہو کہ آپ کو ضائع وے کر رہیں

دل کو لکھوں ہوں آہ وہ کیا مدعا لکھوں
دیوانے کو جو خط لکھوں بتلاؤ کیا لکھوں

کیا کیا لقب ہیں شوق کے عالم میں یار کے
کعبہ لکھوں کہ قبلہ اسے یا خدا لکھوں

حیراں ہو میرے حال میں کہنے لگا طبیب
اس دردمندِ عشق کی میں کیا دوا لکھوں

وحشت زدوں کو نامہ لکھوں ہوں کس طرح
مجنوں کو اس کے حاشیہ پر میں دعا لکھوں

کچھ روبرو ہوئے پہ جو سمجھے تو سمجھے میر
جی کے الجھنے کا اسے کیا ماجرا لکھوں

جب سے ہے اس کی ابروئے خمدار درمیاں
رہتی ہے میرے خلق کے تلوار درمیاں

برپا ہوا ہجوم سے یک حشر تازہ وہاں
آیا جہاں کہیں قدم یار درمیاں

لے حالتِ بیخودی و بیخبری کو غنیمت جانیے اور اسی میں عمر گزرنے کے اور شعر بھی دیکھیے ؎
مرزا غالب دہلوی ؎ مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو ؛ اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے
مولانا حالی پانی پتی ؎ لی ہوش میں آنے کی جو ساقی سے اجازت ؛ فرمایا خبردار کہ نازک ہے زمانہ
عمر خیام ؎ خواہم کہ بہ بیخودی برآرم نفسی ؛ مے خوردن و مست بودنم زیں سبب است
لے میر تقی میر کا ایک در شعر اسی مضمون کا گزر چکا ہے ؎

فردا کا سوچ تجھ کو کیا آج ہی پڑا ہے ؛	کل کی سمجھیو کل ہی کل تو اگر رہے گا

Marfat.com

اس کام جاں میں ہم میں ہوا ہی حجاب چشم
یوں رہیے آہ کب تئیں دیوار درمیاں

سو بار اس سے فتنے جہاں میں اُٹھے ولے
دیکھی نہ ہم نے وہ کمر اک بار درمیاں

کیا کہئے آہ جی کو قیامت ہی انتظار
آتا نہ کاش وعدۂ دیدار درمیاں

رکھدی ہی کتنے روزوں سے تلوار یار نے
کوئی نہیں ہی خوں کا سزاوار درمیاں

ثابت ہی سارے خلق کے اوپر کہ تو ہی ایک
حاجت نہیں جو آوے یہ تکرار درمیاں

آیا کئے دماغ کے اعضا میں یہ فتور[1]
ٹھہرے قشون کہا نہیں سردار درمیاں

بازار میں دکھائی ہی کب اُن نے جنس حسن
جو بک نہیں گئے ہیں خریدار درمیاں

دیکھیں چمن جو سینۂ پُر داغ سے بڑھیں
بیداد ہی یہ قطعۂ گلزار درمیاں

کھینچے نہ پائی اُس کی تو تلوار بھیڑ میں
مارا گیا عبث یہ گنہگار درمیاں

ایکی جنوں کے بیچ گریباں کا ذکر کیا
کہئے بھی جو رہا ہو کوئی تار درمیاں

کتنے دنوں سے میر کا نالہ نہیں سُنا
شاید نہیں ہی اب وہ گرفتار درمیاں

اتفاق ایسا ہی کرتے ہی سدا رہتے ہیں
ایک عالم میں ہیں ہم وے پہ جدا رہتے ہیں

برسی تلوار کہ حائل ہوئے ہیں سیلِ بلا
بنیش کچھ آؤ ہم اس کوچہ میں جا رہتے ہیں

کام آتا ہی میسر کسے ان ہونٹوں سے
بابتِ بوسہ ہیں پر سب کو جما رہتے ہیں

دشت میں گرد رہ اس کی اٹھی ہی جیدھر سے
وحش و طیر آنکھیں ادھر ہی کو لگا رہتے ہیں

کیا تری گرمیٔ بازار کہیں خوبی کی
سیکڑوں آن کے یوسف سے بکا رہتے ہیں

بسترا خاکِ رہ اُس کی تو ہی اپنا لیکن
گریۂ خونیں سے لوہو میں نہا رہتے ہیں

کیوں اڑاتے ہو بلایا ہمیں کب کب ہم آپ
جیسے گردان کبوتر یہیں آ رہتے ہیں

حق تلف کُن ہیں بتاں یاد دلاؤں کب تک
ہر سحر صحبت دوشیں کو بھلا رہتے ہیں

یاد میں اُس کی قد و قامتِ دلکش کے میر
اپنے سر ایک قیامت نئی لا رہتے ہیں

---

[1] میر تقی میر سے
دل دماغ اور جگر یہ سب اک بار
کام آئے فراق میں ای یار!
کیوں نہ ہو فتح ضعف اعضا پر
مرگئے اس قشون کے سردار

باغ کو سبز ہوا اب سرِ گلزار کہاں
دل کہاں وقت کہاں عمر کہاں یار کہاں

تم تو اب آنے کو پھر کہہ چلے ہو کل لیکن
بیکل ایسا ہی رہا شب تو یہ بیمار کہاں

دل کی خواہش ہو کسو کو تو کمی دل کی نہیں
اب یہی جنس بہت ہے پہ خریدار کہاں

خاک یہاں چھانتے ہی کیوں نہ پھرو دل کیلئے
ایسا پہنچے ہے بہم پھر کوئی غم خوار کہاں

دم زدن مصلحتِ وقت نہیں اے ہمدم
جی میں کیا کیا ہے مرے پر لبِ اظہار کہاں

شیخ کے آنے ہی کی دیر ہے میخانہ میں پھر
سبحہ سجادہ کہاں جبہ و دستار کہاں

ہم سے ناکس تو بہت پھرتے ہیں جی دیتے ولے
زخمِ تیغ اُس کے اُٹھانیکا سزاوار کہاں

تو نے بھی گردِ رُخِ سرخ نکالا خطِ سبز
باغِ شاداب جہاں میں گلِ بے خار کہاں

خبط نے عقل کے سررشتے کئے گم سارے
اب جو ڈھونڈو تو گریباں میں کوئی تار کہاں

گو کہ گردن تئیں یہاں کوئی لہو میں بیٹھے
ہاتھ اُٹھاتا ہے جفا سے وہ ستمگار کہاں

ڈوبا لوہو میں پڑا تھا ہمی بیکل میر
یہ نہ جانا کہ لگی ظلم کی تلوار کہاں

اے مجھ سے تجھ کو سو ملے تجھ سا نہ پایا ایک میں
سو سو کہیں تو نے مجھے منہ پر نہ لایا ایک میں

عالم کی میں نے سیر کی مجھ کو جو خوش آیا سو تو
سب سے رہا محظوظ تو تجھ کو نہ بھایا ایک میں

یہ جوشِ غم ہوتے بھی ہیں یوں ابرِ تر روتے بھی ہیں
چشمِ جہاں آشوب سے دریا بہایا ایک میں

تھا سب کو دعویٰ عشق کا لیکن نہ ٹھہرا کوئی بھی
دانستہ اپنی جان سے دل کو اُٹھایا ایک میں

ہیں طالبِ صورت سبھی مجھ پر ستم کیوں اس قدر
کیا مجرمِ عشقِ بتاں یہاں ہوں خدایا ایک میں

بجلی سی یوں چمکے بہت پر بات کہتے ہو چکے
جوں ابر ساری خلق پر ہوں ابتو چھایا ایک میں

سو رنگ وہ ظاہر ہوا کوئی نہ جاگہ سے گیا
دل کو جو میرے چوٹ تھی طاقت نہ لایا ایک میں

اس گلستاں سے منفعت یوں تو ہزاروں کو ہوئی
دیکھا نہ سرو و گل کا یہاں ٹک سر پہ سایا ایک میں

رسمِ کہن ہے دوستی ہوتی بھی ہے الفت بہم
میں کشتنی ٹھہرا جو ہوں کیا دل لگایا ایک میں

جن جن نے دیکھا تھا اسے بیخود ہوا جیتا بھی پھر
پر میر جیتے جی بخود ہرگز نہ آیا ایک میں

اگرچہ اب کی ہم اے ابرِ خشک مژگاں ہیں
یہ جوش دل میں کبھو آگیا تو طوفاں ہیں

صنم پرستی میں اے راہباں نہ کی تقصیر
تم اہل صومعہ سے پوچھو وے مسلماں ہیں

Marfat.com

کریں انھوں پہ بھلا کس طرح نظر گستاخ
بتان شہر ہمارے تو دین و ایماں ہیں

چمن میں جا کے بھرو تم گلوں سے جیب و کنار
ہم اپنے دل ہی کے ٹکڑوں سے گل بداماں ہیں

رہیں ہیں دیکھ جو تصویر سے ترے منہ کو
ہماری آنکھ سے ظاہر ہے یہ کہ حیراں ہیں

رہا ہے کون سا پردہ ترے ستم کا شوخ
کہ زخم سینہ ہمارے سبھی نمایاں ہیں

شبیہ شکل سے ہی حال ضبط عشق کے بیچ
کہ رنگ روپ ہے سب کچھ ولیک بیجاں ہیں

بنے تو عزت عشاق میں نہ کر تقصیر
کہ ایسے لوگ پیارے عزیز مہماں ہیں

جو ابر دشت میں برسے تو ہم اُڑا دیں خاک
وہ میرؔ آپ ہی ہم یہاں کے میر ساماں ہیں

جور کیا کیا جفائیں کیا کیا ہیں
عاشقی میں بلائیں کیا کیا ہیں

خوبرو ہی فقط نہیں وہ شوخ
حسن کیا کیا ادائیں کیا کیا ہیں

فکر تعمیر دل کسو کو نہیں
ایسی ویسی بنائیں کیا کیا ہیں

گہ نسیم صبا ہے گاہ سموم
اس چمن میں ہوائیں کیا کیا ہیں

شور ہے تیک شیخ کا لیکن
چپکے چپکے دعائیں کیا کیا ہیں

منظر دیدہ قصر دل اے میرؔ
شہر تن میں بھی جائیں کیا کیا ہیں

فراق آنکھ لگنے کی جا ہی نہیں
پلک سے پلک آشنا ہی نہیں

گلہ عشق کا بد خلقت سے ہے
غم دل کو کچھ انتہا ہی نہیں

محبت جہاں کی تہاں ہو چکی
کچھ اس روگ کی بھی دوا ہی نہیں

دکھایا کئے یار اُس رخ کا سطح
کہیں آرسی کو حیا ہی نہیں

وہ کیا کچھ نہیں حسن کے شہر میں
نہیں ہے تو رسم وفا ہی نہیں

چمن محو اُس روئے خوش کا ہے سب
گل تر کی آب و ہوا ہی نہیں

نہیں دیر اگر میرؔ کعبہ تو ہے
ہمارے کوئی کیا خدا ہی نہیں

دل لیکے کیسے کیسے جھگڑے مجادلے ہیں
بد وضع یہاں کے لڑکے کیا خوش معاملے ہیں

گھبرانے لگتیاں ہیں رک رک کے تن میں جانیں
کرتے ہیں جو وفائیں اُن ہی کے حوصلے ہیں

Marfat.com

کیا قدر تھی سخن کی جب یہاں بھی صحبتیں تھیں
ہر بات جائزہ ہی ہر بیت پر صلے ہیں

جب کچھ تھی جہت مجھ سے تب کس سے ملتے تھے تم
اطراف کے یہ بے تہ اب تم سے آملے ہیں

تھا واجب الترحم مظلوم عشق تھا میں
اس کشتۂ ستم کو تم سے بہت گلے ہیں

سوزِ دروں سے کیونکر میں آگ میں نہ لوٹوں
جوں شیشۂ حبابی سب دل پر آبلے ہیں

میں جی سنبھالتا ہوں وہ ہنس کے ٹالتا ہے
یہاں مشکلیں ہیں ایسی وہاں یہ مسألے ہیں

اندیشہ زادِ رہ کا رکھیے تو ہے مناسب
چلنے کو یہاں سے اکثر تیار قافلے ہیں

پانچوں حواس گم ہیں ہر اک کے اس سمیں میں
کیا میر جی ہی تنہا ان روزوں دولے ہیں

محبت نے کھویا کھپایا ہمیں
بہت اس نے ڈھونڈا نہ پایا ہمیں

پھرا کرتے ہیں دھوپ میں جلتے ہم
ہوا ہے کہے تو کہ سایا ہمیں

گہے تر رہیں گاہ خوں بستہ تھیں
ان آنکھوں نے کیا کیا دکھایا ہمیں

بٹھا اس کی خاطر میں نقشِ وفا
نہیں تو اٹھا لے خدایا ہمیں

ملے ڈالے ہے دل کوئی عشق میں
یہ کیا روگ یارب لگایا ہمیں

ہوئی اس گلی میں تو مٹی عزیز
ولے خواریوں سے اٹھایا ہمیں

جوانی دوانی سنا کیا نہیں
حسینوں کا ملنا ہے بھایا ہمیں

نہ سمجھی گئی دشمنی عشق کی
بہت دوستوں نے جتایا ہمیں

کوئی دم کل آئے تھے مجلس میں میر
بہت اس غزل پر رلایا ہمیں

جنوں نے تماشا بنایا ہمیں
رہا دیکھ اپنا پرایا ہمیں

سدا ہم تو کھوئے گئے سے رہے
کبھو آپ میں تم نے پایا ہمیں

یہی تا دمِ مرگ بیتاب تھے
نہ اس بن تنک صبر آیا ہمیں

شب آنکھوں سے دریا سا بہتا رہا
انھیں نے کنارے لگایا ہمیں

ہمارا نہیں تم کو کچھ پاس رنج
یہ کیا تم نے سمجھا ہے آیا ہمیں

لگی سر سے جوں شمع پا تک گئی
سب اس داغ نے آہ کھایا ہمیں

جلیں پیش و پس جیسے شمع و پتنگ
جلا وہ بھی جن نے جلایا ہمیں

Marfat.com

ازل میں ملا کیا نہ عالم کے تئیں
قضا نے یہی دل دلایا ہمیں

رہا تو تو اکثر الم ناک میرؔ
ترا طور کچھ خوش نہ آیا ہمیں

کیا عبث مجنوں پئے محمل ہے میاں — یہ دِوانا باؤلا عاقل ہے میاں
قند کا کون اس قدر مائل ہے میاں — جو ہے اُن ہونٹھوں ہی کا قائل ہے میاں (قاتل)
ہم[۱] نے یہ مانا کہ واعظ ہے مَلک — آدمی ہونا بہت مشکل ہے میاں
چشمِ تر کی خیر جاری ہے سدا — سیل اس رونے کا سائل ہے میاں
مرنے کے پیچھے تو راحت سچ ہے لیک — بیچ میں یہ واقعہ حائل ہے میاں (ہائل)
دل کی پامالی ستم ہے قہر ہے — کوئی یوں دلتا ہے آخر دل ہے میاں
آج[۲] کیا فردائے محشر کا ہراس — صبح دیکھیں کیا ہو شب حامل ہے میاں
دل تڑپتا ہی نہیں کیا جانیے — کس شکار انداز کا بسمل ہے میاں
چاہیے پیش از نماز آنکھیں کھلیں — حیف اس کا وقت جو غافل ہے میاں
رنگ بے رنگی جدا تو بے دلے — آب سا ہر رنگ میں شامل ہے میاں
سامنے سے ٹک ٹلے تو دق نہ ہو — آسماں چھاتی پر اپنے سل ہے میاں
دل لگے اتنے جہاں میں کس لیے — رہ گزر ہے یہ تو کیا منزل ہے میاں
بے تہی دریائے ہستی کی نہ پوچھ — یہاں سے واں تک سو جگہ ساحل ہے میاں
چشمِ حق بیں سے کرو ٹک تم نظر — دیکھتے جو کچھ ہو سب باطل ہے میاں
دردمندی ہی تو ہے جو کچھ کہ ہے — حق میں عاشق کے دوا قاتل ہے میاں
برسوں ہم روتے پھرے ہیں ابر سے — زانو زانو اس گلی میں گل ہے میاں
کہنہ سالی میں ہے جیسے خرد سال — کیا فلک پیری میں بھی جاہل ہے میاں
کیا دلِ مجروح و محزوں کا گلہ — ایک غمگیں دوسرے گھائل ہے میاں
دیکھ کر سبزہ ہی خرم دل کو رکھ — مزرعِ دنیا کا یہ حاصل ہے میاں
مستعدوں پر سخن ہے آج کل — شعر اپنا فن ہو کس قابل ہے میاں

کی زیارت میرؔ کی ہم نے بھی کل
لاابالی سا ہے پر کامل ہے میاں

۱۔ اے بیاں سہل ہے ہمرتبۂ ملایک ہونا ؛ آدمی بنتا ہے انسان بڑی مشکل سے (بیان یزدانی میرٹھی)
۲۔ غنیمت جان فرصت آج کے دن ؛ سحر کیا جانیے کیا ہو شب ہے حامل (میر، عہ گل۔ کلا اکبر)

Marfat.com

لذت سے درد کی جو کوئی آشنا نہیں — سو لطف کیوں نہ جمع ہو اس میں مزا نہیں
ہر آن کیا عوض ہی دعا کا بدی دلے — تم کیا کرو بھلے کا زمانہ رہا نہیں
روئے سخن جو ہی تو مرا چشم دل کی اور — تم سے خدا نخواستہ مجھ کو گلا نہیں
تلوار ہی کھنچا کی ترے ہوتے بزم میں — بیٹھا ہی کب تو آکے کہ فتنہ اٹھا نہیں
مل دیکھے ایسے دلبر ہرجائی سے کوئی — بیجا نہیں ہی دل جو ہمارا بجا نہیں
ہو تم جو میرے حیرتی فرط شوق وصل — کیا جانو دل کسو سے تمھارا لگا نہیں
آئینے پر سے ٹک نہیں اٹھتی تری نظر — اس شوق کش کے منہ سے تجھے کچھ حیا نہیں
رنگ اور بو تو دلکش و دلچسپ ہیں کمال — لیکن ہزار حیف کہ گل میں وفا نہیں
تیر ستم کا تیری ہدف کب تلک رہوں — آخر جگر ہی۔ لوہے کا کوئی توا نہیں
ان نے تو آنکھیں موندلیاں ہیں ادھر سے واں — ایک آدھ دن میں دیکھیے یہاں کیا ہی کیا نہیں

اٹھتے ہو میر دیر سے تو کعبہ چل رہو
مغموم کاہے کو ہو؟ تمھارے خدا نہیں؟

کیا کہیں آتش ہجراں سے گلے جاتے ہیں — چھاتیاں سلگیں ہیں ایسی کہ جلے جاتے ہیں
گوہر گوش کسو کا نہیں جی سے جاتا — آنسو موتی سے مرے منہ پہ ڈھلے جاتے ہیں
یہی مسدود ہی کچھ راہ وفا ورنہ بہم — سب کہیں نامہ و پیغام چلے جاتے ہیں
بار حرماں و گل داغ نہیں اپنے ساتھ — شجر باغ وفا پھولے پھلے جاتے ہیں
حیرت عشق میں تصویر سے رفتہ ہی رہے — ایسے جاتے ہیں جو ہم بھی تو بھلے جاتے ہیں
ہجر کی کوفت جو کھینچے ہیں انھیں سے پوچھو — دل دیے جاتے ہیں جی اپنے ملے جاتے ہیں
یاد قد میں ترے آنکھوں سے بہیں ہیں جوئیں — گر کسو باغ میں ہم سرو تلے جاتے ہیں
دیکھیں پیش آوے ہی کیا عشق میں اب تو جوں سیل — ہم بھی اس راہ میں سر گاڑے چلے جاتے ہیں

پر غباری جہاں سے نہیں سدھ میر ہمیں
گرد اتنی ہی کہ مٹی میں رلے جاتے ہیں

کیا کہیں پایا نہیں جاتا ہی کچھ تم کیا ہو میاں — ہم تم کھو گئے دنیا سے تم ہو اور اب دنیا ہو میاں

لے نہیں دیر اگر میر کعبہ تو ہی — ہمارے کوئی کیا خدا ہی نہیں ہی (میر)

Marfat.com

مست خانی پاؤں سے چل کر کہیں جایا کرو
غلی ہی آخر نہ ہنگامہ کہیں برپا ہو میاں

دل جہاں کھویا گیا کھویا گیا، پھر دیکھیے
کون مرتا ہے جئے ہے کون، ناپیدا ہو میاں

دل کو لے کر مات یوں آنکھیں ملاتا ہے کوئی
تب تلک ہی لطف ہے جبتک کچھ پردا ہو میاں

ایک جنبش میں ترے ابرو کی ٹل جاتی ہے بھیڑ
درمیاں آوے اگر تلوار تو پرچا ہو میاں

برسوں تک چھایا رہا ہے چشمِ تر پر ابر سا
پاٹ دامن کا نچوڑوں کوئی تو دریا ہو میاں

شہر میں تو موسمِ گل میں نہیں لگتا ہے جی
یا گریباں کوہ کا یا دامنِ صحرا ہو میاں

مدعی عشق تو ہیں عزلتی شہر لیک
جب گلی کوچوں میں کوئی اس طرح رسوا ہو میاں

گفتگو اتنی پریشاں حال کی یہ درہمی
میر کچھ دل تنگ ہے ایسا نہ ہو سودا ہو میاں

معلوم نہیں کیا ہے لبِ سرخ بتاں میں
اس آتشِ خاموش کا ہے شور جہاں میں

یوسف کے تئیں دیکھ نہ کیوں بند ہوں بازار
یہ جنس نکلتی نہیں ہر اک کی دکاں میں

یک پرچۂ اشعار سے منہ باندے سبھوں کے
جادو تھا مرے خامے کی گویا کہ زباں میں

یہ دل جو شکستہ ہے سو بے لطف نہیں ہے
ٹھہرو کوئی دم آن کے اس ٹوٹے مکاں میں

میں لگ کے گلے خوب ہی رویا لبِ جو پر
بلبل تھی طرح اس کی بہت سروِ رواں میں

کیا قہر ہوا دل جو دیا لڑکوں کو میں نے
چرچا ہے یہی شہر کے اب پیر و جواں میں

دے یاسمنِ تازہ شگفتہ میں کہاں میر
پائے گئے لطف اس کے جو پاؤں کے نشاں میں

ردیف واو

تنا کہا نہ ہم سے تم نے کبھو کہ آؤ
کاہیکو یوں کھڑے ہو وحشی سے بیٹھ جاؤ

یہ چاند سے ٹکڑے چپکےے نہیں چھپائے
ہرچند اپنے منہ کو برقع میں تم چھپاؤ

دو چار تیر یارو اس سے بھلی ہے دوری
تم کھینچ کھینچ مجھ کو اس پلے پر نہ لاؤ

ہو شرم آنکھ میں تو بھاری جہاز سے ہے
مست کر کے شوخ چشمی آشوب سا اٹھاؤ

اب آتے ہو تو آؤ ہر لحظہ جی گھٹے ہے
پھر لطف کیا جو آکر آدھا بھی تم نہ پاؤ

تھی سحر یا نگہ تھی ہم آپ کو تھے بھولے
اس جادوگر کو یارو پھر بھی ٹک دکھاؤ

Marfat.com

مارے گئے سو گذرے جی پھر پھر آتے ہیں کیا
آئندہ میر صاحب دل مت کہیں لگاؤ

نہ مائل آرسی کا رہ سراپا درد ہوگا تو
نہو گلچینِ باغِ حسن ظالم زرد ہوگا تو
یہ پیشہ عشق کا ہے خاک چھنوائیگا صحرا کی
ہزار اے بے وفا جوں گل چمن پرورد ہوگا تو
غبار اُٹھنے لگے گا تیری اس نازک طبیعت سے
بسان گرد باد آخر بیاباں گرد ہوگا تو
علاقہ دل کا لکھوائے گا دفتر ہاتھ سے تیرے
تجرد کے جریدوں میں قلم سا فرد ہوگا تو

نہ اک دم صبح تک بھی آنکھ لگنے دیگا دل جلنا
یہی پھر میر سرگرم آہ سرد ہوگا تو

سب حال سے بے خبر ہیں یہاں تو
برہم زدہ شہر ہے جہاں تو
اس تن پہ نثار کرتے لیکن
اپنی بھی نظر میں ٹھہرے جاں تو
برباد نہ دے کہیں سراسر
رہتی نہیں شمع ساں زباں تو
کیا اُس کے گئے ہے ذکر دل کا
ویران پڑا ہے یہ مکاں تو
کیا کیا نہ عزیز خوار ہونگے
ہونے دو اسے ابھی جواں تو
غنچے سے لگے منہ تمہارے لیکن
صحبت کا اسے بھی ہو دہاں تو
کیا اس سے رکھیں اُمید بہبود
پھرتا ہے خراب آسماں تو
یہ طالع نارسا بھی جاگیں
سو جائے ٹک اُس کا پاسباں تو

مت تربت میر کو مٹاؤ
رہنے دو غریب کا نشاں تو

ملتفت ہوتا نہیں ہے گاہ تو
کس قدر مغرور ہے اللہ تو
مجھ سے کتنے جان سے جاتے رہے
کس کی میت کے گیا ہمراہ تو
بیخودی رہتی ہے اب اکثر مجھے
حال سے میرے نہیں آگاہ تو
اُس کے دل میں کام کرنا کام ہے
یوں فلک پر کیوں نہ جا اے آہ تو
فرش ہیں آنکھیں ہی تیری راہ میں
آہ ٹک تو دیکھ کر چل راہ تو
ہی تلک تو منہ نہ موڑیں تجھ سے ہم
گر جفا و جور خاطر خواہ تو
کاہش دل بھی دو چنداں کیوں نہ ہو
آنکھ میں آئے نہ دو دو ماہ تو

Marfat.com

دل دہی کیا کی ہی یوں ہی چاہیئے
ای زہے تو آفریں تو واہ تو

میر تو تو عاشقی میں کھپ گیا
مت کسی کو چند روز اب چاہ تو

اب اسیری سے بچیں تو دیکھیں گے گلشن کبھو
تھا ہمارا بھی چمن میں ای صبا مسکن کبھو

ہم بھی ایک امید پر اس صید گہ میں ہیں پڑے
کہتے ہیں آتا ہی ادھر وہ شکار افگن کبھو

بند یا یا جیب میں یا سر مارا تنگ ہو
دست کوتہ میں نہ آیا اپنے وہ دامن کبھو

یار کی برگشتہ مژگاں سے نہ دل کو جمع رکھ
بد بلا ہی پھر کھڑی ہووے جو یہ پلٹن کبھو

جان کوئی کیوں نہ دو اس بےمروت کے لئے
آشنا ہوتا نہیں وہ دوستی دشمن کبھو

ہوں تو نالاں زیرِ دیوارِ چمن پر ضعف سے
گوش زدِ گل کے نہیں ہوتا مرا شیون کبھو

دل ملگران جامہ زیبوں کو دیا ہی میر نے
اس طرح پھرتے نہ تھے دے چاک پیراہن کبھو

گل برگ سے ہی نازک خوبی پا تو دیکھو
کیا ہی جھمک کفک کی رنگِ حنا تو دیکھو

ہر بات پر خشونت طرزِ جفا تو دیکھو
ہر لمحہ بے ادائی اس کی ادا تو دیکھو

سایہ میں ہر پلک کے خوابیدہ ہی قیامت
اس فتنۂ زماں کو کوئی جگا تو دیکھو

بلبل بھی گل گئے پر مر کر چمن سے نکلی
اس مرغِ شوق کش کی ٹک تم وفا تو دیکھو

طرزیں عبث کرو ہو غش رہنے پر ہمارے
دو چار دن کسو سے دل کو لگا تو دیکھو

ہونا پڑے ہی دشمن ہر گام اپنی جاں کا
کوچے میں دوستی کے ہر کوئی آ تو دیکھو

پیری میں مول لیں ہیں منعم حویلیوں کو
ڈھیتا پھرے ہی آپھی اس پر بنا تو دیکھو

ڈوبے ہی کشتی میری بحرِ عمیق غم میں
بیگانے سے کھڑے ہو تم آشنا تو دیکھو

آئے جو ہم تو اُن ..نے آنکھوں میں ہم کو رکھا
اہلِ ہوس سے کوئی اُدھر کو جا تو دیکھو

ہی اس چمن میں وہ گل صد رنگ محوِ جلوہ
دیکھو جہاں وہی ہی کچھ اس ہوا تو دیکھو

اشعارِ میر پر ہی اب ہائے وائے ہر سو
کچھ سحر تو نہیں ہی لیکن ہوا تو دیکھو

بد زباں ہو جیسے خوش اسلوب ہو
کیا کہیں جو کچھ کہ ہو تم خوب ہو

بے نقابی اُس کی ہی ہم پر ستم
لائیے مُنہ پر تو وہ محجوب ہو

Marfat.com

ایسا شہرِ حسن ہی ہی تازہ رسم — دوستی باہم جہاں معیوب ہو
مطلب عمدہ ہی دل لے تو رکھو — آگاہ باشند تم کو بھی مطلوب ہو
چاہیئے ہی اور کچھ عاشق کو کیا — جان کا خواہاں اگر محبوب ہو
لوہو پینا جان کھانا دیکھیے — کیا مزاجِ عشق میں مرغوب ہو

جو کہو ہو سو مخالف عقل کے
میر صاحب تم مگر مجذوب ہو

منعقد کاش مجلسِ مُل ہو — درمیاں تو ہو سامنے گُل ہو
گرمیاں متصل رہیں باہم — نے تساہل ہو نے تغافل ہو
اب دھواں یوں جگر سے اُٹھتا ہی — جیسے پر پیچ کوئی کاکل ہو
نہ تو طالع نہ جذب پھر دل کو — کس بھروسے پہ ٹک تحمل ہو
لگ نہ چل ای نسیم باغ کہ میں — رہگیا ہوں چراغ سا گل ہو
[1] ادھ جلا لالہ ساں رہا تو کیا — داغ بھی ہو تو کوئی بالکل ہو
طول رکھتا ہی دردِ دل میرا — لکھنے بیٹھوں تو خط ترسل ہو
ہو جو مجھ بادہ کش کے عرس میں تو — جبکہ قلقل سے شیشہ کی قل ہو
دیر رہنے کی جا نہیں یہ چمن — بوئے گل ہو صفیرِ بلبل ہو
مجھ دوانے کی مت ہلا زنجیر — کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر غل ہو

منکشف ہو رہا ہی حال میر
کاش ٹک یار کو تامل ہو

نہ میرے کر باعثِ شور و فغاں ہو — ابھی کیا جانیے یہاں کیا سماں ہو
یہی مشہور عالم ہیں دو عالم — خدا جانے ملاپ اس سے کہاں ہو
جہاں سجدے میں ہم نے غش کیا تھا — وہیں شاید کہ اُس کا آستاں ہو
نہ ہووے وصف اُن باتوں کا مجھ سے — اگر ہر مو مرے تن پر زباں ہو
جگر تو چھن گیا تیروں کے مارے — تمھاری کس طرح خاطر نشاں ہو
نہ دل سے جا خدا کی تجھ کو سوگند — خدائی میں اگر ایسا مکاں ہو
تم ای نازک تناں ہو وہ کہ سب کے — تمنائے دل و آرامِ جاں ہو

[1] غالب دہلوی ؒ سے: جلتا ہی جی کہ کیوں نہ ہم اکبار جل گئے ؛ ای ناتمامیِ نفسِ شعلہ بار حیف

Marfat.com

ملے ٹک لب کہ اُس نے مار ڈالا
کہے کچھ کوئی گر جی کی اماں ہو

ق

سُنا ہی چاہ کا دعویٰ تمھارا
کہو جو کچھ کہ چاہو مہرباں ہو

کنارہ یوں کیا جاتا نہیں پھر
اگر پائے محبت درمیاں ہو

ہوئے ہم پیر سو ساکت ہیں اب میرؔ
تمھاری بات کیا ہی تم جواں ہو

برسوں میں کبھو ایدھر تم ناز سے آتے ہو
پھر برسوں تئیں پیارے جی سے نہیں جاتے ہو

آتے ہو کبھو یہاں تو ہم لطف نہیں پاتے
سو آفتیں لاتے ہو سو فتنے اُٹھاتے ہو

رہتے ہو تم آنکھوں میں پھرتے ہو تمھیں دل میں
مدت سے اگرچہ یہاں آتے ہو نہ جاتے ہو

ایسی ہی زباں ہی تو کیا عہدہ برآ ہوں گے
ہم ایک نہیں کہتے، تم لاکھ سُناتے ہو

خوش کرنے سے ٹک ایسے ناخوش ہی رکھا کر لے
ہنستے ہو گھڑی بھر تو پہروں ہی رُلاتے ہو

اک خلق تلاشی ہی تم ہاتھ نہیں لگتے
لڑکے تو ہو پر سب کو بالے ہی بتاتے ہو

مدت سے تمھارا کب ایدھر کو تہ دل ہے
کاہے کو تصنع سے یہ باتیں بناتے ہو

کچھ عزت کفر آخر اے دیر کے باشندو
مجھ سہل سے کو کیوں تم زنار بندھاتے ہو

آوارہ اسے پھرتے پھر برسوں گزرتے ہیں
تم جس کسو کو اپنے ٹک پاس بُلاتے ہو

دل کھول کے مل چلئے جو میرؔ سے ملنا ہی
آنکھیں بھی دکھاتے ہو پھر مُنہ بھی چھپاتے ہو

ہر صبح شام تو پئے ایذائے میرؔ ہو
ایسا نہ ہو کہ کام ہی اس کا اخیر ہو

ہو کوئی بادشاہ کوئی یہاں وزیر ہو
اپنی بلا سے بیٹھ رہے جب فقیر ہو

جنت کی منت ان کے دماغوں سے کب اُٹھے
خاکِ رہِ اس کی جن کے کفن کا عبیر ہو

کیا یوں ہی آب و تاب سے ہو بیٹھیں کارِ عشق
سو کھے جگر کا خوں تو رواں جوئے شیر ہو

بیٹھے

چھاتی قفس میں داغ سے ہو کیوں نہ رشکِ باغ
جوشِ بہار تھا کہ ہم آئے اسیر ہو

یہاں برگِ گل اُڑاتے ہیں پرکالۂ جگر
جا عندلیب تو نہ مری ہم صفیر ہو

اُس کے خیالِ خط میں سے یہاں دماغِ حرف
کرتی ہی بے مزہ جو قلم کی صریر ہو

زنہار اپنی آنکھ میں آتا نہیں وہ صید
پھوٹا دوسار جس کے جگر میں نہ تیر ہو

ہوتے ہیں میکدے کے جواں شیخ جی بُرے
پھر در گزر یہ کرتے نہیں گو کہ پیر ہو

Marfat.com

کس طرح آہ خاک مذلت سے میں اٹھوں
افتادہ تر جو مجھ سے مرا دستگیر ہو

حد سے زیادہ جور و ستم خوشنما نہیں
ایسا سلوک کر کہ تدارک پذیر ہو

دم بھر نہ ٹھہرے دل میں نہ آنکھوں میں ایک پل
اتنے سے قد پہ تم بھی قیامت شریر ہو

ایسا ہی اس کے گھر کو بھی آباد دیکھیو
جس خانماں خراب کا یہ دل مشیر ہو

ق
تسکین دل کے واسطے ہر کم بغل کے پاس
انصاف کریے کب تئیں مخلص حقیر ہو

یک وقت خاص حق میں مرے کچھ دعا کرو
تم بھی تو میر صاحب و قبلہ فقیر ہو

ٹک لطف سے ملا کرو گو پھر کبھو کبھو ہو
سو تب تلک کہ مجھ کو ہجراں سے تیرے خو ہو

کیا کیا جوان ہم نے دنیا سے جاتے دیکھے
اے عشق بے محابا دنیا ہو اور تو ہو

ایسے کھوگے کچھ تو ہم چپکے ہو رہیں گے
ہر بات پر کہاں تک آپس میں گفتگو ہو

کیا ہی جواب ظالم پرسش کے روز کہیو
جو روسیاہ یہ بھی وھاں آکے روبرو ہو

پر خوں ہمارے دل سے کتنی ہی تو مشابہ
شاید کلی تجھے بھی اس گل کی آرزو ہو

خط اس کے پشت لب کا ساکت کریگا مجھ کو
کہیو اگر تفاوت اس میں بقدر مو ہو

کھولے تھے بال کن نے ہنگام صبح اپنے
آئی ہے اے صبا تو ایسی جو مشکبو ہو

درویشی سے بھی اپنی نکلے ہی میرزائی
نقش حصیر تن پر ایسے ہیں جوں اتو ہو

مت التیام چاہے پھر دل شکستگاں سے
ممکن نہیں کہ شیشہ ٹوٹا ہوا رفو ہو

کہتے ہو کانپتا ہوں جوں بید عاشقی سے
تم بھی تو میر صاحب کتنے خلاف گو ہو

رکھے گردن کو تری تیغ ستم پر ہو سو ہو
جی میں ہم نے یہ کیا ہے اب مقرر ہو سو ہو

قطرہ قطرہ اشکباری، تا کجا پیش سحاب
ایک دن تو ٹوٹ پڑ اے دیدۂ تر ہو سو ہو

بند میں ناز و نعم ہی کے رہے کیونکر فقیر
یہ فضولی ہے فقیری میں میسر ہو سو ہو

آکے کوچے سے ترے جاتا ہوں کب جوں ابر شب
تیر باراں ہو کہ برسے تیغ یکسر ہو سو ہو

صاحبی کیسی جو تم کو بھی کوئی تم سا ملا
پھر تو خواری بیوقاری بندہ پرور ہو سو ہو

کب تلک فریاد کرتے یوں پھریں اب قصد ہے
داد لیجے اپنی اس ظالم سے اڑ کر ہو سو ہو

بال تیرے سر کے آگے تو جیوں کے ہیں وبال
سر منڈا کر ہم بھی ہوتے ہیں قلندر ہو سو ہو

لہ کاش اس کے روبرو نہ کریں مجھ کو حشر میں ؛ کتنے مرے سوال ہیں جنکا نہیں جواب (میر تقی میر)

Marfat.com

سختیاں دیکھیں تو ہم سے چند کھچواتا ہی عشق
دل کو ہم نے بھی کیا ہو اب تو پتھر ہو سو ہو

کہتے ہیں ٹھہرا ہی تیرا اور غیروں کا بگاڑ
ہیں شریک اے میر ہم بھی تیرے بہتر ہو سو ہو

ظالم ہو میری جان پہ نا آشنا نہ ہو
بے رحمی اتنی عیب نہیں بے وفا نہ ہو

کرتی ہی عشق بازی کو بے مایگی وبال
کیا کھیلے وہ جوا جسے کچھ آسرا نہ ہو

ہجر بتاں میں طبع پراگندہ ہی رہی
کافر بھی اپنے یار سے یارب جدا نہ ہو

آزار کھینچنے کے مزے عاشقوں سے پوچھ
کیا جانے وہ کہ جس کا کہیں دل لگا نہ ہو

کھینچا ہی آدمی نے بہت دور آپ کو
اس پردے میں خیال تو کر ٹک خدا نہ ہو

رکجائے دم گر آہ نہ کریے جہاں کے بیچ
اس تنگنائے میں کریں کیا جو ہوا نہ ہو

طرزِ سخن تو دیکھ ٹک اُس بد معاش کی
دل داغ کس طرح سے ہمارا بھلا نہ ہو

شکوہ سیاہ چشمی کا سُن ہم سے یہ کہا
سرمہ نہیں لگانے کا میں تم خفا نہ ہو

جی میں تو ہی کہ دیکھئے آوارہ میر کو
لیکن خدا ہی جانتے وہ گھر میں ہو یا نہ ہو

خدا کرے کہ بتوں سے نہ آشنائی ہو
کہ پھر موئے ہی بنے ہی اگر جدائی ہو

بدن نما ہی ہر آئینہ لوحِ تربت کا
نظر جسے ہو اُسے خاک خود نمائی ہو

بدی نوشتے کی تحریر کیا کروں اپنے
کہ نامہ پہنچے تو پھر کاغذِ ہوائی ہو

فرو نہ آوے سر اُس کا طوافِ کعبہ سے
نصیب جس کو ترے در کی جبہ سائی ہو

ہماری چاہ نہ یوسف ہی پر کچھ موقوف
نہیں ہو وہ تو کوئی اور اُس کا بھائی ہو

گلی میں اُس کی رہا جاکے جو کوئی سو رہا
وہی تو جاوے ہی وہاں جس کو آئی ہو

لبِ سوال نہ اک بوسے کیلئے کھولوں
ہزار مہر و محبت میں بے نوائی ہو

زمانہ یار نہیں اپنے بخت سے اتنا
کہ مدعی سے اُسے ایک دن لڑائی ہو

جفا و جور و ستم اُس کے آپ ہی سہئے
جو اپنے حوصلہ میں کچھ بھی اب سمائی ہو

ہزار موسم گل تو گئے اسیری میں
دکھائی دے ہو موئے ہی پہ اب رہائی ہو

چمکتے دانتوں سے اُس کے ہوئی ہی روکش میر
عجب نہیں ہی کہ بجلی کی جگ ہنسائی ہو

Marfat.com

تا چند انتظار قیامت شتاب ہو / وہ چاند سا جو نکلے تو رفع حجاب ہو
احوال کی خرابی مری پہنچی اس سرے / اس پر بھی وہ کہے ہے ابھی ٹک خراب ہو
یہاں آنکھیں مندتے دیر نہیں لگتی بے حجاب / میں کان کھولے رکھتا ہوں تیرے شتاب ہو
پھولوں سے کے عکس سے نہیں جیسے چمن میں رنگ / گل پر چلے ہیں شرم سے اُس مہ کی آب ہو
یہاں جرم گنتے انگلیوں کے خط بھی گھٹ گئے / وہاں کس طرح سے دیکھیں ہمارا حساب ہو
غفلت ہے اپنی عمر سے تم کو ہزار حیف / یہ کاروان جاتے ہیں تم مستِ خواب ہو
شانِ تغافل اُس کی لکھی ہم سے کب گئی / جب نامہ بر ہلاک ہو تب کچھ جواب ہو
لطفِ شراب ابر سے ہے سو نصیب کو / جب لیویں جام ہاتھ میں تب آفتاب ہو
ہستی پر ایک دم کی تمھیں جوش اس قدر / اس بحرِ موج خیز میں تم تو حباب ہو
جی چاہتا ہے عیش کریں ایک رات ہم / تو ہووے چاندنی ہو گلابی شراب ہو
پُر پیچ و تاب دودِ دل اپنا ہے جیسے زلف / جب اس طرح سے جل کے درونہ کباب ہو

آگے زبانِ یار کے خط کھینچے سب نے میر
پہلی جو بات اس کی کہیں تو کتاب ہو

سب سرگزشت سن چکے اب چپکے ہو رہو / آخر ہوئی کہانی مری تم بھی سو رہو
جوشِ محیطِ عشق میں کیا جی سے گفتگو / اس گوہرِ گرامی سے اب ہاتھ دھو رہو
فندق تو ہے پہ یہ بھی تماشے کا رنگ ہے / ٹک انگلیوں کو خون میں میرے ڈبو رہو
اتنا سیاہ خانۂ عاشق سے ننگ کیا / کتنے دنوں میں آئے ہو یاں رات تو رہو
ٹھہراؤ تم کو شوخی سے جوں برق ٹک نہیں / مجھ سے تو ٹھہرے دل بھی مرا نکلے جو رہو
ہمخواب تجھ سے ہو کے رہا جاوے کس طرح / ملتے ہوئے سمجھ کے کہا کر رہو رہو

خطرہ بہت ہے میر رہِ صعبِ عشق میں
ایسا نہ ہو کہیں کہ دل و دیں کو کھو رہو

لائق نہیں تمھیں کہ ہمیں نا سزا کہو / پر ہے یہی ہمارے کیے کی سزا کہو
چپکے رہے بھی چین نہیں تب کہے ہے یوں / لب بستہ بیٹھے رہتے جو ہو مدعا کہو
پیغام بر تو یارو تمھیں میں کروں ولے / کیا جانوں جا کے حق میں مرے اُس سے کیا کہو
اب نیک و بد پہ عشق میں مجھ کو نظر نہیں / اس میں مجھے برا کہو کوئی بھلا کہو

Marfat.com

سر خاک آستاں پہ تمھارے رہا مدام
اس پر بھی یا نصیب جو تم بے وفا کہو

برسوں تلک تو گھر میں بلا گالیاں دیاں
اب در پہ سن کے کہنے لگے ہیں دعا کہو

صحبت ہماری اس کی جو آ گفتنی نہیں
کیا کہئے گر کہے کوئی یہ ماجرا کہو

یارو خصوصیت تو ہے اپنی اسکے ساتھ
میرا کہو جو حال تو اس سے جدا کہو

آشفتہ مو حواس پریشاں خراب حال
دیکھو مجھے تو خبطی دوانہ سڑا کہو

کب شرح شوق ہو سکے پر تو بھی میر جی
خط تم نے جو لکھا ہے کیا کیا لکھا کہو

مت سگ یار سے دعوائے مساوات کرو
اس کنے بیٹھنے پاؤ تو مباہات کرو

صحبت آخر ہی ہماری نہ کرو پھر افسوس
متصل ہو سکے تو ہم سے ملاقات کرو

دیدنی ہے یہ ہوا شیخ جی سے کوئی کہے
کہ چلو میکدے تک تم تو کرامات کرو

تم تو تصویر ہوئے دیکھ کے کچھ آئینہ
اتنی چپ بھی نہیں ہے خوب کوئی بات کرو

بس بہت وقت کیا شعر کے فن میں ضائع
میر اب پیر ہوئے ترک خیالات کرو

جوں غنچہ میر اتنے نہ بیٹھے رہا کرو
گل پھول دیکھنے کو بھی ٹک اٹھ چلا کرو

جوں نے نہ زار نالہ سے ہم ایک دم رہیں
تم بند بند کیوں نہ ہمارا جدا کرو

سوتے کے سوتے یوں ہی نہ رہ جائیں ہم کبھو
آنکھیں ادھر سے موند نہ اپنی لیا کرو

سودے میں اس کے بک گئے ایسے کئی ہزار
یوسف کا شور دور ہی سے تم سنا کرو

ہوتے ہو بد دماغ تو دیکھو ہو ٹک ادھر
غصہ ہی ہم پہ کاشکے اکثر رہا کرو

یہ اضطراب دیکھ کر اب دشمنوں سے بھی
کہتا ہوں اس کے ملنے کی کچھ تم دعا کرو

دم رکتے ہیں سیاہی مژگاں ہی دیکھ کر
سرمہ لگا کے ادھر ہمیں مت خفا کرو

پورا کریں ہیں وعدہ کو اپنے ہم آجکل
وعدہ کے تئیں وصال کے تم بھی وفا کرو

دشمن ہیں اپنے جی کے تمھارے لیے ہوئے
تم بھی حقوق دوستی کے کچھ ادا کرو

اپنا چلے تو آپھی ستم سب اٹھائیے
تم کون چاہتا ہے کسو پر جفا کرو

ہر چند ساتھ جان کے ہے عشق میر لیک
اس دردِ لا علاج کی کچھ تو دوا کرو

Marfat.com

الا میری اور یارب آج ایک خوش کمر کو
قدرت سے اس کے دل کی کل پھیر دے ادھر کو

بے طاقتی میں شب کی پوچھو نہ ضبط میرا
ہاتھوں میں دل کو رکھا دانتوں تلے جگر کو

پھولا پھلا نہ اب تک ہرگز درخت خواہش
برسوں ہوئے کہ دوں ہوں خون دل اس شجر کو

ہے روزگار میرا ایسا سیہ کہ یارو
مشکل ہے فرق کرنا ٹک شام سے سحر کو

ہر چند ہے سخن کو تشبیہ دُر سے لیکن
باتیں مری سنو تو تم پھینک دو گہر کو

نزدیک ہے کہ جاویں ہم آپ سے اب آؤ
ملتے ہیں دوستوں سے جاتے ہوئے سفر کو

کب میر ابر ویسا برساوے کر اندھیری
جیسا کہ روتے ہم نے دیکھا ہے چشم تر کو

مطرب نے پڑھی تھی غزل اک میر کی شب کو
مجلس میں بہت وجد کی حالت رہی سب کو

پھرتے ہیں چنانچہ لئے خدام سلاتے
درویشوں کے پیراہن صد چاک قصب کو

کیا وجہ کہیں خوں شدن دل کی پیارے
دیکھو تو ہو آئینہ میں تم جنبش لب کو

برسوں تئیں جب ہم نے تردد کئے ہیں تب
پہنچایا ہے آدم تئیں واعظ کے نسب کو

ہے رحم کو بھی راہ دل یار میں بارے
جاگہ نہیں یہاں ورنہ کہیں اس کے غضب کو

کیا ہم سے گنہگار ہیں یہ سب جو موئے ہیں
کچھ پوچھو نہ اُس شوخ کی رنجش کے سبب کو

دل دینے سے اس طرح کے جی کاشکے دیتے
یوں کھینچے کوئی کب تئیں اس رنج و تعب کو

حیرت ہے کہ ہے مدعی معرفت اک خلق
کچھ ہم نے تو پایا نہیں اب تک ترے ڈھب کو

ہوگا کسو دیوار کے سایہ میں پڑا میر
کیا ربط محبت سے اُس آرام طلب کو

ملا یارب کہیں اس صید افگن سر بسر کیں کو
کہ افشاں کیجے خون اپنے سے اُس کے دامن زیں کو

گئے وے سابقے سارے خصوصیت رہی پیارے
کبھو در تک تو آ بارے ہمارے دل کی تسکیں کو

پئے جاتے نہیں اب لہو کے گھونٹ یہ مجھ سے
بہت پی پی گیا ڈر سے ترے میں اشک خونیں کو

نہ لکھیں یار کو محضر ہمارے خون ناحق کا
دکھا دیویں گے ہم محشر میں اسکے دست رنگیں کو

بجز حیرت نہ بن آوے گی کوئی شکل پھر اس سے
دکھایا ہم نے گر چہرہ ترا صورت گر چیں کو

ابھر کر سنگ کے تختے سے پھر دیکھا کیا اودھر
محبت ہو گئی تھی کوہکن سے نقش شیریں کو

ہم اس کے چاند سے منہ کے ہیں عاشق مہ سے کیا ہم کو
سر اپنا کبک ہی مارا کرے اس خشت سیمیں کو

Marfat.com

ہوئے کیا کیا مقدس لوگ آوارہ ترے غم میں
سبک پا کر دکھایا شوخ تو نے اہل تمکیں کو

بہت مدت ہوئی صحرائے مجنوں کی خبر آئے
نہیں معلوم پیش آیا ہے کیا اس بادیہ میں کو

لیے تسبیح ہاتھوں میں جو تو باتیں بناتا ہے
نہیں دیکھا ہے واعظ تو نے اس غارتگر دیں کو

گیا کوچے سے تیرے اٹھ کے میر آشفتہ سر شاید
پڑا دیکھا تھا میں نے رہ میں اس سنگ بالیں کو

کیا چہرے خدا نے دیے ان خوش پسروں کو
دینا تھا تنک رحم بھی بیداد گروں کو

آنکھوں سے ہوئی خانہ خرابی دل ای کاش
کر لیتے تبھی بند ہم ان دونوں دروں کو

پرواز گلستاں کے تو شائستہ نہ نکلے
پروانہ نمط آگ ہم اب دیں گے پروں کو

سب طائر قدسی ہیں یہ جو زیر فلک ہیں
مونڈا[1] ہے کہاں عشق نے ان جانوروں کو

زنہار ترے دل کی توجہ نہ ہو ادھر
آگے ترے ہم کاڑھ رکھیں گو جگروں کو

پیراہن صد چاک سلاتے ہیں مرا لوگ
تہ سے نہیں مطلق خبر ان بے خبروں کو

جوں اشک جہاں جاتے رہیں گے تو گئے بھی
دیکھا کرو ٹک آن کے ہم دیدہ تروں کو

اس باغ کے ہر گل سے چپک جاتی ہیں آنکھیں
مشکل بنی ہے آن کے صاحب نظروں کو

آداب جنوں چاہیے ہم سے کوئی سیکھے
دیکھا ہے بہت یاروں نے آشفتہ سروں کو

اندیشہ کی جاگہ ہے بہت میر جی مرنا
درپیش عجب راہ ہے ہم نو سفروں کو

عنایت ازلی سے جو دل ملا مجھ کو
محل شکر ہے آتا نہیں گلا مجھ کو

تنک شراب ضعیف الدماغ ہوں ساقی
دم سحر مے پرزور مت پلا مجھ کو

پڑا ہے کوئی مردہ سا کب تلک خاموش
ہلا کہیں لب جاں بخش کو جلا مجھ کو

جنوں میں سخت ہے اس زلف سے علاقۂ دل
خوش آگیا ہے نہایت یہ سلسلا مجھ کو

فلک کی چرخ زنی برسوں ہو تو تجھ سا ہو
سمجھ سمجھ کے تنک خاک میں ملا مجھ کو

رہا تھا خوں تئیں ہمرہ سو آبھی خون ہے حیف
رفیق تجھ سا ملے گا کہاں دلا مجھ کو

درستی جیب کی اتنی نہیں ہے ای ناصح
سیئے تو سینۂ صد چاک دے سلا مجھ کو

ہوا ہوں خاک پہ دل کی دہی ہے ناصافی
ابھی اس آئینہ کی کرنی ہے جلا مجھ کو

[1] مونڈا ہے یعنی بند کیا ہے۔

Marfat.com

مگر کہ مردن دشوار میر سہل ہی۔شوخ!
ہلاک کرتا ہی تیرا مساہلا مجھ کو

ہوتی کچھ عشق کی غیرت بھی اگر بلبل کو
صبح کی باد سے لگنے نہ دیتی گل کو
میں نے سر اپنا دُھنا تھا تبھی اس شوخ نے جب
پگڑی کے پیچ سے باندھا تھا اُٹھا کاکل کو
مستی اُن آنکھوں سے نکلے ہی اگر دیکھو خوب
خلق بدنام عبث کرتی ہی جام مُل کو
جیسے ہوتی ہی کتاب ایک ورق بن ناقص
نسبت تام اسی طور ہی جز سے کل کو

ایک لحظہ ہی میں بل سارے نکل جاتے میر
پیچ اُس زلف کے دینے تھے دکھا سنبل کو

یوں کب ہوا ہی پیارے پاس اپنے تم بلا لو
دو باتیں گر لکھوں میں دل کو ٹک اک لگا لو
اب جو نصیب میں ہی سو دیکھ لوں گا میں بھی
تم دستِ لطف اپنا سر سے مرے اُٹھا لو
جنبش بھی اُس کے آگے ہونٹھوں کو ہو تو کہیو
یوں اپنے طور پر تم باتیں بہت بنا لو
دو نعروں ہی میں شب کے ہوگا مکان ہو کا
سن رکھو کان رکھ کر یہ بات بستی والو
نامِ خدا ستم میں تم نامور تو ہو ہی
پر ایک دو کو یوں ہی للہ مار ڈالو
زلف اور خال و خط کا سودا نہیں ہی اچھا
یارو بنے تو سر سے جلد اس بلا کو ٹالو
یارانِ رفتہ ایسے کیا دُور تر گئے ہیں
ٹک کر کے تیز گامی اس قافلے کو جا لو
بازاری سارے وے ہی کہتے ہیں راز بیٹھے
جن کو ہمیں کہا ہی تم منہ سے مت نکالو

یوں رفتہ اور بیخود کب تک رہا کرو گے
تم اب بھی میر صاحب اپنے تئیں سنبھالو

ردیف ہائے ہوز

یاد جب آتی ہی وہ زلفِ سیاہ
سانپ سا چھاتی پہ پھر جاتا ہی آہ
کھل گیا منہ اب تو اس محبوب کا
کچھ سخن کی بھی نکل آوے گی راہ
شرم کرنی تھی مرا سر کاٹ کر
سو تو اُن نے اور ٹیڑھی کی کلاہ
یار کا وہ ناز اپنا یہ نیاز
دیکھیے ہوتا ہی کیونکر یوں نباہ
دین میں اس کافرِ بے رحم کے
اجر اک رکھتا ہی خونِ بے گناہ

Marfat.com

پتھر دل سے سینہ کوبی میں نے کی
دل کے ماتم میں مری چھاتی سراہ

مول لے چک مجھ کو آنکھیں موند کر
دیکھ تو قیمت ہے میری اک نگاہ

لذتِ دنیا سے کیا بہرہ ہمیں
پاس ہے رنڈی ولے ہے ضعفِ باہ

روٹھ کر کیا آپ سے ملنے میں لطف
ہووے وہ بھی تو کبھو ٹک عذر خواہ

ضبط بہتیرا ہی کرتے ہیں ولے
آہ اک منہ سے نکل جاتی ہے گاہ

اُس کے روکے رفتہ ہی آئے ہیں یہاں
آج سے تو کچھ نہیں یہ جی کی چاہ

دیکھ رہتے دھوتے اُس رخسار کے
دایہ منہ دھوتے جو کہتی ماہ ماہ

شیخ تو نے خوب سمجھا میر کو
واہ وا اے بے حقیقت واہ واہ

ظالم یہ کیا نکالی رفتار رفتہ رفتہ
اس چال پر چلے گی تلوار رفتہ رفتہ

ہر آن ہم کو تجھ بن ایک اک برس ہوئی ہے
کیا آگیا زمانہ اے یار رفتہ رفتہ

کیا کہیے کیونکہ جانیں بے پردا جاتیاں ہیں
اس معنی کا بھی ہوگا اظہار رفتہ رفتہ

یہ ہی سلوک اُس کے اکثر چلے گئے تو
بیٹھیں گے اپنے گھر ہم ناچار رفتہ رفتہ

پامال ہوں کہ اس میں ہوں خاک سے برابر
اب ہو گیا ہے سب کچھ ہموار رفتہ رفتہ

چاہت میں دخل مت دے زنہار آرزو کو
کر دے ہے دل کی خواہش بیمار رفتہ رفتہ

خاطر نہ جمع رکھو ان پلکوں کی خلش سے
سر دل سے کاڑھتے ہیں یہاں خار رفتہ رفتہ

تھے ایک ہم وے دونوں سو اتحاد کیسا
ہر بات پر اب آئی تکرار رفتہ رفتہ

گر بتکدے میں جانا ایسا ہے میر جی کا
تو تارِ سبحہ ہوگا زنار رفتہ رفتہ

پیدا نہیں جہاں میں قیدِ جہاں سے رستہ
مانندِ برق ہیں یہاں وے لوگ جستہ جستہ

ظالم بھلی نہیں ہے برہم زنی مژگاں
مر جائے گا کسو دن یوں کوئی سینہ خستہ

پائے حنائی اُس کے ہاتھوں ہی پر رکھے ہیں
پر اُس کو خوش نہ آیا یہ کار دست بستہ

شہر چمن سے کچھ کم دشتِ جنوں نہیں ہے
یہاں گل ہیں رستہ رستہ وہاں داغ دستہ دستہ

معمار کا وہ لڑکا پتھر ہے اس کی خاطر
کیوں خاک میں ملا تو اے میر دل شکستہ

Marfat.com

ٹک پاس آکے کیسے صرفے سے ہیں کشیدہ
گویا کہ ہیں یہ لڑکے پیر زمانہ دیدہ
اب خاک تو ہماری سب سبز ہو چلی ہے
کب منہ ادھر کرے گا وہ آہوِ رمیدہ
یوسف سے کوئی کیونکر اس ماہ کو ملاتے
ہے فرق رات دن کا از دیدہ تا شنیدہ
بندے کے دردِ دل کو کوئی نہیں پہنچتا
ہر ایک بے حقیقت یاں ہے خدا رسیدہ
کیا وسوسہ ہے مجھ کو عزت سے جینے کا یاں
نکلا نہ میرے دل سے یہ خارِ ناخلیدہ
ہم کاڑھ کر جگر بھی آگے تمھارے رکھا
پھر یا نصیب اس پر تم جو ہوئے کبیدہ
سایہ سے اپنے وحشت ہم کو رہی ہمیشہ
جوں آفتاب ہم بھی کیسے رہے جریدہ
منصور کی نظر تھی جو دار کی طرف سو
پھل وہ درخت لایا آخر سرِ بریدہ

ذوقِ سخن ہوا ہے اب تو بہت ہمیں بھی
لکھ لیں گے میرؔ جی کے کچھ شعر چیدہ چیدہ

پھرتی ہیں اس کی آنکھیں آنکھوں تلے ہمیشہ
رہتا ہے آب دیدہ یاں تا گلے ہمیشہ
تصدیع ایک دو دن ہووے تو کوئی کھینچے
تڑپے جگر ہمیشہ چھاتی جلے ہمیشہ
اک اس مغل بچے کو وعدہ وفا نہ کرنا
کچھ جا کہیں تو کرتا آرے بلے ہمیشہ
کب تک وفا کرے گا یہ حوصلہ ہمارا
دل پیسے درد اکثر غم جی ملے ہمیشہ
اس جسم خاکی سے ہم مٹی میں اٹ رہے ہیں
یوں خاک میں کہاں تک کوئی رلے ہمیشہ
آئندہ و روندہ بادِ سحر کبوتر
قاصد نیا ادھر کو کب تک چلے ہمیشہ

مسجد میں چل کے ملیے جمعہ کے دن بنے تو
ہوتے ہیں میرؔ صاحب واں دن ڈھلے ہمیشہ

لطف کیا ہر کسو کی چاہ کے ساتھ
چاہ وہ ہے جو ہو نباہ کے ساتھ
وقت کڑھنے کے ہاتھ دل پر رکھ
جان جاتی رہے نہ آہ کے ساتھ
عشق میں ترک سر کیے ہی بنے
مشورت تو بھی کر کلاہ کے ساتھ
ہو اگر چند آسماں پہ ولے
نسبت اس مہ کو کیا ہے ماہ کے ساتھ
سفری وہ جو مہ ہوا تا دیر
چشم اپنی تھی گردِ راہ کے ساتھ
جاذبہ تو ان آنکھوں کا دیکھا
جی کھنچے جاتے ہیں نگاہ کے ساتھ
میرؔ سے تم برے ہی رہتے ہو
کیا شرارت ہے خیر خواہ کے ساتھ

Marfat.com

ہم سے کیوں الجھا کرے ہے آ سمجھ اے ناسمجھ
کج طبیعت جو مخالف ہیں انھوں سے جا سمجھ

یار کی ان بھولی باتوں پر نہ جا اے ہمنشیں
ایک فتنہ ہے وہ اس کو آہ مت لڑکا سمجھ

خوبرو عشاق سے بدپیش آتے ہیں سبھی
گرچہ خوش ظاہر ہیں یہ پر ان کو مت اچھا سمجھ

باغباں بے رحم، گل بے دید، موسم بیوفا
آشیاں اس باغ میں بلبل نے باندھا کیا سمجھ

میں جو نرمی کی تو دونا سر چڑھا وہ بدمعاش
کھانے ہی کو دوڑتا ہے اب مجھے حلوا سمجھ

دور سے دیکھی جو بدحالی وہیں سے ٹل گیا
دو قدم آگے نہ آیا مجھ کو وہ مرتا سمجھ

میرؔ کی عیاریاں معلوم لڑکوں کو نہیں
کرتے ہیں کیا کیا ادائیں اس کو سادا سا سمجھ

کھینچتا ہے دلوں کو صحرا کچھ
ہے مزاجوں میں اپنے سودا کچھ

دل نہیں جمع چشم تر سے اب
پھیلتا سا چلا یہ دریا کچھ

شہر میں حشر کیوں نہ برپا ہو
شور ہے میرے سر میں کیا کچھ

ویسے ظاہر کا لطف ہے چھپنا
کم تماشا نہیں یہ پردا کچھ

خلق کی کیا سمجھ میں وہ آیا
آپ سے تو گیا نہ سمجھا کچھ

یاس سے مجھ کو بھی ہو استغنا
گو نہ ہو اس کو میری پروا کچھ

کچھ نہ دیکھا تھا ہم نے پر تو بھی
آنکھ میں آئے یہ نہ دنیا کچھ

اب تو بگڑے ہی جاتے ہیں خوباں
رنگ صحبت نہیں ہے اچھا کچھ

کچھ کہو دور ہے بہت وہ شوخ
اپنے نزدیک تو نہ ٹھہرا کچھ

وصل اس کا خدا نصیب کرے
میرؔ دل چاہتا ہے کیا کیا کچھ

بود نقش و نگار سا ہے کچھ
صورت اک اعتبار سا ہے کچھ

یہ جو مہلت جسے کہیں ہیں عمر
دیکھو تو انتظار سا ہے کچھ

منہ نہ ہم جبریوں کا کھلواؤ
کہنے کو اختیار سا ہے کچھ

منتظر اس کی گرد راہ کے تھے
آنکھوں میں سو غبار سا ہے کچھ

ضعف پیری میں زندگانی بھی
دوش پر اپنے بار سا ہے کچھ

کیا ہے دیکھو ہو جو ادھر ہر دم
اور چتون میں پیار سا ہے کچھ

Marfat.com

اُس کی برہم زنی مژگاں سے | دل میں اب خار خار سا ہی کچھ
جیسے عنقا کہاں ہیں ہم ای میر
شہروں میں اشتہار سا ہی کچھ

وے کہنے میں، رہا ہو غم سے گرا احوال کچھ | جان بلب ہیں پر کہتے نہیں ہیں حال کچھ
بے زری سے داغ ہیں لیکن لبوں پر مہر ہی | کہیے حاجت اپنی لوگوں سے جو ہوں مال کچھ
کام کو مشکل دلِ پُر آرزو نے کر دیا | یاس کلی ہو چکی تو پھر نہیں اشکال کچھ
دل ترا آیا کسو کے پیچ میں جو سدھ گئی | متصل بکھرے رہا کرتے ہیں منہ پر بال کچھ
ماہ سے ماہی تلک اُس داغ میں ہیں مبتلا | کیا بلائے جان ہی میرا تمھارا حال کچھ
ایک دن کنج قفس میں ہم کہیں رہ جائیں گے | بیکلی گل بن بہت رہتی ہی ابکی سال کچھ
کیا اُس آتش باز کے لونڈے کا اتنا شوق میر
بہ چلی ہی دیکھکر اُس کو تمھاری رال کچھ

اب تو صبا چمن سے آتی نہیں ادھر کچھ | ہم تک نہیں پہنچتی گل کی خبر عطر کچھ
ذوقِ خبر میں ہم تو بیہوش ہو گئے تھے | کیا جانے کب وہ آیا ہم کو نہیں خبر کچھ
یہ طشت و تیغ ہی اب یہ میں ہوں اور یہ تو | ہی ساتھ میرے ظالم دعوی تجھے اگر کچھ
وے دن گئے کہ بے غم کوئی گھڑی کٹے تھی | تھمتے نہیں ہیں آنسو اب تو پہر پہر کچھ
ان اُجڑی بستیوں میں دیوار و در ہیں کیا کیا | آثار جن کے ہیں یہ اُن کا نہیں اثر کچھ
واعظ نہ ہو معارض نیک و بدِ جہاں میں | جو ہو سکے تو غافل اپنا ہی فکر کر کچھ
آنکھوں میں میری عالم سارا سیاہ ہی اب | مجھ کو بغیر اُس کے آتا نہیں نظر کچھ
ہم نے تو ناخنوں سے منہ سارا نوچ ڈالا | اب کوہکن دکھاوے رکھتا ہی گر ہنر کچھ
تلوار کے تلے ہی کاٹی ہی عمر ساری | ابروئے خم سے اُس کے ہم کو نہیں ہے ڈر کچھ
گہ شیفتہ ہیں مو کے گہ باؤلے ہیں رو کے
احوال میر جی کا ہی شام کچھ سحر کچھ

ردیف الیاء

ہم سے دیکھا کہ محبت نے ادا کیا کیا کی | ایک دل قطرۂ خوں تس پہ جفا کیا کیا کی

Marfat.com

کس کو لاگی کہ نہ لوہو میں ڈبایا اس کو
اس کی شمشیر کی جدول بھی بہا کیا کیا کی

جان کے ساتھ ہی آخر مرض عشق گیا
جی بھلا ٹک نہ ہوا ہم نے دوا کیا کیا کی

اُس نے چھوڑی نہ طرف جور و جفا کی ہرگز
ہم نے یوں اپنی طرف سے تو وفا کیا کیا کی

سجدہ اک صبح ترے در کا کروں اس خاطر
میں نے محراب میں راتوں کو دُعا کیا کیا کی

آگ سی پھکتی ہی دن رات رہا کی تن میں
جانِ غمناک ترے غم میں جلا کیا کیا کی

میر نے ہونٹھوں سے اُس کے نہ اُٹھایا جی کو
خلق اُس کے تئیں یہ سُن کے کہا کیا کیا کی

کچھ کرو فکر مجھ دوانے کی
دھوم ہے پھر بہار آنے کی

دل کا اُس کنج لب سے دے ہیں نشاں
بات لگتی تو ہے ٹھکانے کی

وہ جو پھرتا ہے مجھ سے دور ہی دور
ہے یہ تقریب جی کے جانے کی

تیز یوں ہی نہ تھی شبِ آتشِ شوق
تھی خبر گرم اُس کے آنے کی

خضر اُس خطِ سبز پر تو مُوا
دُھن ہے اب اپنے زہر کھانے کی

دلِ صد چاک باب زلف ہے لیک
باو سی بندھ رہی ہے شانے کی

ق

کسو کم ظرف نے لگائی آہ
تجھ سے میخانے کے جلانے کی

ورنہ اے شیخ شہر واجب تھی
جام داری شراب خانے کی

جو ہے سو پائمال غم ہے میر
چال بے ڈول ہے زمانے کی

میر دریا ہے سُنے شعر زبانی اُس کی
اللہ اللہ رے طبیعت کی روانی اُس کی

خاطر بادیہ سے دیر میں جاوے گی کہیں
خاک مانند بگولے کے اُڑانی اُس کی

ایک ہے عہد میں اپنے وہ پراگندہ مزاج
اپنی آنکھوں میں نہ آیا کوئی ثانی اُس کی

مینہ تو بوچھار کا دیکھا ہے برستے تم نے
اسی انداز سے تھی اشک فشانی اُس کی

بات کی طرز کو دیکھو تو کوئی جادو تھا
پر ملی خاک میں کیا سحر بیانی اُس کی

کر کے تعویذ رکھیں اسکو بہت بھاتی ہے
وہ نظر پاؤں پہ وہ بات دِوانی اُس کی

اُس کا وہ عجز تمھارا یہ غرورِ خوبی
منتیں اُس نے بہت کیں پہ نہ مانی اُس کی

کچھ لکھا ہے تجھے ہر برگ پہ اے رشکِ بہار
رقعہ واریں ہیں یہ اوراق خزانی اُس کی

Marfat.com

سرگزشت اپنی کس اندوہ سے شب کہتا تھا
سو گئے تم نہ سنی آہ کہانی اُس کی

مرثیے دل کے کئی کہہ کے دیے لوگوں کو
شہر دلی میں ہے سب پاس نشانی اُس کی

میان سے نکلی ہی پڑتی تھی تمھاری تلوار
کیا عوض چاہ کا تھا خصمی جانی اُس کی

آبلے کی سی طرح ٹھیس لگی پھوٹ بہے
دردمندی میں گئی ساری جوانی اُس کی

اب گئے اُس کے جز افسوس نہیں کچھ حاصل
حیف صد حیف کہ کچھ قدر نہ جانی اُس کی

کی سیر ہم نے سینۂ یکسر فگار کی
اس تختے نے ہے اب کی قیامت بہار کی

دریائے حسنِ یار تلاطم کرے کہیں
خواہش ہے اپنے جی میں بھی بوس و کنار کی

اپنا بھی جی اسیر تھا آواز عندلیب
دل میں چبھا کی رات کو جوں نوک خار کی

آنکھیں غبار لائیں مری انتظار میں
دیکھوں تو گرد کب اٹھے اُس رہ گزار کی

مقدور تک تو ضبط کروں ہوں پہ کیا کروں
منہ سے نکل ہی جاتی ہے اک بات پیار کی

اب گرد سر پھروں ترے ہوں میں فقیر محض
رکھتا تھا ایک جان سو تجھ پر نثار کی

کیا صید کی تڑپ کو اُٹھائے دماغِ یار
نازک بہت ہے طبع مرے دل شکار کی

رکھتا نہیں طریقِ وفا میں کبھو قدم
ہم کچھ نہ سمجھے راہ و روش اپنے یار کی

کیا جانوں چشم تر سے اُدھر دل پہ کیا ہوا
کس کو خبر ہے میر سمندر کے پار کی

پٹہ[۵] بازی ہے چرخِ گرداں کی
سر ہمارے ہیں گوے میداں کی

جی کیا اُس کے تیر کے ہمراہ
تھی تواضع ضرور مہماں کی

ہیں لئے آبروے خنجر و تیغ
ترچھی پلکیں تری بھویں بانکی

پھوڑ ڈالیں گے سر ہی اُس در پر
منت اُٹھتی نہیں ہے درباں کی

سرِ دامن سے گفتگو کر لیے
بات بگڑی لبِ گریباں کی

اُس بتِ شوخ کی ہے طینت میں
دشمنی میر دین و ایماں کی

آدمی سے ملک کو کیا نسبت
شان ارفع ہے میر انساں کی

---

۵ پٹہ بازی چرخ ۔ پٹہ بازی فن معروف کا نام ہے۔

Marfat.com

رکھا گنہ وفا کا تقصیر کیا نکالی
مارا خراب کر کر تعذیر کیا نکالی

رہتی ہے چیت چڑھی ہی ان رات تیری صورت
صفحے پہ دل کے میں نے تصویر کیا نکالی

چپ بھی مری جتائی اس سے مخالفوں نے
بات اور بھی بنائی تقریر کیا نکالی

بس تھی ہمیں تو تیری ابرو کی ایک جنبش
خوں ریزی کو ہماری شمشیر کیا نکالی

کی اس طبیب جاں نے تجویز مرگِ عاشق
آزار کے مناسب تدبیر کیا نکالی

دل بند ہے ہمارا موجِ ہوائے گل سے
اب کی جنوں میں ہم نے زنجیر کیا نکالی

نامہ پہ لوہو رو رو خط کھینچ ڈالے سارے
یہ میر بیٹھے بیٹھے تحریر کیا نکالی

ہے رشک سے گئے جو ادھر کو صبا چلی
کیا کہیے آج صبح عجب کچھ ہوا چلی

کیا رنگ و بو و بادِ سحر سب ہیں گرم راہ
کیا ہے جو اس چمن میں ہے ایسی چلا چلی

تو دو قدم جو راہ چلا گرم اے نگار
مہندی کفک کی آگ دلوں میں لگا چلی

فتنہ ہے اس نے شہر میں برپا ہزار جا
تلوار اس کی چال پہ کیا ایک جا چلی

یہ جور و جور کش تھے کہاں آگے عشق میں
تجھ سے جفا و میر سے رسم وفا چلی

آج کچھ بے حجاب ہے وہ بھی
کیا ہی مستِ شراب ہے وہ بھی

میں بھی جلتا نہیں جدا دل سے
دور مجھ سے کباب ہے وہ بھی

سائلِ بوسہ سب گئے محروم
ایک حاضر جواب ہے وہ بھی

وہم جس کو محیط سمجھا ہے
دیکھیے تو سراب ہے وہ بھی

کم نہیں کچھ صبا سے اشکِ گرم
قاصدِ پر شتاب ہے وہ بھی

حسن سے دودِ دل نہیں خالی
زلفِ پر پیچ و تاب ہے وہ بھی

خانہ آباد کعبے میں تھا میر
کیا خدائی خراب ہے وہ بھی

دزدیدہ نگہ کرنا پھر آنکھ ملانا بھی
اس لوٹتے دامن کو پاس آکے اٹھانا بھی

پامالیِ عاشق کو منظور رکھے جانا
پھر چال کڈھب چلنا ٹھوکر نہ لگانا بھی

برقع کو اٹھا دینا پر آدھے ہی چہرے سے
کیا منہ کو چھپانا بھی کچھ جھمکی دکھانا بھی

Marfat.com

دیکھ آنکھیں مری نیچی اک مارنا پتھر بھی
ظاہر میں ستانا بھی پردے میں جتانا بھی

صحبت ہے یہ ویسی ہی اے جان کی آسایش
ساتھ آن کے سونا بھی پھر منہ کو چھپانا بھی

یار بن تلخ زندگانی تھی
دوستی مدعیٔ جانی تھی

سر سے اُس کے ہوا گئی نہ کبھو
عمر برباد یوں ہی جانی تھی

لطف پر اُس کے ہمنشیں مت جا
کبھو ہم پر بھی مہربانی تھی

ہاتھ آتا جو تو تو کیا ہوتا
برسوں تک ہم نے خاک چھانی تھی

شیب میں فائدہ تامل کا
سوچنا تب تھا جب جوانی تھی

میر قصے سے سب کی گئیں نیندیں
کچھ عجب طور کی کہانی تھی

عاشقی جی ہی لے گئی آخر
یہ بلا کوئی ناگہانی تھی

اُس رُخِ آتشیں کی شرم سے رات
شمع مجلس میں پانی پانی تھی

پھر سخن نشنوی ہے ویسی ہی
رات ایک آدھ بات مانی تھی

کوئے قاتل سے بچ کے نکلا خضر
اسی میں اُس کی زندگانی تھی

فقر پر بھی تھا میر کے اک رنگ
کفنی پہنی سو زعفرانی تھی

وہ رابط نہیں وہ محبت نہیں رہی
اس بے وفا کو ہم سے کچھ الفت نہیں رہی

دیکھا تو مثلِ اشک نظر سے گرا دیا
اب میری اُس کی آنکھ میں عزت نہیں رہی

رندھنے سے جی کے کس کو رہا ہے دماغِ حرف
دم لینے کی بھی ہم کو تو فرصت نہیں رہی

تھی تاب جی میں جب تئیں رنج و تعب کھنچے
وہ جسم اب نہیں ہے وہ قدرت نہیں رہی

منعم امل کا طول یہ کس جینے کے لئے
جتنی گئی اب اتنی تو مدت نہیں رہی

دیوانگی سے اپنی ہے اب ساری بات خبط
افراطِ اشتیاق سے وہ مت نہیں رہی

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

عشق میں ذلت ہوئی خفت ہوئی تہمت ہوئی
نوبت
آخر آخر جان دی یاروں نے یہ صحبت ہوئی

عکس اس بے دید کا تو متصل پڑتا تھا صبح
دن چڑھے کیا جانوں آئینے کی کیا صورت ہوئی

Marfat.com

نوح سینہ پر مرے سونے نہ خطی لگے
خستگی اس دل شکستہ کی اسی بابت ہوئی

کھولتے ہی آنکھیں پھر یہاں موندنی ہم کو پڑیں
دید کیا کوئی کرے وہ کس قدر مہلت ہوئی

پاؤں میرا کلبۂ احزاں میں اب رہتا نہیں
رفتہ رفتہ اس طرف جانے کی مجھ کو لت ہوئی

مر گیا آوارہ ہو کر میں تو جیسے گرد باد
پر جسے یہ واقعہ پہنچا اسے وحشت ہوئی

شاد و خوش طالع کوئی ہوگا کسو کو چاہ کر
میں تو کلفت میں رہا جب سے مجھے الفت ہوئی

دل کا جانا آجکل تازہ ہوا ہو تو کہاں
گزرے اس بھی سانحے کو ہمنشیں مدت ہوئی

شوقِ دل ہم ناتوانوں کا لکھا جاتا ہے کب
اس تلک آ ہی پہنچنے کی اگر طاقت ہوئی

کیا کفِ دست ایک میداں تھا بیابان عشق کا
جان سے جب اس میں گزرے تب ہمیں راحت ہوئی

یوں تو ہم عاجز ترینِ خلقِ عالم ہیں ولے
دیکھیو قدرت خدا کی گر ہمیں قدرت ہوئی

گوش زد چٹ پٹ ہی مرنا عشق میں اپنا ہوا
کس کو اس بیماریٔ جانکاہ سے فرصت ہوئی

بے زباں جو کہتے ہیں مجھ کو سو چپ رہ جائیں گے
معرکہ میں حشر کے گر بات کی رخصت ہوئی

ہم نہ کہتے تھے کہ نقش اس کا نہیں نقاش سہل
چاند سارا لگ گیا تب نیم رخ صورت ہوئی

اس غزل پر شام سے تو صوفیوں کو وجد تھا
پھر نہیں معلوم کچھ مجلس کی کیا حالت ہوئی

کم کسو کو **میر** کی میت کی ہاتھ آئی نماز
نعش پر اس بے سر و پا کی بلا کثرت ہوئی

قوت کو پیرانہ سر دلی میں حیرانی ہوئی
ابھی جو آئے سفر سے خوب مہمانی ہوئی

باؤلے سے جب تلک بکتے تھے سب کرتے تھے پیار
عقل کی باتیں کیاں کیا ہم سے نادانی ہوئی

لوہو پانی ایک دونوں نے کیا میرا نداں
یعنی دل لوہو ہوا سب چشم سب پانی ہوئی

کیا چھپا کچھ رہ گیا ہے مدعائے خطِ شوق
برقعہ دار اب اشک خونیں سے تو افشانی ہوئی

آنکھ اٹھا کر ٹک جو دیکھا گھر کے گھر بٹھلا دئے
اک نگہ میں سیکڑوں کی خانہ ویرانی ہوئی

مرتبہ واجب کا سمجھے آدمی ممکن نہیں
فہم سودائی ہوا یہاں عقل دیوانی ہوئی

چاہ کر اس بے وفا کو آخر اپنی جان دی
دوستی اس کی ہماری دشمن جانی ہوئی

بلبل اس خوبی سے گل ہے یہ تماشائی یار
تو عبث اے بے حقیقت غنچہ پیشانی ہوئی

فسخ مت یاد بتاں کو رات کا سا ذکر جان
یہ ستم گوئی ہماری کیا خدا خوانی ہوئی

غنچۂ گل ہے گلابی پھول ہے جامِ شراب
توڑنے تو توڑی توبہ اب پشیمانی ہوئی

Marfat.com

چشم ہوتے ہوتے ترکچہ سب بھری رہنے لگی — اب ہوئی خطرے کی جاگہ کشتی طوفانی ہوئی
دل تڑپتا تھا نہایت جان دے نسکیں کی — بارے اپنی ایسی مشکل کی بھی آسانی ہوئی

جب سے دیکھا اس کو ہم نے جی ڈہا جاتا ہے میرؔ
اس خرابی کی یہ چشمِ روسیہ بانی ہوئی

بتوں سے آنکھ کیوں میں نے لڑائی — طرف ہے مجھ سے اب ساری خدائی
نرا دھوکا ہی ہے دریائے ہستی — نہیں کچھ تہ سے بجھ کو آشنائی
بگڑتی ہی گئی صورت ہماری — گئے پر دل کے پھر کچھ بن نہ آئی
نہ نکلا ایک شب اس راہ وہ ماہ — بہت کی ہم نے طالع آزمائی
کہا تھا میں نہ دیکھوں غیر کی اور — سو تم نے آنکھ مجھ سے ہی چھپائی
نہ ملئے خاک میں کہ کیونکہ پیارے — گزرتی ہے کڑی تیری جدائی
جفا اس کی نہ پہنچی انتہا کو — دریغا عمر نے کی بے وفائی
گلے اس سے نے لگ کر ایک دو رات — مہینوں تک مری چھاتی جلائی
نہ تھا جب درمیاں آئینہ تب تک — تھی اک صورت کہ ہو جائے صفائی
نظر اس کی پڑی چہرہ پر اپنے — نمد پوشوں سے آنکھ اب کب ملائی

بڑھائی کس قدر بات اس کے قد کی
قیامت میرؔ صاحب ہیں جوانی[1]

ق
مطرب[2] سے غزل میرؔ کی کل میں نے پڑھائی — اللہ رے اثر سب کے تئیں رفتگی آئی
اس مطلعِ جاں سوز نے آ اس کے لبوں پر — کیا کہئے کہ کیا صوفیوں کی چھاتی جلائی
خاطر کے علاقہ کے سبب جان کھپائی — اس دل کے دھڑکنے سے عجب کوفت اٹھائی
گو اس رُخِ مہتابی سے وہاں چاندنی چھٹکی — یہاں رنگِ شکستہ سے بھی چھٹتی ہے ہوائی
ہر بحر میں اشعار کے عمر کو کھویا — اس گوہرِ نایاب کی کچھ بات نہ پائی
بھیڑیں ملیں اس ابروئے خمدار کے ملتے — لاکھوں میں اس اوباش نے تلوار چلائی
دل اور جگر جل کے مرے دونوں ہوئے خاک — کیا پوچھتے ہو عشق نے کیا آگ لگائی

[1] جوانی - باہمت۔ دلیر۔ جیالا [2] میر تقی میر دہلوی سے مطرب نے پڑھی تھی غزل کہ میر کی شب کو، مجلس میں بہت وجد کا عالم رہا سب کو

Marfat.com

قاصد کے تصنع نے کیا دل کے تئیں داغ
بیتاب مجھے دیکھ کے کچھ بات بنائی

چھلکی ہے مری آنکھ لب لعل بتاں سے
اس بات کے تئیں جانتی ہے ساری خدائی

میں دیر پہنچ کے نہ کیا قصدِ حرم پھر
اپنی سی جرس نے کی بہت ہرزہ درائی

فریاد انھیں رنگوں ہے گلزار میں ہر صبح
بلبل نے مری طرزِ سخن صاف اڑائی

مجلس میں مرے ہوتے رہا کرتے ہو چپکے
یہ بات مری منہ سے تمھیں کن نے بتائی

گردش میں جو ہیں میرؔ مہ و مہر ستارے
دن رات ہمیں رہتی ہے یہ چشم نمائی

تجھ کنے بیٹھے گھٹا جاتا ہے جی
کاہشیں کیا کیا اُٹھا جاتا ہے جی

یوں تو مردے سے پڑے رہتے ہیں ہم
پر وہ آتا ہے تو آجاتا ہے جی

ہائے اُس کے شربتی لب سے جدا
کچھ بتاسا سا گھلا جاتا ہے جی

اب کی اُس کی راہ میں جو ہو سو ہو
یاد بھی آتا ہے یا جاتا ہے جی

کیا کہیں تم نے کہ اُس شعلہ بغیر
جی ہمارا کچھ جلا جاتا ہے جی

عشق آدم میں نہیں کچھ چھوڑتا
ہولے ہولے کوئی کھا جاتا ہے جی

اُٹھ چلے پر اُس کے غش کرتے ہیں ہم
یعنی ساتھ اُس کے چلا جاتا ہے جی

آنہیں پھرتا وہ مرتے وقت بھی
حیف ہے اس میں رہا جاتا ہے جی

رکھتے تھے کیا کیا بنائیں پیشتر
سو تو اب آپھی ڈہا[1] جاتا ہے جی

آسماں[2] شاید ورے کچھ آگیا
رات سے کیا کیا رکا جاتا ہے جی

کاشکے برقع رہے اس رُخ پہ میرؔ
منہ کھلے اُس کے چھپا جاتا ہے جی

متاع دل اس عشق نے سب جلا دی
کوئی دن ہی میں خاک سی سب اُڑا دی

دلیل اس بیاباں میں دل ہی ہے اپنا
نہ خضر و بلد یہاں نہ رہبر نہ ہادی

مزاجوں میں یاس آگئی ہے ہمارے
نہ مرنے کا غم ہے نہ جینے کی شادی

نہ پوچھو کہ چھاتی کے جلنے نے آخر
عجب آگ دل میں جگر میں لگا دی

وفا لوگ آپس میں کرتے تھے آگے
یہ رسم کہن آہ تم نے اُٹھا دی

جدا ان غزالانِ شہری سے ہو کر
پھرے ہم بگولے سے وادی بہ وادی

---

[1] زند مضنے نے جی کے خاک میں بھگو دیا [2] گویا کہ آسمان بہت آگیا ورے۔ (میر)

Marfat.com

صبا اس طرف کو چلی جل گئے ہم — ہوا یہ سبب اپنے مرنے کا بادی
وہ نسخہ جو دیکھا بڑھا روگ دل کا — طبیبِ محبت نے کیسی دوا دی
ملے قصر جنت میں پیر مغاں کو — ہیں زیر دیوار مے خانہ جا دی

نہ ہو عشق کا شور تا میر ہرگز
چلے بس تو شہروں میں کریے منادی

صبح ہی کوئی آہ کریے — آسماں کو سیاہ کریے
چشم گل باغ میں مندی جا ہے — جو بنے اک نگاہ کریے

ابر رحمت ہی جوش میں مے دے
یعنی ساقی گناہ کریے

یک مژہ ای دم آخر مجھے فرصت دیجے — چشمِ بیمار کے دیکھ آنے کی رخصت دیجے
نو گرفتار ہوں اس باغ کا رحم ای صیاد — موسم گل ہے جب تک مجھے مہلت دیجے
اپنے ہی دل کا گنہ ہی جو جلاتا ہی مجھے — کس کو لے مریے میاں اور کسے تہمت دیجے
چھوٹے ہیں قید قفس سے تو چمن تک پہنچے — اتنی ای ضعفِ محبت ہمیں طاقت دیجے

مر گیا میر نہ آیا ترے جی میں ای شوخ
اپنے محنت زدہ کو بھی کبھی راحت دیجے

گر ناز سے وہ سر پر لے تیغ آ نہ پہنچے — منزل کو عاشق اپنے مقصد کی جا نہ پہنچے
جیتے رہیں گے کیونکر ہم ای طبیب ناداں — بیمار ایسے تس پر مطلق دوا نہ پہنچے
لایق ترے نہیں ہی خصلی غیر لیکن — وہ باز کیونکر آوے جب تک سزا نہ پہنچے
ہر چند بہر خوباں سر مسجدوں میں مارے — پر اُن کے دامنوں تک دستِ دعا نہ پہنچے
بن آہ دل کا رکنا بیجا نہیں ہمارا — کیا حال ہووے اُس کا جس کو ہوا نہ پہنچے
اپنے سخن کی اُس سے کس طور راہ نکلے — خط اس طرف نہ جاوے قاصد کو کیا نہ پہنچے

وہ میر شاہ خوبی بھر قدر دور اس کی
درویش بے نوا کی اُس تک صدا نہ پہنچے

اک شور ہو رہا ہی خونریزی میں ہمارے — حیرت سے ہم تو چپ ہیں کچھ تم بھی بولو پیارے
زخم اُس کے ہاتھ کے جو سینہ پہ ہیں نمایاں — چھاتی لگے رہیں گے زیر زمیں بھی سارے

Marfat.com

ہیں بد مزاج خوباں پر کس قدر ہیں دلکش — پائے کہاں گلوں نے یہ مکھڑے پیارے پیارے
بیٹھیں ہیں رونے کو تو دریا ہی رو اٹھیں ہیں — جوش و خروش یہ تھے تب ہم لگے کنارے
لاتے نہیں ہو معلق سر تم نسر و خدا سے — یہ ناز خوبرویاں بندے ہیں ہم تمھارے
کوئی تو ماہ پارہ اس بھی رواق میں ہے — چشمک زنی میں شب کو یوں ہی نہیں ہیں تارے
لگ کر گلے نہ سوئے اس منہ پہ منہ نہ رکھا — جی سے گئے ہم آخر ان حسرتوں کے مارے
بیتابی ہے دلوں کو بیخوابی ہے شبوں کو — آرام و صبر دونوں مدت ہوئی سدھارے
آفاق میں جو ہوتے اہلِ کرم تو سنتے — ہم برسوں رعد آسا بیتاب ہو پکارے
جل بجھئے اب تو بہتر مانندِ برقِ خاطف — جوں ابر کس کے آگے دامن کوئی پسارے

ہم نے تو عاشقی میں کھویا ہے جان کو بھی
صدقے ہیں میر جی کے دے ڈھونڈتے ہیں وارے

میر ایک دم نہ اس بن تو تو جیا پیارے — کیا کہہ کے تجھ کو روویں یہ کیا کیا پیارے
رنگیں ہم تو تجھ کو ایسا نہ جانتے تھے — تو نے تو عاشقوں کا لوہو پیا پیارے
دل کے تو زخم کا کچھ ہوتا نہیں تدارک — گو چاک سینہ تو نے میرا سیا پیارے
اس دام گاہ میں ہم جوں صید نیم بسمل — تڑپے بہت پہ تو نے کب دل لیا پیارے

ہو داغ میر تجھ بن مر بھی گیا و لے تو
آیا نہ گور پر ٹک لے کر دیا پیارے

سیر کی ہم نے ہر کہیں پیارے — پھر جو دیکھا تو کچھ نہیں پیارے
خشک سال وفا میں اک مدت — پلکیں لوہو میں تر رہیں پیارے
یک نظر دیکھنے کی حسرت میں — آنکھیں تو پانی ہو بہیں پیارے
یہ پہنچی ہے ضعف سے یہ اب حالت — جہاں پہنچا رہا وہیں پیارے

تجھ گلی میں رہے ہے میر مگر
دیکھیں ہیں جب نہ تب نہیں پیارے

اسیرِ زلف کرے قیدی کمند کرے — پسند اس کی ہے وہ جس طرح پسند کرے
ہمیشہ چشم ہے نمناک ہاتھ دل پر ہے — خدا کسو کو نہ ہم سا بھی دردمند کرے
بڑوں بڑوں کو جھکاتے ہی سر نے اس دم — پکڑ کے تیغ وہ اپنی اگر بلند کرے

Marfat.com

بیانِ دل کے بھی جلنے کو کریے مجلس میں
اُچھلنے کودنے کو ترک اگر پسند کرے

نہ مجھ کو راہ سے لے جائے مکرِ دنیا کا
ہزار رنگ یہ فرتوت گو چھند کرے

سوائے اس کے بڑی داڑھی میں ہے کیا اے شیخ
کہ جو کوئی تجھے دیکھے سو ریشخند کرے

دکھاوے آنکھ کبھو زلف کھولے منہ پہ کبھو
کبھو خرام سے رستے کے رستے بند کرے

اگرچہ سادہ ہے لیکن ربودنِ دل کو
ہزار پیچ کرے لاکھ لاکھ فند کرے

سخن یہی ہے جو کہتے ہیں شعرِ میر ہے سحر
زبانِ خلق کو کس طور کوئی بند کرے

آہ روکوں جانے والے کس طرح گھر کے ترے
گاڑ دیویں کاش مجھ کو بیچ میں در کے ترے

لالہ و گل کیوں نہ پھیکے اپنی آنکھوں میں لگیں
دیکھنے والے ہیں ہم تو رنگِ احمر کے ترے

بے پروبالی سے اب کی تو کہ بلبل تو ہے چپ
یاد ہیں سب کے تئیں وے چہچہے پر کے ترے

آج کا آیا تجھے کیا پاوے ہم حیران ہیں
ڈھونڈنے والے جو ہیں اے شوخ اکثر کے ترے

دیکھ اس کو حیف کھا کر سب مجھے کہنے لگے
وائے تو گر ہیں یہی اطوار دلبر کے ترے

تازہ تر ہوتے ہیں تو گل سے بھی اے نازک نہال
صبح اٹھتے ہیں بچھے جو پھول بستر کے ترے

مشکِ عنبر طبلہ طبلہ کیوں نہ ہو کیا کام ہے
ہم دماغ آشفتہ ہیں زلفِ معنبر کے ترے

جی میں وہ طاقت کہاں جو ہجر میں سنبھلے رہیں
اب ٹھہرتے ہی نہیں ہیں پاؤں تک سر کے ترے

داغ پیسے سے جو ہیں بلبل کے دل پر کس کے ہیں
یوں تو اے گل ہیں ہزاروں آشنا در کے ترے

کوئی آبِ زندگی پیتا ہے یہ زہراب چھوڑ
خضر کو ہنستے ہیں سب مجروحِ خنجر کے ترے

نوح کا طوفاں ہماری کب نظر چڑھتا ہے میر
جوش ہم دیکھے ہیں کیا کیا دیدۂ تر کے ترے

مت سہل سمجھو ایسے ہیں ہم کیا وے دھرے
ظاہر تو پاس بیٹھے ہیں پر ہیں بہت پرے

سختی بہت ہے پاس و مراعاتِ عشق میں
پتھر کے دل جگر ہوں تو کوئی وفا کرے

خالی کروں ہوں رو رو کے راتوں کو دل کے تئیں
انصاف کر کہ یوں کوئی دن کب تلک بھرے

رندھنے نے جی کے خاک میں ہم کو ملا دیا
گویا کہ آسمان بہت آگیا ورے

داڑھی کو تیری دیکھ کے ہنستے ہیں لڑکے شیخ
اس ریشخند کو بھی سمجھ ٹک تو مسخرے

جل تھل فقط نہیں مرے رونے سے بھر گئے
جنگل پڑے تھے سوکھے سو وہ بھی ہوئے ہرے

Marfat.com

جی کو بچا رکھیں گے تو جانیں گے عشق میں
ہر چند میر صاحب قبلہ ہیں منگرے

بوکئے کمھلائے جاتے ہو نزاکت ہائے رے
ہاتھ لگتے میلے ہوتے ہو لطافت ہائے رے

یار بے پروا و مغرور اور میں بے اختیار
پیش کچھ جاتی نہیں منت سماجت ہائے رے

سختی کھینچی کوہکن نے قیس نے رنج و تعب
کیا گئی برباد ان یاروں کی محنت ہائے رے

شور اٹھتا ہے جو ہوتے جادہ گر ہو ناز سے
کھینچا قد کا بلا آفت قیامت ہائے رے

شانہ والے ہی کچھ تنہا نہیں الفت میں خوار
کیسے کیسوں کی گئی ہے مفت عزت ہائے رے

عشق میں افسوس سا افسوس اپنا کر چلے
زیر لب کہتے رہے ہم ایک مدت ہائے رے

ہے یہ کھبنے ہی کے ہے قابل یار کی ترکیب میر
واہ وا ری چشم و ابرو، قد و قامت ہائے رے

وہی شورش ہوئے پر بھی ہے آپ سا تھ یہاں میرے
ہما کے آشیانے میں جلیں ہیں استخواں میرے

عزیزان غم میں اپنے یوسف گم گشتہ کے ہر دم
چلے جاتے ہیں آنسو کارواں در کارواں میرے

تمہاری دشمنی ہم دوستوں سے لانہایت ہے
وگرنہ انتہا کینے کو بھی ہے مہرباں میرے

لب و لہجہ غزلخوانی کا کس کو آج کل ایسا
گھڑی بھر کو ہوئے مرغ چمن ہم داستاں میرے

نظر مت بے پری پر کر کہ آسوئے جہاں پھر ہوں
ہوئے پرواز کے قابل یہ ٹوٹے پر جہاں میرے

کہاں تک سر کو دیواروں سے یوں مارا کرے کوئی
رکھوں اس در پہ پیشانی نصیب اپنے کہاں میرے

مجھے پامال کر یکساں کیا ہے خاک سے تو بھی
وہی رہتا ہے صبح و شام درپے آسماں میرے

خزاں کی باؤ سے حضرت میں گلشن کے لٹا دل تھا
تبرک ہو گئے یک دست خار آشیاں میرے

کہاں میں شوق ہیں طفلان تہ بازار کے کیا کیا
سخن مشتاق ہیں اب شہر کے پیر و جواں میرے

زمیں سر پہ اٹھا لی کبک نے رفتار رنگیں سے
خراماں ناز سے ہو تو بھی اے سرو رواں میرے

سخن کیا میر کر لے حسرت و اندوہ حرماں سے
بیاں حاجت نہیں حالات ہیں سارے عیاں میرے

بہار آئی ہے غنچے گل کے نکلے ہیں گلابی سے
نہال سبز جھومے ہیں گلستاں میں شرابی سے

گروں ہوں ہر قدم پر میں ڈہا جاتا ہے جی ہر دم
پہنچتا ہوں کبھو در پر ترے سو اس خرابی سے

نہ ٹھہری ایک بھی چشمک بسان برق آنکھوں میں
کلیجہ جل گیا اے عمر تیری تو شتابی سے

Marfat.com

نکل آتے ہو گھر سے چاند سے یہ کیا طرح پکڑی — قیامت ہو رہے گی ایک دن اس بے حجابی سے
یہ جھگڑا تنگ آکر میں رکھا روزِ شمار پر — کروں کیا تم تو لڑنے لگتے ہو حرف شتابی سے
بہت رو دیا نوشتے پر میں اپنے دیکھ قاصد کو — کہ سر ڈالے غریب آتا تھا خط کی بے جوابی سے

مبادا کارواں جاتا ہے تو صبح سوتا ہے
بہت ڈرتا ہوں میں اے میرؔ تیری دیر خوابی سے

کعبے میں جاں بلب تھے ہم دوریٔ بتاں سے — آئے ہیں پھر کے یارو اب کی خدا کے ہاں سے
تصویر کے سے طایر خاموش رہتے ہیں ہم — جی کچھ اُچٹ گیا ہے اب نالہ و فغاں سے
جب کوندتی ہے بجلی تب جانبِ گلستاں — رکھتی ہے چھیڑ میری خاشاکِ آشیاں سے
کیا خوبی اُس کے منہ کی اے غنچہ نقل کریے — تو تو نہ بول ظالم بو آتی ہے دہاں سے
آنکھوں ہی میں رہے ہو دل سے نہیں گئے ہو — حیران ہوں یہ شوخی آئی تمھیں کہاں سے
سبزانِ باغ سارے دیکھے ہوئے ہیں اپنے — دلچسپ کاہیکو ہیں اس بیوفا جواں سے
کی شست و شو بدن کی جس دن بہت سی اُن نے — دھوئے تھے ہاتھ میں نے اُس دن ہی اپنی جاں سے
خاموشی ہی میں ہم نے دیکھی ہے مصلحت اب — ہر اک سے حالِ دل کا مدت کہا زباں سے

اتنی بھی بدمزاجی ہر لحظہ میرؔ تم کو
الجھاؤ ہے زمیں سے جھگڑا ہے آسماں سے

کرتا ہے کب سلوک وہ اہلِ نیاز سے — گفتار اُس کی کبر سے رفتار ناز سے
یوں کب ہمارے آنسو پچھیں ہیں کہ تو نے شوخ — دیکھا کبھو ادھر مژۂ نیم باز سے
خاموش رہ سکے نہ تو بڑھ کر بھی کچھ نہ کہہ — سر شمع کا کٹے ہے زبانِ دراز سے
اب جا کسو درخت کے سایے میں بیٹھیے — اس طور پھریے کب تئیں بے برگ و ساز سے
یہ کیا کہ دشمنوں میں مجھے سانے لگے — کرتے کسو کو ذبح بھی تو امتیاز سے
مانندِ شمع ٹپکے ہی پڑتے ہیں اب تو اشک — کچھ جلتے جلتے ہو گئے ہیں ہم گداز سے

شاید کہ آج رات کو تھے میکدے میں میرؔ
کھیلے تھا ایک مغبچہ مہرِ نماز سے

تابوت مرا دیر اُٹھا اس کی گلی سے — اثبات ہوا جرم محبت کا اسی سے
تم چھیڑتے ہو بزم میں مجھ کو تو ہنسی سے — پر مجھ پہ جو ہو جائے ہے پوچھو مرے جی سے

Marfat.com

آتش بجگرِ اس دُرِ نایاب سے سب ہیں
دریا بھی نظر آئے اُسی خشک لبی سے

گر ٹھہرے ملک آگے انھوں کے تو عجب ہے
پھرتے ہیں پڑے دلّی کے لونڈے جو پری سے

نکلا جو کوئی واں سے تو پھر مر ہی کے نکلا
اس کوچہ سے جاتے ہوئے دیکھا کسے جی سے

ہمسایہ مجھے رات کو رویا ہی کرے ہیں
سوتے نہیں بیچارے مری نالہ کشی سے

تم نے تو ادھر دیکھنے کی کھائی ہے سوگند
اب ہم بھی لڑا بیٹھتے ہیں آنکھ کسی سے

چھاتی کہیں پھٹ جائے کہ ٹک دل بھی ہوا کھائے
اب دم تو لگے رکنے ہماری خفگی سے

اس شوخ کا تمکین سے آنا ہے قیامت
اکتانے لگے ہمنفساں تم تو ابھی سے

نالاں مجھے دیکھے ہیں بتاں تسپہ ہیں خاموش
فریاد ہے اس قوم کی فریاد رسی سے

تالو سے زباں رات کو مطلق نہیں لگتی
عالم ہے سیہ خانہ مری نوحہ گری سے

بے رحم وہ تجھ پاس لگا بیٹھنے جب دیر
ہم میرؔ سے دل اپنے اٹھائے تھے تبھی سے

کیا خور ہو طرف یار کے روشن گہری سے
مانا ہے حضور اس کے چراغِ سحری سے

سبزانِ چمن ہوویں برابر ترے کیونکر
لگتا ہے ترے سایہ کو بھی ننگ پری سے

ہشیار کہ ہے راہ محبت کی خطرناک
مارے گئے ہیں لوگ بہت بے خبری سے

ایک آن میں رعنائیاں تیری تو ہیں سو سو
کب عہدہ برآئی ہوئی اس عشوہ گری سے

زنجیر تو پاؤں میں لگی رہنے ہمارے
کیا اور ہو رسوا کوئی آشفتہ سری سے

جب لب ترے یاد آتے ہیں آنکھوں سے ہماری
تب ٹکڑے نکلتے ہیں عقیقِ جگری سے

عشق آنکھوں کے نیچے کیے کیا میرؔ چھپے ہے
پیدا ہے محبت تری مژگاں کی تری سے

برسوں ہوئے گئے ہوئے اس مہ کو بام سے[١]
کاہش مجھے جو ہے وہی ہوتی ہے شام سے

تڑپے اسیر ہوتے جو ہم اک اٹھا غبار
سوجھا نہ ہم کو دیر تلک چشم دام سے

دنبال ہر نگاہ ہے صد کاروانِ اشک
برسے ہے چشم ابر بڑی دھوم دھام سے

محو اس دہانِ تنگ کے ہیں کوئی کچھ کہو
رہتا ہے ہم کو عشق میں کام اپنے کام سے

١ میر تقی میر دہلوی ؎ کار دل اس مہ تمام سے ہے ؎ کاہش اک روز مجھ کو شام سے ہے

Marfat.com

یوسف کے پیچھے خوار زلیخا عبث ہوئی — کب صاحبی رہے ہے دل ایسے غلام سے
لڑکے ہزار جھولی میں پتھر لیے ہیں ساتھ — مجنوں پھرا ہے کاہیکو اس ازدحام سے
وہ ناز سے چلا کہیں تو حشر ہو چکی — پھر بحث آ پڑے گی اسی کے خرام سے
جھک جھک سلام کرنے سے سرکش ہوا وہ اور — ہو بیٹھے ناامید جواب سلام سے
وے دن گئے کہ رات کو یکجا معاش تھی — آتا ہے اب تو ننگ اسے میرے نام سے
سرگرم جلوہ بدر ہو ہرچند شب کو لیک — کب جی لگیں ہیں اپنے کسو ناتمام سے

دل اور عرش دونوں پہ گویا ہے اُن کی سیر
کرتے ہیں باتیں میر جی کس کس مقام سے

وہ کہاں دھوم جو دیکھی گئی چشم تر سے — ابر کیا کیا اُٹھے ہنگامے سے کیا کیا برسے
ہو برافروختہ وہ بت جو مئے احمر سے — آگ نکلے ہے تماشے کے تئیں پتھر سے
ڈھب کچھ اچھا نہیں برہم زدنِ مژگاں کا — کاٹ ڈالے گا گلا اپنا کوئی خنجر سے
تھا نوشتے میں کہ یوں سوکھ کے مریے اُس بن — استخواں تن پہ نمودار ہیں سب مسطر سے
یوں تو دس گز کی زباں ہم بھی بتاں رکھتے ہیں — بات کو طول نہیں دیتے خدا کے ڈر سے
سیر کرنے جو چلے ہے کبھو وہ فتنہ خرام — شہر میں شور قیامت اٹھے ہے ہر گھر سے
عشق کے کوچہ میں پھر پاؤں نہیں رکھنے کے ہم — ابکی ٹل جاتی ہے کل ول یہ اگر سر پر سے
مہر کی اُس سے توقع غلطی اپنی تھی — کہیں دل داری ہوئی بھی ہے کسو دلبر سے
کوچۂ یار ہے کیا طرفہ بلاخیز مقام — آتے ہیں فتنہ و آشوب چلے اودھر سے

ساتھ سونا جو گیا اُس کا بہت دل تڑپا
برسوں پھر میر یہ پہلو نہ لگے بستر سے

مرا دل پیر مرشد ہے مجھے ہے اعتقاد اس سے — فراموش آپ کو کرنا محبت میں ہے یاد اس سے
بلا انداز ہے اُس کا قیامت ناز ہے اُس کا — اُٹھے فتنے ہزار اس سے ہوئے لاکھوں فساد اس سے
نزاکت جیسی ہے ویسا ہی دل بھی سخت ہے اُس کا — اگر یہ شیشۂ جاں ہے تو بہتر ہے جماد اس سے
کُھلے ہیں بند اُن نے کیسے کس درویش سے ملیے — جو ایسے سخت عقدوں کی طلب کریے تو کشاد اس سے
بھلا یوں گھٹ کے مریے کب تلک دل خوں ہوا سارا — جو کوئی دادگہ ہووے تو کریے جا کے داد اس سے
لگے ہے ایک دو رہتے ہیں مہلت بات کی کیسی — ہوا ہے دشمنوں کو کچھ قیامت اتحاد اس سے

Marfat.com

پہنچکر تہ کو ہم تو محض محرومی ہی پاتے ہیں
مُرادِ دل کو پہنچا ہوگا کوئی نامراد اس سے

لئے ہی میان سے رہتا ہے کوئی یہ نہیں کہتا
نکالا ہی کہاں کا تونے اے ظالم عناد اس سے

ادھر توبہ کرے ہی میر اُدھر لگتا ہی مے پینے
کہاں تک اب تو اپنا اُٹھ گیا ہی اعتماد اس سے

بُرا کیا مانئے اب چھیڑے یا اُس کی گالی سے
یہی ہی طور اس کا ساتھ اپنے خُرد سالی سے

کلی بیرنگ مرجھائی نظر آتی ہی ظاہر ہی
ہماری بیکلی گلہاے تصویرِ نہالی سے

بھری آنکھیں کسو کی پونچھتے جو آستیں رکھتے
ہوئی شرمندگی کیا کیا ہمیں اس دستِ خالی سے

جو مر رہیے بھی تنگ آکر تو پروا کچھ نہ ہو اس کو
پڑا ہی کام مجھ ناکام کو کس لااوبالی سے

جہاں رونے لگے ٹک بے دماغی وہ لگا کرنے
قیامت ننگ ہی اُس کو عاشقی کی زارونالی سے

دماغ حرف لعلِ ناب و برگِ گل سے ہی تم کو
ہمیں جب گفتگو ہی تب کسو کے لب کی لالی سے

ریاضات محبت نے رکھا ہی ہم میں کیا باقی
نمود اک کرتے ہیں ہم یوں ہی اب شکلِ مثالی سے

ہم اس راہِ حوادث میں بسانِ سبزہ واقع ہیں
کہ فرصت سر اُٹھانے کی نہیں ٹک پائمالی سے

سرہانے رکھ کے پتھر خاک پر ہم بےنوا سوئے
پڑے سر ماریں طالع مند اپنا سنگ قالی سے

کبھو میں عین رونے میں جگر سے آہ کرتا ہوں
کہ دل اُٹھ جائیں یاروں کے ہونے برشکالی سے

گئے غم اس دہن کا ہی لگے فکر اس کمر کی ہی
گئے سو کیا کوئی ہیں میر صاحب کچھ خیالی سے

کھینچے جہاں تو تیغ جلادت کے واسطے
وھاں میں بھی ہوں مُدام شہادت کے واسطے

سجدہ کوئی کرے تو در یار پر کرے
ہی جائے پاک شرطِ عبادت کے واسطے

آئے نہ تم تو در پس دیوار مجھ تلک
کھینچے ہیں لوگ رنج عیادت کے واسطے

خوش طالعی صبح تو اُس منہ پہ ہی سفید
پھرتا ہی مہ بھی اس ہی سعادت کے واسطے

ہی میر پیر لیک سوئے میکدہ مدام
جاتا ہی مغبچوں کی ارادت کے واسطے

دیوانگی میں گاہ ہنسے گاہ رو چکے
وحشت بہت تھی طاقتِ دل ہاے کھو چکے

افراطِ اشتیاق میں سمجھے نہ اپنا حال
دیکھے ہیں سوچ کر کے تو اب ہم بھی ہو چکے

کہتا ہی میر سانجھ ہی سے رنج دردِ دل
ایسی کہانی گرچہ نہ تھی ہی تو سو چکے

Marfat.com

بیخودی جو یہ ہے تو ہم آپ میں اب آچکے
کیا تمھیں یہاں سے چلے جاتے ہو ہم بھی جاچکے

تم ہی کہتے رہتے یہ اور گل تازہ کھلا
زخم بھی ہم نے اٹھائے داغ بھی ہم کھاچکے

ایک بوسے دے نہ منھ برسوں لگایا واہ وا
اب تو ٹک بولو جزا ہم اس عمل کی پاچکے

یہاں تلک آنے میں جتنا مکث کرتے ہو کرو
اب تو جانا جان سے ناچار ہم ٹھہراچکے

اب چمن میں جا نکلتے ہیں تو جی لگتا نہیں
پھول گل سے میرؔ اُس بن دل بہت بہلاچکے

خوبی کی اپنی جنت کیسی ہی ڈینگیں ہانکے
اُس کی گلی کا ساکن ہرگز ادھر نہ جھانکے

یک ایک بات اوپر ہیں پیچ و تاب سو سو
رہتے نہیں ہیں سیدھے یہ لونڈے ٹیڑھے بانکے

سر کو اُس آستاں پر رکھے رہیں تو بہتر
اُٹھیے جو اُس کے در سے تو ہو جیے کہاں کے

گردش سے روسیہ کی کیا کیا بلائیں آئیں
جانے ہی کے ہیں پچھن سارے اس آسماں کے

مشتاق ہم جو ایسے سو ہم ہی سے ہے پردا
جب اس طرف سے نکلے تب منھ کو اپنے ڈھانکے

ہے پُرغبار عالم جانا ہی یہاں سے اچھا
اس خاکداں میں رہ کر کیا کوئی خاک پھانکے

کل باغ میں گئے تھے روئے چمن چمن ہم
کچھ سرو میں جو پائے انداز اس جواں کے

جاناں کی رہ سے آنکھیں جس لیس کی لگ رہی ہیں
رفتہ ہیں لوگ سارے ان پاؤں کے نشاں کے

خمیازہ کش رہے ہیں اے میرؔ شوق سے تو
سینے کے زخم کہہ کیونکر رہیں گے ٹانکے

دل خوں ہوا ہمارا ٹکڑے ہوئے جگر کے
دیکھا نہ تم نے ایدھر صرفہ سے اک نظر کے

چشمے کہیں ہیں جوشاں جوئیں کہیں ہیں جاری
آثار اب تلک ہیں یاروں کی چشمِ تر کے

رہنے کی اپنی جا تو نے دیر ہے نہ کعبہ
اُٹھیے جو اُس کے در سے تو ہو جیے کدھر کے

اس شعر و شاعری پر اچھی بندھی نہ ہم سے
محوِ خیال شاعریوں ہی ہیں اُس کمر کے

دنیا میں ہے بسیرا یارو سرائے کا سا
یہ رہروانِ ہستی عازم ہیں سب سفر کے

دے یہ ہی چھاتیاں ہیں زخموں سے جو بھری ہیں
کیا ہے جو بلہوس نے دو چار کھائے چھرکے

تہ بیخودی کی اپنی کیا کچھ ڈرے دھری ہے
ہم بے خبر ہوئے ہیں پہنچے کسو خبر کے

اُس آستاں کی دوری اس دل کی ناصبوری
کیا کہیے آہ غم سے گھر کے ہوئے نہ در کے

تھاک ایسی عاشقی میں ٹھکرائے بھی گئے کل
پاؤں کنے سے اُس کے پر میرؔ جی نہ سرکے

Marfat.com

کتنے روزوں سے نہ سونے کے ہیں نے کھانے کے
دل جو یہ ہے تو ہم آرام نہیں پانے کے

ہائے کس خوبی سے آوارہ رہا ہے مجنوں
ہم بھی دیوانے ہیں اس طور کے دیوانے کے

عزم ہے جزم کہ اب کی حرکت شہر سے کر
ہو جے دل کھول کے ساکن کسو ویرانے کے

آہ کیا سہل گزر جاتے ہیں جی سے عاشق
ڈھب کوئی سیکھے ان لوگوں سے مر جانے کے

جمع کرتے ہو جو گیسوئے پریشاں کو مگر
ہو تردد میں کوئی تازہ بلا لانے کے

کاہے کو آنکھ چھپاتے ہو یہی ہے گر چال
ایک دو دن میں نہیں ہم بھی نظر آنے کے

ہاتھ چڑھ جائیو اے شیخ کسو کے نہ کبھو
لونڈے سب تیرے خریدار ہیں میخانے کے

خاک سے چرخ تلک اب تو رکا جاتا ہے
ڈول اچھے نہیں کچھ جان کے گھبرانے کے

لے بھی اے غیرتِ خورشید کہیں منہ پہ نقاب
مقتضی دن نہیں اب منہ کے یہ دکھلانے کے

لالہ و گل ہی کے مصروف رہو تم شب و روز
تم مگر میر جی سید ہو گلستانے کے

ن سید ہی

اس باغِ بے ثبات میں کیا دل صبا لگے
کیا کیا نہال دیکھتے یہاں پاؤں آ لگے

حرص و ہوس سے باز رہے دل تو خوب ہے
ہے قہر اس کلی کے تئیں گر ہوا لگے

تلخ اب تو اپنے جی کو بھی لگتی ہے بات دوں
جیسے کسو کے زخم پہ تیر اک دوا لگے

کس کو خبر ہے کشتی تباہوں کے حال کی
تختہ مگر کنارے کوئی بہ کے جا لگے

ایسے لگے پھرے ہیں بہت سایہ کی روش
جانے دے ایسی حور پری سے بلا لگے

وہ بھی چمن فروز تو بلبل ہے سامنے
گل ایسے منہ کے آگے بھلا کیا بھلا لگے

پس جائیں یار آنکھ تری سرمہ پر پڑے
دل خوں ہو تیرے پاؤں میں پھر کر حنا لگے

بن ہڈیوں ہماری ہما کچھ نہ کھائے گا
ٹک چاشنیِ عشق کا اس کو مزا لگے

خط مت رکھو کہ اس میں بہت ہیں قباحتیں
کہئے تمہارے منہ پہ تو تم کو برا لگے

مقصود کے خیال میں بہتوں نے چھانی خاک
عالم تمام وہم ہے یہاں ہاتھ کیا لگے

سب چاہتے ہیں دیر رہے میر دل زدہ
یارب کسو تو دوست کی اس کو دعا لگے

لہ لا اعلم سے خون ہو دل اور حنا کو بھاگ لگے ؛ اے تری منصفی کو آگ لگے

Marfat.com

غیر کو دیکھے ہے گرمی سے نہ کچھ لاگ سے لگے
اس لیے دیکھ رہے ہیں کہ مجھے آگ لگے

آنکھ ہر ایک کی دوڑے ہے کفک پر تیرے
پاؤں سے لگ کے ترے مہندی کو کچھ بھاگ لگے

ہو نہ دیوانہ جو اُس گوہرِ خوش آب کا تو
لبِ دریا کے تئیں کیوں ہیں یوں جھاگ لگے

اب تو اُن گیسوؤں کی یاد میں محو ہوا
گو قیامت کو مرے منہ سے ہوں دو ناگ لگے

لڑکے دلی کے ترے ہاتھ میں کب آئے **میر**
پیچھے ایک ایک کے سو سو پھریں ہیں ڈاگ لگے

کب تلک حوال یہ جب کوئی تیرا نام لے
عاشقِ بے حال دونوں ہاتھ سے دل تھام لے

ناتوانی سے اگر مجھ میں نہیں ہے جی تو کیا
عشق جو چاہے تو مردے سے بھی اپنا کام لے

پہلوئے عاشق نہ بستر سے لگے تو ہے عجب
دل سی آفت ہو بغل میں جس کے کیا آرام لے

اب دلِ نالاں پھر اس زلفِ سیہ میں جا چکا
آج یہ بیمار دیکھیں کس طرح سے شام لے

شاخِ گل تیری طرف جھکتی جو ہے اے مستِ ناز
چاہتی ہے تو بھی میرے ہاتھ سے اک جام لے

دل کی آسایش نہیں امکان زلفِ یار میں
یہ شکارِ مضطرب ہے دم نہ زیرِ دام لے

عزت اے پیرِ مغاں کچھ حاجیوں کی ہے ضرور
آئے ہیں تیرے کنے ہم جامۂ احرام لے

کیا بلا مفتی کا لونڈا سر چڑھا ہے ان دنوں
آوے ہے گویا کہ مجھ پر قاضی کا اعلام لے

ہمنشیں کہہ مت بتوں کی **میر** کو تسبیح ہے
کام کیا اس ذکر سے اُن کو خدا کا نام لے

سختیاں کھینچیں سو کھینچیں پھر بھی جو اُٹھ کر چلے
چلتے اُس کوچے سے ہم پر سینکڑوں پتھر چلے

مارگیری سے زمانے کی نہ دل کو جمع رکھ
چال دھیمی اُس کی ایسی ہے کہ جوں اجگر چلے

کیونکہ اُن کا کوئی وا رفتہ بھلا ٹھہرا رہے
جنبش اُن پلکوں کو ہوتی ہے کہ جوں خنجر چلے

اب جو وہ سرمایۂ جاں یہاں تلک آیا تو کیا
راہ تکتے تکتے اُس کی ہم تو آخر مر چلے

میں نہ کہتا تھا دمِ بسمل مرے مت آئیو
لوٹتے دامن کی اپنی زد لہو میں بھر چلے

چھوڑ جانا جاں بلب ہم کو کہاں کا ہے سلوک
گھر کے گھر یہاں بیٹھے جاتے ہیں تم اُٹھ کر گھر چلے

صاف سارا شہر اُس انبوہِ خط میں لٹ گیا
کچھ نہیں رہتا ہے وہاں جس راہ ہو لشکر چلے

سلہ میر تقی میر دہلوی سے۔ ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا ٭ دلِ ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا

Marfat.com

پاؤں میں مارا ہی تیشہ میں نے راہِ عشق میں ۔۔۔ ہو سو ہو اب گو کہ آرا ابھی مرے سر پر چلے

لائے تھے جا کر ابھی تو اس گلی میں سے پکار[41]
چپکے چپکے میرؔ جی تم اٹھ کے پھر کیدھر چلے

یا پہلے وے نگاہیں جن سے کہ چاہ نکلے ۔۔۔ یا اب کی وے ادائیں جو دل سے آہ نکلے
کیونکر نہ چپکے چپکے یوں جان سے گزریے ۔۔۔ کہیے بھا جو اُس سے باتوں کی راہ نکلے
زردی رنگ و رونا دونوں دلیلِ کشتن ۔۔۔ خوش طالعی سے میرے کیا کیا گواہ نکلے
اے کامِ جاں ہے تو بھی کیا ریجھ کا بچاؤ ۔ واہ ۔۔۔ مرجائیے تو مُنہ سے تیرے نہ آہ نکلے
خوبی و دل کشی میں صد چند ہے تو اس سے ۔۔۔ تیرے مقابلے کو کس منہ سے ماہ نکلے
یہاں مہر تھی وفا تھی وہاں جور تھے ستم تھے ۔۔۔ پھر نکلے بھی تو میرے یہ ہی گناہ نکلے
غیروں سے تو کہے ہے اچھی بری سب اپنی ۔۔۔ اے یار کب کے تیرے یہ خیر خواہ نکلے
رکھتے تو ہو مکدر پر اُس گھڑی سے ڈریو ۔۔۔ جب خاک منہ پہ مل کر یہ رو سیاہ نکلے

اک خلق میرؔ کے اب ہوتی ہے آستاں پر
درویش نکلے ہے کیوں جو بادشاہ نکلے

جیسے اندوہ محرمِ عشق کب تک دل ملے ۔۔۔ عید سی ہو جائے اپنے ہاں لگے جو تو گلے
دین[42] و مذہب عاشقوں کا قابلِ پرسش نہیں ۔۔۔ یہ اُدھر سجدہ کریں ابرو جدھر اُس کے ہلے
یہ نہیں میں جانتا نسبت ہے کیا آپس میں لیک ۔۔۔ آنکھیں ہو جاتی ہیں ٹھنڈی اُس کے تلووں سے ملے
ہائے کس حسرت سے شبنم نے سحر رو کر کہا ۔۔۔ خوش رہو اے ساکنانِ باغ اب تو ہم چلے
مردمانِ شہر خوبی پر کریں کیا دل کو غش ۔۔۔ ایسی جنس ناروا کو مفت کوئی کھا لے
کل جو ہم کو یاد آیا باغ میں قدِ یار کا ۔۔۔ خوب روئے ہر نہالِ سبز کے سایے تلے
جمع کر خاطر مری جینے سے مجھ کو خوب ہے ۔۔۔ جی بچا تب جانیے جب سر سے یہ کلول ٹلے
گرچہ سب ہیں گے مہیائے طریقِ نیستی ۔ ق ۔۔۔ طے بہت دشوار کی یہ رہگزر ہم نے و لے
ہر قدم پر جی سے جانا ہر دم اوپر بے دمی ۔۔۔ لمحہ لمحہ آگے تھے کیا کیا قیامت مرحلے

[41] میر تقی میرؔ دہلوی سے چلا نہ اٹھ کے وہیں پھر تو چپکے چپکے میرؔ ؎ ابھی تو اُس کی گلی سے پکار لایا ہوں
[42] خواجہ میر دردؔ سے ہم جانتے نہیں ہیں اے دردؔ کیا ہے کعبہ ؎ جیدھر ہلے وہ ابرو ادھر نماز کرنا

Marfat.com

جلنے کو جلتے ہیں سب کے اندرونے لیک میر
جب کسو کی اس وتیرہ سے کہیں چھاتی جلے

بے مہر و وفا ہے وہ کیا رسمِ وفا جانے
الفت سے محبت سے مل بیٹھنا کیا جانے

دل دھڑکے ہی جاتے کچھ بتخانے سے کعبہ کو
اس راہ میں پیش آوے کیا ہم کو خدا جانے

ہے محو رُخِ اپنا تو آئینہ میں ہر ساعت
صورت ہے جو کچھ دل کی سو تیری بلا جانے

کچھ اس کی بندھی مٹھی اس باغ میں گزرے ہے
جو زخم جگر اپنے جوں غنچہ چھپا جانے

کیا سینے کے جلنے کو ہنس ہنس کے اڑاتا ہے دل
جب آگ کوئی گھر کو اس طور لگا جانے

میں مٹی بھی لیجاؤں دروازہ کی اس کے تو
اس دردِ محبت کی جو کوئی دوا جانے

اپنے تئیں بھی کھانا خالی نہیں لذت سے
کیا جانے ہوس پیشہ چکھے تو مزا جانے

یوں شہر میں بہتیرے آزار دہندے ہیں
تب جانیے جب کوئی اس ڈھب ستا جانے

کیا جانو رکھو روزے یا دارو پیو شب کو
کردار وہی اچھا تو جس کو بھلا جانے

آگاہ نہیں انساں اے میر قضا سے
کیا چاہیے ہے پھر جو طالع کا لکھا جانے

الٰہی کہاں منہ چھپایا ہے تو نے
ہمیں کھو دیا ہے تری جستجو نے

جو خواہش نہ ہوتی تو کاہش نہ ہوتی
ہمیں جی سے مارا تری آرزو نے

نہ بھائیں تجھے میری باتیں وگرنہ
رکھی دھوم شہروں میں اس گفتگو نے

رقیبوں سے سر جوڑ بیٹھو ہو کیونکر
ہمیں تو نہیں دیتے ٹک پاؤں چھونے

پھر اس مال سے پھول سونگھا نہیں نے
دوا نہ کیا تھا مجھے تیری بو نے

مداوا نہ کرنا تھا مشفق ہمارا
جراحت جگر کے لگے دکھنے دونے

کڑھایا کسو کو کھپایا کسو کو
برائی ہی کی سب سے اس خوبرو نے

وہ کسری کہ ہے شور جس کا جہاں میں
پڑے ہیں کھنڈلے اس کے محل آج سونے

تری چال ٹیڑھی تری بات روکھی
تجھے میر سمجھا ہے یاں کم کسو نے

ویسا ہے یہ جو یوسف شب تیری ہوتے آگے
جیسے چراغ کوئی مہتاب میں ۔ بادے

کیا رفتگی سے میری تم گفتگو کرو ہو
کھویا گیا نہیں میں ایسا جو کوئی یادے

Marfat.com

چھاتی کے داغ یکسر آنکھوں سے کھل رہے ہیں
دیکھیں ابھی محبت کیا کیا ہمیں دکھاوے

ہیں پاؤں اس کے نازک گل برگ سے بجا ہو
عاشق جو رہ گزر میں آنکھوں کے تئیں بچھاوے

یوں خاک منہ پہ مل کر کب تک پھرا کریں میں
یارب زمیں پھٹے تو یہ روسیہ سماوے

اے کاش قصہ میرا ہر فرد کو سنا دیں
تا دل کسو سے اپنا کوئی نہ یہاں لگاوے

ترک بتاں کا مجھ سے لیتے ہیں قول یوں ہی
کیا ان سے ہاتھ اٹھاؤں گو اس میں جان جاوے

عاشق کو مر گئے ہی بنتی ہے عاشقی میں
کیا جان جس کی خاطر شرمندگی اٹھاوے

جی میں بگڑ رہا ہے تب میر چپ ہی بیٹھا
چھیڑو ابھی تو کیا کیا باتیں بنا کے لاوے

یا بادۂ گلگوں کی خاطر سے ہوس جاوے
یا ابر کوئی آوے اور آکے برس جاوے

شورش کدۂ عالم کتنے ہی کی جا گہ تھی
دل کیا کرے جو ایسے ہنگامے میں پھنس جاوے

دل تو ہے عبث نالاں یاران گذشتہ بن
ممکن نہیں اب اُن تک آوازِ جرس جاوے

اُس زلف سے لگ چلنا اک سانپ کھلانا ہے
یہ مار سیہ یارو ناگاہ نہ ڈس جاوے

میخانے میں آوے تو معلوم ہو کیفیت
یوں آگے ہو مسجد کے ہر روز عسس جاوے

چولی جہاں سے سکی پھر آنکھیں وہیں جھپکیں
جب پیراہن گل بھی اس خوبی سے چس جاوے

ہے میر عجب کوئی درویش برشتہ دل
بات اُس کی سنو تم تو چھاتی بھی جھلس جاوے

درونے کو کوئی آہوں سے یوں کب تک ہوا دیوے
مبادا عشق کی گرمی جگر میرا جلا دیوے

کہاں تک یوں پڑے بستر پہ رہیے دور جاناں سے
کوئی کاش اس گلی میں ہم کو اک تکیہ بنا دیوے

ہوئے برسوں کہ وہ ظالم رہے ہے مجھ پہ کچھ ٹیڑھا
کوئی اس تیغ بر کف کو گلے میرے ملا دیوے

وفا کی مزد میں ہم پر جفا و جور کیا کیجے
کسو سے دل لگے اس کا تو وہ اس کی جزا دیوے

کہیں کچھ تو برا مانو بھلا انصاف تو کر لے
بدی کو بھی نہایت ہے تمھیں نیکی خدا دیوے

صنوبر آدمی ہو تو سراپا بار دل لاوے
کہاں سے کوئی تازہ دل اسے ہر روز لا دیوے

بہت گمراہ ہے وہ شوخ لگتا ہے کہے کس کے
کوئی کیا راہ کی بات اس جفا جو کو بتا دیوے

جگر سب جل گیا لیکن زباں ہلتی نہیں اپنی
مبادا اس آتشیں خو کو مخالف کچھ لگا دیوے

کوئی بھی میر سے دل لتیں ہے یوں دور پھرتا ہے
ٹک اس درویش سے مل چل کہ تجھ کو کچھ دعا دیوے

Marfat.com

اُس شوخ ستمگر کو کیا کوئی بھلا چاہے
جو چاہنے والے کا ہر طور برا چاہے

کعبے گئے کیا کوئی مقصد کو پہنچتا ہے
کیا سعی سے ہوتا ہے جب تک نہ خدا چاہے

سو رنگ کی جب خوبی پاتے ہو اُسی گل میں
پھر اُس سے کوئی اُس بن کچھ چاہے تو کیا چاہے

ہم عجز سے پہنچے ہیں مقصود کی منزل کو
گہ خاک میں ملجائے جو اُس سے ملا چاہے

ہوسکتی ہیں سدِ رہ پلکیں کہیں رونے کی
تنکوں سے رکے ہے کب دریا جو بہا چاہے

جب تو نے زباں چھوڑی تب کا ہے کا صرفہ ہے
بے صرفہ کہے کیوں نہ جو کچھ کہ کہا چاہے

دل جائے ہے جوں رو کے شبنم نے کہا گل سے
اب ہم تو چلے یہاں سے رہ تو جو رہا چاہے

خط رسم زمانہ تھی ہم نے بھی لکھا اس کو
تہ دل کی لکھے کیونکر عاشق جو لکھا چاہے

ہر رنگ گل و بوئے گل ہوتے ہیں ہوا دونوں
کیا قافلہ جاتا ہے جو تو بھی چلا چاہے

ہم میر ترا مرنا کیا چاہتے تھے لیکن
رہتا ہے ہوئے بن کب جو کچھ کہ ہوا چاہے

دوری میں اُس کی گور کنارے ہم آ رہے
جی رات دن جنھوں کے کھپیں ان میں کیا رہے

اُس آفتابِ حسن کے ہم داغِ شرم ہیں
ایسے ظہور پر بھی وہ منہ کو چھپا رہے

اب جس کے حسن خلق پہ بھولے پھریں ہیں لوگ
اس بے وفا سے ہم بھی بہت آشنا رہے

مجروح ہم ہوئے تو نمک پاشیاں رہیں
ایسی معاش ہوئے جہاں کیا مزا رہے

مرغانِ باغ سے نہ ہوئی میری دم کشی
نالہ کو سن کے وقتِ سحر دم ہی کھا رہے

چھاتی رکی رہے ہے جو کرتے نہیں ہیں آہ
یہاں لطف تب تلک ہی ہے جبتک ہوا رہے

کشتے ہیں ہم تو ذوقِ شہیدانِ عشق کے
تیغ ستم کو دیر گلے سے لگا رہے

گاہے کراہتا ہے گہے چپ ہے گاہ سست
ممکن نہیں مریضِ محبت بھلا رہے

آتے کبھو جو وھاں سے تو یہاں رہتے تھے اداس
آخر کو میر اُس کی گلی ہی میں جا رہے

یک عمر دیدہ ہائے ستم دیدہ تر رہے
آخر کو پھوٹ پھوٹ بہے تہر کر رہے

ہم نے بھی نذر کی ہے پھریں گے چمن کے گرد
آنے تئیں بہار کے گربال دیے رہے

کیا کہیے تیرے واسطے اے مایۂ حیات
کیا کیا عزیز اپنے تئیں مار مر رہے

مرتے بھی اپنے ہائے وہ حاضر نہ ہو سکا
ہم اشتیاق کش تو بہت محتضر رہے

ف زبان چھوڑی یعنی زبان درازی شروع کی۔

Marfat.com

مرغانِ باغ رہتے ہیں اب گھیرے یوں مجھے ماتم زدوں کے حلقے میں جوں نوحہ گر رہے
آغوش اُس سے خالی رہی شب تو تا سحر جیب و کنار گریۂ خونیں سے بھر رہے
نقشِ قدم کے طور ترے ہم ہیں پائمال غالب ہی یہ کہ دیر ہمارا اثر رہے
اب صبر و ہوش و عقل کی پیرے یہ ہی معاش یوں قافلہ لٹا کہیں آکر اتر رہے
لاکھوں ہمارے دیکھتے گھر بار سے گئے کس خانماں خراب کے ڈیرے جا کے گھر رہے
آتا کبھو تو ناز سے دکھلائی دے بھی جا دروازے ہی کی اور کہاں تک نظر رہے
رکھنا تمھارے پاؤں کا کھوتا ہی سر سے ہوش یہ چال ہی تو اپنی کسے پھر خبر رہے

کیا بد بلا ہی لاگ بھی دل کی کہ میر جی
دامن سوار لڑکوں کے ہو کر نفر رہے

یھاں ہم برائے بیت جو بے خانماں رہے سو یوں رہے کہ جیسے کوئی میہماں رہے
تھا ملک جن کے زیرِ نگیں صاف مٹ گئے تم اس خیال میں ہو کہ نام و نشاں رہے
آنسو چلے ہی آنے لگے منہ پہ متصل کیا کیجے اب کہ رازِ محبت نہاں رہے
ہم جب نظر پڑیں تو وہ ابرو کو خم کرے تیغ اپنے اُس کے کب تئیں یوں درمیاں رہے
کوئی بھی اپنے سر کو کٹاتا ہی یوں وبلے جوں شمع کیا کروں جو نہ میری زباں رہے
یہ دونوں چشمے خون سے بھر دوں تو خوب ہے سیلاب میری آنکھوں سے کب تک رواں رہے
دیکھیں تو مصرِ حسن میں کیا خواریاں کھنچیں اب تک تو ہم عزیز رہے ہیں جہاں رہے
مقصود گم کیا ہی نپٹ ایسا ہی اضطراب چکر ہیں ورنہ کا ہیکو یوں آسماں رہے
کیا اپنی اُن کی تم سے بیاں کیجیے معاش کیں مدتوں رکھا جو ٹک مہرباں رہے
گہ شام اُس کے موسے ہی گہ روئے اُس کے صبح تم چاہو ہو کہ ایک سا ہی یھاں سماں رہے
کیا نذرِ تیغِ عشق کو سر سبز میں کیا اس معرکہ میں کھیت بہت خستہ جاں رہے
اس تنگنائے دہر میں تنگی نفس نے کی ہوں صبح ایک دم ہی ہے ہم جو یھاں رہے

اک قافلے سے گرد ہماری نہ ٹک اٹھی
حیرت ہی میر اپنے تئیں ہم کہاں رہے

ایک سمے تم ہم فقرا سے اکثر صحبت رکھتے تھے
اور نہ تھی توفیق تمھیں تو بوسے کی ہمت رکھتے تھے

سلہ علام - نوکر - حد مشکار ۱۲ سلہ زبال، شب - یعنی کیا گرداب الزمان ۱۲

Marfat.com

آگے خط سے دماغ تمھارا عرش پہ تھا سو نے ہی نہ
پاؤں زمیں پر رکھتے تھے تو خدا پہ منت رکھتے تھے

اب تو ہم ہو چلتے ہیں ٹک تیرے ابرو خم ہوتے
کیا کیا رنج اُٹھاتے تھے جب جی میں طاقت رکھتے تھے

چاہ کے سائے دیوانے پر آپ سے اکثر بیگانے
عاشق اُس کے سیر کیے ہم سب سے جدی مت رکھتے تھے

ہم تو سزائے تیغ ہی تھے پر ظلم بے حد کیا معنی
اور بھی تجھ سے آگے ظالم اچھی صورت رکھتے تھے

آج غزال اک رہبر ہو کر لایا تربت مجنوں پہ
قصد زیارت رکھتے تھے ہم جب سے وحشت رکھتے تھے

کس دن ہم نے سر نہ چڑھا کر ساغر مے کو نوش کیا
دور میں اپنے دختر رز کی ہم اک حرمت رکھتے تھے

کوہکن و مجنون و وامق کس کس کے لیں نام غرض
جی ہی سے جاتے آگے منہ دے لوگ جو الفت رکھتے تھے

چشم جہاں تک جاتی تھی گل دیکھتے تھے ہم سرخ و زرد
پھول چمن کے کسی کے منہ سے ایسی خجلت رکھتے تھے

کام کرے کیا سعی و کوشش مطلب یاں نہ پیدا تھا
دست و پا بہتیرے مارے جب تک قدرت رکھتے تھے

چتون کے کب ڈھب تھے ایسے، چشمک کے تھے کب یہ ڈول
ہائے وے دن جن روزوں تم کچھ بھی مروت رکھتے تھے

لعل سے جب دل تھے یہ ہمارے مرجاں سے تھے اشک چشم
کیا کیا کچھ پاس اپنے ہم بھی عشق کی دولت رکھتے تھے

کل کہتے ہیں اس بستی میں میر جی مشتاقانہ موئے
تجھ سے کیا ہی جان کے دشمن وے بھی محبت رکھتے تھے

مجنوں و کوہکن کو آزار ایسے ہی تھے | یہ جان سے گئے سب بیمار ایسے ہی تھے

سلہ یعنی خط نکلنے سے پہلے ۱۲ سلہ دشتی سے سیر کئے۔ یعنی آپ سے عاشقوں کرا یما

Marfat.com

شمس و قمر کے دیکھے جی اُس میں جا رہے ہیں | اس دلفروز کے بھی رخسار ایسے ہی تھے
دامن کے پاٹ سارے تختے ہوئے چمن کے | بس اے سرشک خونیں درکار ایسے ہی تھے
تو ہو نہ کیوں رُلائے اُن کا گداز ہونا | یہ دل جگر ہمارے غمخوار ایسے ہی تھے
ہر دم جراحت آسا کب رہتے تھے ٹپکتے | یہ دیدۂ نمیں کیا خونبار ایسے ہی تھے
آزاردہ دلوں کا جیسا کہ تو ہے ظالم | اگلے زمانہ میں بھی کیا یار ایسے ہی تھے
ہو جائے کیوں نہ دوزخ باغِ زمانہ ہم پر | ہم بے حقیقتوں کے کردار ایسے ہی تھے
دیوار سے پٹک سر میں جو موا تو بولا | کچھ اس ستم زدہ کے آثار ایسے ہی تھے

اک حرف کا بھی اُن کو دفتر ہی کر دکھانا
کیا کہیے میر جی کے بستار ایسے ہی تھے

اب ہم فقیر جی سے دل کو اُٹھا کے بیٹھے | اس خصم جاں کے در پر تکیہ بنا کے بیٹھے
مرتے ہوئے بھی ہم کو صورت نہ آ دکھائی | وقتِ اخیر اچھا منہ کو چھپا کے بیٹھے
عزلت نشیں ہوئے جب دل داغ ہو گیا تب | یعنی کہ عاشقی میں ہم گھر جلا کے بیٹھے
جو کفر جانتے تھے عشقِ بتاں کو وہ ہی | مسجد کے آگے آخر قشقہ لگا کے بیٹھے
شورِ متاعِ خوبی اس شوخ کا بلا تھا | بازاری سب دکانیں اپنی بڑھا کے بیٹھے
کیا اپنی اور اُس کی اب نقل کریے صحبت | مجلس سے اُٹھ گیا وہ ٹک ہم جو آ کے بیٹھے
کیا جانے تیغ اُس کی کب ہو بلند عاشق | یوں چاہیے کہ سر کو ہر دم جھکا کے بیٹھے
پھولوں کی سیج پر سے جو بے دماغ اُٹھے | ق مسند پہ نازکی جو تیوری چڑھا کے بیٹھے
کیا غم اُسے زمیں پر بے برگ ساز کوئی | خار و خسک ہی کیونکر برسوں بچھا کے بیٹھے

وادیِ قیس سے پھر آئے نہ میر صاحب
مرشد کے ڈھیر پروے شاید کہ جا کے بیٹھے

ہے جنبشِ لب مشکل جب آن کے وہ بیٹھے | جو چاہیں سو یوں کہہ لیں لوگ اپنی جگہ بیٹھے
جی ڈوب گئے اپنے اندوہ کے دریا میں | وے جوش کہاں اب ہم مدت ہوئی وہ بیٹھے
کیا[1] رنگ میں شوخی ہے اُس کے تنِ نازک کی | پیراہن اگر پہنے تو اُس پہ بھی تہ بیٹھے
سر گل نے اُٹھایا تھا اس باغ میں سو دیکھا | کیا ناز سے یہاں کوئی کج کر کے کلہ بیٹھے
مرنے موئے پر جاہت ظاہر نہ کی اگلوں نے | بے حوصلہ تھے ہم جو اس راز کو کہہ بیٹھے

[1] میر تقی میر دہلوی سے کیا تنِ نازک ہے جاں کو بھی حسد جس تن پہ ہے / کیا بدن کا رنگ ہے تہ جس کی پیراہن پہ ہے

Marfat.com

کیا جانیے کہ ایدھر کا کب قصد کرے گا وہ | پامال ہوئے ہم تو اس سے سرِ رہ بیٹھے

جو ہاتھ چڑھا اس کے دل خوں ہی کیا اس کا
اُس پنجۂ رنگیں کی ای **میرؔ** نہ کہہ بیٹھے

اب سمجھ آئی مرتبہ تجھے | مر گیا خود کے تئیں خدا سمجھے
اس قدر جی میں ہے دغا اس کے | کہ دعا کریے تو دغا سمجھے
کچھ سمجھتے نہیں ہمارا حال | تم سے بھی ای بتاں خدا سمجھے
غلط اپنا کہ اُس جفا جو کو | سادگی سے ہم آشنا سمجھے
نکتہ داں بھی خدا نے تم کو کیا | پر ہمارا نہ مدعا سمجھے
لکھے دفتر کتابیں کیں تصنیف | پر نہ طالع کا ہم لکھا سمجھے

میرؔ صاحب کا ہر سخن ہے رمز
بے حقیقت ہے شیخ کیا سمجھے

اب اپنے قدِ راست کو خم دیکھتے ہیں ہائے | ہستی کے تئیں ہوتے عدم دیکھتے ہیں ہائے
سنتے تھے کہ جاتی ہے ترے دیکھنے سے جاں | اب جان چلی جاتی ہے ہم دیکھتے ہیں ہائے
کیا روتے ہیں یارانِ گذشتہ کے لیے ہم | جب راہ میں کچھ نقشِ قدم دیکھتے ہیں ہائے
کچھ عشق کی آتش کی لپٹ پہنچی ہمیں زور | سب تن بدن اپنے کو بھسم دیکھتے ہیں ہائے
دل چاک ہے جاں داغ جگر خوں ہے ہمارا | ان آنکھوں سے انواعِ ستم دیکھتے ہیں ہائے

مایوس نہ کس طور جہاں سے رہیں ہم **میرؔ**
اب تاب بہت جان میں کم دیکھتے ہیں ہائے

جاگنا تھا ہم کو سو بیدار ہوتے رہ گئے | کارواں جاتا رہا ہم ہائے سوتے رہ گئے
بوئے گل پیش از سحر گلزار سے رخصت ہوئی | ہم ستم کش روبرو اس کے تو ہوتے رہ گئے

جی دیے بن وہ دُرِ مقصود کب پایا گیا
بے جگر تھے **میرؔ** صاحب جان کھوتے رہ گئے

گل گئے بوٹے گئے گلشن ہوئے برہم گئے | کیسے کیسے ہائے اپنے دیکھتے موسم گئے
ہنستے رہتے تھے جو اس گلزار میں شام و سحر | دیدۂ تر ساتھ لے وے لوگ جوں شبنم گئے
گر ہوا اس باغ کی ہے یہ تو اے بلبل نہ بھول | کوئی دن میں دیکھیو وہاں وے گئے یہاں ہم گئے

Marfat.com

کیا کم اُس خورشید رو کی جستجو یاروں نے کی
لوہو روتے جوں شفق پورب گئے پچھم گئے

جی گیا یھاں بے دماغی سے انھوں کی دُور ہاں
نے جبیں سے چیں گئی نے ابروؤں سے خم گئے

شاید اب ٹکڑوں نے دل کے قصد آنکھوں کا کیا
کچھ سبب تو ہی جو آنسو آتے آتے تھم گئے

گرچہ ہستی سے عدم تک اک مسافت تھی بعید
پر اُٹھے جو ہم یہاں سے وھاں تلک یکدم گئے

کیا معاش اس غم کدہ میں ہم نے دس دن کی بہم
اُٹھ کے جس کے ہاں گئے دل کا لئے ماتم گئے

سبزۂ و گل خوش نشینی اس چمن کی جن کو تھی
سو بھی تو دیکھا گریباں چاک و مژگاں نم گئے

مردم دنیا بھی ہوتے ہیں سمجھ کس مرتبہ
آن بیٹھے ناؤں کو تو یھاں نگیں سے جم گئے

ربط صاحب خانہ سے مطلق بہم پہنچا نہ میر
مدتوں سے ہم حرم میں تھے پہ نامحرم گئے

ہم نہ کہتے تھے رہے گا ہم میں کیا یھاں سے گئے
سو ہی بات آئی اُٹھے اُس پاس سے جاں سے گئے

کیا بخود رہنا ہمارا کچھ رکھے ہے اعتبار
آپ میں آئے کبھو اب ہم تو مہماں سے گئے

جب تلک رہنا بنا دل تنگ غنچے سے رہے
دیکھئے کیا گل کھلے گا اب گلستاں سے گئے

کیا غزالوں ہی کو ہم بن وحشت بسیار ہے
کوہ بھی نالاں ہے جب ہم بیاباں سے گئے

لائی آفت خانقاہ و مسجد اوپر وہ نگاہ
صوفیاں دیں سے گئے سب شیخ ایماں سے گئے

دور کر خط کو کیا چہرہ کتابی ان نے صاف
اب قیامت ہے کہ سارے حرف قرآں سے گئے

جی تو اُس کی زلف میں دل کاکل پیچاں میں میر
جا بھی نکلے اس کنے تو ہم پریشاں سے گئے

دل شتاب اُس بزم عشرت سے اُٹھایا چاہیے
ایک دن تہ کر بساط ناز جایا چاہیے

یہ قیامت اور جی پر کل گئی پائیز میں
دل خس و خاشاک گلشن سے لگایا چاہیے

خانہ ساز دیں جو ہے واعظ سو یہ خانہ خراب
اینٹ کی خاطر جسے مسجد کو ڈھایا چاہیے

کام[1] کیا بال ہما سے چتر شہ سے کیا غرض
سر پر اک دیوار ہی کا اُس کی سایا چاہیے

التقا بر خانقہ والے بہت مغرور ہیں
مست ناز ایدھر اُسے یکبار لایا چاہیے

کیاریوں ہی میں پڑے رہیے گا سایہ کی روش
لینے ہوتے ابھی موسم گل کا آیا چاہیے

[1] مولانا جامی سے حدیث چتر مرصع بہر قافلہ گوے ÷ کہ سایہ دار غریباں ہمیں مغیلان است

Marfat.com

یہ ستم تازہ کہ اپنی ناکسی پر کر نظر — جن سے بگڑا چاہیے اُن سے بنایا چاہیے
جی نہیں رہتا ہے ٹک ناچار ہم کو اس کی اور — گرتے پڑتے ضعف میں بھی روز جایا چاہیے
گاہ برقع پوش ہو گہ مو پراگندہ کرو — تم کو مت منہ بہ صورت چھپایا چاہیے

وہ بھی تو ٹک دست و تیغ اپنے کی جانے قدر میر
زخم سارے ایک دن اس کو دکھایا چاہیے

انکھڑیوں کو اس کی خاطر خواہ کیونکر دیکھیے — صورت جب دیکھ لیجے تب ٹک ادھر دیکھیے
گرچہ زردی رنگ کی بھی ہجر ہی سے ہے ولے — منہ مرا دیکھو ہوا یہ کوفت جی پر دیکھیے
اب کی گل ہم بے پروں نے اور جستیں ان نے زور — اور دل اپنا بھی جلتا ہے بہت پر دیکھیے
آتے ہو جب جان یہاں آنکھوں میں رہتی ہو تو آ — دیکھیے ہم کو تو یوں بیمار و مضطر دیکھیے
اشک پر سرخی ابھی سے ہے تو آگے ہمنشیں — رنگ لاوے کیسے کیسے دیدۂ تر دیکھیے
دیر و کعبہ سے بھی ٹک جھپکی نہ چشم شوخ یار — شوق کے افراط سے تا چند گھر گھر دیکھیے
مرتے یوں صیدگہ کی کنج میں تو حسن کیا — عشق جب ہے تب گلے کو زیر خنجر دیکھیے
برسوں گزرے خاک ملتے منہ پر آئینہ کے طور — کیا غضب ہے آنکھ اٹھا کر ٹک تو ادھر دیکھیے

دیدنی ہے وجد کرنا میر کا بازار میں
یہاں تماشا بھی کسو دن تو مقرر دیکھیے

گرداب وار یار ترے صدقے جائیے — دریا کا پھیر پائیے تیرا نہ پائیے
سر مار مار بیٹھے تلف جی ہو کب تلک — ٹک اُٹھ کے اب نصیب کو بھی آزمائیے
سو مشکل سے ہم آئے گئے تیری بزم میں — پر "کہا نہ تو نے کبھو یوں کہ آئیے"
آئے ہیں تنگ جان سے قید حیات میں — اس بند سے ہمارے تئیں اب چھڑائیے
کہنے لگا کہ ٹیڑھے بہت ہوتے ہو تم — دو چار سیدھی تمھیں بھی سنائیے
ہے عزم جزم ترک و تجرد کا گر بنے — تو کیا اس جہان سفلے سے دل کو لگائیے

تاثیر ہے دُعا کو فقیروں کی میر جی
ٹک آپ بھی ہاے لئے ہاتھ اُٹھائیے

ٹک ٹھہرنے دے تجھے شوخی تو کچھ ٹھہرائیے — پیکر نازک کو تیرے کیونکہ بر میں لائیے
ساکن دیر و حرم دونوں تلاشی ہیں ترے — تو خدا جانے کہاں ہے کیونکہ تجھ کو پائیے

Marfat.com

دور ہی سے ہوش کھو دیتی ہے اُس کی بوئے خوش
آپ میں ہے تو اُس کے پاس بھی ٹک جائیے

ان دنوں رنگ اور کچھ ہے اس دلِ پُرخون کا
حق میں میرے آپ ہی کچھ سوچ کر فرمائیے

جی ہی کھپ جاتا ہے طرز آمیز ایسے لطف سے
ہنس کے جب کہتا ہے سب میں آئیے جی آئیے

دل کے ویراں کرنے میں بیداد کی ہے تو نے ہائے
خوش عمارت ایسے گھر کو اس طرح سے ڈھائیے

رات دن رخسار اُس کے چیت چڑھے رہتے ہیں میر
آفتاب و ماہ سے دل کب تلک بہلائیے

پر نہیں جو اُڑ کے اُس در جائیے
زندگانی حیف ہے مر جائیے

کچھ نہیں تو شعر ہی کی فکر کر
آئے ہیں جو یاں تو کچھ کر جائیے

قصد ہے کعبہ کا لیکن سوچ ہے
کیا ہے منہ جو اُس کے در پر جائیے

خانماں آباد جو ہے سو خراب
کس کے اُٹھ کر شہر میں گھر جائیے

بیم بر دن اس قدر یہ کیا ہے میر
عشق کریے اور پھر ڈر جائیے

ان دلبروں کو دیکھ لیا بے وفا ہیں یے[۵]
بے دید و بے مروت و نا آشنا ہیں یے

حالانکہ خصمِ جان ہیں پر دیکھیے جو خوب
ہیں آرزو دلوں کی بھی یہ مدعا ہیں یے

اب حوصلہ کرے ہے ہمارا بھی تنگ یاں
جانے بھی دو بتوں کے تئیں کیا خدا ہیں یے

گل پھول اس چمن کے چلو صبح دیکھ لیں
شبنم کے رنگ پھر کوئی دم میں ہوا ہیں یے

کس دل میں خرج بردیوں کی خالی نہیں جگہ
مغرور اپنی خوبی کے اوپر بجا ہیں یے

ہر چند ان سے برسوں چھپا ہم ملا کیے
ظاہر ولے نہ ہم پہ ہوا یہ کہ کیا ہیں یے

کیا جانو میر صاحب و قبلہ کے ڈھب کو تم
خوبیِ مسلم ان کی ولے بدبلا ہیں یے

---

۵ میر تقی میر کے زمانے میں (یہ) کی کتابت (ے) یا کے ساتھ ہوتی تھی (یے) مگر اب رسم الخط بدل گئی اور (یہ) بہ ہائے ہوز لکھتے ہیں۔ ہم نے قریب قریب بہت سی جگہ زمانۂ حال کے رسم الخط کو محفوظ رکھا ہے اور قدیم طرز کتابت کی تقلید نہیں کی مگر چونکہ یہ غزل ردیف یار میں لائی گئی ہے اس لئے قدیم رسم الخط بمجبوری قائم رکھا گیا۔

Marfat.com

شوق ہم کو کھپائے جاتا ہے / جان کو کوئی کھائے جاتا ہے
ہر کوئی اس مقام میں دس روز / اپنی نوبت بجائے جاتا ہے
کھل گئی بات تھی سو ایک پر / تو وہی منہ چھپائے جاتا ہے
یہاں لپیتھن نکل گیا وھاں غیر / اپنی ٹکی لگائے جاتا ہے
رو دیے کیا دل و جگر کے تئیں / جی بھی یہاں پر تو ہائے جاتا ہے
کیا کیا ہے فلک کا میں کہ مجھے / خاک ہی میں ملائے جاتا ہے
نہ جنھیں کچھ ہے اُن کے تئیں ہر گام / عرق شرم آئے جاتا ہے
جائے غیرت ہے خاکدانِ جہاں ق / تو کہاں منہ اُٹھائے جاتا ہے
دیکھ سیلاب اس بیاباں کا / کیسا سر کو جھکائے جاتا ہے

وہ تو بگڑے ہی میر ہے ہر دم
اپنی سی یہ بنائے جاتا ہے

کبھو میر اس طرف آکر جو چھاتی کوٹ جاتا ہے / خدا شاہد ہے اپنا تو کلیجہ ٹوٹ جاتا ہے
خرابی دل کی کیا انبوہ درد و غم سے پوچھو ہو / وہی حالت ہے جیسے شہر لشکر لوٹ جاتا ہے
شکست اس رنگ آئی بیخودی عشق میں دل پر / نشے میں مست سے جیسے کہ شیشہ پھوٹ جاتا ہے
نہ یوں ہوئے کہ اُٹھ جاؤں کہ ہے افسوس کی جاگہ / جب ایسا طائر خوش لہجہ پھنس کر چھوٹ جاتا ہے

نہیں کچھ عقل میں آتا کہ دیوانہ سا میر ادھر
کبھو آتا جو ہے کیدھر کو مارے روٹھ جاتا ہے

چمن کو یاد کر مرغِ قفس فریاد کرتا ہے / کوئی ایسا ستم دنیا میں اے صیاد کرتا ہے
ہوا خانہ خراب آنکھوں کا اشکوں سے تو بجا ہے / رہِ سیلاب میں کوئی بھی گھر بنیاد کرتا ہے

اُبھرا ہے نقشِ شیریں بے ستوں اوپر تماشا کر
کہ کارستانیاں تیرے لیے فرہاد کرتا ہے

جب نسیم سحر ادھر جا ہے / ایک سناہٹا گزر جا ہے
کیا اس آئینہ رو سے کہیے ہائے / وہ زبان کرکے پھر مکر جا ہے
جب سے سمجھا کہ ہم چلاؤ ہیں / حال پرسی ٹک آکے کر جا ہے
وہ کھلے بال سوئے ہے شاید / رات کو جی مرا بکھر جا ہے

Marfat.com

دُور اگرچہ گیا ہوں میں جی سے — کب وطن میرے یہ خبر جا ہے
وہ اگرچہ چت چڑھا رہا ایسا — آجکل جی سے منہ اُتر جا ہے

جی نہیں میرؔ میں نہ بولو تند
بات کہتے ابھی وہ مرجا ہے

کچھ بات ہے کہ گل ترے رنگیں دہاں سا ہے — یا رنگِ لالہ شوخ ترے رنگِ پاں سا ہے
آیا ہے زیرِ زلف جو رخسار کا وہ سطح — یھاں سانجھ کے تئیں بھی سحر کا سماں سا ہے
ہے جی کی لاگ اور کچھ اے فاختہ نہ لے — دیکھے نہ کوئی سروِ چمن اُس جواں سا ہے
کیا جانے کہ چھاتی جلے ہے کہ داغِ دل — ایک آگ سی لگی ہے کہیں کچھ دھواں سا ہے
اُس کی گلی کی اور تو ہم تیر سے گئے — گو قامتِ خمیدہ ہمارا کماں سا ہے
جو ہے سو اپنے فکرِ خرد بار میں ہے یھاں — سارا جہان راہ میں اک کارواں سا ہے
کعبہ کی یہ بزرگی شرف سب بجا ہے لیک — دلکش جو پوچھیے تو کب اس آستاں سا ہے
عاشق کی گور پر بھی کبھو تو چلا کرو — کیا خاک وھاں رہا ہے پہ کچھ نشاں سا ہے

زورِ طبیعت اس کا سنیں اشتیاق تھا
آیا نظر جو میرؔ تو کچھ ناتواں سا ہے

طپش سے رات کی جوں توں کے جی سنبھالا ہے — نہیں ہے دل کوئی دشمن بغل میں پالا ہے
حنائے یار کا پنجہ نہیں ہے گل کے رنگ — ہمارے اُن نے کلیجوں میں ہاتھ ڈالا ہے
گیا ہے پیش لے اعجازِ عشق سے فرہاد — وگرنہ خس نے کہیں بھی پہاڑ ٹالا ہے
سنا ہے گریۂ خونیں پہ یہ نہیں دیکھا — لہو کا ہر گھڑی آنکھوں کے آگے نالا ہے
رہے خیال نہ کیوں ایسے ماہ طلعت کا — اندھیرے گھر کا ہمارے وہی اُجالا ہے
دلوں کو کہتے ہیں ہوتی ہے راہ آپس میں — طریقِ عشق بھی عالم سے کچھ نرالا ہے

ہزار بار گھڑی بھر میں میرؔ مرتے ہیں
انھوں نے زندگی کا ڈھب نیا نکالا ہے

چھاتی جلا کرے ہے سوزِ دروں بلا ہے — اک آگ سی رہے ہے کیا جانیے کہ کیا ہے
میں اور تو ہیں دونوں مجبور طور اپنے — پیشہ ترا جفا ہے شیوہ مرا وفا ہے
[illegible] ہے کیدھر اہلِ جہاں کا یارب — سب متفق ہیں اس پر ہر ایک کا خدا ہے

Marfat.com

کچھ بے سبب نہیں ہے خاطر مری پریشاں ۔ دل کا الم جدا ہے غم جان کا جدا ہے
حسن ان بھی معنیوں کا تھا آپھی صورتوں میں ۔ اس مرتبے سے آگے کوئی چلے تو کیا ہے
شادی سے غم جہاں میں دہ چند ہم نے پایا ۔ ہے عید ایک دن تو دس روز یاں دہا ہے
ہے خصم جان عاشق وہ محو ناز لیکن ۔ ہر لمحہ بے ادائی یہ بھی تو اک ادا ہے
ہو جائے یاس جس میں سو عاشقی ہے ورنہ ۔ ہر رنج کو شفا ہے ہر درد کو دوا ہے
نایاب اس گہر کی کیا ہے تلاش آساں ۔ جی ڈوبتا ہے اس کا جو تہ سے آشنا ہے
مشفق ملاذ و قبلہ کعبہ خدا پیمبر ۔ جس خط میں شوق سے میں کیا کیا اسے لکھا ہے
ہے گرچہ طفل مکتب وہ شوخ ابھی تو لیکن ۔ جس سے ملا ہے اس کا استاد ہو ملا ہے
تاثیر عشق دیکھو وہ نامہ واں پہنچ کر ۔ جوں کاغذ ہوائی ہر سو اڑا پھرا ہے

پھرتے ہو میر صاحب سب سے جدے جدے تم
شاید کہیں تمہارا دل ان دنوں لگا ہے

دل بیتاب آفت ہے بلا ہے ۔ جگر سب کھا گیا اب کیا رہا ہے
ہمارا تو ہے اصل مدعا تو ۔ خدا جانے ترا کیا مدعا ہے
محبت کشتہ ہیں ہم یاں کسو پاس ۔ ہمارے درد کی بھی کچھ دوا ہے
حرم سے دیر اٹھ جانا نہیں عیب ۔ اگر یاں ہے خدا واں بھی خدا ہے
نہیں ملتا سخن اپنا کسو سے ۔ ہماری گفتگو کا ڈھب جدا ہے
کوئی ہے دل کھنچے جاتے ہیں اودھر ۔ فضولی ہے تجسس یہ کہ کیا ہے
مروں میں اس میں یا رہ جاؤں جیتا ۔ یہی شیوہ مرا مہر و وفا ہے
صبا اودھر گل اودھر سرو اودھر ۔ اسی کی باغ میں اب تو ہوا ہے
تماشا کردنی ہے داغ سینہ ۔ یہ پھول اس تختے میں تازہ کھلا ہے
ہزاروں ان نے ایسی کی ادائیں ۔ قیامت جیسے اک اس کی ادا ہے
جگہ افسوس کی ہے بعد چندے ۔ ابھی تو دل ہمارا بھی بجا ہے
جو چپکے ہوں کہے چپکے ہو کیوں تم ۔ ق ۔ کہو جو کچھ تمہارا مدعا ہے
سخن کریے تو ہووے حرف زن یوں ۔ بس اب منہ موند لے میں نے سنا ہے
کب اس بیگانہ خو کو سمجھے عالم ۔ ق ۔ اگرچہ یار عالم آشنا ہے

Marfat.com

نہ عالم میں ہے نے عالم سے باہر | یہ سب عالم سے عالم ہی جدا ہے

لگا میں گردِ سر پھرنے تو بولا
تمھارا میرؔ صاحب سر پھرا ہے

شور میرے جنوں کا جس جا ہے | دخل عقل اس مقام میں کیا ہے
دل میں پھرتے ہیں خال و خط و زلف | مجھ کو یک سر ہزار سودا ہے
شور بازار میں ہے یوسف کا | وہ بھی آ نکلے تو تماشا ہے
برچھیوں میں کہیں نہ بٹ جائے | دل صفوفِ مژہ میں تنہا ہے
نظر آئے تھے وے حنائی پا | آج تک فتنہ ایک برپا ہے
دل کھنچے جاتے ہیں اُسی کی اور | سارے عالم کی وہ تمنا ہے
برسوں رکھا ہے دیدۂ تر پر | پاٹ دامن کا اپنے دریا ہے
ٹک گریباں میں سر کو ڈال کے دیکھ | دل بھی دامن وسیع صحرا ہے
دل کشی اُس کے قد کی سی معلوم | سرو بھی یوں جوانِ رعنا ہے

دست و پا گم کیے ہیں تو نے میرؔ
تیری بے طاقتی سے پیدا ہے

کئی برسوں جگر کا ہی لہو اپنا پیا ہے | تب دل کے تئیں خوگرِ اندوہ کیا ہے
ڈر کیوں نہ محلے میں رہے رونے سے میرؔ | سیلاب نے اس کوچے میں گھر مول لیا ہے
افسوس ہے نشمردہ قدم تم جو رکھو یاں | اس راہ میں سر یاروں نے ہر گام دیا ہے
کاہش ہے عبث تم کو مرے جینے کی خاطر | بیمار بھلا ایسا کوئی آگے جیا ہے

پلکوں سے رفو اُن نے کیا چاکِ دلِ میرؔ
کس زخم کو کس نازکی کے ساتھ سیا ہے

کس غم میں مجھ کو یارب یہ مبتلا کیا ہے | دل ساری رات جیسے کوئی ملا کیا ہے
ان چار دن سے ہوں میں افسردہ کچھ وگرنہ | پھوڑا سا دل بغل میں برسوں جلا کیا ہے
اُس گل کی اور اپنا تب منہ کیا ہے میں نے | جب آشنا لبوں سے صلِ علا کیا ہے
دل داغ کب نہ دیکھا جی بار کب نہ پایا | کیا کیا نہالِ خواہش پھولا پھلا کیا ہے
تڑپا ہے ایسا ایسا جو غش رہا ہے مجھ کو | دل اک بغل میں جی کا دشمن پلا کیا ہے

Marfat.com

کیا خاک میں ہمیں کو اُن نے نیا ملایا
ٹیڑھی ہی چال گردوں اکثر چلا کیا ہے

چلتا نہیں ہے دل پر کچھ اس کے بس وگرنہ
عرش آہ عاجزاں سے اکثر ہلا کیا ہے

ہم گو نہ ہوں جہاں میں آخر جہاں تو ہوگا
تو نے بدی تو کی ہے ظالم بھلا کیا ہے

ہے مُنہ پہ میر کے کیا گردِ ملال تازہ
یہ خاک میں ہمیشہ یوں ہی رلا کیا ہے

باریک وہ کمر ہے ایسی کہ بال کیا ہے
دل ہاتھ جو نہ آوے اُس کا خیال کیا ہے

جو بیکلی ہے ایسی چاہت گلوں کی اتنی
کیا جانے ہمصفیرو لو اب کی سال کیا ہے

پہنچا بہم علاقہ ای عزلتی کسو سے
کرنا معاش اکیلے اتنا کمال کیا ہے

آغاز تو یہ ہے کچھ روتے ہیں خون ہر دم
کیا جانے عاشقی کا یارو مآل کیا ہے

پامال راہ اس کے کیا کیا عزیز دیکھے
آئی نہ جب سمجھ میں گردوں کی چال کیا ہے

وہ سیم تن ہو ننگا تو لطفِ تن پر اس کے
تو جی کئے تھے صدقے اک جان و مال کیا ہے

سرگرم جلوہ اُس کو دیکھے کوئی سو جانے
طرزِ خرام کیا ہے، حسن و جمال کیا ہے

ق

میں بے نوا اڑا تھا بوسے کو اُن لبوں کے
ہر دم صدا یہی تھی دے گذرو ٹال کیا ہے

پر چپ ہی لگ گئی جب اُن نے کہا کہ کوئی
پوچھو تو شاہ جی سے ان کا سوال کیا ہے

گہ آپ میں نہیں ہو گہ منتظر کہیں ہو
کچھ میر جی تمھارا ان روزوں حال کیا ہے

دل مرا مضطرب نہایت ہے
رنج و حرماں کی یہ بدایت ہے

منہ ادھر کر کبھو نہ وہ سویا
کیا دُعا شب کی بے سرایت ہے

اب وہ مہ اور ایک مہ سے ملا
چند در چند یہ حکایت ہے

ہر طرف بحث تجھ سے ہے ای عشق
شکر تیرا تری شکایت ہے

ایسے رنج و عنا میں اودھر سے
پرسشِ حال بھی عنایت ہے

دہر کا ہو گلہ کہ شکوۂ چرخ
اُس ستم گر ہی سے کنایت ہے

مت مراعاتِ غیر رکھ منظور
میرے حق میں یہی رعایت ہے

عاشق اب بڑھ گئے ہمیں چھانٹو
اس میں سرکار کی کفایت ہے

کب ملے میر ملک داروں سے
وہ گدائے شہرِ ولایت ہے

Marfat.com

گرمی سے ابر کا اگر ہنگامہ سرد ہے ۔ آنکھیں اگر یہی ہیں تو دریا بھی گرد ہے
مجنوں کو مجھ سے کیا ہے جنوں میں مناسبت ۔ میں شہر بند ہوں وہ بیاباں نورد ہے
کیا جانیے کہ عشق میں خوں ہو گیا کہ داغ ۔ چھاتی میں اب تو دل کی جگہ ایک درد ہے
واصل بحق ہوئے نہ جو ہم جانتے مر گئے ۔ غیرت ہو کچھ مزاج میں جس کی وہ مرد ہے
ممکن نہیں کہ وصفِ علی کوئی کر سکے ۔ تفرید کی جریدہ میں وہ پہلی فرد ہے
ٹھہرے نہ چرخِ نیلی پہ انجم کی چشم شوخ ۔ اس قصر میں لگا جو ہے کیا لاجورد ہے
کس سے جدا ہوئے ہیں کہ ایسے ہیں دردمند ۔ منہ میر جی کا آج نہایت ہی زرد ہے

جانے میں قتل گہ سے ترا اختیار ہے ۔ پر جانیں جو گئی ہیں سو رہ پُر غبار ہے
ہم آپ سے گئے سو الٰہی کہاں گئے ۔ مدت ہوئی کہ اپنا ہمیں انتظار ہے
بس وعدۂ وصال سے کم دے مجھے فریب ۔ آگے ہی مجھ کو تیرا بہت اعتبار ہے
سرتابی اُس سے طائرِ قدسی نہ کر سکے ۔ اُس ترک صید بند کا وہ قمو شکار ہے
مائل نہیں ہے سرو ہی تنہا تری طرف ۔ گل کو بھی تیرے دیکھنے کا خار خار ہے
پیوند میں زمیں کا ہوا اُس گلی میں لیک ۔ یوں بھی کہا نہ اُن نے یہ کس کا مزار ہے
کل سرو ناز باغ میں آیا نظر مجھے ۔ میں نے فریب شوق سے جانا کہ یار ہے
اب دیکھ کر قرار کیا گر وصال کا ۔ دل کو بغیر تیرے تنک بھی قرار ہے
سب فکر خانہ سازی میں منعم ہلاک ہیں ۔ بنیاد زندگانی کی ناپائدار ہے
کب تک ستم کبھو تو دلاسا بھی دیجیے ۔ بالفرض میر ایسا ہی تقصیر وار ہے

جنوں کا عبث میرے مذکور ہے ۔ جوانی دِوانی ہے مشہور ہے
کہو چشمِ خونبار کو چشم تم ۔ خدا جانے کب کا یہ ناسور ہے
فلک پر جو مہ ہے تو روشن ہے یہ ۔ کہ منھ سے ترے نسبت دور ہے
گدا شاہ دونوں ہیں دل باختہ ۔ عجب عشق بازی کا دستور ہے

۱؎ ۔ ما بابت بھلی
۲؎ بیخودی لے گئی کہاں ہم کو ؎ دیر سے انتظار ہے اپنا (میر)
۳؎ پیری میں مول لیں ہیں منعم حویلیوں کو ؎ ڈھیتا پھرے ہے آپ ہی اس پر بنا تو دیکھو۔

Marfat.com

قیامت ہی ہوگا جو رفع حجاب — نہ بے مصلحت یار مستور ہے
ہم اب ناتوانوں کو مرنا ہے صرف — نہیں وہ کہ جینا بھی منظور ہے
ستم میں ہمارے قسم ہے تمھیں — کرو صرف جتنا کہ مقدور ہے
نیاز اپنا جس مرتبے میں ہے یہاں — اُسی مرتبے میں وہ مغرور ہے
ہوا حال بندہ کا گو کچھ خراب — خدائی ابھی اُس کی معمور ہے
گیا شاید اُس شمع رو کا خیال
کہ اب میر کے منہ پہ کچھ نور ہے

زلف ہی درہم نہیں ابرو بھی پُرخم اور ہے — یہاں تلف ہوتا ہے عالم وہاں سو عالم اور ہے
پیٹ لینا سر تئے دل کے شروعِ عشق تھا — سینہ کوبی متصل ہے اب یہ ماتم اور ہے
جوں کفِ دریا کو دریا سے ہے نسبت دور کی — ابر بھی دوں اور کچھ ہے دیدۂ نم اور ہے
رہتے رہتے منتظر آنکھوں میں جی آیا اداں — دم غنیمت جان اب مہلت کوئی دم اور ہے
جی تو جانے کا ہمیں اندوہ ہی ہے ایک میر
حشر کو اٹھنا پڑے گا پھر یہ اک غم اور ہے

رشتہ کیا ٹھہرے گا یہ جیسے کہ مو نازک ہے — چاکِ دل پلکوں سے مت سی کہ رفو نازک ہے
شاخِ گل کا ہے کو اس لطف سے لچکے ہے کہیں — لاگ والا کوئی دیکھے تجھے تو نازک ہے
چشمِ انصاف سے برقع کو اُٹھا دیکھو اسے — گل کے منہ سے تو کہیں پردہ وہ رو نازک ہے
لطف کیا دیوے تمھیں نقشِ حصیرِ درویش — بوریا پوشوں سے پوچھو یہ اُتو نازک ہے
بڑے کھاتا ہے تو آتا ہے نظر پان کا رنگ — کس قدر ہائے رے وہ جلد گلو نازک ہے
گل سمجھ کر نہ کہیں بیکلی کرنے لگیو — بلبل اُس لالۂ خوش رنگ کی خو نازک ہے
رکھے تا چند خیال اس سرِ پُرشور کا میر
دل تو کانپا ہی کرے ہے کہ سبو نازک ہے

مستی میں جا و بیجا مدِ نظر کہاں ہے — بے خود ہیں اُس کی آنکھیں اس کو خبر کہاں ہے
شب چند روز سے میں دیکھا نہیں وہ چہرہ — کچھ سوچ کر منجم بارے قمر کہاں ہے
سیمیں تنوں کا ملنا چاہے ہے کچھ تمول — شاہد پرستیوں کو ہم پاس زر کہاں ہے
جوں آرسی کرے ہے منہ دیکھنے کی باتیں — دل کی توجہ اُس کی ہمدم ادھر کہاں ہے

Marfat.com

پانی ہو بہ گئے سب اجزا بدن کے لیکن / یوں بھی کہا نہ اُن نے وہ چشمِ تر کہاں ہے
خضر و مسیح سب کو جیتے ہی موت آئی / اور اس مرض کا کوئی اب چارہ گر کہاں ہے
لے اس سرے سے یارو اُجڑی ہے اس سرے تک / اقلیمِ عاشقی میں آباد گھر کہاں ہے
اُٹھنے کی اک ہوس ہے ہم کو قفس سے ورنہ / شایستۂ پریدن بازو میں پر کہاں ہے
پیرانہ سر چلے ہیں اُٹھ کر گلی سے اُس کے / کیا پیش آوے دیکھیں وقتِ سفر کہاں ہے

جاتا نہیں اگر وہ مسجد سے میکدے کو
پھر میرؔ جمعہ کی شب دو دو پہر کہاں ہے

کیا کہیے کلی سا وہ دہن ہے / اس میں بھی جو سوچیے سخن ہے
اُس گل کو لگے ہے شاخِ گل کب / یہ شاخچہ بندیِ چمن ہے
وابستگی مجھ سے شیشہ جاں کی / اس سنگ سے ہے کہ دل شکن ہے
کیا سہل گزرتی ہے جنوں سے / تحفہ ہم لوگوں کا چلن ہے
لطف اُس کے بدن کا کچھ نہ پوچھو / کیا جانیے جان ہے کہ تن ہے
وے بندِ قبا کھلے تھے شاید / صد چاک گلوں کا پیرہن ہے
گر دیر میں ہیں گئے حرم میں / اپنا تو یہی دوانہ پن ہے
ہم کشتۂ عشق ہیں ہمارا / میدان کی خاک ہی کفن ہے

کر میرؔ کے حال پر ترحم
وہ شہر غریب بے وطن ہے

ہم مست بھی ہو دیکھا آخر مزا نہیں ہے / ہشیاری کے برابر کوئی نشا نہیں ہے
شوقِ وصال ہی میں جی کھپ گیا ہمارا / یا آنکہ ایک دم وہ ہم سے جدا نہیں ہے
ہر صبح اُٹھ کے تجھ سے مانگوں ہوں میں تجھی کو / تیرے سوائے میرا کچھ مدعا نہیں ہے
زیرِ فلک رکا ہے اب جی بہت ہمارا / اس بے فضا قفس میں مطلق ہوا نہیں ہے
آنکھیں ہماری دیکھیں لوگوں نے اشک افشاں / اب چاہ کا کسو کے پردا رہا نہیں ہے
منہ جن نے میرا دیکھا ایک آہ دل سے کھینچی / اس دردِ عاشقی کی آیا دوا نہیں ہے

لطه جا کر شراب خانے میں رہتا نہیں تو پھر ۔ یہ کیا کہ میر جمعہ کی رات گھر نہیں (میر)

Marfat.com

تمھیں پیش از آشنائی کیا آشنا نگاہیں / اب آشنا ہودے پر آنکھ آشنا نہیں ہے

کرلیے جو ابتدا تو تا حشر حال کہیے / عاشق کی گفتگو کو کچھ انتہا نہیں ہے

پردا ہی ہم نے دیکھا چہرہ پہ گاہ و بیگاہ / اتنا بھی منہ چھپانا کچھ خوشنما نہیں ہے

میں روؤں تم ہنسو ہو کیا جانو میر صاحب / دل آپ کا کسو سے شاید لگا نہیں ہے

کیا تن نازک ہے جاں کو بھی حسد جس تن پہ ہے / کیا بدن کا رنگ ہے تہ جس کی پیراہن پہ ہے

گرد جب اٹھتی ہے اک حسرت سے رہجاتے ہیں دیکھ / وحشیانِ دشت کی آنکھ اس شکار افگن پہ ہے

کثرتِ پیکاں سے تیرے ہوگئی ہیئت ہی اور / اب شرف دل کو ہمارے پارۂ آہن پہ ہے

کون یوں اے ترک رعنا زینت فتراک تھا / خوں سے گلکاری عجب اک زین کے دامن پہ ہے

سر اٹھانے کی نہیں ہے ہم کو فرصت عشق میں / ہر دم اک تیغ جفا سے تازہ یہاں گردن پہ ہے

نوحہ گر کر مجھ کو دکھلایا غمِ دل نے ندان / شیون اب موقوف یاروں کا مرے شیون پہ ہے

ہو چکا رہنا مرا بستی میں آخر کب تلک / نالۂ شب سے قیامت روز مرد و زن پہ ہے

خرمنِ گل سے لگیں ہیں دور سے کوڑوں کے ڈھیر / لوہو رونے سے ہمارے رنگ اک گلخن پہ ہے

وے بھری پلکیں الٹ دیتی ہیں صف اک آن میں / اب لڑائی ہند میں سب اس سیہ پلٹن پہ ہے

تو تو کہتا ہے کہ میں نے اس طرف دیکھا نہیں / خونِ ناحق میر کا یہ کس کی پھر چتون پہ ہے

یہ رات ہجر کی یہاں تک تو دکھ دکھاتی ہے / کہ شکل صبح مری سب کو بھول جاتی ہے

تپش کے دم ہی تئیں مجھ سے ہے یہ خوں گرمی / وگرنہ تیغ تری کب گلے لگاتی ہے

ہنسے ہے چاک قفس کھلکھلا کے مجھ اوپر / چمن کی یاد میں جب بیکلی رلاتی ہے

ہوا ہے میر کے روشن کہ کلجبھی ہے شمع / زباں ہلانے میں پروانہ کو جلاتی ہے

نہ گلشن میں چمن پر ان نے بلبل تجھ کو جا دی ہے / سپاس ایزد کے گرچن نے کہ یہ ڈالی نوا دی ہے

نہیں ٹک بیٹھنے دیتے تم اپنی بزم میں ہم کو / مروت رسم تھی مدت کی سو تم نے اٹھا دی ہے

رہائی چنگل باز فلک سے مجھ کو مشکل تھی / مری یہ بند چڑیا کی سی محلے نے چھڑا دی ہے

گلی میں اپنی قدغن کر رکھو آنے نہ پاویں میں / کہیں کیا اور بھی دل کے لگانے کی منادی ہے

Marfat.com

تپش سے رنگ اڑ جاوے قلق سے جان گھبراوے / دیا ہے دل الٰہی ہم کو یا کوئی بلا دی ہے
درِ گلزار پیش از صبح وا ای باغباں مت کر / اڑا لیتی ہے مٹی بھی صبا اک جو پہ بادی ہے
کوئی صورت نہیں اس گھر سے اب تیرے نکلنے کی / قیامت کی ہے جن نے آرسی تجھ کو دکھا دی ہے
مجھے منظور کیا ہے زلف و خال و خطِ خوباں سے / خدا نے دیکھنے کی لت سی آنکھوں کو لگا دی ہے
کجی ذہن اس وادی میں گمراہی کی ہے باعث / سلیم الطبع کو تو پاؤں کا ہر نقش ہادی ہے
لگا رہتا ہے سینے ہی سے بیٹھا ہوں کہ سوتا ہوں / غرض چھاتی مری داغ جدائی نے جلا دی ہے
نہ چھوٹا دل میں کچھ اس کے گئے پر غارتِ غم سے / ہزار افسوس کیا بستی محبت نے لٹا دی ہے
نہ کلپتی ٹک ہوئی گر فقیری ساتھ الفت کے / ہمیں جب ان نے گالی دی تب ہم نے دعا دی ہے
ہوئی ہے دل کی محویت سے یکساں یہاں غم و فرحت / نہ ماتم مرنے کا ہے میر نے جینے کی شادی ہے

کیا حال بیاں کریے عجب طرح پڑی ہے / وہ طبع تو نازک ہے کہانی یہ بڑی ہے
کیا فکر کروں میں کہ ٹلے آگے سے گردوں / یہ گاڑی مری راہ میں بے ڈول اڑی ہے
ہے چشمک انجم طرف اس مہ کے اشارہ / دیکھو تو مری آنکھ کہاں جا کے لڑی ہے
کیا اپنی شرر ریزی کہیں پلکوں کی صف کی / ہم جانتے ہیں ہم پہ جو یہ باڑھ جھڑی ہے
وے دن گئے جو پہروں لگی رہتی تھیں آنکھیں / اب یہاں ہمیں مہلت کوئی پل کوئی گھڑی ہے
ایسا نہ ہوا ہوگا کوئی واقعہ آگے / اک خواہش دل ساتھ مرے جیتی گڑی ہے
کیا نقش میں مجنوں ہی کے تھی رفتگیِ عشق / لیلیٰ کی بھی تصویر تو حیران کھڑی ہے
رہ جاتے ہیں چلے متصل آنسو جو ہمارے / ہر تارِ نگہ آنکھوں میں موتی کی لڑی ہے
کھنچتا ہی نہیں ہم سے قدم خم شدہ ہرگز / یہ سست کماں ہاتھ پر اب کتنی کڑی ہے
گل کھائے ہیں افراط سے میں عشق میں اتنے / اب ہاتھ مرا دیکھو تو پھولوں کی چھڑی ہے
وہ زلف نہیں منعکس دیدۂ تر میر / اس بحر میں اشعار سے زنجیر پڑی ہے

کس فتنہ قد کی ایسی دھوم آنے کی پڑی ہے / ہر شاخ گل چمن میں بھچک ہوئی کھڑی ہے
واشد ہوئی نہ بلبل اپنی بہار میں بھی / کیا جانے کہ جی میں یہ کیسی گل چھڑی ہے
نادیدنی دکھاوے کیونکر نہ عشق ہم کو / اس فتنۂ زماں سے آنکھ اپنی جا لڑی ہے

Marfat.com

وے دن گئے کہ پہروں کرتے نہ ذکر اُس کا
اب نام یار اپنے لب پر گھڑی گھڑی ہے
آتش سی پھک رہی ہے سارے بدن میں میرے
دل میں عجب طرح کی چنگاری آپڑی ہے
کیا پوچھ ہیں کو اُس کی تلوار کھا گئی ہے
ایسی ہی اک جڑی ہے اُس نے جہاں جڑی ہے
کیا میر سر جھکا دیں ہر کم بغل کے آگے
نام خدا انھوں کی عزت بہت بڑی ہے

آنکھیں نہیں یہاں کھلتیں ایدھر کو نظر بھی ہے
سُدھ اپنی نہیں ہم کو کچھ تم کو خبر بھی ہے
گو شکل ہوائی کی سر کھینچ تئیں کھینچا
ای آہ شرر افشاں کچھ تجھ میں اثر بھی ہے
اس منزلِ دلکش کو منزل نہ سمجھئے گا
خاطر میں رہے یہاں سے درپیش سفر بھی ہے
مجھ حال شکستہ کی تا چند یہ بے وقری
کچھ کسر میں اب میرے ای شوخ کسر بھی ہے
یہ کیا ہے کہ مُنہ نوچے لے چاک کرے سینہ
کر عرض جو کچھ تجھ میں ای میر ہنر بھی ہے

کوفت سے جان لب پہ آئی ہے
ہم نے کیا چوٹ دل پہ کھائی ہے
لکھتے رقعہ لکھے گئے دفتر
شوق نے بات کیا بڑھائی ہے
آرزو اُس بلند و بالا کی
کیا بلا میرے سر پہ لائی ہے
دیدنی ہے شکستگی دل کی
کیا عمارت غموں نے ڈھائی ہے
ہے تصنع کہ لعل ہیں وے لب
یعنی اک بات سی بنائی ہے
دل سے نزدیک اور اتنا دور
کس سے اُس کو کچھ آشنائی ہے
بیستوں کیا ہے کوہ کن کیسا
عشق کی زور آزمائی ہے
جس مرض میں کہ جان جاتی ہے
دلبروں ہی کی وہ جدائی ہے
یہاں ہوئے خاک سے برابر ہم
وھاں وہی نازِ خودنمائی ہے
ایسا موتی ہے زندہ جاوید
رفتہ یار تھا جب آئی ہے
مرگ مجنوں سے عقل گم ہے میر
کیا دوانے نے موت پائی ہے

اس شوخ سے ہمیں بھی اب یاری ہو گئی ہے
شرم انکھڑیوں میں جس کی عیاری ہو گئی ہے

Marfat.com

روتا پھرا ہوں برسوں لوہو چمن چمن میں
کوچے میں اُس کے یکسر گلکاری ہو گئی ہے

یک جا اٹک کے رہنا ہے نا تمامی ورنہ
سب میں وہی حقیقت یہاں ساری ہو گئی ہے

جب خاک کے برابر ہم کو کیا فلک نے
طبع خشن میں تب کچھ ہمواری ہو گئی ہے

مطلق اثر نہ دیکھا مدت کی آہ وزاری
اب نالہ و فغاں سے بیزاری ہو گئی ہے

اُس سے دوچار ہونا آتا نہیں میسر
مرنے میں اس سے ہم کو ناچاری ہو گئی ہے

ہر بار ذکر محشر کیا یار کے در اوپر
ایسی تو یہاں قیامت سو باری ہو گئی ہے

اندازِ شوخی اُس کے آتے نہیں سمجھ میں
کچھ اپنی بھی طبیعت یہاں عاری ہو گئی ہے

شاہی سے کم نہیں ہے درویشی اپنے ہاں تو
اب عیب کچھ جہاں میں ناداری ہو گئی ہے

ہم کو تو دردِ دل ہے، تم زرد کیوں ہو ایسے
کیا میر جی تمھیں کچھ بیماری ہو گئی ہے

کہاں یارو قیس اب جو دنیا کرے ہے
کبھو قدرداں عشق پیدا کرے ہے

یہ طفلانِ بازار جی کے ہیں گاہک
وہی جانتا ہے جو سودا کرے ہے

چھپائیں ہوں آنکھیں ہی ان نے تو کہئے
وہ ہر بات کا ہم سے پردا کرے ہے

جو رونا ہے راتوں کو اپنا یہی تو
کنارہ کوئی دن میں دریا کرے ہے

ٹھسک[۱] اُس کے چلنے کی دیکھو تو جانو
قیامت ہی ہر گام برپا کرے ہے

۱۔ فتنہ در سر بتانِ حشر خرام ؛ ہائے رے کس ٹھسک سے چلتے ہیں۔ میر

Marfat.com

مریں شوقِ پروازِ گلشن میں کیوں نا
اسیروں کی یہاں کون پروا کرے ہے

بنی صورتیں کیسی کیسی بگاڑیں
سمجھتے نہیں ہم فلک کیا کرے ہے

خط افشاں کیا خونِ دل سے تو بولا
بہت اب تو رنگین انشا کرے ہے

ہلاک آپ کو میر مت کر دوانے
کوئی ذی شعور آہ ایسا کرے ہے

کیا پوچھتے ہو عاشق راتوں کو کیا کرے ہے
گاہے بکا کرے ہے گاہے دعا کرے ہے

دانستہ اپنے جی پر کیوں تو جفا کرے ہے
اتنا بھی میرے پیارے کوئی کڑھا کرے ہے

فتنہ سپہر کیا کیا برپا کیا کرے ہے
سو خواب میں کبھو تو مجھ سے ملا کرے ہے

کس ایسے سادہ رو کا حیرانِ حسن ہے یہ
مرآت گاہ و بیگہ بھیچک رہا کرے ہے

ہم طورِ عشق سے تو واقف نہیں ہیں لیکن
سینے میں جیسے کوئی دل کو ملا کرے ہے

کیا کہیے داغ دل ہے ٹکڑے جگر ہے سارا
جانے وہی جو کوئی ظالم وفا کرے ہے

اُس بت کی کیا شکایت راہ و روش کی کریے
پردے میں بد سلوکی ہم سے خدا کرے ہے

گرم آکر ایک دن وہ سینے سے لگ گیا تھا
تب سے ہماری چھاتی ہر شب جلا کرے ہے

کیا چال یہ نکالی ہوکر جوان تم نے
اب جب چلو ہو دل کو ٹھوکر لگا کرے ہے

دشمن ہو یار جیسا درپے ہے خوں کے میرے
ہے دوستی جہاں وھاں یوں ہی ہوا کرے ہے

سمجھا ہے یہ کہ مجھ کو خواہش ہے زندگی کی
کس ناز سے معالج میری دوا کرے ہے

حالت میں غش کے کس کو خط لکھنے کی ہے فرصت
اب جب تب ادھر کو جی ہی چلا کرے ہے

سرکا ہے جب وہ برقع تب آپ سے گئے ہیں
مُنہ کھولنے لے اس کے اب جی چھپا کرے ہے

بیٹھے ہے یار آکر جس جا پہ ایک ساعت
ہنگامہ قیامت وھاں سے اُٹھا کرے ہے

سوراخ سینہ میرے رکھ ہاتھ بند مت کر
ان روزنوں سے دل تک کسب ہوا کرے ہے

کیا جانے کیا تمنا رکھتے ہیں یار سے ہم
اندوہ ایک جی کو اکثر رہا کرے ہے

گل ہی کی اُور ہم بھی آنکھیں لگا رکھیں گے
ایک آدھ دن جو موسم اب کی وفا کرے ہے

گہ سرگزشت اُن نے فرہاد کی نکالی
مجنوں کا گاہے قصہ بیٹھا کہا کرے ہے

ایک آفتِ زماں ہے یہ میر عشق پیشہ
پردے میں سارے مطلب اپنے ادا کرے ہے

Marfat.com

ربط دل تو اُس بتِ بے مہر کینہ ور سے ہے
کیا کہوں میں آہ مجھ کو کام کس پتھر سے ہے

لہ اُس کو کہتے ہیں نہیں میں جانتا اسلام و کفر
دیر ہو یا کعبہ مطلب مجھ کو تیرے در سے ہے

کیوں نہ ای سیّد پسر دل کھینچے یہ موئے دراز
اصل زُلفوں کی تیرے گیسوئے پیغمبرؐ سے ہے

کاغذِ ابری پہ دردِ دل اُسے لکھ بھیجئے
وہ بھی تو جانے کہ یہاں آشوبِ چشمِ تر سے ہے

کیا کہیں دل کچھ کھنچے جاتے ہیں اُودھر ہر گھڑی
کام ہم بے طاقتوں کو عشق زورآور سے ہے

رحم بھی دینا تھا تھوڑا ہائے اس خوبی کے ساتھ
تجھ سے کیا کل گفتگو یہ داورِ محشر سے ہے

کیا کروں گا ابھی میں بے پر ہوسِ گلزار کی
لطفِ گلگشت ای نسیمِ صبح بال و پر سے ہے

مرنے کے اسباب پڑتے ہیں بہت عالم میں لیک
رشک اُس پر ہے کہ جس کی موت اس خنجر سے ہے

ناز و خشم و بے دماغی اس طرف سب ہیں ولے
کچھ کسو بھی طور کی رنجش بھلا ایدھر سے ہے

دیکھ گل کو ٹک کہ ہر یک سر چڑھا لیتا ہے یہاں
اس سے پیدا ہے کہ عزت اس چمن میں زر سے ہے

کانپتا ہوں میں تو تیرے ابروؤں کے خم ہوئے
قشعریرہ[۲] کیا مجھے تلوار کے کچھ ڈر سے ہے

لہ عاشق ہم از اسلام خرابست ہم از کفر ٭ پروانہ چراغِ حرم و دیر نداند۔ عرفی
۲ قشعریرہ۔ جھرجھری۔ پھریری۔

Marfat.com

اشک پے در پے چلے آتے تھے چشم زار سے
ہر نگہ کا تار مانا رشتۂ گوہر سے ہے

بادیے ہی میں پڑا پاتے ہیں جب تب تجھ کو میر
کیا خفا ای خانماں برباد کچھ تو گھر سے ہے

کارِ دل اُس مہ تمام سے ہے
کاہش اک روز مجھ کو شام سے ہے

تم نہیں فتنہ ساز سچ صاحب
شہر پر شور اس غلام سے ہے

بوسہ لے کر سرک گیا کل میں
کچھ کہو کام اپنے کام سے ہے

کوئی تجھ سا بھی کاش تجھ کو ملے
مدعا ہم کو انتقام سے ہے

کب وہ مغرور ہم سے مل بیٹھا
ننگ جس کو ہمارے نام سے ہے

خوش سرانجام وے ہی ہیں جن کو
اقتدا اولیں امام سے ہے

شعر[51] میرے ہیں سب خواص پسند
پر مجھے گفتگو عوام سے ہے

شیطنت سے نہیں ہے خالی شیخ
اُس کی پیدائش احتلام سے ہے

سر جھکاؤں تو اور ٹیڑھے ہو
کیا تمھیں چڑھ مرے سلام سے ہے

سہل ہے میر کا سمجھنا کیا
ہر سخن اُس کا اک مقام سے ہے

جل گیا دل مگر ایسی جو بلا نکلے ہے
جیسے لُوں جلتی مرے مُنہ سے ہوا نکلے ہے

لخت دل قطرۂ خوں ٹکڑے جگر ہو ہو کر
کیا کہوں میں کہ مری آنکھوں سے کیا نکلے ہے

میں جو ہر سو لگوں ہوں دیکھنے ہو کے مضطر
آنسو ہر میری نگہ ساتھ گتھا نکلے ہے

پارسائی دھری رہ جائے گی مسجد میں شیخ
جو وہ اس راہ کبھو مستی میں آ نکلے ہے

گو کہ پردا کرے جوں ماہِ شب ابر وہ شوخ
کب چھپا رہتا ہے ہر چند چھپا نکلے ہے

بھیڑیں[52] ٹلجاتی ہیں آگے سے اُس ابرو کے ہلے
سیکڑوں میں سے وہ تلوار چلا نکلے ہے

بنتی ہے سامنے اس کے کئے سجدہ ہی ولے
جی سمجھتا ہے جو اس بُت میں ادا نکلے ہے

ہر کہیں نالہ کشاں ہم ہیں کہ ہم سے ہر روز
شور و ہنگامہ کا اک طور نیا نکلے ہے

[51] حدیث مطلب ہمنائے زیر لبی است ؛ کہ اہل بزم عوام اند و گفتگو عربی است (فیضی)

[52] بھیڑیں ٹلیں اس ابروئے خمدار کے ہلنے ؛ لاکھوں میں اس اوباش نے تلوار چلائی (میر تقی)

Marfat.com

اجر ہے خالی نہیں عشق میں مارے جانا
دے ہی جو سر کوئی کچھ یھاں سے بھی پا نکلے ہی

الگ چلے ہی مگر اس گیسوئے عنبر بو سے
ناز کرتی ہوئی اس راہ صبا نکلے ہی

کیا ہی اقبال کہ اس دشمن جاں کے آتے
منہ سے ہر ایک کے سو بار دعا نکلے ہی

سوز سینے کا بھی دل چسپ بلا ہی اپنا
داغ جو نکلے ہی چھاتی سے لگا نکلے ہی

سارے دیکھے ہوئے ہیں دلی کے عطار و طبیب
دل کی بیماری کی کس پاس دوا نکلے ہی

کیا فریبندہ ہی رفتار ہی کینہ کی جدا
اور گفتار سے کچھ پیار جدا نکلے ہی

ویسا بیجا نہیں دل **میر** کا جو رہ نہ سکے
چلتا پھرتا کبھو اُس پاس بھی جا نکلے ہی

عبرت سے دیکھ جس جا یھاں کوئی گھر بنے ہی
پڑتے ہیں جسم ڈھ کر دیوار و در بنے ہی

ہیں دل گداز جن کے کچھ چیز مال وے ہیں
ہوتے ہیں ملتفت تو پھر خاک زر بنے ہی

شب جوش غم سے جس دم لگتا ہی دل تڑپنے
ہر زخم سینہ اُس دم یک چشم تر بنے ہی

یھاں ہر گھڑی ہماری صورت بگڑتی ہیگی
چہرہ ہی وھاں انھوں کا دو دو پہر بنے ہی

ٹک رُک کے صاف طینت نکلے ہی اور کچھ ہو
پانی گرہ جو ہووے تو پھر گہر بنے ہی

ہی شعبدہ کے فن میں کیا دست میکشوں کا
زاہد انھوں کا جا کر آدم سے خر بنے ہی

نکلے ہی صبح بھی یھاں صندل ملے جبیں کو
عالم میں کام کس کا بے درد سر بنے ہی

سارے دکھوں کی اے دل ہو جائے گی تلافی
صحبت ہماری اُس کی ٹک بھی اگر بنے ہی

ہر اک سے ڈھب جدا ہی سارے زمانہ کا بھی
بنتی ہی جس کسو کی یک طور پر بنے ہی

برسوں لگی رہی ہیں جب مہر و مہ کی آنکھیں
تب کوئی ہم سا صاحب صاحب نظر بنے ہی

یاران دیر و کعبہ دونوں بلا رہے ہیں
اب دیکھیں **میر** اپنا جانا کدھر بنے ہی

تمام شد دیوان دوم میر تقی میر

Marfat.com

دیوانِ سوم

میر تقی میر دہلوی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے مالک نے مرے حق میں یہ احسان کیا
خاکِ ناچیز تھا میں سو مجھے انسان کیا

اس مرے دل کی خرابی ہوئی اے عشق دریغ
تو نے کس خانۂ مطبوع کو ویران کیا

ضبط تھا جب تئیں چاہت نہ ہوئی تھی ظاہر
اشک نے بہ کے مرے چہرے پہ طوفان کیا

تھا شوق کی دل کے جو صبا سے پوچھی
اک کفِ خاک کو لی اُن نے پریشان کیا

مجھ کو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب میں نے
درد و غم کتنے کیے جمع تو دیوان کیا

دین و دل کے غم کو آساں ناتواں نہ لے گیا
یا محبت کہہ کے یہ بارِ گراں میں لے گیا

خاک و خوں میں لوٹ کر رہ جانے ہی کا لطف ہے
جان کو کیا جو سلامت نیم جاں میں لے گیا

سرگزشتِ عشق کی تہ کو نہ پہونچا یاں کوئی
گرچہ بیتیں دردِ بتاں یہ داستاں میں لے گیا

عرصۂ دشتِ قیامت باغ ہو جائیگا سب
اس طرح سے جو یہ چشمِ خونفشاں میں لے گیا

ذکر دل جانے کا وہ پرکینہ سُن کہنے لگا
یہ سُناتے ہو کسے کیا مہرباں میں لے گیا

یک جہاں مہر و وفا کی جنس تھی میرے کنے
لیکن اسکو پھیر ہی لایا جہاں میں لے گیا

ریختہ کاہے کو تھا اس رتبۂ اعلیٰ میں میر
جو زمیں نکلی اُسے تا آسماں میں لے گیا

میرا ہی مقلدِ عمل تھا
مجنوں کے دماغ میں خلل تھا

دل ٹوٹ گیا تو خوں نہ نکلا
شیشہ یہ بہت ہی کم بغل[1] تھا

تھیں سب کی نظر میں اُسکی بھوویں
افسوس یہ شعر مبتذل تھا

[1] کم بغل - بے مایہ

Marfat.com

کیا قدر ہے ریختے کی گو میں
اس فن میں نظیری کا بدل تھا

تھا نزع میں دستِ میر دل پر
شاید غم کا یہی محل تھا

کرتا جنوں جہاں میں بے نام و ننگ آیا
اک جمع لڑکوں کا بھی لے لے کے سنگ آیا

شب شمع کو بھی چیکی مجلس میں لگ گئی تھی
سرگرمِ شوقِ مردن جس دم پتنگ آیا

فتنے فساد اُٹھینگے گھر گھر میں خون ہونگے
گر شہر میں خراماں وہ خانہ جنگ آیا

ہر سر نہیں ہے شایاں شورِ قلندری کا
گو شیخِ شہر باندھے زنجیر و زنگ آیا

چسپاں ہے اُس بدن سے پیراہنِ حریری
اتنی بھی تنگ پوشی جی اب تو تنگ آیا

باتیں ہماری ساری بے ڈھنگیاں ہیں یعنی
بوڑھے ہوئے یہ ہمکو اب تک نہ ڈھنگ آیا

بشرے کی اپنے رونق اے میر عارضی ہے
جب دل تو خوں کیا تو چہرے پہ رنگ آیا

دل فگر کہتا ہوں تو کہتا ہے وہ یہ دل ہے کیا
ایسے ناداں دلربا کے ملنے کا حاصل ہے کیا

جاننا باطل کسو کو یہ قصورِ فہم ہے
حق اگر سمجھے تو سب کچھ حق ہے یاں باطل ہے کیا

یاں کوئی دن رات وقفہ کرکے قصد آگے کا کر
کارواں گاہِ جہانِ رفتنی منزل ہے کیا

تک رہے ہیں اُٹھ سکے سو ہم تک رہے ہیں ایک سے
دیدۂ حیراں ہمارا دیدۂ بسمل ہے کیا

وہ حقیقت ایک ہی ساری نہیں ہے سب میں تو
آپ سا ہر رنگ میں یہ اور کچھ شامل ہے کیا

چوٹ میرے دل میں ایسی ہے کہ ہوں میں دم بخود
واہ کشندہ یوں نہیں کہتا ہے کہ تو گھایل ہے کیا

کہتے ہیں ظاہر ہے اک ہی لیلیٰ ہفت اقلیم میں
اس عبارت کا نہیں معلوم کچھ محمل ہے کیا

ہم تو سو سو بار مرتے ہیں ایک ایک آن میں
عشق میں اُسکے گزرنا جان سے مشکل ہے کیا

شاخ پر گل یا نہال اودھر جھکے جاتے ہیں سب
قامتِ دلکش کا اسکے سرو بھی مائل ہے کیا

مرثیہ میرے بھی دل کا رقت آور ہے بلا
محتشم[1] و میر میں کیا جانوں اور مقبل[2] ہے کیا

ان دلبروں سے رابطہ کرنا ہے کام کیا
کر اک سلام پوچھنا صاحب کا نام کیا

[1] محتشم کاشی ایران کا ایک مشہور مرثیہ گو تھا جس کا ہفت بند نہایت مقبول و مشہور ہے۔ دسویں صدی ہجری میں انتقال کیا۔ [2] ملا مقبل بھی ایران کا ایک مشہور مرثیہ گو تھا۔ جس کے مراثی چھپ چکے ہیں۔ ۱۲

Marfat.com

حیرت ہے دیکھویں چشم تماشا کہاں کہاں
حسن و جمال ویسا ہی اس کا خرام کیا

دی اک نگاہ گرم جہاں اُن سے مل گئے
عاشق کو دلبروں سے سلام و پیام کیا

شکر خدا کہ سر نہ فرو لائے ہم کہیں
کیا جانیں سجدہ کہتے ہیں کسکو سلام کیا

اس کنج لب پہ چپکے ہوئے منہ کو رکھیے ہم
دلچسپ اس مقام میں حرف و کلام کیا

جس جائے اُسکے چہرے سے کرتے ہیں گفتگو
مرآت و ماہ و گل کا ہے اس جا مقام کیا

کہتا ہے کون بدر میں نقصان کچھ رہا
پر منہ کھلے پہ اُسکے ہے ماہ تمام کیا

یہ جانوں ہوں کہ دل کو ہے اس رو سے لاگ
کیا جانوں پیش آوے ہے اب صبح و شام کیا

تسبیح تک تو میر نے رکھا کلال کے[۵]
وقت نماز اب بھی ہونے تھے امام کیا

چال یہ کیا تھی کہ ادھر کو گزارا نہ کیا
دور ہی دور پھرے پاس ہمارا نہ کیا

اس کو منظور نہ تھی ہم سے محبت کرنی
ایک چشمک بھی نہ کی ایک اشارا نہ کیا

بعد دشنام تھی بوسے کی توقع بھی ولے
تلخ سننے کے تئیں ہم نے گوارا نہ کیا

مر کے بے حوصلہ لوگوں میں کہایا فرہاد
چندے پتھر سے سر اور بھی مارا نہ کیا

جی رہے ڈوبتے دریائے غم عشق میں لیک
بلہوس کی سی طرح ہم نے کنارا نہ کیا

نیم جاں صدقے کی اُمید نہ زیاں دیکھا نہ سود
ہم تو کچھ دوستی میں وارے کا سارا نہ کیا

لے گیا مٹی بھی دروازے کی اُنکے میں میر
پر اطبا نے مرے درد کا چارا نہ کیا

وہ دل نہیں رہا ہے تعب جو اُٹھائے گا
یا لوہو اشک خونی سے منہ پر بہائے گا

اب یہ نظر پڑے ہے کہ برگشتہ وہ مژہ
کاوش کرے گی ٹک بھی تو سنبھلا نہ جائے گا

کھینچا جو میں وہ ساعد سیمیں تو کہہ اُٹھا
بس بس کہیں ہیں اجی صاحب غش آئے گا

سمجھے تو اُس کے طور پہ مجلس میں شیخ کے
پھر بھی ملا تو خوب سا اُن کو رجھائے گا

جلوے سے اُسکے جل کے ہوئے خاک سنگ و خشت
بیتاب دل بہت ہے یہ کیا تاب لائے گا

ہم رہ چکے جو ایسے ہی غم میں کھپا کیے
معلوم جی کی چال سے ہوتا ہے جائے گا

اُڑ کر لگی ہے پانوں میں زلف اُسکی پیچدار
بازی نہیں یہ سانپ جو کوئی کھلائے گا

اُڑتی رہے گی خاک جنوں کرتی دشت دشت
کچھ دست اگر یہ بے سروساماں بھی پائے گا

[۵] کلال کے یعنی کلال کے یہاں گرو رکھی اور تسبیح بالاتفاق مونث ہے ۱۲ سار ۱۰ اعتبار ۱۲

Marfat.com

در پے ہے اب وہ سادہ قراول پسر بہت
دیکھیں تو میر کے تئیں کوئی بچائیگا

وہ جو گلشن میں جلوہ ناک ہوا
پھول غیرت سے جل کے خاک ہوا

اُسکے دامن تلک نہ پہونچا ہاتھ
تھا سر دست جیب چاک ہوا

کس قدر تھا خبیث شیخ شہر
اسکے مرنے سے شہر پاک ہوا

ڈرپئے اُس رشک خور کی گرمی سے
کچھ تو ہے ہم سے جو تپاک ہوا

میر ہلکان ہوگیا تھا بہت
سو طلب ہی میں پھر ہلاک ہوا

کیا دو بیئے ہمیں کو یوں آن کر کے مارا
شہرت دگر سے طوفان کر کے مارا

تربت کا میری لوحہ آئینے سے کرے ہے
یعنی کہ اُن نے مجکو حیران کر کے مارا

بیگانہ جان اُن نے کیا چوٹ رات کو کی
منہ دیکھ دیکھ میرا پہچان کر کے مارا

پہلے گلے لگایا پھر دست جور اُٹھایا
مارا تو اُن نے لیکن احسان کر کے مارا

اُس سست عہد نے کیا کی تھی قسم مجھی سے
بہتوں کو اُن نے عہد و پیمان کر کے مارا

حاضر یراق ہونا کاہے کو چاہیئے تھا
مجھ بینوا کو کیا سامان کر کے مارا

کہنے لگا کہ شب کو میرے تئیں لٹا تھا
مستانہ میر کو میں کیا جان کر کے مارا

گیا حسن خوبان بدراہ کا
ہمیشہ رہے نام اللہ کا

پشیماں ہوا دوستی کر کے میں
بہت مجکو ارمان تھا چاہ کا

جگر کی سپر چھوٹ جانے لگی
بلا توڑ ہے ناوک آہ کا

اسیری کا دیتا ہے مژدہ مجھے
مرا زمزمہ گاہ و بیگاہ کا

رہوں جا کے مر حضرت یار میں
یہی قصد ہے بندہ درگاہ کا

کہا ہو دم قتل کچھ تو کہے
جواب اسکو کیا میرے خونخواہ کا

عدم کو نہیں مل کے جاتے ہیں لوگ
غم اس راہ میں کیا ہے ہمراہ کا

نظر خواب میں اس کے منہ پر تری
بہت خوب ہے دیکھنا ماہ کا

نکو نہیں اگر آنکھ تیری ہو میر
تماشا کر اس کی نظر گاہ کا

Marfat.com

چشم سے خوں ہزار نکلے گا
کوئی دل کا بخار نکلے گا

اُس کی تحجیر گہ سے روح الامیں
ہوکے آخر شکار نکلے گا

آندھیوں سے سیاہ ہوگا چرخ
دل کا تب کچھ غبار نکلے گا

ہوئے رخنہ لاگ تیرِ مژگاں کی
کسکے سینے کے پار نکلے گا

نازِ خورشید کب تلک کھینچیں
گھر سے کب اپنے یار نکلے گا

خون ہی آئے گا تو آنکھوں سے
ایک سیلِ بہار نکلے گا

عزلتِ میر عشق میں کب تک
ہوکے بے اختیار نکلے گا

اعجاز منھ تکے ہے ترے لب کے کام کا
کیا ذکر یاں مسیح علیہ السلام کا

رقعہ ہمیں جو آوے ہے سو تیر میں بندھا
کیا دیجیے جواب اجل کے پیام کا

کچھ سدھ سنبھالتے ہی رکھی اُن نے پگڑی پھیر
ممنون میں نہیں ہوں جوابِ سلام کا

منھ دیکھو بدر کا کہ تری روکشی کرے
تو یوں ہی نام لے ہے کسو ناتمام کا

نوبت ہی اپنی جب سے یہی کوچ کا ہی شور
بجنا سُنا نہیں ہے کبھو یاں مقام کا

غنچہ لب اسکا دیکھ کے خاموش رہ گئے
یعنی کہ تھا مقام یہ ختمِ کلام کا

اُس رو و مو کے محو کو کیا روزگار سے
جلوہ ہی کچھ جدا ہے مرے صبح و شام کا

صاحب ہو مار ڈالو مجھے تم وگرنہ کچھ
جز عاشقی گناہ نہیں ہے غلام کا

کب اقتدا ہو مجھ سے کسو کی سوائے میر
بندہ ہوں دل سے میں اُسی سیّد امام کا

ہوں نشاں کیوں نہ تیرِ خوباں کا
مجھ پہ تودا ہوا ہے طوفاں کا

ہاتھ زنجیر ہو جنوں میں رہا
اپنی زنجیرۂ گریباں کا

چپکے دیکھو جھمکتے وے لبِ سرخ
ذکر یاں کیا ہی لعل و مرجاں کا

ایک رہزن ہے اسکی کافر زلف
غم ہی رہتا ہے دین و ایماں کا

عمر آوارگی میں سب گزری
کچھ ٹھکانا نہیں دل و جاں کا

کافرستاں ہے خال و خط و زلف
ذکر کیا ہے دلِ مسلماں کا

مر گیا میر نالہ کش بیکس
لے نے ماتم میں اُسکے منھ ڈھانکا

Marfat.com

جس خشم سے وہ شوخ چلا آج شب آیا
آیا کبھو یاں دن کو بھی یوں تو غضب آیا

اُس نرگسِ مستانہ کو کر یاد کڑھوں ہوں
کیا گریہ سرشار مجھے بے سبب آیا

راہ اس سے ہوئی خلق کو کس طور سے یارب
ہمکو کبھی ملنے کا تو اُس کے نہ ڈھب آیا

کیا پوچھتے ہو دب کے سخن منھ سے نہ نکلا
کچھ دیکھتے اُس کو مجھے ایسا ادب آیا

کہتے تو ہیں میلانِ طبیعت ہے اسے بھی
یہ باتیں ہیں ادھر کو مزاج اُس کا کب آیا

خوں ہوتی رہی دل ہی میں آزردگی میری
کس روز گلہ اس کا مرے تا بلب آیا

جی آنکھوں میں آیا ہے جگر منھ تئیں میرے
کیا فائدہ یاں چل کر اگر یار اب آیا

آتے ہوئے اُسکے تو ہوئی بیخودی طاری
وہ یاں سے گیا اُٹھ کے مجھے ہوش جب آیا

جاتا تھا چلا راہ عجب چال سے کل میر
دیکھا اُسے جس شخص نے اسکو عجب آیا

کیا کام کیا ہم نے دل یوں نہ لگانا تھا
اس جان کی جوکھوں کو اسوقت نہ جانا تھا

تھا جسم کا ترک اولیٰ ایام میں پیری کے
جاتا تھا چلا ہر دم جامہ بھی پرانا تھا

ہر آن تھی سرگوشی یا بات نہیں گاہے
اوقات ہے اک یہ بھی اک وہ بھی زمانا تھا

پامالی عزیزوں کی رکھنی تھی نظر میں ٹک
اتنا بھی تمھیں آکر یاں سر نہ اُٹھانا تھا

اک محو تماشا ہیں اک گرم ہیں قصہ کے
یاں آج جو کچھ دیکھا سو کل وہ فسانا تھا

کیونکر گلی سے اُسکی میں اُٹھ کے چلا جاتا
یاں خاک میں ملنا تھا لوہو میں نہانا تھا

جو تیر چلا اُس کا سو میری طرف آیا
اس عشق کے میدان میں میں ہی تو نشانا تھا

جب تو نے نظر پھیری تب جان گئی اُسکی
مرنا ترے عاشق کا مرنا کہ بہانا تھا

کب اور غزل کہتا میں اس زمیں میں لیکن
پردے میں مجھے اپنا احوال سُنانا تھا

کہتا تھا کسو سے کچھ تکتا تھا کسو کا منھ
کل میر کھڑا تھا یاں سچ ہے کہ دوانا تھا

سہل ایسا نہ تھا آخر جی سے مرا جانا تھا
ٹک رنجہ قدم کر کر مجھ تک اُسے آنا تھا

کیا موکی پریشانی کیا پردے میں پنہانی
منھ یار کو ہر صورت عاشق سے چھپانا تھا

لذت سے نہ تھا خالی جانا تہِ تیغ اُس کے
اے صید حرم تجکو اک زخم تو کھانا تھا

کیا صورتیں بگڑی ہیں نستاقوں کی ہجرانیں
اس چہرے کو اے خالق ایسا نہ بنانا تھا

Marfat.com

مت سہل ہمیں سمجھو پہونچے تھے بہم تب ہم
برسوں تئیں گردوں نے جب خاک کو چھانا تھا

کیا ظلم کیا بیجا مارا جیون سے اُن نے
کچھ ٹھور بھی تھی اسکی کچھ اس کا ٹھکانا تھا

اے شور قیامت اب وعدہ سے قیامت ہے
خوابیدہ مرے خوں کو ظالم نہ جگانا تھا

ہو باغ و بہار آیا گل پھول کہیں پایا
جلوہ اسے یاں اپنا صد رنگ دکھانا تھا

کہتے نہ تھے ہم واں سے پھر آ چکے جیتے تم
میر اس گلی میں تم کو زنہار نہ جانا تھا

تب اس بہشتی رو سے یہ خلطہ بہم کیا
جب برسوں ہمنے سورۂ یوسف کو دم کیا

چہرے کو نوچ نوچ لیا چھاتی کوٹ لی
جانے کا دل کے ہمنے بہت غم الم کیا

مربوط اور لوگوں سے شاید کہ وے ہوئے
وہ ربط و رابطہ جو بہت ہمنے کم کیا

کیا کیا سخن زبان پہ میرے آئے ہو کے قتل
مانند خامہ گو کہ مرا سر قلم کیا

کی ہمنے تپ درونے کی سوزش سے عافیت
سب تن بدن اس آگ نے اپنا بھسم کیا

یاں اپنے جسم زار پہ تلوار سی لگی
اُن نے جو بیدماغی سے ابرو کو خم کیا

اس زندگی سے مارے ہی جانا بھلا تھا میر
رحم اُن نے میرے حق میں کیا کیا ستم کیا

ابکی جو گل کی فصل میں ہم کو جنوں ہوا
وہ دل کہ جس پہ اپنا بھروسا تھا خوں ہوا

ٹھہرا گیا ہو ٹک بھی تو مجھسے بیاں کر دل
آتے ہی اُس کے رفتن صبر و سکوں ہوا

تھا شوق طوف تربت مجنوں مجھے بہت
اک گرد باد وحشت مرا رہنموں ہوا

سیلاب آگے آیا چلا جاتے دشت میں
بے اختیار رونے کا میرے شگوں ہوا

جان اُس کی تیغ تیز سے رکھ کر دریغ میر
صید حرم ندان شکار زبوں ہوا

رات سے آنسو مری آنکھوں میں پھر آنے لگا
ایک رتی جی تھا بدن میں سو بھی گھبرانے لگا

وہ لڑکپن سے نکل کر تیغ چمکانے لگا
خون کرنے کا خیال اب کچھ اسے آنے لگا

لعل جاں بخش اسکے تھے پوشیدہ جوں آب حیات
اب جو کوئی کوئی ان ہونٹھوں پہ مرجانے لگا

حیف میں اسکے سخن پر ٹک نہ رکھا گوش کو
یوں تو ناصح نے کہا تھا دل نہ دیوانے لگا

جس دم کے معتقد تم ہو گئے شیخ شہر کے
یہ تو الفت ہے کہ سُن کر لعن رم کھانے لگا

Marfat.com

گرم ملنا اُس گلِ نازک طبیعت سے نہ ہو
چاندنی میں رات بیٹھا تھا سو مرجھانے لگا

عاشقوں کی پائمالی میں اسے اصرار ہے
یعنی وہ محشر خرام اب پانوں پھیلانے لگا

چشمک اس مہ کی سی دلکش دید میں آئی نہیں
گو ستارہ صبح کا بھی آنکھ جھپکانے لگا

کیونکر اس آئینہ رو سے میر ملیے بیحجاب
وہ تو اپنے عکس سے بھی دیکھو شرمانے لگا

ضبط کرتے کرتے اب جو لب کو میں نے وا کیا
سو بھی رہتا ہوں یہ کہتا ہائے دل ئے یا کیا

آنکھ پڑتی تھی تمھارے منھ پہ جبتک چین تھا
کیا کیا تمنے کہ مجھ بیتاب سے پردا کیا

گو رہی اسکو جھنکائی عشق جسکے ہاں گیا
اس طبیب بدشگوں نے کسکے تئیں اچھا کیا

دیکھ خبطی مجکو رستے بند ہو جاتے ہیں اب
عشق نے کیا کوچہ و بازار میں رسوا کیا

لوگ دل دیتے سنے تھے میر دے گزرا ہے جی
لیک اپنے طور پہ ان نے بھی اک سودا کیا

سینہ کوبی ہے طپش سے غم ہوا
دل کے جانے کا بڑا ماتم ہوا

آنکھیں دوڑیں خلق جا اودھر گری
اُٹھ گیا پردہ کہاں اودھم ہوا

کیا لکھوں رویا جو لکھتے جوں قلم
سب مرے نامے کا کاغذ نم ہوا

ہم جو اُس بن خوار ہیں حد سے زیاد
یاریاں تک آن کر کیا کم ہوا

آگیا یوں ہی خراماں وہ تو پھر
حشر کا ہنگامہ ہی برہم ہوا

درہمی ہے برہمی سے دیکھیو
دونوں عالم کا عجب عالم ہوا

جسم خاکی کا جہاں پردہ اُٹھا
ہم ہوئے وہ میر وہ سب ہم ہوا

ہجر کی اک آن میں دل کا ٹھکانا ہو گیا
ہر زماں ملتے تھے باہم سو زمانا ہو گیا

واں تعلل ہی تجھے کرتے گئے شام و سحر
یاں ترے مشتاق کا مرنا بہانا ہو گیا

شیب میں بھی ہے لباسِ جسم کا ظاہر قماش
پر اسے اب چھوڑیے جامہ پُرانا ہو گیا

کہنے تو کہہ بیٹھے مہ بہتر ہے روئے یار سے
شہر میں پھر ہم کو مشکل منھ دکھانا ہو گیا

صد سخن آئے تھے لب تک کہنے پائے ایک
ناگہاں اُس کی گلی سے اپنا جانا ہو گیا

رہنے کے قابل تو ہرگز تھی نہ یہ عبرت سرائے
اتفاقاً اس طرف اپنا بھی آنا ہو گیا

Marfat.com

سیکڑوں افسوں دنوں کو پڑھتے تھے تیری میر
بیٹھنا راتوں کو باہم اب فسانا ہو گیا

یاد خط میں اُس کے جی پھر آکے گھبراتا رہا ۔ رات کا بھی کیا ہی منھ آیا تھا پر جاتا رہا
کیا قیامت ہوتی بے پردہ ہوئے کیا جانیے ۔ مصلحت ہی ہو گی ہے وہ جو شرماتا رہا
قد موزوں یار کا خاطر سے جاتا ہی نہیں ۔ میں اسی مصرع کو ساری عمر ڈولاتا رہا
کل مکل جیتا بدل سے آجکل کچھ نہیں ۔ میں تو اس غمکش کو بیکل ہی سدا پاتا رہا
ک کھا جاتی ہے خشک و تر جو اُسکے منہ پڑے ۔ میں تو جیسے شمع اپنے ہی تئیں کھاتا رہا
میری تیری چاہ منہ دیکھے کی ہے جوں آرسی ۔ آنکھ پھیری جس گھڑی پھر کا ہے کا ناتا رہا
ہو گئے ہم محتسب کی بے شعوری سے اسیر ۔ شیخ میں کچھ ہوش تھا میخانے سے جاتا رہا
وک ہی اس کارواں کے حرف نشنو تھے تمام ۔ راہ چلتے تو جرس ہر گام چلاتا رہا

میر دیوانہ ہے اچھا بات مجھے کیا مری
یوں تو مجھ سے جب ملا میں اسکو سمجھاتا رہا

میں گلستاں میں آکے عبث آشیاں کیا ۔ بلبل نے بھی نہ طور گلوں کا بیاں کیا
پھر اُسکے ابرواں کا خم و تاب ہو وہی ۔ تلوار کے تلے بھی مرا امتحاں کیا
دوں کس کو دوس دشمنی جانی تھی دوستی ۔ اُس سودے میں صریح میں نقصانِ جاں کیا
گالی ہے حرف یار قلم نے قضا کی ہائے ۔ صورت نکالی خوب دلے بدزباں کیا
اس جنس خوش کے پیچھے کھپا میں جو اُو کیا ۔ میں نے کسو کا کیا کیا اپنا زیاں کیا
لڑکے جہاں آباد کے یک شہر کرتے ناز ۔ آجاتے ہیں بغل میں اشارہ جہاں کیا

میں منتظر جواب کا نامے کے مر گیا
ناچار میر جان کو اودھر رواں کیا

وفا تھی مہر تھی اخلاص تھا تلطف تھا ۔ کبھو مزاج میں اسکے ہمیں تصرف تھا
جو خوب دیکھو تو ساری وہی حقیقت ہے ۔ چھپانا چہرے کا عشاق سے تکلف تھا
اسیر عشق نہیں باز خواہ خوں رکھتے ۔ ہمارے قتل میں اسکو عبث توقف تھا
نہ پوچھو خوب ہے بدعہدیوں کی مشق اسکو ۔ ہزاروں عہد کیے پر وہی تخلف تھا
جہاں ہیں میر سے کاہیکو ہوتے ہیں پیدا ۔ سُنا یہ واقعہ جن نے اُسے تاسف تھا

Marfat.com

جنوں میں ساتھ تھا کل لڑکوں کا لشکر جہاں میں تھا
سے چلے آتے تھے چاردں اور سے پتھر جہاں میں تھا

تجلی جلوہ اس رشک قمر کا قرب تھا مجکو
سب جلے جاتے تھے واں جائے ملک کے پر جہاں میں تھا

گلی میں اسکے میری رات کیا آرام سے گزری
یہی تھا سنگ بالیں خاک تھی بستر جہاں میں تھا

غضب کچھ شور تھا سر میں بلا بے طاقتی جی میں
قیامت لحظہ لحظہ تھی مرے دل پر جہاں میں تھا

چبھیں تھیں جی میں وے پلکیں لگیں تھیں دل کو وے بھوئیں
یہی شمشیر چلتی تھی یہی خنجر جہاں میں تھا

خیالِ چشم و روئے یار کا بھی طرفہ عالم ہے
نظر آیا ہے واں اک عالمِ دیگر جہاں میں تھا

عجب دن میر تھے دیوانگی میں دشت گردی سے
سر اوپر سایہ گستر ہوتے تھے کیکر جہاں میں تھا

گل بھی ہے معشوق لیکن کب ہے اس محبوب سا
آگئے اس قد کے ہو سرو باغ بے اسلوب سا

اسکے وعدے کی وفا تک وہ کوئی ہوویگا جو
ہو عمر نوح سا صابر ہو پھر ایوب سا

عشق سے کن نے مرے آگہ کیا اس شوخ کو
اب مرے آنے سے ہو جاتا ہے وہ محجوب سا

بعد مردن یہ غزل مطرب سے جن نے گوش[۱] کی
گور کے میری گلے جا لگ کے رویا خوب سا

عاقلانہ حرف زن ہو میر تو کر لیے بیاں
زیر لب کیا جانیے کہتا ہے کیا مجذوب سا

کبھو وہ توجہ ادھر کر رہے گا
ہمیں عشق ہے تو اثر کر رہے گا

ہمارا ہے احوال حیرت کی جاگہ
جو دیکھے گا وہ بھی نظر کر رہے گا

نہیں اس طرف میر جانے سے رہتا
رہے گا تو اودھر ہی مر کر رہے گا

میر کا صحبت میں اسکے حرف سر کر رہ گیا
پیش جاتے کچھ نہ دیکھی چشم تر کر رہ گیا

خوبی اپنے طالع بد کی کہ شب وہ رشک ماہ
گھر مرے آنے کو تھا سو منھ ادھر کر رہ گیا

طنز و تعریضِ بتانِ بیوفا کے در جواب
میں بھی کچھ کہتا خدا سے اپنے ڈر کر رہ گیا

سرگزشت اپنی سبب ہے حیرتِ احباب کی
جس سے دل خالی کیا وہ آہ بھر کر رہ گیا

میر کو کتنے دنوں سے رہتی تھی بے طاقتی
رات دل تڑپا بہت شاید کہ مر کر رہ گیا

۱؎ گوش کردن فارسی کا محاورہ ہے۔ اسی کا یہ ترجمہ ہے۔ ورنہ گوش کرنا اردو میں نہیں بولتے۔

Marfat.com

مجھ زار نے کیا گرمی بازار سے پایا
کبریت نمط جن نے لیا مجکو جلایا

بیتاب تہِ تیغِ ستم دیر رہا میں
جبتک نہ گئی جان مجھے صبر نہ آیا

جانا فلک ودوں نے کہ سرسبز ہوا میں
گر خاک سے سبزہ کوئی پژمردہ اُگا یا

اس رُخ نے بہت صورتیں لوگونکی بگاڑیں
اس قد نے قیامت کا سا ہنگامہ اُٹھایا

مت راہ سخن دے کہ پھر آپ ہی تو کہے گا
کیوں میں نے محبت کی عبث مُنہ کو کھلایا

ہر چند کہ تھی رِ تجھنے کی جاے ترے لب
پر گالیاں دیں اتنی اُنھوں سے کہ بھایا

گردش میں رہا کرتے ہیں ہم دید میں اُن کے
آنکھوں نے تری خوب سماں ہمکو دکھایا

کس روز یہ اندوہِ جگر سوز تھا آگے
کب شب لب و یارب تھی مری یو نہیں خدایا

دن جی کے اُلجھنے کی ہی جھگڑے میں کٹے ہی
رات اُسکے خیالات سے رہتے ہیں قضایا

کیا کہیئے دماغ اُس کا کہ گلگشت میں کل میر
گل شاخوں سے جھک آئے تھے پر منھ نہ لگایا

نہیں ف

جب گل کہے ہے اپنے تئیں یار کے رو سا
تب آنکھوں تلے میری اُترتا ہے لہو سا

تحقیق کروں کس سے حقیقت کے نشے کو
خضر آب اسے کہتا ہے آتش کہے موسا

کیا دور ہے شربت یہ اگر قند کے تھوکے
ٹک جن نے ترے شربتی ان ہونٹھوں کو چوسا

دم لابہ کریں شیخ رکھیں شملے تو کیا ہے
ہونا مگر آسان ہے اسکے سگ کو سا

تعبیر جسے کرتے ہیں ہنگامۂ محشر
وہ یار کے کوچے کا ہے کچھ شور غلو سا

آرایش و درویشی بھی اپنی نہیں بے لطف
ہے بوریے کا نقش مرے تن پہ اُتو سا

اب کی ہے حدیث اُس سے سخن کرنے کی میں نے
کیا میر سنے بولے کوئی سے بیہدہ گو سا

اگر وہ ماہ نکل گھر سے ٹک ادھر آتا
تو رُک کے مُنہ تئیں کا ہمکو شب جگر آتا

مرید پیرِ مغاں صدق سے نہ ہم ہوتے
جو حق شناس کوئی اور بھی نظر آتا

نہ تھے ہنر سے جو سر کو دو پارہ میں کرتا
زمانہ غم کا مرے کس طرح بسر آتا

کسو ہنر سے تو ملتے تھے باہم اگلے لوگ
ہمیں بھی کاشکے ایسا کوئی ہنر آتا

شراب خانے میں شب مست ہو رہا شاید
جو میر ہوش میں ہوتا تو اپنے گھر آتا

Marfat.com

وہ کم نما و دل ہے شائق کماں اُسکا — جو کوئی اُس کو چاہے ظاہر ہے حال اُسکا
ہم کیا کریں علاقہ جس کو بہت ہو اس سے — رکھ دیتے ہیں گلے پر خنجر نکال اُسکا
بس ہو تو دام کر بھی اُس پر نثار کریے — یک نقد دل رکھے ہیں سو تو ہے مال اُسکا
یہ جانتا تو اس سے ہمخواب میں نہ ہوتا — پکا خیال جی کا ایسا خیال اُسکا
اُن زلفوں سے نہ لگ کر چل اے نسیم ظالم — تاریک ہے جہاں پھر بکھرا جو بال اُسکا
جس داغ سے کہ عالم ہے مبتلا بلا میں — سو داغ جان عاشق مُنہ پر ہے خال اُسکا
مستانہ ساتھ میرے روتی پھرے ہے بلبل — گل سے جو دل لگا ہے ابتر ہے حال اُسکا
میری طرح جھکے ہیں بیخود ہو سرو گل بھی — دیکھا کہیں چمن میں شاید جمال اُسکا

کیا تم کو پیار سے وہ اے میر مُنہ لگاوے
پہلے ہی چومے تم تو کاٹو ہو گال اُس کا

زار رکھا بیحال رکھا بیتاب رکھا بیمار رکھا — حال رکھا تھا کچھ بھی ہم میں عشق نے آخر مار رکھا
میلان اُس کا تھا کاہیکو جانب اُلفت کیشوں کے — اپنی طرف سے ہم نے ابتک اُس ظالم سے پیار رکھا
عشق بھی ہم میں ہائے تصرف کیسے کیسے کرتا ہے — دل کو چاک جگر کو زخمی آنکھوں کو خونبار رکھا
کیا پوچھو ہو دیں کے اکابر فاضل کامل صابر رنج — عزت والے کیا لوگوں کو گلیوں میں اُن نے خوار رکھا

کام اس سے اک طور پہ لیتے بیطور اسکو ہونے نہ دیتے
حیف ہے میر سپردوں نے ہمسے نہ اسکو یار رکھا

دل رات دن رہے ہے سینے میں عشق ملتا — ہر چند چاہتا ہوں پر جی نہیں سنبھلتا
اب تو بدن میں سارے اک پھنک رہی ہے آتش — وہ مہ گلے سے لگتا تو یوں جگر نہ جلتا
شب ماہ چاردہ تھا کس حسن سے نمایاں — ہوتا بڑا تماشا جو یار بھی نکلتا
اے رشک شمع گویا تو موم کا بنا ہے — مہتاب میں کبھی کو دیکھا ہے یوں پگھلتا
تکلیف باغ ہمکو یاروں نے کی وگرنہ — گل پھول سے کوئی دم اپنا ہی دل بہلتا
رونے کا جوش ویسا آنکھوں کو ہے ہمیشہ — جیسے ہو رود کوئی برسات میں اُبلتا

کرتا ہے وے سلوک اب جس سے کہ جان جاوے
ہم میر یوں نہ مرتے اس پر جو دل نہ جلتا

بوسہ اُس بت کا لے کے منہ موڑا — بھاری پتھر تھا چوم کر چھوڑا

Marfat.com

ہو کے دیوانے ہم ہوئے زنجیر — دیکھ کر اُس کے پاؤں کا توڑا
دل نے کیا کیا نہ رات درد دیے — جیسے پکتا رہے کوئی پھوڑا
گرم رفتن ہے کیا سمندِ عمر — نہ تھکے جس کو باؤ کا گھوڑا
کیا کرے بخت مدعی تھے بلند — کوہکن نے تو سر بہت پھوڑا
دل ہی مرغِ چمن کا ٹوٹ گیا — پھول گلچیں نے ہائے کیوں توڑا

ہے لبِ بام آفتابِ عمر
کر لے سو کیا ہے میرؔ دن تھوڑا

ہے عشق میں صبر ناگوارا — پھر صبر بن اور کیا ہے چارا
ان بالوں سے مشک مت خجل ہو — عنبر تو عرق عرق ہے سارا
یوں بات کرے ہے میرے خوں سے — گویا نہیں اُن نے مجھ کو مارا
دیکھو ہو تو دور بھاگتے ہو — کچھ پاس نہیں تمھیں ہمارا
تھا کس کو دماغ باغ اس بن — بلبل نے بہت مجھے پکارا
رخسار کے پاس وہ دُرِ گوش — ہے پہلوے ماہ میں ستارا
ہوتے ہیں فرشتے صید آکر — آہوے حرم ہیں یاں چکارا
پھولے مجھے دیکھ کر گلوں میں — بلبل کا ہے باغ میں اجارا

جب جی سے گزر گئے ہم اے میرؔ
اُس کوچے میں تب ہوا گزارا

دل عجب چرچے کی جاگہ تھی سو ویرانہ ہوا — جوشِ غم سے جی جو بولا سو یہ دیوانہ ہوا
بزمِ عشرت پر جہاں کے گوش وا کر جائے چشم — آج یاں دیکھا گیا جو کچھ کل افسانہ ہوا
دیر میں جو میں گدایانہ گیا اودھر کبھا — شاہ جی کہیے کدھر سے آپ کا آنا ہوا
کیا کہیں حسرت لیے جیسے جہاں سے کوئی جائے — یار کے کوچے سے اپنا اس طرح جانا ہوا

میرؔ تیر ان جور کیشوں کے جو کھائے بے شمار
چھاتی اب چھلنی ہے میری ہے جگر چھانا ہوا

کیا کہے حال کہیں دل زدہ جا کر اپنا — دل نہ اپنا ہے محبت میں نہ دلبر اپنا
دوری یار میں ہے حال دل ابتر اپنا — ہم کو سو کوس سے آتا ہے نظر گھر اپنا

۵ حاشیہ سے: ہو عزم دیر شاید کعبہ سے پھر کر اپنا : آتا ہے دور ہی سے ہمکو نظر گھر اپنا +

Marfat.com

یک گھڑی صاف نہیں ہے ہوا یار کبھی / دل بھی جوں شیشۂ ساعت ہے مکدر اپنا
ہر طرف آئینہ داری میں ہے اسکے رو کے / شوق سے دیکھیے منھ ہووے ہے کیدھر اپنا
لب بلب رکھ کے نہ اس گل کے کبھو ہم سوئے / یہ بساط خسک و خار ہے بستر اپنا
کس طرح حرف ہو ناصح کا مؤثر ہم میں / سختیاں کھینچتے ہی دل ہوا پتھر اپنا
کیسی رسوائی ہوئی عشق میں کیا نقل کریں / شہر و قصبات میں مذکور ہے گھر گھر اپنا
اُس گل تر کی قبا کے کہیں کھولے تھے بند / رنگوں گلبرگ کے ناخن ہے معطر اپنا
تجھسے ہمیر کے لگ لگنے نہ دیتے ہرگز / زور چلتا کچھ اگر چاہ میں دل پر اپنا
پیش کچھ آ نہیں ہم تو ہیں ہر صورت سے / مثل آئینہ نہیں چھوڑتے ہم گھر اپنا
دل بہت کھینچتی ہے یار کے کوچے کی زمین / لوہو اس خاک پہ گرنا ہے مقرر اپنا

میر خط نے تجھے پر اب رنگ اُڑا جاتا ہے
کہ کہاں بیٹھے کدھر جاوے کبوتر اپنا

کیا میر دل شکستہ بھی وحشی مثال تھا / دنبالہ گرد چشم سیاہ غزال تھا
آخر کو خواب مرگ ہمیں جا سے لے گئی / جی دیتے تک بھی سر میں اُسی کا خیال تھا
میں جو کہا کہ دل کو تو تم نے بہرا دیا / بولا کہ ذوق اپنا ہمارا ہی مال تھا
سرو اس طرف کو جیسے گنہگار تھا کھڑا / اودھر جو آب جو کے وہ نازک نہال تھا
کیا میرے روزگار کے اہل سخن کی بات / ہر ناقص اپنے زعم میں ملہم کمال تھا
کیا کیا ہوائیں دیدۂ تر سے نظر پڑیں / جب رونے بیٹھ جاتے تھے تب برشکال تھا

کہتے تھے ہم تباہ ہے اب حال میر کا
دیکھا نہ تم نے اُس میں بھلا کچھ بھی حال تھا

اُن نے کھینچا ہے مرے ہاتھ سے داماں اپنا / کیا کروں گر نہ کروں چاک گریباں اپنا
بارہا جاں لب جاں بخش سے دی جن نے ہمیں / دشمن جانی ہوا اب وہی جاناں اپنا
خلطے یاد آتے ہیں وے جبکہ بدلتے کپڑے / مجھ کو پہناتے تھے رعنائی کا ساماں اپنا
کیا ہوئی یک جہتی وہ کہ طرف تھے میرے / اب یہ طرفہ ہے کہ مُنھ کرتے ہیں پنہاں اپنا
جسطرح شاخ پراگندہ نظر آتے ہیں بید / تھا جنوں میں کبھی سر موسے پریشاں اپنا
مشکلیں سیکڑوں جا ہیں ہمیں آئیں پیش / کام ہو دیکھیے کس طور سے آساں اپنا
دل فقیری سے نہیں میر کسو کا ناساز / خوش ہوا کتنا ہے یہ خانۂ ویراں اپنا

Marfat.com

دل عجب شہر تھا خیالوں کا
لوٹا مارا ہے حسن والوں کا

جی کو جنجال دل کو ہے الجھاؤ
یار کے حلقہ حلقہ بالوں کا

موے دلبر سے مشکبو ہے نسیم
حال خوش اُسکے خستہ حالوں کا

نہ کہا کچھ نہ آ پھرا نہ ملا
کیا جواب ان مرے سوالوں کا

دم نہ لے اُس کی زلفوں کا مارا
میر کاٹا جیسے نہ کالوں کا

احوال نہ پوچھو کچھ ہم ظلم رسیدوں کا
کیا حال محبت کے آزار کشیدوں کا

دیوانگی عاشق کی سمجھے نہ لباسی ہے
صد پارہ جگر بھی ہے ہم جامہ دریدوں کا

عاشق ہے دل اپنا تو گلگشت گلستاں میں
جدول کے کنارے کی نو بادہ دمیدوں کا

ناچار گئے مارے میدانِ محبت میں
پایا نہ گیا چارہ کچھ اُس کے شہیدوں کا

جیتے کے کھڑکنے سے ہوتی ہے ہمیں وحشت
کیا طور ہے ہم اپنے سایہ سے رمیدوں کا

کیا کیا نہ گیا اُس بن صبر اور دماغ و دل
رونق گئی نشتر سے پھر نور بھی دیدوں کا

کرتے ہیں پس از سالے دل شاد گلے لگ کر
سو میر وہ ملنا بھی اب ترک ہے عیدوں کا

سطح جو ہاتھوں نہیں تھا اُسکے رخ گلفام کا
ہاتھ ملنا کام ہے اب عاشق بدنام کا

کچھ نہیں عنقا صفت پر شہرۂ آفاق ہوں
میر کے قابل ہے ہونا بہن میرے نام کا

ہجر کی راتیں بڑی چھوٹی جو ٹک ہوتیں کہیں
اس میں کچھ نقصان ہوتا تھا مگر ایام کا

روؤں یا زلف میں اسکے تو پھر رو مار ہوں
صبح تک جاتا نہیں ہے منہ آیا شام کا

تا بگیسو اپنا کچا سوت کچھ الجھا ہے میر
گم ہے سر رشتہ ہمارے خواب اور آرام کا

کل رات رو کے صبح تلک میں رہا گرا
خونبار میری آنکھوں سے کیا جانوں کیا گرا

اب شہر خوش عمارت دل کا ہے کیا خیال
ناگاہ آ کے عشق نے مارا جلا گرا

کیا طے ہو راہ عشق کی عاشق غریب ہے
مشکل گزر طریق ہے یاں رہ گرا گرا

لازم پڑی ہے کسل دلی کو فتادگی
بیمار عشق رہتا ہے اکثر پڑا گرا

ٹھہرے نہ اُسکی عشق کا سرگشتۂ ضعیف
ٹھوکر کہیں لگی کہ رہا سر پھرا گرا

Marfat.com

دے مارنے کو تکیہ سے سر تک اُٹھا تو کیا
بستر سے کب اُٹھے ہے غم عشق کا گرا

پھرتا تھا میر عمر دہ یک عمر سے خراب
اب شکر ہے کہ بارے کسی در پہ جا گرا

چاہت کی طرح کش ہو کچھ بھی اثر نہ دیکھا
طرحیں بدل گئیں پہ اُن نے ادھر نہ دیکھا

خالی بدن جیون سے یاں ہو گئے و لیکن
اُس شوخ نے ادھر کو بھر کر نظر نہ دیکھا

کس دن سرشک خونی مُنھ پر نہ بہ کر آئے
کس شب پلک کے اوپر لخت جگر نہ دیکھا

یاں شہر شہر بستی اجڑی ہی ہوتے پائے
اقلیم عاشقی میں بستا نگر نہ دیکھا

اب کیا کریں کہ آیا آنکھوں میں جی ہمارا
افسوس پہلے ہمنے ٹک سوچ کر نہ دیکھا

لاتے نہیں فرو سر ہرگز بتاں خدا سے
آنکھوں سے اپنے تم نے ان کا گھر نہ دیکھا

سوجھا نہ چاہ میں کچھ برباد کر چلے دل
میر اندھے ہو رہے تھے اپنا بھی گھر نہ دیکھا

کیا ہے عشق جب سے میں نے اُس ترک سپاہی کا
پھروں ہوں جو رزخمی اسکے تیغ کم نگاہی کا

اگر ہم قطعۂ شب سا لیے چہرہ چلے آئے
قیامت شور ہو گا حشر کے دن روسیاہی کا

ہوا ہے عارفانِ شہر کو عرفان بھی اوندھا
کہ ہر درویش ہے مارا ہوا شوق الٰہی کا

ہمیشہ التفات اسکی کسو کے بخت سے ہو گی
نہیں شرمندہ میں تو اسکی لطف گاہ گاہی کا

برنگ کہربائی شمع اس کا رنگ جھمکے ہے
دماغ سیر اسکو کب ہے میرے رنگ کاہی کا

بڑھینگے عہد کے درویش اس سے اور کیا یارو
کیا ہے لڑکوں نے دینا انھونکو تاج شاہی کا

خراب احوال کچھ بکتا پھرے ہے دیر و کعبے میں
سخن کیا معتبر ہے میر سے واہی تباہی کا

دیکھیں میں اپنی رات کو خون ناب تھا سو تھا
جی دل کے اضطراب سے بیتاب تھا سو تھا

آکر کھڑا ہوا تھا بصد حسن جلوہ ناک
اپنی نظر میں وہ در نایاب تھا سو تھا

ساون ہرے نہ بھادوں میں ہم سوکھے اہل درد
سبزہ ہماری پلکوں کا سیراب تھا سو تھا

درویش کچھ گھٹا نہ بڑھا ملک شاہ سے
خرقہ کلاہ پاس جو اسباب تھا سو تھا

کیا بھاری بھاری قافلے یاں سے چلے گئے
مجکو وہی خیال گران خواب تھا سو تھا

برسوں سے ہے تلاوت و سجادہ و نماز
پر میل دل جو سوئے مے ناب تھا سو تھا

Marfat.com

ہم خشک لب جو روتے رہے جوئیں بہ چلیں
پر میر دشت عشق کا بے آب تھا سو تھا

ردیف بائے موحدہ

ماہِ صیام آیا ہے قصدِ اعتکاف اب
جا بیٹھیں میکدے میں مسجد سے اُٹھکے صاف اب
مسلم ہیں رفتہ رو کے کافر ہیں خستہ مو کے
یہ بیچ سے اُٹھے گا کس طور اختلاف اب
جو حرف ہیں سو ٹیڑھے خط میں لکھے ہیں شاید
اُسکے مزاج میں کچھ ہم سے انحراف اب
مجرم ٹھہر گئے ہم پھرنے سے ساتھ تیرے
بہتر ہے جو رکھے تو ان نے ہمیں معاف اب
گو لگ گیا گلے میں مت کھینچ تیغ مجھ پر
اپنے گنہ کا میں تو کرتا ہوں اعتراف اب
کیا خاک میں ملا کر اپنے تئیں موا ہے
پیدا ہو گور مجنوں تو کیجیے طواف اب

کھینچے ہیں جامے جو ہیں کن کن کے میر دیکھیں
لگتی ہے سرخ اُسکے دامن کے تئیں سنجاف اب

طاقت تعب کی غم میں تمھارے نہیں ہے اب
گویا کہ جان جسم میں سارے نہیں ہے اب
کل کچھ صبا ہوئی تھی گل افشاں قفس میں بھی
وہ بیکلی تو جان کو بارے نہیں ہے اب
جیتے تو لاگ پلکوں کی اس کے نہیں گے ہم
کچھ مزش ہم کو چھڑیوں کے مارے نہیں ہے اب
زردی چہرہ اب تو سفیدی کو کھینچ گئی
وہ رنگ آگے کا سا بیمار سے نہیں ہے اب

مسکن جہاں تھا دل زدہ مسکیں کا ہم تو وہاں
کل دیر میر ہیر بکارے نہیں ہے اب

بولا جو مو پریشاں آ نکلے میر صاحب
آیا ہوا کہاں سے کہیئے فقیر صاحب
ہر لحظہ اک شرارت ہر دم ہر یک اشارت
اس عمر میں قیامت تم ہو شریر صاحب
بندے پہ اب نوازش کیجے تو کیجے ورنہ
کیا لطف ہے جو آئے وقت اخیر صاحب
دل کا اُلجھنا اپنے ایسا نہیں کہ سلجھے
ہیں دام زلف میں ہم اسکے اسیر صاحب

فکر جگر رہے ہے اس دم غلام کو بھی
جسدم لگو ہو کرنے تم مشق تیر صاحب

دل پر تو چوٹ تھی ہی زخمی ہوا جگر سب
ہر دم بھری رہے ہے لو ہو سے چشم تر سب
حیف اُس سے حال میر اتنا نہیں ہے کوئی
نالوں سے شب کے میرے رکھتے تو ہیں خبر سب

Marfat.com

بجلی سی اک تجلی آئی تھی آسماں سے
آنکھیں لگا رہے ہیں اہل نظر اُدھر سب

اس ماہ بن تو اپنی دکھ میں بسر ہوئی تھی
کل رات آگیا تو وہ دکھ گیا بسر سب

قطعہ

کیا فہم کیا فراست ذوق و بصر سماعت
تاب و توان و طاقت یہ کر گئے سفر سب

منزل کو مرگ کی تھا آخر مجھے پہونچنا
بھیجا ہے میں نے اپنا اسباب پیشتر سب

دنیا میں حسن و خوبی میر ایک عجب شے ہے
رندان و پارسایاں جس پر رکھیں نظر سب

شیون میں شب کے ٹوٹی زنجیر میر صاحب
اب کیا ہے جنوں کی تدبیر میر صاحب

ہم سر نہ کھینچتے تو وہ تیغ کھنچ نہ سکتی
اپنا گناہ اپنی تقصیر میر صاحب

کھنچتی نہیں کماں اب ہم سے ہوائے گل کی
بادِ سحر لگے ہے جوں تیر میر صاحب

کب ہیں جوانی کے سے اشعار شور آور
شاید کہ کچھ ہوئے ہیں اب پیر میر صاحب

تم کس خیال میں ہو تصویر سے جو چپ ہو
کرتے ہیں لوگ کیا کیا تقریر میر صاحب

سب آتش سوزندۂ دل سے ہے جگر آب
بے صرفہ کرے صرف نہ کیوں دیدۂ تر آب

پھرتی ہے اُڑی خاک بھی مشتاق کسو کی
سر مار کے کرتا ہے پہاڑوں میں بسر آب

کیا کریے اُسے آگ سا بھڑکایا ہی جن نے
نزدیک تراب اسکو ترے غرق مگر آب

دل میں تو لگی دوں ہی بھریں چشمے سی آنکھیں
کیا اپنے تئیں روؤں اِدھر آگ اُدھر آب

کس طور سے بھر آنکھ کوئی یار کو دیکھے
اس آتشیں رخسار سے ہوتی ہے نظر آب

ہم ڈرتے شکر رنجی سے کہتے نہیں یہ بھی
خجلت سے تری ہونٹھوں کی ہیں شہد و شکر آب

کس شکل سے اک رنگ پہ رہنا ہو جہاں کا
رہتی ہیں کوئی صورتیں یہ نقش ہیں بر آب

شعلے جو مرے دل سے اُٹھیں ہیں سو نہ بجھیں
برسوں تئیں چھڑکا کرو تم ان پہ اگر آب

استادہ ہو دریا تو خطرناکی بہت ہے
آئینے کھلے بالوں سے زنجیر نگر آب

شب روؤں ہوں ایسا کہ جدھر یار کا گھر تھا
جاتا ہوں گلے چھاتی تک اودھر کو اتر آب

اس دشت سے ہو میر ترا کیونکہ گزارا
تا زانو ترے گل ہے تری تا بہ کمر آب

Marfat.com

پڑا ہے فرق خور و خواب میں اب
رہا ہے کیا دلِ بیتاب میں اب

جنوں میں ایکی نے دامن ہی نے جیب
کمی آئی بہت اسباب میں اب

ہوا ہے خواب ملنا اُس سے شب کا
کبھو آتا ہے وہ منہ خواب میں اب

گدائی لی ہے میں نے اُس کے در کی
کہے کیا دیکھوں میرے باب میں اب

گلے لگنے بن اُسکے اتنا روئے
کہ ہم ہینگے گلے تک آب میں اب

کہاں بل کھائے بال اُسکے کہاں یہ
عبث سنبل ہے پیچ و تاب میں اب

بلا چرچا ہے میرے عشق کا میر
یہی ہے ذکر شیخ و شاب میں اب

ردیف تائے فوقانی

شعر کے پردے میں میں نے غم سنایا ہے بہت
مرثیے نے دل کے میرے بھی رلایا ہے بہت

بے سبب آتا نہیں اب دمبدم عاشق کو غش
درد کھینچا ہے نہایت رنج اٹھایا ہے بہت

وادی و کہسار میں روتا ہوں ڈاڑھیں مار مار
دلبرانِ شہر نے مجکو ستایا ہے بہت

وا نہیں ہوتا کسو سے دل گرفتہ عشق کا
ظاہرا غمگیں اسے رہنا خوش آیا ہے بہت

میر گم گشتہ کا ملنا اتفاقی امر ہے
جب کبھو پایا ہے خواہشمند پایا ہے بہت

عجب نہیں ہے نجانے جو میر چاہ کی ریت
سنا نہیں ہے مگر یہ کہ جوگی کس کے میت

ست ان نمازیوں کو خانہ ساز دیں جانو
کہ ایک اینٹ کی خاطر یہ ڈھاتے ہینگے مسیت

غمِ زمانہ سے فارغ ہیں مایہ باختگاں
قمار خانۂ آفاق میں ہے ہار ہی جیت

ہزار شانہ و مسواک و غسل شیخ کرے
ہمارے عندیے میں تو ہے وہ خبیث پلیت

کسو کے بستر و سنجاب و قصر سے کیا کام
ہماری گور کی بھی ڈھیر میں مکاں ہے میت

ہوئے ہیں سوکھ کے عاشق طنبورے کے سے تار
رقیب دیکھو تو گاتے ہیں بیٹھے اور ہی گیت

شفق سے ہیں در و دیوار زرد شام و سحر
ہوا ہے لکھنؤ اس رہگزر میں پیلی بھیت

کہا تھا ہمنے بہت بولنا نہیں ہے خوب
ہمارے یار کو سو اب ہمیں سے بات نہ چیت

ملے تھے میر سے ہم کل کنار دریا پر
فتیلہ مو وہ جگر سوختہ ہے جیسے اتیت

Marfat.com

جب سے چلی چمن میں ترے رنگ بانکی بات / سنتا نہیں ہے کوئی گلی کے دہاں کی بات

یاں شہر حسن میں تو کہیں ذکر بھی نہیں / کیا جانیے کہ مہر و وفا ہے کہاں کی بات

اختر شناس کو بھی خلل ہے دماغ کا / پوچھو اگر زمیں سے کہیں آسماں کی بات

ایسا خدا ہی جانے کہ ہو عرش یا نہ ہو / دل بولنے کی جا نہیں کیا اس مکاں کی بات

کیا لطف جو سنو اُسے کہتے پھرا کرو / یوں چاہیے کہ بھول وہیں ہو جہاں کی بات

لے شام سے جہاں میں ہے تا صبح ایک شور / اپنی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آتی یاں کی بات

اوباش کس کو پوچھتے ہیں التفات سے / سیدھی کبھی سنی نہیں اس بدزباں کی بات

ہر حرف میں ہے ایک کجی ہر سخن میں پیچ / پنہاں رہے ہے کب کسو کی ٹیڑھی بانکی بات

کینے سے کچھ کہا ہی کیا زیر لب مجھے / کیا پوچھتے ہو میر مرے مہرباں کی بات

مانند مرغ دوست نگہ بار بار دوست / ٹک سوچ ہی ہزار ہیں دشمن ہزار دوست

کھڑکے ہے پات بھی تو لگا بیٹھتا ہے چوٹ / رم خوردہ وہ غزال بہت ہی شکار دوست

اسکو ہے رشک مجھ میں جو تجھ میں ہے اختلاط / دشمن ہوئے ہیں دوستی سے تیری یار دوست

مجھسے ہزار اُن نے بنا کر دیے بگاڑ / مت جان سادگی سے کہ ہے روزگار دوست

یہ تو کچھ آگے دشمن جانی سے ہے چلا / میں جانتا تھا ہوگا دل بیقرار دوست

بیگانگی خلق جہاں جائے خوف ہے / سو دشمنوں میں کیا ہے جو نکلے بھی چار دوست

مجھ بینوا کی یاد رہے میر یہ صدا / اس میکدے میں رہیے بہت ہوشیار دوست

سیر کی ہم نے اُٹھ کے تا سورت / ویسی دیکھی نہ ایک جا صورت

منھ لگانا تو درکنار اُن نے / نہ کہا ہے یہ آشنا صورت

منھ دکھاتی ہے آرسی ہر صبح / تو بھی اپنی تو ٹک دکھا صورت

خوب ہے چہرۂ پری لیکن / آگے اُس کے ہے کیا بلا صورت

قطعہ

کب تلک کوئی جیسے صورت ناز / آوے پیاری بنا بنا صورت

ایک دن تو یہ کہ کہ ملنے کی / تو بھی ٹھہرا کے لا کوئی صورت

Marfat.com

حلقے آنکھوں میں پڑ گئے منھ زرد
ہو گئی میر تیری کیا صورت

وصل دلبر نہ ٹک ہوا قسمت
مر چلے ہجر میں ہی یا قسمت

ایک بوسے پہ بھی نہ صلح ہوئی
ہم نے دیکھی بہت لڑا قسمت

شیخ جنت تجھے مجھے دیدار
واں بھی ہر اک کی ہے جدا قسمت

پھول چن ہاتھوں سے سبھوں کو دیے
زخم تیغ اُن سے اپنی تھا قسمت

کیا ازل میں ملا نہ لوگوں کو
تھی ہماری بھی میر کیا قسمت

زخم جھیلے داغ بھی کھائے بہت
دل لگا کر ہم تو پچھتائے بہت

جب نہ تب جاگہ سے تم جایا کیے
ہم تو اپنی اور سے آئے بہت

دیر سے سوئے حرم آیا نہ ٹک
ہم مزاج اپنا ادھر لائے بہت

پھول گل شمس و قمر سارے ہی تھے
پر ہمیں ان میں تمھیں بھائے بہت

گر بکا اس شور سے شب کو ہے تو
رو دیں گے سونے کو ہمسائے بہت

وہ جو نکلا صبح جیسے آفتاب
رشک سے گل پھول مرجھائے بہت

میر سے پوچھا جو میں عاشق ہو تم
ہو کے کچھ چپکے سے شرمائے بہت

کوشش اپنی تھی عبث پر کی بہت
کیا کریں ہم چاہتا تھا جی بہت

کعبۂ مقصود کو پہونچے نہ ہائے
سعی کی اے شیخ ہمنے بھی بہت

سب ترے محو دعائے جان ہیں
آرزو اپنی بھی ہے تو جی بہت

رک رہا ہے دیر سے تڑپا نہیں
عشق نے کیوں کلکو مہلت دی بہت

کیوں نہوں دوری میں ہم نزدیک مرگ
دلکو اُسکے ساتھ اُلفت تھی بہت

وہ بجا ہے جب تئیں ہوتا ہے کیا
جد کی ملنے کی اپنی سی بہت

کب سنا حرف شگون وصلِ یار
یوں تو فال گوش ہمنے لی بہت

تھا تو ہی آخر ملے ہم خاک میں
آسماں سے یوں رہی کج بحثی بہت

آج درہم کرتے تھے کچھ گفتگو
میر نے شاید کہ دارو لی بہت

Marfat.com

ردیف تائے ہندی

گیا لڑکے دلّی کے ہیں عیار اور نٹ کھٹ
ہم عاشقوں کو مرتے کیا دیر کچھ لگے ہے
دل ہے جدھر کو اودھر کچھ آگ سی لگی تھی
کلیوں کو تو نے چٹ چٹ اے باغباں جو توڑا
جی ہی ہٹے نہ میر تو اس کو کیا کروں میں
دیتی ہے طول بلبل کیا نالہ و فغاں کو
مر دے نہ تھے ہم ایسے دریا یہ جب تھا کیسہ
رک رک کے دل ہمارا بیتاب کیوں نہ ہووے

دل لیں ہیں یوں کہ ہرگز ہوتی نہیں ہے آہٹ
چُٹ جن نے دل پہ کھائی وہ ہو گیا ہے چٹ پٹ
اُس پہلو ہم جو لیٹے جل جل گئی ہے کروٹ
بلبل کے دل جگر کو ظالم لگی ہے کیا چٹ
ہر چند بیٹھتا ہوں مجلس میں اس سے ہٹ ہٹ
دل کے اُلجھنے سے ہے یہ عاشقوں کی بھٹ پٹ
اس گھاٹ گاہ و بیگہ رہنے لگا ہے جمگھٹ
کثرت سے درد و غم کی رہتا ہے اس پہ جھرمٹ

شب میر سے ملے ہم ایک وہم رہ گیا ہے
اس کے خیال مو میں اب تو گیا بہت لٹ

خدا جانیے ہو ویگی کیا نہایت
سخن غم سے آغشتہ خوں ہی ولیکن
نہیں یہ گنہگار ملنے کے قابل
گیا آسماں پر جو نالہ تو کیا ہے

اجل تو ہو دل کے مرض کی ہدایت
نہیں لب مرے آشنائے شکایت
کرم کریے تو مہربانی عنایت
نہیں یار کے دل میں کرتا سرایت

ہمیں عشق میں میر چپ لگ گئی ہے
نہ شکر و شکایت نہ حرف و حکایت

ردیف ثائے مثلثہ

تری جستجو یار کی ہے عبث
تو پیدا ہے لیکن ہویدا نہیں

یہ کوشش گنہگار کی ہے عبث
یہ تصدیع ہموار کی ہے عبث

نہ ہاتھ آئی اے میر کچھ وجہ مے
گرو میں نے دستار کی ہے عبث

ردیف جیم فارسی

حال کہنے کی کسے تاب اس آزار کے بیچ
حال رہتا ہی نہیں عشق کے آزار کے بیچ

لہ میرعلی سے جیٹں لگتی ہیاوں پر بلبلوں کے باغباں تو جو ؛ چمن میں توڑتا ہے ہر تر کلیوں کے تیئں جٹ جٹ ۔

Marfat.com

آرزومند ہے خورشید میسر ہے کہاں
کہ تنک ٹھہرے ترے سایۂ دیوار کے بیچ

کیا کہیں ہم کہ گلے ڈالے پھریں مستی میں
دانے سبحے کے پرو رشتۂ زنار کے بیچ

رشک خوبی کا اسی کے جگر مہ میں ہے داغ
یہ جو اک خال پڑا ہے ترے رخسار کے بیچ

ل گیا پھولوں میں اس رنگ سے کرتے ہوئے سیر
کہ تامل کیے پایا اُسے گلزار کے بیچ

قدر تم گو نہ کرو میرے متاعِ دل کی
جنس لگ جاویگی یہ بھی کسو سرکار کے بیچ

گرد سر رفتہ ہیں اے میرؔ ہم اس کشتے کے
رہ گیا یار کے جو ایک ہی تلوار کے بیچ

گل لے گئے تھے یار ہمیں بھی چمن کے بیچ
اُسکی سی بو نہ آئی گل و یاسمن کے بیچ

کشتہ ہوں میں تو شیریں زبانی یار کا
اے کاش وہ زبان ہو میرے دہن کے بیچ

اس بحر میں رہا مجھے چکر بھنور کے طور
سرگشتگی میں عمر گئی سب وطن کے بیچ

گر دل جلا بُجھا یہی ہم ساتھ لے گئے
تو آگ لگ اُٹھے گی ہمارے کفن کے بیچ

تنگی جامہ ظلم ہے اے باعث حیات
پاتے ہیں لطف جان کا ہم تیرے تن کے بیچ

نازک بہت ہیں تو کہیں افسردگی نہ آئے
چسپانی لباس سے پیارے بدن کے بیچ

ہے قہر وہ جو دیکھے نظر بھر کے جن نے میرؔ
برہم کیا جہاں مژہ برہم زدن کے بیچ

جانا نہ دل کو تھا ترے زلف رسا کے بیچ
دانستہ جا پڑے ہے کوئی بھی بلا کے بیچ

فرہاد و قیس جس سے مجھے جا ہو پوچھ لو
مشہور ہے فقیر بھی اہلِ وفا کے بیچ

آخر تو میں نے طول دیا بحث عشق کو
کوتاہی تم بھی مت کرو جور و جفا کے بیچ

آئی جو لب پہ آہ تو میں اُٹھ کھڑا ہوا
بیٹھا گیا نہ مجھ سے تو ایسی ہوا کے بیچ

اقبال دیکھ اُس ستم و ظلم و جور کا
دیکھوں ہوں جسکو ہے وہ اُسی کی دعا کے بیچ

دل اس چمن میں بہتوں سے میرؔ لگا ولے
بوئے وفا نہ پائی کسو آشنا کے بیچ

جوش و خروش میرؔ کے جاتے رہے نہ سب
ہوتا ہے شور چاہنے کی ابتدا کے بیچ

ردیف حائے حطی

یاد آ گیا تو بہنے لگیں آنکھیں جو کی طرح
کچھ آ گئی تھی سبز و چمن میں کسو کی طرح

Marfat.com

چسپاں قبا وہ شوخ سدا غصے ہی رہا
چین جبیں سے اسکی اٹھائی اتو کی طرح

گالی لڑائی آگے تو تم جانتے نہ تھے
اب یہ نکالی تمنے نئی گفتگو کی طرح

ہم جانتے تھے تازہ بنائے جہانکو لیک
یہ منزل خراب ہوئی ہے کبھو کی طرح

سرسبز ہم ہوئے نہ تھے جو زرد ہو چلے
اس کشت میں پڑی یہ ہماری نمو کی طرح

وے دن کہاں کہ مست سر انداز خم میں تھے
سر اب تو جھجھرا ہے شکستہ سبو کی طرح

تسکین دل کی کب ہوئی سیر چمن کیے
گو پھول دل میں آگئے کچھ اسکے رو کی طرح

آخر کو اس کی راہ میں ہم آپ گم ہوئے
مدت میں پائی یار کی یہ جستجو کی طرح

کیا لوگ یوں ہی آتش سوزاں میں جا پڑے
کچھ ہوگی جلتی آگ میں اس تندخو کی طرح

ڈرتا ہوں چاک دلکو مرے پلکوں سے سیے
نازک نظر پڑی ہے بہت اس رفو کی طرح

دھوتے ہیں اشک خونی سے دست دہن کو میر
طور نماز کیا ہے جو یہ ہے وضو کی طرح

ردیف دال مہملہ

زمیں پر میں جو پھینکا خط کو کر بند
بہت تڑپا کیا جوں مرغ پر بند

گرفت دل سے ناچاری ہے یعنی
رہا ہوں پنجے میں بھی کر کے گھر بند

پھنسا دل زلف کے کاکل میں نہ پوچھو
پڑا ہے ناگہ آکر بند بر بند

سب اسکی چشم پر نیرنگ کے محو
نظر کی ان نے عالم کی نظر بند

چمن میں کیونکہ ہم پر بستہ جاویں
بلند از بسکہ ہے دیوار و در بند

بہت پیکان تیر یار ٹوٹے
تمام آہن ہے میرا اب جگر بند

ہوئیں رونے کی مانع میری پلکیں
بندھا خاشاک سے سیلاب پر بند

کہا کیا جائے ان ہونٹھوں کے آگے
ہماری لب گزی ہے یہ شکر بند

کھلے بندوں نہ آیا یاں وہ اوباش
پھرا مونڈھے پہ ڈالے بیشتر بند

یہی اوقات ہینگے دید کے میاں
رکھ اپنی چشم کو شام و سحر بند

بکار رہتا تھا چہرہ جس سے سو اب
گریباں میں ہے وہ دست ہنر بند

فن اشعار میں ہوں پہلوان میر
مجھے ہے یاد اس کشتی کا ہر بند

Marfat.com

ہماری بات کوئی اے شمع بزم کر دو یاد
زبان سرخ سر سبز دیتی ہے برباد

ہمیں اسیر تو ہونا ہے اپنا اچھا یاد
کشش نہ دام کی دیکھی نہ کوشش صیاد

نہ دردمندی سے یہ راہ تم چلے ورنہ
قدم قدم پہ تھی یاں جائے نالہ و فریاد

ہزار فاختہ گردن میں طوق پہنے پھرے
اسے خیال نہیں کچھ وہ سرو ہے آزاد

جہاں میں اتنے ہی آشوب کیا نہ تھے کہ بس
ابھی پڑیگا مرے خون بیگنہ سے زیاد

چمن میں آ بیٹھتے ہیں سنا ہے اے بلبل
جگر خراش یہ نالے ہیں تیرے منہ سے زیاد

ثبات قصر و در و بام و خشت و گل کتنا
عمارت دل درویش کی رکھو بنیاد

چمن تئیں یار ہمیں لے گئے تھے دا تھ ہوئے
ہمارے ساتھ یہی غم ہے دل ناشاد

ہمیں تو مرنے کا طور اس کے خوش بہت آیا
طواف کریے جو ہیں نخل ماتم فرہاد

نظر نہ کرتے طرف صید کے دم بسمل
یہ ظلم تازہ ہوا اس کشندہ سے ایجاد

چلے نہ تیغ اگر ہم نگاہ عجز کریں
ہماری اور نہ دیکھے خدا کرے جلاد

کب ان نے دل میں کر انصاف یہ لطف کیا
وہی ہے خشم وہی یاں سے جا دی بیداد

تمام ریختہ بجا ہوئیں اب تو پھر بس مرگ
کہا انھوں نے تو کیا عز اسمہ استاد

اگرچہ گنج بھی ہے یہ خرابیاں ہیں بہت
نہ پھر خرابے میں اے میر خانماں برباد

عشق لوہو پی گیا سب تن میں ہے سو درد درد
پھول میری خاک سے نکلیں گے بھی سو زرد زرد

کب مری شب کو سحر ہے ایک مدعائی کے بیچ
جانتا ہوں صبح ہوتا ہوں میں جب سرد سرد

کاروان در کارواں یاں سے چلے جاتے ہیں لوگ
ہر طرف اس خاکداں میں دیکھتے ہیں گرد گرد

مرد و زن سب ہیں نہ پیر دیر دختر تاک سے
یہ غلط فہمی ہے ہر زن زن ہے یا ہر مرد مرد

دفتر اعمال میرا بھول جاویں میر کاش
ہے قیامت اس جریدے کو جو دیکھیں فرد فرد

بہت ہے تن درد پرورد و زرد
اٹھے گی مری خاک سے زرد گرد

وہ بیمار گو تو نہ جانے مجھے
مرا نامہ لکھنے کو ہو فرد زرد

گزرتی ہے کیا میر دل پر ترے
تو ہوتا ہے ہر لحظہ کچھ زرد زرد

Marfat.com

ردیف رائے مہملہ

گرمی سے گفتگو کی کرلے تپاں لب پر
شعلہ ہے شمع ساں یاں ہر یک سخن زباں پر

دیکھ اُسکے خط کی خوبی لگ جاتی ہے چپ ایسی
گویا کہ مہر کی ہے اُن نے مرے دہاں پر

ہوں خاک مجکو اُنسے نسبت حساب کیا ہے
میں گنتی میں نہیں ہوں وے تو ہیں آسماں پر

گھر باغ میں بنایا پر ہم نے یہ نہ جانا
بجلی سے بھی پڑے گا پھول اُسکے آشیاں پر

روتے ہیں دوست اکثر سن سرگزشت عاشق
تو بھی تو گوش وا کر ٹک میری داستاں پر

کیا بات میں تب اُسکی جاوے کسو سے بولا
ہونے لگے ہوں خوں جب ٹھہرے رگِ جاں پر

تڑپے ہے دل گھڑی بھر تو پہروں غش رہے ہے
کیا جانوں آفت آئی کیا طاقت و تواں پر

سودا ہے جو اس سے تو میر منفعت ہے
اپنی نظر نہیں ہے پھر جان کی زیاں پر

بیس مارا دل غموں نے کوٹ کر
کیا اُجاڑا اس نگر کو لوٹ کر

ابر سے آشوب ایسا کب اُٹھا
خوب روئے دیدۂ تر پھوٹ کر

کیوں گریباں کو پھروں پھاڑے نہ میر
دامن اُس کا تو گیا ہے چھوٹ کر

اے مرغ چمن صبح ہوئی زمزمہ سر کر
دم کھینچ تہ دل سے کوئی ٹکڑے جگر کر

وہ آئینہ رو باغ کی پھولوں میں جو دیکھا
ہم رہ گئے حیران اسی منھ پہ نظر کر

ہے بیخبری مجکو ترے دیکھے سے ساقی
ہر لحظہ مری جان مجھے میری خبر کر

جس جائے سراپا میں نظر جاتی ہے اُسکے
آتا ہے مرے جی میں یہیں عمر بسر کر

فرہاد سے پتھر پہ ہوئیں صنعتیں کیا کیا
دل جائے جگر کاوی میں کچھ تو بھی ہنر کر

پڑتی ہے نگہ اُس شوخ کی ہوتا ہے وہ احوال
رہ جاوے ہے جیسے کوئی بجلی سے ڈر کر

معشوق کا کیا وصل ورے ایسا دھرا ہے
تا شمع پتنگا بھی جو پہنچے ہے تو مر کر

کیا شب طرف اس چہرۂ تاباں سے ہوا تھا
پھر چاند نظر ہی نہ چڑھا جی سے اتر کر

کسب اور کیا ہوتا عوض ریختے کے کاش
پچھتائے بہت میر ہم اس کام کو کر کر

ے شہ: زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم ÷ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست ۱۲ شعر مشہور

Marfat.com

جب ہمکلام ہمسے ہوتا ہے پان کھا کر
کس رنگ سے کرے ہے باتیں چبا چبا کر
تھی جملہ تن لطافت عالم میں جاں کے ہم تو
مٹی میں اٹ گئے ہیں اس خاکداں میں آکر
سعی و طلب بہت کی مطلب کے تئیں نہ پہونچے
ناچار اب جہاں سے بیٹھے ہیں ہاتھ اٹھا کر
غیرت یہ تھی کہ آیا اس سے جو میں خفا ہو
مرنے موا پہ ہرگز اودھر پھرا نہ جا کر
قدرت خدا کی سب میں خلع العذار آؤ
بیٹھو جو مجھ کنے تو پردے میں منھ چھپا کر
ارمان ہے جنھوں کو دے اب کریں محبت[1]
ہم تو ہوئے پشیماں دل کے تئیں لگا کر

میں میر ترک لیکر دنیا سے ہاتھ اٹھایا
درویش تو بھی تو ہے حق میں مرے دعا کر

پڑتی ہے آنکھ ہر دم جا کر صفائے تن پر
سو جی گئے تھے صدقے اس شوخ کے بدن پر
نام خدا نکالے کیا پاؤں رفتہ رفتہ
تلواریں چلتیاں ہیں اسکے تو اب چلن پر
تو بھی تو ایک دن چل گلشن میں ساتھ میرے
کرتی ہے کیا تبختر بلبل گل چمن پر
دل جو بجا نہیں ہے وحشی سا میں پھروں ہوں
تم جائیو نہ ہرگز میرے دوانے پن پر
درکار عاشقوں کو کیا ہے جواب نامہ
یک نام یار بس ہے لکھنا مرے کفن پر
تب ہی بھلے تھے جبتک حرف آشنا نہ تھے ہم
لینے لگے لڑائی اب تو سخن سخن پر
گرد رخ اسکے پیدا خط کا غبار یوں ہے
گرد اک تنک سی بیٹھے جس رنگ یاسمن پر

کس طرح میر جی کا ہم تو برا نہ مانیں
گل تمکنے داغ مے کے سب انکے پیرہن پر

سحر گوش گل میں کہا میں نے جا کر
کھلے بند مرغ چمن سے ملا کر
لگا کہنے فرصت ہے یاں یک تبسم
سو وہ بھی گریباں میں منھ کو چھپا کر
تناسب پہ اعضا کے اتنا تبختر
بگاڑا تجھے خوب صورت بنا کر
قیامت رہا اضطراب اسکے غم میں
جگر بھر گیا رات ہونٹھوں پہ آ کر
اسی آرزو میں گئے ہم جہاں سے
نہ پوچھا کبھو لطف سے ٹک بلا کر
کھنچی تیغ اسکی تو یاں نیم جاں تھے
خجالت سے ہم رہ گئے سر جھکا کر
مبارک تمھیں میر ہو عشق کرنا
بہت ہم تو پچھتائے دل کو لگا کر

[1] مومن سے ایک ہم ہیں جو ہوے ایسے پشیمان کہ بس + ایک وہ ہیں کہ جنھیں چاہ کے ارماں ہونگے

Marfat.com

صاف غلطاں خوں میں ہے نخچیر یار
لے گیا زنگ اُسکے دل سے تیر یار

کوتہی کی میرے طول عمر نے
جور میں تو کچھ نہ تھی تقصیر یار

آگرہ دن کی پاؤں میں بیڑی ہوئی
ہاتھ میں سونے کی وہ زنجیر یار

ہے کشیدہ جیسے تیغ آفتاب
میان میں رہتی نہیں شمشیر یار

میر ہم تو ناز ہی کھینچا کیے
کیونکہ کوئی کھینچے ہے تصویر یار

مذہب سے میرے کیا تجھے تیرا دیار اور
میں اور یار اور مرا کاروبار اور

چلتا ہے کام مرگ کا خوب اُسکے دور میں
ہوتی ہے گرد شہر کے روز اک مزار اور

بندے کو ان فقیروں میں گنیئے نہ شہر کے
صاحب نے میرے مجکو دیا اعتبار اور

دل کو تو لاگ ہی ہے تکوں راہ کب تلک
اس پر ہے یک عذاب شدید انتظار اور

بسمل پسند کر کے تڑپنا نہ دیکھنا
ہے میرے صید پیشہ کا طور شکار اور

میں اس کے گرد رہ کا رہا منتظر بہت
آنکھیں دونوں لائیں مری اک غبار اور

دردِ سر اب جو عشق کا ہے گور تک ہے ساتھ
کچھ یہ نشہ ہی اور ہے اس کا خمار اور

کاہیکو اس قرار سے تھا اضطراب دل
ہوتا ہے ہاتھ رکھنے سے دل بیقرار اور

کسکو فقیری میں سر و دل حرف کا ہے میر
کرتے ہیں اس دماغ پہ ہم انکسار اور

دعوےٰ ہے یونہی اسکا ترے حسن گوش پر
یاں کون تھوکے ہے صدف ہرزہ کوش پر

شاید کسو میں اس میں بہت ہو گیا ہے بعد
تم بھی تو گوش رکھو جرس کے خروش پر

جیب و کنار سے تو بڑھا پانی دیکھیے
چشمہ ہماری چشم کا رہتا ہے جوش پر

اک شور ہے جو عالم کون و فساد میں
ہنگامہ ہے اُسی کے یہ لعل خموش پر

ہے بار دوش جسکے لیے زندگی سو وہ
رکھ ہاتھ راہ ٹک نہ چلا میرے دوش پر

جو ہے سو مست بادۂ وہم و خیال ہے
کسکو ہے یاں نگاہ کسو دُرد نوش پر

مرغ چمن نے کیا حق صحبت ادا کیا
لا لا کے گل بکھیرے مرے قبر پوش پر

جب تک بہار رہتی ہے رہتا ہی مست تو
عاشق ہیں میر ہم تو ترے عقل و ہوش پر

Marfat.com

کیا جانیں گے کہ ہم بھی عاشق ہوئے کسو پر
غصے سے تیغ اکثر اپنے رہی گلو پر

ہر کوئی چاہتا ہے سرمہ کرے نظر کا
ہونے لگے ہیں اب تو خون اسکی خاک کو پر

کر باغباں حیا ٹک گل کو نہ ہاتھ میں مل
دیتی ہے جان بلبل پھولوں کے رنگ و بو پر

حسرت سے دیکھتے ہیں پرواز ہمصفیراں
شایستہ بھی ہمارے ایسے ہی تھے کبھو پر

حرف و سخن کرے ہے کس لطف سے برابر
سلک گہر بھی صدقے کیجے اُسکی گفتگو پر

گو شوق سے ہو دل خوں مجکو ادب ہی ہے
میں رو کبھو نہ رکھا گستاخ اُسکے رو پر

تن راکھ سے ملا سب آنکھیں دیے سی جلتی
ٹھہری نظر نہ جو کی میر اُس فتیلہ مو پر

ردیف زائے معجمہ

ہے تند و تیز اُسکی نگاہ اس طرف ہنوز
مارا ہے بیگناہ و گناہ اس طرف ہنوز

سر کاٹ کر ہم اُسکے قدم کے تلے رکھا
ٹیڑھی ہی اُسکی طرف کلاہ اس طرف ہنوز

مدت سے مثل شب ہے مرا تیرہ روزگار
آتا نہیں وہ غیرت ماہ اس طرف ہنوز

پتھرا گئیں ہیں آنکھیں مری نقش پا کے طور
پڑتی نہیں ہے یار کی راہ اس طرف ہنوز

جسکی جہت سے مرنے کے نزدیک پہونچے ہم
پھرتا نہیں وہ آنکے واہ اس طرف ہنوز

آنکھیں ہماری مند چلیں ہیں جس عزیز یاں
نہ دیکھا بھی ٹک نہیں آہ اس طرف ہنوز

برسوں سے میر ماتم مجنوں ہے دشت میں
روتا ہے آکے ابر سیاہ اس طرف ہنوز

ردیف سین مہملہ

گلا مت توڑ اپنا اے جرس بس
نہیں اس راہ میں فریادرس بس

کہو دل کی نہ کہنے پائے اُس سے
جہاں بولے لگا کہنے کہ بس بس

گل و گلزار سے کیا قیدیوں کو
ہمیں داغ دل و کنج قفس بس

نہ ترساؤ کیا یک مار ڈالو
کروگے کب تلک ہم پر ترس بس

بہت کم دیتے تھے بادل دکھائی
رہے ہم ہی تو روتے اس برس بس

کسو محبوب کے ہو گور پر گل
ہمارے خاک کو ہے خار و خس بس

چمن سے غم میں سینہ داغ ہی میر
بہت نکلی ہماری بھی ہوس بس

Marfat.com

عشق میں غم نہ چشم تر ہے بس
نہ بہے خوں دل و جگر ہے بس

رہ گئے منہ نہوں سے نوچ کے ہم
گر ہوس ہو اسی قدر ہے بس

اب سے جا کر کے پھر نہ آئے ہم
بس ہمیں تو یہی سفر ہے بس

جاہ میں ہم نہیں زیادہ طلب
کبھو پوچھو جو تم خبر ہے بس

چشم پوشی نہ کر فقیر سے میر
مہر کی تو سکو اک نظر ہے بس

امیروں تک رسائی ہو چکی بس
مری بخت آزمائی ہو چکی بس

بہار اب کی بھی جو گزری قفس میں
تو پھر اپنی رہائی ہو چکی بس

کہاں تک اس سے قصہ قضیہ ہر شب
بہت باہم لڑائی ہو چکی بس

نہ آیا وہ مرے جاتے جہاں سے
یہیں تک آشنائی ہو چکی بس

لگا ہے حوصلہ بھی کرنے تنگی
غموں کی اب سمائی ہو چکی بس

برابر خاک کے تو کر دکھایا
فلک بس بے ادائی ہو چکی بس

دنی کے پاس کچھ رہتی ہے دولت
ہمارے ہاتھ آئی ہو چکی بس

دکھا اس بت کو پھر بھی یا خدایا
تری قدرت نمائی ہو چکی بس

شرر کی سی ہے چشمک فرصت عمر
جہاں دے ٹک دکھائی ہو چکی بس

گلے میں گیروی کفنی ہے اب میر
تمھاری میرزائی ہو چکی بس

ردیف شین معجمہ

اس کے در پر شب نہ کر اے دل خروش
رکھتے ہیں دیوار بھی رکھے ہے گوش

پاؤں پڑتا ہے کہیں آنکھیں کہیں
اس کی مستی دیکھ کر جاتا ہے ہوش

کتنے یہ فتنے ہیں موجب شور کے
قد و خد و گیسو و لعل خموش

مر گیا اس ماہ بن میں کیا عجب
چاندنی سے ہو جو میرا قبر پوش

کتانی سے چادر اپنی میں نے کی
اور کیا کرتے ہیں مفلس درد نوش

دوستوں کا درد دل ٹک گوش کر
گر نصیب دشمناں ہے درد گوش

جب تب لٹتا ہے بازاروں میں میر
ایک لوطی ہے وہ ظالم سر فروش

Marfat.com

طرح خوش ناز خوش اس کی ادا خوش — خوشا ہم جو نہ رکھے ہم کو ناخوش
نہیں ناساز فقر اپنا کسو کا — خرابی کی ہماری ہے ہوا خوش
بتوں کے غم میں نالاں جب نہ تب ہوں — نہ راضی خلق مجھ سے نے خدا خوش
کلی رکتی ہے گل سے دل پریشاں — کسو کی اس چمن میں گزرے کیا خوش
جہانِ تنگ کڑھنے ہی کی جا تھی — کوئی دن میں تکلف سے رہا خوش
رہا پھولوں میں کرتا زمزمہ میں — مری اس باغ میں گزری سدا خوش

گیا اس شہر ہی سے میر آخر
تمھاری طرز بد سے کچھ نہ تھا خوش

فکر میں مرگ کے ہوں سر در پیش — ہے عجب طور کا سفر در پیش
کسکی آنکھیں پھریں ہیں آنکھوں میں — دمبدم ہے مری نظر در پیش
مستی بھی اہل ہوش کی ہے جنھیں — آوے ہے عالم دگر در پیش
کیا کروں نقل راہ مستی میں — مرحلے آئے کس قدر در پیش

کیا پتنگے کو شمع رد ہے میر
اُس کی شب کو بھی ہے سحر در پیش

ہوں تو دریا پہ کیا ترکِ خروش — دل کی دل ہی میں کھپائے اپنے جوش
مست رہتے ہیں ہم اپنے حال میں — عرض کریے حال پر ہے کسکے گوش
عاقبت تجھ کو لباس راہ راہ — لے گیا ہے راہ سے لے تنگ پوش
ہے نہ آگے میرے جوں سوسن زبان — ہو سکے تو گل کے رنگوں رہیے گوش

میر تو طفلانِ تہ بازار میں
دیکھو شاید ہو وہیں وہ دلفروش

ردیف صاد مہملہ

ہے دل بیتاب کا بھی ویسا رقص — رقص بسمل تم سنو ہو جیسا رقص

ردیف ضاد معجمہ

آج رکھ آیا کمر میں پیش قبض — سو ہی کھینچی مجھ پہ گھر میں پیش قبض

Marfat.com

ردیف طائے مہملہ

شاید اُس سادہ نے رکھا ہے خط
کہ ہمیں متصل لکھا ہے خط

شوق سے بات بڑھ گئی تھی بہت
دفتر اُس کو لکھیں ہیں کیا ہے خط

نامہ کب یار نے پڑھا سارا
نہ کہا یہ بھی آشنا ہے خط

ساتھ ہم بھی گئے ہیں دور تلک
جب اِدھر کے تئیں چلا ہے خط

کچھ خلل راہ میں ہوا اے میر
نامہ بر کب سے لے گیا ہے خط

ہم نہ سمجھے رابطہ ان نوخطوں سے تھا غلط
ہوتے ہیں بر خود غلط یہ ہو گیا یہ کیا غلط

کہتے ہو کیا کیا لکھا ہے خط میں مجکو میر نے
کب کہا کن نے یہ سب جھوٹھ افترا بیجا غلط

ردیف ظائے معجمہ

جو وہ ہے تو ہے زندگانی سے حظ
مزا عمر کا ہے جوانی سے حظ

نہیں وہ تو سب کچھ یہ بے لطف ہے
نہ کھانے میں لذت نہ پانی سے حظ

کہا دردِ دل رات کیا میر نے
اُٹھایا بہت اس کہانی سے حظ

ردیف عین مہملہ

آگے جب اس آتشیں رخسار کے آتی ہے شمع
پانی پانی شرم مفرط سے ہوئی جاتی ہے شمع

ہے مری ہر اک غزل پر اجتماع
خانقہ میں کرتے ہیں صوفی سماع

وجد میں رکھتا ہے اہلِ فہم کو
میرے شعر و شاعری کا استماع

نیم بسمل چھوڑ دینا رحم کر
اس شکار افگن کا ہے گا اختراع

کچھ ضرر عائد ہوا میرے ہی اور
ورنہ اس سے سب کو ہے گا انتفاع

یار دشمن ہو گیا اس کے سبب
ہے متاعِ دوستی بھی کیا متاع

دل جگر خوں ہو کے رخصت ہو چکے
حسرت آلودہ ہی کیا اشکِ وداع

میر دردِ دل نہ کہہ ظالم بس اب
ہو گیا ہے سامعوں کو تو صداع

Marfat.com

ردیف عین معجمہ

اب نہیں سینے میں میرے جائے داغ
سوز دل سے داغ ہے بالائے داغ

دل جلا آنکھیں جلیں جی جل گیا
عشق نے کیا کیا ہمیں دکھلائے داغ

دل جگر جل کر ہوئے ہیں دونوں ایک
درمیاں آیا ہے جب سے ہائے داغ

منفعل ہیں لالہ و شمع و چراغ
ہم نے بھی کیا عاشقی میں کھائے داغ

وہ نہیں اب میر جو چھاتی جلے
کھا گیا سارے جگر کو ہائے داغ

صحبت کسو سے رکھنے کا اس کو نہ تھا دماغ
تھا میر بے دماغ کو بھی کیا بلا دماغ

باتیں کرے ہے برشتگی دل کی پر کہاں
کرتا ہے اس دماغ جلے کا وفا دماغ

دو حرف زیر لب کہے پھر ہو گیا خموش
یعنی کہ بات کرنے کا کس کو رہا دماغ

کر فکر اپنی طاقت فکری جو ہو ضعیف
اب شعر شاعری کی طرف کب لگا دماغ

آتش زبانی شمع نمط میر کی بہت
اب چاہیے معاف رہیں جل گیا دماغ

ردیف فائے

کیا پیام و سلام ہے موقوف
رسم ظاہر تمام ہے موقوف

حیرت حسن یار سے چپ ہیں
سب سے حرف و کلام ہے موقوف

روز وعدہ ہے ملنے کا لیکن
صبح موقوف شام ہے موقوف

وہ نہیں ہے کہ داد لے چھوڑیں
اب ترحم پہ کام ہے موقوف

پیش مژگاں دھرے رہے خنجر
آگئے زلفوں کے دام ہے موقوف

کہتے صاحب کبھو بلاتے تھے
سو وقار غلام ہے موقوف

اقتدا میر ہم سے کس کی ہو
شیخ اب یاں امام ہے موقوف

ردیف قاف

کیا حقیقت کہوں کہ کیا ہے عشق
حق شناسوں کے ہاں خدا ہے عشق

دل لگا ہو تو جی جہاں سے اٹھا
موت کا نام پیار کا ہے عشق

Marfat.com

اور تدبیر کو نہیں کچھ دخل
عشق کے درد کی دوا ہے عشق

کیا ڈبایا محیط میں غم کے
ہم نے جانا تھا آشنا ہے عشق

عشق سے جا نہیں کوئی خالی
دل سے لے عرش تک بھرا ہے عشق

کوہکن کیا پہاڑ کاٹے گا
پردے میں زور آزما ہے عشق

عشق ہے عشق کرنے والوں کو
کیسا کیسا بہم کیا ہے عشق

کون مقصد کو عشق بن پہنچا
آرزو عشق مدعا ہے عشق

میر مرنا پڑے ہے خوباں پر
عشق مت کر کہ بد بلا ہے عشق

گر بادیے میں تجکو صبا لے کے جائے شوق
مجنوں کو میری اور سے کہیو بتائے شوق

وصل و جدائی سے ہے مبرّا وہ کام جاں
معلوم کچھ ہوا نہ ہمیں یاں سوائے شوق

ہر جا رہا اور اڑتی پھرے ہے ہماری خاک
سر سے گئی نہ جی بھی گئے پر ہوئے شوق

دیر و حرم میں ہمکو پھرا تا ہے دیر تک
پھر بھی ہمارے ساتھ رہی ہوا ولے شوق

افسوس ایسے کوچے سے تم آشنا نہیں
کیا دردناک بھی کوئی ہے نوائے شوق

درد اور آہ و نالہ کرے ہے دم سحر
سرمست پھرے مرغ گلستاں پہ لئے شوق

کیا پوچھتے ہو شوق کہاں تک ہے ہمکو میر
مرتے ہی اہل درد کا ہے انتہائے شوق

ردیف کاف تازی

ہر چند صرف غم ہیں یہ دل جگر سے جاں تک
لیکن کبھو شکایت آئی نہیں زباں تک

کیا کوئی اس کے رنگوں گل باغ میں کھلا ہے
شور آج بلبلوں کا جاتا ہے آسماں تک

دو چار دن جو ہوں تو رک رک کے کوئی کاٹے
آخر صبر کرنا عاشق سے ہو کہاں تک

ان جلتی ہڈیوں کو شاید ہما نہ کھاوے
اب عشق کی بیماری پہنچی ہے استخواں تک

روئے جہاں جہاں ہم جوں ابر میر اس بن
اب آب ہے سراسر جاوے نظر جہاں تک

ردیف کاف فارسی

قتل گہ میں دست بوس اسکا کریں [illegible] لوگ
ہم کھڑے تلوار کھاویں نقش ماریں اور لوگ

Marfat.com

کجروی ہم عاشقوں سے اسکی بس اب جاچکی / ایک تو ناساز پھر اُس سے ملے بیطور لوگ
زخم تیغ یار غایر ہوکے پہونچا دل تلک / حیف میرے حال پر کرتے نہیں ٹک غور لوگ
جاکے دنیا سے تجھے یاد آؤں گا میں بھی بہت / بعد میرے کب اُٹھاوینگے ترے یہ جور لوگ

رسم و عادت ہے کہ ہر یک وقت کا ہوتا ہے ذکر
میر بارے یاد کر رووینگے کیا یہ دور لوگ

چاک دل ہے انار کے سے رنگ / چشم پرخوں نگار کے سے رنگ
کام میں ہے ہوائے گل کی موج / تیغ خونریز یار کے سے رنگ
تاب ہی میں رہے ہے اُسکی زلف / افعی پیچدار کے سے رنگ
کیا جو افسردگی کے ساتھ کھلا / دل گل بے بہار کے سے رنگ
برق ابر بہار نے بھی سیے / اب دل بیقرار کے سے رنگ
کنج نخچیر گہ میں ہیں مامون / ہم بھی لاغر شکار کے سے رنگ
عمر کا بھی سُرنگ جاتا ہے / ابلق روزگار کے سے رنگ
برگ گل میں نہ دل کشی ہوگی / کف پائے نگار کے سے رنگ

اس بیاباں میں میر محو ہوئے
ناتواں اک غبار کے سے رنگ

ردیف لام

اب کی ہزار رنگ گلستاں میں آئے گل / پر اُس بغیر اپنے تو جی کو نہ بھائے گل
بلبل کو ناز کیوں نہ خیابان گل پہ ہو / کیا جانے جی نے چھاتی پہ پھر کر نہ کھائے گل
کب تک حنائی پانوں بن اُسکے یہ بیکلی / لگ جائے ٹک چمن میں نہیں آنکھ پائے گل
ناچار ہو چمن میں نہ رہیے کہوں ہوں جب / بلبل کہے ہے اور کوئی دن برائے گل
چلیے بغل میں لے کے گلابی کسو طرف / اودامان دلکو کھینچے ہے ساقی ہوائے گل
پگڑی میں پھول رکھتے ہیں رعنا جوان شہر / داغ جنوں ہی سر پہ رہا یاں بجائے گل
بلبل کو کیا سُنے کوئی اُڑ جاتے ہیں حواس / جب درد مند کہتی ہے دم بھر کے ہائے گل
سویا نہ ہو بدن کی نزاکت سے ساری رات / بستر پہ اسکے خواب کی کن نے بچھائے گل
مصروف یار چاہیے مرغ چمن سا ہو / دل نذر و دیدہ پیشکش و جان فدائے گل

Marfat.com

ہم طرح آشیاں کی نہ گلشن میں ڈالتے
چسپاں لباس ہوتے ہیں لیکن نہ اسقدر
کیا سمجھے لطف چہروں کے رنگِ بہار کا

معلوم ہوتی آگے جو ہم کو وفائے گل
ہے چاک شک جامہ سے اسکے قبائے گل
بلبل نے اور کچھ نہیں دیکھا سوائے گل

تھا وصف اُن لبوں کا زبانِ قلم پہ میر
یا مُنہ میں عندلیب کے تھے برگہائے گل

نہ ٹک واشد ہوئی جبسے لگا دل
نہ اس سے یاں تئیں آیا گیا حیف
اُٹھایا داغ لالہ نے چمن سے
نہیں کم رایتِ اقبال شہ سے
ہمارا خاص مشربِ عشق اُس میں
ہمارے مُنھ پہ طفلِ اشک دوڑا

الٰہی غنچہ ہے پژمردہ یا دل
رہے ہم جب تلک اُسمیں رہا دل
کروں کیا دیکھتے ہی جل گیا دل
علم اپنا یہ دُنیا سے اٹھا دل
پیمبر دل ہے قبلہ دل خدا دل
کیا ہے اس بھی لڑکے نے بڑا دل

سبھوں سے میر بیگانے سے رہتے
جو ہوتا اس سے کچھ بھی آشنا دل

نہ خوشہ یاں نہ دانہ یاں جلانا گھاس کیا حاصل
سکندر ہو کے مالک سات اقلیموں کا آخر کو
بلا قحط مروت ہے کہ ہے محصولِ غلّے پر
نہ کھینچیں کیونکہ نقصاں ہم تو قیدی ہیں تعین کے
عبارت خوب لکھی شاعری انشا طرازی کی
بہت مصروف کشت و کار تھے مزرع میں دنیا کے

ترا ہے برق خا طف اسطرف گرنا ہی لا حاصل
گیا بست تہی سے یاں سے یہ کچھ کر گیا حاصل
نہیں ہے چار دانے لا دیویں جا بجا حاصل
خودی سے کوئی نکلے تو اُسے ہووے خدا حاصل
دے مطلب ہم کم دیکھیں تو کب ہو مدعا حاصل
اُٹھا حسرت سے ہاتھ آخر ہمیں یہ کچھ ہوا حاصل

پھرا مت میر سر اپنا گراں گوشوں کی مجلس میں
سُنے کوئی تو کچھ کہیئے بھی اس کہنے کا کیا حاصل

ردیف میم

جی کے تئیں چھپاتے نہیں یوں تو غم سے ہم
اپنے خیال ہی میں گزرتی ہے اپنی عمر
زانو پہ سر ہے قامتِ خم گشتہ کے سبب

تر رنگ آ گئے ہیں تمھارے ستم سے ہم
پر کچھ نہ پوچھو سمجھے نہیں جاتے ہم سے ہم
پیری میں اپنی آن لگے ہیں قدم سے ہم

Marfat.com

جوں جگہ میرِ حاج کا ہے خوار جانماز
بتخانے میں جو آئے ہیں چل کر حرم سے ہم

روتے بھی اُن نے دیکھ کے ہمکو کیا نہ رحم
اک چشمداشت رکھتے تھے مژگان نم سے ہم

بدعہدیاں تو کرتے گئے اُسکو سال و ماہ
اب کب تسلی ہوتے ہیں قول و قسم سے ہم

زنار سا بندھنے لگے اپنے اب تو کفر
بدنام ہیں جہان میں عشق صنم سے ہم

لوگوں کو وسعت کرنے سے بالیدگی ہوئی
جوں شیشہ جھیل پھوٹ پڑے اُنکے دم سے ہم

طرفیں رکھے ہے ایک سخن چار چار میر
کیا کیا کہا کریں ہیں زبان قلم سے ہم

سرزیر پر ہیں دیر سے اے ہم صفیر ہم
واقف نہیں ہوائے چمن سے اسیر ہم

کیا ظلم تھے لباس میں اس تنگ پوشی کے
دلتنگی سے نکل گئے ہو کر فقیر ہم

دیکھ اُس کو راہ جاتے تو بیحال ہو گئے
اب دیکھیے بحال کب آتے ہیں میر ہم

جو رہے یوں ہیں غم کے مارے ہم
تو یہی آج کل سدھارے ہم

مرتے رہتے تھے اسیر یوں پر اب
جا لگے گور کے کنارے ہم

دن گزرتا ہے دم شماری میں
شب کو رہتے ہیں گنتے تارے ہم

بے مروت سے اپنی وحشت دور
انس رکھتے ہیں تم سے پیارے ہم

زندگی بار دوش آج ہے یاں
دیکھیں گے کل جو ہو نجے بارے ہم

جا چکی بازی یعنی مرتے ہیں
جیتے تم یہ قمار ہارے ہم

میر آؤ گے آپ میں بھی کبھو
سخت مشتاق ہیں تمھارے ہم

گئے عشق کی راہ سر کر قدم
… پر چلے آئے ہر ہر قدم

عجب راہ پر خوف و مشکل گزر
اٹھایا گیا ہم سے مر مر قدم

بہت مستی عشق بالغز تھی
خدا جانے پڑتا تھا کیدھر قدم

ہوا ہوگا خالی بدن جاں سے جب
چلے ہوں گے یہ راہ جو بھر قدم

وہ عیاریوں چشم تر سے گیا
کہ ہرگز نہ اُسکا ہوا تر قدم

جگر کو ہے ان سرسے گزرو کے عشق
لگے ہو ہمارے قدم پر قدم

Marfat.com

جو کچھ آوے سالک کے آگے ہے خیر
ہمیں سرکشی سربلندی سے کیا

رکھا ہم نے اب گھر سے باہر قدم
رہے ضعف میں ہم تو سر در قدم

کہیں کیا کفِ پا میں میرؔ آبلے
چلیں ہم سروں پر مگر دھر قدم

میرؔ آج وہ بدمست ہے ہشیار رہو تم
جی جائے کسی کا کہ رہے تم کو قسم ہے
وہ محوِ جمال اپنے ہے پروا نہیں اُس کو
اس معنی کے ادراک سے حیرت ہی ہے حاصل
یکبار ہوا دل کی تسلی کا وہ باعث
ہو لطف اسی کا تو کوئی کام کو پہونچے

ہے بےخبری اُس کو خبردار رہو تم
مقدور تلک درپئے آزار رہو تم
خواہاں رہو تم اب کہ طلبگار رہو تم
آئینہ نمط صورتِ دیوار رہو تم
یہ کیا کہ اسی طور یہ ہر بار رہو تم
تسبیح گلے ڈال کے زنار رہو تم

گیا میرؔ برے حال سے جینے کے چلے ہے
بہتر ہے کہ اپنے تئیں اب مار رہو تم

اٹک شتاب جاتے ہیں ورنہ جہاں سے ہم
ہر بات کے جواب میں گالی کہاں تلک
وعدہ کرو تو سوچ تو مدت کو دل میں بھی
اُلجھاؤ دل کا جس سے ہے جھنجھلا کے اس بغیر
لاویں ہماری خاک پر اس کینہ ور کو بھی
دربان سنگدل نے خبر واں تلک نہ کی

کچھ ہو رہے ہیں غم میں ترے نیم جاں سے ہم
اب جاں بلب ہوئے ہیں تمھاری زباں سے ہم
یہ حال ہے تو دیر رہیں گے کہاں سے ہم
جھگڑا کیا کریں ہیں زمین آسماں سے ہم
یہ کہ مریں گے اپنے ہر اک مہرباں سے ہم
سر مار مار صبح کی اس آستاں سے ہم

جب اُس کی تیغ رکھنے لگا اپنے پاس میرؔ
اُمید قطع کی تھی تبھی اس جواں سے ہم

بیماریٔ دل سے زار و نزار ہیں ہم
اُڑتے پتے چھوڑا فتراک سے نہ باندھا
ہر دم تمہیں خراشی ہر آن سینہ کاوی
حور و قصور و غلماں نہر و نعیمِ جنت
بیحد و حصر گردش اپنی ہے عاشقی میں

اک مشت استخواں تب پر اپنے بار ہیں ہم
بے چشم و رو کسو کے شاید شکار ہیں ہم
حیرانِ عشق تو ہیں پر گرمِ کار ہیں ہم
یہ کھم جہنم مشتاقِ یار ہیں ہم
رسوائے شہر و دیہ و دشت و دیار ہیں ہم

Marfat.com

اب سیل سیل آنسو آتے ہیں چشم تر سے
دیوار و در سے کہد و بے اختیار ہیں ہم

روتے ہیں یوں کہ جیسے شدت سے ابر برسے
کیا جانیے کہ کیسے دل کے بخار ہیں ہم

اب تو گلے بندھا ہے زنجیر و طوق ہونا
عشق و جنوں کے اپنے ناموس دار ہیں ہم

لیتا ہے میر عبرت کوئی جو دیکھتا ہے
کیا یار کی گلی میں بے اعتبار ہیں ہم

ہر ہر سخن پہ اب تو کرتے ہو گفتگو تم
ان بدمزاجیوں کو چھوڑو گے بھی کبھو تم

یاں آپ ہی آپ گرم آپ میں ہوئے ہو
پیدا نہیں کہ کس کی کرتے ہو جستجو تم

چاہیں تو تم کو چاہیں دیکھیں تو تم کو دیکھیں
خواہش دلوں کی تم ہو آنکھوں کی آرزو تم

حیرت زدہ کسو کی یہ آنکھ سی لگے ہے
مت بیٹھو آرسی کے ہر لحظہ روبرو تم

تھے تم بھبھوکے سے تو پر اب جلا ہی دو ہو
سوزندہ آگ کی کیا سیکھے ہو ساری خو تم

نسبت تو ہمدگر ہے گو دور کی ہو نسبت
ہم ہیں نوائے بلبل ہو گل کی رنگ و بو تم

دیکھ اشک سرخ بولا یہ رنگ ور لائے
ہیں میر منھ پہ آنسو یا روتے ہو لہو تم

ردیف نون

ٹھنڈی سانسیں بھرتے ہیں جلتے ہیں کیا تاب میں ہیں
دل کے پہلو سے ہم آتش میں ہیں و آب میں ہیں

ساتھ اپنے نہیں اسباب مساعد مطلق
ہم بھی کہنے کے تئیں عالم اسباب میں ہیں

غفلت دل سے ستم گزریں ہیں سو مت پوچھو
قافلے چلنے کو تیار ہیں ہم خواب میں ہیں

عشق کے ہیں گے جو سرگشتہ پڑے ہیں ڈوبے
کشتیاں نکلیں سو کیا آن کے گرداب میں ہیں

[۱] دور کیا اس سے جو بیٹھے ہے غبار اپنا دور
پاس اس طور کے بھی عشق کے آداب میں ہیں

ہے فروغ مہ تاباں سے فراغ کلی
دل جلے پرتو رخ سے ترے مہتاب میں ہیں

ہم بھی اس شہر میں ان لوگوں سے ہیں خانہ خراب
میر گھر بار جنھوں کے رہ سیلاب میں ہیں

کہے تو ہمنشیں رنگ تصرف کچھ دکھاؤں میں
الگ بیٹھا حنا بندوں کو آنکھوں پر جاؤں میں

نہیں ہوں بے ادب اتنا کہ گل سے منھ لگاؤں میں
جگر ہو ٹکڑے ٹکڑے گر چمن کی اور جاؤں میں

[۱] میر تقی میر ؎ دور بیٹھا غبار میر اس سے ؛ عشق بن یہ ادب نہیں آتا ۱۲

Marfat.com

کیا ہے اضطراب دل نے کیا مجکو سبک آخر
کہاں تک یار کے کوچے سے جا جا کر پھر آؤں میں

وفا صد کارواں رکھتا ہوں لیکن شہر خوبی میں
خریداری نہیں مطلق کہاں جاکر بکاؤں میں

مجھے سر در گریباں رہنے دو میں بے توقع ہوں
کسو پتھر سے ٹکروں ہوں ابھی جو سر اٹھاؤں میں

بلا حسرت ہے یارب کام دل کیونکر کروں حاصل
مگر لب ہائے شیریں پر کسو کے زہر کھاؤں میں

نہ روؤں حال پر کیونکر بلا نا آشنا ہے وہ
کہیں آنکھ اسکو ملتی ہے جو آنکھیں ٹک ملاؤں میں

نہ اے رشک بہار آنکھیں اٹھا و پشت پا سے تو
ہتھیلی پر اگر سر سوں ترے آگے جماؤں میں

کہوں کیا صحبت اس سے ہر گھڑی بگڑی ہی جاتی ہے
جو ٹک راہ سخن نکلے تو سو باتیں بناؤں میں

نگاہ حسرت بت دیر سے جانے کی مانع ہے
مزاج اپنا بہت چاہا کہ سوئے کعبہ لاؤں میں

اسیر زلف کو اس بت کے کیا قید مسلمانی
تمنا ہے گلا زنار سے اپنا بندھاؤں میں

کہوں ہوں میر سے دل دے کہیں ناحق لگے تیرا
جو ہو نقصان جان اسکا تو کیونکر پھر مناؤں میں

رو چکا خون جگر سب اب جگر میں خوں کہاں
غم سے پانی ہو کے کب کا بہ گیا میں ہوں کہاں

دست و دامن جیب و آغوش اپنے اس لائق نہ تھے
پھول میں اس باغ خوبی سے جو لوں تو لوں کہاں

عاشق و معشوق یاں آخر فسانے ہو گئے
جائے گریہ ہے جہاں لیلے کہاں مجنوں کہاں

آگ برسی تیرہ عالم ہو گیا جادو سے پر
اُسکی چشم پر فسوں کے سامنے افسوں کہاں

سیر کی رنگیں بیاض باغ کی ہم نے بہت
سرو کا مصرع کہاں وہ قامت موزوں کہاں

کوچہ ہر یک جائے دلکش عالم خاکی میں ہے
پر کہیں لگتا نہیں جی ہائے میں دل دوں کہاں

ایک دم سے قیس کے جنگل بھرا رہتا تھا کیا
اب گئے پر اُس کے ویسی رونق ہاموں کہاں

ناصح مشفق تو کہتا تھا کہ اس سے مت ملے[1]
پر سمجھتا ہے ہمارا یہ دل محزوں کہاں

باد کے گھوڑے پہ تھے اس باغ کے ساکن سوار
اب کہاں فرہاد و شیریں خسرو گلگوں کہاں

لے گیا اندوہ مجکو دوستان رفتہ کا
ڈھونڈھتا ہے جی بہت پر اب انھیں پاؤں کہاں

تھا وہ فتنہ ملنے کے گوں کب کسی درویش کے
کیا کہیں ہم میر صاحب سے ہوئے مفتوں کہاں

عشق نے خوار و ذلیل کیا ہم سر کو بکھیرے پھرتے ہیں
سوز و درد و داغ و الم سب جی کو گھیرے پھرتے ہیں

[1] اس سے مت ملے یعنی اس سے نہ مل اسطرح سے بولنا اب متروک ہے مگر [illegible] دہلی کی شیعہ نسا اب بھی اسی طرح بولتے ہیں ۱۲ امی

Marfat.com

ہر شب ہوں سرگشتہ و نالاں اس بن کوچہ و برزن میں
یاس نہیں ہے اب بھی کچھ گو دن میرے پھرتے ہیں

دل لشکر میں ایک سپاہی زادے نے ہمسے چھین لیا
ہم درویش طلب میں اسکے ڈیرے ڈیرے پھرتے ہیں

بیخود اسکی زلف و رخ کے کاہے کو آپ میں پھر آئے
ہم کہتے ہیں تسلی دل کو سانجھ سویرے پھرتے ہیں

نقش کسو کا درون سینہ گرم طلب ہیں جیسے رنگ
جیسے خیالی پاس لیے تصویر چتیرے پھرتے ہیں

پھرے اگر شمشیر سروں پر منھ موڑیں زنہار نہیں
سیدھے جانیوالے ادھر کے کس کے پھیرے پھرتے ہیں

پائے نگار آلودہ کہیں ساتھ کو میر نے دیکھے تھے
صبح تلک اب بھی آنکھوں میں اسکی پانوں تیرے پھرتے ہیں

جمع ہوتے نہیں حواس کہیں
جائیں یاں سے جو ہم اداس کہیں

دل کی دو اشک سے نکلی بھڑاس
اوسوں بجھتی نہیں ہے پیاس کہیں

یا خوشبو بھی آئے ہے واں سے
کوئی چھپتی ہے گل کی باس کہیں

اس جنوں میں کہیں ہے سر پہ خاک
ٹکڑے ہو کر گیا لباس کہیں

گرد سر یار کے پھریں پھر دل
ہم جو ہوں اسکے آس پاس کہیں

سب جگہ لوگ حق و ناحق پر
نہ ملا حیف حق شناس کہیں

ہر طرف ہیں امیدوار یار
اس سے کوئی نہیں ترس کہیں

عشق کا خو بست شیریں ہوں
جان کا بھی نہیں ہراس کہیں

عرش تک تو خیال پہونچے میر
وہ پھرے ہے کہیں قیاس کہیں

[illegible] تو جائیں کہاں جو گھر رہیں کیا گھر رہیں
یار بن لگتا نہیں جی کاشکے ہم مر رہیں

[illegible] ہے یارب نہیں سکتے نہیں
کیا کریں جاویں کہاں گھر میں رہیں یا باہر رہیں

وہ نہیں جو تیغ سے اس کے گلا کٹوا لیے
تنگ آئے ہیں بہت اب آپ ہی ہو کر رہیں

بیتابی بیقراری بے کسی بے طاقتی
کیا جیے وہ جسکے جی کو روگ یہ اکثر رہیں

مضطرب ہو ایک دو دم تو تدارک بھی ہو کچھ
متصل تڑپے ہے کب تک ہاتھ یہ دل پر رہیں

زندگی دو بھر ہوئی ہے میر آخر تا کجا
دل جگر جلتے رہیں آنکھیں ہماری تر رہیں

کہاں کے لوگ ہیں خوباں محبت انکو نہیں
مریں بھی ہم تو نہ دیکھیں مروت انکو نہیں

Marfat.com

خراب و خوار ہیں سلطاں شکستہ حال امیر
کسو فقیر سے شاید کہ صحبت انکو نہیں
ہمارے دیدۂ و دل سے ہی ہم پہ کام ہے تنگ
کہ رونے کڑھنے سے یک لحظہ فرصت انکو نہیں
پری و سرو کو دعویٰ ہے اس رخ و قد سے
شکایت ایسی نہیں آدمیت انکو نہیں

چلا ہے تیغ بکف یار غیر کی جانب
ہوئے ہیں میر تماشائی غیرت انکو نہیں

ظلم و ستم کیا جور و جفا کیا جو کچھ کہیے اٹھاتا ہوں
خفت کھینچ کے جاتا ہوں رہتا نہیں دل پھر آتا ہوں

گھر سے اٹھ کر رونے میں بیٹھا بیت پڑھے دو باتیں کیں
کس کس طور سے اپنے دل کو اس بن میں بہلاتا ہوں

ہائے سبک ہونا یہ میرا فرطِ شوق سے مجلس میں
وہ تو نہیں سنتا دل وے کر میں ہی باتیں بناتا ہوں

قتل میں میرے یہ صحبت ہے غم غصے سے محبت کے
لونہو اپنا پیتا ہوں تلواریں اس کی کھاتا ہوں

آنے کی میری فرصت کتنی دو دم دو دل ایک گھڑی
رنجش کیوں کا ہے کو خشونت غصہ کیا میں جاتا ہوں

سر ماروں ہوں ادھر ادھر دور تلک جاتا ہوں نکل
پاس نہیں پاتا جو اس کو کیا کیا میں گھبراتا ہوں

پھاڑ کے خط کو گلے میں ڈالا شہر میں سب تشہیر کیا
سامنے ہوں قاصد کے کیونکر اس سے میں پھرتا ہوں

پہلے فریب لطف سے اسکے کچھ نہ ہوا معلوم مجھے
اب جو جاد نے بدمیں طرحیں کڑھتا ہوں لکھاتا ہوں

مجرم اس خاطر ہوتا ہوں بعضے بعضے شوخی کر
عذر گناہ میں جا کر اس کے پاؤں کو ہاتھ لگاتا ہوں

دیکھے ان پلکوں کے اکثر میر ہوں بیخود تنگ آیا
آپ کو پاتا ہوں تو پھری اس وقت نہیں میں پاتا ہوں

Marfat.com

کبھو ملے ہے سو وہ یوں کہ پھر ملا نہ کریں
کرے ہے آپ ہی شکایت کہ ہم گلا نہ کریں

ہوئے یہ جادہ میں مشکل کہ جی گیا ہوتا
نہ رہتے جیتے اگر ہم مساہلانہ کریں

ہمارے حرف پریشاں ہی لطف رکھتے ہیں
جنوں ہے بحث جو وحشت میں عاقلانہ کریں

صفائے دل جو ہوئے ٹک تو دیکھیں ہیں کیا کیا
ہم ایسے آئینہ کو اپنے کیوں جلا نہ کریں

وبال میں نہ گرفتار ہوں کہیں مہ و مہر
خدا کرے ترے رخ سے مقابلہ نہ کریں

دل اب تو ہم ستے ہے بدیار گر رہے جیتے
کسو سے ہم بھی ولی پھر معاملہ نہ کریں

سخن کے ملک کا میں مستقل امیر ہوں میر
ہزار مدعی بھی مجھ کو وہ ولا نہ کریں

شعر میں نے کچھ کہے بالوں کی اس کی یاد میں
سو غزل پڑھتے پھرے ہیں لوگ فیض آباد میں

سرخ آنکھیں خشم سے کیں ان نے مجھ پہ صبح کو
دیکھی یہ تاثیر شب کی خونچکاں فریاد میں

یہ تصرف عشق کا ہے سب وگرنہ حرف کیا
ایک عالم غم سمایا خاطر ناشاد میں

عشق کی دیوانگی لائی ہمیں جنگل کی دس
ورنہ ہم پھرتے بگولے سے نہ خاک و باد میں

دیر لگتا ہے گئے تلوار پر وہ رکھ کے ہاتھ
خوبیاں بھی تو بہت ہیں اس ستم ایجاد میں

یہ بنا رہتی سی آتی ہے نظر یاں کچھ مجھے
اچھی ہے تعمیر دل کی اس خراب آباد میں

میر ہم جبہہ خراشوں سے کسو کا ذکر کیا
وے ہنر ہم میں ہیں جو تھے تیشۂ فرہاد میں

درویشوں سے تو ان نے ضدیں نکالیاں ہیں
ایدھر سے ہیں دعائیں اودھر سے گالیاں ہیں

جبہے سے سینہ تک ہیں کیا کیا خراش ناخن
گویا کہ ہم نے منھ پر تلواریں کھالیاں ہیں

جب لگ گئے جھمکنے رخسار یار دونوں
تب مہر و مہ نے اپنی آنکھیں چھپالیاں ہیں

صبح چمن کا جلوہ ہندی بتوں میں دیکھا
صندل بھری جبیں ہے ہونٹھوں کی لالیاں ہیں

درد و الم ہی میں سب جاتے ہیں روز و شب ہاں
دن اشک ریزیاں ہیں شب زار نالیاں ہیں

خیروں نے ریختہ کو دوں ریختہ بنایا
جوں ان دنوں میں بالے لڑکوں کی بالیاں ہیں

اجماع بلہوس کو رکھ رکھ لیا ہے آگے
مت جان ایسی بھیڑیں جی دینے والیاں ہیں

ان گلرخوں کی قامت لہکے ہے یوں ہوا میں
جس رنگ سے لچکتی پھولوں کی ڈالیاں ہیں

نہ وزد دل نہیں تو کیوں دیکھتے ہی مجھ کو
پلکیں جھکالیاں ہیں آنکھیں چرالیاں ہیں

Marfat.com

اس آفتاب بن یاں اندھیر ہو رہا ہے — دن بھی سیاہ اپنے جوں راتیں کالیاں ہیں

جلتے ہیں یہ تو ٹھوکر لگتی ہے **میر** دل کو
چالیں ہی دلبروں کی سب سے نرالیاں ہیں

رفتگاں میں جہاں کے ہم بھی ہیں — ساتھ اس کارواں کے ہم بھی ہیں
شمع ہی سر نہ دیتی ہے برباد — کشتہ اپنی زباں کے ہم بھی ہیں
ہم کو مجنوں کے عشق میں مت دیکھ — ننگ اس خانداں کے ہم بھی ہیں
جس چمن زار کا ہے تو گل تر — بلبل اس گلستاں کے ہم بھی ہیں
نہیں مجنوں سے دل قوی لیکن — یار اس ناتواں کے ہم بھی ہیں
بوسہ مت دے کسو کے در پہ نسیم — خاک اس آستاں کے ہم بھی ہیں
گو شب اس در سے دور پہروں پھریں — پاس اس پاسباں کے ہم بھی ہیں
وجہ بیگانگی نہیں معلوم — تم جہاں کے ہو واں کے ہم بھی ہیں
مر گئے مر گئے نہیں تو نہیں — خاک سے منھ کو ڈھانکے ہم بھی ہیں
اپنا شیوہ نہیں کجی یوں تو — یار جی ٹیڑھے بانکے ہم بھی ہیں

اس سرے کی ہے پارسائی **میر**
معتقد اس جواں کے ہم بھی ہیں

نئی گردش ہے اس کی ہر زماں میں — خلل سا ہے دماغ آسماں میں
ہوا تن ضعف سے ایسا کہے تو — کہ اب جی ہی نہیں اس ناتواں میں
کہا میں درد دل یا آگ اگلی — پھپھولے پڑ گئے میری زباں میں
متاع حسن یوسف سی کہاں اب — تجسس کرتے ہیں ہر کارواں میں
بلائے جاں ہے وہ لڑکا پریزاد — اسی کا شور ہے پیر و جواں میں
بہت نا آشنا تھے لوگ یاں کے — چلے ہم چار دن رہ کر جہاں میں

تری شورش بھی بیکل ہے مگر **میر**
ملا دی بیں کر بجلی فغاں میں

تیغ کی نوبت کب پہنچے ہے اپنے جی کے غارت میں — عاشق زار کو مار رکھے ہے ایک ابرو کی اشارت میں
گزرے ہے گر دل میں ہو کر تو ایک نگاہ ضروری ہے — کچھ کچھ تیرے غم نے لکھا ہے گرداں کی عمارت میں

فتنہ در سر بتان حشر خرام + ہائے رے کس ٹھسک سے چلتے ہیں ۲ میر

Marfat.com

سوکھ کے میں تو عشق کے غم میں خس کی مثال حقیر ہوا
وہ تقصیر نہیں کرتا ہے اب تک میری حقارت میں

ایک بگولا ساتھ مجھے بھی تربت قیس پہ لے آیا
کتنے غزال نظروں آنے تھے مشغول زیارت میں

دل کو آگ اکدم میں دیدی اشک ہوئے چنگاری سے
کیا ہی شریر ہے شوخی برق لائی اُن نے شرارت میں

شیخ جو تھا دیدار بتاں کا منکر ایسا تھا معذور
دل کو بصیرت بھی نہ اُسکے بے نوری تھی بصارت میں

خط و کتابت ایک طرف ہے دفتر لکھ لکھ بھیجے میر
کہیے کچھ جو سر پہ قلم کی کوتاہی ہو سفارت میں

۱۹۰

تری پلکیں چبھتی نظر میں بھی ہیں
یہ کانٹے کھٹکتے جگر میں بھی ہیں

رہے پھرتے دریا میں گرداب سے
وطن میں بھی ہیں ہم سفر میں بھی ہیں

کہاں ہے کہ مجنوں بھی ہم سا ہی تھا
غلط کے شوائب نظر میں بھی ہیں

نہ بھولو نزاکت لچک ہی نہیں
چھری خنجر اسکی کمر میں بھی ہیں

جھمک سطح رخ کی سی اسکی کہاں
صفا و ضیا تو گہر میں بھی ہیں

دلی و دلی[1] دونوں اگر ہیں خراب
پہ کچھ لطف اس اجڑے گھر میں بھی ہیں

چلو میر کے تو تجسّس کے بعد
کہ وے وحشی تو اپنے گھر میں بھی ہیں

نہ کر شوق کشتوں سے جانے کی باتیں
نہیں آتیں کیا تجکو آنے کی باتیں

سماجت جو کی بوس لب پہ تو بولا
نہیں خوب یہ مار کھانے کی باتیں

زبانیں بدلتے ہیں ہر آن خوباں
یہ سب کچھ ہیں بگڑے زمانے کی باتیں

نظر جب کرو زیر لب کچھ کہے ہے
کہو یار کے آستانے کی باتیں

سہی جائے گالی اگر دوستی ہو
بڑی بھی بھلی ہیں لگانے کی باتیں

ہمیں دیر و کعبے سے کیا گفتگو ہے
چلی جاتی ہیں یہ سنانے کی باتیں

بگڑ بھی چکے یار سے ہم تو یارو
کرو کچھ اب اس سے بنانے کی باتیں

کیا سیر کل میں نے دیوان مجنوں
خوش آئیں بہت ہے دوانے کی باتیں

بہت ہرزہ گوئی کی یاں میر صاحب
کرو واں کے کچھ منھ دکھانے کی باتیں

[1] داغ سے لوگ کہتے ہیں بنا دلی اُجڑ کر لکھنؤ ÷ یہ کہاں اے داغ اس اُجڑے ہوئے گھر کا جواب

Marfat.com

کیا کروں سودائی اُس کی زلف کی تدبیر میں
ظلِّ ممدودِ چمن میں ہوں مگر زنجیر میں

گل تو مجھ حیران کی خاطر بہت کرتا ہے لیک
وا نہیں ہوتا بہ رنگِ غنچۂ تصویر میں

رو برو اُس سے گئے خاموش ہو جاتا ہوں کچھ
کس سے اپنے چپکے رہنے کی کروں تقریر میں

تن بدن میں دل کی گرمی نے لگا رکھی ہے آگ
عشق کی تو ہے جوانی ہو گیا گو پیر میں

ہو اگر خونریز کا اپنے سبب تو کچھ کہو
وہ ستمگر ہے مقرر اور بے تقصیر میں

بیدماغی شورِ شب سے یار کو دونی ہوئی
دیکھی بس اس بے سرایت نالے کی تاثیر میں

کچھ نہیں پوچھا ہے مجھ سے جز حدیثِ روئے یار
ہاتھ بلبل کے لگا ہوں باغ میں جب میر میں

کہتے ہیں بہار آئی گل پھول نکلتے ہیں
ہم کنجِ قفس میں ہیں دل سینوں میں جلتے ہیں

اب ایک سی بیہوشی رہتی نہیں ہے ہم کو
کچھ دل بھی سنبھلتے ہیں پر دیر سنبھلتے ہیں

وہ تو نہیں اک چھینٹا رونے کا ہوا ٹک ہے
اب دیدۂ تر اکثر دریا سے اُبلتے ہیں

ان بالوں کو آنکھوں سے ہم ملتے رہے جیسا
افسوس سے ہاتھوں کو اب ویسا ہی ملتے ہیں

کیا کہیے کہ اعضا سب پانی ہوئے ہیں اپنے
ہم آتشِ ہجراں میں یوں نہیں پڑے گلتے ہیں

کرتے ہیں صفت جب ہم لعلِ لبِ جاناں کی
تب کوئی ہمیں دیکھے کیا لعل اُگلتے ہیں

گل پھول سے بھی اپنے دل تو نہیں لگتے ٹک
جی لوگوں کے بے جاناں کس طور بہلتے ہیں

ہیں نرم صنم گو نہ کہنے کے تئیں ورنہ
پتھر ہیں اُنھوں کے دل کاہے کو پگھلتے ہیں

اے گرمِ سفر یاراں جو ہے سو سرِ رہ ہے
جو رہ سکو رہ جاؤ اب میر بھی چلتے ہیں

دل عجب جنسِ گراں قدر ہے بازار نہیں
وے بہا سہل جو دیتے ہیں خریدار نہیں

کچھ تمھیں ملنے سے بیزار ہو میرے ورنہ
دوستی ننگ نہیں عیب نہیں عار نہیں

ایک دو بات کبھو ہم سے کہو یا نہ کہو
قدر کیا اپنی ہمیں اس لیے تکرار نہیں

ناز و انداز و ادا عشوہ و اغماض و حیا
آب و گل میں ترے سب کچھ ہے پہ پیار نہیں

صورت آئینہ میں ٹک دیکھ تو کیا صورت ہے
بدزبانی تجھے اس منھ پہ سزاوار نہیں

دل کے اُلجھاؤ کو کیا تجھ سے کہوں اے ناصح
تو کسی زلف کے پھندے میں گرفتار نہیں

اُس کے کاکل کی پہیلی کہو تم بوجھے میر
کیا ہے زنجیر نہیں دام نہیں مار نہیں

Marfat.com

چمکنا برق کا کرتا ہے کار تیغ ہجراں میں
برسنا مینھ کا داخل ہے اُس بن تیرباراں میں

بھرے رہتے ہیں سارے پھول ہی جیسے گریباں میں
وہ کیا جانے کہ ٹکڑے ہیں جگر کے میرے داماں میں

نہیں شام و سحر رویا تھا مجنوں عشق لیلے میں
ہنوز آشوب وہ نوں وقت رہتا ہے بیاباں میں

خیال یار میں آگے سے یک نہ یارہ یاں ہر دم
اگر ہجراں میں زندانی ہوں پر ہوں یوسفستاں میں

رکھا عرصہ جنوں پر تنگ مشتاقوں کی دوری سے
کسے آرام ہے اس کھیتیے نے سمجھ ہو کے میداں میں

جہاں سے دیکھیے اک شعر شور انگیز نکلے ہے
قیامت کا سا ہنگامہ ہے ہر جا میرے دیواں میں

جو دیکھو تو نہیں ہے حال وہ بنا حسن سے خالی
رنگ الماس کی سی ہے ہماری چشم حیراں میں

خرابی آ گئی دیں میں گئی ملت اُسے دیکھے
ملے سے اُسکے رخنے پڑ گئے لوگوں کے ایماں میں

نکل آتا ہے گھر سے ہر گھڑی ننگے بدن باہر
بُرا ایہ آپڑا ہے عیب اس آسائش جاں میں

ستم کے تیر اُسکے میرے سینے میں بہت ٹوٹے
کیا جاتا ہے مشکل فرق اب دل اور پیکاں میں

ہوا سے ہر میں کیا میر سنبلستان میں وہ تھا
گری پڑتی ہے بجلی آج کچھ صحن گلستاں میں

تھا شوق مجھے طالب دیدار ہوا میں
سو آئینہ سا صورت دیوار ہوا میں

جب دور گیا قافلہ تب چشم ہوئی باز
کیا پوچھتے ہو دیر خبردار ہوا میں

اب پست و بلند ایک ہے جوں نقش قدم یاں
پامال ہوا خوب تو ہموار ہوا میں

کب ناز سے شمشیر ستم اُن نے نہ کھینچی
کب ذوق سے مرنے کو نہ تیار ہوا میں

بازار وفا میں سر سودا تھا سبھوں کو
پر نیچ کے جی ایک خریدار ہوا میں

ہشیار تھے سب دام میں آئے نہ ہم آواز
تھی رفتگی سی مجکو گرفتار ہوا میں

کیا جیتنے کا فائدہ جو شیب میں جیتا
سونے کا سماں آیا تو بیدار ہوا میں

تم بھی کہو عشق میں کیا پوچھو ہو میری
عظمت گئی رسوائی ہوئی خوار ہوا میں

اُس نرگس مستانہ کو دیکھے ہوئے برسوں
افراط سے اندوہ کی بیمار ہوا میں

رہتا ہوں سدا مرنے کے نزدیک ہی اب میر
اس جان کے دشمن سے بھلا یار ہوا میں

جلا از بس تمہارے طور سے اے جامہ زیبا ہوں
بھروسہ کیا ہے میرا میں چراغ زیر داماں ہوں

سر حرف سخن کس کو خیال زلف میں اُس کے
تنک میں جو بکھر جاتا ہوں میں خاطر پریشاں ہوں

Marfat.com

کمسن سالی میں شاہد بازیاں کا ہیکو زیبا تھیں — دیا لڑکوں کو دل میں نے قیامت میں بھی نادان ہوں
کبھو خورشید و مہ کو دیکھ رہتا ہوں کبھو گل کو — مرے انداز سے ظاہر ہے میں اس رو کا حیران ہوں
کسو کی یاد میں اشک آنکھوں سے نہیں تھمتے — برنگ ابر قبلہ آج میں شدت سے گریاں ہوں
بکا جبتک نہیں کرتا ہوں تب تک خیر ہے ورنہ — بلا ہوں فتنہ ہوں آشوب ہوں آفت ہوں طوفاں ہوں

بحال سگ پھرا اب تک گروں یوں اسکے کوچہ میں
خجالت کھینچتا ہوں **میر** آخر میں بھی انساں ہوں

عشق وہ خانہ زمان خراب ہے میاں — جس سے دل آگ چشم آب ہے میاں
تن میں جبتک ہے جان تکلف ہے — ہم میں اس میں ابھی حجاب ہے میاں
گو نہیں میں کسو شمار میں یاں — عاقبت ایک دن حساب ہے میاں
گو دماغ و جگر کہاں وہ قلب — یاں عجب ایک انقلاب ہے میاں
زلف بل کھا رہی ہے گو اس کی — دل کو اپنے تو پیچ و تاب ہے میاں
لطف و مہر و وفا وہ کیا جانے — ناز ہے خشم ہے عتاب ہے میاں
رہوا اپنا ہیں ہوں چپکا ہوں — کسکو اس بن سر شراب ہے میاں
چشم وا یاں کہ چشم بسمل ہے — جاگنا یہ نہیں ہے خواب ہے میاں
منھ سے کچھ بولتا نہیں قاصد — شاید ادھر سے بے جواب ہے میاں
دل ہی اپنا نہیں فقط بے چین — جی کو بھی روز اضطراب ہے میاں

چاہیے وہ کہے سو لکھ رکھیں
ہر سخن **میر** کا کتاب ہے میاں

گرفتہ دل ہوں سر ارتباط مجکو نہیں — کسو سے شہر میں کچھ اختلاط مجکو نہیں
جہاں ہو تیغ بکف کوئی سادہ جا لگنا — اب اپنی جان کا کچھ احتیاط مجکو نہیں
کرے گا کون قیامت کو سیاں بازی — دل و دماغ گزار صراط مجکو نہیں
جسے ہو مرگ سا پیش اتحا کیوں نہ پڑھے — اس اپنے جینے سے کچھ انبساط مجکو نہیں

ہوا ہوں فرط اذیت سے میں توسن اے **میر**
تمیز رنج و خیال نشاط مجکو نہیں

جوش غم اٹھے ہے اک آندھی چلی آتی ہے میاں — خاک سی منھ پہ مرے اسوقت اڑجاتی ہے میاں

Marfat.com

پڑ گئے سوراخ دل کے غم میں سینے کوٹتے
سل تو پتھر کی نہیں آخر مری چھاتی ہے میاں

میں حیا والا ہوا رسوائے عالم عشق میں
آنکھ میری اس سبب لوگوں سے شرماتی ہے میاں

رشک اُسکے چہرۂ پرنور کا ہے جاں گداز
شمع مجلس میں کھڑی اپنے تئیں کھاتی ہے میاں

آگ غیرت سے قفس کو دوں ہوں جا پر دل ورے
ایک دو گلبرگ جب بادِ سحر لاتی ہے میاں

ہے حزیں نالیدن اس کا نغمۂ طنبور سا
خوش نوا مرغ گلستاں زند باغاتی ہے میاں

کیا کہوں مُنھ تک جگر آتا ہے جب رُکتا ہے دل
جان میری تن میں کیسی کیسی گھبراتی ہے میاں

اسکی ابرو ہے کشیدہ خم ہی رہتی ہیں سدا
یہ کجی اس تیغ کی تو جوہر ذاتی ہے میاں

گات اُس اوباش کی لیں کیونکہ بر میں میر ہم
ایک جُھرمٹ شال کا اک شال کی گاتی ہے میاں

چنگاریاں گرے ہیں جب پلکیں ملتیاں ہیں
رونے سے تب تو میرے کچھ آنکھیں جلتیاں ہیں

آنکھیں ملا کے اُس سے ٹک دیکھ حال دل کا
وے انکھڑیاں جبیں کو اپنی تو ملتیاں ہیں

ہم تو بھی نسل گل میں چل ٹک تو پاس بیٹھیں
سر جوڑ جوڑ کیسے کلیاں نکلتیاں ہیں

مذکورِ دختِ رز کا کیا شیخ رہ گزر میں
اس سے ابھی ہماری باتیں ہی چلتیاں ہیں

آنکھیں تو میر کیا ہو بیطاقتی سے حالت
اب تو بدیر جانیں اپنی سنبھلتیاں ہیں

بہار آئی کھلے گل پھول شاید باغ صحرا میں
جھلک سی مارتی ہے کچھ سیاہی داغ صحرا میں

نفاقِ مرداں عاجز سے ہے زعم تکبر پر
کہوں کیا اتفاق ایسا بھی ہو جاتا ہے دنیا میں

نموداری ہماری بے کلی سے ایک چشمک ہے
ٹھہرنا برق سا اپنا ہے ہو چکنا ہی اس جا میں

سخن دس پانچ یاں ہیں جمع کس حسن لطافت سے
تفاوت ہے مرے مجموعۂ و عقد ثریا میں

کنواں دیکھا نہ کوئی غار میں نے شوق کے مارے
بعینہ راہ اندھا سا چلا اس کی تمنا میں

بہت تھا شور وحشت سر میں میرے شوخ نے میرے
لکھی تصویر تو زنجیر پہلے کھینچ لی پا میں

جدائی کے تعب کھینچے ہیں میں میر راضی ہوں
جلا دیں آگ میں یا مجھکو پھینکیں قعر دریا میں

شہروں ملکوں میں جو یہ میر کہاتا ہے میاں
دیدنی ہے پہ بہت کم نظر آتا ہے میاں

عالم آئینہ ہے جس کا وہ مصور بے مثل
ہائے کیا صورتیں پردے میں بناتا ہے میاں

Marfat.com

قسمت اس بزم میں لائی کہ جہاں کا ساقی
دے ہے مے سب کو ہمیں زہر پلاتا ہے میاں

ہو کے عاشق ترے جان و دل و دیں کھو بیٹھے
جیسا کرتا ہے کوئی ویسا ہی پاتا ہے میاں

حسن اک چیز ہے ہو دین کہ تو ہو ناصح
ایسی شئے سے کوئی بھی ہاتھ اٹھاتا ہے میاں

جھگڑا اس حادثے کا کوہ گراں سنگ کو بھی
جوں پر کاہ اڑائے لیے جاتا ہے میاں

کیا پری خواں ہے جو راتوں کو جگا دے ہے میر
شام سے دل و جگر و جان جلاتا ہے میاں

جائے ہے جی نجات کے غم میں
ایسی جنت گئی جہنم میں

نزع میں میری ایک دم ٹھہرو
دم ابھی ہیں یہ زار اک دم میں

لعل ہم چھاتیوں پہ جڑ کے پھرے
اپنے خوں گشتہ دل کے ماتم میں

ہے بہت جیب چاکی ہی جوں صبح
کیا کیا جائے فرصت کم میں

پر کے بھی بیکلی قفس میں بہت
دیکھیے اب کے گل کے موسم میں

آپ میں ہم نہیں تو کیا ہے عجب
دور اس سے رہا ہے کیا ہم میں

بیخودی پر نہ میر کی جاؤ
تم نے دیکھا ہے اور عالم میں

جس کا خوباں خیال لیتے ہیں
دل کلیجہ نکال لیتے ہیں

کیا نظرگاہ ہے کہ شرم سے گل
سر گریباں میں ڈال لیتے ہیں

دیکھ اسے ہو ملک سے بھی لغزش
ہم تو دل کو سنبھال لیتے ہیں

کھول کر بال سادہ رو لڑکے
خلق کا کیوں وبال لیتے ہیں

تیغ کھینچے ہیں جب یہ خوش ظاہر
ہو خور منھ پہ ڈھال لیتے ہیں

دلبراں نقد دل کو عاشق کے
جان کر اپنا مال لیتے ہیں

ہیں گدا میر بھی ولے دو جہاں
کر کے ایک ہی سوال لیتے ہیں

دور اس سے جی چکے ہیں ہم اس روزگار میں
دن آج کا بھی سانجھ ہوا انتظار میں

داغوں سے بھر گیا ہے مرا سینۂ فگار
گل پھول زور زور کھلے اس بہار میں

کیا اعتبار طائر دل کی تڑپ کا اب
مذبوحی سے ہے کچھ حرکت اس شکار میں

Marfat.com

بوسہ لبوں کا مانگتے ہی تم بگڑ گئے
بہتیری باتیں ہوتی ہیں اخلاص پیار میں

دل پھیرے ہم سے خانۂ زنجیر کے قریب
ٹک پہونچتا ہی ہے شکن زلف یار میں

اس بحر حسن پاس نہ خنجر تھا کل نہ تیغ
میں جان دی ہے حسرت بوس و کنار میں

چلتا ہے[1] ٹک تو دیکھ کے چل پاؤں سے نفس
آنکھیں ہی بچھ گئی ہیں تری رہگزار میں

کس کس ادا سے ریختے میں نے کہے ولے
سمجھا نہ کوئی میری زبان اس دیار میں

تڑپے ہے متصل وہ کہاں ایسے روز و شب
ہے فرق میر برق و دل بیقرار میں

کیسی وفا و الفت کھاتے عبث ہو قسمیں
مدت ہوئی اٹھا دیں تم نے یہ ساری رسمیں

ساون تو ابکی ایسا برسا نہیں جو کہیئے
روتا رہا ہوں میں ہی دن رات اس برس میں

گھبرا کے یوں لگے ہے سینے میں دل تڑپنے
جیسے اسیر تازہ بیتاب ہو قفس میں

جانکاہ ایسے نالے لوہے سے تو نہ ہوویں
بیتاب دل کسو کا رکھا ہے کیا جرس میں

اب لاغری سے دیں ہیں ساری رگیں دکھائی
ہے عشق بھر رہا ہے ایک ایک میری نس میں

اے ابر ہم بھی برسوں روتے پھرا کیے ہیں
دریا بندھے پڑے ہیں وادی کے خار و خس میں

کیا میر بس کرے ہے اب زاری آہ شب کی
دل آ گیا ہے اس کا ظالم کسو کے بس میں

روتے ہیں نالہ کش ہیں یا رات دن جلے ہیں
ہجراں میں اس کی ہم کو بہتیرے مشغلے ہیں

جوں دود عمر گزری سب پیچ و تاب ہی میں
اتنا ستا نہ ظالم ہم بھی جلے بلے ہیں

مرنا ہے خاک ہونا ہو خاک اڑتے پھرنا
اس راہ میں ابھی تو درپیش مرحلے ہیں

کس دن چمن میں یارب ہوگی صبا گل افشاں
کتنے شکستہ پر ہم دیوار کے تلے ہیں

جب یاد آ گئے ہیں پائے حنائی اس کے
افسوس سے تب اپنے ہم ہاتھ ہی ملے ہیں

تھا جو مزاج اپنا سو تو کہاں رہا ہے
پر نسبت اگلی تو بھی ہم ان دنوں بھلے ہیں

کچھ وہ جو کھنچ رہا ہے ہم کانپتے ہیں ڈر سے
یاں جوں کمان گھر میں ہر وقت زلزلے ہیں

اک شور ہی رہا ہے دیوانے پن میں اپنے
زنجیر سے ہلے ہیں گر کچھ بھی ہم ہلے ہیں

پست و بلند دیکھیں کیا میر پیش آئے
اس دشت میں ہم اب تو سیلاب سے چلے ہیں

لہ لاعلم سے آہستہ خرام بلکہ مخرام ÷ زیر قدمت ہزار جان ست

شرر سے اشک ہیں اب چشم تر میں
لگی ہے آگ اک میرے جگر میں

نگین عاشق و معشوق کے رنگ
جدا رہتے ہیں ہم تم ایک گھر میں

بلا ہنگامہ تھا کل اسکے در پر
قیامت گم ہوئی اس شور و شر میں

بگولے کی روش وحشت زدہ ہم
رہے برچیدہ دامن اس سفر میں

سماں یاں سانجھ کا سا ہو نہ جاتا
اثر ہوتا اگر آہ سحر میں

پھپکنے ہی نے ہم کو مار رکھا
کٹاری تو نہ تھی اس کی کمر میں

رہا تھا دیکھ اودھر **میر** چلتے
عجب اک نا امیدی بھی نظر میں

اثر ہوتا ہماری گر دعا میں
لگ اٹھتی آگ سب ارض و سما میں

نہ اٹکا ہائے تب یوسف سا مالک
وگرنہ مصر سب ملتا بہا میں

قصور اپنی ہی طول عمر کا تھا
نہ کی تقصیر ان نے تو جفا میں

سخن مشتاق ہیں بندے کے سب لوگ
سر و دل کسکو ہے عشق خدا میں

کفن کیا عشق میں میں نے ہی پہنا[۱]
کھنچے لوہو میں بہتیرے کے جا میں

پیام اس گل کو اسکے ہاتھ دیتے
سبک پائی نہ ہوتی گر صبا میں

جبیں خوش پا کوئی ناخوش ہمیں کیا
ہم اپنے محو ہیں ذوق فنا میں

ہمیں فرہاد و مجنوں جس سے چاہو
تم آکر پوچھ دو شہر وفا میں

سراپا ہی ادا و ناز ہے یار
قیامت آتی ہے اسکی ادا میں

بلا زلف سیاہ اسکی ہے پرپیچ
وطن دل میں کیا ہے کس بلا میں

ضعیف و زار تنگی سے ہیں ہر چند
ولیکن **میر** اڑتے ہیں ہوا میں

نہیں جبہہ عاشق اگر دست پائیں
خدا نہ دے انکو جو سر کھجائیں

بھٹکنے لگا خوں تو جائے سرشک
ابھی دیکھیں آنکھیں ہمیں کیا دکھائیں

[۱] یہ شعر اسی بحر اور اسی ردیف و قافیہ کی غزل میں دیوان دوم میں اس طرح دیکھا گیا ہے ۵ کفن میں ہی نہ پہنا وہ بدن دیکھ ÷ کھنچے لوہو میں بہتیروں کے جامیں + اسی طرح مطلع کا پہلا مصرع اس غزل نہ دوسرا مصرع ہے اور شعر اسطرح ہے ۵ اٹھاتے ہاتھ کیوں نومید ہوکر + اگر پاتے اثر کچھ ہم دعا میں + ۱۲

Marfat.com

رہیں کس کو سانسی کہ اب ضعف سے
مزاجی ہی کرنے لگا سائیں سائیں

خدا ساز تھا آذرِ بت تراش
ہم اپنے تئیں آدمی تو بنائیں

چلا یار کی اور جاتا ہے جی
جو ہو اختیاری تو اودھر نہ جائیں

جگر سوز ہیں اس کے لعلِ خموش
طلب کر لیے بوسہ تو باتیں بنائیں

ہمیں بے نیازی نے بھلا دیا
کہاں اتنی طاقت کہ منت اٹھائیں

کہیں دیکھیے وہ بید مجنوں کہ ہم
فراموش کار اپنے کو تا دکھائیں

کہیں میر عشق مجازی ہے بد
حقیقت ہو معلوم گر دل لگائیں

ابھی ماہ رمضاں دیکھا تھا پیمانے میں
بارے سب روزے تو گزرے مجھے میخانے میں

جیسے بجلی کے چمکنے سے کسو کی سدھ جائے
بیخودی آئی اچانک ترے آجانے میں

وہ تو بالیں تئیں آیا تھا ہمارے لیکن
سدھ بھی کچھ ہمکو نہ تھی جانے کے گھبرانے میں

آج سنتے ہیں کہ فردا وہ قد آرا ہوگا
دیر کچھ اتنی قیامت کے نہیں اٹھنے میں

حق جو چاہے تو بندھی بھی چلا جاؤں گا
مصلحت دیکھی نہ میں ہاتھ کے پھیلانے میں

میں نالہ کش تھا صبح کو یادِ حبیب میں
سوراخ پڑ گئے جگرِ عندلیب میں

سر مارتے ہیں سنگ سے فرہاد کے سے تنگ
دیکھیں تو ہم بھی کیا ہے ہمارے نصیب میں

جانے کو سوئے دوست مسافر ہوئے ہیں ہم
ڈر ہر قدم ہے عشق کی راہِ غریب میں

کیا رفتگاں کے ہاتھ سے ہو کتنے انکے پاؤں
اکثر جنھوں کا ہاتھ ہے دستِ طبیب میں

دل خستہ چشم بستہ و روز رو لسینہ گرد
حیرت ہے ہم کو میر کے حالِ عجیب میں

یوں ہی بکے تو دل شدہ ہم روسیاہ ہیں
ہو بخت کچھ دماغ تو پھر بادشاہ ہیں

ہیں جیسے شمع بزم اقامت نہ کر خیال
ہم دل کباب پردے میں سرگرمِ راہ ہیں

کہنا نہ کچھ کبھو کھڑے حسرت سے دیکھنا
ہم کشتنی ہیں واقعی گر بے گناہ ہیں

گر مہرباں ہو دور سے گہ آنکھیں پھیر لیں
معشوق آفتاب ہیں عشاق ماہ ہیں

آنکھیں ہمارے پاؤں تلے کیوں نہ وہ ملیں
ہم بھی تو میر کشتۂ طرزِ نگاہ ہیں

Marfat.com

مجھکو دماغ وصف گل یاسمن نہیں
میں جوں نسیم باد فروش چمن نہیں

کہنے لگا کہ لب سے ترے گل خوب ہے
اس تنگ ڈھنگ سے تو ہمارا سخن نہیں

پہونچا نہ ہوگا منزل مقصود کے تئیں
خاک رہ اسکا جس کا عبیر کفن نہیں

ہمکو خرام ناز سے مت خاک میں ملا
دل سے ہے جنکو راہ پہ انکا چلن نہیں

گل کام آوے ہے ترے منھ کے نثار کے
صحبت رکھے جو تجھ سے یہ ایسکا دہن نہیں

کل جاکے ہمنے میر کے ہاں یہ سنا جواب
مدت ہوئی کہ یاں تو وہ غربت وطن نہیں

ہجر تا چند ہم اب وصل طلب کرتے ہیں
لگ گیا ڈھب تو اسی شوخ سے ڈھب کرتے ہیں

روز اک ظلم نیا کرتے ہیں یہ دلبر اور
روز کہتے ہیں ستم ترک ہم اب کرتے ہیں

لاگ ہے جی کے تئیں اسی یار سے ایک
اور سب یاروں کا ہم لوگ تو سب کرتے ہیں

تم کبھو میر کو چاہو سو کہ چاہیں ہیں تمھیں
اور ہم لوگ تو سب اُن کا ادب کرتے ہیں

ہوں جو بیحال اس اعجوبۂ عالم کے لیے
حال سُن سُن کے مرا لوگ عجب کرتے ہیں

میر سے بحث یہ تھی کچھ جو نہ تھے حرف شناس
اب سخن کرتے ہیں کوئی تو غضب کرتے ہیں

مدت ہوئی کہ کوئی نہ آیا اُدھر سے یاں
جاتی رہے گی جان ہی رہ گذر سے یاں

وہ آپ چلکے آوے تو شاید کہ جی رہے
ہوتی نہیں تسلی دل اب خبر سے یاں

پوچھے کوئی تو سینہ خراشی دکھایئے
سو تو نہیں ہے حرف شکایت ہنر سے یاں

آگے تو اشک پانی سے آجاتے تھے کبھو
آگ ہی نکلنے لگی ہے جگر سے یاں

ٹپکا کریں ہیں پلکوں سے بیفاصلہ سرشک
برسات کی ہوا ہے سدا چشم تر سے یاں

اے بُت گرسنہ چشم ہیں مردم نہ انسے مل
دیکھیں ہیں ہمنے چھوٹتے تیر نظر سے یاں

راہ روش کا ہووے ٹھکانا تو کچھ کہیں
کیا جانے میر آگئے تھے کل کدھر سے یاں

مصرع کوئی کوئی کبھو موزوں کروں ہوں میں
کس خوش سلیقگی سے جگر خوں کروں ہوں میں

بات اپنے ڈھب کی کوئی کرے وہ تو کچھ کہوں
بیٹھا خموش سامنے ہوں ہوں کروں ہوں میں

اس بن نظر زمین سے سی دی ہے تو سکے
کاہیکو چشم جانب گردوں کروں ہوں میں

۵ل بعض قدیم قلمی دیوانوں میں یہ شعر نہیں ہے ۱۲

Marfat.com

اُٹھتا ہے بیدماغ ہی ہر چند رات کو ۔ افسانہ کہتے سیکڑوں افسوں کروں ہوں میں

کب بیدماغی شہر سے دیتی ہے اُٹھنے **میر**
یوں تو خیال وادیِ مجنوں کروں ہوں میں

تا چند وہ ستم کرے ہم درگزر کریں ۔ اب جی میں ہے کہ شہر سے اُسکے سفر کریں
بے رو ہے ایسی بات کے کرنیکا لطف کیا ۔ وہ منھ کو پھیر پھیر لے ہم حرف سر کریں
کبتک ہم انتظار میں ہر لحظہ بیقرار ۔ گھر سے نکل نکل کے گلی میں نظر کریں
فرہاد و قیس کوہکن و دشت گرد تھے ۔ منھ نوچیں چھاتی کوٹیں یہی ہم ہنر کریں
سختی مسلّم اُس سے جدا رہنے میں دلے ۔ سر سنگ سے نہ ماریں تو کیونکر بسر کریں
وہ تو نہیں کہ دیکھیں اس آئینہ رو کو صبح ۔ ہم کس اُمید پہ شبِ غم کو سحر کریں

لادیں کہاں سے خون دل اتنا کہ **میر** ہم
جس وقت بات کرنے لگیں چشم تر کریں

تکیے میں اپنے دل کا ہم غم کیا کریں ہیں ۔ درویش کتنے ماتم باہم کیا کریں ہیں
جب نام دل کا کوئی لے بیٹھتا ہے ناگہ ۔ منھ دیکھ ہمدگر کا ماتم کیا کریں ہیں
مستوں کی بات کیا ہے جو کوئی سہہ جاوے ۔ ہم گفتگو نشے میں درہم کیا کریں ہیں
حکم فسانہ سازی پہ اکثر ہیں شب کو ۔ افسوں ہم اُسکے اوپر جو دم کیا کریں ہیں

کچھ حال **میر** جی کے آتے نہیں سمجھ میں
ہم بھی سلوک اُن سے اب کم کیا کریں ہیں

ردیف واو

قتل کیے پہ غصہ کیا ہے لاش مری اُٹھوانے دو ۔ جان سے ہم بھی جاتے رہے ہیں تم بھی آؤ جانے دو
جان سلامت لیکر جاوے کعبہ میں تو سلام کریں ۔ ایک جراحت ان ہاتھوں کا صید حرم کو کھانے دو
اسکی گلی کی خاک سبھوں کے دامن دل کو کھینچے ہے ۔ ایک اگر جی لے بھی گیا تو آتے ہیں مرجانے دو
کرتے ہو تم نیچی نظریں یہ بھی کوئی مروت ہے ۔ ہر سو سے پھرتے ہیں جدا ہم آنکھ سے آنکھ ملانے دو
کیا کیا اپنے تو ہوئیں گے دم میں مرینگے دم میں جئینگے ۔ دل جو بغل میں رہ نہیں سکتا اسکو کسو سے لگانے دو
ابکی بہت ہے دستور بہاراں ہم کو مت زنجیر کرو ۔ دل کی ہوس کچھ ہم بھی نکالیں دھومیں ہمکو مچانے دو
عرصہ کتنا سارے جہاں کا وحشت پر جو آجاویں ۔ پانوں تو ہم پھیلا دیں گے پر فرصت ہمکو پانے دو

Marfat.com

کیا جاتا ہے اس میں ہمارا چپکے ہم تو بیٹھے ہیں
دل جو سمجھا تھا سو سمجھا ناصح کو سمجھانے دو

ضعف بہت ہے میر تمھیں کچھ اسکی گلی میں مت جاؤ
صبر کرو کچھ اور بھی صاحب طاقت جی میں آنے دو

بات بنانا مشکل سا ہے شعر سبھی یاں کہتے ہیں
فکر بلند سے یاروں کو ایک ایسی غزل کہہ لانے دو

گردش میں وے مست آنکھیں ہیں جیسے بھرے پیمانے دو
انت سا ہے جھمکیں ہیں اسکے موتی کے سے دانے دو

خوب نہیں اے شمع کی غیرت ساتھ رہیں بیگانے دو
کب فرمان پذیر ہوئے یہ بازو کے پروانے دو

ایسے بہانہ طلب سے ہم بھی روز گزاری کرتے ہیں
کب وعدہ کی شب آئی جو ان نے کیے نہ بہانے دو

تیر ستم اس دشمن جاں کا تا دو کماں پر ہو نہ کہیں
دل سے اور جگر سے اپنے ہمیں تھیں ہیں نشانے دو

سکو دماغ رہا ہے یاں اب ضد ہیں اسکی اٹھانے کا
چار پہر جب منت کریے تب وہ باتیں مانے دو

منہ کھاویں یا غصہ کھاویں یوں وقت گزرتی ہے
قسمت میں کیا خستہ تو نکلے ہی لکھے تھے کھانے دو

خال سیاہ و خط سیاہ ایمان و دل کے رہزن تھے
ایک مدت میں ہم نے بارے جو ٹٹے یہ پہچانے دو

عشق کی صنعت مت پوچھو جوں سیپ کے بھبوکے چشم تر
آنکھیں جہاں محراب ہیں ان نے طرح کیے پیمانے دو

رونے سے تو بجھ گئیں آنکھیں دل کو غموں نے خراب کیا
دیکھنے تاب اسکے ہوئے ہیں اب تو یہ ویرانے دو

وحشت و کوہ میں میر پھرے تم لیکن ایک ادب کے ساتھ
کوہکن و مجنوں بھی تھے اس ناحیے میں دیوانے دو

دوست رکھتا ہوں بہت اپنے دل بیمار کو
خوں کیا ہے مدتوں اس میں غم بسیار کو

ہے عزیز از جاں نہیں یوسف کو لکھتا یہ کبھو
کیا غرور میرزائی ہے ہمارے یار کو

جب ہوا ادھر سے نکلے ہے تو اک حسرت کے ساتھ
دیکھے ہے خورشید اسکے سایۂ دیوار کو

پوچھ تو اچھا تھا پر آخر گرو رکھتے ہوئے
وجہ جام مے نہ پایا خرقہ و دستار کو

خونچکاں شکوے ہیں دل سے تا زباں میری دیے
سی لیا ہے تو کئے میں نے لب اظہار کو

صفحے سے دل میں مرے منھ نظر آتا ہے لیک
کیا کروں آئینہ ساں میں حسرت دیدار کو

عاشقی وہ روگ ہے جسمیں کہ ہو جاتی ہے یاس
اچھے ہوتے کم سنا ہے میر اس آزار کو

تم بن چمن کے گل نہیں چڑھتے نظر کبھو
یہ کیا روش ہے آؤ چلے ٹک ادھر کبھو

دریا سی آنکھیں بہتی ہی رہتی تھیں سو کہاں
ہوتی ہے کوئی کوئی پلک اب تو تر کبھو

Marfat.com

جی جانے ہے جو اپنے پہ ہوتی ہے مار مار — جاتے ہیں اس گلی میں کہاں ہم مگر کبھو
آنکھیں سفید ہو بھی ہیں راہ دیکھتے — یارب نہوں کا ہوگا ادھر بھی گزر کبھو
مدت ہوئی ہے نامہ کبوتر کو لے گئے — آجاتی ہے کچھ اڑتی سی ہم تک خبر کبھو
ہم جستجو میں اُنکی کیے دست و پا بھی گم — افسوس ہے کہ آئے نہ وہ راہ پر کبھو

غم کو تمھارے دل کے نہایت نہیں ہے میر
اس قصے کو کروگے بھی تم مختصر کبھو

یہ سرا سونے کی جاگہ نہیں بیدار رہو — ہم نے کر دی ہے خبر تم کو خبردار رہو
آپ تو ایسے بنے اب کہ جلے جی سب کا — ہم کو کہتے ہیں کہ تم جی کے تئیں مار رہو
لاگ اگر دل کو نہیں لطف نہیں جینے کا — الجھے سلجھے کسو کاکل کے گرفتار رہو
گرچہ وہ گوہر تر ہاتھ نہیں لگتا لیک — دم میں دم جب تئیں ہے اسکے طلبگار رہو

سارے بازار جہاں کا ہے یہی مول اے میر
جان کو بیچ کے بھی دل کے خریدار رہو

کرنا شعار خوب ہے عجز و نیاز کو — بے وقر جانتے ہیں دل بے گداز کو
ہجراں کی سرگذشت مری گفتنی نہیں — کیا کہیے تم سے قصۂ دور و دراز کو
جوں شمع سر کٹے ہے بیاں حال کا کیے — لانا زباں پہ خوب نہیں دل کے راز کو
حیران ہو رہو گے جو ہم ہو چکے کبھی — دیکھا نہیں ہے مرتے کسو عشقباز کو
جانکاہ و دلخراش ہیں سارے ترے سلوک — دل ہمتو دیتے کاش کسی دلنواز کو
صوفی کی پارسائی کی ہے خانقہ میں دھوم — لے چلیے گا کبھو اُدھر اُس مست ناز کو

ہے دور ادب سے تم طرح میں پا کشیدہ ہوں
مت آئیو جنازے کی میرے نماز کو

سر کاٹ کے ڈلوا دیے انداز تو دیکھو — پامال ہے سب خلق جہاں ناز تو دیکھو
کچھ سوجھ نہیں پڑتی تمھیں بے خبری سے — ٹک ہوش کی آنکھیں بھی کرو باز تو دیکھو
اس بت سے نہیں جب تئیں صحبت تو نہیں تب — وہ دل جو ہوتا ہے خدا ساز تو دیکھو
شب آنکھ مری لگنے نہیں دیتی ہے بلبل — اس مرغ کی بیتابی آواز تو دیکھو
دل ایک تڑپنے میں پرے عرش کے پایا — اس طائر بے بال کی پرواز تو دیکھو

Marfat.com

کی زلف و خط و خال نے ایک ور قیامت
تصویر سے چہرے پہ یہ پرداز تو دیکھو

سب میر کو دیتے ہیں جگہ آنکھوں پہ اپنی
اس خاک رہِ عشق کا اعزاز تو دیکھو

آرسی اُس کے سامنے دھر لو
کب ہے ویسی مواجہہ کر لو

اُس کی تیغ ستم بلند ہوئی
جی ہے مرنے کو تو چلو مر لو

درپئے خوں ہیں میرے خورد و کلاں
یہ وبال اپنے کوئی سر پر لو

کچھ طرح ہو کہ یہ طرح ہو حال
عمر کے دن کسی طرح بھر لو

کیا بلا خیز جا ہے کوچۂ عشق
تم بھی یاں میر مول گھر لو

کھینچنا رنج و تعب کا دوستاں عادت کرو
تب کسی ناآشنائے دہر سے الفت کرو

روٹھ کر منتا نہیں وہ شوخ یوں کیوں نہ کوئی
عذر جا ہو دیر تک مدت تلک منت کرو

کب تک اے صورتگراں حیراں پھرو بے روئے یار
نقش اُس کا کھینچ رکھنے کی کوئی صورت کرو

اُنس اگر ان نوخطانِ شہر سے منظور ہے
اپنی پرچھائیں سے بھی جوں خامہ تم وحشت کرو — خاص

کچھ نہ پوچھو صحبتِ دیروزہ کی کم فرصتی
جوں ہی جا بیٹھے لگا کہنے انھیں رخصت کرو

عشق میں کیا دخل ہے نازک مزاجی کے تئیں
کوہکن کے طور سے جی توڑ کر محنت کرو

پہلے دیوانے ہوئے پھر میر آخر مر گئے
ہم نہ کہتے تھے کہ صاحب عاشقی مت کرو

بہر فردوس[ل] ہو آدم کو الم کا ہے کو
وقف اولاد ہے وہ باغ تو غم کا ہے کو

کہتے ہیں آویگا ادھر وہ قیامت رفتار
چلتے پھرتے رہینگے تب تئیں تم کا ہے کو

یہ بھی اک ڈھب ہے نہ ایذا نہ کسو کو راحت
رحم موقوف کیا ہے تو ستم کا ہے کو

نرگس ان آنکھوں کو جو لکھ گئے نابینا تھے
اپنے نزدیک ہیں وے دست قلم کا ہے کو

اُسکی تلوار سے گر جان کو رکھتے نہ عزیز
مرتے اس خواری سے تو صید حرم کا ہے کو

چشم پوشی کا مری جان تمھیں سیکھا ہے
کھاتے ہو دیدہ درآئی سے قسم کا ہے کو

میری آنکھوں پہ رکھو پاؤں تو ہے دیکن
رکھتے ہو ایسی جگہ تم تو قدم کا ہے کو

ل غالب ؎ ساقی بیار بادہ کہ از دودۂ جم ⁂ زاں پس رسد بہشت کہ میراث آدم ست

Marfat.com

دلکو کہتے ہیں کہ اس گنج روانکا گھر ہے — اس خرابے میں کرے ہے وہ کرم کا ہے کو

شور نے نام خدا ان کی بلا سر کھینچا
میر سا ہے کوئی عالم میں علم کا ہے کو

غریب شہر خوباں ہوں مرا کچھ حال مت پوچھو — ہوا جی زلف و کاکل کے لیے جنجال مت پوچھو
دل صدپارہ کو پیوند کرتا ہوں جدائی میں — کرے ہے کہنہ نسخہ وصل جوں وصالی مت پوچھو
جگر جل کے ہوا ہے کوئلہ بیتاب تو بھی ہوں — طپش سے دل کی میرے سر پہ یہ دھمال مت پوچھو
تعجب ہے کہ دل اس گنج سرگشتہ میں رہتا ہے — خرابے جس سے یہ پاتے ہیں مالامال مت پوچھو

لگا جی اسکی زلفوں سے بہت ہم میر پچھتائے
ہوا ہے مدعی ایک ایک اپنا بال مت پوچھو

بارے دنیا میں رہو غمزدہ یا شاد رہو — ایسا کچھ کرکے چلو یاں کہ بہت یاد رہو
عشق پیچے کی طرح حسن گرفتاری ہے — لطف کیا سرو کے مانند اگر آزاد رہو
ہمکو دیوانگی شہروں ہی میں خوش آتی ہے — دشت میں قیس رہو کوہ میں فرہاد رہو
وہ گراں خواب جو ہے ناز کا اپنے سو ہے — داد بیداد رہو شب کو کہ فریاد رہو

میر مل کے بہت خوش ہوئے تم سے پیارے
اس خرابے میں مری جان تم آباد رہو

زلفوں کو میں چھوا سو غصے ہوئے کھڑے ہو — یہ بات ایسی کیا ہے جب پر الجھ پڑے ہو
منھ پھیر پھیر لو ہو ہر بات میں ادھر سے — یاں کس ستم زدہ سے آزردہ ہو لڑے ہو
نرمی مخالفوں سے سختی موافقوں سے — واں موم سے بنے ہو یاں لوہے سے کڑے ہو
ملجاؤ منعموں سے تو داڑھی ہو تبرک — ہرچند شیخ صاحب تم بوڑھے یا بڑے ہو

ہوتے ہیں خاک رہ بھی لیکن نہ میر ایسے
رستے میں آدھے دھڑ تک مٹی میں تم گڑے ہو

زخموں پہ اپنے نون چھڑکتے رہا کرو — دل کو مزے سے بھی تو ٹک آشنا کرو
کیا آنکھ بند کرکے مراقب ہوئے ہو تم — جاتے ہیں کیسے کیسے سمیں چشم وا کرو
موقوف ہرزہ گردی نہیں کچھ قلندری — زنجیر سر اتار کے زنجیر پا کرو
ہرچند اس متاع کی اب قدر کچھ نہیں — پر جس کسو کے ساتھ رہو تم وفا کرو

سلہ وصالی: جٹ بندی کرنیوالا - جلدساز ۱۲ سلہ دھمال: شور و غل دھاچوکڑی ۱۲

Marfat.com

تدبیر کو مزاج محبت میں دخل کیا — جاں کاہ اس مرض کی نہ کوئی دوا کرو
طفلی سے تم نے لطف و غضب مختلط کیے — ٹک مہر کو جدا کرو غصہ جدا کرو

بیٹھے ہو میر ہو کے در کعبہ پر فقیر
اس روسیہ کے باب میں بھی کچھ دعا کرو

سر پہ عاشق کے نہ یہ روزِ سیہ لایا کرو — جی الجھتا ہے بہت مت بال سلجھایا کرو
تاب مہ کی تاب کب ہے نازکی سے یار کو — چاندنی میں آفتابی کا تگرسا یا کرو
گرچہ شانِ کفر ارفع ہے و لیے لے لے اسباب — ایک دو ہم سوں کو بھی زنار بندھوایا کرو
شوق سے دیدار کے بھی آنکھوں میں کھینچ آئے جی — اس سمیں ہیں دیکھنے ہمکو بہت آیا کرو
کوہکن کی ہے قدم گاہ آخر اے اہلِ وفاق — طوف کرنے بے ستوں کا بھی کبھی جایا کرو
فرقِ یار و غیر میں بھی اے بتاں کچھ چاہیئے — اتنی ہٹ دھرمی بھی کیا انصاف فرمایا کرو

کب میسر اُس کے منھ کا دیکھنا آتا ہے میر
پھول گل سے اپنے دل کو تم بھی بہلایا کرو

کہتا ہے کون میر کہ بے اختیار رو — ایسا تو رو کہ رونے پہ تیرے ہنسی نہ ہو
پایا گیا وہ گوہر نایاب سہل کب — نکلا ہے اسکو ڈھونڈھنے تو پہلے جان کھو
کام اُسکے لب سے ہے مجھے بنت العنب سے کیا — ہے آب زندگی بھی تو لیجائے مردہ شو
سنتے نہیں کہے جو نہ کہیئے تو دم رکے — کچھ پوچھیے نہ قصہ ہمارا ہے گو مگو
مشعر ہے بے دماغی پہ مطلق نہ بولنا — ہم دیں تمھیں دعا ہمیں تم گالیاں تو دو
کرنا جگر ضرور ہے دل دادگاں کو بھی — وہ بولتا نہیں تو تم آپ ہی سے چھیڑ لو
اے غافلاں نہ سر پہ کچھ راہ کی ہے بات — چلنے کو قافلے ہیں یہاں تم رہے ہو سو
گردش میں جو کوئی ہو رکھے اسے کیا ہے میر — دن رات آپ ہی چرخ میں ہے آسمان تو

جب دیکھتے ہیں پانوں ہی دابو ہو اسکے میر
کیوں ہوتے ہو ذلیل تم اتنا تو مت دبو

گھومت سر چڑھائے دلبر کے گوندھے بالوں — کھلانا کھیلنا مشکل بہت ہے ایسے کالوں

سلے میر تقی سے یہ میر ترک لے کر دنیا سے ہاتھ اٹھایا :: درویش تو بھی تو ہے حق میں مرے دعا کر
" " " ک وقت خاص حق میں مرے کچھ دعا کرو :: تم بھی تو میر صاحب و قبلہ فقیر ہو

Marfat.com

اُڑا یا غم نے اب کے سوکھے پتوں کی روش ہم کو
الٰہی سبز رکھیو باغ خوبی کے نہالوں کو

جہاں دیکھو کہا کرتے ہیں اُسکے عشق کے غم میں
نہ ہم دو چار بیٹھے دل شکستے اپنے خالوں کو

نہ چشم کم سے مجھ درویش کی آوارگی دیکھو
تبرک کرتے ہیں کانٹے مرے پاؤں کے چھالوں کو

کرے ہے جیسے بلبل غش سو پاس جنس کی قیمت
نہیں نسوس آتھیں بے حقیقت پھول والوں کو

دل عاشق کو رد کیا جانوں خوباں کیوں نہیں دیتے
بہت آئینہ سے تو ربط ہی صاحب جمالوں کو

یہی کچھ وہم سے ہی سہل کب آئے قیاسوں میں
تفکر اس کمر کا کھا گیا نازک خیالوں کو

نہ ایسی طرز دیدن ہے نہ ہرنوں کی یہ چتون ہے
کبھو جنگل میں لے چلیے گا ان شہری غزالوں کو

کوئی بھی اس طرح سے اپنے جی پر کھیل جاتا ہی
مگر بازیچہ سمجھے **میر** عشق خورد سالوں کو

رہتا ہے پیش دیدۂ تر آہ کا سبھاؤ
جیسے مصاحب بر کی ہوتی ہے کوئی باؤ

برسے گی برف عرصۂ محشر میں دشت دشت
گر میری سرد آہوں کا واں ہو گیا جماؤ

حاصل کوئی اُمید ہوئی ہو تو میں کہوں
خوں ہی ہو گئے ہیں مرے دل میں تمہارے چاؤ

آنکھوں کے آگے رونے سے میرے محیط ہی
ابروں سے جا کہے کوئی پانی پیو تو آؤ

رہتی تھی اشک خونی میں ڈوبی سب آستین
اس چشم بحر خوں کے کبھو دیکھے ہیں چڑھاؤ

اظہار درد اگرچہ بہت بے نمک ہے پر
ٹک بیٹھو تو دکھاویں تمہیں چھاتیوں کے گھاؤ

آ عاشقوں کی آنکھوں میں ٹک لے بدل رقیب
ان منظروں سے بھی ہے بہت دور تک دکھاؤ

صحبت جو اُس سے رہتی ہے کیا نقل کریے ہائے
جب آ گئے ہیں ہم تو کہا اُن نے یاں سے جاؤ

صد چاک اپنے دل سے تو بگڑا ہی کی وہ زلف
افسوں کیا ہے شانے نے جو اس سے ہے بناؤ

اس ہی زمیں میں **میر** غزل اور ایک کہہ
گو خوش نہ آوے سامعوں کو بات کا بڑھاؤ

سب کھا گئی جگر تری پلکوں کی کاؤ کاؤ
ہم سینہ خستہ لوگوں سے بس آنکھ مت لگاؤ

آنکھوں کا جھڑ برسنے سے تھمیا کے کم نہیں
پل مارتے ہی پیش نظر ہاتھی کا ڈباؤ

کشتی چشم ڈوبی ہی ہے بحر اشک میں
آئی نہ پار ہوتی نظر عاشقوں کی ناؤ

سینے کے اپنے زخم سے خاطر ہو جمع کیا
دل ہی کے اور پاتے ہیں سب لوہو کا بہاؤ

بیتابی دل فنی خامہ نے کیا لکھی
کاغذ کو شکل مار سراسر ہے پیچ تاؤ

Marfat.com

ہر چند جانیں جاتی ہیں پر تیغ جور سے
تم تو ہمارے سر کی سوں تم ہاتھ مت اٹھاؤ

سر نیچے ہو تو پانوں ترا دابیں ہم کبھی
دبتا وہی ہے جس سے تئیں کچھ بھی ہو دباؤ

چاک قفس سے آنکھیں لگیں تب تلک رہیں
اک برگ گل نسیم ہماری طرف بھی لاؤ

غیرت کا عشق کی ہے طریقہ ہی کچھ جدا
اسکی گلی کے خضر کو بھی راہ مت بتاؤ

ظاہر ہے دیکھنے سے گنہ کیونکہ تیرے سب
چھپتے ہیں میر کوئی دلوں سے کہیں لگاؤ

گر قصد ترک سر ہے کہو شرم مت کرو
کہتے ہیں اپنی ٹوپی سے بھی مشورت کرو

اچھی ہے اسکی تیغ تو باندھو گلے سے میر
مرتا ہوں میں تو آگے مرے مت صفت کرو

دل کہے میں ہوں تو کاہے کو کوئی بیتاب ہو
آنکھ کا لگنا نہ ہو تو اشک کیوں خوناب ہو

وہ نہیں چھڑکاؤ سا میں اشک ریزی سے کروں
اب جو رونے بیٹھ جاؤں جھیل یا تالاب ہو

جلد کھینچے تیغ بیتابی کریں جو ہم تو پھر
مارنا مشکل ہمارا تم کو جوں سیماب ہو

شہر میں زیر درختاں کیا رہوں میں برگ بند
ہو نہ صحرا نے مری گنجائش اسباب ہو

بے تصرف عشق کے ہوتا ہے ایسا حال کب
دل ہمارا خون ہو سب چشم یکسر آب ہو

لطف سے اے ابر رحمت ایک دو بارش دھر
کشت زرد ناامیداں بھی تو ٹک سیراب ہو

بخت خفتہ سو دیں پر ٹک چونکتے سوویں نہ میر
ایک شب ہم دل زدوں سے وہ پری ہمخواب ہو

آج ہمارا جی بیکل ہے تم بھی غفلت مت کریو
دل نہ رہے جو ہاتھ رکھے تو سماجت ات گت مت کریو

ڈھیری رہے اک خاک کی تو کیا ایسے خاک بسر کی
مجکو زمیں میں گاڑو گے تو نشان تربت مت کریو

ایسی جان کہاں ہے ہم میں رنج نہ دینا ہاتھوں کو
ایک ہی وار میں ہو چکیے گا دوسری ضربت مت کریو

ہمکو تو مارا عشق نے آخر پر یہ وصیت یاروں سے
رہیو جہاں میں تم جو رہو تو کسو سے الفت مت کریو

میری طرف کی یارو اس سے بات کوئی کہتے ہو کہو
مانے نہ مانے وہ جانے پھر تم بھی منت مت کریو

کہیے سو کیا اب چپکے دیکھو گو میں اس میں مر جاؤں
تمکو قسم ہے حرف و سخن کی مجھ سے مروت مت کریو

ہوش نہیں اپنا تو ہمیں ٹک میر آئے ہیں [illegible]
جانے سے آگے ان کو ہمارے پیارے رخصت مت کریو

Marfat.com

ردیف ہائے ہوز

میں کیا کہوں جگر میں لہو میرے کم ہے کچھ
کچھ تو الم ہے دل کی جگہ اور غم ہے کچھ

پوشیدہ تو نہیں ہے کہ ہم ناتواں نہیں
کپڑوں میں یوں ہی ہمکو ہمارا بھرم ہے کچھ

کیا اپنے دل دھڑکنے سے ہونہیں ہی دم بخود
جو دیکھتا ہے میرے تئیں سو دہم ہے کچھ

جب سے کھلی ہے نرگس مست اُسکی ظلم سے
کیا آج کل سے یار کو میل ستم ہے کچھ

بلبل میں گل میں کیا خفگی آگئی ہے میر
آمد شد نسیم سحر دمبدم ہے کچھ

کہتے تو ہیں کہ ہم کو اُس کی طلب نہیں کچھ
پرجی اسکو اپنا ڈھونڈھے ہے ڈھب نہیں کچھ

اخلاص و ربط اُس سے ہوتا تو شور اُٹھاتے
لب تشنہ اپنے تب ہیں دلبر سے جب نہیں کچھ

یوں اعتبار کریے جو کچھ وہی ہے ظاہر
یہ کائنات اپنی آنکھوں میں سب نہیں کچھ

رکھ منھ کو گل کے منھ پر کیا غنچہ ہو کے سوئے
ہے شوخ چشم شبنم اس کو ادب نہیں کچھ

دل خوں نہ ہووے کیونکر تکسیر ورائے الفت
سابقے بہت تھے یا اُس سے اب نہیں کچھ

یہ حال بے سبب تو ہوتا نہیں ہے لیکن
رونے کا لمحہ لمحہ ظاہر سبب نہیں کچھ

گر عشق میر اسکا مارے کہیں نہ جاویں
جلدی مزاج میں ہے اس سے عجب نہیں کچھ

رستے سے چاک دل کے ہوا آگاہ
یار تنگ پھر تو کسقدر ہے راہ

رہتی ہے خلق آہ شب سے تنگ
وے نہیں سنتے میری بات اللہ

آنکھ اُس منھ پہ کس طرح کھولوں
جل پلک جل رہی ہے میری نگاہ

خط مرا دیکھ دیکھ کہنے لگا
ہائے کیا کیا لکھے ہے نامہ سیاہ

ہیں مسلمان اُن بتوں سے ہمیں
عشق ہے لا الٰہ الا اللہ

پلکیں اس طرح روتے روتے گئیں
سبزہ ہوتا ہے جسطرح لب چاہ

میر کعبے سے قصد دیر کیا
جاؤ پیارے بھلا خدا ہمراہ

ہے تمنائے وصال اُس کی مری جان کے ساتھ
جان ہی جائے گی آخر کو اس ارمان کے ساتھ

کیا فقط توڑ کے چھاتی ہی گیا تیر اُس کا
لے گیا صاف مرے دل کو بھی پیکان کے ساتھ

Marfat.com

دین و دل ہی کے رہا میرے وہ کافر درپے
خصمی قاطبہ اس کو ہے مسلمان کے ساتھ

بحر پر نہر پہ برسے ہے برابر ہی ابر
پیش ہر اک سے کریم آتے ہیں احسان کے ساتھ

سطر زلف آئی ہو اس روے مخطط پہ نظر
یہ عبارت نئی لاحق ہوئی قرآن کے ساتھ

تیر اُس کا جو گزر دں سے چلا جی بھی چلا
رسم تعظیم سے ہو لیتے ہیں مہمان کے ساتھ

میں تو لڑکا نہیں جو بالے بتاؤ مجکو
یہ نری بندگی کریے کسو نادان کے ساتھ

خون مسلم کو تو واجب یہ بتاں جانے ہیں
ہوئے کافر کہ اماں یاں نہیں ایمان کے ساتھ

آدمیت سے تمھیں میر ہو کیونکر بہرہ
تم نے صحبت نہیں رکھی کسو انسان کے ساتھ

جانے دے مت اسقدر اب لف خط و خال دیکھ
حال کچھ بھی تجھ میں ہے لے میر اپنا حال دیکھ

کیا مرے طول پریشانی کی حیرت ہمنفس
آنکھیں تو دی ہیں خدا نے اُسکے لیٹے بال دیکھ

دامن صحرا میں کیا وسعت ہے جو دل میں نہیں
موند کر آنکھیں گریباں میں بھی ٹک سر ڈال دیکھ

چشم و دل کا اس سے لگ جاتا تو تھا جس تس طرح
جی بھی ان باتوں میں اُلجھا اور یہ جنجال دیکھ

گرچہ اُس مہ کی جدائی میں مجھے برسوں ہوئے
لیکن اے اختر شناس اب کا ہے کیسا سال دیکھ

کب نظر میری پڑے گی اُسکے روے خوب پر
ہمنشیں ٹک تو بھی مصحف کھول کر تو فال دیکھ

ٹھوکریں دل کو لگی ہیں جب چلے ہے راہ تو
یہ خرام ناز ہے ظالم ٹک اپنی چال دیکھ

آنکھیں جو ہوں تو عین ہے مقصود ہر جگہ
بالذات ہے جہاں میں وہ موجود ہر جگہ

واقف ہو شان بندگی سے قید قبلہ کیا
سر ہر کہیں جھکا کہ ہے مسجود ہر جگہ

مو تن پہ ہم نہ سوختہ جانوں کی ہے نمود
ہے سوزش درون سے برون دود ہر جگہ

ہیں دلی لکھنؤ کے خوش اندام خوب لیک
راہ وفا و مہر ہے مسدود ہر جگہ

پھرتی ہے اپنے ساتھ لگی متصل فنا
آب رواں سے ہم ہوئے نابود ہر جگہ

شہرہ رکھے ہے تیری خریت جہاں میں شیخ
مجلس ہو یا کہ دشت اچھل کود ہر جگہ

سوداے عاشقی میں تو جی کا زیان ہے
پھرتے ہیں میر ڈھونڈتے ہی سود ہر جگہ

وے دن اب سالتے ہیں جنمیں پھرے یار کے ساتھ
لطف سے حرف و سخن تھے نگہ پیار کے ساتھ

Marfat.com

رو بہ پس یار کے کوچہ سے جو خورشید گیا
عشق تھا اُس کے مگر سایۂ دیوار کے ساتھ

دستے نرگس کے رکھیں گور پہ میری دنراُت
تا یہ جانیں کہ گیا میں غم دیدار کے ساتھ

واں کھنچی میان سے یاں سر کو جھکایا میں نے
گردن اپنی ہے بندھی یار کی تلوار کے ساتھ

عشق کے زار سے بولا نہ خشونت سے کرو
لطف سے بات کوئی کرتے ہیں بیمار کے ساتھ

تہمت عشق سے آبادی بھی وادی ہے ہمیں
کون صحبت رکھے ہے خوں کے سزاوار کے ساتھ

اب خوشامد انھیں کی آٹھ پہر کرتے ہیں
گفتگو میر کو جن لوگوں سے تھی عار کے ساتھ

نہ باتیں کرو سرگرانی کے ساتھ
مری زیست ہے مہربانی کے ساتھ

نہ اُٹھ کر در یار سے جا سکے
یہ کم لطف ہے ناتوانی کے ساتھ

فرو درد آنسو پیے کچھ ہوا
دوا جیسے پیتے ہیں پانی کے ساتھ

کہے میں نے اشعار پر تحیر میں
ولیکن قیامت روانی کے ساتھ

شتابی گئی اس روش فصل گل
کہ جوں رفتگی ہو جوانی کے ساتھ

بکھیرے ہے جوں لخت دل آہ صبح
ہوا کب ہے اس گل فشانی کے ساتھ

جلا جی بہت قصۂ میر سن
بلا سوز تھا اُس کہانی کے ساتھ

کب تک رہینگے یارب ہر دم ہم آب دیدہ[1]
ضایع ہے جیب و دامن جوں جنس آب دیدہ

اس جور سے شبو نکا ملنا گیا سو چپ ہوں
جاتا نہیں کہا کچھ جوں گنگ خواب دیدہ

رازِ محبت اپنا رسوا نہ اس قدر ہو
گر ہو نہ اشک افشاں خانہ خراب دیدہ

جب دیکھو لگ رہا ہے در کیطرف اُسی کے
ہے جیسے کہیے ویسے ذلت کا باب دیدہ

دوزخ میں میر ہوں میں یار بہشت رو بن
جاں سے ستم رسیدہ دل سے عذاب دیدہ

ادھر مت کر نگاہ تیز جا بیٹھ
نہ تیر رو سے ترکش یوں چلا بیٹھ

اثر ہوتا تو کب کا ہو بھی چکتا
دعاے صبح سے اب ہاتھ اُٹھا بیٹھ

پھرے گا ہم سے کب تک دور ظالم
کبھو تو گھر سے اُٹھ کر پاس آ بیٹھ

نہ کر دیوار کا مجلس میں تکیہ
ہمارے مونڈھے سے مونڈھا لگا بیٹھ

[1] مطابق اصل ۱۲

Marfat.com

بہت پھرتے ہیں ٹیڑھے ٹیڑھے دشمن
انھیں دو سیدھیاں تو بھی سنا بیٹھ

تلاش اپنی نہ کم تھی جو وہ ملتا
بہت میں دیکھ کر آخر رہا بیٹھ

مخالف سے نہ مل بیٹھا کر اتنا
کہیں بے میر صاحب کو جدا بیٹھ

کیا کریں نیچی نظر کرنے سے غصہ کھائے وہ
اور مجلس میں جو رہیے دیکھ تو شرمائے وہ

کسطرح تڑپے ہے کیا کیا جی گھٹا جاتا ہے ہائے
ساتھ اسکے دل لگا ہو جس کسو کا وائے وہ

کیا سلوک اُس بیوفا کے نقل کریے ہمنشیں
منتیں کریے تو یاں تک گھر سے چلکر آئے وہ

لطف سے لبریز ہے اُس کام جاں کا سب بدن
مختلط ہو جائے ہمسے جو کبھو تو ہائے وہ

بیخودی ہے جی چلا جاتا ہے یوں صاحب فراش
بیخبر اے کاش بالیں پر مرے آ جائے وہ

ہم نہیں ملتے وگرنہ یار سے تا قتل ساتھ
لوہو پی جاوے ہمارا ہم کو اب جو پائے وہ

میر کو واشد نہیں ہے مقصد اُس کا اور ہے
عشق سے لڑکوں کے دلکو کیتلک بہلائے وہ

ردیف یائے تحتانی

تدبیر غم دل کی بستی میں نہ ٹھہرائی
جنگل میں نکل آئے کچھ واں بھی نہ بن آئی

خواہش ہو جسے دل کی دوں دل اسے سر بھی
میں نے تو اسی دل سے تصدیع بہت پائی

بے پردہ نہ ہونا تھا اسرار محبت کو
عاشق کشی ہے جب سے ہے عشق کی رسوائی

گھر دل کا بہت چھوٹا پر جائے تعجب ہے
عالم کو تمام اس میں کس طرح ہے گنجائی

گھر بار لٹایا جب تب وہ نہیں قد آیا
مفلوک ہوئے اب ہم کر خرج یہ بالائی

خوبی سے بدن اُس کی سب صورتیں یاں بگڑیں
وہ زلف بنی دیکھی سب بن گئے سودائی

کیا عہدہ برآئی ہو اُس گل کی دو رنگی سے
ہر لحظہ ہے خود رائی ہر آن ہے رعنائی

عاشق کی جسے ہووے کچھ قدر نہیں پیدا
جیتا نہ رہا ابتک مجنوں ہی کو موت آئی

آزار بہت کھینچے اب میر توکل ہے
کھینچی نہ گئی ہم سے ہر ایک کی مرزائی

شور کیا جو اُسکی گلی میں رات کو ہیں سب جان گئے
آہ و فغاں کے طور سے میرے لوگ مجھے پہچان گئے

عہد میں اُسکی یاری کے خوؤں میں کھوئے ہیں کیا کیا جی
خاک میں آخر ساتھ ہی میرے سب میرے ارمان گئے

Marfat.com

موت جو آئے سر پر انساں دست و پا گم کرتا ہے
دیکھتے ہی شمشیر بکف کچھ آج اُسے اوسان گئے
مہلت عمر دو روزہ کتنی کریے فضولی کا ہے پر
آئے جو ہیں دنیا میں ہمتو جیسے کہیں مہمان گئے
ہاتھ لگا وہ گوہر مقصد جیسا ہے معلوم ہمیں
محو طلب ہو اہل طلب سب خاک بھی ملک کی چھان گئے
کہیئے سلوک اُنھوں کے کیا کیا چھیڑ تجاہل کی ہے نئی
نکلے تھے اِس رستے سو جان کے بھی انجان گئے

میرؔ نظر کی دل کی طرف کی عرش کی جانب فکر بہت
تھی جو طلب مطلوب کی ہمکو یدھر کیدھر دھیان گئے

سوز دروں سے آگ لگی ہے سارے بدن میں تب سی ہے
طاقت دل کی تمام ہوئی ہے جس کی چال کڈھب سی ہے
سینے کے زخم نمایاں رہتے چاک کیے سو پردہ در
مدت سے یہ رخنے پڑے تھے چھاتی پھٹی میں اب سی ہے
پرسش حال کبھو کرتے ہیں ناز و چشم اشارت سے
اُن کی عنایت حال پہ میرے کیا پوچھو ہو غضب سی ہے
گود میں میرے رکھ دیتا ہے پانوں حنائی دبنے کو
یوں پامال جو میں ہوتا ہوں مجکو بھی تو دب سی ہے
لطف کہاں وہ بات کیے پر پھول سے جھڑنے لگادیں
سُرخ کلی بھی گل کی اگرچہ یار کے لعل لب سی ہے
خانہ خراب ہوں خواہش دل کا آہ نہایت اُس کو نہیں
جان لبوں پر آئی ہے پر تو بھی گرم طلب سی ہے

تم کہتے ہو بوسہ طلب تھے شاید شوخی کرتے ہوں
میرؔ تو چپ تصویر سے تھے یہ بات اُنھوں سے عجب سی ہے

کیسے نحس دنوں میں یارب میں نے اُس سے محبت کی
دھوم رہی ہے سر پر میرے رنج و عتاب و کلفت کی
میں تو سرو و شاخ گل کی قطع ہی کا دیوانہ تھا
یار نے قد قامت دکھلا کر سر پر میرے قیامت کی
قسمت میں جو کچھ کہ بدا ہو دیتے ہیں وہی انساں کو

Marfat.com

غم و غصّہ ہی ہم کو ملا ہے خوبی اپنی قسمت کی
خلوت یار ہے عالم عالم ایک نہیں ہے ہم کو بار
در پر جا کر پھر آتے ہیں خوب ہماری عزّت کی
اک گردن سے سوحق باندھے کیا کیا کرتے ہوں جو ادا
مدت اس پر ایک نفس جوں صبح ہماری فرصت کی
شیوہ اُس کا مہر و غضب ہے ناز و خشم و ستم وے سب
کوئی نگاہ لطف اگر کی اُن نے ہم سے مروّت کی
بے پروائی درویشی کی تھوڑی تب آئی
جبکہ فقیری کے اوپر میں خرچ بڑی سی دولت کی
ناز و خشم کا رتبہ کیسا ہے کس اعلیٰ درجہ میں
بات ہماری ایک نہ مانی برسوں ہم نے منت کی
دکھن پورب پچھم سے لوگ آکر مجھ کو دیکھیں ہیں
حیف کہ پروا تم کو نہیں ہے مطلق میری صحبت کی
دوستی یاری الفت باہم عہد میں اس کے رسم نہیں
یہ جانے ہیں مہر و وفا اک بات ہے گویا مدّت کی

آب حسرت آنکھوں میں اُس کی نومیدانہ پھرتا تھا
میرنے شاید خواہش دل کی آج کوئی پھر رخصت کی

کیسے ناز و تبختر سے ہم اپنے یار کو دیکھا ہے
تو گل جیسے جلوہ کرے اس رشک بہار کو دیکھا ہے
چال زمانے کی ہے نظر میں شام و سحر کس کو ہے قیام
نووارد ہم یاں کے نہیں پر لیل و نہار کو دیکھا ہے
ایک نہ آیا دید میں اپنے دلکش و دلچسپ اُس کے رنگ
ان آنکھوں سے اس گلشن میں یوں تو ہزار کو دیکھا ہے
قدر کفر اسلام سے زاید جانی سبحہ فروشی سے
بکتے کہیں بازار میں تو نے گہ زنّار کو دیکھا ہے

Marfat.com

تب و دماغ و جگر کے گئے پر ضعف ہے جی کے غارتیں
کیا جانے یہ قلقچی ان نے کس سردار کو دیکھا ہے
باؤ سے بھی گر پتّا کھڑکے چوٹ چلے ہے ظالم کی
ہم نے دام گہوں میں اُس کے ذوق شکار کو دیکھا ہے

جمع کرو دل میر سے تم بھی بیتابی تھی دل کو بہت
اچھے کچھ آثار نہ تھے میں اُس بیمار کو دیکھا ہے

ناز و ادا کے ساتھ وہ دلبر شکیل ہے
تصویر جبیں کی رو برو اسکے ذلیل ہے
ہم خاک منھ کو مل کے نہ جو آرسی پھرے
یاں پاس قطرۂ آب اگر ہے سبیل ہے
جنگل میں خضر و کعبے کا ہونا مری طرح
دونوں کی نارسائی کے اوپر دلیل ہے
آگے جنوں سے چھاؤں میں تھے سرو گل کی ہم
سر پر ہمارے سایۂ نگن اب کریل ہے
کچھ چیز و مال ہو تو خریدار ہو کوئی
دنیا کی قدر کیا کہ متاع قلیل ہے
کیا رو دوں اشک آتے ہیں آنکھوں سے نیل سیل
یل مارنے میں پیش نظر ایک جھیل ہے
آتے نہیں نظر میں مرے ہاتھی کے سوار
کانوں میں جو فسانۂ اصحاب فیل ہے
ہر صبر اس جو یوسف ثانی کے بے جمال
تو مصحف مجید میں صبر جمیل ہے
شکر و گلہ سے عشق کے لبریز ہے جہان
کریے جہاں نگاہ یہی قال و قیل ہے
ہم دیر سے ہیں منتظر قدکشی یار
کچھ شامت عمل سے تیاں ڈھیل ہے

جب دیکھتے ہیں میر تمھیں بیدماغ ہو
کاہے کو ناز عشق میں صاحب ذلیل ہے

برسوں گزرے ہیں ملے کب تئیں یوں پیار رہے
دور سے دیکھ لیا اسکو تو جی مار رہے
وہ مودت کہ جو قلبی ہو اسے سو معلوم
چار دن کہنے کو اس شوخ سے ہم یار رہے
مرگ کے حال جدائی میں جئیں یوں کبتک
جان بیتاب رہے دل کو آزار رہے
وجہ یہ تھی کہ ترے ساتھ لڑی آنکھ اسکی
ہم جو صورت سے تھے آئینے کی بیزار رہے

دین و دنیا کا زیاں کار کہو ہمکو میر
دو جہاں دادِ نخستیں ہی میں ہم ہار رہے

اب تک تو بھی اچھی اب دیکھیے پیری ہے
سب لوگوں میں ہیں لاگیں یاں محض فقیری ہے

Marfat.com

کیا دھیر بندھے اسکی جو عشق کا رسوا ہو — نکلے تو کہیں لڑکے دھیری ہے لیے دھیری ہے
خونِ عشق کی گرمی سے سوکھا جگر و دل میں — اک بوند تھی لوہو کی اب چھاتی جو چیری ہے
ہم طائر بے پر ہیں وے جنکو بہاراں میں — گلگشت گلستاں کا ہے شوق اسیری ہے
اس دلبر بدظن سے خوش گزرے ہے عاشق کی — نے رحم ہے خاطر میں نے عذر پذیری ہے
ہم مرثیہ دل ہی کا اکثر کہا کرتے ہیں — اب کریئے تخلص تو شایستہ ضمیری ہے

کیا اہل دول سے ہے اے میر مجھے نسبت
یاں عجز و فقیری ہے واں ناز امیری ہے

سوز دروں نے آخر جی ہی کھپا دیا ہے — ٹھنڈا دل اب ہی ایسا جیسے بجھا دیا ہے
اب نیند کیونکہ آوے گرمی نے عاشقی کی — دل ہے جدھر وہ پہلو سارا جلا دیا ہے
حرف غلط تھے کیا ہم صفحے پہ زندگی کے — جو صاف یوں قضا نے ہم کو مٹا دیا ہے
کڑھتے ہمیشہ رہنا ہم کو بغیر اسکے — کیا روگ دوستی نے جی کو لگا دیا ہے
اچرج ہے یہ کہ ہے وہ میرا چراغ تربت — کتنوں کا ورنہ خوں کر ان نے دبا دیا ہے
آنکھوں کی کچھ حیا تھی سو موندلیں ادھر سے — پردہ جو رہ گیا تھا وہ بھی اٹھا دیا ہے
ہم دل زدہ رہے ہیں نواع تلخ سنتے — ان شکریں لبوں نے ہم کو رجھا دیا ہے
جب طول میں دیا ہے نامہ کو شوق کے تب — جوں کاغذ ہوائی اُن نے اڑا دیا ہے
مرنے ہی کا مہیا اپنے رہا کیا ہوں — واں تیغ اٹھائی اُن نے یاں سر جھکا دیا ہے
کیا بے نمک ہوا ہے پروانہ راکھ جل کر — رہ رہ کے ہم جلے تو ہمکو مزا دیا ہے
تھے جوں چراغ مفلس مضطر تہ ترک تھا جب — بارے فقیری نے تو آرام سا دیا ہے
شہروں کے تنگ کوچے کاہیکو گوں ہیں اپنے — ہم وحشیوں کے قابل رہنے کے بادیا ہے
ہا درد مند بلبل نالاں ہے بے تہی سے — دل ہم کو بھی خدا نے درد آشنا دیا ہے
کیا نامہ بر ہمارا ہے صاف بے مروت — خط نانوشتہ ہمکو ادھر سے لا دیا ہے

عالم شکار ہے وہ اس سن میں میر اُسکو
ڈھب جانے مارنے کا کن نے بتا دیا ہے

ہم چمن میں گئے تھے وا نہ ہوئے — نکہت گل سے آشنا نہ ہوئے
سر کسو سے فرو نہیں آتا — حیف بندے ہوئے خدا نہ ہوئے

Marfat.com

خوار و زار و ذلیل و بے رونق
کیسا کیسا قفس سے سر مارا

عاشق اُسکے ہوئے سو کیا نہ ہوئے
موسم گل میں ہم رہا نہ ہوئے

یں[ف] نہ گردن کشائی جب تک میر
عشق کے مجھ سے حق ادا نہ ہوئے

دیکھیے کیا ہو سانجھ تلک احوال ہمارا ابتر ہے
خاطر اپنی اتنی پریشاں آنکھیں بھریں ہیں اس بن حیراں
تاب تواں کا حال وہی ہے آج تنک ہم جیتے ہیں
اُس بے مہر صنم کی خاطر سختی سی سختی کھینچے ہم
سر نہ بڑے کے چڑھیے اسمیں ہرگز زیاں ہے سر ہی کا

دل اپنا تو بجھا سا دیا ہے جان چراغ مضطر ہے
تمنے کہا دل چاہے تو ڈھونڈوں کیا جانے کیدھر ہے
تم پوچھو تو اور کہیں کیا نسبت کل کی بہتر ہے
جی نہ پگھلے کیا اُسکا ہم پر رحم کہاں وہ پتھر ہے
سمجھے نہ سمجھے کوئی اسے یہ پہاڑ کی آخر ٹکر ہے

جیسے ملا اُس آئینہ رو سے خوش کی اُن نے نمد پوشی
پانی بھی دے ہے پھینک سبھوں کو میر فقیر قلندر ہے

آشوب چشم چشمہ زاب کوہ و صحرا پر بھی ہے
گو چشم بندی شیخ کی ہو آخرت کے واسطے
نے دست مزد بندگی نے قدر سرافگندگی
تنگ آن کر گم ہو گئے مقصود جو مقصود تھا

طوفان سا شہروں میں ہے اک شور دریا پر بھی ہے
لیکن نظر اعمیٰ نمط پردے میں دنیا پر بھی ہے
جو مکرمت ہم پر ہوئی اب جلف و ادنیٰ پر بھی ہے
ہم خرج رہ کیونکر نہوں پیدا ہی بیدا پر بھی ہے

ہیں خوبیاں ہی خوبیاں وحشی طبیعت میر میں
پر انس کم ہم سے دلیل اب کی یہ سودا پر بھی ہے

آنکھوں سے راہ عشق کی ہم جوں نگہ گئے
اس عرصہ سے گیا ہو کہیں کوئی تو کہیں
کیا کیا ہوئے ہیں اہل زماں ڈھیر خاک کے
ان دلبروں سے کیا کہیں مظلوم عشق ہم

آخر کو روتے روتے پریشاں ہو بہ گئے
چل پھر کے لوگ یاں کے نہیں سارے رہ گئے
کیا کیا مکان دیکھتے ناگاہ ڈھہ گئے
ناچار ظلم و جور و ستم اُن کے سہ گئے

تسبیحیں ٹوٹیں خرقے پھٹے چھٹے چلے
کیا جانے خانقاہ میں کیا میر کہ گئے

میر کیوں رہتے ہیں اکثر ان منے
گر نہیں بنتی کسو سے جو بنے

ف میں نہ گردن کشائی - اب اسطرح نہیں بولتے بلکہ میں نے گردن نہ کشائی بولیں گے ۱۲

Marfat.com

خون ہو کر بہ گیا مدت ہوئی ۔۔۔ دل کو جو ڈھونڈھو سو کیا کس کنے
ہے توکل جی سے ہم درویش ہیں ۔۔۔ کر ہی چکتے ہیں جو کچھ دل میں ٹھنے
عالم خاکی بھی بسمل گاہ ہے ۔۔۔ ہو رہے ہیں ڈھیریاں سو سو جنے
اُس شکار افگن کے ہم بھی صید ہیں ۔۔۔ خاک و خوں میں لوٹتے چھاتی چھنے

ہم یہ رہتے ہو گیا کمر کستے ۔۔۔ اچھے ہوتے نہیں جگر خستے
ہنستے کھینچا نہ کیجیے تلوار ۔۔۔ ہم نہ مر جائیں ہنستے ہی ہنستے
شوق لکھتے قلم جو ہاتھ آئی ۔۔۔ لکھتے کاغذ کے دستے کے دستے
سیر قابل ہیں تنگ پوش اب کے ۔۔۔ کہنیاں پھنستی چولیاں چستے
رنگ لیتی ہے سب ہوا اس کا ۔۔۔ اس سے باغ و بہار ہیں رستے
اک نگہ کر کے اُن نے مول لیا ۔۔۔ بک گئے آہ ہم بھی کیا سستے
میر جنگل پڑے ہیں آج جہاں ۔۔۔ لوگ کیا کیا نہیں تھے کل بستے

سب شرم جبین یار سے پانی ہے ۔۔۔ ہر چند کہ گل شگفتہ پیشانی ہے
سمجھے نہ کہ بازیچۂ اطفال ہوئے ۔۔۔ لڑکوں سے ملاقات ہی نادانی ہے
جوں آئینہ سامنے کھڑا ہوں یعنی ۔۔۔ خوبی سے ترے چہرہ کی حیرانی ہے
خط لکھتے جو خوں فشاں تھے ہم اُن نے کہا ۔۔۔ کاغذ جو لکھے سو اب ہوا فشانی ہے
دوزخ میں ہوں جلتی جو رہے ہے چھاتی ۔۔۔ دل سوختگی، عذاب روحانی ہے
منت کی بہت تو اُن نے دو حرف کہے ۔۔۔ سو برسوں میں اک بات مری مانی ہے
کل سیل سا جوشاں جو ادھر آیا میر ۔۔۔ سب بولے کہ یہ فقیر سیلانی ہے

جی کے لگنے کی میر کچھ کہہ بھی ۔۔۔ ہے وہ ہی بات جس میں ہو یہ بھی
حُسن اے رشک مہ نہیں رہتا ۔۔۔ چار دن کی ہے چاندنی یہ بھی
شور شیریں تو ہے جہاں میں ولے ۔۔۔ ہے حلاوت زمانے کی وہ بھی
اسکے نیچے سے دل نکل نہ سکا ۔۔۔ زور میٹھی ہی یار کی گہ بھی

Marfat.com

اس زمیں گرد میرے مہ سا نہیں
آسماں پر اگرچہ ہے مہ بھی

کیا کہوں اُس کی زلف بن رو رو
میں پراگندہ دل گیا یہ بھی

مضطرب ہو جو ہمرہی کے میر
پھر کے بولا کہ بس کہیں رہ بھی

کہیں آگ آہ سوزندہ نہ چھاتی میں لگا دیوے
خبر ہوتے ہی ہوتے دل جگر دونوں جلا دیوے

بہت روئے ہمارے دیدۂ تر اب نہیں کھلتے
متاع آب دیدہ ہو کوئی اس کو ہوا دیوے

تمھارے پانوں گھر جانے کو عاشق کے نہیں اٹھتے
تم آؤ تو تمھیں آنکھوں پہ سر پر اپنے جا دیوے

اجل گر ہی ہے خضر جو ملتا ہے جنگل میں
پھرے ہے آپ بھولا کیا ہمیں رستا بتا دیوے

جگر ہی جی کے فیصل ہو نیاز و ناز کا جھگڑا
کہیں وہ تیغ کھینچے بھی کہ بندہ سر جھکا دیوے

لڑائی ہی رہی روزوں میں باہم بد دماغی سے
گلے سے اُسکی ہم کو عید اب شاید ملا دیوے

ہوا میں میر جو اس بت سے سائل بوسۂ لب کا
لگا کہنے ظرافت سے کہ شہ صاحب خدا دیوے

تیر جوڑے وہ ماہ آتا ہے
ہم کو تیر مار جاتا ہے

گل کو سر پر رکھیں سبھی لیکن
اب دماغ اپنا کب اٹھاتا ہے

اپنا اپنا ہے ذائقہ ہم کو
بوسۂ کنج لب ہی بھاتا ہے

آتش عشق جس کے دل کو لگی
شمع ساں آپ ہی کو کھاتا ہے

دیکھنا ہے تو ہے بھسم پردہ
ہم سے آنکھوں کو کب ملاتا ہے

میری تو ہے پلک سے چھوٹی نگاہ
اور وہ اُس پہ منھ چھپاتا ہے

میر ضلع ہے ملو اُس سے
دیکھو باتیں تو کیا بناتا ہے

شائستۂ غم و ستم یار ہم ہوئے
عاشق کہاں ہوئے کہ گنہگار ہم ہوئے

کی عرض جو متاع امانت ازل کے بیچ
جب اور لے سکے نہ خریدار ہم ہوئے ۱

جی کھنچ گیا اسیر قفس کی فغاں کی اور
تھی چوٹ اپنے دل کو گرفتار ہم ہوئے

پامال یوں کیا کہ برابر ہیں خاک کے
کیا ظلم ہو گیا جو طلبگار ہم ہوئے

۱؎ حافظ ؎ آسماں بار امانت نتوانست کشید ؛ قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند ۱۲

Marfat.com

ہوتا نہیں ہے بیخبری کا مآل خوب
افسوس ہے کہ بیخبر وار ہم ہوئے

وصل اُس طبیب زادہ کا جی چاہتا رہا
آخر اس آرزو ہی میں بیمار ہم ہوئے

پھل ہے یہ **میر** عشق کا اس تو بہار کے
آخر جو کشتہ و خوں کے سزاوار ہم ہوئے

کبھی میں اُن لبوں کی جانفزائی
یہ بات اک بیخودی میں منھ پہ آئی

تعارف کیا رہا اہل چمن سے
ہوئی اک عمر میں اپنی رہائی

کہاں کا بیستوں فرہاد کیسا
یہ تھی سب عشق کی زور آزمائی

جفا اُٹھتی وفا جو عمر کرتی
سو کی اُس زفتنی نے بیوفائی

کہیں سو کیا کہیں سر پر ہمارے
قیامت شامت اعمال لائی

گیا اُس ترک کی آمد کو سن جی
کبھی ہم سے نہ اک دم بھی ادائی

موافق ٹک ہو تو پھر جہاں میں
مثل ہو میری تیری آشنائی

بغیر از چہرۂ مہتابی یار
ہمارے منھ پہ چھوٹے ہے ہوائی

گئی ٹکڑے ہو دل کی آرسی تو
ہوئی صد چند اُس کی خود نمائی

فراق یار کو آساں نہ سمجھو
کہ جان و تن کی مشکل ہے جدائی

پھر آنا کعبے سے اپنا نہ ہوگا
اب اُس کے گھر کی ہم نے راہ پائی

ہوئے ہیں دود دل سے **میر** کے تنگ
پھر اس جوگی نے یاں دھونی لگائی

ہوں خاک پا جو اُس کی ہر کوئی سر چڑھاوے
منھ پھیرے وہ تو ہمکو پھر کون منھ لگاوے

ان دو ہی صورتوں میں شکل بناہ کی ہے
یا صبر ہم کو آوے یا رحم اُس کو آوے

اُس بن بغیر عالم آنکھوں میں سب سیہ ہے
دیکھیں تو عشق کیا کیا یکہ سیہ دن دکھاوے

کچھ زخم کھل چلے ہیں کچھ داغ کھل رہے ہیں
اب کی بہار دیکھیں کیا کیا شگوفے لاوے

جوں لیلی اور مجنوں تا نقش کچھ رہے یاں
اُس کی مری بھی صورت یکجا کوئی بناوے

یہ طرح دار لڑکے دیں بیٹھنے تب اُس کو
جب جی سے کوئی اپنے سر طرح دل اٹھاوے

ہم جس زمیں پہ آئے واں آسماں یہی تھا
یارب جو کوئی جاوے تو کس طرف کو جاوے

تب سنکے حال **میر** ایسا ہے موند آنکھیں
پچھلے سے میں کہوں کیا سوتا ہو تو جگا دے

Marfat.com

طاعت کا محو تب ہے جب ڈھب نہیں تو ٹوک سے
چھوڑے نماز واجب گر میر وقت یاد سے

بہار آئی نکالو مت مجھے اب کے گلستاں سے
نہ ٹک واشد ہوئی دل کو نہ جی کی لاگ کچھ پائی
غم ہجراں نے شاید آگ دی اس ماہ بن دل کو
سبب آشفتہ طبعی کا ہماری رہتے ہیں دونوں
ادھر زنجیر کا غل ہے ادھر ہنگامہ لڑکوں کا
محبت میں کسو کی رنج و محنت سے گئے دونوں

مرا دامن بنے تو باندھ دو گل کے گریباں سے
رہے دس دن تو اپنی عمر کے یاں ہم سو مہماں سے
شرارے تب تو نکلے ہیں ہماری چشم گریاں سے
نہ دلجمعی ہے اسکے خط سے نے زلف پریشاں سے
جنوں اس دشت میں ہمنے کیا ہے کیسے ساماں سے
رہی شرمندگی ہی عمر بھر مجکو دل و جاں سے

خدا جانے کہ دل کس خانہ آباداں کو دے بیٹھے
کھڑے تھے میر صاحب گھر کے دروازے پہ حیراں سے

برسوں تک جی کو مار مار رہے
موسم گل تلک رہے گا کون
وصل یا ہجر کچھ ٹھہر جاوے
خوشنوا کیسے طائر قدس
اسکی آنکھوں کی مستی سے عاشق
دل لگے پر رہا نہیں جاتا

رات دن ہم امیدوار رہے
چبھتے ہی دل کو خار خار رہے
دل کو اپنے اگر قرار رہے
اس جفا پیشہ کے شکار رہے
چاہیے یوں کہ ہوشیار رہے
رہے اپنا جو اختیار رہے

کم ہے کیا لذت ہم آغوشی
سب مزے میر درکنار رہے

یوں جنوں کرتے جو ہم یاں سے گئے
مر گئے دم کب تلک رکتے رہیں
کیا بدن دیکھا جسی چولی سے ہلئے
جانب مسجد بھی وہ کافر نگاہ

تو میاں مجنوں بیاباں سے گئے
بارے جی کے ساتھ سب یانسے گئے
مارے حسرت کے ہی ہم جانسے گئے
شیخ صاحب دین و ایماں سے گئے

پیچ میں آئے کسو کی زلف کے
میر اس رستے پریشاں سے گئے

اے نوخط ایک دن ہے جھگڑا ہمارے تیرے
سبزی بہت لگی ہے منھ سے پیارے تیرے

Marfat.com

حیران حال عاشق ہو گی اجل پہونچکر
کیا حال یاں رہا ہے ظلموں کے مارے تیرے
ہر بار دیکھے ہے تو اِدھر ہی آہِ شب نے
کچھ تو اثر کیا ہے جی میں بھی بارے تیرے
باغ و بہار و نکہت گل پھول سب ہی تو ہے
یاروں کی میں نظر میں یہ رنگ سارے تیرے

الماس میر تجھ کو کیا عاشق نے دیا ہے
لخت جگر گرے ہیں جوں لعل پارے تیرے

دو دیدۂ تر اپنے جو یار کو ہیں تکتے
اک ایک کو نہیں پھر غیرت سے دیکھ سکتے
حرکت دلوں کی اپنے نہ بوجھی سی رہے ہے
اب وہ نہیں کہ دھڑ دھڑ رہتے ہیں دل دھڑکتے
پلکوں کی اُسکی جنبش جاتی نہیں نظر سے
کانٹے سے اپنے دل میں رہتے ہیں کچھ کھٹکتے
ہوتا تھا آگاہ گاہے محسوس درد آگے
اب دل جگر ہمارے پھوڑے سے ہیں لپکتے
پھٹتی ہیں اِدھر اُودھر دے شوخ آنکھیں ایسی
دو ترک مست جیسے ہوں راہ میں بھٹکتے
شعلوں کی ڈانک گویا لعلوں تلے دھرے ہیں
چہروں کے رنگ ہمنے دیکھے ہیں کیا جھلکتے
یوں بات راہ کی تو سُنتا نہیں ہے کوئی
جاتے ہیں ہم جرس سے اس قافلہ میں بکتے
جاگہ سے لے گئے ہیں نازاں جب آگئے ہیں
نو یادگان خوبی جوں شاخ گل لچکتے

اس حسن سے کہاں ہے غلطانی موتیوں کی
جس خوبصورتی سے میر اشک ہیں ڈھلکتے

غم مرگ سے دل جگر ریش ہے
عجب مرحلہ ہمکو درپیش ہے
ملا ہے اُسے شوق تیر و کماں
نہیں ہے یہ پیدا ستم کیش ہے
ملا اُس کے ظاہر یہ مت جائیو
وہ خوشتر تو ہے پر بد اندیش ہے
بہت خوب ہے لعل نوشین یار
ولیکن خط پشت لب نیش ہے

ہمیں کیا جو ہے میر بیہوش سا
خدا جانے یہ کیا ہے درویش ہے

گوش ہر اک کا اُسی کی اور ہے
کیا قیامت کا قیامت شور ہے
پوچھنا اس ناتواں کا خوب تھا
پر نہ پوچھا ان نے وہ بھی زور ہے
صندل درد سر مہر و وفا
عاقبت دیکھا تو خاک گور ہے
رشتۂ اُلفت تو نازک ہے بہت
کیا سمجھ کر خلق اسیر ڈور ہے

Marfat.com

ناکسی سے میر اس کوچے کے بیچ
اس طرح نکلے ہے جیسے چور رہے

شب اگر دلخواہ اپنی بیقراری کیجیے
لے زمیں سے تا فلک فریاد و زاری کیجیے

ایک دن ہو تو کریں احوال گیری دل کی آہ
مر گئے ہم کب تلک تیمارداری کیجیے

نوچیے ناخن سے منھ یا چاک کریے سب جگر
جی میں ہے آگے ترے کچھ دستکاری کیجیے

جائیے اس شہر ہی سے اب گریباں پھاڑ کر
کیجیے کیا غم سے یوں ماتم گزاری کیجیے

یوں بہے کب تک کہ بے لعل لب اس سے ہر گھڑی
چشمہ چشمہ خون دل آنکھوں سے جاری کیجیے

کنج لب اس شوخ کا بھی رکھنے کی جائے ہے
صرف کیجیے عمر تو اس جاے ساری کیجیے

کوہ غم سر پر اٹھا لیجے نہ کہیے منھ سے کچھ
عشق میں جوں کوہکن کچھ بردباری کیجیے

گرچہ جی کب چاہتا ہے آپ کا آنے کو یاں
پر کبھو تو آئیے خاطر ہماری کیجیے

آشنا ہو اس سے ہم مر مر گئے آیندہ میر
جیتے رہیے تو کسو سے اب نہ یاری کیجیے

صد گونہ عاشقی میں ہم نے جفا سہی ہے
پر یہ کہا نہ ظالم اس کی نہیں سہی ہے

کرتی پھری ہے رسوا سارے چمن میں مجھ کو
گر کوئی بات دل کی بلبل سے میں کہی ہے

ہے صبح کا سا عرصہ پیری کا اسمیں کیا ہے
باقی ہے وقت کتنا فرصت کہاں رہی ہے

درویش جب ہوئے ہم تب ہے ہمیں برابر
کشکول بازگوں ہے یا افسر شہی ہے

جیتے رہے بہت ہم جو یہ ستم اٹھائے
عمر دراز کی سب تقصیر و کوتہی ہے

رونے میں متصل ہے ہونٹھوں پہ آہ میری
جاتا نہیں ہے سمجھا یہ باؤ کیا بہی ہے

آزار عاشقی میں کاہیکی پھر توقع
ہو جائے یاس جس سے سو رنج یہ وہی ہے

روتا ہمیں نظر کر رہتا ہے کنارا
چڑھتا ہمارے منھ پہ دریا کی بے تہی ہے

چاہت اس طرح کی جز میر کس سے ہوئے
باور نہ ہو تو دیکھو یہ مو نہ ہو وہی ہے

کل جوش غم میں آنسو ٹپکے نہ چشم تر سے
افسوس ہے کہ آکر یوں مینھ ٹک نہ برسے

کیا ہے نمود مردم جو کہیے دیکھیو تم
مژگاں بہم زدن میں جاتی رہی نظر سے

ہم سا شکستہ خاطر اس بستی میں نہ ہوگا
برسے ہے عشق اپنے دیوار اور در سے

Marfat.com

معلوم اگلی سی تو جرأت الم کشی میں
کیا کام نکلے گا اب ٹکڑے ہوئے جگر سے
آئینہ دار اُس کے پاتے ہیں شش جہت کو
دیکھیں تو مُنھ دکھاوے وہ کام جاں کدھر سے
مت رنج کھینچ مل کر ہشیار مردماں سے
اُس کی خبر نے گی اک آدھ بے خبر سے
جب گوش زد ہوا سکے تب بید ماغ ہو وہ
بس ہو چکی توقع اب نالۂ سحر سے
اے رشک مہ کبھو تو آ چاند سا نکل کر
مُنھ دیکھنے کو تیرا تا چند کوئی ترسے

چاہت بری بلا ہے کل **میر** نالہ کش بھی
ہمراہ نے سوار اب دوڑے پھرے نفر سے

برق و شرار و شعلہ و پروانہ سب ہیں یے
جوں ہم جلا کریں ہیں بھلا جلتے کب ہیں یے
لے موئے سر سے ناخن پا تک بھری ہے آگ
جلتے ہیں دردمند یہ جلتے کڈھب ہیں یے
ہوتا ہے دل کا حال عجب غم سے اس گھڑی
کہتا ہے جب وہ طنز سے ہمکو عجب ہیں یے
آتی ہے گرم باز صبا اُس کی اور سے
اپنے جگر کے جلنے کے بارے سبب ہیں یے
غربت پہ مہرباں ہوئے میری سو یہ کہا
ان کو غریب کوئی نہ سمجھے غضب ہیں یے
فرہاد و قیس لے گئے کہتے ہیں اب یہ لوگ
رکھے خدا سلامت اُنھوں کو کہ اب ہیں یے

سید ہیں **میر** صاحب و درویش و دردمند
سر رکھیے اُن کے پاؤں پہ جائے ادب ہیں یے

خوش طرح مکاں دل کے ڈھانے میں شتابی کی
اس عشق و محبت نے کیا خانہ خرابی کی
سسکے ہے دل اِدھر کو بہتا ہے جگر اُدھر
چھاتی ہوئی ہے میری دوکان کبابی کی
وہ نرگس مستانہ باتیں کرے ہے درہم
تم دیکھو نہ کچھ بولو کیا بات شرابی کی
بے سدھ ہوئے ہم آئی اک بو جو گلستاں سے
پر زور رہی نے کتنی غنچہ کی گلابی کی

رونے سے دل شب کے تر **میر** کے کپڑے ہیں
پر قدر نہیں اس کو اس جامۂ آبی کی

کوئی ساحر اُس کو کچھ جادو کرے
وہ جو بے رو اس طرف ٹک رو کرے
دور سے ٹک ملتفت ہوتے رہو
جب تلک دوری سے کوئی خو کرے
دم میں ہو آئینۂ عالم سیاہ
ایک اگر عاشق قلندر ہو کرے
کس سے تیری چاہیے داد ستم
کاش انصاف اپنے بلیں تو کرے

Marfat.com

غنچہ پیشانی چمن میں میں رہا
بیدماغ عشق گل کیا بو کرے

لوہو پانی ایک کر دیتا ہے عشق
پانی کر دے چشم دل لوہو کرے

اب جنوں میں میر سوئے دشت جا
کار وحشت کے تئیں یکسو کرے

حدیث زلف دراز اُن کی مُنھ کی بات بڑی
کبھو کے دن ہیں بڑے یاں کبھو کی رات بڑی

کبھو جو گالی ہمیں دیتے ہو کرو موقوف
تمھاری بس ہیں یہی ہم پہ التفات بڑی

دخیل ذات نہیں عشق میں کہ میر کو دیکھ
ذلیل کیسے ہیں اُن کی ہے گو کہ ذات بڑی

ہے تماشا حسن و خط حیرت بھی ہے
یعنی خط تو خوب ہے صورت بھی ہے

تا دم آخر نہیں بولے ہیں ہم
کچھ کہیں گے بارے اب رخصت بھی ہے

ہے وہ فتنہ ہم حریف و ہم ظریف
مارے گالی سے ہے پھر منت بھی ہے

تیغ نے اُس کی ہمیں قسمت کیا
خوش نصیبی ہے تو بر قسمت بھی ہے

وانسیم صبح سے ہوتا ہے گل
تجھ کو اے مرغ چمن غیرت بھی ہے

جی ہی دینے کا نہیں کڑھنا فقط
اُس کے در سے جانے کی حسرت بھی ہے

دور سے باتیں کرے ہے یوں ہی یار
میر صاحب سے انھیں صحبت بھی ہے

چلیے ہم اگر تم کو اکراہ ہے
فقیروں کی اللہ اللہ ہے

نہ افسر ہے نے دردسر نے کُلہ
کہ یاں جیسا سر ویسا سرواہ ہے

جہاں لگ چلے گل سے ہم داغ ہیں
اگرچہ صبا بھی ہواخواہ ہے

غم عشق ہے ناگہانی بلا
جہاں دل لگا کڑھنا جانکاہ ہے

چراغان گل سے ہے کیا روشنی
گلستاں کسو کی قدمگاہ ہے

محبت ہے دریا میں جا ڈوبنا
کوئیں میں بھی گرنا یہی چاہ ہے

کلی سا ہے کہتے ہیں منھ یار کا
نہیں معتبر کچھ یہ افواہ ہے

نہ کی کوتہی بت پرستی میں کچھ
خدا اس عقیدے سے آگاہ ہے

گیا میر کے جی کی سن کر وہ شوخ
لگا کہنے سب کو یہی راہ ہے

Marfat.com

یار کا جور و ستم کام ہی کر جاتا ہے
کتنا جی عاشق بیتاب کا مر جاتا ہے

جیسے گرداب ہے گردش مری ہر جا طرف
شوق کیا جانیے مجھکو کدھر جاتا ہے

جوشش اشک میں ٹک ٹھہرے رہو تیں نظر
اب کوئی پل میں یہ سیلاب اتر جاتا ہے

زرد رخسار پہ کیوں اشک آوے گلرنگ
آگے سے آنکھوں کے وہ باغ نظر جاتا ہے

زہ گریباں کی ہی خونناب سے تر ہوتی نہیں
سارا زنجیرہ دامن بھی تو بھر جاتا ہے

واعظ شہر تنک آب ہے مانند حباب
ٹک ہوا لگتی ہے اُس کو تو ابھر جاتا ہے

کیا لکھوں بخت کی برگشتگی نالوں سے مرے
نامہ بر مجھ سے کبوتر بھی پھر جاتا ہے

آن اُس دلبر شیریں کی چھری شہد کی ہے
عاشق اک آن ہی میں جی سے گزر جاتا ہے

ہر سحر پیچھے اُس اوباش کے خورشید ای میر
ڈھال تلوار لیے جیسے نفر جاتا ہے

ٹھوکر لگا کے چلنا اس رشک ماہ کو بھی
یہ چوٹ ہی رہی ہے اس روسیاہ کو بھی

اُس شاہ حسن کے کچھ مژگاں پھرے ہوئے ہیں
غمزہ نے ورغلانا شاید سپاہ کو بھی

کی عمر صرف ساری پر گم ہے مطلب اپنا
منزل نہ پہونچے ہم تو طے کر کے راہ کو بھی

سر پھوڑنا ہمارا اُس لڑکے پر نہ دیکھو
ٹک دیکھو اس شکست طرف کلاہ کو بھی

کرتی نہیں خلش ہے مژگان یار دل میں
کاوش رہے ہے جی سے اسکی نگاہ کو بھی

خونریزی کے تو لاگو ہوتے نہیں یکا یک
پہلے تو پوچھتے ہیں ظالم گناہ کو بھی

جوں خاک سے ہے یکساں نیر انہاں قامت
پامال یوں نہ ہوتے دیکھا گیاہ کو بھی

ہر لحظہ پھیر لینا آنکھوں کا ہم سے کیا ہے
منظور رکھیے کچھ تو بارے نباہ کو بھی

خواہش بہت جو ہو تو کاہش ہے جان و دل کی
کچھ کم کر ان دنوں میں اے میر چاہ کو بھی

سنا جاتا ہے اے گھتئے ترے مجلس نشینوں سے
کہ تو دارو پیے ہے رات کو مل کر کمینوں سے

گئی گرم اختلاطی کب کی ان سحر آفرینوں سے
لگے رہتے ہیں داغ ہجر بھی اب اپنے سینوں سے

گلے لگ کر نہ یک شب کاش وہ مہ سو گیا ہوتا
مری چھاتی جلا کرتی ہے اب کتنے مہینوں سے

خدا جانے ہے اپنا تو جگر کا نیا ہی کرتا ہے
چڑھی تیوری سے محبوبوں کی اور ابرو کی چینوں سے

بہت کوتاہ دامن خرقے شیخوں کے پھٹے پائے
کہیں نکلے تھے گورے ہاتھ اسکے آستینوں سے

Marfat.com

رہے محو خیال اُسکے تو یک قت سے ہاتھ آئے — نزاکت اس کمر کی پوچھیے ہم باریک بینوں سے
بہ رنگ برگ گل ساتھ ایک شادابی کے ہوتا ہے — عرق چیں بھیگتا ہے دلبروں کے جب پسینوں سے
بہت میں لخت دل رویا مجھے اک خلق نے جانا — ہوا ہے یمن میرا نام ان رنگیں نگینوں سے

غزل ہی کی ردیف و قافیہ کا رختہ رہتا ہے
نکلنا **میر** اب مشکل ہے میر ان زمینوں سے

بیتابی جو دل ہر گھڑی اظہار کرے ہے — اب دیکھوں مجھے کس کا گرفتار کرے ہے
کچھ میں بھی عجب جنس ہوں بازار جہاں میں — سو ناز مجھے لیتے خریدار کرے ہے
ہے اشک سے بلبل کے بھرا غنچوں میں پانی — گل باغ سے کیا رخت سفر بار کرے ہے
اس چاہ نے دل ہی کو تو بیمار کیے ہیں — یہ دوستی ہی ہے جو گرفتار کرے ہے
آگے تو جو کچھ ہم نے کہا مان لیا اب — ایک ایک سخن پر بھی وہ تکرار کرے ہے
زنہار نہ جا پرورش دور زماں پر — مرنے کے لیے لوگوں کو تیار کرے ہے
کیا عشق میں ہم اس کے ہوئے خاک برابر — کب اپنے تئیں یوں کوئی ہموار کرے ہے
تصویر سے دیوار کے یہ ہم اُسکے کھڑے ہیں — انسان کو حیرانی بھی دیوار کرے ہے

کیونکر نہ ہو تم میر کے آزار کے در پے
یہ جرم ہے اس کا کہ تمھیں پیار کرے ہے

دشمنوں کے روبرو دشنام ہے — یہ بھی کوئی لطف بے ہنگام ہے
محوِ زلف یار ہے عالم تمام — حُسن کا بھی شہرہ جوں شام ہے
عشق کی ہے راہ کیا مشکل گزر — سر کا جانا جس میں ہر اک گام ہے
گر کہا ناکام ملنے کو کبھی — تو یہ کہتا ہے کہ مجھ کو کام ہے
روز و شب پھرتا ہوں اس کوچے کے گرد — کیا کہوں کیا گردش ایام ہے
چین دن کو ہے نہ شب کو نیند ٹک — اُس کی دوری میں کسے آرام ہے

بزم میں پوچھا تو یوں انجان ہو
میر ان لوگوں میں کس کا نام ہے

دل عجب نسخہ تصوّف ہے — ہم نہ سمجھے بڑا تاسف ہے

لہ سعدی ؎ مکن تکیہ بر ملک دنیا و پشت ⁂ کہ بسیار کس چون تو پرورد و کشت ۱۲

Marfat.com

آپ ہی صرف عشق ہو جانا
منھ ادھر کر کے وہ نہیں سوتا
یاں تو تکلیف ہی کھنچی تکلیف
چھیڑ اس شوخ نے رکھی ہم سے

یہ بھی درویش کا تصرّف ہے
خواب میں آوے تو تلطف ہے
واں وہی اب تلک تکلف ہے
عہد پر عہد ہے تخلف سے ہے

مرگ کیا منزل مراد ہے میر
یہ بھی اک راہ کا توقف ہے

تسکین دردمندوں کو یارب شتاب دے
اسکا غضب سے نامہ نہ لکھنا تو سہل ہے
گل ہے بہار تب ہی جو آنکھوں میں ہو نشہ
وہ تیغ میری تشنۂ خوں ہوگئی ہے کند
دو چار الم جو ہوویں تو ہیں بابت بتاں
تار نگہ کا سوت نہیں بند تھا ضعف سے

دل کو ہمارے چین دے آنکھوں کو خواب دے
لوگوں کے پوچھنے کا کوئی کیا جواب دے
جاتی ہے فصل گل کہیں ساقی شراب دے
کر رحم مجھ پہ کاشکے یار اُسکو آب دے
کیا درد بیشمار کا کوئی حساب دے
پیچان ہے یہ رشتہ دلا اس کو تاب دے

مژگان تر کو یار کے چہرے پہ کھول میر
اس آب خستہ سبزے کو ٹک آفتاب دے

نہ جرأت ہے نہ جذبہ ہے نہ یاری بخت بد سے ہے
یہی بے طاقتی خوں گشتہ دل کو میرے کد سے ہے
جہاں شطرنج باز دہ فلک ہم تم ہیں سب مہرے
بسان شاطر نوزدتی اسے مہروں کی زد سے ہے
سخن کرنے میں نستعلیق گوئی ہی نہیں کرتا
پڑھے ہیں شعر کوئی ہم سو وہ بھی شد و مد سے ہے
ہوا سرسبز آگے یار کے سرو گلستاں کب
کہ نسبت دور کی طوبےٰ کو اُس کے نخل قد سے ہے

لکھا کب تک کریں اس سرزمیں سے آپ ہی اب جاویں
ہمیں ملنے کا شوق اس کے زیادہ میر حد سے ہے

لے سیر سے مرگ اک ماندگی کا وقفہ ہے ؛ یعنی آگے چلیں گے دم لے کر ۔

Marfat.com

لٹک کر گرینگے راہ میں مشتاق علف سے
مٹھ بھیڑ اگر ہو گئی اُس تیغ بکف سے

جاتا ہے کوئی دشت عرب کو جو بگولا
کہدوں ہوں دعا مجنوں کو میں اپنی طرف سے

ہو ریا تھا مگر آگ کا دریا ہے غم عشق
سب آبلے ہیں میرے درِ دندانِ میں صدف سے

دل اور جگر یہ تو جلے آتشِ غم میں
جی کیونکہ بچاؤں کہو اس آگ کی تف سے

شب اُسکے سگِ کو نے ہمیں پاس بٹھایا
ہم اپنے تئیں دور نہ کیوں کھینچیں شرف سے

چھاتی میں بھری آگ ہر کیا جس نے شب و روز
چنگاریاں گرتی ہیں مری پلکوں کی صف سے

اے میر گدائی کر دل دروازے کی اُسکے
مانگوں ہوں یہی آٹھ پہر شاہِ نجف سے

کہو کچھ میر کی وحشت سے ان گلیوں میں آنکی
خبر کیوں پوچھتے ہیں مجھسے لڑکے اس دِوانے کی

جہاں سے دل کو دیکھو منہ نظر جوں کان طاق آوے
نہ کی کچھ قدر اُن نے حیف اس آئینہ خانے کی

ہمیں لیتے ہو آنکھیں موند کر لو تم کہ جنس اپنی
وفا و مہر ہے سو وہ نہیں بابت دکھانے کی

کہو ہو زیرِ لب کیا دیکھکر ہم ناتوانوں کو
ہماری جان میں طاقت نہیں باتیں اُٹھانے کی

برنگ طائرِ نو پر ہوئے آوارہ ہم اُٹھکر
کہ پھر پائی نہ ہم نے راہ اپنے آشیانے کی

عجب جو پر نکھی ہے ہر زماں اُڑتا ہی رنگ اپنا
سمجھ میں چال کچھ آتی نہیں اپنے زمانے کی

اگر طالع کرے یاری تو مر لیے کربلا جاکر
عبیر اپنے کفن کی خاک ہو اُس آستانے کی

غزل اک اور بھی اس گل زمیں میں قصد ہی کیجے
ہوئی ہے اب تو خو آخر ہمیں باتیں بنانے کی

تک ان پلکوں کو ہر ٹھوکر سے فتنے گھر جگانے کی
طرح آتی ہے اس قد کو قیامت سر پہ لانے کی

کسو سے آنکھ کے ملتے ہی اپنی جان دے بیٹھے
نئی یہ رسم ہم جاتے ہیں چھوڑے دل لگانے کی

جہاں ہم آئے چہرے پہ بکھیرے بال جا سوئے
ادا کرتے ہو تم کیا خوب ہم سے مُنہ چھپانے کی

مسیں بھیگی ہیں اُس کی سبزۂ خط کی ہدایت سے
مسیح و خضر کو پہونچی بشارت زہر کھانے کی

جہاں اُسکے لیے غربال کر نومید ہو بیٹھے
یہی اُجرت ملی ہے کیا ہمارے خاک چھانے کی

کہوں کیا ایک بوسہ لب کا دیکر خوب رگڑایا
رکھی برسوں تلک منت کبھو کی بات ماننے کی

بگولا کوئی اُٹھتا ہے کہ آندھی کوئی آتی ہے
نشان یادگاری ہے ہماری خاک اُڑانے کی

کرے ہے داغ اُس کا عید کو سب سے گلے ملنا
اکٹ لی ہے نئی یہ میری چھاتی کے جلانے کی

لڑا کر آنکھیں اس اوباش سے اک پل میں مر گزرا
حکایت ہوا تعجب ہی میر جی کے مارنے جانے کی

کرے یہ الشکل ہیئت آن کر ایسی نہیں دیکھی
کہ صورت آسماں کی دیکھ کر میں نے زمیں دیکھی

کبھو دیکھو گے تم جو وہ طرحدار اسطرف آیا
طرح ترکیب ایسی ہے ابتک تو نہیں دیکھی

یہ کیفیت دلکش اس قدر کاہیکو ہوتا ہے
کروں ہوں شکر کے سجدے کہ میں نے وہ جبیں دیکھی

کہاں وہ طرز کیں اسکی کہاں چین جبیں اسکی
لگا کر بارہا اس شوخ سے تصویر چیں دیکھی

گریباں پھاڑ ڈالیں دیکھ کر دامن کشاں اسکو
پھٹے خرقے بہت جو چاک کی وہ آستیں دیکھی

ترے بیمار کے بالیں پہ جا کر ہم بہت روئے
بلا حسرت کے ساتھ اُس کی نگاہ واپسیں دیکھی

نظر اُس کی حیا سے میر پشت پا پر اکثر ہے
کنھوں نے کاہیکو اُسکی سی چشم شرمگیں دیکھی

دن فصل گل کے اگلی بھی جاتے ہیں باؤ سے
دل داغ ہو رہا ہے چمن کے بھاؤ سے

پہونچے نہ باس گل کی ہمارے مشام میں
یاں کھل رہے ہیں دیدہ خونبار گھاؤ سے

نامہ مرے عمل کا بھی اے کاش ساتھ جائے
جب آسمان پتنگے کاغذ کے تاؤ سے

وارفتگان عشق بھی کیا طرفہ لوگ ہیں
دل کے گئے یہ دیتے ہیں جی کیسے چاؤ سے

کہنے تو کہیے بات کوئی دل کی میر سے
پر جی بہت ڈرے ہے انھوں کے جواؤ سے

کیا چال نکالی ہے کہ جو دیکھے سو مر جاے
بھجک کوئی رہ جائے کوئی جی سے گزر جائے

تا چند یہ خمیازہ کشی تنگ ہوں یارب
آغوش مری ایک شب اُس شوخ سے بھر جائے

بیطاقتی دل سے مری جان ہے لب پر
تم ٹھہرو کوئی دم تو مرا جی بھی ٹھہر جائے

پڑتے نگہ یار مرا حال ہے ویسا
بجلی کے تڑپنے سے کوئی جیسے کہ ڈر جائے

اس آئینہ رو شوخ مغتن سے کہیں کیا
عاشق کو برا کہ کے منہ ہی منہ میں مکر جائے

تا کس کی تلافی ستم کون کرے ہے
ڈرتا ہوں کہ وہ اور بھی آزردہ نہ کر جائے

جاتا ہے جدھر منزل مقصود نہیں وہ
آوارہ جو ہو عشق کا بیچارہ کدھر جائے

رونے میں مرے سر نہ چڑھو صبر کرو ٹک
یہ سیل جو اک زور سے آتا ہے اتر جائے

کیا ذکر مرا میں تو کہیں اُس سے ملول ہوں
ان خانہ خرابوں کی کہو جن کے وہ گھر جائے

Marfat.com

اس زلف کا ہر بال رگ جان ہے اپنی
یاں جی ہی بکھرتا ہے صبا وہ جو بکھر جائے

گردش میں جو دے آنکھ نشہ کی بھری آنکھیں
ہشیار رسروں کے تئیں سدھ اپنی بسر جائے

آنکھیں ہی لگی جاتی ہیں اس جاذبہ کو میر
آتی ہے بہت دیر جو اس منھ پہ نظر جائے

بتوں کے جرم والفت پر ہمیں زجر و ملامت ہے
مسلماں بھی خدا لگتی نہیں کہتے قیامت ہے

کھڑا ہوتا نہیں وہ رہزن دل پاس عاشق کے
حسب موافق رسم کے اک دور کی عصا سلامت ہے

جھکی ہے شاخ پر گل ناز سے کیا صحن گلشن بیچ
نہال قد کی اس کے مدعی تھی سو ندامت ہے

نکلتا ہے سحر خورشید ہر روز اسکے گھر پر سے
مقابل ہو گیا اس سے تو اس سادہ کی شامت ہے

پیے دارو پڑے پھرتے تھے کل تک میر کوچوں میں
انھیں کو مسجد جامع کی دیکھی آج امامت ہے

خدا کرے مرے دل کو تک تک تیر آوے
نہ زندگی تو کریں جب تلک کہ یار آوے

کمانیں اس کی بھووں کی چڑھی ہی رہتی ہیں
نہ جب تلک سر تیر ستم شکار آوے

ہمیں تو ایک گھڑی گل بغیر درد سر ہے
خدا ہی جانے کہ اب کب تلک بہار آوے

اٹھی بھی گر نہ رہ اس کی کہیں تو لطف ہی کیا
جب انتظار میں آنکھوں ہی پر غبار آوے

ہر ایک شے کا ہے موسم نہ جانے تھا منصور
کہ نخل دار میں حلق بریدہ بار آوے

تمھارے جوروں سے اب حال جائے عبرت ہے
کسو سے کہیے تو اسکو نہ اعتبار آوے

نہیں ہے جاہ بھلی اتنی بھی دعا کر میر
کہ اب جو دیکھیں اسے میں بہت نہ پیار آوے

نکلے ہے جی کا رستہ آواز کے رکن سے
آزردہ ہو نہ بلبل جاتے ہیں ہم چمن سے

جی غش کرے ہے اب تو رفتار دیکھ اسکی
دیکھیں نبھے ہے اپنی کس طور اس چلن سے

گرد اس کے اور کوئی گرمی سے دیکھتا ہے
اک آگ لگ اٹھی ہے اپنے تو تن بدن سے

رنگیں خرامی کیا کیا لیتی ہے کھینچ دل کو
کیا نقش پا کو اسکے نسبت گل و سمن سے

زیارت گاہ دیکھیں جب دیکھو ہیں سفر میں
ہم کس گھڑی وداعی یارب ہوئے وطن سے

دل سوختہ ہوں مجھکو تکلیف حرف مت کر
اک آگ کی لپٹ سی نکلے ہے ہر سخن سے

دل کا اسیر ہونا جی میر جانتا ہے
کیا پیچ پایا جی دیکھے اس زلف پر شکن سے

Marfat.com

کعبے کے در پہ تھے ہم یاد دیر میں در آئے / آوارگی تو دیکھو کیدھر سے کیدھر آئے

دیوانگی ہے میری اب کی کوئی تماشا / رہتے ہیں گھیرے مجکو کیا اپنے کیا پرائے

پاک اب ہوئی ہے کشتی ہمکو جو عشق سے تھی / عہدے سے اس بلا کے کب ناتواں برآئے

وسعت بیاں کروں کیا دامان چشم ترکی / رونے سے میرے کیا کیا ابر سیہ تر آئے

اے ہمنشیں سبے تو آج اُن کنے بھی چلیے / کہتے ہیں **میر** صاحب مدت میں کل گھر آئے

قصر و مکان و منزل ایکوں کو سب جگہ ہے / ایکوں کو جا نہیں ہے دنیا عجب جگہ ہے

اُس کے بدن میں ہر جا دلکش ہے یوں دیکھیں / یا سطح رُخ جگہ ہے یا کنج لب جگہ ہے

پست و بلندیاں ہیں ارض و سما سے ظاہر / دیکھا جہاں کو ہم نے کتنی کڈھب جگہ ہے

دروازے سے لگے ہیں تصویر سے کھڑے ہیں / وارفتگاں کو اسکے مجلس میں کب جگہ ہے

بارے ادھر کیا ہے منھ اُن نے **میر** اپنا / ہو حرف زن سخن کی تیری بھی اب جگہ ہے

دل کی بیماری سے طاقت طاق ہے / زندگانی اب تو کرنا شاق ہے

دم شماری ہی ہے رنج قلب سے / اب حساب زندگی بیباق ہے

اپنی عزت رکھتی ہے عالم ہی اور / یہ سیہ رو شہرۂ آفاق ہے

فرط خجلت سے گرا جاتا ہے سرو / قد دلکش اس کا بالا چاق ہے

دل زدہ کو اُسکے دیکھا نزع میں / تھا نمودار آنکھ سے مشتاق ہے

رنگ میں اُسکے جھمک ہے برق کی / سطح کیا رخسار کا برّاق ہے

گو خط اُس کے پشت لب پر ہو / بوسۂ کنج دہن تریاق ہے

خشک کرتی ہے گرمی عشق کی / بید صحرائی سا مجنوں تاق ہے

مت پڑا رہ دیر کے ٹکڑوں پہ **میر** / اُٹھ کے کعبے چل خدا رزّاق ہے

بات کیا آدمی کی بن آئی / آسماں سے زمین نپوائی

چرخ زن اُسکے واسطے ہے مدام / ہو گیا دن تمام رات آئی

ماہ و خورشید و ابر و باد سبھی / اُسکے خاطر ہوئے ہیں سودائی

Marfat.com

کیسے کیسے کیے تردد جب
اُسکو ترجیح سب کے اوپر وے
حیرت آتی ہے اسکی باتیں دیکھ
شکر کے سجدوں میں یہ واجب تھا
سو تو اُس کی طبیعت سرکش

رنگ رنگ اُسکو چیز ہو پائی
لطف حق نے کی عزت افزائی
خودسری خودستائی خودرائی
یہ بھی کرتا سدا جبین سائی
سر نہ لائے فرو کہ ٹک لائی

میر ناچیز مشت خاک اللہ
اُن نے یہ کبریا کہاں پائی

دست بستہ کام ناخن کر گئے
بتکدے سے تو چلے کعبے وے
کیا جو اُڑتی سی سُنی آئے ہیں گل
مجلسوں کی مجلسیں برہم ہوئیں
تھے لب جو پر جو گرم دید یار
خانوادے ہو گئے کیا کیا خراب

سب خراشوں ہی سے جبہے بھر گئے
دس قدم ہم دل کو کر پتھر گئے
ہم اسیروں کے تو بال و پر گئے
لوگ وے پل مارتے کیدھر گئے
سبزے کے سے رنگ مژگاں تر گئے
خانہ سازدین کیسے مر گئے

دست افشاں پالے کو ہاں شوق میں
صومعے سے میر بھی باہر گئے

تمام شد

Marfat.com

دیوان چہارم

میر تقی میر دہلوی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف الف

کرتا ہوں اللہ اللہ درویش ہوں سدا کا
سرمایۂ توکل یاں نام ہے خدا کا

میں نے نکل جنوں سے مشق قلندری کی
زنجیر سر ہوا ہے تھا سلسلہ جو پا کا

یارب ہماری جانب یہ سنگ کیوں ہے عائد
جی ہی سے مارتے ہیں جو نام لے وفا کا

کیا فقر میں گزر ہو چشم طمع سیے بن
ہے راہ تنگ ایسی جیسے سوئی کا ناکا

ابر اور جوش گل ہے چل خانقہ سے صوفی
ہے لطف میکدے میں دو چند اس ہوا کا

ہم وحشیوں سے مدت مانوس جو رہے ہیں
مجنوں کو شوخ لڑکے کہنے لگے ہیں کاکا

آلودہ خوں سے ناخن ہیں شیر کے سے ہر سو
جنگل میں چل بنے تو پھولا ہے زور ڈھاکا

یہ دو ہی صورتیں ہیں یا منعکس ہے عالم
یا عالم آئینہ ہے اُس یار خود نما کا

کیا میں ہی جاں بلب ہوں بیماریِ دلی سے
مارا ہوا ہے عالم اس دردِ بے دوا کا

زلفِ سیاہ اُس کی رہتی ہے چت چڑھی ہی
میں مبتلا ہوا ہوں اے وائے کس بلا کا

غیرت سے تنگ آئے غیروں سے لڑ مرینگے
آگے بھی میر سید کرتے گئے ہیں ساکا

واجب کا ہو نہ ممکن مصدر صفت ثنا کا
قدرت سے اُسکے لب پر نام آئے ہے خدا کا

سب روم روم تن میں زردی غم بھری ہے
خاکِ جسد ہے میری کس کانِ زر کا خاکا

بند اس قبا کا کھولیں کیا ناخنِ نختیراں
وابستہ ہے یہ عقدہ شاید کسو دعا کا

ناسازیِ طبیعت کیا ہے جوان ہوئے پر
اوباش وہ ستمگر لڑکا ہی تھا لڑاکا

Marfat.com

گل پھول فصل کی ہیں صد رنگ بے شگفتہ — میں دل زدہ ہوں اک رنگینی ہوا کا
عاشق کی چشم تر میں گو دبتے ہیں لیکن — پانوں نہ دلبروں کے چھپتے نہیں چھپا کا
زوریں کشوں میں جواں کی کس سے کماں کھنچے ہے
تھا یہ وجنازا میر ان نے جسکو تاکا

قصہ کہیں تو کیا کہیں ملنے کی رات کا — پہروں جو اُن نے رکھا بات بات کا
جرأت سے گرچہ زرد ہوں پر جانتا ہے کون — تختہ لال جب تلک کروں پانچ سات کا
کیونکر بسر کرے غم و غصہ میں ہجر کے — خوگر جو ہو کسو کے کوئی التفات کا
جاگہ سے لے گیا ہمیں اُس کا خرام ناز — ٹھہراؤ ہو سکا نہ قرار و ثبات کا
ڈرتا ہوں ملکان جزا چھاتی دیکھ کر — کہنے لگیں نہ واہ رے زخم اُس کے ہاتھ کا
واعظ کہے سو سچ ہے ولے میفروش سے — ہم ذکر بھی سُنا نہیں صوم و صلوٰت کا
جھونکا کریں رقیب پڑے کوئے یار میں — کس لئے تئیں دماغ عفف ہے سگات[1] کا
ان ہونٹھوں کا حریف ہو ظلمات میں گیا — پردے میں رو سیاہ ہے آب حیات کا
عالم کسو حکیم کا باندھا طلسم ہے — کچھ ہو تو اعتبار بھی ہو کائنات کا
گر یار میر اہل ہے تو کام سہل ہے
اندیشہ تجکو نہیں ہے اپنی نجات کا

تجاہل تغافل تساہل کیا — ہوا کام مشکل توکّل کیا
نہیں تاب لاتا دل زار اب — بہت ہم نے صبر و تحمل کیا
زمین غزل ملک سی ہو گئی — یہ قطعہ تصرف میں بالکل کیا
جنوں تھا نہ مجنوں نہ جب رہ سکا — کہ زنجیر ٹوٹی تو میں غل کیا
نہ سوز دروں فصل گل میں چھپا — سر و سینہ سے داغ نے گل کیا
ہمیں شوق نے صاحب کھو دیا — غلاموں سے اُس کے توسل کیا
حقیقت نہ میر اپنی سمجھی گئی
شب و روز ہم نے تامل کیا

رفتۂ عشق کیا ہوں میں اب کا — جا چکا ہوں جہان سے کب کا

[1] سگات غالباً سگ کی جمع ہے جو میر نے خود ایجاد کی ہے ۱۲

Marfat.com

لوگ جب ذکر یار کرتے ہیں / دیکھ رہتا ہوں دیر منہ سب کا
مست رہتا ہوں جب سے ہوش آیا / میں بھی عاشق ہوں اپنے شرب کا
ہم تو ناکام ہی چلے یاں سے / تم کو ہوگا وصول مطلب کا
درس کہیے جنوں کا تو مجنوں / اپنے آگے ہے طفل مکتب کا
لعل کی بات کون سنتا ہے / شور ہے زور یار کے لب کا
زلف سا پیچدار ہے ہر شعر / ہے سخن میرؔ کا عجب ڈھب کا

میں جو نظر سے اسکی گیا تو وہ سرگرم کار اپنا / کہنے لگا چپکا سا ہوکر ہائے دریغ شکار اپنا
کیا یاری کر دور پھرا وہ کیا کیا ان نے فریب کیے / جسکے لیے آوارہ ہوئے ہم چھوڑا شہر و دیار اپنا
ہاتھ گلے میں ان نے نہ ڈالا میں یہ گلا جا کاٹونگا / غم و غصہ سے دیکھیو ہونگا آپ ہی گلے کا ہار اپنا
چھاتی پہ سانپ سا پھر جاتا ہے یاد میں اسکے بالوں کی / جی میں لہر آوے ہے لیکن رہتا ہوں من مار اپنا
بات کہے تلوار نکالے آنکھ لڑائے جی مارے / کیونکہ جتاوے اس سے کوئی ربط محبت پیار اپنا
ہم نے یار وفاداری میں کوتاہی تقصیر نہ کی / کیا روویں چاہت کے اثر کو وہ نہ ہوا ٹک یار اپنا
رحم کیا کر لطف کیا کر پوچھ لیا کر آخر ہے / میرؔ اپنا غمخوار اپنا پھر زار اپنا بیمار اپنا

اے کاش مرے سر پر اکبار وہ آجاتا / ٹھہراؤ سا ہو جاتا یوں جی نہ چلا جاتا
تب تک ہی تحمل ہے جبتک نہیں آتا وہ / اس رستے نکلتا تو ہم سے نہ رہا جاتا
اک آگ لگا دی ہے چھاتی میں جدائی نے / وہ مہ گلے لگتا تو یوں دل نہ جلا جاتا
یا لاگ کی وے باتیں یا ایسی ہی بیزاری / وہ جو نہ لگا لیتا تو میں نہ لگا جاتا
کیا نور کا بکّا ہے چہرہ کہ شب مہ میں / منھ کھولے جو سو رہتا تو ماہ چھپا جاتا
اس شوق نے دل کے بھی کیا بات بڑھائی تھی / رقعہ اسے لکھتے تو طومار لکھا جاتا
یہ ہمدمی کا دعوی اسکے لب خندان سے / بس کچھ نہ چلا ورنہ پیستے کو چبا جاتا
اب تو نہ رہا وہ بھی طاقت گئی سب دل کی / جو حال کبھو اپنا میں تم کو سنا جاتا
دسواس نہ کرتا تھا مر جانے سے ہجراں میں / تھا میرؔ تو ایسا بھی دل جیسے اٹھا جاتا

Marfat.com

مستانہ اگرچہ میں طاعت کو لگا جاتا
پر بعد نماز اُٹھ کر میخانہ چلا جاتا

بازار میں ہو جاتا اس مہ کا تماشا تھا
یوسف بھی جو واں ہوتا تو اس پہ بکا جاتا

دیکھا نہ ادھر ورنہ آتا نہ نظر بھر میں
جی مفت مرا جاتا اُس شوخ کا کیا جاتا

شب آہ شرر افشاں ہونٹھوں سے پھری میرے
سر کھینچتا یہ شعلہ تو مجکو جلا جاتا

کیا شوق کی باتوں کی تحریر رہی مشکل
تھے جمع قلم کاغذ پر کچھ نہ لکھا جاتا

آنکھیں مری کھلتیں تو اُس چہرے ہی پر پڑتیں
کیا ہوتا کہ یک وہ سر پر مرے آ جاتا

سبزے کا ہوا روکش خطِ رخِ جاناں کے
جو ہاتھ مرے چڑھتا تو پان کو کھا جاتا

ہے شوق سیہ رو سے بدنامی و رسوائی
کیوں کام بگڑ جاتا جو صبر کیا جاتا

تھا میر بھی دیوانہ پر ساتھ ظرافت کے
ہم سلسلہ داروں کی زنجیر ہلا جاتا

یہ دل نے کیا کیا کہ اسیرِ بلا کیا
اس زلف پرشکن نے مجھے مبتلا کیا

گو بیکسی سے عشق کی آتش میں جل بجھا
میں جوں چراغِ گور اکیلا جلا کیا

آیا نہ اُس طرف سے جواب ایک حرف کا
ہر روز خطِ شوق اِدھر سے چلا کیا

ڈرتا ہی میں رہا کہ پلک کوئی گڑ نہ جائے
آنکھوں سے اُسکی رات جو تلوے ملا کیا

بدحال ٹھنڈی سانسیں بھرا کب تلک کرے
سرگرم مرگ میر ہوا تو بھلا کیا

در پر سے ترے اب کے جاؤں گا تو جاؤں گا
یاں پھر اگر آؤں گا سیّد نہ کہاؤں گا

یہ نذر بدی ہے میں کعبے سے جو اُٹھا ہوں
بتخانہ میں جاؤں گا زنّار بندھاؤں گا

آزار بہت کھینچے یہ عہد کیا ہے اب
آئندہ کسو سے میں دل کو نہ لگاؤں گا

سرگرم طلب ہو کر کھویا سا گیا آپ ہی
کیا جانیے پاؤں گا یا اُس کو نہ پاؤں گا

گر میر ہوں چپکا سا پر طرفہ سخنور ہوں
بگڑے گا نہ ٹک وہ تو سو باتیں سناؤں گا

دیوانگی میں مجنوں میرے حضور کیا تھا
لڑکا سا اُن دنوں تھا اُسکو شعور کیا تھا

گردن کشی سے اپنی مارے گئے ہم آخر
عاشق اگر ہوئے تھے ناز و غرور کیا تھا

Marfat.com

اسے واسے یہ نہ سمجھے مارے پڑینگے ہمیں
اظہار عشق کرنا ہم کو ضرور کیا تھا

مرتا تھا جسکی خاطر اُس کی طرف نہ دیکھا
میرؔ ستم رسیدہ ظالم غیور کیا تھا

دل کو گل کہتے تھے درد و غم سے مرجھا گیا
جی کو مہماں سنتے تھے مہمان سا آیا گیا

عشق سے ہو حال جی میں کچھ تو کہیے بھیو
ایک دن باتیں ہی کرتے کرتے سنایا گیا

جستجو میں یہ تعب کھینچی کہ آخر ہو گئے
ہم تو کھوئے بھی گئے لیکن نہ تو پایا گیا

اک نگہ کرنے میں غارت کر دیا لے والے ہم
دل جو ساری عمر کا اپنا تھا سرمایا گیا

کیا تعجب ہے جو کوئی دل زدہ ناگہ مرے
اضطراب عشق میں جی تن سے گھبرایا گیا

دو کہتے تو کہا اُس مرد خوش کلے سے حریف
شہر میں پھر ہمسے اپنا مُنھ نہ دکھلایا گیا

جیسے پرچھائیں دکھائی دے کے ہو جاتی ہے محو
میرؔ بھی اُس کام جاں کو دو ہیں تھا سایا گیا

ہم مست عشق جسکے تھے وہ بدہ کر گیا
دیکھ اُسکو بیدماغ نشہ سب اُتر گیا

جاں بخشی اُسکے ہونٹھوں کی سُن اب زندگی
ایسا چھپا کہیں کہ کہا جائے مر گیا

کہتے ہیں میرؔ کعبہ گیا ترک عشق کر
راہ دل شکستہ کدھر وہ کدھر گیا

شاید جگر حرارتِ عشقی سے جل گیا
کل دردِ دل کہا سو مرا منھ اُبل گیا

بے یار حیف باغ میں دل ٹک بہل گیا
دے گل کو آگ چار طرف میں نہ جل گیا

اس آہو رمیدہ کی شوخی کہیں سو کیا
دکھلائی دے گیا تو چھلاوا سا چھل گیا

دن رات خوں کیا ہی کیے ہم جگر کو پھر
گر پھول گل سے کوئی گھڑی جی بہل گیا

تیور بدلنے سے تو نہیں اُسکے بے حواس
اندیشہ یہ ہے طور ہی اس کا بدل گیا

ہر چند میں نے شوق کو پنہاں کیا و لے
اک آدھ حرف پیار کا مُنھ سے نکل گیا

کرتے میں تند رہم کہ نہ الفت کریں کہیں
گر دل ضعیف اب کے ہمارا سنبھل گیا

چلنے لگے تھے راہ طلب پر ہزار شکر
پہلے قدم ہی پاؤں ہمارا پھسل گیا

میں دو دو لا تو آگے ہی تھا فرط شوق سے
طور اس کا دیکھ اور بھی کچھ دل دہل گیا

سر اب تلے جھکانے بہت خاک کی طرف
شاید کہ میرؔ جی کا دماغی خلل گیا

Marfat.com

عشق رسوائی طلب نے مجھ کو سرگرداں کیا
آیا خرابی سر پہ لایا صومعہ ویراں کیا

ہم سے تو جز مرگ کچھ تدبیر بن آتی نہیں
تم کہو کیا تم نے دردِ عشق کا درماں کیا

داخل دیوانگی ہی تھی ہماری عاشقی
یعنی اس سودے میں ہم نے جان کا نقصاں کیا

شکر کیا اُس کی کریمی کا ادا بندے سے ہو
یعنی اک ناچیز مشتِ خاک کو انساں کیا

تیغ سی بھوویں جھکائیں برچھیاں سی مژہ
خون کا مجھ بے سر و پا کے بلا ساماں کیا

ایک ہی انداز نے اُس کافر بے مہر کے
ساکنانِ کعبہ کو بے دین و بے ایماں کیا

لکھنؤ دلی سے آیا یاں بھی رہتا ہے اداس
میر کو سرگشتگی نے بے دل و حیراں کیا

دل سنبھالے کہیں ہیں کل جو چلا جاتا تھا
ضعف اتنا تھا کہے بات تو دھنسا جاتا تھا

بید امی کا سماں دیکھنے کی کس کو تاب
آنکھیں ملتا تھا جو وہ جی ہی ملا جاتا تھا

سوزشِ دل کے سبب مرگ نہ تھی عاشق کی
اپنی غیرت سے وہ کچھ آپ ہی جلا جاتا تھا

بہلا دے ہے حقیری ست مجھے اب وہ بھی
جب سسکتے سے نہ بات کہے سے بن جاتا تھا

میر کو واقعہ کیا جانیے کیا تھا درپیش
کہ طرف دشت کے جوں سیل چلا جاتا تھا

ترک لباس سے میرے اُسے کیا وہ رفتہ رعنائی کا
جامہ کا دامن پاؤں میں اُلجھا ہاتھ نکالا کلائی کا

پاس سے اُٹھ چلتا ہے وہ تو آپ میں میں رہتا ہی نہیں
لیجاتا ہے جا ہے مجھ کو جانا اُس ہرجائی کا

حال نہ میرا دیکھے ہے نہ کہے سے تامل ہے اُسکو
محو ہے وہ خود آرائی کا یا بیخود ہے خود رائی کا

ظاہر تیرِ خورشید ہوا وہ نور ملا تنے پنہاں ہے
خالی نہیں ہے حسن سے چھپنا ایسے بھی پیدائی کا

یاد میں اُس کی قامت کی میں لوہو رو رو سوکھ گیا
آخر یہ خمیازہ کھینچا اُس کج رو بالائی کا

بعدِ مرگ چراغ نہ لادے گور پہ وہ عاشق کی آہ
جینے جی بھی ثابت ہی تھا میں اُس کی بے پروائی کا

یہ دو فاخوان زماں سے سادہ ہو سو رہتے میر
قصہ ہے مشہور زمانہ پہنے دونوں بھائی کا

پھرے ہے وحشی سا سرگشتہ عشق کا تیرا
بھنوں سے ہاتھ ہیں بیگانہ آشنا تیرا

دریغ و درد تجھے کیوں ہی ہاں توجہ ہی گئے
ہوا ہے ایک نگہ میں زیاں کیا تیرا

جہاں بھرا ہے ترے شورِ حسن و خوبی سے
لبوں پہ لوگوں کی ہے ذکر جا بجا تیرا

Marfat.com

نگاہ ایک ادھر ایک تیغ تیز کی اور
ہمارا خون ہی کرتا ہے مدعا تیر

نظر کنھوں نے نہ کی حال میر پر افسوس
غریب شہر وفا تھا وہ خاک یا تیرا

صورت شیریں کے آگے کام اپنا کر گیا
عشق میں کس حسن سے فرہاد ظالم مر گیا

خانہ آبادی ہمیں بھی دل کی یوں ہے آرزو
جیسے جلوے سے ترے گھر آرسی کا بھر گیا

میر سختی کش تھا غافل پر خدا اے خیر کی
حادثے کا کیسا اس کے سر پہ سے پتھر گیا

گیا عشق سو پھر مجھے غم رہا
مژہ نم رہیں حال درہم رہا

ضعیف و قوی دونوں رہتے نہیں
نہ یاں زال ٹھہرا نہ رستم رہا

سحر جلوہ کیوں کر رہے گل ہو گیا
یہ اندیشہ ہر رات ہر دم رہا

ہوا غم مجھے خوں جگر میں نہیں
اگر آنسو آتے کوئی تھم رہا

رہی آتی آندھی سی سینے میں میر
بہت دن تڑپنے کا اودھم رہا

کعبے گیا مدینے گیا کربلا گیا
جیسا گیا تھا ویسا ہی چل پھر کے آ گیا

دیکھا ہو کچھ اس آمد و شد میں تو میں کہوں
خود گم ہوا ہوں بات کی تہ اب جو پا گیا

کپڑے گلے کے میرے نہ ہوں آبدیدہ کیوں
مانند ابر دیدۂ تر اب تو چھا گیا

جاں سوز آہ و نالہ سمجھتا نہیں ہوں میں
یک شعلہ میرے دل سے اٹھا تھا جلا گیا

وہ مجھ سے بھاگتا ہی پھرا کبر و ناز سے
جوں جوں نیاز کر کے میں اس سے لگا گیا

جور سپہر دوں سے برا حال تھا بہت
میں شرم ناکسی سے زمیں میں سما گیا

دیکھا جو راہ جاتے تبختر کے ساتھ اسے
پھر مجھ شکستہ پا سے نہ اک دم رہا گیا

بیٹھا تو بوریے کے تئیں سر پہ رکھ کے میر
صف کس ادب سے ہم فقرا کی اٹھا گیا

عشق کی ہے بیماری ہم کو دل اپنا سب درد ہوا
رنگ بدن میت کے رنگوں جیتے جی ہی یہ زرد ہوا

سب بھی نہ سر کھینچا تھا ہم نے آخر مر کر خاک ہوئے
اب جو غبار ضعیف اٹھا تھا پامالی میں گرد ہوا

Marfat.com

عشق کیا کیا آفتیں لاتا رہا
آخر اب دوری میں جی جاتا رہا

مہر و مہ گل پھول سب تھے پر ہمیں
چہرئی چہرہ ہی وہ بھاتا رہا

دل ہوا کب عشق کی رہ کا دلیل
میں تو خود گم ہی اُسے پاتا رہا

مُنھ دکھاتا برسوں وہ خوش رو نہیں
چاہ کا یوں کب تلک ناتا رہا

کچھ نہ میں سمجھا جنون و عشق میں
دیر ناصح مجھ کو سمجھاتا رہا

داغ تھا جو سر پہ میرے شمع ساں
پاؤں تک مجھکو وہی کھاتا رہا

کیسے کیسے رک گئے ہیں میر ہم
مدتوں منھ تک جگر آتا رہا

اوصافِ موے شعر سے الجھاؤ پڑ گیا
دانتوں کو سلک در جو کہا میں سو لڑ گیا

جیتے جی یہ ملا نہ رہا سو رہا غریب
جو دل شکستہ ساتھ سے اس کے بچھڑ گیا

کیا اُس کے دل جلے کی تمامی میں دیر ہو
جیسے چراغِ صبح شتابی نبڑ گیا

فرہاد پہلوان محبت پہاڑ تھا
بیطاقتی جو دل نے بہت کی تھپیڑ گیا

گل رنگ شاخ پہ نکلا بہار میں
آنکھیں سی کھل گئی ہیں جو مرجھا کے جھڑ گیا

یاں حادثے کی باؤ سے ہر اک شجر حجر
کیسا ہی پائدار تھا آخر اُکھڑ گیا

سرماوے سرو وہ ہووے اگر آدمی روش
وصف اُسکے قد کا میر سے سنکر اکڑ گیا

جان اپنا جو ہم نے مارا تھا
کچھ ہمارا اسی میں وارا تھا

کون لیتا تھا نام مجنوں کا
جب کہ عہدِ جنوں ہمارا تھا

کوہِ فرہاد سے کہیں آگے
سر مرا اور سنگِ خارا تھا

ہم تو تھے محوِ دوستی اُس کے
گو کہ دشمن جہان سارا تھا

لطف سے پوچھتا تھا ہر کوئی
جب تلک لطف کچھ تمہارا تھا

آستاں کی کسو کی خاک ہوا
آسماں کا بھی کیا ستارا تھا

پانوں چھاتی پہ میرے رکھ چلتا
یاں کبھو اسکا یوں گزارا تھا

موسمِ گل میں ہم نہ چھوٹے حیف
گشت تھا دید تھا نظارا تھا

اُسکی ابرو جو ٹک جھکی ادھر
قتل کا تیغ سے اشارا تھا

Marfat.com

عشقبازی میں کیا موئے ہیں میر
آگے ہی جی اُنھوں نے ہارا تھا

خوب کیا جو اہلِ کرم کے جود کا کچھ نہ خیال کیا
ہم جو فقیر ہوئے تو ہم نے پہلے ہی ترک سوال کیا

روندے کے جور سے اُن نے ہمکو پاؤں حنائی اپنے کیے
خون ہمارا بسمل گہ میں کن رنگوں پامال کیا

نکلے ہے گر گھاس جلی بھی خاک سے اُلفت کشتوں کی
یہ بالیدہ سپہر پھرے ہے گویا اُن نے نہال کیا

دل جو ہمارا خون ہوا تھا رنج والم میں گزر ہی گیا
یعنی ماتم اس رفتہ کا ہم نے ماہ و سال کیا

میر سدا بیحال رہو ہو مہر و وفا سب کرتے ہیں
تم نے عشق کیا سو صاحب کیا یہ اپنا حال کیا

ہم کوئے مغاں میں تھے ماہ رمضان آیا
صد شکر کہ مستی میں جانا نہ کہاں آیا

گو قدر محبت میں تھی سہل مری لیکن
سستا جو بکا میں تو مجکو بھی گراں آیا

رسم اُٹھ گئی دنیا سے اک بار مروت کی
کیا لوگ زمیں پر ہیں کیسا یہ سماں آیا

یہ نفع ہوا نقصاں چاہت میں کیا جی کا
کی ایک نگہ اُن نے سو جی کا زیاں آیا

بلبل بھی تو نالاں تھی پر سارے گلستاں میں
اک آگ لگی میں جب سرگرم فغاں آیا

طائر کی بھی رہتی ہے پھر جان چمن ہی میں
گل آئے جہاں وہ بھی جو آب رواں آیا

خلوت ہی رہا کی ہے محفل میں تو یوں اُس کی
ہوتا ہے جہاں یکجا میں میر جہاں آیا

خون ہوا دل چاہیے جیسا گو اب کام سے جا دے گا
کام اپنے وہ کیا آیا جو کام ہمارے آوے گا

آنکھیں لگی رہتی ہیں اکثر چاکِ قفس سے اسیروں کی
جھونکا بادِ بہاری کا گلبرگ کوئی یاں لا دے گا

فتنے کتنے جمع ہوئے ہیں زلف و خال و خد و قد
کوئی نہ کوئی عہد میں میرے سر ان میں سے اُٹھاویگا

عشق میں تیرے کیا کیا شکر یار گئی کر جاتے ہیں
یعنی غم کھاتے ہیں بہت ہم غم بھی ہمکو کھا دے گا

ایک نگہ کی اُمید بھی اُسکی چشمِ شوخ سے ہمکو نہیں

ادھر اودھر دیکھے گا پر ہم سے آنکھ چھپاوے گا

اب تو جوانی کا یہ نشہ ہے بیخود تجکو رکھے گا
ہوش گیا پھر آوے گا تو دیر تلک پچھتاوے گا

دیر سے اِس اندیشہ نے ناکام رکھا ہے میر ہمیں
یانوں چھوئیں گے اُس کے ہم تو وہ بھی ہاتھ لگاوےگا

بہار آئی چلو چمن میں ہوا کے اوپر بھی رنگ آیا
کہاں تلک گل نہ ہووے غنچہ رہا مندے منھ سو تنگ آیا

چلے ہیں مونڈھے پھٹی ہے کہنی جیسی ہے چولی پھنسی ہی پھری
قیامت اُس کی ہے تنگ پوشی ہمارا جی تو بہ تنگ آیا

وہی ہے رونا وہی ہے کڑھنا وہی ہے سوزش جوانی کی سی
بڑھاپا آیا ہے عشق ہی میں یہ میر ہم کو نہ ڈھنگ آیا

دل کو کہیں لگنے دو میرے کیا کیا رنگ دکھاؤں گا
چہرے سے خون ناب ملوں گا پھولوں سے گل کھاؤنگا

عہد کیے جاؤں ہوں ابکی آخر مجکو غیرت ہے
تو بھی منانے آوے گا تو ساتھ نہ تیرے آؤنگا

گرچہ نصیحت سب ضایع ہے لیکن خاطر ناصح کی
دل دیوانہ کیا سمجھے گا اور بھی میں سمجھاؤنگا

جھکتے سلام کسو کو کرنا سجدہ ہی ہو جاتا ہے
سر جاوے گو اس میں میرا سر نہ فرو میں لاؤں گا

سر سے سر دادہ یہ سب ہے ہجر کی اُسکی کلفت میں
سر کو کوٹ کے ہاتھ پہ رکھ کے آپ ہی ملنے جاؤنگا

خاک ملا منھ خون آنکھوں میں چاک گریبان تا دامن
صورت حال اب اپنی اس کے خاطر خواہ بناؤنگا

دل کے تئیں اس راہ میں کھو افسوس کناں لب پھرتا ہوں
یعنی رفیق شفیق پھر ایسے میر کہاں میں پاؤں گا

Marfat.com

اگرچہ جہاں میں نے سب چھان مارا ۔۔۔ ولے اسکی نایابی نے جان مارا

قیامت کو جرمانۂ شاعری ہے ۔۔۔ مرے سر سے میرا ہی دیوان مارا

رہائی ہے اس صید افگن سے مشکل ۔۔۔ گیا سانجھ تو صبح پھر آن مارا

لگا آتشیں نالہ شب اپنے دل کو ۔۔۔ اس انداز سے جیسے اک بان مارا

قیامت کا عرصہ ہوا ہے میر درہم
مرے شور و زاری نے میدان مارا

جگر خوں کیا چشم نم کر گیا ۔۔۔ گیا دل سو ہم پر ستم کر گیا

ان آنکھوں کو نرگس لکھا تھا کہیں ۔۔۔ مرے ہاتھ دونوں قلم کر گیا

شب اک شعلہ دل سے ہوا تھا بلند ۔۔۔ تن زار میرا بھسم کر گیا

مرے مزرع زرد پر شکر ہے ۔۔۔ کل اک ابر آیا کرم کر گیا

نہ اک یار وعدہ وفا کر سکا ۔۔۔ بہت بار قول و قسم کر گیا

فقیری میں تھا شیب بار گراں ۔۔۔ قد راست کو اپنے خم کر گیا

بکائے شب و روز اب چھوڑ میر
نواح آنکھوں کا تو ورم کر گیا

یاری کیے کسو کا کاہیکو نام نکلا ۔۔۔ ناکام عشق تب تو عاشق کا نام نکلا

ہنگامے سے جہاں میں ہنسنے جنوں کیا تھا ۔۔۔ ہم جسطرف سے نکلے ساتھ اژدحام نکلا

پامالی خطر سے نکلا نہ کبک اودھر ۔۔۔ جیدھر سے ناز کرتا وہ خوش خرام نکلا

جنگ زمانہ میں تو صحبت ہی عشق ہی کا ۔۔۔ بیجا ہوا دل اپنا جب وہ مقام نکلا

جانا تھا مجکو تم نے تو پختہ مغز ہوگا
دیکھا تو میر تیرا سودا ابھی خام نکلا

نے ہمسے کچھ نہ اس ستم ایجاد سے ہوا ۔۔۔ ظلم صریح عشق کی امداد سے ہوا

شیریں کا حسن ایسا تھا جو خستہ جان ہیں ۔۔۔ جو کچھ ہوا سو خواہش فرہاد سے ہوا

خوش زمزمہ طیور ہی ہوتے ہیں میر اسیر
ہم پر ستم یہ صبح کی فریاد سے ہوا

زار کیا بیمار کیا اس دل نے کیا آزار کیا ۔۔۔ داغ سے تن گلزار کیا سب آنکھوں کو خونبار کیا

Marfat.com

جرم ہے ہم الفت کشتوں کا لگ پڑنے سے شوخ ہوا
چاہا ہمنے کیا کیا تھا پر اپنا چاہا کچھ نہ ہوا
پیش گئی کب پیش زمانہ طبع سخن پر کس کس کے

اب کہتے ہیں دل میں اپنے ہمنے اُسے کیوں پیار کیا
عزت کھوئی ذلت کھینچی عشق نے خوار و زار کیا
اک گردش میں پھرنے جیسے سطح زمیں ہموار کیا

سادگی پیری سے آہ نہ جانا جی ہی اس میں جاتا ہے
عشق کا اُس پُرکار کے میں نے لوگوں میں اصرار کیا

سینے کا سوز بہت بھڑکا جلا تن مارا
صورت اُسکی مری کھینچی تھی گلے لگے ہوئے

جامہ زیبوں نے غضب آگ پہ دامن مارا
سو جفا کار نے نقاش کو گردن مارا

دل ہی میں خون ہوئی وصل کی خواہش میر
ہم نے آزادگی ہجر سے کیا من مارا

پیری میں بے دنداں ہو بیٹھے پر افسوس یہ ہمکو رہا
کیا روداد کہیں ہم اپنی گریۂ زار محبت کی

دانت تمھارے منہ میں گئے ہیں اس مغرور نے یوں کہا
رونا سا کوئی روئے ہیں آنکھوں سے اک رود بہا

صبر مرا سا ہجر میں یہ ہو نہ سکے گا انساں سے
جور و جفا و ستم جو گزرے سب کچھ میں نے میر سہا

چاہت کیا اظہار کیا سو اپنا کام خراب ہوا
ساری ساری راتیں جاگے عجز و نیاز و زاری کی
کیا کہیئے مہتاب میں شب کی وہ بھی ٹک آ بیٹھا تھا
شمع جو آگے شام کو آئی رشک سے جلکر خاک ہوئی

اس پردے کے اُٹھ جانے سے آسو تجھسے حجاب ہوا
تب جا کر ملنے کا اُسکے صبح کے ہوتے جواب ہوا
تاب رخ اس مہ نے دیکھی سو درجے بیتاب ہوا
صبح گل تر سامنے ہو کر جوش شرم سے آب ہوا

مرتے نہ تھے ہم عشق کے رفتہ بے کفنی سے غنی میر
دیر میسر اس عالم میں مرنے کا اسباب ہوا

تھا محبت سے کبھو ہم میں کبھو یہ غم میں تھا
کیا ہوا پہلو سے دل کیا جانو کیا جانے ہوئیں

دل کا ہنگامہ قیامت خاک کے عالم میں تھا
ایک قطرہ خوں جھمکتا صبح چشم نم میں تھا

میر گزرے دونوں یاں عید و محرم ایک سے
یعنی دس دن جینے کے میں نے ہی ماتم میں تھے

وفاداری نے جی مارا ہمارا
چڑھی تیوری کبھو اُسکی نہ اُتری

اسی میں ہو گا کچھ وارا ہمارا
غضب ہے قہر ہے پیارا ہمارا

Marfat.com

رہا افسوس آنکھیں تر ہوئیں تو
کہ آنسو تھا جگر یارا ہمارا
نہ بارے یاوری طالع نے کچھ کی
گیا بے یار سے یارا ہمارا
گلہ لب تک نہ آیا میر ہرگز
کھپا جی ہی میں غم سارا ہمارا

ردیف بائے موحدہ

ہوا جو دل خوں خرابی آئی ہر ایک اعضا میں ہے فتور اب
حواس گم ہیں دماغ گم ہے رہا سہا بھی گیا شعور اب
پھریں گے غائب ہزاریوں تو نظر میں ہرگز نہ لاوے گا تو
کرینگے ضایع ہم آپ ہی کو تبنگ ہو کر ترے حضور اب

وجوب و امکاں میں کیا ہے نسبت کہ میر بندے کا پیش صاحب
تمہیں ہے ہونا ضرور کچھ تو مجھے بھی ہونا ہے کیا ضرور اب

گیا گئی جان و دل سے تاب شتاب
آنسو آتے ہیں اب شتاب شتاب
ہنگی وے پلکیں اور رکی رخنے
حال دل ہو گیا خراب شتاب
یوں صبا بھی سبک نہیں جاتی
جوں گیا موسم شباب شتاب
پیر ہو کر ہوا ہوں یوں غافل
جیسے لڑکوں کو آوے خواب شتاب
مرتے ہیں ہو جواب نامہ وہی
آوے خط کا اگر جواب شتاب
مہربانی تو دیر میں ہے کبھو
ہے دل آزاری عتاب شتاب
یاں قدم چاہیے رکھیں گن کر
میر لے ہے کوئی حساب شتاب

بیکار بھی درکار ہیں سرکار میں صاحب
آتے ہیں تجھے ہم کبھی بیگار میں صاحب
محروم نہ رہ جائیں کہیں بعد فنا بھی
شبہہ ہے ہمیں یار کے دیدار میں صاحب
عیشق ہے ہوا رنگ سراپا سے تمھارے ہمیں
معلوم نہیں ہوتے ہو گلزار میں صاحب
رہتا تھا سر زلف بھی زیر کلہ آ گے
سو بال اُرس نکلے ہیں دستار میں صاحب
ہے چار طرف شور مری بےخبری کا
کیا کیا خبریں آتی ہیں اخبار میں صاحب

Marfat.com

گو فہم نہ ہو کفر کی اسلام کی نسبت — رشتہ ہے عجب سبحہ و زنار میں صاحب
یا گفتگو کا میری نہ کرتے تھے کبھو ذکر — یا ہر سخن اب آوے ہے تکرار میں صاحب
طالع سے زلیخا نے لیا مصر میں یوسف — کب ایسا غلام آوے ہے بازار میں صاحب
رکھتی ہے لگ ساتھ مٹا دینے کا میرے — جوہر نہیں ہے آپکی تلوار میں صاحب

یہ عرض مری یاد رہے بندگی میں میر
جی بچتے نہیں عشق کے اظہار میں صاحب

درد سر کا بہر بہر سے اب — زندگانی ہے دردسر ہے اب
وہ دماغ ضعیف ہی نہ رہا — بیدماغی ہی بیشتر ہے اب
کیا ہیں ہم تو ہو چلے ٹھنڈے — گرم گو یار کی خبر ہے اب
کیا کہیں حال خاطر آشفتہ — دل خدا جانیے کدھر ہے اب

عزلتی میر جوں صبا اُس بن
خاک بر سر ہے در بدر ہے اب

جوش رونے کا مجھے آیا ہے اب — دیدۂ تر ابر سا چھایا ہے اب
ٹیڑھے بانکے سیدھے سب ہو جائینگے — اُس کے بالوں بھی بل کھایا ہے اب
ہوں بیخود تو کوئی پہونچے مجھ تلک — بیخودی نے حال پہونچایا ہے اب
کا ٹکے ہو جائے سینہ چاک چاک — رُکتے رُکتے جی بھی گھبرایا ہے اب
راہ پر وہ کیونکہ آوے مست ناز — دشمنوں نے اُسکو بہکایا ہے اب
کیا جئیں گے داغ ہو کر خوں ہوا — زندگی کا دل جو سرمایا ہے اب

میر شاید کعبے ہی میں رہ پڑے
دیر سے تو یاں خدا لایا ہے اب

کیا کریں تدبیر دل مقدور سے باہر ہے اب — نااُمید اس زندگانی کرنے سے اکثر ہے اب
جن دنوں ہم کافروں سے ربط تھا وے ہو چکے — وہ بت بیمہر اپنی اور سے پتھر ہے اب
دور تک رسوا ہوا ہوں شہروں شہروں ملک ملک — میرے شعر و شاعری کا تذکرہ گھر گھر ہے اب
وہ طبیعت ہی نہیں ہے میری اے مشفق طبیب — کر دوا جو طبع میں آوے ترے بہتر ہے اب
بیخود اُس مست ادا و ناز بن رہتے ہیں ہم — عالم اپنا دیکھیے تو عالم دیگر ہے اب

Marfat.com

وہ سپاہی پیشہ لوگوں ہی میں رہتا ہے کھڑا
گرد پیش اُس دشمن احباب کے لشکر ہے اب

گفتگو انسان سے محشر میں ہے یعنی کہ میر
سارا ہنگامہ قیامت کا مرے سر پر ہے اب

خلاف وعدہ بہت ہوئے ہو کوئی تو وعدہ وفا کرو اب
ملا کے آنکھیں دروغ کہنا کہاں تلک کچھ حیا کرو اب
خیال رکھیے نہ سرکشی کا سُنو ہو صاحب کہ پیری آئی
خمیدہ قامت بہت ہوا ہے جھکائے ہی سر رہا کرو اب

کہاں ہے طاقت جو میر کا دل سب ان بلاؤں کی تاب لاوے
کرشمے غمزے کو ناز سے ٹک ہماری خاطر جدا کرو اب

ار میرا بہت ہے یار فریب
مکر سے عہد سب قرار فریب
راہ رکھتے ہیں کیسے دام سے صید
ہے بلا کوئی وہ شکار فریب
عہدے سے نکلیں کس طرح عاشق
اک ادا اُس کی ہے ہزار فریب

التفاتِ زمانہ پر مت جا
میر دیتا ہے روزگار فریب

کوئی اپنا نہ یار ہے نہ حبیب
اس ستمگر کے ہم ہیں شہر غریب

سر رگڑتے اس آستاں پر میر
یاری کرتے اگر ہمارے نصیب

ردیف تائے فوقانی

جب سے آنکھیں لگی ہیں ہماری نیند نہیں آتی ہے رات
تکتے راہ رہے ہیں دن کو آنکھوں میں جاتی ہے رات
سخت ہیں کیا ایام جدائی دشواری سے کٹتے ہیں
دن دیواروں سے سر ماروں ہوں پتھر ہے چھاتی ہے رات
جوں دن ہجر کے غم میں اُس کے شام و سحر ہم کرتے ہیں
ورنہ کسے دن خوش آتا ہے کس کے تئیں بھاتی ہے رات

Marfat.com

رات کو جس میں چین سے سوویں سو تو اُس کی جدائی میں
شمع نمط جلتے رہتے ہیں اور ہمیں کھاتی ہے رات

روز و شب کی اپنی معیشت نقل کریں کیا تم سے میر
دن کو قیامت جی پہ رہی ہے سر پہ بلا لاتی ہے رات

ردیف ت

دیر کب رہنا ملے ہے یاں نہیں مہلت بہت
دے گئے فرصت سپہر دوں ہمکو فرصت بہت

کم نہیں دیوانہ ہوتا بھی ہمارا دفعتاً
در پے ہو جاوے خرد ور کی جو بیٹھے مت بہت

گریۂ وزاری سے روز و شب کے شکوے کچھ نہیں
مجکو رونا ہے یہ جی کو اس سے ہے الفت بہت

کیا وداع اس یار کے کوچہ سے ہم مشکل ہوئے
زار باراں لوگ روتے تھے دمِ رخصت بہت

بعد مرگ آنکھیں کھلی رہنے سے یہ جانا گیا
دیکھنے کی میرے اُسکے جی میں بھی حسرت بہت

اُنکے ضایع روزگاری اُسکی جی لایا نہ تاب
آپ کو کر بیٹھے ضایع ہمکو بھی حسرت بہت

آنکھیں جاتی ہیں مندی ضعفِ دلی سے دمبدم
ان دنوں ان کو بھی ادھر ہی سے ہے غفلت بہت

دل گئے پر آجکل سے چپ نہیں مجھکو لگی
گزری اس بھی بات کو اے ہمنفس مدت بہت

دل میں جا کرتا ہے طور میر شاید دوستاں
اُن نے صاحبدل کسو سے رکھی ہے صحبت بہت

چشم رہنے لگی پُرآب بہت
شاید آوے گا خونِ ناب بہت

دیر و کعبے میں اُس کے خواہشمند
ہوتے پھرتے ہیں ہم خراب بہت

دل کے دل ہی میں رہ گئے ارمان
کم رہا موسمِ شباب بہت

مارنا عاشقوں کا گر ہے ثواب
تو ہوا ہے تمھیں ثواب بہت

کہیے بے پردہ کیونکہ عاشق ہیں
ہمکو لوگوں سے ہے حجاب بہت

میر بیخود ہیں اس جناب سے اب
چاہیے سب کو اجتناب بہت

دل نے کام کیے ہیں ضایع دلبر ہے دلخواہ بہت
قدر بہت ہی کم ہے دل کی پر دل میں ہے چاہ بہت

راہ کی بات سُنی بھی ہے تو جانا حرفِ غریب اُس کو
خوبی پر اپنی حُسن پر اپنے پھرتا ہے گمراہ بہت

Marfat.com

حیرت ہے کیونکر ہووے نسبت اپنی اُس سے ربط
بندہ تو ہے عاجز عاجز اُس کو غرور اللہ بہت

شوق کا خط ہو ا رہوا تھا ہاتھ میں لے کر کھولا جب
کہنے لگا کیا کریے لکھے ہے اب تو نامہ سیاہ بہت

سب کہتے ہیں روے توجہ ادھر کرنے کہتا تھا
شاید یوں بھی ظاہر ہووے ہے تو سہی افواہ بہت

اب تو ہے پیری حسرت ہو کر ایک کنارے بیٹھے ہیں
جب تھی جوانی تب تو ہم بھی جاتے تھے درگاہ بہت

کیا گزری ہے جی پہ تمھارے ہم سے تو کچھ میر کہو
آنے لگی ہے دردو الم سے صاحب لب پر آہ بہت

کرتا ہے گرچہ یاروں سے وہ ٹیڑھی بانکی بات
تھی بجلی کی سی لہر کہ آئی چلی گئی
اب تو وفا و مہر کا مذکور ہی نہیں
مرغ اسیر کہتے تھے کس حسرتوں سے ہائے

پر کیا ہی دل کو لگتی ہے اُس بد زباں کی بات
پہونچی ہے اس سرے تئیں طبع رواں کی بات
تم کس سمیں کی کہتے ہو یہ ہے کہاں کی بات
ہم بھی کبھی سنیں گے گلوں کے وہاں کی بات

شب باش اُن نے کہتے ہیں آنے کہا ہے میر
دن اچھے ہوں تو یہ بھی ہو اس مہرباں کی بات

ردیف ثائے مثلثہ

نہیں گر جوشش دل پر گریہ و زاری کا کیا باعث
ہوئے تختے چمن کے چھاتیاں سے عشق داغوں سے

رگیں کا ہیکو چشم تر کی خونباری کا کیا باعث
بہار آنے سے آگے ایسی گلکاری کا کیا باعث

تماشہ ہے کہ اکثر نرگسی زن رہتے ہو ہم پر
ہمیں سے پوچھو تو پھر میر بیماری کا کیا باعث

عہد اُس کا غلط قرار عبث
ہم گلا کاٹتے ہی تھے اپنا
لوہو رونے سے سب نچوڑ لیا

دل ہمارا ہے بیقرار عبث
تو گلے کا ہوا ہے ہار عبث
اب پیے خون روزگار عبث

Marfat.com

آہ وہ کس قدر ہے مستغنی
لوگ اُس کے ہوئے شکار عبث

ہم تو آگے ہی مر رہے ہیں میر
تیغ کھینچے پھرے ہے یار عبث

ردیف جیم عربی

حال بُرا ہے تمکو ہم سے اتنی غفلت کیا ہے آج
کوئی گھڑی تو پاس ہو یاں پھر فرصت کیا ہے آج

سامنے ہو وہ آئینہ پر آنکھ نہیں کھل سکتی ہے
دلتنگی سے رُکے ہے دم کیا کہیے صورت کیا ہے آج

فرق و تیغ جٹے رہتے ہیں جیسے دل کی لاگ لگی
اُس ظالم بیرحم کی میری ایسی صحبت کیا ہے آج

شیشہ صراحی ساغر و مینا سب کل تک بھی حاضر تھے
کوئے بادہ فروشاں میں میری حرمت کیا ہے آج

میر کھڑے اک ساعت ہی میں غش تم کرنے لگتے ہو
تاب نہیں کیا ضعف ہے دل میں جی بے طاقت کیا ہے آج

ہم تو لب خوش رنگ کو اُس کے مانا لعل احمر آج
اور غرور سے اُن نے ہم کو جانا کنکر پتھر آج

عشق کے جو سرگشتہ ہوئے ہم رفتہ رفتہ دوار ہوا
پانوں میں چکر ہوتا ہے یاں سر کو بھی ہے چکر آج

عرش پہ دھونی لگانے کو تھے دود دل سے کب تک ہم
خاک پہ یاں کی درویشانہ ہم نے بچھایا بستر آج

جینے سے ہم غم کشتوں کی خاطر تم بھی جمع کرو
کل تک کام نہیں کھنچنے کا غش آتا ہے اکثر آج

ملکوں ملکوں شہروں شہروں قریہ قصبہ دیہہ و دیار
شعر و بیت و غزل پر اپنے ہنگامہ ہے گھر گھر آج

خط سے آگے مہر و وفا کا دعوی سب کچھ صادق تھا
جامۂ مصحف گو پہنے وہ کون کرے ہے باور آج

دیدہ و دل بھی اُس کے جانب میل کلّی رکھتے ہیں
عشق میں ہم بیکس ہیں واقع یار نہیں ہے یاور آج

Marfat.com

عشق کیا ہو ہم نے کہیں تو عشق ہمارا جی مارے
یوں نہیں نکو رو دلبر اپنا ہم سے ہوا ہے بدتر آج
رحم کی جاگہ کی ہے پیدا شاید اُس کے دل میں بھی
دیکھ رہا ہے منھ کو ہمارے حال ہمارا سُن کر آج
کل کہتے ہیں ہوگی قیامت کل کی کل ہی لیلگے دیکھ
یاں تو قیامت عشق میں اس کے ہیگی اپنے سر پر آج

گرتی ہے جو زلف معنبر آئے ہو بیخود سے پھر
بارے مزاج شریف تمہارا میر گیا کیدھر ہے آج

ردیف جیم فارسی

آگے تو رسم دوستی کی تھی جہاں کے بیچ
اب کیسے لوگ آئے زمین آسماں کے بیچ
میں بید ملغ عشق اُٹھا سو چلا گیا
بلبل پکارتی ہی رہی گلستاں کے بیچ
تحریک چلنے کی ہے جو دیکھو نگاہ کر
ہیئت کو اپنی موجوں میں آبِ رواں کے بیچ
کیا میل ہو سکا پس از مرگ میری اور
رہے جائے گیر عشق کی تب اُستخواں کے بیچ
کیا جانوں لوگ کہتے ہیں کس کو سرورِ قلب
آیا نہیں یہ لفظ تو ہندی زباں کے بیچ
طالع سے بنگئی کہ ہم اس مہ کنے گئے
بگڑی ہی تھی رات اُس کے سگِ پاسباں کے بیچ
اتنی جبین رگڑی کہ سنگ آئینہ ہوا
آنے لگا ہے منھ نظر اس آستاں کے بیچ
خوگر ہوئے ہیں عشق کی گرمی سے خار و خس
بجلی پڑی رہے ہے مرے آشیاں کے بیچ

اُس روئے برفروختہ ہی سے ڈرے ہے میر
یہ آگ جا لگے گی کسی دودماں کے بیچ

صورت پھرے نہ یار کی کیوں چشمِ تر کے بیچ
تاثیر ہے گی اہلِ وفا کی ہنر کے بیچ
خوش سیرتی ہے جس سے کہ ہوتا ہے اعتبار
ہے چوب خشک بو جو نہ ہووے اگر کے بیچ
اُس کے سمندِ ناز کا پامال تو رہوں
اے کاش میری گور کریں رہگذر کے بیچ
منھ اُس کا دیکھ رہیے کہ رفتارِ ناز کو
سر تا قدم ہے لطف ہی اُس خوش پسر کے بیچ
ہر دانۂ سرشک میں تارِ نگاہ ہے
اس رشتہ کی روش کہ جو ہووے گہر کے بیچ

Marfat.com

کیا دل کو خوں کیا کہ تڑپنے لگا جگر / یکتائے روزگار ہیں ہم اس ہنر کے بیچ
ایسا ہوا ہے قیمہ کہ اب ہے حساب پاک / کہیے جو کچھ بھی باقی ہو اپنے جگر کے بیچ

ہے اپنے خانوادے میں اپنا ہی شورِ میر
بلبل بھی ایک ہی بولتا ہوتا ہے گھر کے بیچ

رنج کیا کیا ہم نے کھینچے دوستی یاری کے بیچ / کیا ہوئی تقصیر اُسکی نازبرداری کے بیچ
دوش و آغوش و گریباں دامن گلچیں ہوئے / گلفشانی کر رہی ہے چشم خونباری کے بیچ
ایک کو اندیشۂ کار ایک کو ہے فکرِ یار / لگ رہے ہیں لوگ سب چلنے کی تیاری کے بیچ
منتظر تو رہتے رہتے پھر گئیں آنکھیں نداں / وہ نہ آیا دیکھنے ہم کو تو بیماری کے بیچ
جان کو قید عناصر سے نہیں ہے وارہی / تنگ آئے ہیں بہت اس چاردیواری کے بیچ
روتے ہی گزری ہمیں ہے شب نشینی باغ کی / اوس سی پڑتی رہی ہے رات ہر کیاری کے بیچ
یاد پڑتا ہے جوانی تھی کہ آئی رفتگی / ہو گیا ہوں میں تو مستِ عشق ہشیاری کے بیچ

ایک ہو دیں جو زبانِ دل تو کچھ نکلے بھی کام
یوں اثر لے میر کیا ہو گریہ و زاری کے بیچ

گل منعکس ہوئے ہیں بہت آبجو کے بیچ / جائے شراب پانی بھریں گے سبو کے بیچ
ستھراؤ کر دیا ہے تمنائے وصل نے / کیا کیا عزیز مر گئے اُس آرزو کے بیچ
بحث آپڑی جو لب سے تمھارے تو چپ رہو / کچھ بولنا نہیں تمھیں اس گفتگو کے بیچ
ہم ہیں قلندر آ کر اگر دل سے دم بھریں / عالم کا آئینہ ہے سیہ ایک ہو کے بیچ

گل کی تو بو سے غش نہیں آتا کسو کے تیں
ہے فرق میر پھول کے اور اُسکی بو کے بیچ

ردیف حائے حطی

کیا ہم بیاں کسو سے کریں اپنی بانکی طرح / کی عشق نے خرابی سے اس خانداں کی طرح
جوں سبزہ چل چمن میں لبِ جو یہ سیر کر / عمرِ عزیز جاتی ہے آبِ رواں کی طرح
ہو سقف بے عمد ہو نہیں اُس کا اعتماد / کس خانماں خراب نے کی آسماں کی طرح
اثباتِ بے ثباتی ہوا ہوتا آ گئے تو / کیوں اس چمن میں ڈالتے ہم آشیاں کی طرح

Marfat.com

اب کہتے ہیں بلا ہے کشمکش تیر نگہ
قد جو ہوا ہمارا خمیدہ کماں کی طرح

نقصان جاں صریح تھا سودے میں عشق کے
ہم جان کر نکالی ہے جی کے زیاں کی طرح

دل کو جو خوب دیکھا تو ہوگا مکان ہے
ہے اس مکاں میں ساری وہی لامکاں کی طرح

کل دیکھ آفتاب کو رویا ہوں دیر تک
غصے میں ایسی ہی تھی مرے مہرباں کی طرح

جاوے گا اپنی بھول طرحداری میر وہ
کچھ اور ہو گئی جو کسو ناتواں کی طرح

مر گیا فرہاد جیسے مرتے یارے اس طرح
سر کوئی پتھر سے مارے بھی تو مارے اس طرح

ٹکڑے ٹکڑے کر دکھایا میں نے انکو اسلیے
یعنی جی مار کر دو آئندہ پیارے اس طرح

مست و بیخود ہر طرف پھروں پھرا کرتے ہو تم
حیف ہے آتے نہیں ٹک گھر ہمارے اس طرح

عشق کی کہیے طرح کیا وامق و فرہاد و قیس
بیکسانہ مر گئے وے لوگ سارے اس طرح

جو عرق تحریک میں اس رشک مہ کے منھ پہ ہے
میر کب ہووے ہیں گرم جلوہ تارے اس طرح

پہونچے ہے ہم کو عشق میں آزار ہر طرح
ہوتے ہیں ہم ستم زدہ بیمار ہر طرح

ترکیب و طرح ناز و ادا سب سے دل لگے
اس طرحدار کے ہیں گرفتار ہر طرح

یوسف کی اس نظیر سے دل کو نہ جمع رکھ
ایسی متاع جاتی ہے بازار ہر طرح

جسطرح میں دکھائی دیا اس سے لگ پڑے
ہم کشت و خوں کے ہینگے سزاوار ہر طرح

چھپ لگ کے بام دور سے گلی کوچے میں سے میر
میں دیکھ لوں ہوں یار کو اک بار ہر طرح

ردیف خائے معجمہ

ہے میرے جو سرشک دمادم کا رنگ سرخ
ریزش کا اس کے تختہ ہے سینے کا سنگ سرخ

ردیف دال مہملہ

زردی عشق سے ہے تن زار بدنمود
اب میں ہوں جیسے دیر کا بیمار بدنمود

بے برگی سبے نوائی سے ہیں عشق میں نزار
پائیز دیدہ جیسے ہوں اشجار بدنمود

Marfat.com

ہر چند خوب تجھکو بنایا خدا نے لیک
ہیں خوشنما جو سہل مریں ہم وے ترا

اے ناز پیشہ کبر ہے بسیار بدنمود
خونریزی میں ہماری ہے اصرار بدنمود

پوشیدہ رکھنا عشق کا اچھا تھا حیف میر
سمجھا نہ میں کہ اس کا ہے اظہار بدنمود

کب سے ہے باغ کے پسِ دیوار باش و بود
دنیا میں اپنے رہنے کا کیا طور ہم کہیں

مشکل کریں ہیں جیسے گرفتار باش و بود
زنداں میں یوں کریں ہیں گنہگار باش و بود

بے یار کس کا جینے کو جی چاہتا ہے میر
کرتے ہیں ہم ستمزدہ ناچار باش و بود

جاوے جدائی کا یہ آزار گاہ باشد
اُمیدوار اُسکے ملنے کے جیسے ہم ہیں
گو قدر دل کی کم ہے پر چیز کام کی ہے
کہتا ہوں سو کرے ہے لیکن نہ ہوں ہوں ترا
کہتے تو ہیں گئے سو کب آئے کیا کریں تب
غصے سے اپنے ابرو جو خم کرے ہے ہر دم
غیرت سے عشق کے ڈر کیا شیخ و گبر دینی
وحشت پہ میری مت جا غیرت بہت ہے مجکو

۱۰

اچھا بھی ہووے دل کا آزار گاہ باشد
آنکلے ناز کرتا یاں یار گاہ باشد
لے تو رکھیں تجھیں ہو در کار گاہ باشد
آوے کسو سخن پر تکرار گاہ باشد
جو خواب مرگ سے ہوں بیدار گاہ باشد
وہ اک نگاہ بھی بیٹھے تلوار گاہ باشد
تسبیح کا ہو رشتہ زنار گاہ باشد
ہو بیٹھوں مرنے کو بھی تیار گاہ باشد

ہے ضبط عشق مشکل ہوتا نہیں کسو سے
ڈر میر بھی ہو اس کا اظہار گاہ باشد

تن کو جس جاگہ سے چھیڑدں ہوں ہاں ہی درد درد
ہاتھ لگتے دل کے ہو جاتا ہوں کچھ میں زرد زرد

اب تو وہ حسرت سے آہ و نالہ کرنا بھی گیا
کوئی دم ہونٹھوں تک آجاتا ہی گا ہے سرد سرد

اسکی دوری میں کڑھا کرتے ہیں ہم سب سے زیاد
چھاتی پھٹ جاتی جو یوں رک رک نہ کرتا ترک ستم
خوف کر عاشق کے سر کٹنے کی قطعی ہے دلیل
کچھ بھی نزدیک اُسکے ٹھہرا ہو تو دیکھے بھر نظر

جی گیا آخر رہا دل کو جو غم حد سے زیاد
گزرے اُسکے عشق میں جی پر ستم حد سے زیاد
ہو جہاں شمشیر ابرو اُس کی خم حد سے زیاد
قدر ہے عاشق کی ان آنکھوں میں کم حد سے زیاد

Marfat.com

پاس اُسکے دم بخود پھروں تھے سو طاقت کہاں
بات کہتے میر اب کرتے ہیں ہم حد سے زیاد

شعر دیواں کے میرے کر کر یاد
مجنوں کہنے لگا کہ ہاں اُستاد

خود کو عشق بتاں میں بھول نہ جا
متوکل ہو کر خدا کو یاد

سب طرف کرتے ہیں نکویاں کی
کس سے جا کر کوئی کرے فریاد

دشتی اب گرد باد سے ہم ہیں
عمر افسوس کیا گئی برباد

چار دیواری عناصر میر
خوب جاگہ ہے پر ہے بے بنیاد

ردیف ذال معجمہ

درویشی کی جو سوختگی ہے سو مجھے ہے لذیذ
نان و نمک ہے داغ کا بھی ایک شئے لذیذ

ردیف رائے مہملہ

مست اس چمن میں غنچہ روش بود و باش کر
مانند گل شگفتہ جبیں یاں معاش کر

دل رکھ تو بھی فلک کی زبردستی پہ نہ جا
گرکشتی لگ گئی ہو تو تو بھی تلاش کر

ہے کیا تو جیسے بند ہے مٹھی کہ جا چلا
مست گل کے رنگ منہ کو کھلا راز فاش کر

یوں نہیں ہے سینہ کوبی اگر چاہے دل کی داد
پیشانی کو سلیقے سے دکھلا خراش کر

پھرتا ہے کیا تو میر گلستاں میں غمزدہ
کچھ دل خراش لکھ بھی قلم اک تراش کر

مرتے ہیں ہم تو آدم خاکی کی شان پر
اللہ رے دماغ کہ ہے آسمان پر

جر کٹ تھا دل میں لالہ رخوں کے خیال سے
کیا کیا بہاریں دیکھی گئیں اس مکان پر

عرصہ ہے تنگ صدر نشینوں پہ شکر ہے
بیٹھے اگر تو جا کے کسو آستان پر

آفات میں ہے مرغ چمن گل کے شوق سے
جوکھوں ہزار رنگ کی رہتی ہے جان پر

اس کام جاں کے جلووں کا میں ہی نہیں ہلاک
آفت عجب طرح کی ہے سارے جہان پر

جاتے تو ہیں پہ خواہش دل موت ہے نری
پھر بھی ہمیں نظر نہیں جی کے زیان پر

Marfat.com

تقدیس دل تو دیکھ ہوئی جسکو اُس سے راہ
سر دیں ہیں لوگ اُس کے قدم کے نشان پر
انداز و ناز اتنے اُس اوباش کے ہیں میر
سو سو جوان مرتے ہیں ایک ایک آن پر

شوخی تو دیکھو آپ ہی کہا آؤ بیٹھو میر
پوچھا کہاں تو بولے کہ میری زبان پر

کیا صبر ہم نے جو اُسکے ستم پر
ستم سا ستم ہو گیا اس میں ہم پر
لکھا جو گیا اُسکو کیا نقل کیجے
سخن خونچکاں تھے زبانِ قلم پر
جھکے ٹک جدھر جھک گئے لوگ اودھر
رہے درمیاں تیغ و ابرو کے خم پر
سخن زن ہوں ہرچند دستے نہ آئیں
نہیں اعتماد اُن کے قول و قسم پر

جگر کو سراہا میر اُس رنج کش کے
گیا دو قدم جو ہمارے قدم پر

مجکو ہے سوگند خدا کی میری اور نگاہ نہ کر
چشم سیاہ ملا کر یوں نہیں مجکو خاک سیاہ نہ کر
عشق و محبت یاری میں کیا لطف رکھے ہے گر بضبط
چھاتی پہ ہو جو کوہ الم کا تو بھی نالہ و آہ نہ کر
مانگ پناہ خدا سے بندے دل لگنا اک آفت ہے
عشق نہ کر زنہار نہ کر واللہ نہ کر باللہ نہ کر
گھات ہے میخانے کی بہتر ان شیخوں کے مصلے سے
پاؤں نہ رکھ سجادے پہ انکے ان جادے سے راہ نہ کر

میر نہ ہم کہتے تھے تجھسے حال نہیں کچھ رہنے کا
چاہ بلا ہے جان و دل سے آجانے دے چاہ نہ کر

دل سے دل کی کل بگڑی ہے جی مارا بے کل ہو کر
آج ہوا آنکھوں میں آیا درد و غم سے رو رو کر
ایک سجود خلوص دل سے آہ کیا نہ جوانی میں
سر مارے ہیں محرابوں میں پیری میں قوت کو اب کھو کر
عجب دیدہ خاک ملوں کے حال سے کیا آگاہی تمہیں
راہ چلو ہو ناز کناں دامن کو لگا کر تم ٹھوکر
ایک تو ہم تو ہوتے نہیں ہیں سر بہتیرا مار چکے
اب بہتر ہے تیغ ستم کی جلد لگا کر تو دو کر

جی ہی ملا جاتا ہے اپنا میر سماں یہ دیکھے سے
آنکھیں ملتے اُٹھتے ہیں بستر سے دیر جب سو کر

یہ لطف اور پوچھا مجھ سے خطاب کر کر
کاسے میر تجھ کو کہیں ہم تجکو عتاب کر کر
چھاتی جلی ہے کیسی اُڑتی جو یہ سنی ہے
واں مرغ نامہ بر کا کھایا کباب کر کر
خونریزی سے کچھ آگے تشہیر کر لیا تھا
اس دل زدہ کو اُن نے مارا خراب کر کر

Marfat.com

گنتی میں تو نہ تھا میں پہ کل خجل ہوا وہ
کچھ دوستی کا میری دل میں حساب کر کر

مستی و بیخودی میں آسودگی بہت تھی
پایا نہ چین میں نے ترک شراب کر کر

روپوش ہی رہا وہ مرنے تلک اپنے لیکن
منھ پر نہ رکھا اسکے کچھ میں حجاب کر کر

کیا جانیے کہ دل پر گزرے ہے میر کیا کیا
کرتا ہے بات کوئی آنکھیں پر آب کر کر

جدائی تا جدائی فرق ہے ملتے بھی ہیں آکر
فراق ایسا نہیں ہوتا کہ پھر آتے نہیں جا کر

اگرچہ چپ لگی ہے عاشقی سے مجکو حیرت ہے
کبھو احوال پرسی تو کرو دل ہاتھ میں لا کر

جو جانوں تجھ میں بلبل تہ نہیں تو کیوں زباں دیتا
زباں کر بند سارے باغ میں مجکو نہ رسوا کر

فلک نے باغ سے جوں غنچۂ نرگس نکالا ہے
کہیں کیا جانوں کیا دیکھوں گا چشم بستہ کو وا کر

سبد پھولوں بھرے بازار میں آئے ہیں موسم ہے
نکلکر گوشۂ مسجد سے تو بھی میر سودا کر

اُس رفتہ پاس کس کو لائے تھے لوگ جا کر
پر حیف میں نہ دیکھا بالیں سے منھ اٹھا کر

سُن سُن کے درد دل کو بولا کہ جاتے ہیں ہم
تو اپنی یہ کہانی بیٹھا ہوا کہا کر

آگے زمیں کی تہ میں ہمسے بہت تھے تو بھی
سر پر زمیں اُٹھالی ہم بے تہوں نے آ کر

میرے ہی خوں میں اُن نے تیغہ نہیں سلایا
سویا ہے اژدہا یہ بہتیرے مجھسے کھا کر

دل ہاتھ سے گیا ہے لطف قضا سے میرے
افسوس کھو چلا ہوں ایسے گہر کو پا کر

جو وجہ کوئی ہو تو کہنے میں بھی کچھ آوے
باتیں کرو ہو بگڑی منھ کو بنا بنا کر

اب تو پھرو ہو بے غم تب میر جانینگے ہم
اچھے رہوگے جب تم دل کو کہیں لگا کر

بزم میں منھ ادھر کریں کیونکر
اور نیچی نظر کریں کیونکر

یوں بھی مشکل ہے ووں بھی مشکل ہے
سر جھکائے گزر کریں کیونکر

راز پوشی عشق سے ہے منظور
آنکھیں رو رو کے تر کریں کیونکر

مست و بیخود ہم اسکے در پہ گئے
لوگ اسکو خبر کریں کیونکر

سو رہا بال منھ پہ کھول کے وہ
ہم شب اپنی سحر کریں کیونکر

مہ فلک پر ہے وہ زمیں پر آہ
ان کو زیر و زبر کریں کیونکر

Marfat.com

دل نہیں درد مند اپنا میر
آہ نالے اثر کریں کیونکر

ردیف زائے معجمہ

ہے زیر خاک لاشۂ عاشق طپاں ہنوز
پیدا ہے عشق کشتے کا اُسکے نشاں ہنوز

گردش سے اُسکی خاک برابر ہوئی ہے خلق
اُستادہ روئے خاک پہ ہے آسماں ہنوز

اُس تک پہونچنے کا نہیں ہے حال کچھ وسے
جاتے ہیں گرتے پڑتے بھی ہم ناتواں ہنوز

پروانہ جل کے خاک ہوا پھر اُڑا گیا
اے شمع تیری رہتی نہیں ہے زباں ہنوز

چندیں ہزار جانیں گئیں اس کی راہ میں
ایک آدھ تو بھی مر رہے ہے نیمجاں ہنوز

مدت ہوئی کہ خوار ہو گلیوں میں مر گئے
قصہ ہمارے عشق کا ہے داستاں ہنوز

لخت جگر کے غم میں کہ تھا لعل پارہ میر
رخسار زرد پر ہے مرے خوں رواں ہنوز

دیوانگی کی ہے وہی زور آوری ہنوز
ہر دم نئی ہے میری گریباں دری ہنوز

سر سے گیا ہے سایۂ لطف اُس کا دیر سے
آنکھوں ہی تا پھرے ہے مری وہ پری ہنوز

شوخی سے زار گریہ کے خوں چشم میں نہیں
ویسی ہی ہے مژہ کی بعینہ تری ہنوز

کب سے نگاہ گاڑ رہے ہے یاں روز آفتاب
ہم دیکھتے ہیں جہاں کے تئیں سرسری ہنوز

مبہوت ہو گیا ہے جہاں اک نظر گئی
جاتی نہیں ان آنکھوں سے جادوگری ہنوز

ابر کرم نے سعی بہت کی پہ کیا حصول
ہوتی نہیں ہماری زراعت ہری ہنوز

مدت سے میر بندے ہیں وہ دیں زبر دلیں کی
کرتا نہیں ہے اسکی کوئی دلبری ہنوز

گرچہ آتے ہیں گل ہزار ہنوز
نہ گیا دل سے روئے [illegible] ہنوز

بے قراری میں ساری عمر گئی
دل کو آتا نہیں قرار ہنوز

خاک مجنوں جہاں ہو صحرا میں
واں سے اُٹھتا ہے اک غبار ہنوز

کب سے ہے وہ خلاف وعدہ کے
دل کو اسکا ہے اعتبار ہنوز

قیس و فرہاد پر نہیں موقوف
عشق لاتا ہے مرد کار ہنوز

Marfat.com

برسوں گزرے ہیں اس سے ملتے ولے	صحبت اس سے نہیں برآر ہنوز

عشق کرتے ہوئے تھے بخود میر
اپنا اُنکو ہے انتظار ہنوز

وہ خطط سے ہے محوِ ناز ہنوز	کچھ پذیرا نہیں نیاز ہنوز
کیا ہوا خوں ہوا کہ داغ ہوا	دل ہمارا نہیں گداز ہنوز
سادگی دیکھ اُس جفاجو سے	ہم نہیں کرتے احتراز ہنوز
ایک دن وا ہوئی تھی اُس منھ پر	آرسی کی ہے چشم باز ہنوز

معتبر کیا ہے میر کی طاعت
رہن بادہ ہے جانماز ہنوز

خاک ہو کر اڑیں ہیں یار ہنوز	دل کا بیٹھا نہیں غبار ہنوز
نہ جگر میں ہے خوں نہ دلمیں حزن	درپے خوں ہے روزگار ہنوز

دست بردل ہوں مدتوں سے میر
دل ہے ویسا ہی بیقرار ہنوز

دوستاں حسن و خوبی ہے کیا چیز	ٹھہری ہے جان سی بھی ٹکے کی چیز

ردیف سین مہملہ

مدتِ ہجر میں کیا کریے بیاں یار کے پاس	حال پرسی بھی نہ کی آن کے بیمار کے پاس
حق یہ ہے خواہش دل ہے تو مری آجاتا	جبکہ خونریزی کو بٹھلائیں مجھے دار کے پاس
دراسیری کا کھلا منھ پہ ہمارے کیا تنگ	مرہی رہیئے گا قفس کے در و دیوار کے پاس
آنا اس کا تو دمِ قتل ضروری ہے ولے	کون آتا ہے کسو خوں کے سزاوار کے پاس
پائیے یار اکیلا تو غمِ دل کہیے	سو تو بیٹھا ہی اُسے پاتے ہیں دو چار کے پاس
منھ پہ ناخن کے خراشوں سے لگا دل بہنے	چشمے نکلے ہیں نئے چشمِ جگر بار کے پاس

میں تو تلوار تلے اُسکے لیے بیٹھا میر
وہ کھڑا بھی نہ ہوا آکے گنہگار کے پاس

کل ہاتھ جا رہا تھا دلِ بیقرار پاس	گویا کہ جا رہا کسو سوزندہ نار پاس

Marfat.com

کس جد و کد سے صید ہے مجھکو کیا شکار
ٹھہرا نہ پھر وہ صید فگن اس شکار پاس
اُس گل بغیر پھروں ہوں بلبل سے نالہ کش
کرتے ہیں نی ادر سے تو ہم مرغزار پاس
خوشحال وے جو حال نہیں دلبروں سے دیر
رویا نہ میں تو ایک گھڑی اپنے یار پاس
دوری میں جس کی مر گئے رُک رُک کے میر ہم
نکلا نہ وہ سو ہو کے ہمارے مزار پاس

اب نہیں ہوتی چشم تر افسوس
بہ گیا خون ہو جگر افسوس
دیدنی ہے یہ خستہ حالی لیک
ادھر اس کی نہیں نظر افسوس
عیب ہی عیب میرے ظاہر ہیں
مجکو آیا نہ کچھ ہنر افسوس
میر ابتر بہت ہے دل کا حال
یعنی ویراں پڑا ہے گھر افسوس

ردیف شین معجمہ

نکلے پردے سے روئے یار اے کاش
منہ کرے ٹک ادھر بہار اے کاش
کچھ وسیلہ نہیں جو اُس سے ملوں
شعر ہو یار کا شعار اے کاش
کہیں اُس بحر حسن سے بھر جائے
موج ساں میری بھی کنار اے کاش
برق ساں ہو چکوں تڑپ کر میں
یوں ہی آوے مجھے قرار اے کاش
اعتمادی نہیں ہے یاری غیر
یار ہے ہم سے ہوئے پیار اے کاش
آوے سر رشتۂ جنوں کچھ ہاتھ
ہوں گریبان تار تار اے کاش
میر جنگل تمام بس جاوے
بن پڑے ہمسے روزگار اے کاش

اُس کا خیال آوے عیار کی روش
کچھ اُس کی ہم نے پائی نہ رفتار کی روش
کیا چال ہے گی زہر بھری روزگار کی
سب اس گزندگی ہے سیہ مار کی روش
وہ رفت و خیز گرم تو مدت سے ہو چکی
رہتے ہیں اب گرے پڑے بیمار کی روش
جاتے ہیں رنگ و بوئے گل و آبجو چلے
آئی نہ خوش ہمیں تو یہ گلزار کی روش
مائل ہوا ہے سرو گلستاں کا دل بہت
کچھ آگئی تھی اس میں قد یار کی روش

Marfat.com

زنداں میں جہان کی بہت ہیں خراب حال
کرتے ہیں ہم معاش گنہگار کی روش

یوں سر کھپے ہے عشق میں پھرتے نہیں ہیں میر
اظہار بھی کریں ہیں تو اظہار کی روش

رہتے ہیں بہت دل کے ہم آزار سے ناخوش
بستر پہ گرے رہتے ہیں بیمار سے ناخوش

بجا ما جو متغیر رہے مرا دارِ فنا سے
اس بستی کی میں ہوں در و دیوار سے ناخوش

ہمواری سے ہیں نرم و خشن ایک سے دونوں
خوش ہیں نہ گلِ تر سے نہ ہم خار سے ناخوش

سر رشتۂ دل بند نہیں زلف و کمر میں
کیا جانیے ہم کس لیے ہیں یار سے ناخوش

ہے عشق میں صحبت مرے خوباں کی عجب کچھ
اقرار سے بیزار ہیں انکار سے ناخوش

خوش رہتے ہیں احباب بہم ربط کیے سے
رہتے ہو تمھیں یک مرے پیار سے ناخوش

اک بات کا بھی لوگوں میں چھپٹ اسے کرنا
ہم ہیںگے بہت میر کے بستار سے ناخوش

ردیف صاد مہملہ

طائرِ دل کی طپش سینے میں جانو تم بسمل کا رقص
ان ہی رنگوں ہوتا ہے اس صیدِ طرفہ دل کا رقص

ردیف ضاد معجمہ

کیا کہوں کیسا ہے دلبر خود غرض
خود نما خود رائے و خود سر خود غرض

ردیف طائے مہملہ

دل لگے کے تئیں جگر ہے شرط
بے خبر مت رہو خبر ہے شرط

عشق کے دو گواہ لا یعنی
زردیِ رنگ و چشمِ تر ہے شرط

دل کا لگنا جی کھوتا ہے اسکو جگر ہی پیا ہے شرط
سو تو بہا تھا خون ہو آگے پہلے داو میں ہارے شرط

ردیف ظائے معجمہ

عشق ہمارا جی مارے ہے ہم ناداں ہیں کیا محظوظ
ایسی شے کا زیاں کھینچے تو دانا ہووے کیا محظوظ

Marfat.com

پانی منہ میں بھر آتا ہے اُسکے عقیق لب دیکھ
اب ہی تشنہ کام جدائی میر دگرنہ تھا محظوظ

ردیف عینِ مہملہ

ایک ہی گل کا حسرت کیا ہے میں نے سراپا جیسے شمع
تلووں تک وہ داغ گیا ہے سب مجکو کھا جیسے شمع

ردیف غین معجمہ

ہمارے آگے چمن سے گئی بہار دریغ
دریغ درد و صد افسوس صد ہزار دریغ

دل جگر دونوں پر جلائے داغ
عشق نے کیا ہمیں کھلائے داغ

دل جلے ہم نہیں رہے بیکار
زخم کاری اُٹھائے کھائے داغ

جل گئے دیکھ گرمی اغیار
آئے اس کوچے سے تو آئے داغ

احتیاط صراحی مے سے
ہم نے سجادہ کے دُھلائے داغ

دیکھے دامن کے تیچھے سے دیے
میر نے گر تلے چھپائے داغ

ردیف فا

آج ہمارا سر پھرتا ہے باتیں جتنی سب موقوف
حرف و سخن جو بایکدیگر رہتے تھے سو اب موقوف

کس کو دماغ اب اُس سے رہا یاں آٹھ پہر کی منت کا
ربط اخلاص سے دن گزرے ہیں خلطہ اس سے سب موقوف

اُس کی گلی میں آمد و شد کی گھات ہی میں ہم رہتے تھے
اب جو شکستہ پا ہو بیٹھے ڈھب کرنے کے ڈھب موقوف

وہ جو ملے ہو تو کیا ہے شوق کمال کو پہونچا ہے
وقفہ ہوگا تب ملنے میں ہم بھی کریں گے جب موقوف

جلتے پڑے ہیں چشم تر میں سو سمجھے ایسے تم نہ رہے
رونا کڑھنا عشق میں اُسکے میر کروگے کب موقوف

Marfat.com

ہیں آگے نہ تھا دیدۂ پرآب سے واقف
پلکیں ہوئی تھیں مری خونناب سے واقف

پتھر تو بہت لڑکوں کے کھائے ہیں ولیکن
ہم اب بھی جنوں کے نہیں آداب سے واقف

ہم تنگ خلائق یہ عجب ہے کہ نہیں ہیں
اس عالم اسباب میں اسباب سے واقف

شب آنکھیں کھلی رہتی ہیں ہم منتظروں کی
ہوں دیدۂ انجم نہیں ہیں خواب سے واقف

بل کھائے تھیں بالوں کے ہم جانیں ہیں یا میر
ہیں پیچ و غم و رنج و تب و تاب سے واقف

نظر کیا کروں اسکے گھر کی طرف
نگاہیں ہیں میری نظر کی طرف

چھپاتے ہیں منھ اپنا کامل سے سب
نہیں کوئی کرتا ہنر کی طرف

بڑی دھوم سے ابر آئے گئے
نہ کوئی ہوا چشم تر کی طرف

اُمڈتا دُھند روتے ہیں آنکھوں سے خون
نہیں دیکھتے ہم جگر کی طرف

رہا بے خبر گرچہ ہجراں میں میر
رہے گوش اسکے خبر کی طرف

ردیف قاف

لوگ بہت پوچھا کرتے ہیں کیا کہیے میاں کیا ہے عشق
کچھ کہتے ہیں سر الٰہی کچھ کہتے ہیں خدا ہے عشق

عشق کی شان اکثر ہے ارفع لیکن شانیں عجائب ہیں
گہ ساری ہے دماغ و دل میں گاہے سب سے جدا ہے عشق

کام ہے مشکل الفت کرنا اس گلشن کے نہالوں سے
بوکش ہوکر سیب ذقن کا غش نہ کرے تو سزا ہے عشق

الفت سے پرہیز کیا کر کلفت اس میں قیامت ہے
یعنی درد و رنج و تعب ہے آفت جان و بلا ہے عشق

میر خلاف مزاج محبت موجب تلخی کشیدن ہے
یار موافق ملجاوے تو لطف ہے چاہ مزا ہے عشق

دل کا مطالعہ کر اے آگہ حقائق
ہیں فن عشق کے بھی مشکل بہت دقائق

چھاتی جلوں کے آگے غنچہ ہے نشتر دل
ٹک آشنا ہے مجھسے اس باغ میں شقائق

Marfat.com

ہے راستی کہ انساں مشق ہو اُس ہی سے
بیماری دوستی کی ہے دشمن خلائق

جی سارے تن کا کھنچ کر آنکھوں میں آرہا ہے
کس مرتبہ میں ہم بھی ہیں دیکھنے کے شائق

کل میر جی نے ضائع اپنے تئیں کیا ہے
یہ کام تھا نہ اُن کی شائستگی کے لائق

نزدیک عاشقوں کے زمیں ہے قرار عشق
اور آسماں غبار سر رہگزار عشق

مقبول شہر ہی نہیں مجنوں ضعیف زار
ہے وحشیاں دشت میں بھی اعتبار عشق

گھر جیسے ویسے بزرگوں کے ہیں خراب
القصہ ہے خرابۂ کہنہ دیار عشق

گو ضبط کرتے ہوویں جراحت جگر کے زخم
روتا نہیں ہے کھول کے دل رازدار عشق

مارا پڑا ہے اُنس ہی کرنے میں ورنہ میر
ہے دور گرد وادی وحشت شکار عشق

ردیف کاف تازی

وحشت تھی ہمیں بھی وہی گھربار سے ابتک
سر مارتے ہیں اپنے در و دیوار سے ابتک

مرتے ہی سنا اُن کو جنھیں دل لگی کچھ تھی
اچھا بھی ہوا کوئی اُس آزار سے ابتک

جب سے لگی ہیں آنکھیں کھلی راہ تکے ہیں
سوئے نہیں ساتھ اُسکے کبھو پیار سے ابتک

آیا تھا کبھو یار سو مامول ہم اس کے
بستر پہ گرے رہتے ہیں بیمار سے ابتک

بدعہدیوں میں وقت وفات آن بھی پہونچا
وعدہ نہ ہوا ایک وفا یار سے ابتک

ہے قہر و غضب دیکھ طرف کشتے کے ظالم
کرتا ہے اشارت بھی تو تلوار سے ابتک

کچھ رنج دلی میر جوانی میں کھنچا تھا
زردی نہیں جاتی مرے رخسار سے ابتک

رہا پھول سا یار نزہت سے ابتک
نہ ایسا کھلا گل نزاکت سے ابتک

لبالب ہے وہ حسن معنی سے سارا
نہ دیکھا کوئی ایسی صورت سے ابتک

سلیماں سکندر کہ شاہان دیگر
نہ رونق گئی کس کی دولت سے ابتک

کرم کیا صفت سے نہ ہوں گر کریماں
سخن کرتے ہیں ان کی ہمت سے ابتک

سبب مرگ فرہاد کا ہو گیا تھا
نگوں ہے سر تیشہ خجلت سے ابتک

Marfat.com

لاتو بھی لب کو کہ عیسی کے دم کی
چلی جائے ہے بات مدت سے اب تک

عقیق لب اُسکے کبھو دیکھے تھے میں
بھرا ہے دہن آب حسرت سے اب تک

گئی عمر ساری مجھے عجز کرتے
نہ مانی کوئی اُن نے منت سے اب تک

نہ ہو گو جنوں میر جی کو پر ان کی
طبیعت ہے آشفتہ وحشت سے اب تک

ردیف کاف فارسی

اس رنگ سے جو زرد زبوں زار ہیں ہم لوگ
دل کے مرض عشق سے بیمار ہیں ہم لوگ

کیا اپنے تئیں پستی بلندی سے جہاں کی
اک خاک برابر ہوئے ہموار ہیں ہم لوگ

مقصود تو حاصل ہے طلب شرط پڑی ہے
وہ مطلب عمدہ سے طلبگار ہیں ہم لوگ

خونریزی لڑکوں سے لڑا رہتے ہیں آنکھیں
گر قتل کریں ہمکو سزاوار ہیں ہم لوگ

دل پھنس رہے ہیں دام میں زلفوں کے کسو کی
تنگ اپنے جنوں سے ہیں گرفتار ہیں ہم لوگ

بازار کی بھی جنس یہ جی دیتے ہیں عاشق
سر بیچے پھرتے ہیں گرفتار ہیں ہم لوگ

ان پریوں سے لڑکوں کے بھبھوکے ہیں لئے
حیرت زدہ عشق ہیں دیوار ہیں ہم لوگ

جاتے ہیں چلے قافلے در قافلے اس راہ
چلنے میں تردد نہیں تیار ہیں ہم لوگ

مارے ہی پڑیں کچھ کہیں عشاق تو شاید
حیرت سے ہیں چپ پہ گنہگار ہیں ہم لوگ

گر تجھی نظر میر کی ہو آنکھیں تو ٹک دیکھ
کیا دل زدگاں سادہ میں پرکار ہیں ہم لوگ

کیا چلے جاتے ہیں جہاں سے لوگ
مگر آئے تھے مہمان سے لوگ

پھرے بات بات پر گالی
جاں بلب ہیں تری زبان سے لوگ

شہر میں گھر خراب ہے اپنا
آتے ہیں یاں اس نشان سے لوگ

ایک گردش میں ہیں برابر خاک
کیا جھگڑتے ہیں آسمان سے لوگ

درد دل اُن نے کب سنا میرا
لگے رہتے ہیں اُس کے کان سے لوگ

باد سے بھی لچک لہک ہے انھیں
ہیں یہی سبزے دھان پان سے لوگ

شوق میں تیرے چلے ادھر
ہم خمیدہ قداں کمان سے لوگ

Marfat.com

آدمی اب نہیں جہاں میں میر
اُٹھ گئے اس بھی کارواں سے لوگ

ردیف لام

بلبل نے کل کہا کہ بہت ہم نے کھائے گل
لیکن ہزار حیف نہ ٹھہری ہوائے گل

رعنا جوان شہر کے رہتے ہیں گل بسر
سر پر ہمارے داغ جنوں کے ہیں جائے گل

دل لوٹنے پہ مرغ چمن کے نہ کی نظر
بیدرد گل فروش سبد بھر کے لائے گل

حیف آفتاب میں پس دیوار باغ میں
جوں سایہ واکشیدہ پڑے ہم نہ پائے گل

بوئے گل و نوائے خوش عندلیب میر
آئی چلی گئی ہی کچھ تھی وفائے گل

عشق کی چوٹیں پے در پے جو اُٹھائیں گھائل ہے دل
یوں بیدم ہے اب پہلو میں جوں صید بسمل ہے دل

خون ہوا ہے چاک ہوا ہے جلتے جلتے داغ ہوا
خواہش اُس کو کیا ہے بارے کس کے لیے بیدل ہے دل

عشق کی بجلی آ کے گری سو داغ ہوا ہے سر تا سر
کیا رووے جوں ابر کوئی اس مزرع کا حاصل ہے دل

یوں تو گرہ سینے میں ہمارے درد و غم کی ہو کے رہا
کس سے ظاہر کرتے جا کر کام بہت مشکل ہے دل

آنکھوں کی دیکھا دیکھی ہرگز دل کو اُس سے نہ لگنا تھا
جیسی سزا پہنچا دے کوئی اب اُس کے قابل ہے دل

عمر انساں راہ تو ہے تشویش سے طے ہوتی ہے ولے
دل کے تئیں پہنچے جو کوئی چین کی پھر منزل ہے دل

شہد لب سے اُس کے چپکا جی کا عشرہ کچھ نہ کیا
میر جو دیکھا اپنے حق میں کیا زہر قاتل ہے دل

غم مضموں نہ خاطر میں نہ دل میں درد کیا حاصل
ہوا کاغذ نمط گو رنگ تیرا زرد کیا حاصل

موئے صید زبوں ہم منتظر ہی خاک جی نکلے
سواری سے کسو کے گو اٹھے اب گرد کیا حاصل

Marfat.com

جلتا ہے سوز سینہ میر یوں ہو جائیگی جلکر
اگر دل سے اُٹھے تیرے یہ آہ سرد کیا حاصل

دل تو گداز سب ہے کسکو کوئی کہے دل
نزدیک ہے کہ کہیئے اب ہائے ہائے اے دل

اس عشق میں نکالے ہیں نے بھی نام کیا کیا
خانہ خراب و رسوا بیدین اور بیدل

جوں ابر روئیے کیا دل برق سا ہے بیکل
رکھے ہی رہتے اکثر ہاتھ آسیہ جو رہے دل

دل گو کہ داغ و خوں ہے رہتی ہے لاگ تجھسے
انصاف کر کہ جا کر دکھلا دیں پھر کسے دل

دل کے ثبات سے ہم نومید ہو رہے ہیں
اب وہ سماں ہے خوں ہو رخسار پر بہے دل

عاشق کہاں ہوئے ہم پانچوں حواس کھوئے
اس مخمصے میں ازبس حیراں ہے کیا کرے دل

جاتا ہے کیا کھنچا دل دیکھ اسکو ناز کرتا
آتا نہیں ہمیں خوش انداز بے تہے دل

ہم دردمند اپنا سوزِ دروں ہے بیحد
یارب ہمارے اور کس مرتبہ جلے دل

اے میر اسے ہے نسبت کن حلقہ حلقہ موسے
بیتاب تجھسے گا ہے پُر پیچ ہے گہے دل

حال تو حال زار ہے تا حال
دل وہی بیقرار ہے تا حال

بڑھتی ہے حال کی خرابی روز
گرچہ کچھ روزگار ہے تا حال

خستہ جانی نے تنگ خلق کیا
پر اُسے مجھ سے عار ہے تا حال

حال فکر سخن میں کچھ نہ رہا
شعر میر اشعار ہے تا حال

حال مستی جوانی بھی سو گئی
میر اس کا خمار ہے تا حال

آنکھیں بدحالی سے ٹھہرتی نہیں
شوق دیدار یار ہے تا حال

غم سے حال آنکہ خون دل سوکھا
چشم تر اشکبار ہے تا حال

کھنچتا ہے اُس طرف ہی کو بے اختیار دل
دیوانہ دل بلازدہ دل بیقرار دل

سمجھا بھی تو کہ دل کسے کہتے ہیں دل ہے کیا
آتا ہے جو زباں پہ تری بار بار دل

آزردہ خاطری کا ہماری نہ کر عجب
اک عمر ہم رہا کیے ہیں مار مار دل

وا شد فسردگی سے تری اس چمن میں ہے
دل جو کھلا تو جیسے گل بے بہار دل

میر اسکے اشتیاقِ ہم آغوشی میں نہ پوچھ
جاتا ہے اب تو جی ہی رہا در کنار دل

Marfat.com

ست کرو شور و فغاں سے طائر آزار دل
اب دماغ اُڑتا ہے یا تو نہیں کہ ہوں بیمار دل

رنج و غم بھی کھینچنے کے دن تو یارو ہو چکے
اب نہیں جاتی اُٹھائی کلفت بسیار دل

ردیف میم

شور سے طائر گلزار کے بیزار ہیں ہم
دل اُٹھاتا نہیں اپنا کہ گرفتار ہیں ہم

ن میں چمن میں جی نہیں لگتا یار کدھر کو جاویں ہم
راہ خرابے سے نکلی گھر کی بستی میں کیونکر جاویں ہم

یسی کیسی خرابی کھینچی دشت و در میں سر مارا
خانہ خراب کہاں تک پھریے ایسا ہو گھر جاویں ہم

شق میں گام اول اپنے جی سے گزرنا پیش آیا
اس میدان میں رکھ کے قدم کیا مرنے سے ڈر جاویں ہم

واہ نماز خضوع سے ہووے خواہ نیاز اکسوئے دل
وقت رہا ہے بہت کم اب تو بارے کچھ کر جاویں ہم

کب تک میر فراق میں اُسکے لہو پی جیتے رہیں
بس چلتا نہیں آہ کچھ اپنا ورنہ ابھی مر جاویں ہم

شاید ہم سے ضد رکھتے ہو آتے نہیں ٹک ادھر کم
سب سے گلی کوچوں میں ملو ہو پھرتے رہو ہو گھر گھر تم

کیا رکھیں یہ تم سے توقع خاک سے آکے اُٹھاؤ گے
راہ میں دیکھو افتادہ تو اور لگاؤ ٹھوکر تم

س سے زیادہ ہوتا ہو گا دنیا میں بھی نچلا پن
سو ان کے بیٹھے رہتے ہو حال ہمارا سُن کر تم

طف و مہر و خشم و غضب ہم ہر صورت میں راضی ہیں
حق میں ہمارے کر گزرو بھی جو کچھ جانو بہتر تم

نگ ہمارا جیسا اب ہے کا ہے کو آگے ایسا تھا

Marfat.com

پانوں میں مہندی اپنے لگا کر آفت لائے سر پر تم

لوگ صنم کہتے تھے تم کو ان سمجھے تھے ہم محفوظ
سختی سے سختی کھینچی گئی یعنی نکلے پتھر تم

چپکے سے کچھ آجاتے ہو آنکھیں بھر بھر لاتے ہو
میر گزرتی کیا ہے دل پر کڑھا کرو ہو اکثر تم

پوشاک تنگ پہنے بارے کہاں چلے تم
ہے آج عید صاحب میرے گلے لگے تم
اس نازکی سے گزرے کسکے خیال میں شب
مرجھائے پھول سے ہو جو کچھ ملے دلے تم
کیا ظلم ہے کہ کھینچے شمشیر وہ کھڑے ہے
آزردہ ہونگا پھر میں جاگہ سے جو ہلے تم
کم پائی اس قدر ہے منزل ہے دور اتنی
طے کس طرح کرو گے یارو یہ مرحلے تم
اکثر نڈھال ہیں ہم پر یوں نہیں وہ کہتا
کیا ہے کہ جاتے ہو گے کچھ اتنے ہی ڈھلے تم
یہ جانتے نہ تھے ہم ایسے برے ہوئے ہو
ہو ٹھوکروں پہ جان آئی تم بن گئے بھلے تم

قربانی اُس کی ٹھہری ہے یہ طرح نہ چھوڑیں گے
تکتے ہو میر اودھر تلوار کے تلے تم

یارب اُس محبوب کو پھر اک نظر دیکھیں گے ہم
اپنی آنکھوں سے اُسے یاں جلوہ گر دیکھیں گے ہم
میں کہا دیکھو ادھر ٹک تم تو میں بھی جان دوں
ہنس کے بولے یہ تری باتیں ہیں پر دیکھیں گے ہم
پاس ظاہر سے اُسے تو دیکھنا دشوار ہے
جائیں گے مجلس میں تو ادھر اودھر دیکھیں گے ہم
یوں نہ دینگے دل کسو سیمیں بدن زردوست کو
ابتدائے عشق میں اپنا بھی گھر دیکھیں گے ہم
کام کہتے ہیں سماجت سے کبھو لیتے ہیں لوگ
ایک دن اس کے تئیں جاکر بجبر دیکھیں گے ہم
راہ تکتے تکتے اپنی آنکھیں بھی پتھرا چلیں
یہ نہ جانا تھا کہ سختی اس قدر دیکھیں گے ہم

شورش دیوانگی اسکی نہیں جائے گی لیک
ایک دو دن میر کو زنجیر کر دیکھیں گے ہم

صبر کیا جاتا نہیں ہم سے رہ کے جدا نہ ستاؤ تم
پانوں کا رکھنا گرچہ ادھر کو عار ہی ہے پر آؤ تم
جسکے تئیں پروا ہو کسی کی آنا جانا اُس کا ہے
نیک ہو یا بد حال ہمارا تم کو کیا ہے جاؤ تم

Marfat.com

چپ ہیں کچھ جو نہیں کہتے ہم کارِ عشق کے حیراں ہیں
سوچو حال ہمارا ٹک تو بات کی تہ کو پاؤ تم

میر کو وحشت ہے عشقی قیامت واہی تباہی بکتے ہیں
حرف و حکایت کیا مجنوں کی دل میں کچھ مت لاؤ تم

ظلم ہوئے ہیں کیا کیا ہم پر صبر کیا ہے کیا کیا ہم
آن لگے ہیں گور کنارے اس کی گلی میں جا جا ہم

ہا ہا ہی ہی کر ٹالے گا اس کا غرور دو چنداں ہے
گھگھیانے کا اب کیا حاصل یونہیں کرے ہیں ہا ہا ہم

اب حیرت ہے کس کس جاگہ پنبہ و مرہم رکھنے کی
قد تو کیا ہے سرو چراغاں داغ بدن پر کھا کھا ہم

سیر خیال جنوں کا کریے صرف کریں تا ہم پر سب
پتھر آپ گلی کوچوں میں ڈھیر کیے ہیں لا لا ہم

میر فقیر ہوئے تو اک دن کیا کہتے ہیں بیٹے سے
عمر رہی ہے تھوڑی اسے اب کیونکر کاٹیں بابا ہم

ایک دو دن سنو گے سنا کے رہ گئے ہم
کانپا کرے ہے جی سو ٹھہرا کے رہ گئے ہم

واشد ہوئی سو اپنی پژمردگی سے بدتر
موسم گئے کہ گل سے مرجھا کے رہ گئے ہم

یہ داغ دل کو لیکر آخر کیا کنارا
اس باغ سے گلی میں جا جا کے رہ گئے ہم

سوزِ دروں نے ہم کو پردے میں مار رکھا
جوں شمع آپ ہی کو کھا کھا کے رہ گئے ہم

حیرت سے عاشقی کی پوچھا تھا دوستوں نے
کہہ سکتے کچھ تو کہتے شرما کے رہ گئے ہم

اے وائے دل گئے پر جی بھی گیا ہمارا
یعنی کہ میر برسوں پچھتا کے رہ گئے ہم

حال زخم جگر سے درہم
کاش رکھتے کسو طرف مرہم

دلبروں کو جو بر میں کھینچا ٹک
اس ادا سے بہت ہوئے برہم

آپ کو اب کہیں نہیں پاتے
بیخودی سے گئے ہیں کیدھر ہم

دیر و کعبہ گئے ہیں ہم اکثر
یعنی ڈھونڈھا ہے اسکو گھر گھر ہم

Marfat.com

کہیے کون ہم کو نا ہموار ہے
کوفت سی کوفت اپنے دل پر ہے
اب تو ہیں خاک سے برابر ہم
چھاتی کوٹا کیے ہیں اکثر ہم

اثر کرتا ہے اب کسی کی میر
دیکھیں ہیں سوئے دیدۂ تر ہم

بجا ہے حیرت عشق سے گفتگو کو ہم
خموش دیکھتے رہتے ہیں اس کے رو کو ہم
اگرچہ وصل ہے پر ہیں طلب میں سرگرداں
یہ وہم کا رہی جاتے ہیں جستجو کو ہم
اب اپنی جان سے ہیں تنگ دم رکا ہے بہت
ملا ہی دیں گے تری تیغ سے گلو کو ہم
جلا کے خاک کرے وہ کہ رکھے داغ کرے
لگا دیں آگ سے کیا اپنی گرم خو کو ہم

مرید پیر خرابات یوں نہ ہوتے میر
سمجھتے عارف اگر اور بھی کسو کو ہم

عشق بتوں سے اب نہ کریں گے عہد کیا ہے خدا سے ہم
آجاویں جو یہ ہرجائی تو بھی نہ جاویں جا سے ہم
گریۂ خونیں ٹک بھی رہے تو خاک سی منھ پر اڑتی ہے
شام و سحر رہتے ہیں یعنی اپنے لہو کے پیاسے ہم
اس کی نہ پوچھو دوری میں اُن نے پرسش حال ہماری نہ کی
ہم کو دیکھو مارے گئے ہیں آکر پاس وفا سے ہم
چپکی کیا انواع اذیت عشق میں کھینچی جاتی ہے
دل تو بھرا ہے اپنا تو بھی کچھ نہیں کہتے حیا سے ہم
کیا کیا عجز کریں ہیں لیکن پیش نہیں کچھ جاتا میر
سر رگڑے ہیں آنکھیں ملے ہیں اُس کے حنائی پا سے ہم

چاہیے یوں تھا بگڑی صحبت آپ ہی آکے بناتے تم
رحلت کرنے سے آگے مجھکو دیکھتے آتے جاتے تم
چلتے کہا تا جاؤ سفر کو آؤ گے تو ملے گا
وعدۂ وصل نہ ہوتا تو پھر کس کو جیتا پاتے تم
کیا دن تھے وے دیکھتے تم کو نیچی نظریں کر لیتا

Marfat.com

شرما شرما لوگوں سے جب آنکھیں مجھ کو دکھاتے تم
بستر پہ میں مردہ سا تھا جان سی مجھ میں آجاتی
کیں ہوتا جو رنجہ قدم کر میرے سرھانے آتے تم
دل کے اوپر ہاتھ رکھے ہی شام سحریاں گزرے ہے
حال یہ تھا تو دل عاشق کا ہاتھ میں ٹک تو لاتے تم
خاک سے ہے اصل طینت آدم چاہیے اسکو عجز کرے
بات کی تہ کو کچھ پاتے تو اتنا سر نہ اُٹھاتے تم

چہرہ زرد بجا ہے سارا عشق میں غم کا مارا ہوں
رنگ یہ دیکھا ہوتا تو دل میر کہیں نہ لگاتے تم

صبر بہت تھا ایک سمیں میں جاسے اپنی نہ جاتے ہم
کس کس ناز سے وے آتے پر آنکھ نہ اُن سے ملاتے ہم
کعبہ سے کر نذر اُٹھے سو خرچ راہ لے وے ہوئے
ورنہ صنم خانے میں جا زُنار گلے سے بندھاتے ہم
ہاتھی مست بھی آوے چلا تو اُس سے منھ کو پھیر نہ لیں
پھرتے ہیں سرمستِ محبت مے ناخوردہ ماتے ہم
ہائے جوانی وہ نہ گلے لگتا تو خشمِ عشقی سے
نعل جڑے جاتے چھاتی پہ گل ہاتھوں پر کھاتے ہم

عشق تو کار خوب ہے لیکن میر کھنچے ہے رنج بہت
کاشکے عالمِ ہستی میں بے عشق و محبت آتے ہم

ردیف نون

ضعفِ دماغ سے کیا پوچھو ہو اب تو ہم میں حال نہیں
اتنا ہے کہ طپش سے دل کی سر پر وہ دھمال نہیں
لگا ہے گا ہے اس میں ہم نے منھ اس مہ کا دیکھا تھا
جیسا سال کہ یہ کا گزرا ویسا بھی یہ سال نہیں
بالوں میں اُس کے دل اُلجھا تھا خوب ہوا جو تمام ہوا

Marfat.com

یعنی گیا جب بیچ سے جی ہی تب پھر کچھ جنجال نہیں
ایسی متاعِ قلیل کے اوپر چشم نہ کھولیں اہلِ نظر
آنکھ میں آوے جو کچھ ہووے دنیا اتنی مال نہیں
سرو جہاں کو سیر کیا تھا کبک خرامان دیکھ لیا
اُس کا سا انداز نہ پایا اُس کی سی یہ چال نہیں
دل تو ان میں پھنس جاتا ہے جی ڈوبے ہے دیکھ اُدھر
چاہِ زنخ گو چاہ نہیں ہے بال اس کے گو جال نہیں

کب تک دل کے ٹکڑے جوڑوں میر جگر کے لختوں سے
کسب نہیں ہے پارہ دوزی میں کوئی وصال نہیں

ہے وضعِ کشیدہ کا جو شور اسکی جہاں میں
نکلی ہے مگر تازہ کوئی شاخ کماں میں
ہر طور میں ہم حرف و سخن الگ سے دل کی
کیا کیا کہیں ہیں مرغِ چمن اپنی زباں میں
کیا بادنے بھی دستِ تطاول کو دیا طول
پھیلے پڑے ہیں پھول نئی سج کی خزاں میں
خوش رنگ ہے کس مرتبہ انہار کا پانی
خونناب مرے چشم کا ہے آب رواں میں

رو دو مرے احوال پہ جوں ابر بہت میر
بیطاقتی بجلی کی سی ہے آہ و فغاں میں

دل کے گئے بیدل کہلائے آگے دیکھیے کیا کیا ہوں
محزوں ہوویں مقتول ہوویں مجنوں ہوویں رسوا ہوں
عشق کی رہ میں پاؤں رکھا سو رہنے لگے کچھ رفتہ سے
آگے چل کر دیکھیں ہم اب گم ہوویں یا پیدا ہوں
خار و خس اُلجھے ہیں آپ ہی بحث انھوں سے کیا رکھیں
موج زن اپنی طبع رواں سے جب ہم جیسے دریا ہوں
ہم بھی گئے جاگہ سے اپنی شوق میں اُس ہرجائی کے
عشق کا جذبہ کام کرے تو پھر ہم دونوں یکجا ہوں

کوئی طرف یاں ایسی نہیں جو خالی ہووے اس سے میر
یہ طرفہ ہے شور جرس سے چار طرف ہم تنہا ہوں

Marfat.com

کچھ قدر عافیت کی معلوم کی نہ گھر میں
ہر لحظہ بیقراری ہر لحظہ آہ و زاری
روتے ہی رہنا اکثر یہ جانتا ہے سو تو
یہ بخت دیکھ گاہے آتا ہے آنکھوں میں بھی جا
اب ہجر یار میں ہیں کیا دل زدہ سفر میں
ہر دم ہے اشکباری نومیدی ہے نظر میں
تاب اب نہیں ہے دل میں نے خون ہی جگر میں
پر نقش اُس کے پا کا بیٹھا نہ چشم تر میں

کیا راہ چلنے سے ہے اے میر دل مکدر
تو ہی نہیں مسافر ہے عمر بھی گزر میں

خوبی رو و چشم سے آنکھیں اٹک گئیں
چلتے سمند ناز کی شوخی کو اُس کی دیکھ
ترچھی نگاہیں پلکیں پھریں اُسکی پھر پھریں
بجلی سا مرکب اُس کا کڑک کر چمک گیا
محبوب کا وصال نہ ہم کو ہوا نصیب
موقوف طور نور کا جھمکا تر انہیں
وحشت سے بھر رہی تھی نگہ تیر جان کے
گرد رہ اسکی دیکھتے اپنے اٹھی نہ حیف
بھر دی تھی چشم ساقی میں یا رب کہاں کی مے
پلکوں کی صف کو دیکھ کے بھیڑیں سرک گئیں
گھوڑوں کی باگیں دست سے آچک گئیں
سو فوجیں جو دورستہ کھڑی تھیں ٹھٹک گئیں
لوگوں کے سینے پھٹ گئے جانیں دھڑک گئیں
دل سے ہزار خواہشیں سر کو پٹک گئیں
چمکا جہاں تو برق سا آنکھیں جھپک گئیں
جانیں بسانِ طائرِ بسمل پھڑک گئیں
اب منتظر ہو آنکھیں مندیں یعنی تھک گئیں
مجلس کی مجلسیں نظر اک کرتے چھک گئیں

کیا میر اُس کی نوک پلک سے سخن کرے
بس تیز چھریاں گڑتی جگر دل تلک گئیں

ہم سے اُسے نفاق ہوا ہے وفاق میں
شاید کہ جان و تن کی جدائی بھی ہے قریب
عازم پہونچنے کے تھے دل و عرش تک ولے
احراق اپنے قلب کا رونے سے کب گیا
تحصیل علم کرنے سے دیکھا نہ کچھ حصول
دم ناک میں بقول زنان عاشقوں کے ہے
کم اتفاق پڑتے ہیں یہ اتفاق میں
جی کو ہے اضطراب بہت اب فراق میں
آیا قصور اپنے ہی کچھ اشتیاق میں
پانی کی چار بوندیں ہیں کیا احتراق میں
میں نے کتابیں رکھیں اٹھا گھر کے طاق میں
ہلنا بلا ہے موتی کا اُسکے بلاق میں

اک نور گرم جلوہ فلک پر ہے ہر سحر
کوئی تو ماہ پارہ ہے میر اس رواق میں

Marfat.com

صبح ہوئی گلزار کے طائر دل کو اپنے ٹٹولیں ہیں
یاد میں اُس خود رو گلِ تر کے کیسے کیسے بولیں ہیں

باغ میں جو ہم دیوانے سے جا نکلیں ہیں نالہ کناں
غنچے ہو ہو مرغِ چمن کے ساتھ ہمارے ہولیں ہیں

یار ہمارا آساں کیا کچھ سینہ کشادہ ہم سے ملا
خون کریں ہیں جب دل کو وے بندِ قبا کے کھولیں ہیں

مینہ جو برسے ہے شدت سے دیکھ اندھیری کیا ہے یہ
یعنی تنگ جو ہم آتے ہیں دل کو کھول کے رو دیں ہیں

وہ دھوبی کا کم ملتا ہے میل مل اودھر سے ہے بہت
کوئی کہے اس سے ملنے میں تجھ کو کیا ہم دھولیں ہیں

سرو تو ہے سنجیدہ لیکن پیشِ مصرعِ قدِ یار
ناموزوں ہی نکلے ہے جب دل میں اپنے تولیں ہیں

مرگ[1] کا وقفہ اس رستے میں کیا ہے میر سمجھتے ہو
ہارے ماندے راہ گئے ہیں ہم لوگ کوئی دم سولیں ہیں

غزل میر کی کب پڑھائی نہیں — کہ حالت مجھے غش کی آئی نہیں
زباں سے ہماری ہے صیاد خوش — ہمیں اب اُمیدِ رہائی نہیں
کتابت گئی کب کہ اُس شوخ نے — بنا اُس کے گڈّی اُڑائی نہیں
نسیم آئی میرے قفس میں عبث — گلستاں سے دو پھول لائی نہیں
مری دل لگی اُسکے رو ہی سے ہے — گل تر سے کچھ آشنائی نہیں
نوشتے کی خوبی لکھی کب گئی — کتابت بھی ایک اب تک آئی نہیں
ق
جدا رہتے برسوں ہوئے کیونکہ یہ — کنایہ نہیں بے ادائی نہیں
گلہ ہجر کا سن کے کہنے لگا — ہماری تمہاری جدائی نہیں

سیہ طالعی میری ظاہر ہے اب
نہیں شب کہ اُس سے لڑائی نہیں

[1] میر تقی سے مرگ اک ماندگی کا وقفہ ہے ۔ یعنی آگے چلیں گے دم لیکر ۔ ۱۲

Marfat.com

دل کی لاگ بری ہے ہوتی چنگے بھلے مر جاتے ہیں
آپ میں ہم سے بیخود و رفتہ پھر پھر بھی کیا آتے ہیں

رنگ نہ بدلے چہرہ کا کیونکر آنکھیں بیٹھی جائیں نہ کیوں
کیسے کیسے غم کھاتے ہیں کیا کیا رنج اٹھاتے ہیں

جی ہی جائے ہے میر جو اپنا دیر کی جانب کیا کریے
یوں تو مزاج طرف کعبہ کے بہتیرا ہم لاتے ہیں

دل کی کچھ تقصیر نہیں ہے آنکھیں اس سے لگ پڑیاں
ار رکھا سو ان نے مجھ کو کس ظالم سے جا لڑیاں

ایک نگہ میں مر جاتا ہے عاشق کو چک دل اس کا
زہر بھری کیا کام آتی ہیں گو وے آنکھیں ہوں بڑیاں

عقدے داغِ دل کے شاید دستِ قدرت کھولے گا
ناخن سے تدبیر کے میرے کھلتی نہیں یہ گلجھڑیاں

نحس تھے کیا دے وقت و ساعت جن میں لگا تھا دل اپنا
سال بہر سے اب تو ہم کو ماہ برابر ہیں گھڑیاں

میر بلائے جان رہے ہیں دونوں فراق و وصل اس کے
ہجر کی راتیں وہ بھاری تھیں ملنے کے دن کی یہ کڑیاں

بھلا ہوا کہ دلِ مضطرب میں تاب نہیں
بہت ہی حال برا ہے اب اضطراب نہیں

جگر کا لوہو جو پانی ہو بہ نکلتا ہے
سو ہو چکا کہ مری چشم اب پر آب نہیں

وفور حسن میں دل کی نہیں خریداری
وفا متاع ہے اچھی پہ یاں کے باب نہیں

حساب پاک ہو روز شمار میں تو عجب
گناہ اتنے ہیں میرے کہ کچھ حساب نہیں

گزر ہے عشق کی بیطاقتی سے مشکل آہ
دنوں کو چین نہیں ہے شبوں کو خواب نہیں

جہاں کے باغ کا یہ عیش ہے کہ گل کے رنگ
ہمارے جام میں لوہو ہے سب شراب نہیں

تلاش میر کی اب میکدوں میں کاش کریں
کہ مسجدوں میں تو وہ خانماں خراب نہیں

۱؎ غالب سے جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد ؛ پر طبیعت ادھر نہیں آتی +

Marfat.com

ہم کو کہنے کے تئیں بزم میں جا دیتے ہیں
بیٹھنے پاتے نہیں ہم کہ اُٹھا دیتے ہیں

ان طیوروں سے ہوں میں بھی اگر آتی ہے صبا
باغ کے چار طرف آگ لگا دیتے ہیں

گرچہ ملتے ہیں خنک غیرت مہ یہ لڑکے
دل جگر دونوں کو یک لخت جلا دیتے ہیں

دیر رہتا ہے ہما لاش پہ غم کشتوں کے
اُستخواں اُنکے جلے کچھ تو مزا دیتے ہیں

اس شہ حُسن کا اقبال کہ ظالم کے تئیں
ہر طرف سیکڑوں درویش دعا دیتے ہیں

دل جگر ہو گئے بیتاب غم عشق جہاں
جی بھی ہم شوق کے مارے دل کو دغا دیتے ہیں

کیونکہ اس راہ میں پا رکھیے کہ صاحب نظراں
پاں سے لگوں سیں آنکھیں ہی بچھا دیتے ہیں

ملتے ہی آنکھ ملی اُسکی تو یہ ہم بے تہ
خاک میں آپکو فی الفور ملا دیتے ہیں

طرفہ صناع ہیں اے میر یہ موزوں طبعاں
بات جاتی ہے بگڑ بھی تو بنا دیتے ہیں

جی مارا بیتابی دل نے اب کچھ اچھا ڈھنگ نہیں
رنگ طپیدن کی شوخی سے مُنھ پر سے رنگ نہیں

وہ جو خرام ناز کرے ہے ٹھوکر دل کو لگتی ہے
چوٹ کے اوپر چوٹ پڑے ہے دل ہے میرا سنگ نہیں

ہم بھی عالم فقر میں ہیں پر ہم سے جو مانگے کوئی فقیر
ایک سوال میں دو عالم دیں آج ہے ملک کے تنگ نہیں

ہاتھ پہ ہاتھ دھرے ہو تھکے کیا میر سے طور شتابی ہو
بیٹھا ہو کھڑے پاؤں میں تو کچھ چلنے میں درنگ نہیں

شعر میر بھی پڑھتا ہے تو اور کسو کا لیکر نام
کیونکر کہیے اُس ناداں کو نام سے میرے ننگ نہیں

وہ نہیں اب کہ فریبوں سے لگا لیتے ہیں
ہم جو دیکھیں ہیں تو وہ آنکھ چھپا لیتے ہیں

کچھ تفاوت نہیں ہستی و عدم میں ہم بھی
اُٹھ کے اب قافلۂ رفتہ کو جا لیتے ہیں

نازکی ہائے رے طالع کی نکوئی سے کبھو
پھول سا ہاتھوں میں ہم اُسکو اُٹھا لیتے ہیں

صحبت آخر کو بگڑتی ہے سخن سازی سے
کیا دُرانداز بھی اک بات بنا لیتے ہیں

ہم فقیروں کو کچھ آزار تمھیں دیتے ہو
یوں تو اس فرقے سے سب لوگ دعا لیتے ہیں

چاک سینے کے ہمارے نہیں سینے اچھے
انھیں رخنوں سے دل و جان ہوا لیتے ہیں

میر کیا سادے ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اُسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

تھکے چارہ جوئی سے اب کیا کریں
کہو تم سو دِل کا مداوا کریں

Marfat.com

گلستاں میں ہم غنچہ ہیں دیر سے
کہاں ہم کو پروا کہ پروا کریں

نہیں چاہتا جی کچھ اب سیر ہیں
ہوس دل کو ہو تو تمنا کریں

بخود جستجو میں نہ اُسکے رہے
ہم آپ ہی میں ہیں کسکو پیدا کریں

غضب ہے یہ انداز رفتار عشق
چلے جائیں جی ہم تماشا کریں

بلا شور ہے سر میں ہم کب تلک
قیامت کا ہنگامہ برپا کریں

کہیں دل کی مرغانِ گلشن سے کیا
یہ بے حوصلہ ہم کو رسوا کریں

کھپا عشق کا جوش دل میں بھلا
کہ بدنام ہوویں جو سودا کریں

بُرے حال اُسکی گلی میں ہیں میر
جو اُٹھ جائیں واں سے تو اچھا کریں

ہجر میں روتا ہوں ہر شب میں تو اس صورت سے یاں
ڈے اندھیری مینھ برسے جو کبھو شدت سے یاں

کس قدر بیگانہ خو ہیں مردمانِ شہرِ حُسن
بات کرنا رسم و عادت ہی نہیں الفت سے یاں

اُٹھ گئے ہیں جب سے ہم سونا پڑا ہے باغ سب
شور ہنگام سحر کا بند ہے مدت سے یاں

سر کوئی پھوڑے محبت میں تو بارے اس طرح
مر گیا ہے عشق میں فرہاد جس قدرت سے یاں

دلکشی اس بزم کی ظاہر ہے تم دیکھو تو ہو
لوگ جی دیتے چلے جاتے ہیں کس حیرت سے یاں

صورتوں سے خاکداں یہ عالمِ تصویر ہے
بولیں کیا اہلِ نظر خاموش ہیں حسرت سے یاں

فہم حرفوں کے تنافر کا بھی یاروں کو نہیں
اسپہ رکھتے ہیں تنفر سب مری صحبت سے یاں

پنج روزہ عمر کر لیے عاشقی یا زاہدی
کام کچھ چلتا نہیں اس تھوڑی سی مہلت سے یاں

کیا سرِ جنگ و جدل ہو بیدماغ عشق کو
صلح کی ہے میر نے ہفتاد و دو ملت سے یاں

داغ فراق سے کیا پوچھو ہو آگ لگائی سینے میں
چھاتی سے وہ مہ نہ لگا ٹک اگر اس بھی مہینے میں

چاک ہوا دل ٹکڑے جگر ہے لوہو روئے آنکھوں سے
عشق نے کیا کیا ظلم دکھائے دس دن کے اس جینے میں

گوندھ کے گویا پتی گل کی وہ ترکیب بنائی ہے
رنگ بدن کا تب دیکھو جب چولی بھیگے پسینے میں

Marfat.com

اس صورت کا ناز نہ تھا کچھ دب چلتا تھا ہم سے بھی
جب تک دیکھا اُن نے نہ تھا مُنھ خوب اپنا آئینے میں

لوگوں میں اسلام کے ہوتا شہرت اس رسوائی کی
شیخ کو پھیر گدھے چڑھا کر کے اور مدینے میں

دل نہ ٹٹولیں کاشکے اُس کا سردی مہر تو ظاہر ہے
پاویں اس کو گرم مبادا یار ہمارے کینے میں

میر نے کیا کیا ضبط کیا ہے شوق میں اشکِ خونیں کو
کہیے جو تقصیر ہوئی ہو اپنا لہو پینے میں

اب ہوسناک ہی مردم ہیں ترے یاروں میں
ہم جو عاشق ہیں سو ٹھہرے ہیں گنہگاروں میں

کوچۂ یار تو ہے غیرتِ فردوس ولے
آدمی ایک نہیں اس کے ہواداروں میں

ہو گئے بدحال محبت میں کھنچے آخرکار
لوگ اچھے تھے بہت یار کے بیماروں میں

جی گیا ایک دم سردی کے ساتھ اپنا
ہم جو خوش زمزمہ تھے اُس کے گرفتاروں میں

اب در باز بیاباں میں قدم رکھیے میر
کب تلک تنگ رہیں شہر کی دیواروں میں

عالم علم میں ایک سے ہم ولے حیف ہے اُن کو گیان نہیں
اب کہتے ہیں خلطہ کیسا جان نہیں پہچان نہیں

کس امید پر ساکن ہووے کوئی غریب شہر اس کا
لطف نہیں اکرام نہیں انعام نہیں احسان نہیں

ہائے لطافت جسم کی اُس کے مر ہی گیا ہوں پوچھو مت
جب سے تن نازک وہ دیکھا تب سے مجھ میں جان نہیں

کیا باتوں سے تسلی ہو دل مشکل عشقی میری سب
یار سے کہنے کہتے ہیں پر کہنا کچھ آسان نہیں

شام و سحر ہم سرزدہ دامن سر بگریباں رہتے ہیں
ہم کو خیال اُدھر ہی کا ہے اُن کو ادھر کا دھیان نہیں

جان سکے میں تو آپ بنا ہوں ان لڑکوں میں دیوانہ

Marfat.com

عقل سے بھی بہرہ ہے مجھ کو اتنا میں نادان نہیں
پانؤں کو دامنِ محشر میں ناچاری سے ہم کھینچیں گے
لائق اپنی وحشت کے اُس عرصہ کا میدان نہیں
چاہت میں اس مایۂ جاں کے مرنے کے شایستہ ہوئے
جا بھی چکی ہے دل کی ہوس اب جینے کا ارمان نہیں

شور نہیں یاں سنتا کوئی میر قفس کے اسیروں کا
گوش نہیں دیوارِ چمن کے گل کے شاید کان نہیں

یوں ناکام رہیں گے کب تک جی میں ہے اک کام کریں
رسوا ہو کر مارے جاویں اُس کو بھی بدنام کریں
جس کو خدا دیتا ہے سب کچھ ویسے ہی سب کچھ دیتے ہیں
ٹوپی لنگوٹی پاس اپنے ہم اس پہ کیا انعام کریں
منھ کھولے تو روزِ روشن زلف بکھیرے رات ہے پھر
ان طوروں سے عاشق کیونکر صبح کو اپنی شام کریں
خط و کتابت حرف و حکایت صفحہ ورق میں آجاوے
دستے کے دستے کاغذ ہو جو دل کا حال ارقام کریں
شیخ پڑے محراب حرم میں پہروں دوگانہ پڑھتے ہو
سجدہ ایک اس تیغ تلے کا ان سے ہو تو سلام کریں
دل آسودہ ہو تو رہے ٹک در پہ ہم سو بار گئے
وہ سو بھی کہہ بھیجے ہے باہر جاویں اب آرام کریں

میل گدائی طبع کو اپنے کچھ بھی نہیں ہے ورنہ میر
دو عالم کو مانگ کے لاویں ہم جو ٹک ابرام کریں

پھرا میں صورتِ احوال ہر یک کو دکھاتا یاں
مروت قحط ہے آنکھیں نہیں کوئی ملاتا یاں
خرابہ دلی کا وہ چند بہتر لکھنؤ سے تھا
وہیں میں کاش مر جاتا سراسیمہ نہ آتا یاں

محبت دشمنِ جاں ہے جو میں معلوم یہ کرتا
تو کاہے کو کسو سے میں اپنا دل لگاتا یاں

Marfat.com

کس سے مشابہ کیجے اُس کو ماہ میں ویسا نور نہیں
کیونکر کہیے بہشتی رو ہے اس خوبی سے حور نہیں

شعر ہمارے عالم کے ہر چار طرف کیا دوڑے ہیں
کس وادی آبادی میں یہ حرف و سخن مشہور نہیں

ہم دیکھیں تو دیکھیں اسے پھر پردہ بہتر ہے یعنی
اور کریں نظارہ اُس کا ہم کو یہ منظور نہیں

عزت اپنی تہیدستی میں رکھ لی خدا نے ہزاروں شکر
قدر ہے دستِ قدرت سے یاں حیف ہمیں مقدور نہیں

راہ دور عدم سے آئے بستی جان کے دنیا میں
سویاں گھر اوجڑ ہیں سارے اک منزل معمور نہیں

عشق و جنوں سے اگرچہ تن پر ضعف نحافت ہو لیکن
وحشت گو ہو عرصۂ محشر مجنوں سنئے رنجور نہیں

ہجراں میں بھی برسوں ہم نے میر کیا ہے پاس وفا
اب جو کبھو ٹک پاس بلاوے ہم کو وہ تو دور نہیں

ردیف واو

دیتی ہے طول بلبل کیا سوزش فغاں کو
اک نالہ حوصلے سے بس ہے وداع جاں کو

میں تو نہیں پر اب تک مستانہ کھنچے ہو کر
کہتے ہیں مرغ گلشن سب میری داستاں کو

نالاں تو ہیں تجھی سے پردہ اثر کہاں ہے
گو طائر گلستاں سیکھے مری زباں کو

کیا جانیے کہ کیا کچھ پردے سے ہووے ظاہر
رہتے ہیں دیکھتے ہم ہر صبح آسماں کو

اس چشم سرخ پر ہے وہ ابروئے کشیدہ
جوں ترک مست رکھ لے سر کے تلے کماں کو

میری نگاہ میں تو معدوم سب ہیں وے ہی
موجود بھی نہ جانا اس راہ سے جہاں کو

بعد از نماز تھے کل میخانے کے در اوپر
کیا جانے میر اُٹھ کر واں سے گئے کہاں کو

نہیں ہے تاب تنک تم بھی مت عتاب کرو
نہ گرم ہو کے بہت آگ ہو کے آب کرو

تمھارے عکس سے بھی عکس مجکو رشک سے ہے
نہ دیکھو آئینہ منھ سے مرے حجاب کرو

Marfat.com

خراب عشق تو سرگشتہ ہوں ہی میں تم بھی
پھرا پھرا کے مجھے گلیوں میں خراب کرو

کہا تھا تم نے کہ ہر حرف پر ہے بوسۂ لب
جو باتیں کیں ہیں تو اب قرض کا حساب کرو

ق
ہوا ہے اہل مساجد پہ کام ازبس تنگ
نہ شب کو جاگتے رہنے کا اضطراب کرو

خدا کریم ہے اُسکے کرم سے رکھکر چشم
دراز کھینچو کسو میکدے میں خواب کرو

جہاں میں دیر نہیں لگتی آنکھیں مندتے میر
تمھیں تو چاہیئے ہر کام میں شتاب کرو

وہ نخل سارو سراہوں یا پیچدار موکو
نرمی بھی کاش دیتا خالق ٹک اسکی خوکو

ان گیسوؤں کے حلقے ہیں چشم شوق عاشق
وے آنکھیں دیکھتی ہیں حسرت سے اُسکے روکو

دم کی کشش سے کوشش معلوم تو ہے لیکن
پاتے نہیں ہم اُسکی کچھ طرز جستجو کو

آلودہ خون دل سے صد حرف منھ پر آئے
مرغ چمن نہ سمجھا انداز گفتگو کو

دل میر دلبروں سے چاہا کرے ہے کیا کیا
کچھ انتہا نہیں ہے عاشق کی آرزو کو

عجب گر تیری صورت کا نہ کوئی یار عاشق ہو
جو صحن خانہ میں تو ہو در و دیوار عاشق ہو

تجھے اکبار اگر دیکھے کوئی بیچارہ دل اُس کا
خرام ناز پہ تیرے لٹا گھر بار عاشق ہو

تری چھاتی سے لگنا ہار کا اچھا نہیں لگتا
مباد اس وجہ سے گل رو گلے کا ہار عاشق ہو

ہوا ہے مخترع بیرحم خونریزی بھی کرنے میں
نہ مارے جان سے جبتک منت دار عاشق ہو

سزا ہے عشق میں زرد و زبون و زاری ہونا
نہ عاشق کہیئے ان رنگوں نہ جو بیمار عاشق ہو

پڑے سایہ کسو کا تیرے بستر پہ تو چونکے
وہی ہے کام تجھسے جو کوئی پرکار عاشق ہو

نہیں بازار گرمی ایک دو خواہندہ پر اُسکے
اگر وہ رشک یوسف ہووے تو بازار عاشق ہو

غریبوں کی تو پگڑی جامے تک لیتے ہے اُتروا تو
تجھے اے سیمبر لے بر میں یا جو زردار عاشق ہو

لگو ہو زار باراں رونے چلتے بات چاہت کی
کہیں ان روزوں تم بھی میر صاحب زار عاشق ہو

تو وہ نہیں کسو کا تہ دل سے یار ہو
یکجا دل شکستوں سے اخلاص چار ہو

کیا فکر میں ہو اپنی طرحداری ہی کی تم
ہم دردمند لوگوں سے بیمار دار ہو

مصروف احتیاط رہا کریے رات دن
دینے میں دل کے اپنے جو کچھ اختیار ہو

Marfat.com

دل میں کدورت سے آندھی سی اُٹھنے لگی ہے اب
نکلے گلے کی راہ تو رفع غبار ہو

کھا زہر مر رہیں کہیں کیا زندگی ہے یہ
زلفیں تنک چھوئیں تو ہمیں مار مار ہو

اے آہوانِ کعبہ نہ اینڈو حرم کے گرد
کھاؤ کسو کی تیغ کسو کے شکار ہو

منہ سے لگے گلابی ہوا کچھ شگفتہ تو
تھوڑی شراب اور بھی پی جو بہار ہو

بہتی ہے تیز جدول تیغ جفائے یار
یعنی کہ اک ہی وار لگے کام یار ہو

چھڑیوں سے کر قرار مدار اسکو لائیے
جو میر پھر لڑا نہ کریں بے قرار ہو

دل اُس کے موئے لگ کے پریشاں ہوا نہ تو
اس رو کا مثل آئینہ حیراں ہوا نہ تو

صدرنگ بحث رہتی ہے یاں ذی شعور سے
اے عقلمند وائے کہ ناداں ہوا نہ تو

نزدیک حق کے دین تو اسلام بن ہے کفر
اے برہمن دریغ مسلماں ہوا نہ تو

کتنے دنوں کہا تھا ولا ضبط نالہ کر
پھر شب کو ناشکیبی سے نالاں ہوا نہ تو

ہوتا ہے میر روئے سخن آدمی کے اور
افسوس اے ستمزدہ انساں ہوا نہ تو

کیا کروں میں صبر کم کو اور رنج بیش کو
زہر دو ہم چاشنی کے احباب اس درویش کو

کھول آنکھیں صبح سے آگے کہ شیر اقدس کے
دیکھتے رہتے ہیں غافل وقت گرگ و میش کو

عشق کے بیتاب کی آزار میں مت کر شتاب
جان دیتے دیر لگتی ہی نہیں دلریش کو

دشمن اپنا میں تو نکلا دوستی ہی میں رہا
اب رکھوں کیونکر سلامت جان عشق اندیش کو

مختلط ترسا بچوں سے شیرہ خلطے میں رہا
کن نے دیکھا مسجدوں میں میر کافر کیش کو

نازکی کوئی یہ بھی ٹھسک ہے جی کا ہیکو کڑھاتے ہو
آتے ہو تمکین سے ایسے جیسے کہیں کو جاتے ہو

غیر کی ہمراہی کی عزت جی مارے ہے عاشق کا
بس کبھو جو آتے ہو تو ساتھ اک تحفہ لاتے ہو

مست نہیں ہو بال ہیں بکھرے پیچ گلے میں پگڑی کے
ساختہ ایسے بگڑے رہے ہو تم جیسے مدماتے ہو

Marfat.com

پردہ ہم سے کر لیتے ہو جب آتے ہو مجلس میں
آنکھیں سب سے ملاتے ہو کچھ ہم ہی سے شرماتے ہو

سوچ نہیں یہ فقیر ہے اپنا جیب دریدہ دیوانا
ٹھوکر لگتے دامن کو کس ناز سے تم یاں آتے ہو

رفتہ عشق کسو کا یارو راہ چلے سب کس کے کہے
کون رہا ہے آپ میں یاں تم کس کے تئیں سمجھاتے ہو

صبر بلا یہ کرتے صاحب بیتابی کا حاصل کیا
کوئی مقلب قلبوں کا ہے میر عبث گھبراتے ہو

آج ہمارا سرو کہتا ہے صندل کا بھی نام نہ لو
رنگ اس کا کہیں یاد نہ دے زنہار اس سے کچھ کام لو

یاد آئے وہ کیا تڑپے ہے کیا بیتابی کرتا ہے
کوئی تسلی پھر ہوتا ہے جب تک دل کو تھام نہ لو

میر کہاں تک بے خوبی وہ میں ہوں ٹک جو سلاتا ہوں
بس جو تمھارا کچھ بھی چلے تو ایک گھڑی آرام نہ لو

کیا کیا جھمک گئے ہیں رخسار یار دونوں
رہ رہ گئے مہ و خور آئینہ دار دونوں

تصویر قیس و لیلی ٹک ہاتھ لے کے دیکھو
کیسے ہیں عاشقی کے حیران کار دونوں

دست جنوں نے اب کے کپڑوں کی دھجیاں کیں
دامان و جیب میرے ہیں تار تار دونوں

پرسال کی سی بارش برسوں تئیں پھر ہوئی تھی
ابر اور دیدۂ تر روتے ہیں زار دونوں

دن ہیں بڑے کبھو کے راتیں بڑی کبھو کی
رہتے نہیں ہیں یکساں لیل و نہار دونوں

دل اور برق ابر و فصل گل ایک سے تب
ملتے کہ بیکلی سے ہیں بے قرار دونوں

خوش رنگ اشک خونیں گرتے رہے برس
باغ و بہار ہیں اب جیب و کنار دونوں

اس شاخ گل سے قد کی کیا چوٹ لگ گئی ہے
جو دل جگر ہوئے ہیں خون ایکبار دونوں

چلتے جو اس کو دیکھا جی اپنے کھنچ گئے ہیں
ہم اور میر یعنی ہیں بے اختیار دونوں

کام گئے ہیں شوق سے ضائع صبر نہ آیا یاروں کو
مار رکھا بیتابی دل نے ہم سب غم کے ماروں کو

Marfat.com

جی تو جلا احباب کا مجھ بر عشق میں اُس شعلے کے پر — رو دی نہیں ہی بات کا ہرگز اپنے جانب دارو نکو
آؤ نہیں ور بستہ یعنی مُنہ پر آس سہ یارے کے — صبح تلک دیکھا کرتے ہیں خوش قمت شاہدو نکو
گردش چشم سیہ کاسہ سے جمع نہ رکھو خاطر تم — بھوکا پیاسا مار رکھا ہے تم سے ان نے ہزارو نکو

کوہ کن و مجنون و وامق میر آئے تھے صحبت میں
مُنہ نہ لگایا ہم نے کنھوں نے ایسے ہرزہ کارو نکو

جی رکا رکنے سے پرے کچھ تو — آسماں آگیا ورے کچھ تو
جو نہ ہووے نماز کرے نیاز — آدمی چاہیے کرے کچھ تو
طالع و جذب و زاری و زر و زور — عشق میں چاہیے ارے کچھ تو
جینا کیا ہے جہانِ فانی کا — مرتے جاتے ہیں کچھ مرے کچھ تو

سہمے سہمے نظر پڑے ہیں میر
اسکے اطوار سے ڈرے کچھ تو

رفتنِ رنگیں گلرویاں سے کیا ٹھہراؤ ہو — ساتھ اُن کے چل تماشا کر مُہلے جسکو چاؤ ہو
قد جو خم پیری سے ہو تو سر کا دھننا ہیچ ہے — ہو چکا ہونا جو کچھ تھا اب عبث پچتاؤ ہو
خون کے سیلاب میں ڈوبے ہوؤں کا کیا شمار — ٹک بہے وہ جدولِ شمشیر تو ستھراؤ ہو
تھی وفا و مہر تو بابت دیارِ عشق کے — دیکھیں شہرِ حسن میں اس جنس کا کیا بھاؤ ہو

گریہ خونیں سے ہیں رخسار میرے لعل تر
دیدۂ خونبار یوں ہیں جیسے مُنہ پر گھاؤ ہو

جی کی لاگ بلا ہے کوئی دل جینے سے اُٹھا بیٹھو
ہو کے فقیر گلی میں کسو کی رنج اُٹھاؤ جا بیٹھو
کیا دیکھو ہو آگا پیچھا عشق اگر فی الواقع ہے
ایک دم اس بے چشم درد کی تیغ تلے بھی جا بیٹھو
ایک سماں تھا وصل کا اس کے سیج پہ سوئے پھولوں کی
اب ہے زمانِ فراق بچھونے خار وخسک کے بچھا بیٹھو
کام کی صورت اپنی پیارے کیا بگڑی ہے کیا کہیے
آؤ کبھو مدت میں یاں تو اچھے منہ کو بنا بیٹھو

Marfat.com

ٹیڑھی چال سے اُس کی خائف چپکے کھڑے کیا پھرتے ہو
سیدھی سیدھی دو چار اُس کو جرأت کرکے سنا بیٹھو

ٹیڑھی بھویں دشمن پہ کرو بو عشق و ہوس میں تمیز کرو
یعنی تیغ ستم ایک اُس کو جیتے پھرتے لگا بیٹھو

نکلا خطِ پشتِ لب اُس کا خضر و مسیحا مرنے لگے
سوچے کیا ہو میر عبث اب زہر منگا کر کھا بیٹھو

صبر کہاں جو تم کو کہیے لگ کے گلے سے سو جاؤ
بولو نہ بولو بیٹھو نہ بیٹھو کھڑے کھڑے ٹک ہو جاؤ

برسے ہے غربت سی غربت گور کے اوپر عاشق کی
ابرِ نمط جو آؤ ادھر تو دیکھ کے تم بھی رو جاؤ

میر جہاں ہے مقامرخانہ پیدا یہاں کا نہ پیدا ہے
آؤ یہاں تو داؤ بختیں اپنے تئیں بھی کھو جاؤ

ردیف ہائے ہوز

ہر صد حیف کہ بیگانہ رہا اپنے ساتھ
آشنا یا نہ کی کوئی ادا اپنے ساتھ

تھا وتنا سے اُس سے کہ ہمیشہ ہو وصال
اپنے مطلوب کو ہے ربط سدا اپنے ساتھ

عہد یہ تھا کہ نہ بے وصل بدن سے جاوے
سو جدا ہوتا ہے کی جی نے دغا اپنے ساتھ

رنج نے رنج بہت کھینچے ہو جگر ہم تک
اک بلا میں سے گرفتار بلا اپنے ساتھ

دس گنا دکھنے لگا زخم رکھے مرہم کے
درد کا کام رہی کرتی دوا اپنے ساتھ

وارد شہر ہیں یا دشت میں ہم شوقِ طلب
ہر زماں پھرتا ہے اے میر لگا اپنے ساتھ

گرمی سے عاشقی کی آخر کو ہو رہا کچھ
پانی ہوا ہے کچھ تو میرا جگر جلا کچھ

آزردہ دل ہزاروں مرتے ہی ہم سُنے ہیں
بیماریِ دلی کی شاید نہیں دوا کچھ

وارفتہ ہے گلستاں اس روئے چمپئی کا
بے فصلِ گل پہ گل کا اب وہ نہیں مزا کچھ

وہ آرسی کے آگے پھروں ہے بے تکلف
منھ سے ہمارے اُسکو آتی نہیں حیا کچھ

Marfat.com

دل ہی کے غم میں گزرے دن جو عمر کے تھے / اپر بتا ہے اس نگر سے جاتا نہیں دیا کچھ
منہ کر کبھی میری جانب سوتا نہیں وہ بیہودہ / کیا جانوں اُسکے جی میں ہے اس طرف سے کیا کچھ
دل لے فقیر کا بھی ہاتھوں میں دل دہی کر / آجائے ہے جہاں میں آگے لیا دیا کچھ
یاروں کی آہ وزاری ہووے قبول کیونکر / اُن کی زباں میں کچھ ہے دل میں ہے کچھ دعا کچھ
ساری وہی حقیقت محفوظ سب میں رکھیے / کہیے نمود ہووے جو اس کے ماسوا کچھ
حرف وسخن کی اُس سے اپنی مجال کیا ہے / اُن نے کہا ہے کیا کیا میں نے اگر کہا کچھ

کبتک یہ بد مزاجی پیری تو میر آئی
جانے کے ہو مہیّا اب کر چلو بھلا کچھ

حیرت طلب کو کام نہیں ہے کسو کے ساتھ / جانِ عزیز ابھی ہے مری آبرو کے ساتھ
یکرنگ آشنا ہیں خرابات ہی کے لوگ / سر شیشوں کے پھوٹتے دیکھے سبو کے ساتھ
قمری کا لوہو پانی ہوا ایک عشق میں / آتا ہے اُس کا خونِ جگر آبجو کے ساتھ
خالی نہیں ہے خواہشِ دل سے کوئی بشر / جاتے ہیں سب جہاں سے اک آرزو کے ساتھ
دم میں ہر دم جہاں تئیں گرم تلاش ہوں / سو پیچ و تاب رہتے ہیں ہر ایک مو کے ساتھ

کیا اضطراب عشق سے میں حرف زن ہوں میر
مُنہ تک جگر تو آنے لگا گفتگو کے ساتھ

سر تو بہت بکھیرا پر فائدہ کیا نہ / اُلجھاؤ تھا جو اُسکی زلفوں سے سو گیا نہ
وے زلفیں عقدہ عقدہ ہیں آفتِ زمانہ / عقدہ ہمارے دل کا اُن سے بھی کچھ کھلا نہ
غنچے کے دل کی کچھ بھی وا شد بہار آئی / افسوس ہے کہ موسمِ گل کا بہت رہا نہ
رونا ہمارا اُس سے کہہ دیکھیں یار جا کر / حال اُس کا یہ خبر بھی ور رحم کرے ہی یا نہ
کن رس بھی حیف اسکو تھا نہ کہا تو کیا کیا / قطعہ لطیفہ بذلہ شعر و غزل ترانہ
بیمار عشق بیکس جیتا رہے گا کیونکر / احوال گیر کم ہو پہونچی بہم دوا نہ
یوں درمیاں چمن کے لینے تو گئے تھے ہمکو / پر فرطِ بیخودی سے ہم تھے نہ درمیانہ
چھو سکتے بھی نہیں ہیں ہم پیٹے بال اُنکے / ہیں شانہ گیر سے جو یہ ربط کے نرم شانہ
دشت چمن میں ہمکو کل صبح بیشتر تھی / بے اُسکے پھول و گل سے جی ایکدم لگا نہ
صحبت برآر اپنی لوگوں سے کیونکہ ہووے / معقول گو ہم لتنے وے ایسے ہرزہ چانہ

Marfat.com

رگڑے گئے ہیں جبہے از بسکہ اس کے در کے
آئینہ ہو رہا ہے وہ سنگ آستانہ

ہے عینہ ابلتا سیلاب رود کا سا
اے میر چشم تر ہے یا کوئی رود خانہ

ہم فوت سے بندے آزادہ رہ
خدا ہے تو کیا غم ہے دل شاد رہ

جفا میں دل پر ظلم و ستم ہے جور و جفا ہے کیا کیا کچھ
درد و الم ہے کلفت و غم ہے رنج و بلا ہے کیا کیا کچھ

عاشق کے مر جانے کے اسباب بہت ہوتے ہیں
دل بھی لگا ہے شرم و حیا ہے مہر و وفا ہے کیا کیا کچھ

عشق نے دیکر آگ یکایک شہر تن کو پھونک دیا
دل تو جلا ہے دماغ جلا ہے اور جلا ہے کیا کیا کچھ

دل لینے کو فریفتہ کے بہتیرا کچھ ہے یار کنے
غمزہ عشوہ چشمک چتون ناز و ادا ہے کیا کیا کچھ

کیا کیا دیا درا کی سی ہم کرتے رہے اس عالم میں
جیسے آگے سفو مصاحب نہیں ہوا ہے کیا کیا کچھ

حسرت وصل اندوہ جدائی خواہش کاوش ذوق و شوق
دل تو جلا ہوا کھیلا لیکن ساتھ جلا ہے کیا کیا کچھ

کیا کہیے جب میں نے کہا ہے میر سے غمزدہ اسیر تو
اپنی زباں مت کھول تو ان نے اور کہا ہے کیا کیا کچھ

ردیف یائے تحتانی

میں تو تنک صبری سے رہ نہیں سکتا اک دم بھی
ناز و غرور بہت ہے اس کا لطف نہیں ہے کم کم بھی

جامۂ احرام آخر تہ کر دل کی اور توجہ کی
در پہ حرم کے اس لیے تھے ہم کوئی ہے گا محرم بھی

دیکھ ہوا کو طائر گلشن کس حسرت سے کہتے تھے
گل ہی چلے جاتے نہیں یاں چلنے کو بیٹھے ہیں ہم بھی

کیا کیا میں بیتاب رہا ہوں رنج و الم سے محبت کے
ہے عالم کچھ اور ہی میرے دل کے مرض کا عالم بھی

پنبہ و داغ کیا ہے کیا کیا اچھے ہوتے دل کے نہ
زخموں پر چھاتی کے میرے رکھ دیکھو نہ مرہم بھی

گرم ہوا ہی ہوگا جو ہر سیر چمن کی کرتے ہیں
پھول بکھرتے جلتے ہیں کچھ آخر ہے اب موسم بھی

لعل جڑے سینے کو کوٹا چہرے بچے پر خاک ملی
میر کیا ہے جس نے نہایت دل جانے کا ماتم بھی

نقد دل غفلت سے کھویا راہ کھوٹی کر گئے
کارواں جاتا رہا ہم خواب ہی میں مر گئے

کیا کہیں ان نے جو چھیڑا اپنے در پر سے ہمیں
مر گئے غیرت سے ہم جا پر نہ اس کے پھر گئے

واعظا کس کی باتوں پر کوئی جاتا ہے میر
ار سینا نے چلو تم کس کے کہنے پر گئے

Marfat.com

اے کاش کوئی جا کر کہہ دے یار سے بھی
یاں کام جا چکا ہے اب اختیار سے بھی

تا چند بد دماغی کب تک سخن خشن ہو
کوئی تو بات کرے اخلاص و پیار سے بھی

یک معنی شگفتہ سو رنگ بندھ گئے ہیں
الوان گل ہیں ہر سو اُسکی بہار سے بھی

کیا جیب آستیں ہی سیلاب خیز ہے یاں
دریا بہا کریں ہیں میرے کنار سے بھی

باغ وفا سے ہم نے پایا سو پھل یہ پایا
سینے میں چاک تر ہے اب اس انار سے بھی

راہ اسکی برسوں دیکھی آنکھیں غبار لائیں
نکلا نہ کام اپنا اس انتظار سے بھی

جان و جہاں سے گزرا میں میر جنکی خاطر
بچکر نکلتے ہیں وے میرے مزار سے بھی

خوار پھرایا گلیوں گلیوں سر مارے دیواروں سے
کیا کیا اُن نے سلوک کیے ہیں شہر کے عزت داروں سے

دور رہے تو اپنے بجھائیں آگ لگی ہے گلستاں میں
آنکھیں نہیں پڑتی ہیں گل پر سینکتی ہیں انگاروں سے

شور کیا جو میں نے شبانگہ بیتابی سے دل کی بہت
کہنے لگا جی تنگ آیا ان مہر و وفا کے ماروں سے

وہ جو ماہ زمیں گرد اپنا دوپہری تا ہے ان روزوں
شوق میں ہر شب حرف و سخن ہے ہمکو فلک کے تاروں سے

حرف شنو ساتھ اپنے نہیں ہیں ورنہ درآتے قافلہ ساں
راہ میں باتیں کس کس ڈھب کی کرتے ہیں ہم یاروں سے

خستہ ہوا اپنا کیسا ہی کوئی پھر بھی گلے سے لگاتے ہیں
وحشت ایک تمھیں کو دیکھی اپنے سینہ فگاروں سے

داغ جگر داری ہیں اپنی کشتے ثبات دل کی ہیں
ہم نہ گئے جاگہ سے ہرگز قیمہ ہوئے تلواروں سے

حرف کی پہچان اُسکو نہ تھی تو سادہ ہی کچھ اچھا تھا
بات اگر ملتی ہے کوئی سو سو اب تکراروں سے

کوہکن و مجنوں یہ دونوں دشت و کوہ میں سر ماریں

Marfat.com

شوق نہیں ملنے کا ہم کو میر ایسے آواروں سے

زور کش ہیں گے عشق کے ہم بھی
ہم نے کھینچی کمانِ رستم بھی

ہے بلا دھوم دل تڑپنے کی
ایسا ہوتا نہیں ہے اودھم بھی

کچھ نہیں اور دیکھیں ہیں کیا کیا
خواب کا سا ہے یاں کا عالم بھی

حیف دل جاتے پڑ گئی جی کی
ورنہ غم کرتے لیتے ماتم بھی

حرم کعبہ کا نہ پایا بھید
نہ ملا دل کا ایک محرم بھی

خشک نے سا تھا شیخ حیف موا
یوں تو یار اسکو دیتے تھے دم بھی

کھپ ہی جاتا ہے آدمی اے میر
آفت جاں ہے عشق کا غم بھی

لطف ہے کیا انواع ستم جو اُس کے کوئی بیان کرے
گوش زد اک دن ہو ویں کہیں تو بے لطفی سے زبان کرے

ہم تو چاہ کر اس تیر کو سخت ندامت کھینچی ہے
چاہ کرے اب وہ کوئی جو چاہت کا ارمان کرے

سودے میں دل کے نفع جو چاہے خام طبع سودائی ہے
دار اسارا عشق میں کیسا جی کا بھی نقصان کرے

حشر کے ہنگامے میں چاہیں داد عشق تو حسن نہیں
کاشکے یاں وہ ظالم اپنے دل ہی میں دیوان کرے

آتش خو مغرور سے ویسے عہدہ برآ کیا عاشق ہو
دل کو جلاوے منت رکھے جی مارے احسان کرے

یُمنِ عشقِ غم افزا سے کام نہایت مشکل ہے
اب بھی نہیں نومیدی دل کو شاید عشق آسان کرے

کہنے میں یہ بات آتی نہیں ہو سیر خدا کی قدرت کی
موند کر آنکھیں میر اگر تو دل کی طرف ٹک دھیان کرے

بیدل ہوئے بیدیں ہوئے بیوقر ہم اتگت ہوئے
بے کس ہوئے بے بس ہوئے بے کل ہوئے بے گت ہوئے

Marfat.com

ہم عشق میں کیا کیا ہوئے اب آخر آخر ہو چکے
بے مت ہوئے بے ست ہوئے بے خود ہوئے میّت ہوئے

اُلفت جو کی کہتا ہے جی حالت نہیں عزت نہیں
ہم بابت ذلت ہوئے شائستۂ کلفت ہوئے

گر کوہ غم ایسا گراں ہم سے اُٹھے پس دوستاں
سوکھے سے ہم دُبت ہوئے تنکے سے ہم پربت ہوئے

کیا روئیے قیدی ہیں اب رویت بھی بن گل کچھ نہیں
بے پر ہوئے بے گھر ہوئے بے زر ہوئے بے پت ہوئے

آنکھیں بھر آئیں جی رندھا کہیے سو کیا چپکے سے تھے
جی چاہتا مطلق نہ تھا ناچار ہم رخصت ہوئے

یا صحبت[1] درگاہوں میں شب کرتے تھے شاہد بازیاں
تسبیح لے کر ہاتھ میں یا میر اب حضرت ہوئے

باغ میں سیر کبھو ہم بھی کیا کرتے تھے
روشِ آبِ رواں پھیلے پھرا کرتے تھے

غیرت عشق کسو وقت بلا تھی ہمکو
تھوڑی آزردگی میں ترک وفا کرتے تھے

دل کی بیماری سے خاطر تو ہماری تھی جمع
لوگ کچھ یوں ہی محبت سے دوا کرتے تھے

جب تلک شرم رہی مانع شوخی اُس کی
تب تلک ہم بھی ستمدیدہ حیا کرتے تھے

اہل کفر جدائی میں بہت تھے ہم لوگ
دیر میں مسجد دل میں دیر رہا کرتے تھے

آتشِ عشق جہاں سوز کی لپٹیں تھیں قہر
دل جگر جان و دفنے میں جلا کرتے تھے

اب تو بیتابیِ دل نے ہمیں بٹھلا ہی دیا
آگے رنج و تعبِ عشق اُٹھا کرتے تھے

اُٹھ گئے میر مرے تکیے کو ہمیں گئے یاں میر
درد دل بیٹھے کہانی سی کہا کرتے تھے

حال نہیں ہے دل میں مطلق شور و فغاں رسوائی ہے
یار گیا مجلس سے دیکھیں کس کس کی اب آئی ہے

---

[1] صحبت بکسر دوم صحیح ہے اور اس کا قافیہ ات گت کے ساتھ اب نہ کرنا چاہیے۔ میر کے زمانہ میں اسی طرح قافیہ کرنا جائز سمجھتے ہونگے ۱۲

Marfat.com

آنکھیں مل کر کھولیں اُن نے عالم میں آشوب اٹھا
بال کھلے دکھلائی دیا سو ہر کوئی سودائی ہے

ڈول بیاں کیا کوئی کرے اس وعدہ خلاف کی دیہی کا
ڈھال کے سانچے میں صانع نے وہ ترکیب بنائی ہے

نسبت کیا ان لوگوں سے ہم کو شہری ہیں دیوانے ہم
ہے فرہاد اک آدم کوہی مجنوں اک صحرائی ہے

ہے پتھر سا چھاتی میں میری کثرت غم کی حیرت سے
کیا کہیے پہلو سے دل کے سخت اذیت پائی ہے

باغ میں جا کر ہم جو رہے سو اور دماغ آشفتہ ہوا
کیا کیا سر پہ ہمارے آکر بلبل شب چلائی ہے

کیسا کیسا عجز ہے اپنا کیسے خاک میں ستے ہیں
کیا کیا ناز و غرور اُس کو ہے کیا کیا بے پروائی ہے

قصہ ہم غربت زدگاں کا کہنے کے شایستہ نہیں
بے صبری کم پائی ہے پھر دوری اُس سے تنہائی ہے

چشمک چتون نیچی نگاہیں چاہ کے تیری شعر ہیں
میر محبت بگڑے ہے ہم سے آنکھیں تو لگائی ہیں

دنیا کی قدر کیا جو طلب گار ہو کوئی — کچھ چیز مال ہو تو خریدار ہو کوئی
کیا ابر رحمت ابکی برستا ہے لطف سے — طاعت گزیں جو ہو سو گنہگار ہو کوئی
کیا ضعف تن میں ہے جگر و دل دماغ بن — پوچھے جو اس قشون میں سردار ہو کوئی
ہم عاشقان زرد و زبون و نزار سے — مت کر ادائیں ایسی کہ بیزار ہو کوئی
رہ چکے ہیں ہم تو حیرت حالات عشق سے — کر لے بیاں جو واقف اسرار ہو کوئی
یکساں ہوئے ہیں خاک سے پامال ہو کے ہم — کیا اور اس کی راہ میں ہموار ہو کوئی
وہ رہ سکے ہے دل زدہ کچھ منتظر کھڑا — حیرت سے اُس کے در پہ جو دیوار ہو کوئی
ایک نسخہ عجیب ہے درد کا طبیب کا — کچھ غم نہیں ہے اُس کو جو بیمار ہو کوئی
کیا اضطراب دل سے کہے میر سر عشق — یہ حال سمجھے وہ جو گرفتار ہو کوئی

Marfat.com

ان حنائی دست و پا سے دل لگی سی ہے ابھی
میں نے ناخن بندی اپنی عشق میں کی ہے ابھی

ہاتھ دل پر زور سے اپنے نہ رکھا چاہیے
چاک کی چھاتی مری جراح نے سی ہے ابھی

ایک دم دکھلائی دیتا بھی تو مرتے آنکھیں
شوق سے آنکھوں میں کوئی دم مری ہے ابھی

دیکھیں اک دو دم میں کیونکر تیغ اسکی ہو بلند
کوئی خوں ریز اُن نے اپنی سیان لی ہے ابھی

کس طرح ہوں معتقد ہم اتقائے شیخ کے
صبح کو رسم صبوحی سے تو مے پی ہے ابھی

آگے کب کب اُٹھتے تھے سناٹے سے ہاتھیں
طرز میرے نالہ کی بلبل نے سیکھی ہے ابھی

زیر دیوار اُسکے کس اُمید پر گو میر ہے
ایک دو سے جان اس دروازے پڑی ہے ابھی

دیر سے ہمکو بھول گئے ہو یاد کرو تو بہتر ہے
غم حرماں کا کتنک کھینچیں شاد کرو تو بہتر ہے

پہونچا ہوں میں دوری سے مرنے کے نزدیک آخر تو
قید حیات سے بندے کو آزاد کرو تو بہتر ہے

جو کرنے کا حق میں میرے خوبی ہے پیری سن ہی میں
داد کرو تو بہتر ہے بیداد کرو تو بہتر ہے

زخم دامن دار جگر سے جامہ گزری ہو نہ گئی
ظلم نمایاں اب کوئی ایجاد کرو تو بہتر ہے

عشق میں دم مارا نہ کبھو تم چپکے چپکے میر مجھے
لو ہو منھ سے ملکر اب فریاد کرو تو بہتر ہے

اہل اہل بصیرت سے کچھ دے ہی دکھا دینگے
اس خاک کی کوئی چٹکی اکسیر بنا دیں گے

پانی کی سی بوندیں تھیں سب اشک نہ میں جانا
پریوں پہ گریں گے تو دے آگ جلا دیں گے

سرگشتہ سا پھرتا ہے کہتے ہیں بیاباں میں
گر خضر ملے گا تو ہم راہ بتا دیں گے

اے کاش قیامت میں دلویں اسی عاشق کو
گر حسن عمل کی واں لوگوں کو جزا دیں گے

حاصل کرے ہونے کا ابرو کی کماں اُسکی
دیکھیں گے چڑھی جس دم ہم سر کو تو لویں گے

ادھر نہیں آمادہ آوے تو تصدق کر
ابھی جامہ اٹھا دیں گے گھر بار لٹا دیں گے

معشوقوں کی گرمی بھی اے میر قیامت ہے
چھاتی میں گلے لگ کر ٹک آگ لگا دیں گے

جنگل میں چشم کس سے بستی کی رہبری کی
صاحب ہی نے ہماری یہ بندہ پروری کی

شب نالے شور نیر الجھ کی نہ بے دماغی
اسکی گلی کے سگ نے کیا آدمی گری کی

کرتے نہیں ہیں دل خوں اس رنگ سے کسو کا
ہم دل شدوں کی اُن نے کیا خوب دلبری کی

Marfat.com

اللہ رے کیا نمک ہے آدم کے حسن میں بھی
اچھی لگی نہ ہم کو خوش صورتی پری کی

ہے اپنی مہرورزی جانکاہ و دل گدازاں
اس رنج میں نہیں ہے اُمید بہتری کی

رفتار ناز کا ہے پامال ایک عالم
اس خود نما نے کیسی خودرائی خودسری کی

اے کاش اب نہ چھوٹے صیاد قیدیوں کو
جی ہی سے مارتی ہے آزادی بے پری کی

اس رشک مہ سے ہر شب ہے غیر سے لڑائی
بخت سیہ نے بارے ان روزوں یاوری کی

کھٹ پچیاں ہی کی ہیں صراف کے نے ہم سے
پیسے دیے بیروں کی پھیرے گلے گھڑی کی

گزرے بسان صرصر عالم سے بے تامل
افسوس میر تم نے کیا سیر سرسری کی

اکثر کی بددماغی ہر دم کی سرگرانی
اب کب گئی اُٹھائی ہے زور ناتوانی

تم دل کو دیتے ہو تو بیدل سمجھ کے ہو جو
ہم نے تو قدر دل کی افسوس کچھ نہ جانی

عہد شباب کی تو فرصت تھی ایک چشمک
مژگاں بہم زدن میں جاتی رہی جوانی

حسرت سے دیکھ رہیو اے نامہ بر منھ اُس کا
بس اور کچھ نہ کہیو ہرگز مری زبانی

اس غیرتِ قمر کی خجلت سے تاب رُخ کی
آئینہ تو سراسر ہوتا ہے پانی پانی

مرزائی فقر میں بھی دل سے گئی نہ میرے
چہرے کے رنگ اپنی چادر کی زعفرانی

یوں میر تو تم اپنا برسوں کہا کرینگے
اب رات کم ہے سوؤ بس ہو چکی کہانی

چلو چمن میں جو دل کھلے ٹک بہم غمِ دل کہا کریں گے
طیور ہی سے بکا کریں گے گلوں کے آگے بکا کریں گے

قرار دل سے گیا ہے اب کی کہ رک کے گھر میں نہ رہ سکیگا یوں
بہار آئی جو اپنے جیتے تو سیر کرنے چلا کریں گے

ہلاک ہونا مقرری ہے مرض سے دل کے یہ تم کڑھو ہو
مزاج صاحب اگر ادھر ہے تو ہم بھی اپنی دوا کریں گے

برا ہے دل کا ہمارے لگنا لگا نہ غصے سے عاشقی کے
ہمیں جبیں سے گلی میں اُس کی خراب و خستہ پھرا کریں گے

وصال خوباں پہ کر تمنا کہ زہر شیریں لبی ہے اُن کی

Marfat.com

خراب و رسوا جدا کریں گے ہلاک جل کر جدا کریں گے

اگر وہ رشک بہار سمجھے کہ رنگ اپنا بھی ہے اب ایسا
ورق خزاں میں جو زرد ہونگے غم دل اس پر لکھا کریں گے

غم محبت میں میر ہم کو ہمیشہ جلنا ہمیشہ مرنا
صعوبت ایسی و داغ رفتہ کہاں تلک ہم وفا کریں گے

سنو سرگزشت اب ہماری زبانی
کسی گرچہ جاتی نہیں یہ کہانی
بہت ہم نے مانیں کہ مانیگا کہنا
ولیکن مری بات ہرگز نہ مانی
بہت ہو پریشاں کھنچا سکے غم میں
خدا جانے ہے بیکسی کی نشانی
گیا بھول جی شیب میں جو ہمارا
بہت یاد آتی رہی وہ جوانی
تو تم ہمیں یاں تک آنے کی ہے
اگر لطف مجھ پر کریں مہربانی
کریں ضبط گریہ سے دل کی عمارت
ہوئی چشم تر اس غریبی کی بانی
ملا دیتی ہے خاک میں آدمی کو
محبت ہے کوئی بلا آسمانی

گرانی نگر میر جی تھا ہمارا
وے عشق میں قدر ہمنے نہ جانی

پر چلتے ہو تو چمن کو چلیے کہتے ہیں کہ بہاراں ہے
پات ہرے ہیں پھول کھلے ہیں کم کم باد و باراں ہے
رنگ ہوا سے یوں ٹپکے ہے جیسے شراب چواتے ہیں
آگے ہو میخانے کے نکلو عہد بادہ گساراں ہے
عشق کے میداں داروں میں بھی مرنے کا ہے وصف بہت
یعنی مصیبت ایسی اٹھانا کار کار گزاراں ہے
دل ہے داغ جگر ہے ٹکڑے آنسو سارے خون ہوئے
لوہو پانی ایک کرے یہ عشق لالہ عذاراں ہے

کوہکن و مجنوں کی خاطر دشت و کوہ میں ہم نہ گئے
عشق میں ہمکو میر نہایت پاس عزت داراں ہے

ہم اس مرتبہ پھر بھی لشکر گئے
تعب ایسی گزری کہ مر مر گئے
نظر اک سپاہی پسر سے لڑی
قریب اسکے تلوار کر کر گئے
ہم مہر بندی کے سرگرم تھے
خدا جانے وہ لوگ کیدھر گئے
ہو میری آنکھوں میں آتا نہیں
جگر کے مگر زخم سب بھر گئے
زیادہ کہن میں نہیں میر جی
ہوا جو کبھی وے بھی باہر گئے

Marfat.com

کب وعدہ کی رات وہ آئی جو اُس میں نہ لڑائی ہوئی
آخر اس اوباش نے مارا رہتی نہیں ہے آئی ہوئی

چاہ میں اُس بے اُلفت کے گھبراہٹ دل ہی کو تو نہیں
سارے حواسوں میں ہے تشتت جان بھی ہے گھبرائی ہوئی

گرچہ نظر ہے پشت پا پر لیکن قہر قیامت ہے
گڑ جاتی ہے دل میں ہمارے آنکھ اُسکی شرمائی ہوئی

جنگل جنگل شوق کے مارے ناقہ سوار پھرائی ہے
مجنوں جو صحرائی ہوا تو لیلیٰ بھی سودائی ہوئی

دود دل سوزان محبت نحو جو ہو تو عرش پہ ہو
یعنی دور پہنچے گی جا کر عشق کی آگ لگائی ہوئی

چتون کی آغاز سے ظالم ترک مروت پیدا ہے
اہل نظر سے چھپتی نہیں ہے آنکھ کسو کی چھپائی ہوئی

میر کا حال نہ پوچھو کچھ تم کہنہ رباط سے پیری میں
رقص کناں بازار تلک آئے عالم میں رسوائی ہوئی

موسم ہے نکلے شاخوں سے پتے ہرے ہرے
پودے چمن میں پھولوں سے دیکھے بھرے بھرے

آگے سو کے کیا کریں دست طمع دراز
وہ ہاتھ سو گیا ہے سرہانے دھرے دھرے

کیا سمجھے اس کے رتبۂ عالی کو اہل خاک
پھرتے ہیں جوں سپہر بہت ہم ورے ورے

مرتا تھا میں تو باز رکھا مرنے سے مجھے
یہ کہہ کے کوئی ایسا کرے ہے ارے ارے

گلشن میں آگ لگ رہی تھی رنگ گل سے میر
بلبل پکاری دیکھ کے صاحب پرے پرے

ہماری تیری مودت ہی دوستداری ہے
ہزار سابقوں سے سابق ایک یاری ہے

گئی وہ نوبتِ مجنوں کہ نام باجے تھا
ہمارا شور جنوں اب ہے اپنی باری ہے

کہیں تو جا کے گدا یا نہ اس طرف آواز
اگر صدا کوئی پہچانے شرمساری ہے

مسافران رہِ عشق ہیں شکیب سے جیب
دگرنہ حال ہمارا تو اضطراری ہے

خرابی حال کی دلخواہ جو تمھارے تھی
سو خطرے میں نہیں خاطر ہمیں تمھاری ہے

Marfat.com

ہمیں ہی عشق میں جینے کا کچھ خیال نہیں	وگرنہ سب کے تئیں جان اپنی پیاری ہے

نگاہ غور سے کر میر سارے عالم میں
کہ موے میں حقیقت وہی تو ساری ہے

نہ خاطر پر الم تیرے نہ دل پر کچھ ستم تیرے جو ٹک بھی سایہ گستر ہو گا تو اس خشک مزرع پر	محل رحم ہو دیں کس طرح مظلوم ہم تیرے بہت ہم ہو گئے احسانمند اے ابر کرم تیرے

بہتر

انھیں کی طبع جاں اے میر مائل ہو گی سنبل کے
نہیں دیکھے جنھوں نے گیسوے پرپیچ و خم تیرے

عشق میں کھوئے جاؤگے تو بات کی تہ بھی پاؤگے
قدر ہماری کچھ جانوگے دل کو کہیں جو لگاؤگے

صبر کہاں بیتابی دل سے چین کہاں بیخوابی سے
سو سو بار گلی میں تکتے گھر سے باہر آؤگے

شوق کمال کو پہونچا تو نہیں خط و کتابت حرف و سخن
قاصد کے محتاج نہ ہوگے آپ ہی دوڑے جاؤگے

صنعت گریاں صاحب بندہ دل کی لگی کب پیش گئیں
ایک نہیں وہ سننے کا تم باتیں بہت بناؤگے

چاہ کیے درویش ہوئے تو آب و خورش کی فکر نہیں
تو ہو یوں گے اپنا ہر دم غم غصہ ہی کھاؤگے

رنگ محبت کے ہیں کتنے کوئی تمھیں خوش آویگا
خون کروگے یا دل کو یا داغ جگر پہ جلاؤگے

رہتے ہیں مبہوت الفت ہیں گم گشتہ کلفت میں
بھولے بھولے آپ ہی پھروگے کس کو راہ بتاؤگے

اشک تو پانی سے ہیں لیکن جلتے جلتے آویں گے
دل کی لگی حیران ہیں صاحب کس ڈھب لگے بجھاؤگے

چاہت میر سبھی کرتے ہیں رنج و تعب میں رہتے ہیں
تم جو ابھی بیتاب ہوا یسے جی سے ہاتھ اٹھاؤگے

Marfat.com

ابکی سفر کو ہم سے وہ مہ جدا گیا ہے — رخصت میں لگ گلے سے چھاتی جلا گیا ہے
فرہاد و قیس گزرے اب شور ہے ہمارا — ہر کوئی اپنی نوبت دو دن بجا گیا ہے
ضعف دماغ سے میں بھر کر نظر نہ دیکھا — کیا دیر میں پلک سے میری اٹھا گیا ہے
بیجا ہوئے بہت دل رفتار دیکھ اس کی — عزلت گزینوں سے بھی کم ہی رہا گیا ہے
رسوا خراب و غمکش دل باختہ محبت — عاشق کو تیرے غم میں کیا کیا کہا گیا ہے
ق
اے میر شعر کہنا کیا ہے کمال انساں — یہ بھی خیال سا کچھ خاطر میں آگیا ہے
شاعر نہیں جو دیکھا تو تو ہے کوئی ساحر
دو چار شعر پڑھ کر سب کو رجھا گیا ہے

کہو سو کریے فراق اُس کا تو جی کو میرے کھپا گیا ہے
دروں میں آگ اک لگا گیا ہے بروں کو یکسر جلا گیا ہے
اگرچہ مارا بگڑ کے مجکو ولیک لطف و کرم سے پھر بھی
نشان میرے مزار کا وہ سر رہ اپنی بنا گیا ہے
خرام شوخی کے ہمرہ اُس کے ہزار جانیں چلی گئیں ہیں
رکھا ہے رہ میں قدم جو اُن نے تو میر کس سے رہا گیا ہے

صبر کر رہ جو وہ عتاب کرے — ورنہ کیا جانے کیا خطاب کرے
عشق میں دل بہت ہے بے آرام — چین دیوے تو کوئی خواب کرے
وقت یاں کم ہے چاہیئے آدم — کرنا جو کچھ ہو سو شتاب کرے
پھاڑ کر خط کو اُن نے پھینکدیا — نامہ بر اُس کا کیا جواب کرے
ہے برافروختہ جو خشم سے وہ — آتش شعلہ زن کو آب کرے
ہے تو یک قطرہ خون ہی لیکن — قہر ہے دل جو اضطراب کرے
میر اٹھ بتکدے سے کعبے گیا
کیا کرے جو خدا خراب کرے

افسانہ خواں کا لڑکا کیا کہیئے دیدنی ہے — قصہ ہمارا اُس کا یارو شنیدنی ہے
اپنا تو دست کوتہ زہ تک بھی ٹک نہ پہونچا — نقاش سے کہیں وہ دامن کشیدنی ہے
پروانہ مرمٹا ہے جل کر نہ کچھ کہا تو — اے شمع یہ زباں تو ظالم بریدنی ہے

Marfat.com

حسرت سے عاشقی کی پیری میں کیا کہیں ہم
دنداں نہیں ہیں منہ میں وہ لب گزیدنی ہے

ہے راست میر صاحب کس کس کا عیب کریے
سر بے فگندنی ہے قد بے خمیدنی ہے

حال رہا ہو ہم میں کچھ تو حال کسو سے کہا جاوے
آن رہی ہے آج دموں پر کل تک کیونکہ رہا جاوے

اُس کی گلی وہ ظلمکدہ ہے آنکلے جو کوئی واں
گرد رہِ عشق آلودہ تو لوہو میں اپنے نہا جاوے

آنکھوں کی خونابہ فشانی دیکھیں میر کہاں تک یہ
زرد ہمارے رخساروں پر ہر دم خون بہا جاوے

عشق چھپا کر پچھتائے ہم سوکھ گئے رنجور ہوئے
یعنی آنسو پی گئے سو زخمِ جگر ناسور ہوئے

ہم جو گئے سرمستِ محبت اُس اوباش کے کوچے میں
کھائیں کھڑی تلواریں اُس کی زخمی نشہ میں چور ہوئے

کوئی نہ ہم کو جانے تھا ہم ایسے تھے گمنام آنگے
یُمنِ عشق سے رسوا ہو کر شہروں میں مشہور ہوئے

کیا باطل ناچیز یہ لونڈے قدر پر اپنی نازاں ہیں
قدرتِ حق کے کھیل تو دیکھو عاشق بے مقدور ہوئے

سرِ عاشق کا کاٹ کے اُن کو سر بگریباں رہنا تھا
سو تو پگڑی پھیر رکھی ہے اور بھی وے مغرور ہوئے

زرد و زبون و زار ہوئے ہیں لطف ہے کیا اس جینے کا
مردے سے بھی برسوں کے ہم ہجراں میں بے نور ہوئے

پاس ہی رہنا اکثر اس کے میر سبب تھا جینے کا
پہونچ گئے مرنے کے نزدیک اُس سے جو ٹک دور ہوئے

جو بحث جی سے وفا میں ہے سو تو حاضر ہے
وصال ہووے تو قدرت نما ہے قدرت کی

یہ فرطِ شوق سے مجکو ملالِ خاطر ہے
نہ ہم کو قدر نہ قدرت خدا ہی قادر ہے

Marfat.com

مسافرانہ ملے تو کہا شرارت سے | غریب کہتے ہیں لوگ ان کو بھی یہ نادر ہے
کسو سیاق سے تحریر طول شوق نہ ہو | زبان خامۂ لستان اس میں قاصر ہے

بہم رکھا کرو شطرنج کی ہی بازی کاش
نہ میر سے رہے خاطر کا یار شاطر سے

ہوتی نہیں تسلی دل گلستاں سے بھی | تسکیں نہیں ہے جان کو آب رواں سے بھی
تا یہ گرفتہ وا ہو کہاں لے کے جائیے | آئے ہیں اس کی گلی میں تنگ جاں سے بھی
آگے تھی شوخی ہم سے کنایوں میں چپکے ہم | مشکل ہے اب بُرا لگے کہنے زباں سے بھی
ہر چند دست بیع جواناں ہوں میں و لے | اک اعتقاد رکھتا ہوں پیر مغاں سے بھی
جھنجھلاہٹ اور غصے میں ہجران یار کے | جھگڑا ہمیں رہے ہے زمین آسماں سے بھی
دنیا سے درگزر کہ گزرگہ عجب ہے یہ | ق | درپیش یعنی میر ہے جانا جہاں سے بھی

لشکر میں ہے نقیب اسی بات کے لیے
کہتے ہیں لوگ کوچ ہے کل صبح یاں سے بھی

عشق کیا ہے جب سے ہم نے دل کو کوئی ملتا ہے | اشک کی سُرخی زردی چہرہ کیا کیا رنگ بدلتا ہے
روز وداع لگا چھاتی سے وہ جو خوش پرکار گیا | دل تڑپے ہے جان کھپے ہے سینہ سارا جلتا ہے
گور بغیر آرامگہ اُسکو دنیا میں پھر کوئی نہیں | عشق کا مارا آوارہ جو گھر سے اپنے نکلتا ہے
ضعف دماغی جسکو ہووے عشق کے رنج و محنت سے | جی بھی سنبھلتا ہی اُسکا پر بعد از دیر سنبھلتا ہے
شور جرس شبگیر کا غافل تیاری کا تکیہ ہے | یعنی آنکھ نہ لگنے پاوے قافلہ صبح کو چلتا ہے
بال نہیں عاشق کے بدن پر پیرہن موئے نکلا دود | جل کر اُسکو جلاتے کیا ہو آپ ہی جلتا بلتا ہے

میر ستم کشتہ کی سماجت ہے مشہور زمانہ کی
جان دیے بن آگے سے اُسکے کب ظالم ٹلتا ہے

جب سے ستارہ صبح کا نکلا تب سے آنسو جھمکا ہے | دل تڑپا جو اُس مہ رو بن سر کو ہمارے دھمکا ہے
آمد و رفت دم کے اوپر ہم نے بنائے زیست رکھی | دم سد ہوا ہے آن نہ آوے کسکو بھروسا دم کا ہے
کہہ صوفی چل میخانے میں لطف نہیں ہے مسجد میں | ابر ہے باراں باد ہے رنگ رنگ بدن میں جھمکا ہے
کیا اُمید رہائی رکھے ہم سا رفتہ و از رفتہ | دل اپنا تو زنجیری اُس زلف خم در خم کا ہے
دل کی نہیں بیماری ایسی جس میں ہو اُمید بہی | کیا سنبھلیگا میر ستمکش وہ تو مارا غم کا ہے

Marfat.com

خواہش دل کی کس سے کہیئے محرم تو نا پیدا ہے
چپ ہیں کچھ کہہ سکتے نہیں پر جی میں ہمارے کیا کیا ہے
ہیں متوقع پرسش اُس کے ہم جو گرے ہیں بستر پر
رہنا اس بد حالی ہی سے اپنے حق میں اچھا ہے

میر جی کی بیماری دل کو کب سے ہم سب سنتے ہیں
پوچھے کوئی مزاج کو اس کے ان روزوں میں کیسا ہے

صبر کیا جاتا نہیں ہم سے ضعف بھی ہے بیتابی ہے
سہل نہیں ہے جی کا ڈہنا کیسی خانہ خرابی ہے
آگے ایسا نکھرا نکھرا کا ہے کو میں پھرتا تھا
جب سے آنکھ لگی اُس مہ سے رنگ مرا مہتابی ہے
کس سے سبب میں پوچھوں یارب اپنی سوزش سینہ کا
چھاتی جو جلتی رہتی ہے ات گت آگ گریبانی ہے
رنج و محن نے عشق کے مجکو راحت سے مایوس کیا
دل کے تیئں بیتابی ہے مری آنکھوں کو بیخوابی ہے
ابر کوئی رویا ہے شاید برسوں وادی لیلے میں
سیر کیا وہ قطعہ زمیں کا ابتک بھی سیرابی ہے
شہر حسن عجب بستی ہے ڈھونڈھے پیدا مہر نہیں
ہے تو متاع گراں قیمت پر اس کی بلا نایابی ہے

دربدر و رسوا و عاشق شاعر شاغل کامل میر
گہ کعبے میں دیر میں گاہے کیا کافر محرابی ہے

دل کی بات کہی نہیں جاتی چپکے رہنا ٹھانا ہے
حال اگر ہے ایسا ہی تو جی سے جانا جانا ہے
اُس کی نگاہ تیز ہے میرے دوش و بر ان روزوں
یعنی دل پہلو میں میرے تیر ستم کا نشانا ہے
دل جو رہے تو پانوں کو بھی دامن میں ہم کھینچ رکھیں

Marfat.com

صبح سے لے کر سانجھ تلک اودھر ہی آنا جانا ہے

سرخ کبھو آنسو ہیں ہوتے زرد کبھو ہے منھ میر
کیا کیا رنگ محبت کے ہیں یہ بھی ایک زمانہ ہے

اس نومیدی بغایت پر کس مقدار کڑھا کریے
دو دم جیتے رہنا ہے تو قیامت تک مر جانا ہے

فرصت ہے یاں کم رہنے کی بات نہیں کچھ کہنے کی
آنکھیں کھول کے کان جو کھولو بزم جہاں افسانہ ہے

فائدہ ہوگا کیا مترتب ناصح ہرزہ درائی سے
کس کی نصیحت کون سنے ہے عاشق تو دیوانہ ہے

تیغ تلے ہی اس کے کیوں نہ گردن ڈال کے جا بیٹھیں
سر تو آخر کار ہمیں بھی خاک کی اور جھکانا ہے

آنکھوں کی یہ مردم داری دل کو کسو دلبر سے ہے
طرز نگہ طراری ساری میر تمھیں پہچانے ہے

کلید تیغ اگر رقعہ یار کا آوے
تو دل کہ قفل سا بستہ ہے کیا کھلا جاوے
ہماری جان لبوں پر سے سوئے گوش گئی
کہ اس کے آنے کی سن گن کچھ اب بھی ٹک پاوے

بہار لوٹتے ہیں میر اب کی طائر آزاد
نسیم کیا ہے دو گل برگ اگر ادھر لاوے

میں اس کی جدائی میں تصدیع بہت پائی
درویشی و کم پائی بے صبری و تنہائی
اس رفتہ کی جاں بخشی ٹک آتے موئے اس کے
رکھتے ہی قدم مجھ میں پھر جان گئی آئی
تھا صبر و سکوں جب تک رہتا تھا مجھے غش سا
بیتابی دل سر پر ایک اور بلا لائی
اس میرے جراحت پر کل داور محشر بھی
ڈرتا ہوں کہے دیکھا کیا تیغ ستم کھائی

اے میر کسے دیں ہیں جب تک نہ نصیبہ ہو
کر شکر ملی ہے جو اس در کی جبیں سائی

کیا کیا ہم نے رنج اٹھائے کیا کیا ہم بھی شکیبا تھے
دو دن جوں توں جیتے رہے سو مرنے ہی کے مہیا تھے

Marfat.com

عشق کیا سو باتیں بنائیں یعنی شعر شعار رہا
بیتیں جو وے مشہور ہوئیں تو شہروں شہروں سوا تھے
کیا پگڑی کو پھیر کے رکھتے کیا سر نیچے نہ ہوتا تھا
لطف نہیں اب کیا کہیے کچھ آگے ہم بھی کیا کیا تھے
اب کی وصال قرار دیا ہے بےخبری کی سی حالت میں
ایک سمیں میں دل بہجا تھا تو بھی ہم وے یکجا تھے

کیا ہوتا جو پاس اپنے اے میر سمجھ وے آجاتے
عاشق سے درویش تھے آخر بیکس بھی تھے تنہا تھے

رنج کی اس کے جو خبر گزرے
آفتہ وارفتہ اس کا مر گزرے
ایک پل بھی نہ اس بے آنسو پہنچے
روتے مجھکو پہر پہر گزرے
ہوئے خون آنکھوں سے بہے شاید
خون سے میرے بھی وے نہ گزرے
راہ جاناں سے ہے گزر مشکل
جان ہی سے کوئی اگر گزرے
مارے غیروں کو یار سے عاشق
کچھ نہ کچھ چاہیے کہ کر گزرے
غنچہ ہو شرم سے ان آنکھوں کے
گل نرگس اگر نظر گزرے

سر کا جانا ہی ہر قدم ہے میر
کیا کوئی اس کی راہ پر گزرے

جب سے آنکھیں کھلی ہیں اپنی درد و رنج و غم دیکھے
ان ہی دیدۂ نمدیدوں سے کیا کیا ہم نے ستم دیکھے
سر جانے کی اور اپنے زنہار نگاہ نہ کی ہم نے
اٹھ کے اندھا دھند آئے چلے ہی اس ظالم کے قدم دیکھے
عالم ہیئت مجموعی سے ایک عجیب مرقع ہے
ہر صفحہ میں ورق ہیں اس کے دیکھے تو عالم دیکھے
زخم نہ ہو دیں کیونکر غائر چھاتی میں دل خستوں کے
تیر نگاہ یار جگر پر لگتے ہوئے بہم دیکھے
یار کے در پر ذکر ہے کیا ہنگامۂ روز محشر کا

Marfat.com

اس کوچے میں قیامت سے تو میر بہت ادھم دیکھے

خواہش دل سے جی کی تاب گئی — آنکھیں اس سے لگیں سو خواب گئی
پھول سے بھی تھی خوب دختر تاک — مغبچوں میں رہی خراب گئی
گر گرا اسکی گلی کی خاک میں مفت — اشک کی موتی کی سی آب گئی
بوئے گل یا نوائے بلبل تھی — عمر افسوس کیا شتاب گئی

نمک حسن سبز سے اے میر
ساری کیفیت شراب گئی

یا رب اس کا ستم سہا بھی جائے — پنجۂ خورشید کا گہا بھی جائے
دیکھ رہیے خرام ناز اس کا — پر کسو پا سے گرہا بھی جائے
درد دل طول سے کہے عاشق — رو برو اس کے جو کہا بھی جائے
غیرت گل سے آ جو ٹھٹھکا — بہے بہتیرا پہ بہا بھی جائے

کیا کوئی اس گلی میں آوے میر
آوے تو لوہو میں نہا بھی جائے

اب ترک کر لباس توکل ہی کر رہے — جب سے کلاہ سر پہ رکھی دربدر رہے
اس وحشت سے غبار ہمارا نہ ٹک اٹھا — ہم خانماں خراب نہ جانا کدھر رہے
آئے سے اس طرف کے ترے میں نے غش کیا — شکوہ بھی اس سے کیجیے جسکو خبر رہے
دونوں طرف سے دیدہ درائی نہیں ہے خوب — اس چاہ کا ہے لطف جو آپس میں ڈر رہے
جب تک ہو خون دل میں جگر میں مژہ ہوں نم — تہ کچھ بھی جو نہ ہووے تو کیا چشم تر رہے
رہنا گلی میں اسکی نہ جیتے جی ہو سکا — ناچار ہو کے واں جو گئے اب سو مر رہے
عاشق خراب حال ترے ہیں گرے پڑے — جوں لشکر شکستہ پریشاں اتر رہے

عیب آدمی کا ہے جو رہا اس دیار میں
مطلق جہاں نہ میر رواج ہنر رہے

پھر اب چلو چمن میں کھلے غنچے رک گئے — شاخوں سمیت پھول نہالوں کے جھک گئے
چندیں ہزار دیدۂ گل رہ گئے کھلے — افسوس ہے چمن کی طرف تم نہ ٹک گئے
بھڑکی تھی جبکہ آتش گل پھول پڑ گئے — بال و پر طیور چمن میر پھک گئے

Marfat.com

آج ہمیں بیتابی سی ہے صبر کی دل سے رخصت تھی
چاروں اور نگہ کرنے میں عالم عالم حسرت تھی
کس محنت سے محبت کی تھی کس خواری سے یاری کی
رنج ہی ساری عمر اٹھایا کلفت تھی یا الفت تھی
بدنامی کیا عشق کی کہیے رسوائی سی رسوائی ہے
صحرا صحرا وحشت بھی تھی دنیا دنیا تہمت تھی
راہ کی کوئی سنتا نہ تھا یاں رستے میں مانند جرس
شور سا کرتے جاتے تھے ہم بات کی کسکو طاقت تھی
عہد ہمارا تیرا ہے یہ جس میں گم ہے مہر و وفا
اگلے زمانے میں تو یہی لوگوں کی رسم و عادت تھی
خالی ہاتھ سیہ رو ایسے کاہے کو تھے گریہ کناں
جن روزوں درویش ہوئے تھے پاس ہمارے دولت تھی
جو اٹھتا ہے یاں سے بگولا ہم سا ہے آوارہ کوئی
اس وادی میں میر مگر سرگشتہ کسو کی تربت تھی

Marfat.com

دیوان پنجم

از میر تقی میر دہلوی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دل رفتۂ جمال ہے اس ذوالجلال کا مستجمع جمیع صفات و کمال کا
ادراک کو ہے ذات مقدس میں دخل کیا اودھر نہیں گزار گمان و خیال کا
حیرت سے عارفوں کو نہیں راہ معرفت حال اور کچھ ہے یاں انھوں کے حال و قال کا
ہے قسمت زمین و فلک سے غرض نمود جلوہ وگرنہ سب میں ہے اسکے جمال کا

مرنے کا بھی خیال رہے میر اگر تجھے
ہے اشتیاق جان جہاں کے وصال کا

ہے حرف خامہ دل زدہ حسن قبول کا یعنی خیال سر میں ہے نعت رسول کا
رہ پیروی میں اسکی کہ گام نخست میں ظاہر اثر ہے مقصد دل کے وصول کا
وہ مقتدائے خلق جہاں اب نہیں ہوا پہلے ہی تھا امام نفوس و عقول کا
سرمہ کیا ہے وضع پے چشم اہل قدس احمدؐ کی رہ گزار کی خاک و دھول کا
ہے متحد نبی و علی وصی کی ذات یاں حرف معتبر نہیں ہے بوالفضول کا
دھو منہ ہزار پانی سے سو بار پڑھ درود تب نام لے تو اس چمنستاں کے پھول کا

حاصل ہے میر دوستی اہل بیتؑ اگر
تو غم ہے کیا نجات کے اپنی حصول کا

عشق تو بن رسوائی عالم باعث ہے رسوائی کا میل دلی اس خودسرے ہے جو پایا ہی خدائی کا
ہے جو سیاہی جرم قمر میں اسکے سوا کچھ اور نہیں داغ ہے مہ کا آئینہ اس سطح رخ کی صفائی کا

Marfat.com

نزع میں میرے حاضر تھا پر آنکھ نہ ادھر اُسکی پڑی
داغ چلا ہوں آہ میں جہاں سے یار کی بے پروائی کا

کوشش میں سر مارا لیکن ورد پہ کسی کے جا نہ سکا
تن پہ زبان شکر ہے ہر مو اپنی شکستہ پائی کا

رنگ سراپا اس کا ہوا ہے آگے دل خوں کرتی تھی
اب یہ جگر یک لخت فسردہ اسکے رنگ حنائی کا

آنا شُن ناداری سے ہم نے جی دینا ٹھہرایا ہے
کیا کہیے اندیشہ بڑا تھا اس کی مُنہ دکھلائی کا

فرقت میں ہے ہر عضو اسکا جوں عضو از کار رفتہ میر
جو کشتہ ہے ظلم رسیدہ اسکے درد جدائی کا

دور بہت بھاگو جو ہم سے سیکھے طرق غزالوں کا
وحشت کرنا شیوہ ہے کیا اچھی آنکھوں والوں کا

صورت گر کی پریشانی نے طول نہایت کھینچا ہے
ہم نے کیوں بستار کیا تھا اُسکے لمبے بالوں کا

بہت کیا تھا پتھر میں سوراخ کیے ہیں درفشوں نے
چھید جگر میں کر دینا یہ کام ہے محزوں نالوں کا

سرو لب جو لالہ و گل نسرین و سمن ہیں شگوفہ ہے
دیکھو جدھر اک باغ لگا ہے اپنے رنگیں خیالوں کا

غنچہ ہوا ہے خار بیاباں بعد زیارت کرنے کے
پانی تبرک کرتے ہیں سب پانوں کے چھالوں کا

پہلے تدارک کچھ ہوتا تو نفع بھی ہوتا سو تو میر
کام ہے آخر عشق میں اسکے بیماروں بدحالوں کا

اگر ہنستا اُسے سیرِ چمن میں بھی نہ دل لگا
تو بلبل آشیاں تیرا ہی میں پھولوں

مجھے گل اسکے آگے خوش نہیں آتا کچھ اسیر بھی
جو تو آزردہ ہوتی ہے گلستاں ... آؤنگا

بشارت اے صبا دیجو اسیران قفس کو بھی
نسق کو تمھاری سر پہ رکھ دو پھول ... ؤنگا

دماغ ناز برداری نہیں ہے کم دماغی سے
کہاں تک ہر گھڑی کے روٹھے کو پھیروں مناؤنگا

خشونت بد سلوکی خشمگینی کس لیے اتنی
نہ مُنھ کو پھیر لیے پھریاں نہ آؤنگا نہ جاؤنگا

ابھی ہوں منتظر جاتی ہے چشم شوق ہر جانب
بلند اس تیغ کو ہونے تو دو سر بھی جھکاؤنگا

بلا میں زیر سر ہوں کاش افتادہ رہوں یوہیں
اُٹھا سر خاک سے تو میر ہنگامے اُٹھاؤنگا

رسوائے شہر ہے یاں حرف سخن ہمارا
کیا خاک میں ملا ہے افسوس فن ہمارا

دل خون ہو گیا تھا غم سے لکھتے سو رہے ہے
شنگرف کے قلم سا پُرخوں دہن ہمارا

گل ریاض میں شب مہتاب کے نہیں گل
انگاروں سے بھرا ہے اس بن چمن ہمارا

میدان عشق میں تو نیمہ بدن ہوا ہے
تہ کر کے خاک ہی میں رکھ دیں کفن ہمارا

Marfat.com

میر اُس کی آنکھیں دیکھیں ہمنے سفر کو جاتے
ہمیں بلا ہوا ہے سواد وطن ہمارا

منہ اپنا کبھو وہ اُدھر کر رہے گا
ہمیں عشق ہے تو اثر کر رہے گا

جو دلبر ہے ایسا تو دل جا چکا ہے
یہ آنسو روز آنکھوں میں گھر کر رہے گا

ہر اک کام موقوف ہے وقت پر ہی
دل خوں شدہ بھی جگر کر رہے گا

نہوں گو خبر مرو ماں حال مرے سے
مرا نالہ سب کو خبر کر رہے گا

فن شعر میں میر صناع ہو وہ
دل اُس کا کوئی تو ہنر کر رہے گا

سخن مشتاق ہے عالم ہمارا
غنیمت ہے جہاں میں دم ہمارا

رہے ہم عالم مستی میں اکثر
رہا کچھ اور ہی عالم ہمارا

بہت ہی دور ہم سے بھاگتے ہو
کرو ہو پاس کچھ تو کم ہمارا

اُلجھ جاتے ہیں کچھ گیسو تمہارے
ہوا ہے کام دل برہم ہمارا

رکھے رہتے ہیں دل پہ ہاتھ اے میر
یہیں شاید کہ ہے سب غم ہمارا

کیا پوچھو ہو کیا کہیے میاں دل نے بھی کیا کام کیا
عشق کیا ناکام رہا آخر کو کام تمام کیا
عجز کیا سو اس مفسد نے قدر ہماری یہ کچھ کی
تیوری چڑھائی غصہ کیا جب ہم نے جھک کے سلام کیا
کہنے کی بھی لکھنے کی بھی ہم تو قسم کھا بیٹھے تھے
آخر دل کی بیتابی سے خط بھیجا پیغام کیا
عشق کی تہمت جب نہ ہوئی تھی کاہیکو ایسی شہرت تھی
شہر میں اب رسوا ہیں یعنے بدنامی سے کام کیا
ریگستاں میں جا کے رہیں یا سنگستاں میں ہم جوگی
رات ہوئی جس جاگہ ہم کو ہم نے وہیں بسرام کیا
خط و کتابت لکھنا اُس کو ترک کیا تھا اسی لیے

Marfat.com

حرف و سخن سے ٹپکا تو ہو اب جو کچھ ارقام کیا

تلخ اُس کا تو شہد و شکر ہے ذوق میں ہم ناکاموں کے
لوگوں میں لیکن پوچ کہا یہ لطف بے ہنگام کیا

جیسے کوئی جہاں سے جاوے رخصت اس حسرت سے ہوئے
اس کوچے سے نکل کر ہم نے رو بہ قفا ہر گام کیا

میر جو اُن نے منھ کو ادھر کر ہم سے کوئی بات کہی
لطف کیا احسان کیا انعام کیا اکرام کیا

عشق ہو حیوان کا یا اُنس ہو انسان کا
لاگ جی کی جس سے ہو دشمن ہے اپنی جان کا

عاشق و معشوق کی ہیں طرفہ صحبت میر کی
ایک جی ہاتے ہیں ہرمون ایک ہے احسان کا

میں خرد گم عشق میں اس لڑکے کے آخر ہوا
یہ ثمر لایا نہ دیکھا چاہنا نادان کا

مرنا اسکے عشق میں خالی نہیں ہے حُسن سے
رشک کے قابل ہے جو کشتہ ہے اس میدان کا

گر پڑینگے ٹوٹ کر اکثر ستارے چرخ سے
بن گیا جو صبح کو گوہر کسی کے کان کا

ہر ورق ہر صفحہ میں اک شعر شور انگیز ہے
عرصۂ محشر ہے عرصہ میرے بھی دیوان کا

کیا ملاوے آنکھ نرگس اسکی چشم سُرخ سے
زرد اس غمدیدہ کو آزار ہے یرقان کا

بات کرتے جائے ہے مُنھ تک مخاطب کے جھلک
اس کا لعل لب نہیں محتاج رنگ پان کا

کیا کہوں سارا زمانہ کشتہ و مردہ ہے میر
اس کے اک انداز کا اک ناز کا اک آن کا

عشق ہمارے خیال پڑا ہے خواب گیا آرام گیا
جی کا جانا ٹھہر رہا ہے صبح گیا یا شام گیا

عشق کیا سو دین گیا ایمان گیا اسلام گیا
دل نے ایسا کام کیا کچھ جس سے میں ناکام گیا

کس کس اپنی کل کو رووے ہجراں میں بیکل اس کا
خواب گئی ہے تاب گئی ہے چین گیا آرام گیا

آیا یاں سے جانا ہے تو جی کا چھپانا کیا حاصل
آج گیا یا کل جاوے گا صبح گیا یا شام گیا

ہائے جوانی کیا کیا کہیے شور سروں میں رکھتے تھے
اب کیا ہے وہ عہد گیا وہ موسم وہ ہنگام گیا

گالی جھڑکی خشم و خشونت یہ تو سر دست اکثر ہیں
لطف گیا احسان گیا انعام گیا اکرام گیا

لکھنا کہنا ترک ہوا تھا آپس میں تو مدت سے
اب جو قرار کیا ہے دل سے خط بھی گیا پیغام گیا

نالۂ میر سواد میں ہم تک دوشیں شب سے نہیں آیا
شاید شہر سے ظالم کے عاشق وہ بدنام گیا

Marfat.com

طوفِ مشہد کو کل جو جاؤں گا
تیغ قاتل کو سر چڑھاؤں گا

وصل میں رنگ اُڑ گیا میرا
کیا جدائی کو منھ دکھاؤں گا

چھانتا ہوں کسی گلی کی خاک
دل کو اپنے کبھو تو پاؤں گا

اسکے در پہ گئی ہے تابِ تواں
گھر تلک اپنے کیوں کہ جاؤں گا

لوٹتا ہے بہار منھ کی خط
میر میں اس پہ زہر کھاؤں گا

خیال چھوڑ دے واعظ تو بے گناہی کا
رکھے ہے شوق اگر رحمتِ الٰہی کا

سیاہ بخت ہی میرے مجھے کفایت تھے
لیا ہے داغ نے دامن عبث سیاہی کا

کسو کے حسن کے شعلہ کے آگے اُڑ رہی
سلوک میر سنو میرے رنگ کاہی کا

ہر جا پھرا غبار ہمارا اُڑا ہوا
تیری گلی میں لائی صبا تو بجا ہوا

آہِ سحر نے دل کی نہ کھولی گرہ کبھی
آخر نسیم سے بھی یہ غنچہ نہ وا ہوا

دے میر اثر جو سوزشِ دل میں تھے میاں
نالے کیے جرس نے بہت سے تو کیا ہوا

پہلو سے اُٹھ گیا ہے وہ نازنیں ہمارا
جز درد اب نہیں ہے پہلو نشیں ہمارا

ہوں کیوں نہ سبز اپنے حرفِ خزانہ ہے یہ
دے زرعِ سیر حاصل قطعِ زمیں ہمارا

کیسا کیا جگر خوں آزار کیسے کھینچے
آساں نہیں ہوا دل اندوہگیں ہمارا

حرف و سخن تھے اپنے یادِ داستاں جہاں میں
مذکور بھی نہیں ہے یا اب کہیں ہمارا

کیا رائگاں بتوں کو دیکر ہوئے ہیں کافر
ارثِ پدر جواب تھا یہ کہنہ دیں ہمارا

لختِ جگر بھی اپنا یاقوت ناب سا ہے
قطرہ سرشک کا ہے دُرِّ ثمیں ہمارا

کیا خاک میں ملایا ہم کو سپہرِ دوں نے
ڈھونڈھا نشانِ تربت پاتے نہیں ہمارا

حالت ہے نزع کی یاں آ دیکھ جانے میں ہم
آنکھوں میں منتظر ہے دم واپسیں ہمارا

اک عمر مہر ورزی جنکے سبب سے کی تھی
پاتے ہیں میر ان کو سرگرمِ کیں ہمارا

آج ہمارا دل تڑپے ہے کوئی اُدھر سے آویگا
یا کہ نوشتہ ان ہاتھوں کا قاصد ہم تک لاویگا

Marfat.com

ہم نہیں لکھتے اسلیے اُسکو شوخ بہت ہے وہ لڑکا	خط کا کاغذ بادی کریگا باد کو رُخ بتلاوے گا
رنج بہت کھینچے تھے ہم نے طاقت جی کی تمام ہوئی	اپنے کیے پر یاد ہے یہ بھی بہت پچتاوے گا
اندھے سے ہم چاہ میں گرتے آگے لانے ناصح پھرتے ہیں	سوجھا بھی کچھ کر آنکھیں کیا تو ہم کو سمجھاوے گا
عاشق ہووے وہ بھی یارب کچھ اس سے کہا جاوے	یعنی حال سُنے گا دل سے دل جیسے سے لگاوے گا
عشق کی وجہ سے کی بھی راہ و رسم سے واقف ہو	ہو جو ایسا گم شدہ اپنا اسکو نہ تو پھر پاوے گا
آنکھیں موندے یہ دلبر جو سوتے رہیں سو بہتر ہے	چشمک کرنا ایک خوں کا سو سو فتنے جگاوے گا
کیا صورت ہے کیا قامت ہے دست و پا کیا نازک ہیں	ایسے پتلے مُنھ دیکھو جو کوئی کلال بناوے گا

چتون بے ڈھب آنکھیں پھیری ہیں پلکوں سے بھی نظر چھوٹی
عشق ابھی کیا جانیے ہم کو کیا کیا میر دکھاوے گا

اے تکلیے یہ تھی کہاں کی ادا	چھپ گئی جی میں تیری بانکی ادا
بات کہنے میں گالیاں دے ہے	دیکھیو اس بد زباں کی ادا

خاک میں مل کے میر ہم سمجھے
بے ادائی تھی آسماں کی ادا

رہا میں تو عزت کا اعزاز کرتا	چلا عشق خواری کو ممتاز کرتا
نہ ٹھہرا مرے پاس دل رہ اتنا تک	اُسے آپ سا ہی میں جانباز کرتا
تو تمکین سے کچھ نہ بولا وگرنہ	تو کاہیکو الفت سے میں ساز کرتا
گلو گیر ہی ہو گئی یاد وہ گونی	رہا میں خموشی کو آواز کرتا
نہ حیرت میں محتاج رونے کا ہوتا	جو کچھ آنسو آگے پس انداز کرتا

زیارت گہ کبک تو ہو بلا سے
تک اے میر کی خاک پر ناز کرتا

شیخ حرم سے لڑ کے چلا ہوں اب کعبہ میں نہ آؤں گا
تا بتخانہ ہر قدم اوپر سجدہ کرتا جاؤں گا
مہر پرستش صنم ہاتھوں سے قسیس رہبان کے
رشتہ سبحہ تڑاؤں گا زنار گلے سے بندھاؤں گا
رو دو دیر کے پانی سے یا آب چاہ سے اس جا کے

Marfat.com

واسطے طاعت کفر کے میں دونوں وقت نہاؤں گا

طائف رستہ کعبہ کا جو کوئی مجھ سے پوچھے گا
جانب دیر اشارت کر کے راہ ادھر کی بھلاؤں گا

بیدین اب جو ہوا سو ہوا ہوں طوف حرم سے مجھکو کیا
غیر از سوئے صنم خانہ میں رو نہ ادھر کو لاؤں گا

آ کے مسافر سیر عرب میں اور عجم میں کہتے ہیں
اب شہروں میں ہندوستاں کے کافر میر کہاؤں گا

کیسی کیسی حوادث نے کی آخرکار ہلاک کیا
ایسا پیدا ہو وہ دنیا خلق نہ کیسے ہوا ہو گا
قدرت حق میں کیا قدرت جو دخل کسو کی فضولی کرے
آہ سے تھے رخنے چھاتی میں چھپا انکا یہ سہل نہ تھا

گیا گیا چرخ نے چکر مارے بس کے مجکو خاک کیا
شیخ شہر موا کہتے ہیں شہر خدا نے پاک کیا
اسکو کیا پرکالہ آتش مجھکو خس و خاشاک کیا
دو دو ہاتھ تڑپ کر دل نے سینۂ عاشق چاک کیا

خو کر ہونا حزن و بکا سے میر ہمارا یوں نہیں نہیں
برسوں روتے کڑھتے رہے تب ہم دل کو غمناک کیا

بعد ہمارے اس فن کا جو کوئی ماہر ہووے گا
چشم تماشا وا ہووے تو دیکھا بھائی غنیمت ہے
درد آگیں انداز کی باتیں اکثر پڑھ پڑھ رو دیگا
مت موندے آنکھوں کو غافل دیر تلک پھر سو دیگا

جست و جو بھی اس کی کرے جسکا نشان کچھ پیدا ہو
پانا اس کا میر ہے مشکل جی تو یونہیں کھو دیگا

رکھے تھا ہاتھ میں سر رشتہ جہت سینے کا
اے طپش لوہو ہے میر جو تو نجھوڑے گے
رہ گیا دیکھ رفو چاک مرے سینے کا
کس سے یہ قاعدہ سیکھا ہے لہو پینے کا

میر کی نبض پہ رکھ ہاتھ لگا کہنے طبیب
آج کی رات یہ بیمار نہیں جینے کا

عید آئندہ تک رہے گا گلا
ڈوبے لوہو میں دیکھتے سر خار
ہو گئی عید تو گلے
حیف کوئی بھی آبلہ
نہ ملا
نہ چھلا

میر افسردہ دل چمن میں پھرا
غنچۂ دل کہیں نہ اسکا کھلا

Marfat.com

ناگاہ جس کو عشق کا آزار ہو گیا
سہل آگے اُسکے مردنِ دشوار ہو گیا

ہے حُسن کیا متاع کہ جسکو نظر پڑی
وہ جان بیچکر ہی خریدار ہو گیا

برسوں تئیں جہان میں کیونکر رہا ہے خضر
میں چار دن ہی جینے سے بیزار ہو گیا

ہم بستری بن اُسکی میں صاحب فراش ہوں
ہجران میں کڑھتے کڑھتے ہی بیمار ہو گیا

ہم دام تھے سو چھٹ گئے سب دام سے اُٹھے
ہی دل کو میرے چوٹ گرفتار ہو گیا

اُس کی نگاہِ مست کا کھایا ہی تھا فریب
پر شیخ طرز دیکھ کے ہشیار ہو گیا

کیا متقی تھا میر پہ آئینِ عشق میں
مجرم سا کشت و خوں کا سزاوار ہو گیا

سمندر کا میں کیوں احساں سہوں گا
نہیں کیا سیلِ اشک اس پر رہوں گا

ترے غم کے ہیں خواہاں سب کھائم
کمی کیا ہوگی جو اک میں نہ ہوں گا

نہ وہ آوے نہ جاوے بیقراری
کسو دن میر یونہیں مر رہوں گا

پھرتے پھرتے اُس کے لیے میں آخر دشت نورد ہوا
دیکھ آنکھیں وہ سرمہ آگیں پھر دنبالہ گرد ہوا

جیتے جی میت کے رنگوں لوگ مجھے اب پاتے ہیں
جوشِ بہارِ عشق میں یعنی سرتا پا میں زرد ہوا

گرم مزاج رہا نہیں اپنا دیسے اس کی ہجراں میں
ہوتے ہوتے افسردہ دیکھو گے اک دن سرد ہوا

میر نہ اپنے دردِ دل کو مجھ سے کہا کر روز و شب
صبح جو گوشِ دل سے سُنا تھا دل میں میرے درد ہوا

عشقِ صمد میں جان چلی وہ چاہت کا ارمان گیا
تازہ کیا پیمان صنم سے دین گیا ایمان گیا

میں جو گدایانہ چلایا در پر اُسکے نصفِ شب
گوش زد آگے تھے نالے سو شور گیا پہچان گیا

آگے عالم عین تھا اسکا اب عین عالم ہے وہ
اس وحدت سے یہ کثرت ہے یاں میرا سب گیان گیا

مطلب کا سررشتہ گم ہے کوشش کی کوتاہی نہیں
جو طالب اس راہ سے آیا خاک بھی یاں کی چھان گیا

خاک سے آدم کر دکھلایا یہ منت کیا تھوڑی ہے
اب سر خاک بھی ہو جاوے تو سر سے کیا احسان گیا

Marfat.com

ترک بچے سے عشق کیا تھا ریختے کیا کیا میں نے کہے | رفتہ رفتہ ہندستاں سے شعر مرا ایران گیا

کیونکہ جہت ہو دل کو اُس سے سیر مقام حیرت ہے
چاروں اور نہیں ہے کوئی یاں اُن نے نہیں دھیان گیا

دل تڑپے ہے جان کھپے ہے حال جگر کا کیا ہوگا
مجنوں مجنوں لوگ کہے ہیں مجنوں کیا ہم سا ہوگا

دیدۂ تر کو سمجھ کر اپنا ہم نے کیا کیا حفاظت کی
آہ نہ جانا روتے روتے یہ چشمہ دریا ہوگا

کیا جانیں آشفتہ دلاں کچھ ان سے ہم کو بحث نہیں
وہ جانے گا حال ہمارا جس کا دل بیجا ہوگا

پاؤں حنائی اُس کے لیے آنکھوں پر اپنے ہم نے رکھے
یہ دیکھا نہ رنگ کفک پہ ہنگامہ کب برپا ہوگا

جاگہ سے بے تہ جاتے ہیں دعوی وسے ہی کرتے ہیں
اُن کو غرور و ناز نہ ہوگا جن کو کچھ آتا ہوگا

رد بہ بھی اب لا ہی چکے ہیں ہم سے قطع اُمید کرو
روگ لگا ہے عشق کا جس کو وہ اب کیا اچھا ہوگا

دل کی لاگ کہیں جو ہو تو میر چھپائے اُس کو رکھو
یعنی عشق ہوا ظاہر تو لوگوں میں رسوا ہوگا

جاذبہ میرا تھا کامل سو بندے کے وہ گھر آیا
شکر خدا کا کریے کہاں تک عہدِ فراق بسر آیا

بجلی سا وہ چمک گیا آنکھوں سے جو دیں پڑنے لگیں
برمنط خفگی سے اس بن جی بھی رندھا دل بھر آیا

گل تھے سو سو رنگ پر ایسا شورِ طیور بلند نہ تھا
اس کے رنگ چمن میں کوئی شاید پھول نظر آیا

سیلِ بلا جوشاں تھا لیکن پانی پانی شرم سے تھا
ساحلِ دریا خشک ہی دیکھے سے میرے تر آیا

Marfat.com

کیا ہی خوش پرکار ہے دلبر نوچہ[1] گشتی گیر اپنا
کون زبردست اس سے لڑکر عہدہ سے تب برآیا

صنعتگریاں بہتیری کیں لیک دریغ ہزار دریغ
جس سے یار بھی ملتا ہم سے ایسا وہ نہ ہنر آیا

میر پریشاں خاطر آکر رات رہا بتخانے میں
راہ رہی کعبہ کی اودھر یہ سودائی کدھر آیا

اب یاں سے ہم اُٹھ جاوینگے خلقِ خدا ملکِ خدا
ہرگز نہ ادھر آویں گے خلقِ خدا ملکِ خدا

مطلب اگر یاں گم ہوا اندیشہ کی جاگہ نہیں
جاکر کہیں کچھ پاویں گے خلقِ خدا ملکِ خدا

دل میں نہ جانے یہ کوئی ہم کھانیکو دیں ہیں انھیں
جو ہے مقدر کھاویں گے خلقِ خدا ملکِ خدا

گو لکھنؤ ویراں ہوا ہم اور آبادی میں جا
مقسوم اپنا لاویں گے خلقِ خدا ملکِ خدا

اب دی۔ بری گزری گئی ہم آجکل بے خانماں
کیا غیر از یں ٹھہراویں گے خلقِ خدا ملکِ خدا

اس بستی سے اُٹھ جاوینگے دردیشوں کی کیا شورش
وہ بھی یہی فرماویں گے خلقِ خدا ملکِ خدا

تو میر ہو دیگا جہاں امرِ قضا کے تابعاں
روزی تجھے پہونچاویں گے خلقِ خدا ملکِ خدا

اُسکی سی جو چلے ہے راہ تو کیا
آسماں پہ گیا ہے ماہ تو کیا

لڑکے ملنا ہے آپ سے بے لطف
یار ہووے نہ عذرخواہ تو کیا

کب رخ بدر روشن ایسا ہے
ایک شب کا ہے اشتباہ تو کیا

بیخرد خانقہ میں میں گو مست
وہ کرے مست یک نگاہ تو کیا

اُسکے پر پیچ گیسو کے آگے
ہووے کالا کوئی سیاہ تو کیا

حسن والے ہیں کجروش سارے
ہوئے دو چار رد براہ تو کیا

دل رہے وصل جو مدام رہے
مل گئے اُس سے گاہ گاہ تو کیا

ایک اللہ کا بہت ہے نام
جمع باطل ہوں سو الٰہ تو کیا

میر کیا ہے فقیر مستغنی
آوے اُس پاس بادشاہ تو کیا

بیتابیوں کے جور سے میں جبکہ مرگیا
ہو کر فقیر صبر مری گور پہ گیا

[1] نوچہ - آوارہ ۱۲

Marfat.com

اے آہ سرد عرصۂ محشر میں تخ جما / جلتا ہوں میں سنوں کہ جہنم ٹھٹھر گیا
مفلس سو مر گیا نہ ہوا وصل یار کا / ہجراں میں اسکے جی بھی گیا اور زر گیا

تیری ہی رہ گزر میں یہ جی جا رہا ہے شوخ
سنیو کہ میر آج ہی کل میں گزر گیا

دل گیا مفت اور دکھ پایا / ہوکے عاشق بہت میں پچھتایا
مر گئے پر بھی سنگسار کیا / نخل ماتم مرا یہ پھل لایا
صحن میں میرے اے گل تھا یا / کیوں شگوفہ لے کھلنے کا آیا
یہ شب ہجر ہے کھڑی نہ رہے / ہو سفیدی کا جس جگہ سایا

جب سے بیخود ہوا ہے اسکو دیکھ
آپ میں میر پھر نہیں آیا

بات کہتے جی کا جانا ہوگیا / مرنا عاشق کا بہانا ہوگیا
جائے بودن تو نہ تھی دنیائے دوں / اتفاقاً اپنا آنا ہوگیا
ماہ اسکو کہہ کے سارے شہر میں / مجھ کو مشکل منھ دکھانا ہوگیا
کر رکھا تعویذ طفلی میں جسے / اب سو وہ لڑکا سیانا ہوگیا
اس بلا سے آہ میں غافل رہا / یک بیک دل کا لگانا ہوگیا
کنج لب سے یار کے اچٹا نہ ٹک / الغرض دل کا ٹھکانا ہوگیا

رفتہ رفتہ اس پری کے عشق میں
میر سا دانا دوانا ہوگیا

عشق بلا پر شور و شر نے جب میداں میں قسم مارا / باک ہوئی کشتی عالم کی آگے کن نے دم مارا
بود نبود کی اپنی حقیقت لکھنے کے شائستہ نہ تھی / باطل صفحۂ ہستی پر میں خط کھینچا جو قلم مارا
غیر کے میرے مرجانے میں تفاوت ارض و سما کا تھا / مارا ان نے دونوں کو لیکن مجکو کرکے ستم مارا
ان بالوں سے طلسم جہاں کا دربستہ تھا گویا سب / زلفوں کو درہم ان نے کیا سو عالم کو برہم مارا
دور اس قبلہ رو سے مجکو جلد رقیب نے مار رکھا / قہر کیا اس کتے نے کیا دوڑ کے صید حرم مارا
کاٹ کے سر عاجز کا ان نے اور بھی پگڑی پھیر رکھی / فخر کی کون سی جاگہ تھی یاں ایسا کیا رستم مارا
جس مضمار میں رستم کی بھی راہ نہ نکلی میر کبھی / اس میداں کی خاک پہ ہمنے جرات کرکے قدم مارا

Marfat.com

چاہ میں جور ہم پہ کم نہ ہوا
عاشقی کی تو کچھ ستم نہ ہوا

فائدہ کیا نماز مسجد کا
قد ہی محراب سا جو خم نہ ہوا

یار ہمراہ نعش جس دم تھا
واے مرنے میں میرے دم نہ ہوا

نہ گیا اس طرف کا خط لکھنا
ہاتھ جب تک مرا قلم نہ ہوا

بیدلی میں ہے میر خوش اس سے
دل کے جانے کا حیف غم نہ ہوا

کل تلک داغوں سے خوں کے دامن تر پاک تھا
آج تو کشتہ کوئی کیا زینت فتراک تھا

کیا جنوں کو روؤں تر دستی سے اسکی گل نمط
لے گریباں سے زہ دامن تلک ایک ہی چاک تھا

رو جو آئی رونے کی مژگاں نہ ٹھہری ایک پل
راہ میں اس رو کے گویا خس خاشاک تھا

ایک ہی شمع شعلہ خو کے لائحے میں جل بجھا
جبتلک پہونچے کوئی پروانہ عاشق خاک تھا

بادشاہ وقت تھا میں تخت تھا میرا دماغ
جی کے چار دل اور اک جوش گل تریاک تھا

ڈھال تلوار اس جواں کے ساتھ اب رہتی نہیں
وہ جفا آئیں تبلا میں لڑکا ہی بیباک تھا

تنگ پوشی تنگ درزی اسکی جی میں کھب گئی
کیا ہی وہ محبوب خوش ترکیب خوش پوشاک تھا

بات ہے جی مارنا بازیچہ قتل عام ہے
اب تو ہے صد چند اگر دو چند وہ سفاک تھا

غنچۂ دل وا ہوا نہ باغوں میں پھرا
اب بھی ہے ویسا ہی جیسا پیشتر غمناک تھا

درک کیا اس درس گہ میں میر عقل و فہم کو
کس کے تئیں ان صورتوں میں معنی کا ادراک تھا

جدا اس سیمتن سے کیسا سونا
کہ مٹی کوڑے کا اب ہے بچھونا

بہت کی جستجو اس کی نہ پایا
ہمیں درپیش ہے اب جی کا کھونا

تماشا دیکھنے ہنستا چلا آ
کرے ہے شیشہ بازی میرا رونا

جگر کے زخم شاید ہیں نمک بند
مزہ کچھ آنسوؤں کا ہے سلونا

وصیت میر نے مجکو یہی کی
کہ سب کچھ ہونا تو عاشق نہ ہونا

سر مارنا پتھر سے یا ٹکڑے جگر کرنا
اس عشق کی وادی میں ہر نوع بسر کرنا

کہتے ہیں ادھر منھ کر وہ رات کو سوتا ہے
اے آہ سحر گاہی ٹک تو بھی اثر کرنا

Marfat.com

دیواروں سے سر مارتے رات سحر کی ہے
اے صاحبِ سنگیں دل اب میری خبر کرنا

دل کے خوں ہونے کا غم کیا اب سے تھا
سینہ کوبی سخت ماتم کب سے تھا

اسکی مقتولی کا ہم کو رشک ہے
دو قدم جو کشتہ آگے سب سے تھا

کون مل سکتا ہے اس اوباش سے
اختلاط اس سے ہمیں اک ڈھب سے تھا

گرم مرنے والے دیکھے یار کے
ایک ٹھنڈا ہو گیا اُس تب سے تھا

چپ سی مجھ کو لگ گئی تھی تب سے میر
شور اُن شیریں لبوں کا جب سے تھا

عشق کیے پچھتائے ہم تو دل نہ کسو سے لگانا تھا
جیدھر ہو وہ مہ نکلا اُس راہ نہ ہمکو جانا تھا

غیرت کی اُس کی شکایت یا رعبث اب کرتے ہیں
ورنہ اس شوخ ستم پیشہ کا طفلی سے بیگانہ تھا

بزم کی عیش شب کا یاں دن ہوتے ہی یہ رنگ ہوا
شمع کی جاگہ دودِ تنک تھا خاکستر پروانا تھا

دخل مروت عشق میں تھا تو دروازے سے تھوڑی دور
ہمرہ نعشِ عاشق کی اُس ظالم کو بھی آنا تھا

طرفہ خیال کیا کرتا تھا عشق و جنوں میں روز و شب
روتے روتے ہنسنے لگا یہ میر عجب دیوانا تھا

ناخن سلہ سے بلہوس کا گلا یوں ہی چھل گیا
لوہو لگا کے وہ بھی شہیدوں میں مل گیا

دل تنگ تھا جو غنچہ کی رنگوں خزاں میں تھا
اے کیا کہوں بہار میں وہ زخم کھل گیا

بیدل ہوئے یہ کرتے تدارک جو رہتا ہوش
ہم آپ ہی میں آئے نہیں جب سے دل گیا

سلہ غالب سے
یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط
دامانِ باغبان و کفِ گلفروش ہے
لطفِ خرامِ ساقی و ذوقِ صدائے چنگ
یہ جنتِ نگاہ وہ فردوسِ گوش ہے
یا صبحدم جو دیکھیے آکر تو بزم میں
نے وہ سرور و سوز نہ جوش و خروش ہے
داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

سلہ ذوق سے
گل اس نگہ کے زخم رسیدوں میں مل گیا
یہ بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گیا

Marfat.com

دیکھا نہیں پہاڑ گراں سنگ یا سبک — زوروں چڑھا تھا عشق میں فرہاد ہل گیا
شبنم کی سی نمود سے تھا میں عرق عرق — یعنی کہ ہستی ننگ عدم تھی خجل گیا
غم کھینچتے بلا نہیں جاگہ سے کیا کروں — دل جا لگے ہے دم بدم اودھری ہل گیا

صورت نہ دیکھی ویسی کشادہ جبیں کہیں
میں میر اس تلاش میں چین و چگل گیا

ایک خواہش برائی تا جی کا غبار نکل جاتا — کاشکے آہو چشم اپنا آنکھوں کو پانوں سے مل جاتا
آتش دل کی لپٹوں کا ہے یار نہ کچھ عالم ہی جدا — لایحہ کوئی کھینچتا سر تو عالم سارا جل جاتا
نعرہ کرنا عاشق کا ہے ساتھ اک ہیبت کے یعنی — سن آواز اس شیر نر کی سیل بلا سے دہل جاتا
اہل زمیں تو کیا ہیں انکا سہل تھا رد سے لیجانا — چرخ پہ ہوتا زور جو چھلاوہ خیل ملک کو چھل جاتا
کشتی زبردستوں کی اس سے پاک ہوئی تو کیا ہے عجب — رستم سامنے ہو جاتا تو رہ بچا کر ٹل جاتا
غم سے ہوکر زرد سراسر صورت ساری خزاں کی ہے — آن نکلتے سوئے چمن تو رنگ ہوا کا بدل جاتا

ڈھلتے ڈھلتے ضعف سے گئے میر سواں نے منھ پھیرا
یا تو تنی سے بوسہ لب کی جی شاید یہ سنبھل جاتا

کیا کیا عشق میں رنج اٹھائے دل بیتاب جنوں ہو — کیسے رکتے تھے خفگی سے آخر کار جنون ہوا
تڑپا ہے پہلو میں اب جب طاقت دل میں کچھ نہ رہی — جسم غم فرسودہ ہمارا زرد و زار و زبون ہوا

جنگل میں میں رونے چلا تھا دل جو بھر آیا تھا میر بہت
آیا سیل آگے سے چلا کیا بخت سے مجھ کو شگون ہوا

آیا سو آب تیغ ہی مجھکو چٹا گیا — تھا وہ برندہ زخموں پہ میں زخم کھا گیا
کیا شہر خوش عمارت دل سے ہے گفتگو — لشکر نے غم کے آن کے مارا چلا گیا
موقوف یار غیر جلانا مرا نہیں — جو کوئی سکے کا ان لگا کچھ لگا گیا
تنہائی بیکسی مری کیدست تھی کہ میں — جیسے جرس کا نالہ جرس سے جدا گیا
کیا تم سے اپنے دل کی پریشانی میں کہوں — دریائے گریہ جوش زناں تھا بہا گیا
روزانہ بتو اپنے تئیں سوجھتا نہیں — آخر کو رونا راتوں کا ہی دن دکھا گیا

سرزدگی بڑی مری نوشتنی ہے میر
قاصد جو لے کے نامہ گیا سو بھلا گیا

Marfat.com

کچھ اندیشہ ہمکو نہیں ہے اپنے حال درہم کا
آٹھ پہر رہتا ہے رونا اسکے دوری کے غم کا

روتے کڑھتے خاک میں ملتے جیتے رہے ہم دنیا میں
دن ان اپنی عمر کے گو یا عشرہ تھا یہ محرم کا

کشتی ہماری عشق میں کیا تھی ہاتھ ملاتے پاک ہوئی
پائے ثبات نہ ٹھہرا دم بھر اس میدان میں رستم کا

عالم ہستی کیا عالم تھا غم دنیا و دیں کا نہ تھا
ہوش آیا ہے جب سے سر میں شوق ہوا اس عالم کا

یاں واجب ہے ہمکو تمکو دم لیویں تو شمردہ لیں
دینا ہوگا حساب کسو کو یکدم ہی میں دم دم کا

چھاتی کوٹی منھ نوچا سر سے دے مارا پتھر بھی
دل کے خون کئے ہیں ہمارے یہی طریق ہے ماتم کا

لڑکے شوخ بہت ہیں لیکن ویسا میر نہیں کوئی
دھوم قیامت کی سی ہے ہنگامہ اسکے اودھم کا

گلچیں نہیں جو کوئی بھی اس تازہ چمن کا
کیوں رنگ بھرا ہے ترے سیب ذقن کا

غربت سے ہے دل آویز بہت شہر کی اسکے
آیا نہ کبھو ہم کو خیال اپنے وطن کا

جب زمزمہ کرتی ہے صدا چھپتی ہے دل میں
بلبل سے کوئی سیکھ لے انداز سخن کا

کب مشت نمک سے ہوئی تسکین جراحت
لب خشک ہے نمک سار مرے زخم کہن کا

جو چاک گریبان کہ دامن کی ہو زہ تک
قربان کیا میر بلانے چاک کفن کا

یہ تو جدائی جوں توں کٹتی ہے ملنے کی تو کہیئے گا
پاس ہمارا گو نہ کرو تم پاس ہی اب سے رہیئے گا

ردیف بائے موحدہ

کب سے صحبت بگڑی رہی ہے کیونکر کوئی بنا دے اب
ناز و نیاز کا جھگڑا ایسا اس کے کنے نبھا دے اب

سوچتے آتے ہیں جی میں پر پگڑی پر گل رکھنے سے
کس کو دماغ رہا ہے اس کے جو حرف خشن اٹھا دے اب

تیغ بلند ہوئی ہے اس کی قسمت ہوں گے زخم رسا
مرد اگر ہے صید حرم تو کوئی جراحت کھا دے اب

داغ سرو سینے کے میرے حسرت آگیں چشم ہوئے
دیکھیں کیا کیا عشق ستم کش ہم لوگوں کو دکھا دے اب

Marfat.com

دم دو دم گھبراہٹ ہو تو ہو سکتا ہے تدارک بھی
جی کی چال سے پیدا ہے سو تین گھڑی میں جاوے اب

دل کے داغ بھی گل ہیں لیکن دل کی تسلی ہوتی نہیں
کاشکے وہ گلبرگ ادھر سے باد اڑا کر لاوے اب

اس کی کفک کی پامالی میں دل جو گیا تھا شاید میر
یار ادھر ہو مائل ٹک تو وہ رفتہ ہاتھ آوے اب

دل خوں ہوا تھا یکسر پانی ہوا جگر سب
خوں بستہ رہتیاں تھیں پلکیں سو اب ہیں تر سب

یارب کدھر گئے وے جو آدمی روش تھے
اجڑ دکھائی دے ہیں شہر و دہ و نگر سب

حرف و سخن سے مطلق یاں گفتگو نہیں ہے
پیادے سوار ہم کو آئے نظر سب

عالم کے لوگوں کا ہے تصویر کا سا عالم
ظاہر کھلی ہیں آنکھیں لیکن ہیں بے خبر سب

میر اس خرابے میں کیا آباد ہووے کوئی
دیوار و در گرے ہیں ویراں پڑے ہیں گھر سب

عشق و جنوں کی کیا اب تدبیر ہے مناسب
زنجیر ہے مناسب شمشیر ہے مناسب

دوری شعلہ خوباں آخر جلا رکھے گی
صحبت جو ایسی ہووے درگیر ہے مناسب

جلدی نہ قتل میں کر پچھتاوے گا بہت تو
خونریزی میں ہماری تاخیر ہے مناسب

رسوائے شہر ہونا عزت ہے عاشقی میں
احوال کی ہمارے تشہیر ہے مناسب

دل کی خرابی کے تو درپے ہے اے صنم تو
اس خانۂ خدا کی تعمیر ہے مناسب

شب اسکو میں نے دیکھا سوتے بغل میں لیتے
اس خواب کی نہ کرنی تعبیر ہے مناسب

رحم آشنا کسو کو اس بستی میں نہ پایا
اسلامیوں کی یاں کے تکفیر ہے مناسب

ہے سرگزشت اپنی نا نوشتنی ہی بہتر
گزری سو گزری کیا اب تحریر ہے مناسب

دنیا میں کوئی پھر پھر آیا نہیں ہے صاحب
اکبار رحم کو مرنا ہی میر ہے مناسب

تاب عشق نہیں ہے دل کو جی بھی بے طاقت ہے اب
یعنی سفر ہے دور کا آگے اور اپنی رخصت ہے اب

وصل میں ہیں کیا کیا صحبتیں رنگیں کس کس عیش میں دن گزرے

Marfat.com

تنہا بیٹھ رہے ہیں یک سو ہجر میں یہ صحبت ہے اب
جب سے بنائے صبح ہستی دو دم پر یاں ٹھہرا ہے
کیا کیا کر لیے اس مہلت میں کچھ بھی ہمیں فرصت ہے اب
چور اُچکے سکھ مرہٹے شاہ و گدا زر خواہاں ہیں
چین میں ہیں جو کچھ نہیں رکھتے فقر ہی اک دولت ہے اب

پاؤں پہ سر رکھنے کی مجوز رخصت دی تھی میر اُن نے
کیا پوچھو ہو سر پر میرے منت سی منت ہے اب

سادے جتنے نظر آتے ہیں دیکھو تو عیار ہیں سب
زرد و زار و زبوں جو ہم ہیں چاہت کے بیمار ہیں سب
سیل سے نکلے عاشق مژدیں تو جوش و خروش بھر آویں
تہ پائی نہیں جاتی ان کی دریا سے تہ دار ہیں سب
ایک پریشاں طرفہ جماعت دیکھی چاہنے والوں کی
جینے کے خواہاں نہیں ہیں مرنے کو تیار ہیں سب
کیا کیا خواہشیں بیکس بے بس مشتاق اُس سے رکھتے ہیں
لیکن دیکھ کے رہ جاتے ہیں چپکے سے ناچار ہیں سب

عشق جنھوں کا پیشہ ہو وے سیکڑوں ہوں تو ایک ہی ہیں
کوہکن و مجنون و وامق میر ہمارے یار ہیں سب

کاوش سے ان پلکوں کی رہتی ہے خلش جگر میں اب
سیدھی نظر جو اُس کی نہیں ہے یاس ہی اپنی نظر میں اب
موسم گل کا شاید آیا داغ جنوں کے سیاہ ہوئے
دل کھنچتا ہے جانب صحرا جی نہیں لگتا گھر میں اب
نقش نہیں پانی میں اُبھرتا یہ تو کوئی اچنبھا ہے
صورت خوب وہ اُس کی ہے پھرتی اکثر چشم تر میں اب
ایک جگہ پر جیسے بھونر ہیں لیکن چکر رہتا ہے
یعنی وطن دریا ہے اس بیں چار طرف ہیں سفر میں اب

Marfat.com

حسرت نے ملنے کی آیا میر تجھ را خون پیا
تیغ دتبر اس ترک نچے ظالم کے نہیں ہیں کمر میں اب

باہم ہوئی ہے ترک ملاقات کیا سبب
ہم تو تمھارے حسن کی حیرت سے ہیں خموش
ہم تیرہ روز آپ سے تم بن سحر گئے
اسکی نگاہِ مست تو اودھر نہیں پڑی

اب لُم بہت نے ہم پہ عنایات کیا سبب
تم ہم سے کوئی کرتے نہیں بات کیا سبب
آئے نہ تم ہمارے کئے رات کیا سبب
مسجد جو ہو گئی ہے خرابات کیا سبب

تھا مرتبہ ہمیشہ سگ یار کا بلند
ہے میر سے سلوک مساوات کیا سبب

دل کے گئے بیکس کہلائے ایسا کہاں ہمدم ہے اب
کون ایسے محروم غمیں کا ہمراز و محرم ہے اب

سینہ زنی سے غم زدگی ہے سر دھنتا ہے روتا ہے
دل جو ہمارا خون ہوا ہے اس سے بلا ماتم ہے اب

سُن کے حال کسو کے دل کا رونا ہی مجھ کو آتا تھا
یعنی کبھو جو کڑھتا تھا میں وہ رونا ہر دم ہے اب

زردی چہرہ تن کی نزاری بیماری پھر چاہت سے ہے
دل میں غم ہے مژگاں نم ہیں حال بہت درہم ہے اب

دیکھیں دن کٹتے ہیں کیونکر راتیں کیونکر گزرتی ہیں
بیتابی ہے زیادہ صبر بہت کم کم ہے اب

عشق ہمارا آہ نہ پوچھو کیا کیا رنگ بدلتا ہے
خون ہوا دل داغ ہوا پھر درد ہوا پھر غم ہے اب

ملنے والو پھر ملیے گا ہے وہ عالم دیگر میں
میر فقیر کو سکر ہے یعنی مستی کا عالم ہے اب

ردیف تائے فوقانی

دل کی تہ کی کہی نہیں جاتی نازک ہیں اسرار بہت
انجھر ہیں تو عشق کے دو ہی لیکن ہے بستار بہت

Marfat.com

کافر مسلم دونوں ہوئے پر نسبت اس سے کچھ نہ ہوئی
بہت یہ تسبیح پھرے ہم پہنا ہے زنار بہت

ہجر نے جی ہی مارا ہمارا کیا کہیے کیا مشکل ہے
اس سے جدا رہنا ہوتا ہے جس سے ہمیں ہے پیار بہت

منھ کی زردی تن کی نزاری چشم تر پہ چھائی ہے
عشق میں اس کے یعنی ہم نے کھینچے ہیں آزار بہت

کہہ کے تغافل ان نے کیا تھا لیکن تقصیر اپنی ہے
کام کھنچا جو تیغ تک اس کی ہم نے کیا اصرار بہت

حرف و سخن اب تنگ ہوا ہے ان لوگوں کے ساتھ اپنے
منھ کرنے سے جن کی طرف آتی تھی ہم کو عار بہت

رات ہے شہرت اس بستی میں میر کے اٹھ جانے کی ہے
جنگل میں جو جلد بسا جا شاید تھا بیمار بہت

باد صبا نے اہل چمن میں اس چہرے کی چلائی بات
اس لب و لہجے پر بلبل کو اس کے آگے نہ آئی بات

دور تلک قاصد کے پیچھے کچھ کہتا میں جاتا تھا
شوق کشمکش ظالم نے کیا رفتہ رفتہ بڑھائی بات

آگ ہوا آتے ہی میرے لال آنکھیں کر گھور رہا
کیا جانوں سرگوشی میں کیا غیر نے اس سے لگائی بات

لعل کو نسبت ان ہونٹوں سے دینا سب کا تصنع تھا
کچھ بن آئی جب نہ کسو سے تب یہ ایک بنائی بات

غیر سے کچھ کچھ کہتا تھا سو سامنے سے میر آیا میں
پھیر لیا منھ میری طرف سے یعنی مجھ سے چھپائی بات

زرد ہیں چہرے سوکھ گئے ہیں یعنی ہیں بیمار بہت
عشق کی گرمی دل کو پہنچی کھینچے ہی آزار بہت

نالہ و زاری سے عاشق کے کیا ابر بہاری طرف ہو گا

Marfat.com

دل ہے نالاں حد سے زیادہ آنکھیں ہیں خونبار بہت

برسوں ہوئے اب ہم لوگوں سے آنکھ اُن کی نہیں ملتی
برسوں تک آپس میں رہا ہے اپنے جنھوں کے پیار بہت

ارض و سما کی پستی بلندی اب تو ہم کو برابر ہے
یعنی نشیب و فراز جو دیکھے طبع ہوئی ہموار بہت

سو غیروں میں ہو عاشق تو ایک اسی سے ہتر ماویں
اس بستی میں آنکھیں اس کی رہتی ہیں ہشیار بہت

کم ہے ہمیں امید بھی کی اتنی نزاری پر اس کے
پچھلے دنوں دیکھا تھا ہم نے عاشق تھے بیمار بہت

میرؔ نہ ایسا ہووے کہیں پردے ہی پردہ مار مرے
ڈر لگتا ہے اس سے ہم کو ہے وہ ظاہر دار بہت

چپکے ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہوں ساری ہے الفت کی بات
تیغ نے اس کی کیا ہے قسمت یہ بھی ہے قسمت کی بات

جان مسافر ہو بے سے گی لب پر ہے موقوف آہ
سب کچھ کہیو جاتے ہوئے تم مت کہیو رخصت کی بات

کچھ کے فسانہ عشق و وفا کا لوگ محبت کرتے تھے
اب وہ ناز کہانی ان کی گویا ہے مدت کی بات

درد و غم کی گرفتاری سے مہلت ہو تو کچھ کہیے
حرف زدن اشعار شعاری یہ سب ہے فرصت کی بات

کس کو دماغ جواب رہا ہے ضعف سے اب خاموش رہا
پھروں بکنا نصیحت گر سے میرؔ یہ ہے طاقت کی بات

چشم رہتی ہے اب پرآب بہت
دل کو میرے ہے اضطراب بہت

دیکھیے رفتہ رفتہ کیا ہووے
تاب دل کم ہے پیچ و تاب بہت

دیر افسوس کرتے رہیے گا
عمر جاتی رہی شتاب بہت

مہر و لطف و کرم عنایت کم
ناز و خشم و جفا عتاب بہت

Marfat.com

بے تفاوت ہی فرق آپس میں — وے مقدس ہیں میں خراب بہت
پشتِ پا پر ہے چشمِ شوخ اسکی — ہائے رے ہم سے بے حجاب بہت
دخترِ رز سے رہتے ہیں محشور — شیخ صاحب ہیں کچھ کباب بہت
آویں محشر میں کیوں نہ پائے حساب — ہم بھی کرتے ہیں حساب بہت
واں تک اپنی دعا پہنچتی نہیں — عالی رتبہ ہے وہ جناب بہت

گل نے دیکھے کا عشق گیا ہی نہ میر
منھ پہ چھڑکا مرے گلاب بہت

اُچٹتی سی لگی اپنے تو وہ تلوار یا قسمت — ہوئی جس کے لگی کار آمدہ بیکار یا قسمت
ہوئے جب سو جواں نکلا توقع سی ہوئی ہمکو — نگہ تیز اُن نے سوئے جگر کی دو بار یا قسمت
پڑا سایہ نہ اُس کی تیغِ خوں آلودہ کا سر پر — کیے ہیں یوں تو قسمت ان نے کیا کیا وار یا قسمت
رہا تھا زیرِ دیوار اُسکے میں برسات میں جاکر — گری اس منھ میں سر پر وہی دیوار یا قسمت
موئے ہم تشنہ لب دیدار کے حالانکہ گریاں ہے — نصیب اپنے کہ سوکھی چشم دریا بار یا قسمت
درِ مسجد پہ ہوکر بینوا بیٹھے ہیں یا ہادی — ہمیں تھے ورنہ میخانے کے تکیہ دار یا قسمت

نصیبوں میں نہ ہے جنکے عیش وہ بھی میر جیتے ہیں
جیے ہیں ہم بھی جو مرنے کو تھے تیار یا قسمت

ردیف ثائے مثلثہ

دل کو اُس بے مہر سے ہم نے لگایا ہی عبث — مہر کی رکھ کر توقع جی کھپایا ہے عبث
دیکھ کر اُس کو کھڑے سوجی سے ہم عاشق ہوئے — بیٹھے بیٹھے ناگہاں یہ رنج اٹھایا ہے عبث
اپنی تو بگڑی ہے کوئی کام کی صورت نہیں — اُن نے بے لطفی سے منھ اچھا بنایا ہے عبث
جی کے جاتے وہ جو نوخط آتا تو بابت بھی تھی — لطف کر مردہ پہ عاشق کے اب آیا ہے عبث
تب تو خانہ باغ سے اپنے نہ پوچھی بات بھی — کیا جو تربت پر مری پھول لایا ہے عبث
راتدن سنتا ہے نالے یوں نہیں کہتا کبھو — میر دل آزردہ کو کس نے ستایا ہی عبث

ردیف جیم عربی

کس تازہ مقتل پہ کشندے ترے ہوا ہے گزار آج
زہ دامن کی بھری ہے لہو سے کس کو تونے مارا آج

Marfat.com

کل تک ہم نے تم کو رکھا تھا سو پردے میں کلی کے رنگ
صبح شگفتہ گل جو ہوئے تم سب نے کیا نظارا آج

کوئی نہیں شاہانِ سلف میں خالی پڑے ہیں دونوں عراق
یعنی خود گم اسکندر ہے ناپیدا ہے دارا آج

چشمِ مشتاق اس لب و رخ سے لمحہ اٹھتی نہیں
کیا ہی لگے ہے اچھا اس کا مکھڑا پیارا پیارا آج

اب جو نسیم معطر آئی شاید بال کھلے اس کے
شہر کی ساری گلیاں ہوگئیں گویا عنبر سارا آج

کل ہی جوش دخترِ دشت ہمارے دریا کے سے تلاطم تھے
دیکھ ترے آشوبِ زباں کے کر بیٹھے ہیں کنارا آج

چشم چرائی دور سے کر وا مجکو لگا یہ کہتے گیا
صید کریں گے کل ہم آکر ڈال چلے ہیں چارا آج

کل ہی زبان جیون کے کیے ہیں عشق میں کیا کیا لوگوں نے
سادگی میری چاہ میں دیکھو میں ڈھونڈھوں ہوں دارا آج

میر ہوئے ہو بیجو ڈب کے آپ میں بھی تو ٹک آؤ
ہے دروازے پر انبوہ اک رفتہ شوق تمھارا آج

شہر سے یار سوار ہوا جو سواد میں خوب غبار ہے آج
دشتی وحش و طیر اس کی سرتیزی ہی میں شکار ہے آج

برافروختہ رخ ہے اس کا کس خوبی سے مستی میں
پی کے شراب شگفتہ ہوا ہے اس نو گل پہ بہار ہے آج

اس کا بحرِ حسن سراسر اوج و موج و تلاطم ہے
شوق کی اپنے نگاہ جہاں تک جاوے بوس و کنار ہے آج

آنکھیں اس کی لال ہوئیں ہیں اور چلے جاتے ہیں سر
رات کو دارو پی سویا تھا اس کا صبح خمار ہے آج

گھر آئے ہو فقیروں کے تو آؤ بیٹھو لطف کرو

Marfat.com

کیا ہے جان بن اپنے گئے سو ان قدموں پہ نثار ہے آج

کیا پوچھو ہو سانجھ تلک پہلو میں کیا کیا تڑپا ہے
کل کی نسبت دل کو ہمارے بارے کچھ تو قرار ہے آج

مت چوکو اس جنس گراں کو دل کی وہیں لیجاؤ تم
ہندستاں کے ہندو بچوں کی بہت بڑی سرکار ہے آج

خوب جو آنکھیں کھول کے دیکھا شاخ گل پہ نظر آیا
ان رنگوں پھولوں میں ملا کچھ محو جلوۂ یار ہے آج

جذب عشق جدھر چاہے ہے لے جائے ہے محمل لیلیٰ کا
یعنی ہاتھ میں مجنوں کے ناقے کی اس کے مہار ہے آج

رات کا پہنا ہار جواب تک دن کو اتارا ان نے نہیں
شاید میر جمال گل بھی اس کے گلے کا ہار ہے آج

رنگ یہ ہے دیدۂ گریاں سے آج
لوہو ٹپکتا ہے گریباں سے آج

سر بفلک ہونے کو ہے کس کی خاک
گرد یک اٹھتی ہے بیاباں سے آج

کہوں سو کیا کہوں نے صبر نے قرار ہے آج
جو اس چمن میں یہ اک طرفہ انتشار ہے آج

سر اپنا عشق میں ہم نے بھی یوں تو پھوڑا تھا
پر اس کو کیا کریں اوروں کا اعتبار ہے آج

گیا ہے جانب وادی سوار ہو کر یار
غبار گرد پھرے ہے بہت شکار ہے آج

جہاں کے لوگوں میں جس کی تھی کل تئیں عزت
اسی عزیز کو دیکھا ذلیل و خوار ہے آج

سحر سواد میں چل زرد پھولی ہے سرسوں
ہوا ہے عشق سے کل زرد کیا بہار ہے آج

سواری اس کی ہے سرگرم گشت دشت کہے
کہ خیرہ تیرہ نمودار یک غبار ہے آج

سپہر چھڑیوں میں کل تک پھرے تھا ساتھ لگے
عجب ہے سب کا اسی سفلے پر مدار ہے آج

بخار دل کا نکالا تھا درد دل کہہ کر
سو درد سر ہے بدن گرم ہی بخار ہے آج

کسو کے آنے سے کیا اب کہ غش ہی کل دن سے
ہمیں تو اپنا ہی اے میر انتظار ہے آج

ردیف جیم فارسی

Marfat.com

آج ہمیں بدحالی سی ہے حال نہیں ہے جان کے بیچ
کیا عاشق ہونے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے جہان کے بیچ

پایہ اس کی شہادت کا ہے عرشِ عظیم سے بالاتر
جو مظلوم عشق ہوا ہے بڑھکر ٹک میدان کے بیچ

یوں نہیں نظر چڑھ رہتی نہیں کچھ حسرت میں تو چشم سفید
دیکھے ہے ہیرے کی ڈنک میں اس چشم حیران کے بیچ

وہ پرکالہ آتش کا ہے صبح تلک بھڑکا بھی نہ تھا
کیا جانوں کیا پھونک دیا لوگوں نے اُسکے کان کے بیچ

عدے کرو ہو برسوں کے تم دم کا بھروسا ہمکو نہیں
کچھ کچھ ہو جاتا ہے یاں ک پل میں ایک اک آن کے بیچ

تبعیت سے جو فارسی کی کچھ میں نے ہندی شعر کہے
سارے ترک بچے ظالم اب پڑھتے ہیں ایران کے بیچ

بندے خدائے پاک کے ہم جو میر نہیں تو زیر فلک
پھر یہ تقدس آیا کہاں سے مشت خاک انسان کے بیچ

فصل گل میں اسیر ہوئے تھے من ہی کی رہی من کے بیچ
اب یہ ستم تازہ ہے ہم پر قید کیا ہے چمن کے بیچ

یہ اُلجھاؤ سلجھتا ہمکو دسے ہے دکھائی مشکل سا
یعنی دل اٹکا ہے جا کر ان بالوں کی شکن کے بیچ

وہ کرتا ہے زبان درازی حسرت سے ہم چپکے ہیں
کچھ بولا نہیں جاتا یعنے اُس کے حرف و سخن کے بیچ

دشتِ بلا میں جاکر مریے اپنے نصیب جو سیدھے ہوں
واں کی خاک عبیر کی جاگہ رکھدیں لوگ کفن کے بیچ

کبک کی جان مسافر ہووے دیکھے خرام ناز اس کا
نام نہیں لیتا ہے کوئی اُس کا میر وطن کے بیچ

کیا شیریں ہے حرف و حکایت حسرت ہم کو آتی ہے

Marfat.com

ہائے زبان اپنی بھی ہووے یکدم اُسکے دہن کے بیچ
غم واندوہِ عشق سے ہر لحظہ نکلتی رہتی ہے
جان غلط کر میرؔ آئی ہے گویا تیرے بدن کے بیچ

اس کے رنگ کھلا ہے شاید کوئی پھول بہار کے بیچ
شور پڑا ہے قیامت کا سا چار طرف گلزار کے بیچ
رحم کرے وہ ذرہ ذرہ تو دیکھنے آوے دم بھریاں
اب تو دم بھی باقی نہیں ہے اُسکے کسو بیمار کے بیچ
چین نہ دے گا خاک کے نیچے ہرگز عشق کے ماروں کو
دل تو ساتھ اے کاش گاڑیں اُن لوگوں کے مزار کے بیچ
چشم شوخ سے اُسکے یار و کیا نسبت ہے غزالوں کو
دیکھتے ہیں ہم بڑا تفاوت شہری اور گنوار کے بیچ
کون شکار رم خوردہ سے جا کے کہے ٹک پھر کر دیکھ
کوئی سوار ہے تیرے پیچھے گرد و خاک غبار کے بیچ
رونے سے جو رود بہا تو اس کا کیا ہے یار عجب
جذب ہوئے ہیں کیا کیا دریا اپنے جیب و کنار کے بیچ
چشمک غمزہ عشوہ کرشمہ آن انداز و ناز و ادا
حسن سوائے حسن ظاہر میرؔ بہت ہیں یار کے بیچ

اے بوئے گل سمجھ کے مہکیو پون کے بیچ
دیکھے ہے کیا میں اندر ہی اندر گداز ہوں
زخمی پڑے ہیں مرغ ہزاروں چمن کے بیچ
دھوکا ہے جوں حباب مرے پیرہن کے بیچ

ردیف حائے حطی

گھر سے لیے نکلتا ہے تلوار بے طرح
جی بچنے کی طرح نظر آتی نہیں کوئی
چہرہ تو اُن نے اپنا بنایا ہے خوب لیک
کسطرح جائے پکڑی زباں اُسکی خشم میں
اب اُن نے سج بنائی ہے خونخوار بیطرح
کرتا ہے میرے خون پہ اصرار بیطرح
بگڑا پھرے ہے اب وہ طرحدار بیطرح
کہتا ہے بیٹھا متصل اب یار بیطرح

Marfat.com

لوہو میں ڈوبے دیکھیو داماں و جیب میر
بھرا ہے آج دیدۂ خونبار بے طرح

وہ نوباوۂ گلشن خوبی سب سے رکھے ہے نرالی طرح
شاخ گل سا جائے ہے لہکا ان نے نئی یہ ڈالی طرح

سونڈھے چلے ہیں چولی چپی ہے مہری پھنسی ہے بند کسے
اس اوباش نے پہناوے کی ایسی نرالی نکالی طرح

جبہہ نوچا منھ نوچا سب سینہ نوچا ناخن سے
میر نے کی ہے غم غصّے میں اپنے یہ بدحالی طرح

ردیف خائے معجمہ

جھمک سے اس کے بدن میں ہر ایک جا ہے شوخ
برنگ برق سراپا وہ خودنما ہے شوخ

پڑے ہے سیکڑوں جا راہ چلنے میں اس پر
کسو کی آنکھ تو دیکھے کوئی بلا ہے شوخ

نظر پڑی نہیں کیا اس کی شوخ چشمی میر
حضور یار کی چشم غزال کیا ہے شوخ

گلبن چمن کے اس کو جو دیکھتے ہیں گستاخ
کیا تازہ کوئی ابکی نکلی بہار میں شاخ

ردیف دال مہملہ

اس سے نہ الفت ہو مجکو تو ہووے میرا چہرہ زرد
ہاتھ نہ رکھوں کیوں میں دل پر رنج و بلا ہے قیامت درد

ملنے میں خنکی ہی کرتا وہ کاشکے پہلے چاہ کے دن
گرمی نہ ہوتی آپس میں تو کھنچتی نہ سر دم آہ سرد

لہ برسوں میں اقلیم جنوں سے دو دیوانے نکلے تھے
میر آوارۂ شہر ہوا ہے قیس ہوا ہے بیاباں گرد

کہتے ہو تم کہ یکسر مجھ میں وفا ہے شاید
متروک رسم جور و ظلم و جفا ہے شاید

ہم ناز سے ہے کس کے بندے کی بے نیازی
قالب میں خاک کے یاں پنہاں خدا ہے شاید

لہ باد مجنوں ہم سبق بودیم در دیوان عشق + او بصحرا رفت و ما در کوچہ ہا رسوا شدیم ۱۲

Marfat.com

یاں کچھ نہیں ہے باقی اُسکے حساب لیکن
مجھ میں شمار دم ہے اب کچھ رہا ہے شاید

قید فراق سے تو چھوٹیں جو مر رہیں ہم
اس درد بے دوا کی مرنا دوا ہے شاید

یہ عشق ہے یقینی حال ایسا کم سنا ہے
اے میر دل کسو سے تیرا لگا ہے شاید

رکھتا ہے دل کنار میں صد پارہ دردمند
ہر پارہ اُس کا پاتے ہیں آوارہ دردمند

تسکین اپنے دل کی جو پاتا نہیں کہیں
جز صبر اور کیا کرے بے چارہ دردمند

اسلامی کفری کوئی ہو ہے شرط دردِ عشق
دونوں طریق میں نہیں ناکارہ دردمند

قابل ہوئے ہیں سیر کے چشمانِ خونفشاں
دیکھیں ہیں آنکھوں لہو کا فوارہ دردمند

کیا کام اُس کو یاں کے نشیب و فراز سے
رکھتا ہے پاؤں دیکھ کے ہموارہ دردمند

اس کارواں سرا کے ہیں لوگ رفتنی
حسرت سے اُنکا کرتے ہیں نظارہ دردمند

سو بار حوصلہ سے اگر رنج کش ہو میر
پھر فرطِ غم سے مرتے ہے یکبارہ دردمند

ہے عشق کا فسانہ میرا نہ یاں زباں زد
ہر شہر میں ہوئی ہے یہ داستاں زباں زد

حسرت سے حسنِ گل کی چپکا ہوا ہوں ورنہ
طیرانِ باغ میں ہوں میں خوش زباں زباں زد

مذکور عاشقی کا ہر چار سو ہے باہم
یعنی نہیں کہانی میری کہاں زباں زد

فرہاد و قیس و وامق ہر اک سے پوچھ لو تم
شہروں میں عشق کے ہوں میں ناتواں زباں زد

کیا جانے میر کس کے غم سے ہے چپ وگرنہ
حرف و سخن میں کیا ہی ہے یہ جواں زباں زد

کیا کہیے ہوئے مملکت ہستی میں وارد
بے یار و دیار اب تو ہیں اس بستی میں وارد

کچھ ہوش نہ تھا منبر و محراب کا ہم کو
صد شکر کہ مسجد میں ہوئے مستی میں وارد

کچھ تدبیر بتاؤ ہم کو دل اپنا ہے زرنہ آلود
خاک اُڑاتے کہاں تک پھریے چہرہ سب ہے گرد آلود

ردیف رائے مہملہ

سپنے ہوئے بھی رنج و بلا ہے ہمسایوں کی جانوں پر
کیا کیا سینہ زنی رہتی ہے درد و غم کے فسانوں پر

Marfat.com

ہیں تو کیا کیا حرف و سخن تھے میرے جہاں کے جاتے رہے
باتیں درد آ گئیں ہیں اب تک کیسی کیسی زبانوں پر
تو بھی رباطِ کہن سے صوفی سیر کو چل ٹک سبزے کی
ابرِ سیہ قبلہ سے آ کر جھوم پڑا میخانوں پر
آمد و رفتِ نسیم سے ظاہر رنجشِ بلبل ہے لیکن
باؤ بھی اب تک ہی نہیں گلہائے چمن کے کانوں پر
جینہ جینہ اُس کی سی ابرو دلکش نکلی نہ کوئی یاں
زور رکھئے لوگوں نے اگرچہ نقش و نگار کمانوں پر
جان تو یاں ہے گرمِ رفتن لیت و لعل اُن ویسی ہے
کیا کیا مجھ کو جنون آتا ہے اس لڑکے کے بہانوں پر
بعد مرے سبحے کو میرے ہاتھوں ہاتھ ملک لیں گے
سو سو بار لیا ہے میں نے نام اُس کا ان دانوں پر
دل کی حقیقت عرش کی عظمت سب کچھ ہے معلوم ہمیں
سیر رہی ہے اکثر اپنی ان پاکیزہ مکانوں پر
راہ چلو تم اپنی اپنی میرے طریق سے کیا تم کو
آنکھوں سے پرواہ میں نے کیا ہی واں پائوں کے نشانوں پر
عشق عجائب زورآور ہے کشتی سب کی پاک ہوئی
ذکرِ میر ہے کیا پیری میں حرف و سخن ہے جوانوں پر

کئی داغ ایسے جلائے جگر پر
گیا میری وادی سے سیلاب بچ کر
سرمہ سے اُس کے موئے ہی ٹھنکے
سر اس آستاں پر رگڑتے گئے ہیں
ہم آتا اُسے سنتے جیتوں میں آئے
اُسے لطف اسکا ہی لاوے تو لاوے
سر کٹے نہیں شوق کشتوں کے سر پر

کہ وے نرگسی زن تھے گلہائے تر پر
نظریاں جو کی عشق کے شیر نر پر
یہ جی جا رہا ہے اُسی رہ گزر پر
ہوئے خون یاروں کے اس خاک در پر
بنا زندگانی کی ہے اب خبر پر
نہیں وصل موقوف کچھ زور و زر پر
قیامت کا ہنگامہ ہے اُس کے در پر

Marfat.com

اُتر جو گیا دل سے روکش ہو اُس کا
چڑھا پھر نہ خورشید میری نظر پر

بھری تھی مگر آگ دل میں دروں میں
ہوئے اشک سوزش سے آگی شرر پر

گیا پی جوان آنسوؤں کے تئیں میں
سراسر ہیں اب داغ سطحِ جگر پر

سرِ عجز ہر شام تھا خاک پر ہی
تہِ دل تھے کیسے ہی آہِ سحر پر

پلک اُٹھے آتا را چھے نہ دیکھے
پڑی آنکھ ہرگز نہ رنے اثر پر

طرف شاخِ گل کی لچک کے نہ دیکھا
نظر میر کی تھی کسو کی کمر پر

غزل در غزل صد جو یہ بھی دیکھو
نہیں عیب کرنا نظر اک ہنر پر

بھروسا اسیری میں تھا بال و پر پر
سو پرواز ہوئی نہ قفس کی بھی در پر

سوارانِ شایستہ کشتے ہیں تیرے
نہ تیغِ ستم کر علم ہر نفر پر

کھلا پیشِ دنداں نہ اُس کا گریجہ
کنھوں نے بھی تھوکا نہ سلکِ گہر پر

جلے کیوں نہ چھاتی کہ اپنی نظر ہے
کسو شوخ پرکار رعنا پسر پر

نہ محشر میں چونکا مرا خونِ خفتہ
وہی تھا یہ خوابیدہ اس شور و شر پر

کئی زخم کھا کر تڑپتا رہا دل
تسلی تھی موقوف زخمِ دگر پر

سنا تھا اُسے پاس لیکن نہ پایا
چلے دور تک ہم گئے اس خبر پر

سرِ شب کہے تھا بہانہ طلب وہ
گھڑی ایک رات آئی ہوگی پہر پر

کہو پاس بیٹھا رہے کب تلک یوں
کہو ہوگی رخصت گئے اب سحر پر

جہاں میں نہ کی میر اقامت کی نیت
کہ مشعر تھا آنا مرا یاں سفر پر

عشق خدائی خراب ہے ایسا جس سے گئے ہیں گھر کے گھر
کعبہ و دیر کے ایوانوں کے گرے پڑے ہیں در کے در

حج سے کوئی آدمی ہو تو سارا عالم حج ہی کرے
مکے سے آئے شیخ جی لیکن وے تو وہی ہیں خر کے خر

رنج و تعب میں مرتے دیکھے ہم نے ممسک دولتمند
جی کے جی میں عبث جاتے ہیں ان لوگوں کے زر کے زر

Marfat.com

مسلم و کافر کے جھگڑے میں جنگ و جدل سے رہائی ہیں
لوتھوں پہ لوتھیں گرتی رہیں گی کٹتے رہیں گے سر کے سر

سخت مصیبت عشق میں یہ ہے جائیں چلی جانیں ہیں نیک
ہاتھ سروں پر ماریں گے تو بند رہیں گے گھر کے گھر

لب سے گرمی عشق نے میرے چشمۂ چشم کو خشک کیا
کپڑے گلے سب تن کے لیکن وے ہیں اب تک تر کے تر

نکلے اب کے قفس میں شاید کوئی کلی تو نکلے **میر**
سارے نیر شگفتہ چمن کے ٹوٹ گئے وے پر کے پر

بات کہو کیا چپکے چپکے بیٹھ رہو ہو یاں آکر
ایسے گونگے بیٹھے ہو تم بیٹھے اپنے گھر جا کر

دل کا راز کیا میں ظاہر بلبل سے گلزار میں ایک
اس بے تہ نے صحن چمن میں جان دی چلا چلا کر

جیسا پیچ و تاب پر اپنے بالیدہ تھا ویسا ہی
مار سیہ کو رشک سے مارا ان بالوں نے بل کھا کر

ڈھونڈتے تا اطفال پھریں اک جنوں کی ضیافت میں
پھر رکھی ہیں شہر کی گلیاں پتھر ہم نے لا لا کر

ہاہا ہے نے شوخ کی میرے تنگ کیا تو غربا کو
سرخ و زرد ہوئے خجلت سے چھوٹے ہاہا ہاہا کر

چاہ کا جو اظہار کیا تو فرطِ شرم سے جان گئی
عشق شہرت دوست نے آخر مارا مجھ کو رسوا کر

میر یہ کیا رونا ہے جس سے آنکھوں پر رومال رہا
دامن کے ہر پاٹ کو اپنے گریہ زاری سے دریا کر

ترچھی نگاہیں کیا کرتے ہو دم بھر کے یاں آنے پر
ایدھر دیکھو ہم نے نہیں کی خم ابرو سر جانے پر

زور[1] ہوا ہے چل صوفی ٹک تو بھی رباطِ کہنہ سے
ابر قبلہ بڑھتا بڑھتا آیا ہے میخانے پر

گل کھائے بے تہ بلبل نے شور قیامت کا سا کیا
دیکھو چمن میں اس بن میرے چپکے جی بہلانے پر

سر نیچے کر لیتا تھا تلوار چلاتے ہم پر وے
رہ گئے خونریزی میں اپنی اس کے پھر شرمانے پر

۱؎ تو بھی رباطِ کہنہ سے صوفی سیر کو چل ٹک سبزے کی ٭ ابر سیہ قبلہ سے آکر جھوم پڑا میخانوں پر ۔ میر

Marfat.com

گالی مار کے غم پر میں نے صبر کیا خاموش رہا
رحم نہ آیا ٹک ظالم کو اس میرے غم کھانے پر

ناپیدہ ہیں نام خدا کے ایسے جیسے قحط زدہ
دوڑتی ہیں کیا آنکھیں اپنی سبحے کے دانے دانے پر

حال پریشاں سن مجنوں کا کیا جلتا ہے جی اپنا
عاشق ہم بھی میر رہے ہیں اس ڈھب کے دیوانے پر

روزوں میں رہ سکینگے ہم بے شراب کیونکر
گذرے گا اتقا میں عہد شباب کیونکر

تھوڑے سے پانی میں بھی پل نکلے ہے ابھرتا
بے تہ ہے سر نہ کھینچے اکدم حباب کیونکر

چشمے بھرے ابتک ہیں یادگار اس کے
وہ سوکھ سب گئی ہے چشم پرآب کیونکر

دل کی طرف کا پہلو سب متصل جلے ہے
مخمل ہو فرش کیوں نہ آوے گی خواب کیونکر

اول سحور کھانا آخر صبوحی کرنا
آوے نہ اس عمل سے شرم و حجاب کیونکر

اجڑے نگر کو دل کے دیکھوں ہوں جب کہوں ہوں
اب پھر بسے گی ایسی بستی خراب کیونکر

جرم و ذنوب تو ہیں بیحد و حصر یارب
روز حساب لیں گے مجھسے حساب کیونکر

پیش از سحر اٹھے ہے آج اسکے منھ کا پردا
نکلے گا اس طرف سے اب آفتاب کیونکر

خط میر آوے جاوے جو نکلے راہ ادھر کی
کوئی نہیں ہے قاصد لاوے جواب کیونکر

لہ ٦

تڑپے ہے غمزدہ دل لاوے گا تاب کیونکر
خوں بستہ ہینگی آنکھیں آوے گی خواب کیونکر

پرناتواں ہوں مجھ پر بھاری ہی جی ہی اپنا
مجھ سے اٹھینگے اسکے ناز و عتاب کیونکر

اس بحر میں ہے ٹھنا شکل حباب ہر دم
ابھرا رہے ہمیشہ نقش بر آب کیونکر

پانی کے دھوکے پیاسے کیا کیا عزیز مارے
سر پر نہ خاک ڈالے اپنے سراب کیونکر

آب رواں نہ تھا کچھ وہ لطف زندگانی
جاتی رہی جوانی اپنی شتاب کیونکر

سینہ میں میرے کب سے اک سینک سی رہے ہے
قلب و کبد نہ ہوویں دونوں کباب کیونکر

اشتیاق خواری کی تھی خجلت جو کچھ نہ بولا
منھ کیا ہے نامہ بر کا نکلے جواب کیونکر

سوز دل و جگر سے جلتا ہے تن بدن سب
میں کیا کوئی ہو کھینچے ایسے عذاب کیونکر

چہرہ کتابی اس کا مجموعہ میر کا ہے
اک حرف اس دہن کا تو کتاب کیونکر

Marfat.com

لاوے جھمکتے رخ کی آئینہ تاب کیونکر
ہو چہرہ اُسکے لب سے یاقوت ناب کیونکر

ہے شعر و شاعری گو کسب شعار اپنا
حرف و سخن سے کریے اب اجتناب کیونکر

جوں ابر اگر نہ روویں وادی و کوہ پر ہم
تو شہروں شہروں آوے نہروں میں آب کیونکر

اب بھی نہیں ہے ہمکو عشق نا اُمیدی
دیکھیں خراب ہووے حال خراب کیونکر

اُڑ اُڑ کے جا لگے ہے وہ تیر مار کاکل
کھاتا رہے نہ افعی پھر پیچ و تاب کیونکر

چشم محیط سے جو ہووے نہ چشم تر کے
تو سیر ہو ہوا پر پھیلے سحاب کیونکر

اب تو طپش نے دل کی اودھم مچا رکھا ہے
تسکین پاوے دیکھوں یہ اضطراب کیونکر

رو چاہیے ہے اُس کے در پر بھی بیٹھنے کو
ہم تو ذلیل اُس کے ہوں میر باب کیونکر

سنا تم نے جو گزرا سانحہ ہجراں میں یاروں پر
قیامت ہم سے ہر ساعت رہی الفت کے ماروں پر

کیا ہے عشق عالم کش نے کیا ستھراؤ لوگوں کا
نکل چل شہر سے باہر نظر کر ٹک مزاروں پر

تڑپ کر گرم ٹک چل برق ٹھنڈے ہو چکے ہیں تجھے
بسان ابر رحمت رو محبت ہم بیقراروں پر

بڑی دولت ہے درویشی جو بہرہ ہو قناعت سے
کہ عرصہ تنگ ہے حرص و ہوا سے تاجداروں پر

سیاحت خوب مجنوں یاد ہے ہم کو بھی وحشت کی
پر اپنا پاؤں پھیلے دشت کے سر تیز خاروں پر

گئے فرہاد و مجنوں ہو کوئی تو بات بھی پوچھیں
یکایک کیا بلا آئی ہمارے غمگساروں پر

گئی اس ناتوان عشق کے آگے سے پیری ٹل
سبکروحی مری اے میر بھاری ہے ہزاروں پر

اک آدھ دن نکل مت اے ابر ادھر سے ہو کر
بیٹھا ہوں میں ابھی ٹک سارا جہاں ڈبو کر

اب کل نہیں ہے مجکو بے قتل غم کشوں کے
کہتے تو تھے کہ ظالم خونریزی سے نہ خو کر

کہتے ہیں راہ پائی زاہد نے اس گلی کی
روتا کہیں نہ آوے ایمان و دیں کو کھو کر

ہے نظم کا سلیقہ ہر چند سب کو لیکن
جب جانیں کوئی لاوے یوں موتی سے پرو کر

کیا خوب زندگی کی دنیا میں شیخ جی نے
تعبیر کرتے ہیں سب اب اُنکو مردہ شو کر

گو تیرے منہ ظالم آب حیات ہوں اب
کیا ہم کو جی کی بیٹھے ہم جی سے ہاتھ دھو کر

کس کس ادا سے فتنے کرتے ہیں قصد اُدھر کا
جب بید ماغ سے تم اُٹھ بیٹھتے ہو سو کر

ٹکڑے جگر کے میرے مت چشم کم سے دیکھو
کاڑھے ہیں یے جو ابرو دریا کو میں بلو کر

Marfat.com

احوال میر جی کا مطلق گیا نہ سمجھا
کچھ زیر لب کہا بھی سو دیر دیر رو کر

عشق ہمارا خون کرے ہے جی نہیں رہتا یار بغیر
وہ گھر سے نہیں لپٹے نکلتا دم بھر بھی تلوار بغیر
جان عزیز کی جاں بھی گئے پر آنکھیں کھلی رہجائینگی
یعنی کشتۂ حسرت تھا میں آئینہ سا دیدار بغیر
گوندھے گئے سو تازہ رہے جو سبد میں تھے سو ملامت سے
سوکھ کے کانٹا پھول ہوئے وے اُسکے گلے کے ہار بغیر
پھولوں کا موسم کاشکے ہو پردے سے ہوا کے چشمک زن
گل کھائے ہیں ہزار خزاں میں مرغ چمن نے بہار بغیر

وحشی و طیر سے دشت بھرے تھے صیادی تھی یار کی جب
خالی پڑے ہیں دام کہیں میر اُسکے ذوقِ شکار بغیر

چندے بجا ہے گریۂ و اندوہ و آہ کر
ماتم کدے کو دہر کے تو عیش گاہ کر
کیا دیکھتا ہے ہر گھڑی اپنی ہی سج کو شوخ
آنکھیں میں جان آئی ہے ایدھر نگاہ کر
رحمت اگر یقینی ہے تو کیا ہے زہدِ شیخ
اے بیوقوف جائے عبادت گناہ کر
چھوڑ اب طریق جور کو اے بیوفا سمجھ
بنتی نہیں یہ چال کسو دل میں راہ کر
چسپیدگی داغ سے مت مُنہ کو اپنے موڑ
اے زخم کہنہ دل سے ہمارے نباہ کر

اس وقت ہے دعا و اجابت کا وصل میر
یک نعرہ تو بھی پیش کش صبح گاہ کر

شوریدہ سر رکھا ہے جب سے اس آستاں پر
میرا دماغ تب سے ہے ہفتم آسماں پر
گھائل گرا رہا ہے فتراک سے بندھا نے
کیا کیا ستم ہوئے ہیں اس صید ناتواں پر
لطف بدن کو اُسکے ہرگز پہونچ سکے نہ
جا پڑتی تھی ہمیشہ اپنی نگاہ جاں پر
خاشاک و خار و خس کو کر ایک جا جلایا
کیا جسم شور برقِ خاطف تھی آشیاں پر
وہ باغباں پسر کچھ گل گل شگفتہ ہے اب
یہ اور گل کھلا ہے اک پھولوں کی دکاں پر
رکھا نے آگ کے تھے کیا نالہائے بلبل
شبنم سے آبلے ہیں گلبرگ سی زباں پر

Marfat.com

دل کیا مکاں پھر اُس کا کیا صحن میر لیکن
غالب ہے سعی میں تو میدانِ لامکاں پر

آیا نہ پھر ادھر وہ مست شراب ہو کر
کیا پھول مر گئے ہیں اُس بن خراب ہو کر

صید زبوں میں میرے یک قطرہ خوں نہ نکلا
خنجر تلے بہا میں خجلت سے آب ہو کر

وعدہ وصال کا ہے کہتے ہیں حشر کے دن
جانا ہوا و لیکن واں سے شتاب ہو کر

وارو پیے نہ ساتھ غیروں کے بیشتر یاں
غیرت سے رہ گئے ہیں عاشق کباب ہو کر

یک قطرہ آب اُس بن ہیں نے اگر پیا ہے
نکلا ہے میر پانی وہ خونِ ناب ہو کر

ابر سیہ قبلہ سے اُٹھ کر آیا ہے میخانے پر
بادہ کشوں کا جھرمٹ ہے کچھ شیشہ پر پیمانے پر

رنگ ہوے سے ٹپکنے لگا ہے سبزے نے کچھ پھول کھلا
یعنی چشمک گل کرتا ہے فصلِ بہار کے آنے پر

شور جنوں ہے جوانوں کے سر میں پاؤں میں زنجیریں ہیں
سنگ زناں لڑکے پھرتے ہیں ہر سو دیوانے پر

بیتابانہ شمع پر آیا گرد پھرا پھر جل ہی گیا
اپنا جی بھی حد سے زیادہ رات جلا پروانے پر

قدرِ جان جو کچھ ہووے تو صرفہ بھی ہم میر کریں
مُنھ موڑیں کیا آنے سے اُسکے اپنی جان کے جانے پر

سعی سے اس کی ہوا مائل گریباں چاک پر
آفریں کر اے جنوں میرے کفِ چالاک پر

کیوں نہ ہوں طرفہ گلیں خوش طرح بعضے ہی گلال
خاک کن کن صورتوں کی صرف کی ہے خاک پر

ہمکو سعی کر دیا پامال گردوں نے میر
وہ نہ آیا ناز کرتا ٹک ہماری خاک پر

ردیف زائے معجمہ

اس بستر افسردہ کے گل خوشبو ہیں مرجھائے ہنوز
اس نکہت سے موسم گل میں پھول نہیں یاں آئے ہنوز

اُس زلف و کاکل کو گوندھے دیر ہوئی مشاطہ کو
سانپ سے لہراتے ہی ہیں پر بال اُسکے بل کھائے ہنوز

آنکھ لگے مدت گزری پائے عشق جو بیچ میں ہے
ملتے ہیں معشوق اگر تو ملتے ہیں شرمائے ہنوز

Marfat.com

تہ داری کیا کہیے اپنی سختی سے اس کی جیتے موئے
حرف و سخن کچھ کہیے لیکن ہرگز منہ پہ نہیں لائے ہنوز

ایسی معیشت کر لوگوں سے جیسے خم کش میر نے کی
برسوں ہوئے ہیں اٹھ گئے ان کو روتے ہیں ہمسائے ہنوز

کب سے گیا ہے آیا نہیں نامہ بر ہنوز
راہی بھی کچھ سنا نہیں جاتے خبر ہنوز

خون جگر کو سوکھے ہوئے برسوں ہو گئے
رہتی ہیں میری آنکھیں شب و روز تر ہنوز

ہرچند آسماں پہ ہماری دعا گئی
اس مہ کے دل میں کرتی نہیں کچھ اثر ہنوز

مدت سے لگ رہی ہیں مری آنکھیں اسکی اور
وہ دیکھتا نہیں ہے غلط کر ادھر ہنوز

برسوں سے لکھنؤ میں اقامت ہے مجھکو لیک
یاں کے چلن سے رکھتا ہوں عزم سفر ہنوز

تیشہ سے کوہکن کے دل کوہ جل گیا
نکلے ہے سنگ سنگ سے اکثر شرر ہنوز

جل جل کے ہو گیا ہے کبد تو کباب میر
جوں غنچہ ناشگفتہ ہے داغ جگر ہنوز

کب سے آئے کہتے ہیں تشریف نہیں لاتے ہیں ہنوز
آنکھیں مندی اب جا چکے ہم وسے دیکھو تکتے ہیں ہنوز

کہتا ہے برسوں سے ہمیں تم دور رہو یاں سے دفع بھی ہو
شوق و سماجت سیر کرو ہم پاس اسکے جاتے ہیں ہنوز

راتوں پاس گلے لگ سوتے ننگے ہو کر ہے یہ عجب
دن کو بے پردہ نہیں ملتے ہم سے شرماتے ہیں ہنوز

ساتھ کے پڑھنے والے فارغ تحصیل علمی سے ہوئے
جہل سے مکتب کے لڑکوں میں ہم دل بہلاتے ہیں ہنوز

گل صد رنگ چمن میں آئے باد خزاں سے بکھر ہی گئے
عشق و جنوں کی بہار سے عاشق میر جی گل کھاتے ہیں ہنوز

کب سے قیدی ہیں یہ ہے نالش بسیار ہنوز
دل بہاران چمن کا ہے گرفتار ہنوز

وہ مہ چاردہ اس شہر سے کب کا نکلا
ہر گلی جھانکتے پھرتے ہیں طلبگار ہنوز

بالا بالا ہی بہت عشق میں مارے گئے یار
وہ تہ دل سے کسو کا نہ ہوا یار ہنوز

Marfat.com

سال میں ابر بہاری کہیں آکر برسا
لوہو برسا رہے ہیں دیدۂ خونبار ہنوز

کمی بالیدنِ گلہا تھا بہت دیکھو نہ میر
ہمسر لالہ ہے خار سر دیوار ہنوز

سرکش ہے تندخو ہے عجب ہے زباں دراز
آتش کا ایسا لائحہ کب ہے زباں دراز

پروانہ تیری چرب لساں سے ہوا ہلاک
ہے شمع تو تو کوئی غضب ہی زباں دراز

ردیفِ سینِ مہملہ

یار ہم سے جدا ہوا افسوس
نہ جدا ہو کے پھر ملا افسوس

جب تلک آن کر رہے تجھ پاس
تجھ میں تب تک کچھ رہا افسوس

دل میں حسرت گرہ ہوئی رخصت کی
چلتے اُن نے نہ کچھ کہا افسوس

کیا تدارک ہے عشق میں دل کا
ہیں بلا میں ہوں مبتلا افسوس

سب بیگانگی کی جس کے لیے
وہ نہیں ہم سے آشنا افسوس

رات دن ہاتھ ملتے رہتے ہیں
دل کے جانے کا ہے بڑا افسوس

باچھیں پھٹ پھٹ گئیں ہیں گھگھیاتے
بے اثر ہو گئی دعا افسوس

تجھ کو کرنا تھا احتراز اُس سے
ہائے افسوس کیا کیا افسوس

نوش دارو ہے نیش دارو میر
متاثر نہیں دوا افسوس

غزل

کوئی دن کریے معیشت جا کسو کامل کے پاس
ناقصوں میں رہیے کیا رہیے تو صاحب دل کے پاس

بوئے خوں بھک بھک دماغوں میں چلی آتی ہے کچھ
نکلی ہے ہو کر صبا شاید کسو گھائل کے پاس

شور و ہنگامہ بہت دعوی ضروری ہے بہت
کاش کے مجکو بلاویں حشر میں قاتل کے پاس

گرد سے ہے ناقۂ لیلیٰ کو مشکل رہروی
خاک کس کی ہے کہ مشتاق آتی ہے محمل کے پاس

تل سے تیرے منہ کے دل تھا داغ ای برکہ جب
حال یہ اک اور نکلا ظالم اُسکے تل کے پاس

دل گداز عشق سے سب بہ ہو کر بہ گیا
مر گئے پر گور میری کریے تو بیدل کے پاس

ملیے کیونکر نہ کفِ افسوس جی جاتا ہے میر
ڈوبتی ہے کشتی ورطہ سے نکل ساحل کے پاس

Marfat.com

صد پارہ گلا تیرا ہے کر ضبطِ نفس بس
سنتا نہیں اس قافلے میں کوئی جرس بس

دنیا طلبی نفس نہ کر شومی سے جوں سگ
تھک کر کہیں ٹک بیٹھ رہ اے ہرزہ مرس بس

خنداں نہ مرے قتل میں رکھ تیغ کو پھر سان
جوں گل یہ ہنسی کیا ہے اسیروں پہ نہ ہنس بس

اس زار نے ہاتھ ان کا جو کھینچا لگے کہنے
غش کرنے نہ لگ جاؤ کہیں چھوڑیے بس بس

کیا میر اسیروں کو در باغ جو وا ہو
ہے رنگ ہوا دیکھنے کو چاک قفس بس

آنکھ کھلتے گئی بہار افسوس
گل کو دیکھا بھی نہ ہزار افسوس

جسکی خاطر ہوئے کنارہ گزیں
نہ ہوئے اس سے ہمکنار افسوس

نہ معرّف نہ آشنا کوئی
ہم ہیں بے یار و بے دیار افسوس

بیقراری نے یوں نہیں جی مارا
اس سے نے عہد نے قرار افسوس

خوں ہوئی دل ہی میں امید وصال
مر رہے جی کو مار مار افسوس

چارۂ اشتیاق کچھ نہ ہوا
وہ نہ ہم سے ہوا دوچار افسوس

اک ہی گردش میں اسکی آنکھوں کی
پھر گیا ہم سے روزگار افسوس

گور اپنی رہی گزرگہ میں
نہ ہوا یار کا گزار افسوس

منتظر ہی ہم اسکے میر گئے
یاں تک آیا کبھو نہ یار افسوس

کیا کیا تم نے ہم سے کہا تھا کچھ نہ کیا افسوس افسوس
کیا کیا کڑھایا جی سے مارا تو ہو بیا افسوس افسوس

نورِ چراغ جان میں تھا کچھ یوں نہیں نہ آیا لیکن وہ
گل ہو ہی گیا آخر کو یہ بجھتا سا دیا افسوس افسوس

رخصت میں پابوس کی سب کی جی جاتا تھا سو ان نے
ہاتھ میں عاشق وارفتہ کا دل نہ لیا افسوس افسوس

میر کی آنکھیں مندنے پر وہ دیکھنے آیا تھا ظالم
دیر بھی یہ بیمار محبت ٹک نہ جیا افسوس افسوس

Marfat.com

ردیف شین معجمہ

رکھتے رہے بتوں سے مہر و وفا کی خواہش
اس آرزو نے مارا یہ بھی خدا کی خواہش

بیماری دلی پر میں صبر کر رہا ہوں
جی کو نہیں ہے میرے مطلق دوا کی خواہش

شب وصل کی میسر آئی نہ ایک دن بھی
دل کو یہی ہمارے اکثر رہا کی خواہش

چاہت بہت کسو کی اے ہمنشیں بری ہے
سو جان کی ہے کاہش اک اس ادا کی خواہش

مشتاق عاشقی کا عاقل کوئی نہ ہوگا
بلہ کسو کو ہوگی اس بد بلا کی خواہش

عجز و انابت اپنی یونہیں تھی صبح گہ کی
درویشوں سے کریں گے اب ہم دعا کی خواہش

حیران کار الفت لے میر چپ چھپ میں تو
پوچھا کرو ہو ہر دم کیا بینوا کی خواہش

رنج و غم آئے بیشتر در پیش
راہ رفتن ہے اب مگر در پیش

مرگ فرہاد سے ہوا بدنام
ہے خجالت سے تیشہ سر در پیش

یار آنکھوں تلے ہی پھرتا ہے
میری مدت سے ہے نظر در پیش

خانہ روشن پتنگوں نے نہ کیا
ہے چراغوں کو بھی سحر در پیش

غم سے نزدیک مرنے کے پہنچے
دور کا میر ہے سفر در پیش

گرے کریں ہیں لچوں لطوں کے در پڑے سب گوش
بیکراں دریائے غم کے ہیں بلا جوش و خروش

صومعے کو اس ہوا ابر میں دیتے ہیں آگ
میکدے سے باہر آتے ہی نہیں ہیں عقل و ہوش

تنگ چولی سو جگہ سے کسمساتے ہی چلی
تنگ ورزی سے کبھی ملتا نہیں وہ تنگ پوش

واے رے پروانہ کیسا چپکے جل کر رہ گیا
گرمی پہونچے کیا اچھلتا ہے سپند ہرزہ کوش

کیسا خودگم سر بکھیرے میر ہے بازار میں
ایسا اب پیدا نہیں ہنگامہ آرا دلفروش

ادھر آتا بھی وہ سوار اے کاش
اس کا ہو جاتا دل شکار اے کاش

زیر دیوار خانہ باغ اس کے
ہم کو جا ملتی خانہ دار اے کاش

کب تلک بے قرار رہیے گا
پھر تو ملنے کا ہو قرار اے کاش

راہ تکتے تو پھٹ گئیں آنکھیں
اس کا کرتے نہ انتظار اے کاش

اس کی پامالی سرفرازی ہے
مرآن
راہ میں ہو مری مزار اے کاش

Marfat.com

پھول گل کچھ نہ تھے کھلی جب چشم
اور بھی رہتی اب بہار اے کاش

اب وہی میر جی کھپاتا ہے
ہم کو ہوتا نہ اس سے پیار اے کاش

خستہ میں ناخنوں نے مرے کی ہے کیا تلاش
تلوار کا سا گھاؤ ہے جبہے کا ہر خراش

صحبت میں اسکی کیونکہ رہے مرد آدمی
وہ شوخ و شنگ بے تہ و اوباش و بدمعاش

بیرحم تجکو ایک نظر کرنی بھی ادھر
کشتے کے تیرے ٹکڑے ہوئے سے گئے بھی لاش

آباد اجڑا لکھنؤ چغد دن سے اب ہوا
مشکل ہے اس خرابے میں آدم کی بود و باش

عمر عزیز یاس ہی میں جاتی ہے چلی
امیدوار اوس کے نہ ہم ہوتے میر کاش

ردیف صاد مہملہ

شاعری شیوہ ہے شعار اخلاص
دین و مذہب مرا ہے پیار اخلاص

اب کہاں وہ مودت قلبی
ہووے ظاہر میں یوں ہزار اخلاص

سود اخلاص کی بڑھی برسوں
میر رکھتا نہیں ہے یار اخلاص

ردیف ضاد معجمہ

عالم علم سے اس عالم میں ہر لحظہ طاری ہے فیض
ہے معلوم کہ عالم عالم پھریاں وہ جاری ہے فیض
سنگ و شجر میں پاتے ہو نہیں غنچہ و گل ہیں بار و بر
عالم ہر وہ ہزار جو ہیں یہ سب میں وہ ساری ہے فیض

ردیف طائے مہملہ

جس کو ہوا ہے اس صنم بے وفا سے ربط
اسکو خدا ہی ہووے تو ہو کچھ خدا سے ربط

گل ہوسکے برگ برگ ہوئے پھر ہوا ہوئے
رکھتے ہیں اس چمن کے جو غنچے صبا سے ربط

Marfat.com

زنہار پشت پا سے نہیں اُٹھتی اُسکی آنکھ
اُس چشم سرمگیں کو بہت ہے حیا سے ربط

شاید اُسی کے ہاتھ میں دامن ہو یار کا
ہو جس ستم رسیدہ سے دست دعا سے ربط

کرتی ہے آدمی کو دنی صحبت فقیر
اچھا نہیں ہے میر سے بے تہ گدا سے ربط

عشق کو جرأت و جگر ہے شرط
زردی رنگ و چشم تر ہے شرط

بے خبر حال سے نہ رہ میرے
میں کیے رکھتا ہوں خبر ہے شرط

حج کو جاوے تو شیخ کو لیجا
کعبہ جانے کو یہ بھی خر ہے شرط

پیسوں پر رتجگے ہیں یہ لڑکے
عشق سیمیں تناں کو زر ہے شرط

عام رہتا ہے آدمی گھر میں
پختہ کاری کے تئیں سفر ہے شرط

خبث یاروں کا کر فسانوں میں
عیب کرنے کو بھی ہنر ہے شرط

لعل پارے ہیں میر لخت جگر
دیکھ کر خون رو نظر ہے شرط

رکھتا ہے میرے دل سے تمہارا غم اختلاط
ہر لحظہ لحظہ آن و زماں ہر دم اختلاط

ہم وے ملے ہی رہتے ہیں مردم کی شکل کیا
ان صورتوں میں ہوتا نہیں باہم اختلاط

شیریں لباں جہاں کے نہیں چھوٹ جاتے
ہوں کو کہ میر صاحب قبلہ کم اختلاط

ردیف ظائے معجمہ

لطف جوانی کے ساتھ گئے پیری نے کیا ہے کیا محظوظ
کیونکہ جئیں یارب حیرت ہے بے مزہ ایسے نا محظوظ

رونے کڑھنے کو عیش کہو ہو ہم تو تمہارے دعا گو ہیں
یوں نہیں ہمیشہ عشق میں اُسکے رکھے ایسا خدا محظوظ

زردی منہ کی اشک کی سرخی دونوں ہتھو رنگ یہ ہیں
شاید میر بہت رہتے ہو اُس سے ہو کے جدا محظوظ

Marfat.com

ردیف عین مہملہ

لیے داغ سر پر جو آئی تھی شمع
سحر تک شب اُن نے گھلائی تھی شمع

پتنگے کے حق میں تو بہتر ہوئی
اگر موم کی بھی بنائی تھی شمع

نہ اُس مہ سے روشن تھی صحبت بزم میں
نکالا تھا اُسکو چھپائی تھی شمع

وہی ساتھ تھا میرے شبگیر میں
کہ تاب اُسکے رخ کی نہ لائی تھی شمع

پتنگ اور وہ کیوں نہ باہم جلیں
کہیں سے مگر اک لگ آئی تھی شمع

فروغ اُسکے چہرے کا تھا پردہ در
ہوا کیا جو ہم نے بجھائی تھی شمع

تفِ دل سے میر اک کفِ خاک ہے
مری خاک پر کیوں جلائی تھی شمع

کیا چمکا فانوس میں اپنا دکھلاتی ہے دور سے شمع
وہ منھ تک اودھر نہیں کرتا داغ ہے اُسکے غرور سے شمع

وہ بیٹھا ہے جیسے نکلے چودھویں رات کا چاند کہیں
روشن ہے کیا ہو گی طرف اسطرح رخِ پُر نور سے شمع

آگے اُسکے فروغ نہ تھا جلتی تھی کبھی سی مجلس میں
تب تو لوگ اُٹھا لیتے تھے شتابی اُسکے حضور سے شمع

جلنے کو جو آتی ہیں ستیاں میر سنبھل کر جلتی ہیں
کہا ہے صرفہ رات جلی بے بہرہ اپنی شعور سے شمع

آتی ہے مجلس میں تو فانوس میں آتی ہے شمع
وہ سراپا دیکھ کر پردے میں جلجاتی ہے شمع

ردیف غین معجمہ

غم کھنچا رائگاں دریغ دریغ
ہم ہوئے خستہ جاں دریغ دریغ

عشق میں جی بھی ہم گنوا بیٹھے
ہو گیا کیا زیاں دریغ دریغ

سب سے کی دشمنی جنھوں کے لیے
وے ہیں نامہرباں دریغ دریغ

قطعِ اُمید ہے قریب اُس سے
تیغ ہے درمیاں دریغ دریغ

دلی سے گئے پر نہ درد نہ تسبیح
کہتے ہیں ہر زباں دریغ دریغ

اُٹھنے دیتا نہیں شکستہ دل
ڈھ گیا کیا مکاں دریغ دریغ

Marfat.com

تب کھلی آنکھ میر اپنی جب
جا چکا کارواں دریغ دریغ

ہم کو شہر سے اس مہ کے ہے عزم راہ دروغ دروغ
یہ حرکت تو ہم نہ کریں گے خانہ سیاہ دروغ دروغ

الفت کلفت کون کہے ہے چاہ گناہ لکھا کن نے
بیدردی سے دے رکھتے ہیں یہی گناہ دروغ دروغ

شیخ کو وہ تو جھوٹھ کہے ہے جھوٹھ کو کیونکر جھوٹھ نہیں
اہل درد جو کوئی ہو تو کہیے آہ دروغ دروغ

عشق کے مارے غمزدگاں سے اُنس کرے بہتان کذب
اس بیمہر کی ہم لوگوں سے اُلفت چاہ دروغ دروغ

کس دلبر کو شوق سے دیکھا میر غلط ہے تہمت ہے
مُنھ پہ کسو کے پڑی نہیں ہے گاہ نگاہ دروغ دروغ

کیا کہیے میاں اب کی جنوں میں سینہ اپنا یکسر داغ
ہاتھ گلوں سے گلدستے ہیں شمع نمط ہے سر پر داغ

داغ جلائے فلک نے بدن پر سر دچراغاں ہم کو کیا
کہاں کہاں اب مرہم رکھیں جسم ہوا ہے سرسر داغ

صحبت درگیر آتے اُس کی بہر گھڑی ساعت نہ ہوئی
جب آئے ہیں گھر سے اُسکے تب آئے ہیں اکثر داغ

غیر کو دیکھ کے اس مجلس میں غیرت عشق سے آگ لگی
اُچھلے کود سے سپند نمط ہم ہو گئے آخر جلکر داغ

جلتی چھاتی پہ سنگ زنی کی سختیِ ایام سے میر
گرمی سے میری آتش دل کی سارے ہو گئے پتھر داغ

ردیف فاے

دیکھ نہ ہردم اے عاشق قاتل کی تیغ جفا کی طرف
کوئی نظر کر عبرت آگیں اُس کی ناز و ادا کی طرف

Marfat.com

چار طرف سے نزولِ حوادث جاؤں کدھر تنگ آیا ہوں\
غالب ہے کیا عہد میں میرے اے دل رنج و عنا کی طرف

آوے زمانہ جب ایسا تو ترکِ عشقِ بتاں کا کر\
چاہیے بندہ قصد کرے جانے کا اپنے خدا کی طرف

قحطِ مروت اب جو ہوا ہے کس کو دماغ بادہ کشی\
ابر آیا سبزہ بھی ہوا کرتا نہیں کوئی ہوا کی طرف

ظلم و ستم سے جور و جفا سے کیا کیا عاشق مارے گئے\
شہرِ حسن کے لوگوں میں کرتا نہیں کوئی وفا کی طرف

شام و سحر ہے عکس سے اپنے حرف و سخن اس گلرو کو\
پشت پا سے نگاہ اٹھائی چھوڑی اس نے حیا کی طرف

ہاتھ کسی کا دیکھتے رہیے گا ہے ہم سے ہو نہ سکا\
اپنی نظر اے میر رہی ہے اکثر دستِ دعا کی طرف

عشق سے ہم گو نگاہ نہیں کچھ ہائے زیانِ جاں کی طرف\
ورنہ یہی دیکھا کرتے ہیں اپنے سود و زیاں کی طرف

ازبس گرد رہا ہے یاں کا مرحلہ زار لبالب ہے\
یاں سے گئے پر پھر کے منھ دیکھا نہ کنھوں نے جہاں کی طرف

صورت کی شیرینی ایسی تلخی زباں کی ایسی کچھ\
منھ دیکھے اس کا جو کوئی پھر دیکھے ہے زباں کی طرف

وہ محبوب تو راہ گیا ہے اپنی لیکن دیر تلک\
آنکھیں اہلِ نظر کی رہیں گی اس کے قدم کے نشاں کی طرف

کس سے کہوں جو میر طرف کر اس سے داد دلا دیوے\
چھوٹے بڑے ہر ایک سے نکلی ہے اس اوباش جواں کی طرف

کیا ہی آنکھوں دیکھو ہو تلوار کی طرف\
دیکھو کن انکھیوں ہی سے گنہگار کی طرف

آزار ہی کے محو ہیں ہم خانماں خراب\
مطلق نہیں نظر ہمیں گھر بار کی طرف

جاتا ہے قبلہ کعبہ خدا فرطِ شوق سے\
جاتے ہیں سر رگڑتے ہوئے یار کی طرف

Marfat.com

شاید متاع حسن کھلی ہے کسو کی آج — ہنگامہ حشر کا سا ہے بازار کی طرف
عاشق کی اور ناز کناں جاوے ہے کبھو — جیسے طبیب جاوے ہے بیمار کی طرف
ہرگز طرف نہ ہو سکی رخسار یار کے — پھیکی ہے اسکے سامنے گلزار کی طرف

کچھ گل صبا کا لاگو نہیں اس چمن میں میر
کرتے ہیں سب ہی اپنے طرفدار کی طرف

نظر کیوں گئی رو دمو کی طرف — کھنچا جائے ہے دل کسو کی طرف
نہ دیکھو کبھی موتیوں کی لڑی — جو دیکھو مری گفتگو کی طرف
اگر آرسی میں صفائی ہے لیک — نہیں کرتی منھ اسکے رو کی طرف
چڑھے نہ کہیں کو دمیہ مغز میں — نہ کر شانہ تو گل کی بو کی طرف

اسے ڈھونڈتے میر کھوئے گئے
کوئی دیکھے اس جستجو کی طرف

ہنستے ہی ہنستے مار رکھا تھے جو ہم ظریف — ہے یار بھی ہمارا قیامت ستم ظریف
بہار باغ و گل و لالہ دلربا بن حیف — بھرے ہیں پھولوں سے جیب و کنار لیکن حیف
اے تجھ بغیر لالہ و باغ و بہار حیف — گل سے چمن بھرے ہوں نہ ہو تو ہزار حیف

ردیف قاف

مہر قیامت چاہت آفت فتنہ فساد بلا ہے عشق
عشق اللہ صیاد انھیں کہیو جن لوگوں نے کیا ہے عشق

عشق سے نظم کل ہے یعنی عشق کوئی ناظم ہے خوب
ہر شے یاں پیدا جو ہوئی ہے موزوں کر لایا ہے عشق

عشق ہے باطن اس ظاہر کا ظاہر باطن عشق ہے سب
اودھر عشق ہے عالم بالا ایدھر کو دنیا ہے عشق

دائر سائر ہے یہ جہاں میں جہاں تہاں متصرف ہے
عشق کہیں ہے دل میں نہاں اور کہیں پیدا ہے عشق

موج زنی ہے میر فلک تک ہر لحظہ ہے طوفاں زا
سرتاسر ہے تلاطم جس کا وہ اعظم دریا ہے عشق

Marfat.com

ارض و سما میں عشق ہے ساری چاروں اور بھرا ہے عشق
ہم ہیں جناب عشق کے بندے نزدیک اپنے خدا ہے عشق

ظاہر و باطن اوّل و آخر پائیں بالا عشق ہے سب
نور و ظلمت معنی و صورت سب کچھ آپ ہی ہوا ہے عشق

ایک طرف جبریل آتا ہے ایک طرف لاتا ہے کتاب
ایک طرف پنہاں ہے دلوں میں ایک طرف پیدا ہے عشق

خاک و باد و آب و آتش سب ہے موافق اپنے تئیں
جو کچھ ہے سو عشقِ بتاں ہے کیا کہیے اب کیا ہے عشق

میر کہیں ہنگامہ آرا ہیں تو نہیں ہوں چاہت کا
صبر نہ مجھ سے کیا جاوے تو معاف رکھو کہ نیا ہے عشق

بیتاب ہے دل غم سے نپٹ زار ہے عاشق
وہ دیکھنے کو جاوے تو بہتر ہے دگر نہ
رہتا ہے کھڑا دھوپ میں دو دو پہر آ کے
اٹھتا نہیں تلوار کے سایہ کے تلے سے

کیا جا کے دوچار اس سے ہو ناچار ہے عاشق
بدحال و ستمدیدہ و بیمار ہے عاشق
بے جرم سدا اس کا گنہگار رہے عاشق
یعنی ہمہ دم مرنے کو تیار رہے عاشق

چسپاں ہیں ہوئے میر خریدار سے تنہا
کیا جنس ہے معشوق کہ بازار ہے عاشق

ردیف کاف تازی

اب رنج و درد و غم کا پہونچا ہے کام جاں تک
پر حوصلے سے شکوہ آیا نہیں زباں تک

آواز کی ہمارے تم حسن پر نہ جاؤ
یہ نالۂ حزیں تو جاتے ہیں آسماں تک

رونا جہاں جہاں تو میں آرزو ہے لیکن
روتا ہوں رو دیا با دیے میرے کنے جہاں تک

اکثر صداع مجکو رہتا ہے عاشقی میں
تصدیع درد و غم سے کھینچے کوئی کہاں تک

آوارہ ہی ہوئے ہم سر مار مار یعنی
نوپر نکل گئے ہیں اپنے نسب آشیاں تک

اے وائے بے نصیبی سر سے بھی گزرے لیکن
پیشانی تک نہ پہونچی اس خاک آستاں تک

نفع کثیر اٹھایا کر عشق کی تجارت
راضی ہیں میر اتنو ہم جان کے زیاں تک

Marfat.com

دل کی تڑپ نے ہلاک کیا ہے دھڑکے نے اُسکی اڑائی خاک
خشک ہوا خون اشک کے بدلے ریگ رواں سے آئی خاک

صورت کے ہم آئینہ کی سے ظاہر فقر نہیں کرتے
ہوتے ساتے روتے پاتے اُن نے منہ کو لگائی خاک

پیچ و تاب سے خاک بھی میری جیسے بگولا پھرنے لگی
سر میں ہوا ہی اُسکے بہت تھی تب تو ہوئی یہ ہوائی خاک

در غبار کسو کے دل کا کس انداز سے نکلے آہ
روے فلک پر بدلی سی تو ساری ہماری چھائی خاک

نعمت رنگا رنگ حق سے بہرہ بخت سیہ کو نہیں
سانپ رہا گو گنج کے اوپر کھانے کو تو کھائی خاک

اپنے تئیں گم جیسا کیا تھا یاں سر کھینچ کے لوگوں نے
عالم خاک میں ویسی ہی اب ڈھونڈھے اُن کی نہ پائی خاک

انس نہیں انسان سے اچھا عشق و جنوں اک آفت ہو
فرق ہوئے کیا چھوڑے ہے آدم میں اُسکی جدائی خاک

ہو کے فقیر گلی میں اس کی چین بہت سا پایا ہم
لے کے سرھانے پتھر رکھا جائے فرش بچھائی خاک

قلب گداز ہیں جنکے وے بھی مٹی سونا کرتے ہیں
میر اکسیر بنائی اُنھوں نے جن کی جہاں سے اٹھائی خاک

کیا ہم میں رہا گردش افلاک سے اب تک
پھرتے ہیں کمھاروں کے پڑے چاک سے اب تک

ہے تو خطوں کی خاک سے اجزا جو برابر
ہو سبزہ نکلتے ہیں تہ خاک سے اب تک

تا مدِ نظر چھا رہے ہیں لالۂ صد برگ
جنگل بھرے ہیں سب گل تریاک سے اب تک

دشمن ہوئی ہے جسکے لیے ساری خدائی
مربوط ہیں ہم اس بت بیباک سے اب تک

ہر چند کہ دامن تئیں ہے چاک گریباں
ہم ہیں متوقع کفِ چالاک سے اب تک

گو خاک سی اُڑتی ہے مرے منہ پہ جنوں میں
ٹپکے ہے لہو دیدۂ نمناک سے اب تک

مستے بگڑے سے تو بھلے ہوئے میر اسکو کئی دن
تن پر ہے شکن تنگیِ پوشاک سے اب تک

Marfat.com

شاد و افیونیوں کا دل غمناک
دشت و دشت ایکے ہی گلِ تریاک

تین دن گور میں بھی بھاری ہیں
یعنی آسودگی نہیں تہِ خاک

ہاتھ پہونچا نہ اُس کے دامن تک
میں گریباں کروں نہ کیونکر چاک

تیز جاتا ہوں میں تو جوں سیلاب
میرے مانع ہوں کیا خس و خاشاک

عشق سے ہاتھ کیا ملاوے کوئی
یاں زبردستوں کی ہے کشتی پاک

بندگی کیشوں پر ستم مت کر
ڈر خدا سے تو اے بتِ بیباک

عشق مرد آزمانے آخر کار
کیے فرہاد و قیس میر ہلاک

اے عشق کیا جو مجھ سا ہوا ناتواں ہلاک
کر ہاتھ ٹک ملا کے کوئی پہلواں ہلاک

میں چل بسا تو شہر ہی ویران سب ہوا
اس نیم جاں کے بدلے ہوا اک جہاں ہلاک

مقصود گم ہے پھرتا جو رہتا ہے رات دن
ہلکان ہو کے ہوگا کبھو آسماں ہلاک

اس ظلم کیش کی ہے طرف نگاہ ہر کہیں
عاشق خدا ہی جانے ہوا اُٹھ کہاں ہلاک

جی میر نے دیا نہ ہوا لیک وصل یار
افسوس ہے کہ مفت ہوا یہ جواں ہلاک

جب یکھی نوبت تم نے تو گوش ہوش نہ کھولے ٹک
چیچے چپکے کسو کو چاہا پوچھنے آئے نہ بولے ٹک

اب جو چھاتی جلی فی الواقع لطف نہیں ہے شکایت کا
صبر کرو کیا ہوتا ہے یوں پھوڑیں دل کے پھپھولے ٹک

آنکھیں کھولیں حال کے کہتے دیر ہوئی ہے بس یعنی
ساری رات کہانی کہی ہے میر اب چل کر سولے ٹک

ردیف کاف فارسی

رات کی بات کہیں ہم کس سے بے تہ یاں اکثر ہیں لوگ
سرگرم بے راہ روی ہیں خود گم بے رہبر ہیں لوگ

بدتر آپ سے پاؤں کسو کو تو میں اس کا عیب کہوں
خوب [illegible] ل کرتا ہوں تو سب مجھ سے بہتر ہیں لوگ

Marfat.com

دیوانے ہیں شہر وفا کی راہ و رسم کے ہم تو میر
دل دے کے جی دینے والے تا طبقۂ گھر گھر ہیں لوگ

رہتے ہیں اُس سے لاگ پہ ہم بیقرار الگ
کرتے ہیں دوڑ نت ہی تماشائی یار الگ

تھا گرد بوئے گل سے بھی دامن ہوا کا پاک
کیا اب کی اس چمن سے گئی ہے بہار الگ

پاس اس کا بعد مرگ ہے آداب عشق سے
بیٹھا ہے میری خاک سے اُٹھ کر غبار الگ

ناگاہ اس نگاہ سے میں بھی ہوا نہال
جاتا ہے جوں نکل کے کسو کا شکار الگ

خونباری سے نہیں پڑی لوہو کی چھینٹ بھی
ابتک تو بارے اپنے ہیں جیب و کنار الگ

تا جانیں لوگ کشتۂ ہجراں ہیں یہ غریب
کریو تمام گوروں سے میری مزار الگ

بچتے نہیں ہیں بو زدگی سے گلوں کی میر
گو طائران خستہ جگر ہوں ہزار الگ

وہ نہیں ملتا ایک کسو سے مرتے ہیں اودھر جا جا لوگ
یعنی ضایع اپنے تئیں کرتے ہیں اُس بن کیا کیا لوگ

جیسے غم ہجراں میں اس کے عاشق جی کھو بیٹھے ہیں
برسوں مارے چرخ فلک تو ایسے ہووین پیدا لوگ

زلف و خال و خط سے اُسکے جہاں تہاں اب مبحث ہے
عقل ہوئی ہے گم خلقت کی یا کہتے ہیں سودا لوگ

چار قدم چلنے میں اُس کے دیکھتے جاتے ہیں جو کفک
فتنے سر کھینچا ہی کریں ہیں ایک قیامت برپا لوگ

دنیا جائے نہیں رہنے کی میر غرور نہیں اچھا
جو جاگہ سے جاتے ہیں اپنی وے کرتے ہیں بیجا لوگ

ردیف لام

دل دل لوگ کہا کرتے ہیں تم نے جانا کیا ہے دل
چشم بصیرت وا ہووے تو عجائب دید کی جا ہے دل

اوج و موج کا آشوب اُس کے لیکھے زمیں سے فلک تک ہے
صورت میں تو قطرۂ خوں ہے معنی میں دریا ہے دل

Marfat.com

صحرا کو جیسے کشادہ دامن ہم تم سنتے آتے ہیں
بند کر آنکھیں ٹک دیکھو تو ویسا ہی صحرا ہے دل

کوہکن و مجنوں و وامق، جس سے پوچھو بتا دیوے
عشق و جنوں کے شہر دل میں ہر چار طرف رسوا ہے دل

ہائے غیوری دل کی اپنے دماغ کیا ہے خودسر نے
جی ہی جس کے لیے جاتا ہے اُس سے بے پروا ہے دل

مت پوچھو کیوں زیست کرو ہو مردے سے افسردہ تم
ہجر میں اُس کے ہم لوگوں نے برسوں تک مارا ہے دل

میر پریشاں دل کے غم میں کیا کیا خاطر داری کی
خاک میں ملتے کیوں نہ پھریں اب خون ہو بہ بھی گیا ہے دل

آئی بہار نکلے چمن میں ہزار گل
بستر سے اُسکے پھول تر و تازہ رکھ کے دور

دل جو کھلا فسردہ تو جوں بے بہار گل
سوکھے ہے دیدہ کے تو ہوتا ہے خار گل

دیکھا کبھو نہ ہم نے سنا ہے نگندہ میر
داغ جنوں ہے سر پہ ہمیشہ بہار گل

صد ہزار افسوس آ کر خالی ہاتھ جائے گل
بے نصیبی سے ہوئے ہم موسم گل میں اسیر
دعوی حسن سراپا تھا یہ نازاں تجھکو دیکھ
کیا گل مہتاب و شبو کیا سمن کیا نسترن
جیتے جی تو داغ ہی رکھا ہوئے پر کیا حصول
بیدلی بلبل نہ کر تاثیر میں گو تو ہے داغ

ہے خزاں میں دل سے لب تک ہائے گل وائے گل
تھے نہ پیشانی میں اپنے سجدہ ہائے پائے گل
شاخیں پر گل جھک گئیں یعنی بہت شرمائے گل
اس حدیقے میں نہ نقش پا سے ہم سکے پائے گل
گو پئے دلسوزی سے جوں شمع سر رکھ لائے گل
خوش زبانے عشق کے جب ہنسے بھڑکے کھائے گل

اس چمن میں جلوہ گر جس حسن سے خوباں ہیں میر
موسم گل میں کہیں اس خوبی سے کب آئے گل

رنگا رنگ چمن میں اب کے موسم گل میں آئے گل
ہار گلے کے ہو کر جیسے یاد رکھا تب عرصے میں
گئے گشت گل میر ہمیں کیا صبح بہار سے کیا حاصل

ہم تو اُس بن داغ ہی تھے سو اور بھی جلکر کھائے گل
طرفہ تو یہ ہے اب منت سے گور پہ میرے لائے گل
داغ جنوں ہے سر پہ ہمارے شمع کے رنگوں جائے گل

Marfat.com

ہر لحظہ ہے کدورتِ خاطر سی بارِ دل
آندھی سی آوے نکلے کبھو جو غبارِ دل

تربندی خشک بندی نمک بندی ہو چکی
بیڈول جھیلتا سا چلا ہے نگارِ دل

جوں رنگ لائے سیبِ ذقن باغِ حسن میں
دوں ہیں ریاضِ عشق میں صد چاک نارِ دل

باہر ہیں حد و حصر سے کھینچے جو غم الم
کیا ہو سکے حسابِ غمِ بے شمارِ دل

لاکھوں جتن کیے نہ بچی دل سے یار کے
اسکا جفا شعار وفا ہے شعارِ دل

اسکی گلی میں صبح دلوں کا شکار تھا
نکلا ہزار ناز سے بہرِ شکارِ دل

کیا میر پھر ثبات سے رد سوے دل کریں
ایسے نہیں گئے ہیں سکون و قرارِ دل

رکھتا نہیں ہے مطلق تاب عتاب اب دل
جاتا ہے کچھ ڈہا ہی خانہ خراب اب دل

دردِ فراقِ دلبر دے ہے فشار بیڈھب
ہو جائے جا لگی خوں شاید شتاب اب دل

بے پردہ اُسکی آنکھیں شوخی جو کرتیاں ہیں
کرتا ہے یہ بھی ترکِ شرم و حجاب اب دل

آتش جو عشق کی سب چھائی ہے تن بدن پر
پہلو میں رہ گیا ہے ہو کر کباب اب دل

غم سے گداز پاکر اٹھ بن جو بہ نہ نکلا
شرمندگی سے ہوگا اے میر آب اب دل

مدت سے اب وہی ہے مرا ہمکنار دل
آزردہ دل ستم زدہ و بیقرار دل

جو کہیے ہے فسردہ و مردہ ضعیف و زار
ناچار دیر ہم رہے ہیں یار مار دل

دو چار دل سے راضی نہیں ہوتے دلبراں
شاید تسلی ان کی ہو جو ہیں ہزار دل

خود گم ہے ناشکیب ہے مکدر ہے مضطرب
کبتک رکھوں گا ہاتھ تلے یہ غبار دل

ہے میر عشق حسن کے بھی جاذبے کے تئیں
کھنچتا ہے سوئے یار جو بے اختیار دل

ردیف میم

عشق ہمارے در پے جاں ہے آئے گھر سے نکلکر ہم
سر پر دیکھا ہی فلک ہے جاویں کیدھر چل کر ہم

بل کھائے ان بالوں سے کب عہدہ برآ ہوتے ہیں ہزار
تکلے کا سا بل نکلا ہے ٹک جو چلے تھے بل کر ہم

Marfat.com

مت پوچھو کچھ چھپاتے ہیں کیا کہیے گھبراتے ہیں
جی تو لیا ہے پانس بغل میں دل بیٹھے ہیں ڈل کر تم

بے تحمل وہ وہ کیا سیری ہو دیدار کے ہم سے تشنوں کو
پانی بھی پی سکتے نہیں ٹک اپنی جگہ سے ہلکر ہم

عشق جو ہوتا واقع میں تو سیدھے جاتے تیغ تلے
راہ ہوس کی پھیرلی ہم نے یعنی چلے ہیں ٹلکر ہم

ہائے جوانی شور کناں پابوس کو اسکے پھرتے تھے
اب چپ بیٹھ رہے ہیں یکسو ہاتھ بہت سے ملکر ہم

آگے تو کچھ اس کے آہیں گرم شعلہ فشانی تھیں
اب تو ہوئے ہیں میر اک ڈھیری خاکستر کی جلکر ہم

ڈول لگائے بہتیرے پر ڈھب پہ کبھو نہیں آتے تم
آنا یکسو کب دیکھو ہو ادھر آتے جاتے تم

ہر صورت کو دیکھ رہو ہو ہر کوچے کو جھانکو ہو
آگے عشق کیا ہوتا تو پھرتے جی نہ کھپاتے تم

چاہت آفت الفت کلفت مہر و وفا و رنج و بلا
عشق ہی کے سب نام ہیں یہ دل کاش کہیں نہ لگاتے تم

شائق ہو مرغان قفس کے آئے گر صیادوں کے
پھول اک دو تسکیں کو ان کی کاش چمن سے لاتے تم

دونوں طرف کشش رہتی تھی نیا نیا تھا عشق اپنا
دھوپ میں آتے داغ ہوئے تو گرمی سے گل کھلتے تم

گید ھراب وہ یکرنگی جو دیکھ نہ سکتے دلتنگی
رکتے پاتے ٹک جو ہمیں تو دیر تلک گھبراتے تم

کیا کیا شکلیں محبوبوں کی پردۂ غیب سے نکلی ہیں
منصف ہو ٹک اے نقاشاں ایسے چہرے بناتے تم

شاید شب مستی میں تمھاری گرم ہوئی تھیں آنکھیں کہیں

Marfat.com

پیش از صبح جو آئے ہو تو آئے راتے ماتے تم

کب تک یہ دزدیدہ نگاہیں عمداً آنکھیں جھکا لینا
دلبر ہوتے فی الواقع تو آنکھیں یوں نہ چھپاتے تم

بعد نماز دعائیں کیں سو میر فقیر ہوئے تم تو
ایسی مناجاتوں سے آگے کاشکے ہاتھ اُٹھاتے تم

چاہ چھپی بے پردہ ہوئی اب یا رب کیدھر جاویں ہم
کاش اجل بیوقت ہی پہونچے ایک طرف مر جاویں ہم

اُسکی نگہ کی اچپلیوں سے غش کرتے ہیں جگرداراں
کیا ٹھہریگا دل اپنا جو بجلی سے ڈر جاویں ہم

صبر و قرار جو ٹک ہوئے تو بہتر ہیں بیطاقت بھی
ہاتھ رکھے دل ہی پر کبتک اودھر اکثر جاویں ہم

خاک برابر عاشق ہیں اس کوچے میں ناچاری سے
گھر ہوں خانہ خرابوں کے تو اپنے بھی گھر جاویں ہم

میر ابھی سب عمر گئی ہے سب کی بُرائی ہی کرتے
سر پر آیا جانے کا موسم اب تو بھلا کر جاویں ہم

ہم تو یہی کہتے تھے ہمیشہ دل کو کہیں نہ لگاؤ تم
جھوٹھ کہا کیا ہمنے ایسے طور جو اس سے ظاہر ہیں
صبر کرو بیتاب رہو خاموش پھرو یا شور کرو
تازہ و خوردہ بہتر سارا پھولوں پر ہی چمن کا ہے
وائے کہ اس ہجراں کشتے نے باغ سے جاتے تک نہ سنا
دست و پا بہتیرے مارے سر بھی پھوڑے حسرت سے
غم میں تمہارے صد خوش کی سیکڑوں شمعیں تو بگڑیں
در پہ حرم کے کشود نہیں تو دیر میں جا کر کافر ہو

کیا کہیئے نہ ہماری سنی اب بیٹھے رنج اُٹھاؤ تم
ہاتھ چلے تو عاشق زار کو خاک و خوں میں لٹاؤ تم
کس کو یاں پروا ہے کسو کی ٹھہرو آؤ جاؤ تم
کیا مرزائی لالہ و گل کی کچھ خاطر میں نہ لاؤ تم
گل نے کہا جو خوبی سے اپنی کچھ تو ہمیں فرماؤ تم
کیا کریے جو بدست دیا ہمسوں کے ہاتھ آؤ تم
بیٹھے ناز و غرور سے بکھرے بال اپنے بناؤ تم
قشقے کھینچو پوتھی پڑھو زنار گلے سے بندھاؤ تم

بود و نبود ثبات رکھے تو یہ بھی اک بابت ہے میر
اس صفحہ میں حرف غلط ہیں کاشکے ہمکو مٹاؤ تم

Marfat.com

کیا کریں بیکس ہیں ہم بے بس ہیں ہم بے گھر ہیں ہم
سر نہ بالیں سے اٹھا دیں کاشکے بیمار عشق
سو طرف لے جاتی ہے ہمکو پریشاں خاطری
گر نہ روئیں کیا کریں ہر چار سو ہے بیکسی

کیونکر اڑ کر پہنچیں اس تک طائر بے پر ہیں ہم
ہوگا یک ہنگامہ برپا فتنہ زیر سر ہیں ہم
یاں کسے ڈھونڈھو ہو تم کیا جانیے کیدھر ہیں ہم
بیدل و بیطاقت و بیدین و بے دلبر ہیں ہم

وہ جو رشک مہ کبھی اس راہ سے نکلا نہ میر
ہم نہ رکھتے تھے ستارہ یعنی بداختر ہیں ہم

کہا سنتے تو کاہے کو کسو سے دل لگاتے تم
شکیبائی کہاں جو اب رہے جاتی ہوئی عزت
یہ حسن خلق تم میں عشق سے پیدا ہوا ورنہ
نظر دزدیدہ رکھتے ہو جھکی نہ رکھتے ہو پلکوں کو
یہ ساری خوبیاں دل لگنے کی ہیں مت برا مانو
پھرا کرتے تھے جب مغرور اپنے حسن پر آگے

نہ جاتے اس طرف تو ہاتھ سے اپنے نہ جاتے تم
کدھر وہ ناز جس سے سر فرو ہرگز نہ لاتے تم
گھڑی کے روٹھنے کو دو دو پہر تک کب مناتے تم
لگیں ہوتیں نہ آنکھیں تو نہ آنکھوں کو چھپاتے تم
کسو کا بار منت بے علاقہ کب اٹھاتے تم
کسو سے دل لگا جو یوں چھپتے ہو آتے جاتے تم

جو ہوتے میر سو سر کے نکرتے اک سخن ان سے
بہت تو مان کھاتے ہونٹھ غصے سے چباتے تم

اس کی گلی میں غش جو کیا آ سکے نہ ہم
سوئے تو غنچہ ہو کسو گلخن کے آس پاس

پھر ہو چکے وہیں کہیں گھر جا سکے نہ ہم
اس تنگنا میں پانوں بھی پھیلا سکے نہ ہم

حال آنکہ ظاہر اس کے نشاں شش جہت تھے میر
خود گم رہے جو پھرتے بہت پا سکے نہ ہم

ہم نہ کہا کرتے تھے تم سے دل نہ کسو سے لگاؤ تم
جی دینا پڑتا ہے اس میں ایسا نہ ہو پچھتاؤ تم

سو نہ سنی تم نے تو ہماری آنکھیں کہیں لگ پڑیاں
رو رو کر سر دھنتے ہو اب بیٹھے رنج اٹھاؤ تم

صبر کہاں جو تسکین ہووے بیتابی سے چین کہاں
ایک گھڑی میں سو سو بار ادھر سے ادھر جاؤ تم

خواہش دل ہے چاہ کسو کی یہی سبب ہے کاہش کا

Marfat.com

ناحق ناحق کیوں کہتے ہو حق کی طرف دل لاؤ تم

ہر کوچے میں کھڑے رہ رہ کر ایدھر اودھر دیکھو ہو
ہائے خیال یہ کیا ہے تم کو جانے بھی دو اب آؤ تم

فاش نہ کریے راز محبت جانیں اس میں جاتی ہیں
درد دل آنکھوں سے ہر ایک کے تا مقدور چھپاؤ تم

قدر و قیمت اس سے زیادہ میر تمہاری کیا ہوگی
جسکے خواہاں دونوں جہاں ہیں اسکے ہاتھ بکاؤ تم

تظلم کہ کھینچے الم پر الم
علم بازی آہ جانکاہ سے
جو سو سر کے ہوا و ما نوش میں
کئی بار آیا ادھر لطف سے

ترحم کہ مت کر ستم پر ستم
رہے ٹوٹتے ہی علم پر علم
عبث کھاتے ہو تم قسم پر قسم
عطا پر عطا ہے کرم پر کرم

خطرناک تھی وادی عشق میر
گئے اس پہ بھی ہم قدم بہ قدم

ردیف نون

تاروں کی جیسے دیکھی ہیں آنکھیں لڑائیاں
اس بے نشاں کی ایسی ہیں چندیں نشانیاں

پیری ہے اب تو کہیے سو کیا کہیے ہمنشیں
کس رنج و غم میں گزری ہیں اپنی جوانیاں

ظلم و ستم سے خون کیا پھر دیا بادیا
برباد کیا گئی ہیں مری جانفشانیاں

میں ایک چھیڑ چھیڑ کے کھاتا ہوں گالیاں
خوش آگئیں ہیں اسکی مجھے بدزبانیاں

سنتا نہیں ہے شعر بھی وہ حرف ناشنو
دل ہی میں خوں ہوا کیں مری نکتہ دانیاں

باتیں کہ مدعی رقیب کی ساری ہوئیں قبول
مجھکو جو ان سے عشق تھا میری نمانیاں

مجلس میں تو خفیف ہوئے اسکے واسطے
پھر اور رہے اٹھتی نہیں سر گرانیاں

عالم کے ساتھ جائیں چلے کس طرح نہ ہم
عالم تو کاروان ہے ہم کاروانیاں

سررفتہ سخن نہ میر کا گر قصد خواب ہے
نیندیں اچٹتیاں ہیں سنے یہ کہانیاں

Marfat.com

رساتے ہو آتے ہو اہلِ ہوس میں
مزا رس میں ہے لو گے کیا تم ترس میں
دراں میں کہاں شور ایسا دھرا تھا
کسو کا مگر دل رکھا تھا جرس میں
ہمیں عشق میں بے بسی بے کسی ہے
نہ دشمن بھی ہو دوستی کے تو بس میں
نہ رہ مطمئن تسمہ بازِ فلک سے
دغا سے یہ بہتوں کی کھینچے ہے نسیں
بہت روئے پردے میں جب دیدہ تر
ہوئی اچھی برسات تب اس برس میں
تنِ زارِ لاغر میں ظاہر رگیں ہیں
بھرا ہے مگر عشق اک ایک نس میں
محبت وفا مہر کرتے تھے باہم
اٹھا دی ہیں وے تم نے اب ساری رسمیں
تمھیں ربط لوگوں سے ہر قسم کی ہے
نہ کھایا کرو جھوٹی جھوٹی تو قسمیں

ہوا ہی کو دیکھے ہیں بے میر اسیراں
لگا دیں مگر آنکھیں چاکِ قفس میں

غمِ ہجراں میں گھبرا کر اٹھا میں
طرف گلزار کے آیا چلا میں
شگفتہ خاطری اس بن کہاں تھی
چمن میں غنچہ پیشانی رہا میں
کسو سے دل نہیں ملتا ہے یارب
ہوا تھا کس گھڑی ان سے جدا میں
تعارف ہم صفیروں سے نہیں کچھ
ہوا ہوں ایک مدت میں رہا میں
گیا صبر آخر آزارِ دلی پر
بہت کرتا رہا دارو دوا میں
نہ عنقا کا کہیں نام و نشاں تھا
ہوا تھا شہرہ جب نامِ خدا میں

ہوا تھا میر مشکل عشق میں کام
کیا تیر جگر تب کی دوا میں

فریاد سے کیا لوگ ہیں دن ہی کو عجب میں
رہتی ہے خلش نالوں سے میرے دلِ شب میں
حسرت کی جگہ ہے نہ کہ سبزانِ گل اندام
جاتے ہیں چلے آگے سے آتے نہیں ڈھب میں
افتادگی پر بھی نہ چھوا دامن انھوں کا
کوتاہی نہ کی دلبروں کے ہم نے ادب میں
سر خوف گلِ خشت کی جو سرخ ہیں آنکھیں
جلتے ہیں تر و خشک بھی مسکیں کے غضب میں

پایا نہ کنھوں نے اسے کوشش کی بہت میر
سب سالک و مجذوب گئے گم اسی طلب میں

Marfat.com

اُس کو دل سا مکاں دیتے ہیں
اہل اس گھر پہ جاں دیتے ہیں

کیونکہ خوشخوان ہو ویں اہل چمن
ہم انھوں کو زبان دیتے ہیں

نوخطاں پھیر لیں ہیں منہ یعنی
ملتے رخصت کے پان دیتے ہیں

جان کیا گوہر گرامی ہے
بدلے اُسکے جہان دیتے ہیں

ہندو بچوں سے کیا معیشت ہو
یہ کبھو انگ دان دیتے ہیں

یہ عجب گم ہوئے ہیں جسکے لیے
نہیں اس کا نشان دیتے ہیں

کل خوباں میں میرؔ مہر نہیں
ہم کو غیروں میں سان دیتے ہیں

پلکیں پھری ہیں کھنچی بھویں ہیں ترچھی تیکھی نگاہیں ہیں
اس اوباش کی سادگی دیکھو شوخی سے ہمراہیں ہیں

کیا پہناوا خوش آتا ہے ان لڑکے چسپاں پوشوں کا
مونڈھے چسپے ہیں چولی پھنسی ہے ٹیڑھی ٹیڑھی کلاہیں ہیں

ضبطِ گریہ دل سے ہو تو کوزے میں دریا کرنا ہے
حوصلہ داری جنکی ہو ایسی عشق میں انکو سراہیں ہیں

جب سے جدا میں اُن سے ہوا ہوں حال عجب ہے روز و شب
چشم تر سے پلکیں ہیں آنسو خشک لبوں پر آہیں ہیں

دل ہے داغ جگر ہے ٹکڑے رہجاتے ہیں چپکے سے
چھاتی سراہیے اُن لوگوں کی جو چاہت کو نباہیں ہیں

دل اُلجھے ان بالوں میں تو آخر سودا ہوتا ہے
کوچے کو زنجیر کے یعنی زلفوں سے دو راہیں ہیں

یہ بھی سماں خوش ترکیبوں کا میرؔ نہ اپنے دل سے گیا
سوتے سے اٹھکر آنکھیں ملی ہیں لے انگڑائی جماہیں ہیں

صبر کیا ہے برسوں ہم نے رات سے بے طاقت سے ہیں
اور گزارا کب تک ہوگا کچھ اب ہم رخصت سے ہیں

رسم لطف نہیں ہے مطلق شہر خوش محبوباں میں

Marfat.com

دیکھیے کم جو کرتے کسو پر عاشق ہم مدت سے ہیں

عشق کے دین اور مذہب میں مرجانا واجب آیا ہے
کوہکن و مجنوں موئے اب ہم بھی اسی ملت سے ہیں

ملنا نفروں سے ان کا چھوٹا اگر میری صحبت میں
پھر متنفر بھی یہ بے تہ مجھ سے کی صحبت سے ہیں

فرصت ان کو کم ہے اگرچہ پر ملتے ہیں قابو پر
برسوں میر سے مل دیکھا ہے کچھ وے کم فرصت سے ہیں

ہر چند میرے حق میں کچھ اسکا ستم نہیں
پر اس ستم سے بامزہ لطف و کرم نہیں

درویش جو موئے تو کیا اعتبار سب
اب قابل اعتماد کے قول و قسم نہیں

حیرت میں سکتے سے بھی مرا حال ہی برے
آئینہ رکھ کے سامنے دیکھا تو دم نہیں

مستغنی کس قدر ہیں فقیروں کے حال سے
یاں بار غم سے خم ہوے واں بھنووں میں خم نہیں

شاید جگر کا کام تمامی کو کھنچ گیا
یا لوہو روتے رہتے تھے یا چشم نم نہیں

غم اس کا کچھ نہیں ہے گو لوگ کچھ کہیں
یہ التفات ان نے جو کی ہے سو کم نہیں

کہنے لگا کہ میر تمھیں بیچوں گا کہیں
تم دیکھیو نہ کہیو غلام اسکے ہم نہیں

دل جلتے کچھ بن نہیں آتی حال بگڑتے جاتے ہیں
جیسے چراغ آخری شب ہم لوگ نبڑتے جاتے ہیں

رنگ ثبات چمن کا اڑایا باد تند خزاں نے سب
برگ و بار و نورس گل کے غنچے جھڑتے جاتے ہیں

طینت میں ہے نیاز جنھوں کے مسجود ان کی سب ہے زمیں
خاک جو یہ پامال ہے اس سے سر کو رگڑتے جاتے ہیں

راہ عجب درپیش ہے ہم کو یاں سے تنہا جانے کی
یار و ہمدم و ہمراہی ہر گام بچھڑتے جاتے ہیں

ضعف دماغ سے افتاں خیزاں چلتے ہیں ہم راہ ہوس
دیکھیں کم بیش آوے اب تو گرتے پڑتے جاتے ہیں

Marfat.com

قد کو اپنے حشر خرام کے ایک نہیں لگ سکتا ہے
سرو رواں باغ جہاں ہر چند اکڑتے جاتے ہیں

میر بلاناساز طبیعت لڑکے ہیں خوش ظاہر بھی
ساتھ ہمارے راہ میں ہیں پھر ہم سے لڑتے بجاتے ہیں

عشق نے ہم کو مار رکھا ہے جی میں اپنے تاب نہیں
دل کو خیال صبر نہیں آنکھوں کو میل خواب نہیں

کوئی سبب ایسا ہو یارب جس سے عزت رہ جاوے
عالم میں اسباب کے ہیں پر پاس اپنے اسباب نہیں

مفت نہیں ہے دل کا اب من مارے تم کیوں پھرتے ہو
لینے والا چاہیئے اس کا ایسا تو کمیاب نہیں

خط کے جواب نہ لکھنے کی کچھ وجہ نہ ظاہر ہم پہ ہوئی
دیر تلک قاصد سے پوچھا منھ میں اسکے جواب نہیں

رونا روز شمار کا مجکو آٹھ پہر اب رہتا ہے
یعنی میر گناہوں کو کچھ حصر و حد و حساب نہیں

رنگ شکستہ دل ہے شکستہ سر ہے شکستہ مستی میں
حال کسو کا اپنا سا اس میخانے میں خراب نہیں

ٹھہریں میر کسو جاگہ ہم دلکو قرار جو ٹک آوے
ہو کے فقیر اس در پہ بیٹھیں سکے بھی ہم باب نہیں

آنکھیں سفید دل بھی جلا انتظار میں
دنیا میں ایک دو نہیں کرتا کوئی مقام
دیکھی تھیں ایک روز تری مست انکھڑیاں
جگر تھا دل نہ تھا مرا جس سے تہ زمیں
بیدم ہیں دامگاہ میں اکدم تو چلکے دیکھ
محمل کے تیرے گرد ہیں محمل کئی ہزار
شور اب بن میں میری غزلخوانی کا ہے میر

کیا کچھ نہ ہم بھی دیکھ چکے ہجر یار میں
جو ہے رواروی ہی میں ہے اس دیار میں
انگڑائیاں ہی لیتے ہیں اب تک خمار میں
لگ لگ اٹھی ہے آگ کفن کو مزار میں
سنتے ہیں دم نہیں کسی تیرے شکار میں
ناقہ ہے ایک لیلیٰ کا سو کس قطار میں
ایک عندلیب کیا ہے گھوں میں ہزار میں

Marfat.com

طلب ہے کام دل کی اُسکے بالوں کی اسیری میں
نگہ غربت میں اس ابروِ کماں کی ہے ادھر یعنی
نظیر اُسکی نظر آئی نہ سیاحانِ عالم کو
حزیں آواز ہے مرغِ چمن کی کیا جنون آور

گدائی شب کروں ہوں میں نجابت کے فقیری میں
لگا تیر اُسکا چھاتی میں ہماری گوشہ گیری میں
سیاحت دور تک کی ایک ہے وہ بے نظیری میں
نہیں خوش زمزمہ ویسا ہماری ہمصفیری میں

جدائی میں نہ رسوائی ہوئی تا میرؔ غم کہتے
ہوئے اطفال تہ بازار گاہک جی کے پیری میں

دل کی تہ کی کہی نہیں جاتی کہیے تو جی نادریں ہیں
رک کر پھوٹ بہیں جو آنکھیں رود کی سی دو دھاریں ہیں

حرف شناس نہ تھے جب تم تو بے پرسش تھا بوسہ لب
ایک اک بات کی مشتاقوں سے سو سو اب تکراریں ہیں

عشق کے دیوانے کی سلاسل ہلتی ہے تو ڈریں ہیں ہم
گبھرے پیل مست کی سی زنجیروں کی جھنکاریں ہیں

وے بھوویں جیدھر ہوں خمیدہ اودھر کا ہے خدا حافظ
یعنی جوہر دار جھکی خونریزی کی دو تلواریں ہیں

وے وے جن لوگوں کو پھرتے آنکھوں ہمنے دیکھا ہے
مد نظر تک آج اُنھوں کی گرد شہر مزاریں ہیں

پیچ و تاب میں بل کھا کھا کر کوئی مرے یاں ان کو کیا
ڈال دے سیلے مشاطہ کو یکسو بال ہی اپنے سنواریں ہیں

بڑے بڑے تھے گھر جن کے یاں آثار اُنکے رہیں ہیں اب
میرؔ شکستہ دروازے میں گری پڑی دیواریں ہیں

حسن کیا جنس ہے جی اُسپہ لگا بیٹھے ہیں
ہم وے ہر چند کہ ہمخانہ ہیں دونوں لیکن
ان ستم کشتوں کو ہے عشق کہ اُٹھ کر یکبار
کیونکہ یاں اُس کا خیال آئے کہ آگے ہی ہم
بیش رو دست دعا ہے وہی شئے خواہش کو

عزلتی شہر کے بازار میں آ بیٹھے ہیں
روشِ عاشق و معشوق جدا بیٹھے ہیں
تیغ خونخوار تلے یار کے جا بیٹھے ہیں
دل سا گھر آتشی آہوں سے جلا بیٹھے ہیں
اور سب چیز سے ہم ہاتھ اُٹھا بیٹھے ہیں

Marfat.com

ساری رات آنکھوں کے آگے ہی مرے رہتا ہے
گو کہ وے چاند سے ٹکڑے کو چھپا بیٹھے ہیں

باغ میں آئے ہیں پر اس گل تر بن ہیں سو
غنچہ پیشانی و دلتنگ و خفا بیٹھے ہیں

کیا کہوں آئے کھڑے گھر سے تو اک شوخی ہے
پانوں کے نیچے مرے ہاتھ دبا بیٹھے ہیں

قافلہ قافلہ جاتے ہیں چلے کیا کیا لوگ
میر غفلت زدہ حیران سے کیا بیٹھے ہیں

منھ کیے اودھر زرد ہوئے جاتے ہیں ڈر سے سبکساراں
کیونکہ پہنچیں اس رستے میں ہم سے آہ گرانباراں

جی تو پھٹا دیکھ آئینۂ ہر لوح مزار کا جامہ سا
پھاڑ گریباں تنگدلی سے ترک لباس کیا یاراں

کی ہے عمارت دل کی جنھوں نے انکی بنا کچھ رکھی رہی
اور تو عمانہ خراب ہی دیکھے اس بستی کے معماراں

میخانے میں اس عالم کے لغزش پرستوں کی نہ جا
سکر میں اکثر دیکھے ہم نے بڑے بڑے یاں ہشیاراں

کیا ٹھہراؤ شفاخانے میں عشق کے جاکر دیکھیں ہیں
ادھر اودھر سیکڑوں ہی بر پشت بام پڑے بیماراں

بعد صبوحی کھکھیاتے گھگیاتے باچھیں پھٹ بھی گئیں
یارب ہوگی قبول کبھو بھی دعائے صبح گنہگاراں

عشق میں ہم سے تم سے کہیں تو کب جا دیں غم کسکو ہے
مارے گئے ہیں اس میداں میں کیا دل والے جگرداراں

حاکم شہر حسن کے ظالم کیونکہ ستم ایجاد نہیں
خون کسو کا کوئی کرے واں داد نہیں فریاد نہیں

یاری ہماری یکباری خاطر سے فراموش ان نے کی
ذکر ہمارا اس سے کیا سو کہنے لگا کچھ یاد نہیں

کیا کیا مردم خوش ظاہر ہیں عالم حسن میں نام خدا
عالم عشق خرابہ ہے واں کوئی گھر آباد نہیں

عشق کوئی ہمدرد کہیں مدت میں پیدا کرتا ہے
کوہ رہیں گو نالاں برسوں لیکن اب فرہاد نہیں

لڑنا کاواکی ست فلک کا پیش پا افتادہ ہے
میر طلسم غبار جو یہ ہے کچھ اس کی بنیاد نہیں

Marfat.com

تدبیر کوئی بتاوے جو آپ کو سنبھالیں
جینے کی اپنے ہم بھی کوئی طرح نکالیں

قالب میں جی نہیں ہے اُس بن ہمارے گویا
حیران کار یارب ہم کیا ڈول ڈالیں

محشر میں داد خوباں چاہیں تو کس سے چاہیں
واں لگ چلے ملک تو اسکو بھی یہ لگالیں

طالع نہ ذائقے کے اپنے بھلے کہ ہم بھی
ان شکریں لبوں کے ہونٹھوں کا کچھ مزا لیں

خوش چشم خوبرویاں دیدہ دراں ہیں کتنے
وزدیدہ دیکھنے میں دل دیکھتے چرالیں

عشق و جنوں سے جی تو تنگ آ گیا ہو کاش اب
دست تلطف اپنے سر سے مرے اُٹھالیں

خونریزی سے ہماری اچھا ہے ہاتھ اُٹھانا
یوں چاہیئے کہ دلبر درویشوں سے دعا لیں

چلتے ہیں ناز سے جب ٹھوکر لگے ہے دل کو
آتیں نہیں سمجھ میں ان دلبروں کی چالیں

منت ہزار کریے مانے منے نہ ہرگز
میر ایسے درد کو ہم کس طرح سے منالیں

میکشی صبح و شام کرتا ہوں
فاقہ مستی مدام کرتا ہوں

کوئی ناکام یوں رہے کبتک
میں بھی اب ایک کام کرتا ہوں

یا تو لیتا ہوں داد دل یا اب
کام اپنا تمام کرتا ہوں

ملنے کے دن جب یاد آتے ہیں سُدھ بُدھ بھولے جاتے ہیں
بیخود ہو جاتے ہیں ہم تو دیر بخود پھر آتے ہیں

ردیف واو

دل کھلتا ہے واں صحبتِ رندانہ جہاں ہو
میں خوش ہوں اسی شہر سے میخانہ جہاں ہو

ان بکھرے ہوئے بالوں سے خاطر ہی پریشاں
وے جمع ہوئے پھر ہیں بلا شانہ جہاں ہو

رہنے سے مرے پاس کے بدنام ہوئے تم
اب جا کے رہو واں کہیں رسوا نہ جہاں ہو

کچھ حال کہیں اپنا نہیں بیخودی تجھکو
غش آتا ہے لوگوں کو یہ افسانہ جہاں ہو

کیوں جلتا ہے ہر جمع میں مانند دیے کے
اس بزم میں جا شمع سا پروانہ جہاں ہو

ان اجڑی ہوئی بستیوں میں دل نہیں لگتا
ہے جی میں وہیں جا بسیں ویرانہ جہاں ہو

وحشت ہے خردمندوں کی صحبت سے مجھے میر
اب جا رہوں گا واں کوئی دیوانہ جہاں ہو

Marfat.com

اپنے حسنِ عارضی پر آج مت مغرور ہو
دیکھ کر وہ راہ چلتا ہی نہیں ٹک ورنہ ہم
شہروں کی کیا خرابی کا بیاں باہم کریں
ہم بغل اس سنگدل سے کاشکے اسلام ہو

پاس تو ہے جیسکے وے ہی کل کہیں گے دور ہو
پانوں اُسکے آنکھوں پر رکھ لیویں جو منظور ہو
اسکو ویرانہ نہ کہیے جو کبھو معمور ہو
شیشۂ مے پاس ہووے اور وہ مخمور ہو

عشق دلکش ذبح ہی پر کھیل قدرت کا ہی میر
صرف کریے اس میں اپنا جسقدر مقدور ہو

عاشق ہو تو اپنے تئیں دیوانہ سب میں بناتے رہو
چکر مارو جیسے بگولا خاک اُڑاتے آتے رہو

دوستی جس کو لوگ کہیں ہیں جان سے اُسکو خصومت ہی
ہو جاوے جو تم کو کسی سے تا مقدور چھپاتے رہو

دل لگنے کی چوٹ بری ہے اس صدمے سے خدا حافظ
بارے سعی و کوشش کو سے جی کو اپنے بچاتے رہو

آئی بہار جنوں ہو مبارک عشق اللہ ہمارے لیے
نعل جڑے سینوں پہ پھر دم داغ سروں پہ جلاتے رہو

شاعر ہو مت چپکے رہو اب چپ میں جانیں جاتی ہیں
بات کرو ابیات پڑھو کچھ بیتیں ہم کو بتاتے رہو

ابر سیہ قبلے سے آیا تم بھی شیخو پاس کرو
تحقیقی ٹک لٹ پٹی باندھو ساختہ ہی مدہ ماتے رہو

کیا جانے وہ مائل ہووے کب ملنے کا تم سے میر
قبلہ و کعبہ اُس کی جانب اکثر آتے جاتے رہو

کیا فرصت ہستی کی رخصت ہے مجکو
پھروں ہوں ترے عشق میں کوچہ کوچہ
کہاں زندگی مدت العمر ظالم
نہ کر شور ناصح بہت ناتواں ہوں
ہیں اسباب مرنے کے سب تیرے غم میں

کہیں اپنے رونے سے فرصت ہے مجکو
مگر کوچہ گردی سے الفت ہے مجکو
ترے عشق میں دم غنیمت ہے مجکو
کہاں بات اُٹھانے کی طاقت ہے مجکو
جیا اب تلک کیونکہ حیرت ہے مجکو

Marfat.com

دل اتنا ہے آشفتہ خورشید رو کا
کہ اپنے بھی سائے سے وحشت ہے مجکو

کڑھوں ہوں گا من مانتا میر صاحب
غم یار میں کیا فراغت ہے مجکو

کیا غیرت سے دل پر تنگ رنج و غم نے دنیا کو
بس اتنا تو کھل گئیں ہیں آنکھیں دیکھا ہم نے دنیا کو

رہا ہر ایک عالم اور دنیا داروں میں اُس کا
کیا ہے بیوفا معلوم سب عالم نے دنیا کو

ہمیشہ رونا کڑھنا سینہ کوبی ہر زماں کرنا
عزاخانہ کیا لوں کے مرے ماتم نے دنیا کو

سنا ہیں نے کہ آخر ہاتھ اُٹھایا اُس نے دنیا سے
اگر پایا بھی محنت کر کسو ہمدم نے دنیا کو

زمیں سے آسماں تک میر ہے شور جنوں میرا
تہ و بالا کیا دونوں میں امراو ہم نے دنیا کو

کیا کچھ ہم سے ضد ہے تم کو بات ہماری اُڑا دو ہو
لگ پڑتے ہیں ہم تم سے تو تم اوروں کو لگا دو ہو

کیا روویں قدر و قیمت کو ہمیں سے ہے معلوم ہمیں
کام ہمارا پاس تمھارے جو آتا ہے بہا دو ہو

اتنی تو جا خالی رہی ہے بزم خوش میں تمھارے سوا
جن کو کہیں جاگہ نہیں ملتی پہلو میں اُن کو جا دو ہو

زنگ تو جاوے دل سے ہمارے غیر سیہ رو بدگو کے
کھینچلے تو ایسی ایک لگاؤ تیغ ستم کی جا دو ہو

صحبت گرم ہماری تمھاری شمع پتنگے کی سی ہے
یعنی ہو دلسوز جو کوئی اُس کو تم تو جلا دو ہو

رنگ صحبت کسکو دکھاویں خوبی اپنی قسمت کی
ساغر مے دشمن کو دو ہو ہم کو زہر منگا دو ہو

بند نہیں جو کرتے ہو تم سینے کے سوراخوں کو
جی کے رکن ہیں ان رخنوں سے شاید دل کو ہوا دو ہو

آنکھ جھپک جاتی نہیں تنہا آگے چہرۂ روشن کے
ماہ بھی بیٹھا جاتا ہے جب منہ سے نقاب اُٹھا دو ہو

Marfat.com

غیر سے غیرت ہے آساں لیکن نہ کچھ ہم کو نہیں
بات بتاویں کیا ہم خم کو تم تو ہم کو بنا دو ہو

میر حقارت سے ہم اپنی چپ رہ جاتے ہیں جان چلی
طول ہمارے گھٹنے کو دے کر جیسے چراغ بڑھا دو ہو

کہتے نہ تھے ہم تم سے دل ہاتھ سے مت دیجو
مت کھائیو غم اتنا اپنا نہ لہو پیجو

اُن پلکوں کی کاوش سے زخمی ہی جگر سارا
سے تار نگاہوں کے نازک سا رفو کیجو

کیا جان لیے جھکے جانا سے چھپاتا منھ
جینا تو کوئی دن ہے تم میر بہت جیجو

دل خستہ شکستہ دل دل بستہ گرفتہ دل
ہو ان میں کوئی اسکا دل ہاتھ میں ٹک لیجو

اس راہ سے گرتا ہے دل کب ہوا گا ہے
میرے پھٹے سینے کو زنہار نہ تم سیجو

بات کہوں کیا چپکے چپکے دیکھو ہو آئینے کو
دیکھتے ہو تو دیکھو ہمارے جلتے توے سے سینے کو

کیا جانو تم قدر ہماری مہر و وفا کی لڑکے ہو
لوہو اپنا دیں ہیں تمھارے گرتے دیکھ پسینے کو

پھیر ایام نحس کا مجکو بہت کڈھب آتا ہے نظر
تم بھی غنیمت جانو میاں دس دن کے میرے جینے کو

وہ جو غیرتِ مہ ملتا ہے غیر سے ہم ہیں غیرت کش
شال ہمارے جی کا ہوگا ظاہر کوئی مہینے کو

لخت دل آنکھوں سے گرا سو ٹکڑا لعل کا تھا گویا
نصب کروں گا میر جگر پر خوش رنگ ایسے نگینے کو

صوفیاں تم وا ہوئے ہیں ہائے آنکھیں وا کرو
ابر آیا زور غیرت تم بھی ٹک پیدا کرو

مستی و دیوانگی کا عہد ہے بازار میں
پائے کوباں دست افشاں آن کر سودا کرو

ہر جگہ دلکش ہے اُسکی برگ گل سے جسم میں
ایک جا تو جی لگاؤ دل کے تئیں یکجا کرو

ہے تکلف سے تعین اس قصب پوشی کی قید
خرقۂ صد چاک پہنو آپ کو رسوا کرو

گرچہ ہم پربستہ طائر ہیں پرے گلہائے تر
کچھ ہمیں پروا نہیں ہے تم اگر پروا کرو

Marfat.com

موسمِ گل آیا ہے یارو کچھ میری تدبیر کرو
یعنی سایۂ سروِ گل میں اب مجھکو زنجیر کرو

پیشِ سعایت کیا جائے ہے حق ہے میری طرف سو ہے
میں تو چپ بیٹھا ہوں یکسو گر کوئی تقریر کرو

کان لگا رہتا ہے غیر اس شوخ کماں ابرو کے بہت
اس تو گناہِ عظیم پہ یارو ناک میں اُس کے تیر کرو

پھیر دیے ہیں دل لوگوں کے مالک نے کچھ میری طرف
تم بھی ٹک اے آہ و نالہ قلبوں میں تاثیر کرو

آگے ہی آزردہ ہیں ہم دل ہیں شکستہ ہمارے سب
حرفِ رنجش بیچ میں لاکر اور نہ اب دلگیر کرو

کیا ہو محو عمارتِ منعم اے معمار خرابی ہے
بن آوے تو گھر ویراں درویشوں کچھ تعمیر کرو

عاشق ہو ترسا بچگاں پر تا کیفیت حاصل ہو
اور کشود کار جو چاہو پیرِ مغاں کو پیر کرو

شعر کیے موزوں تو ایسے جن سے خوش ہیں صاحبِ دل
روویں کڑھیں جو یاد کریں اب ایسا تم کچھ میر کرو

کیونکر مجکو نامہ نمط ہر حرف پہ پیچ و تاب نہ ہو
سو سو قاصد جان سے جاویں ایک کو اُدھر سے جواب نہ ہو

گل کو دیکھ کے گلشن کے دروازے ہی سے پھر آیا
کیا مل بیٹھے اُس سے بھلا جو صحبت ہی کا باب نہ ہو

مستی[1] خرابی سر پہ لائی کعبے سے اُٹھ دیر گیا
جسکو خدا نے خراب کیا ہو پھر وہ کیونکہ خراب نہ ہو

خلع بدن کرنے سے عاشق خوش رہتے ہیں اس خاطر
جان و جاناں ایک ہیں یعنی بیچ میں تن جو حجاب نہ ہو

[1] میر تقی میر سہ میر اٹھ بت کدہ سے کعبے گیا۔ کیا کرے جو خدا خراب کرے +

Marfat.com

خشم و خطاب و چیں بر جبیں تو حسن ہے گلرخساروں کا
وہ محبوب خنک ہوتا ہے جس میں ناز و عتاب نہ ہو

میں نے جو کچھ کہا کیا ہے حد و حساب سے افزوں ہے
روزِ شمار میں یارب میرے کہے کیے کا حساب نہ ہو

صبر بلاہائے عشقی پر جو حوصلہ والے کرتے ہیں
رحمت ہے اُس خستہ جگر کو دل جس کا بیتاب نہ ہو

جس شب گل دیکھا ہے ہم نے صبح کو اُسکا منہ دیکھا
خواب ہمارا ہوا ہوا ہے لوگوں کا سا خواب نہ ہو

نہریں چمن کی بھر رکھیں ہیں گویا بادۂ لعلیں سے
بے عکس گل و لالہ الٰہی ان جویوں میں آب نہ ہو

اُس دن میں تو مستانہ ہوتا ہوں کوئی کوچہ گدا
جسدن کاسۂ چوبیں میں میرے یک جرعہ بھی شراب نہ ہو

تہ داری کچھ دیدۂ تر کی میر نہیں کم دریا سے
جوشاں شورکناں آجاوے یہ شعلہ سیلاب نہ ہو

تم کو ہم سے آگ لگی ہے روتے ہیں تو ہنستے ہو
ہم نے کمر کو کھول رکھا ہے اپنی کمر تم کستے ہو

درج گوہر مال نہیں کچھ دیں دربستہ مصر اگر
تو بھی ایسی قیمت پر تم آگے ہمارے سستے ہو

رستے راہ میں دیکھ لیا ہے بستی میں سے نکلے تمھیں
کیا جانیں ہم روز و شب تم کیدھر رستے بستے ہو

ابر کرم کی راہ تکو اب رحمت حق پہ نظر رکھو
گو کہ تم اے مستاں مجرم اس غم سے دل خستے ہو

پیری میں بھی جوان رکھا ہے دختر تاک کی صحبت نے
یعنی پی پی مے انگوری میر ہوئے کٹ مستے ہو

راہیں رکے پر اُس سے ملاقات ہو تو ہو
خاموش ان لبوں سے کوئی بات ہو تو ہو

Marfat.com

رنج و عنا کہ دشمنِ جانِ عزیز ہیں
ان سے بچاؤ اس کی عنایات ہو تو ہو

نومیدِ وصل دل نہیں شبہائے ہجر میں
ان راتوں ہی میں ملنے کی بھی رات ہو تو ہو

اُمید ہے کہ اُس سے قیامت کو پھر ملوں
حُسنِ عمل کی واں بھی مکافات ہو تو ہو

تحقیق سمجھے پیرہن و کنگھی اور کلاہ
شیخوں کی گالیوں میں کرامات ہو تو ہو

ساقی کو چشمِ مست سے اودھر ہے دیکھنا
مسجد ہو یا کہ کعبہ خرابات ہو تو ہو

منکر نہیں ہے کوئی سیادت کا میرکی
ذات مقدس اُن کی ہی ذات ہو تو ہو

مژہ وا کرو تمھیں غش ہے کیا کبھو حال پر بھی نظر کرو
یہی حال ہمیشہ رہا کیا تو مآل پر بھی نظر کرو

کہیں دل بھی ان کے اٹکتے ہیں جنھیں شوق میں ہے کمال کچھ
ہوئے ہو جو رفتہ خرام کے تو جمال پر بھی نظر کرو

نہ بنے جو دلبر سادہ تو نہ بھلا لگے مری آنکھوں میں
نہیں سادگی ہی میں لطف کچھ خط و خال پر بھی نظر کرو

ردیف ہائے ہوز

ہائے ستم ناچار معیشت کرنی پڑی ہر خار کے ساتھ
جان عزیز گئی ہوتی کاش ابکی سال بہار کے ساتھ

کس آوارۂ عشق و جنوں کی اک مٹھی اب خاک اُڑی
اُڑتی پھرے ہے پس محمل جو راہ کی گرد و غبار کے ساتھ

وہ لحظہ نہیں جاتا جی سے آنکھ لڑی تھی جب اس سے
چاہ نکلتی تھی باتوں سے چتون بھی تھی پیار کے ساتھ

جی مارے شب مہ میں ہمارے قہر کیا شالہ نے
بل کھائے بالوں کو دیا مل اُسکے گلے کے ہار کے ساتھ

کیا دن تھے جو ہمکو تنہا کہیں کہیں مل جاتا تھا
ابتو لگے ہی رہتے ہیں اغیار ہمارے یار کے ساتھ

Marfat.com

ہم ہیں مریض عشق و جنوں سختی سے دل کو مت توڑو
نرم کرے ہیں حرف و حکایت اہل خرد بیمار کے ساتھ

دیدۂ تر سے چشمۂ جوشاں ہے جو قریب اپنے واقع
تو ہی رود چلے جاتے ہیں لگ کر جیب و کنار کے ساتھ

دیر سے ہیں بیمار محبت ہم سے قطع اُمید کرو
جانیں ہی جاتی دیکھیں ہیں ہم نے آخر اس آزار کے ساتھ

رونے سے سب سر برآئی خاک ہمارے سر پر میر
مدت میں ہم ٹک لگ بیٹھے تھے اُس کی دیوار کے ساتھ

اب کچھ مزے پر آیا شاید وہ شوخ دیدہ
آب اسکے پوست میں ہے جوں میوۂ رسیدہ

آنکھیں ملا کبھو تو کب تک کیا کروں میں
دنبالہ گردی تیری اے آہوئے رمیدہ

پانی بھر آیا منھ میں دیکھے جنھوں کے یارب
وے کس مزے کے ہونگے لبہائے ناگزیدہ

سائے کو اس پری کے لگتا نہ تھا چمن میں
مغرور کا ہے پر ہے شمشاد قد کشیدہ

آنکھیں ہی بچھ رہی ہیں اہل نظر کی یکسر
چلتے ہوئے زمیں پر رکھ پاؤں دیدہ دیدہ

چل سیر کرنے تو بھی تا صبح آنکھیں کھولیں
مُنھ پر ترے چمن میں گلہائے نو دمیدہ

محراب میں رہو نہ سجدہ کیا کرو نہ
بیوقت کیا ہے طاعت قد اب ہوا خمیدہ

پروانہ گرد پھر کر جل بھی بجھا و لیکن
خاموش رات کو تھی شمع زباں بریدہ

دیکھا مجھے شب گل بلبل نے جو چمن میں
بولا کہ میرے مُنھ پر کیا کیا دہن دریدہ

قلب و کبد تو دونوں تیروں سے چھن رہے ہیں
وہ اس ستم کشی پر ہم سے ہوئے کبیدہ

اشعار میر سب نے چن چن کے لکھ لیے ہیں
رکھیں گے یاد ہم بھی کچھ بیتیں چیدہ چیدہ

ہم جانتے تو عشق نہ کرتے کسو کے ساتھ
لے جاتے دل کو خاک میں اس آرزو کے ساتھ

مستی میں شیخ شہر سے صحبت عجب رہی
سر پھوڑتے رہا کیے اکثر سبو کے ساتھ

تھا عکس اُس کے قامت دلکش کا باغ میں
آنکھیں چلی گئیں ہیں لگی آب جو کے ساتھ

نازاں ہو اُس کے سامنے کیا گل کھلا ہوا
رکھتا ہے لطف تازہ بھی روئے نکو کے ساتھ

ہم زرد کاہ خشک سے نکلے ہیں خاک سے
بالیدگی نہ خلق ہوئی اس نمو کے ساتھ

Marfat.com

گردن بلند کرتے ہی ضربت اُٹھا گئے
خنجر رکھے ہے اُس کا علاقہ گلو کے ساتھ

ہنگامے جیسے رہتے ہیں اُس کوچے میں سدا
ظاہر ہے حشر ہوگی نہ ایسے غلو کے ساتھ

مجروح اپنی چھاتی کو بخیہ کیا بہت
سینہ گتھا ہے میرؔ ہمارا رفو کے ساتھ

جان چلی جاتی ہے ہماری اسکی دور نظر کے ساتھ
یعنی چشم شوق لگی رہتی ہے شگاف در کے ساتھ

شاہد عاشق کے دل دونوں پاس ہی حاضر ہیں یعنی
پہروں پہروں خشک لبی رہتی ہے چشم تر کے ساتھ

ہنا اُسکا ظاہر ہے پژمردہ لایا پان نہ کرد
جی ہی نکل جاویگا اپنا یونہیں ذوق خبر کے ساتھ

کیا رو ماہ و خور کو لیکن جھمکا اُسکا دکھادوں ہوں
روز و شب کچھ ضد سی ہوئی ہے مجکو شمس و قمر کے ساتھ

سینہ خالی آج پڑا ہے میرؔ طرف سے پہلو کے
دل بھی شاید نکل گیا ہے روتے خونِ جگر کے ساتھ

گلگل شگفتہ مے سے ہوا ہے نگار دیکھ
یک جرعہ ہمدم اور پلا پھر بہار دیکھ

اب وہ نہیں کرم کہ بھرن پڑنے لگ گئی
جوں ابر آگئے لوگوں کے دامن شبہار دیکھ

آنکھوں کو تیری عین کیا سب نے دیدنی
تو سب سے ٹک تو پھیر لے آنکھوں کو یار دیکھ

محتاج گل نہیں ہے گریبانِ غم کشاں
ہے گلزار اشک خونیں سے جیب و کنار دیکھ

آنکھیں اُدھر سے موند لیں ہیں اب تو شرط ہے
پھر دیکھیو نہ میری طرف ایک بار دیکھ

خالی پڑا ہے خانۂ دولت وزیر کا
یاور نہیں تو آصف آصف پکار دیکھ

خواہش نہ ہوئے دل کی جو حاصل تو موت ہے
احوال میرؔ دیکھ نہیں جی تو مار دیکھ

پیدا ہے یا خدا نہیں اس دلربا کے ساتھ
دیر و حرم میں ہو کہیں ہو ہے خدا کے ساتھ

ملتا رہا کشادہ جبیں خوب و زشت سے
کیا آئینہ کرے ہے بسر یاں حیا کے ساتھ

گو دستِ لطف سر سے اُٹھائے کوئی شفیق
دل کا لگاؤ اپنا ہے دستِ دعا کے ساتھ

تدبیر دوستاں سے ہے بالعکس فائدہ
ہے دردِ عاشقی کو خصومت دوا کے ساتھ

کی کشتی اُسکی باک زبردست عشق نے
جن نے ملائے ہاتھ ٹک اک اس بلا کے ساتھ

اوباش لڑکوں سے تو بہت کر چکے معاش
اب عمر کاٹیے گا کسو میرزا کے ساتھ

کیا جانوں میں چمن کو ولیکن قفس یہ میرؔ
آتا ہے برگ گل کبھو کوئی صبا کے ساتھ

Marfat.com

عز و وقار کیا ہے کسو خود نما کے ہاتھ
بٹھلا دیا فلک نے ہمیں نقش پا کے رنگ
آنکھوں میں آشنا تھا مگر دیکھا تھا کہیں
دیکھ اسکو مجکو یاروں نے حیران ہو کہا

ہے آبرو ضمیر کی شاہِ ولا کے ہاتھ
اٹھنا ہمارا خاک سے ہے اب خدا کے ہاتھ
نوگل کل ایک دیکھا ہے میں نے صبا کے ہاتھ
کس ڈھب سے لگ گیا ہے یہ گوہر گدا کے ہاتھ

دل کی گرہ نہ ناخن تدبیر سے کھلی
عُقدہ کھلے گا میر یہ مشکل کشا کے ہاتھ

ردیف یائے تحتانی

رات کو تھا کعبہ میں بھی شیخ حرم سے لڑائی ہوئی
سخت کدورت بیچ میں آئی صبح تلک نہ صفائی ہوئی

تہمت رکھ مستی کی مجھ پر شیخ شہر کنے لایا
وہ بھی بگڑا حد سے زیادہ سُنکر بات بنائی ہوئی

شیشہ اُن نے گلے میں ڈلوا شہر میں سب تشہیر کیا
ہائے سیہ رو عاشق کی عالم میں کیا رسوائی ہوئی

کیسی شکلیں سامنے آویں مژگاں وا او دھر نہ کر دل
حور پری پر آنکھ نہیں پڑتی ہے کسو کی لگائی ہوئی

حوصلہ داری کیا ہے اتنی قدرت کچھ ہے خدا ہی کی
عالم عالم جہان جہاں جو غم کی ہم میں سمائی ہوئی

دیکھ کے دست و پائے نگاریں چپکے سے رہجاویں کیوں
مُنھ پہ لے ہے یارو گویا مہندی اس کی رچائی ہوئی

دل میں درد جگر میں طپیدن سر میں شور آشفتہ دماغ
کیا کیا رنج اُٹھائے گئے ہیں جب سے اُن سے جدائی ہوئی

ہفتم چرخ سے اودھر ہو کر عرش کو پہونچی میری دعا
اور رسائی کیا ہوتی ہے گو کہ کہیں نہ رسائی ہوئی

دود دل سوزان محبت تو جو ہو تو عرش پہ ہو

Marfat.com

دور بجھے گی یعنی جا کر عشق کی آگ لگائی ہوئی

یہ یہ بلائیں سر پہ ہیں تو آج موئے کل دوسرا دن
یاری ہوئی بیماری ہوئی درویشی ہوئی تنہائی ہوئی

اتنے لوگوں میں چشم کسو کی قہر قیامت آفت ہے
تم نے دیکھی نہیں ہے صاحب آنکھ کوئی شرمائی ہوئی

جب موسم تھا وا ہونے کا تب تو شگفتہ ٹک نہ ہوا
اب جو بہت افسردہ ہوا ہے دل ہے کلی مرجھائی ہوئی

اُسکی طرف جو لی ہم نے ہے اپنی طرف سے پھر اعالم
یعنی دوستی سے اُس بت کی دشمن ساری خدائی ہوئی

ہم قیدی بھی موسم گل کی کب سے توقع رکھتے تھے
دیر بہار آئی ابکی پہ اسیروں کی نہ رہائی ہوئی

کہنا جو کچھ جس سے ہو گا سامنے میر کہا ہو گا
بات نہ دل میں پھر گئی ہو گی منہ پر میرے آئی ہوئی

مجکو مارا بھلا کیا تو نے
پر وفا کا برا کیا تو نے

حسرتیں اسکی سر پٹکتی ہیں
مرگ فرہاد کیا کیا تو نے

وہ جو کہتا تھا تو ہی کریو قتل
میر کا سو کہا کیا تو نے

آنکھوں کی طرف گوش کی دربردہ نظر ہے
کچھ یار کے آنے کی مگر گرم خبر ہے

یہ راہ و روش سرو گلستاں میں نہ ہو گی
اُس قامتِ دلچسپ کا انداز دگر ہے

یہ بادیۂ عشق ہے البتہ ادھر سے
بچکر نکل اے سیل کہ یاں شیر کا ڈر ہے

وہ ناوکِ دل دوز ہے لاگو مرے جی کا
تو سامنے ہو ہمدم اگر تجکو جگر ہے

کیا پھیل پڑی مدتِ ہجراں کہ نہ پوچھو
یہ سال ہوا ایک گھڑی ہمکو پہر ہے

کیا جان کہ جسکے لیے منہ موڑتے تم سے
تم آؤ چلے داعیہ کچھ تم کو اگر ہے

پھنسا تو سوار ایک بھی محبوب نہ نکلا
جس دلبر خود کام کو دیکھا سو نفر ہے

شب شور و فغاں کرتے گئی مجکو تو ابتو
دم کش ہو ٹک اے مرغِ چمن وقتِ سحر ہے

Marfat.com

سوچے تھے کہ سودا محبت میں ہی کچھ سود
اب دیکھتے ہیں اس میں تو جی ہی کا ضرر ہے

شانے پہ رکھا ہار جو پھولوں کا تو لچکے
کیا ساتھ نزاکت کے رگِ گل سی کمر ہے

کر کام کسو دل میں گئی عرش پہ تو کیا
اے آہِ سحر گاہ اگر تجھ میں اثر ہے

پیغام بھی کیا کریے کہ اوباش ہے ظالم
ہر حرف میاں دار یہ شمشیر و سپر ہے

ہر بیت میں کیا میر تری باتیں گتھی ہیں
کچھ اور سخن کر کہ غزل سلک گہر ہے

کیا خانہ خرابی کا ہمیں خوف و خطر ہے
گھر ہے کسو گوشے میں تو مکڑی کا سا گھر ہے

میلان نہ آئینہ کا اس کو ہے نہ گل کا
کیا جانیے اب دے دلِ یار کدھر ہے

اے شمع اقامت کدہ اس بزم کو مت جان
روشن ہے ترے چہرے سے تو گرم سفر ہے

اس عاشق دیوانہ کی مت پوچھ معیشت
دنداں بجگر دست بدل داغ بسر ہے

کیا آگ کی چنگاریاں سینے میں بھری ہیں
جو آنسو مری آنکھ سے گرتا ہے شرر ہے

ڈر جان کا جس جا ہے وہیں گھر بھی ہے اپنا
ہم خانہ خرابوں کو تو یاں گھر ہی نہ در ہے

کیا پرسش احوال کیا کرتے ہو اکثر
ظاہر ہے کہ بیمار اجل روز بستر ہے

رہتی ہیں الم ناک ہی وے آنکھیں جو اچھی
بدچشم کسو شخص کی شاید کہ نظر ہے

دیدار کے مشتاق ہیں سب جیسے اب اس کی
کچھ شورش ہنگامۂ محشر میں خبر ہے

سب چاہتے ہیں رشد مرا لوں تو برے میر
شاید یہی اک عیب ہے مانع کہ ہنر ہے

کیا کہیے کچھ بن نہیں آتی جنگل جنگل ہو آئے
چھانہہ میں جا کے پھولوں کی ہم عشق و جنوں کو رو آئے

دل کی تلاش میں اٹھ کے گئے تھے شاید یاں پیدا ہو سو
جان کا اپنے گرامی گوہر اس کی گلی میں کھو آئے

آہوئے عرفاں صید انھوں کا گر نہ ہوا نقصان کیا
اُس عالم سے اِس عالم میں کسب کمال کو جو آئے

کچھ کہنے کا مقام نہ تھا وہ وا ہوتا تو کہتے کچھ
آنا نہ آنا یکساں تھا واں ہوتے ادھر ہم گو آئے

Marfat.com

سب کہتے تھے چین کرے گا کچھ بھی نہ دیکھا جز سختی
پتھر رکھ کے سرہانے ہم ٹک اُسکی گلی میں سو آئے

کیا ہی دامنگیر تھی یارب خاک بسملگاہ وفا
اُس ظالم کی تیغ تلے سے ایک گیا تو دو آئے

سر دینا ٹھہرا کر ہم نے پانؤں کو باہر رکھا تھا
ہر سو ہو دشوار ہے پھرنا میر ادھر اب تو آئے

جوں ابر بیکسانہ رونے اُٹھے ہیں گھر سے
پھرتے ہیں عشق اپنے دیوار اور در سے
جمہور راہ اُس کی دیکھا کرے ہے اکثر
محفوظ رکھ الٰہی اسکو نظر گزر سے
وحش اور طیر آنکھیں ہر سو لگا رہے ہیں
گردِرہ اُسکی دیکھیں اُٹھ چلتی ہے کدھر سے
شاید کہ وصل اُسکا ہووے تو جی بھی ٹھہرے
ہوتی نہیں ہے اتنی تسکین دل خبر سے
مدت سے چشم بستہ بیٹھا رہا ہوں لیکن
وہ روئے خوب ہرگز جاتا نہیں نظر سے
گو ہاتھ وہ نہ آوے دل غم سے خون کرنا
ہے لاگ میرے جی کو اُس شوخ کی کمر سے
یہ گل نیا کھلا ہے بے بال تو قفس میں
کوئی کلی نہ نکلی مرغِ چمن کے پر سے
دیکھو نہ چشم کم سے یہ آنکھ ڈبڈبائی
سیراب ابر ہوتے دیکھے ہیں چشمِ تر سے
گلشن سے لے قفس تک آوازہ یکسی ہے
کیا طائرِ گلستاں ہیں نالہ کش اثر سے
ہر ایک خراش ناخن جبہے سے صدر تک ہے
رجھوار ہو تو پوچھے کوئی ہمیں ہنر سے

یہ عاشقی ہے کیسی ایسے جیوگے کب تک
ترکِ وفا کرو ہو مرنے کے میر ڈر سے

بسکہ ہے گردونِ دوں پروردنی
ہووے پیوند زمیں یہ رفتنی
بزم میں سے اب تو چل اے رشکِ صبح
شمع کے اوپر پھری ہے مردنی
میں چراغِ صبحگاہی ہوں نسیم
مجھسے اک دم کے لیے کیا دشمنی
مجھسا محنت کش محبت میں نہیں
ہر زماں کرتا رہا ہوں جاں کنی

کچھ گدا شاعر نہیں ہوں میر میں
تھا مرا سرمشق دیوانِ غنی[1]

[1] مرزا محمد طاہر غنی خطۂ کشمیر کا عدیم المثال باکمال فارسی زبان کا شاعر جس نے عالم جوانی میں بحالتِ شوریدہ سری [illegible] میں انتقال کیا۔ ۱۲

Marfat.com

بسان برق وہ جھمکے دکھاوے
لٹے دل شرط ہے جو تاب لاوے

اُڑاتا گدّی وہ باہر نہ آوے
مبادا مجکو بھی گڈا بناوے

صبا سے تِس جو لگ چلکر گیا واں
ہوا کھاوے کہاں آنے نہ پاوے

نزاکت سے بہت ہے کم دماغی
بھلے پگڑی تو کل تیوری چڑھاوے

بزنگاہ اُس کسندے کی گلی ہے
وہی جاوے جو لوہو میں نہاوے

نہ پوچھو فرش رہ کیا ہوئے اُسکا
جو دل ہو تو آنکھیں بچھاوے

بلا مغرور ہے وہ آتشیں خو
بہت منت کرو تو جی جلاوے

پڑا اتڑ پا کیا میں دوپہر دن
عجب کیا ہے جو پاس اپنے بلاوے

بتان دیر سے ایسی نہیں لاگ
خدا ہی ہو تو کعبے میر جاوے

کیا خط لکھوں میں رونے سے فرصت نہیں رہی
لکھتا ہوں تو بکھرے ہے کتابت بہی بہی

میدانِ غم میں قتل ہوئی آرزوے وصل
تھی اپنے خانمانِ تمنا میں اک یہی

اپنا لکھا ہے یاد مجھے میری بات بھول
قاصد نے جاکے یار سے کچھ اور ہی کہی

شب شور کرنے میں جو سماجت کی تنگ ہو
کہنے لگا کہ مارو اسے یہ تو ہے وہی

مت بہ تکرام تو داغوں سے ساز کر
اے زخم کہنہ میر کی خاطر ہی یوں سہی

نہ بک شیخ اتنا بھی واہی تباہی
کہاں رحمتِ حق کہاں بیگناہی

ملوں کیونکہ ہم رنگ ہو تجھ سے اے گل
ترا رنگ شعلہ مرا رنگ کاہی

مجھے میر تا گور کاندھا دیا تھا
تمنائے دل نے تو یاں تک نباہی

ادھر مطرب کا عودی رنگ کب طناز آتا ہے
عجب ہیں لوگ جو کہتے ہیں وہ ناساز آتا ہے

خبر ہے شرط آتنا مت برس اے ابر بارندہ
ہمیں بھی آج رونا درد دل پرداز آتا ہے

اُٹھے ہے گرد معشوقانہ اس تربت سے عاشق کی
کبھو تک جھکے ادہر وہ سراپا ناز آتا ہے

عجب رنگِ حنا طائر ہے دست آموز خوبان کا
اُڑے ہے تو بھی ہاتھوں ہی میں کر پرواز آتا ہے

وہی نازاں خراماں کبک سا آیا مری جانب
کوئی مغرور وہ شوخی سے اپنی باز آتا ہے

Marfat.com

رہائی اپنی ہے دشوار کب صیاد چھوڑے ہے
اسیر دام ہو طائر جو خوش آواز آتا ہے

اگر مسجد سے آویں میر تو بھی لوگ کہتے ہیں
کہ میخانے سے پھر دیکھو وہ شاہد باز آتا ہے

اُس کے رنگ چمن میں شاید اور کھلا ہے پھول کوئی
شور طیور اُٹھتا ہے ایسا جیسے اُٹھے ہے بول کوئی

یوں پھرتا ہوں دشت و در میں دور اس سے میں سرگشتہ
غم کا مارا آوارہ جوں راہ گیا ہو بھول کوئی

ایک کہیں سر کھینچے ہے ایسا جسکی کریں سب پابوسی
ہو ہر اک کو قبول دلہا یہ نہ کرے گا قبول کوئی

کس اُمید کا تجکو اے دل چاہ میں اُسکی حصول ہوا
شوخ و شلائیں خوشرویاں سے رہتا ہے مامول کوئی

لمبے اس کے بالوں کا میں وصف لکھا ہے دور تلک
طرف مار تو طولانی تھا پھر بھی دے ہے طول کوئی

مستی حسن پرستی رندی یہی عمل ہے مدت سے
پیر کبیر ہوئے تو کیا ہے چھوٹے ہے معمول کوئی

حرف و حکایت شکر و شکایت تھی تو اک وضع و تیرہ پر
میر کو جاکر دیکھا ہم نے ہے مرد معقول کوئی

پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

لگنے نہ دے بس ہو تو اُس کے گوہر گوش کو بالے تک
اُسکو فلک چشم مہ و خور کی پتلی کا تارا جانے ہے

آگے اُس متکبر کے ہم خدا خدا کیا کرتے ہیں
کب موجود خدا کو وہ مغرور خود آرا جانے ہے

عاشق سا تو سادہ کوئی اور نہ ہوگا دنیا میں
جی کے زیاں کو عشق میں اُس کے اپنا وارا جانے ہے

Marfat.com

چارہ گری بیماری دل کی رسم شہرِ حسن نہیں
ورنہ دلبرِ ناداں بھی اس درد کا چارا جانے ہے

کیا ہی شکار فریبی پر مغرور ہے وہ صیاد بچہ
طائر اڑتے ہوا میں سارے اپنی اسارا جانے ہے

مہر و وفا و لطف و عنایت ایک سے واقف ان میں نہیں
اور تو سب کچھ طنز و کنایہ رمز و اشارا جانے ہے

عاشق تو مردہ ہے ہمیشہ جی اٹھتا ہے دیکھے اسے
یار کے آ جانے کو یکایک عمر دوبارا جانے ہے

کیا کیا فتنے سر پر اس کے لاتا ہے معشوق اپنا
جس بیدل بیتاب و تواں کو عشق کا مارا جانے ہے

رخنوں سے دیوار چمن کے منھ کو لے ہے چھپا یعنی
ان سوراخوں کے ٹک رہنے کو سو کا نظارا جانے ہے

تشنۂ خوں ہے اپنا کتنا میرؔ بھی ناداں تلخی کش
دمدار آبِ تیغ کو اس کے آبِ گوارا جانے ہے

جب جل گئے تب ان نے کینے کی ادا کی ہے
خلقت مگر الفت سے ہے شورش سینہ کی
ہم لوگوں کے لوہو میں[1] ڈوبی ہی رہی اکثر
عشاق موئے پر بھی ہجراں میں معذب ہیں
صد رنگ بہاراں میں اکثر جو کھلے ہیں گل
مرنے کو رہے حاضر سو مارے گئے آخر
مایوس ہی رہتے ہیں بیمار محبت کے
آنا ادھر اس بت کا کیا میری کشش سے ہے

چال ایسی چلا جس پر تلوار چلا کی ہے
چسپاں مری چھاتی سے دن رات رہا کی ہے
اس تیغ کی جدول بھی کیا تیز بہا کی ہے
مدفن میں مرے ہر دم اک آگ لگا کی ہے
یہ لطف نہ ہوا ایسی رنگینی ہوا کی ہے
گو ان نے جفا کی ہے ہم نے تو وفا کی ہے
اس درد کی مدت تک ہم نے بھی دوا کی ہے
ہو موم جو پتھر تو تائید خدا کی ہے

داماں دراز اس کا جوں صبح نہیں کھینچا
اے میرؔ یہ کوتاہی شب دست دعا کی ہے

[1] میرے کسکو لاگی کہ دلوہو میں ڈبویا اسکو ؛ اسکی شمشیر کی جدول بھی بہا کیا کی +

Marfat.com

ملو ان دنوں ہم سے اک رات جانی
کہاں ہم کہاں تم کہاں پھر جوانی

شکایت کروں ہوں تو سونے لگے ہے
مری سرگزشت اب ہوئی ہے کہانی

ادا کھینچ سکتا ہے بہزاد اُس کی
کھنچے صورت ایسی تو یہ ہم نے مانی

ملاقات ہوتی ہے تو کشمکش سے
یہی ہم سے ہے جب نہ تب اینچا تانی

بسنتی قبا پر ترے مر گیا ہے
کفن **میر** کو دیجو زعفرانی

بے اُس کے تیرے حق میں کوئی کیا دعا کرے
عاشق کہیں شتاب تو ہووے خدا کرے

اے سرو پھر کوئی مرے رہ تو گرم ناز
پرسش کسو سے حال کی تیری بلا کرے

دامن بہت وسیع ہے آنکھوں کا اے سحاب
لازم ہے تجکو ان ہی کا پانی بھرا کرے

آکر بکھیرے پھول مری مشتِ خاک پر
مرغِ چمن اگر حقِ صحبت ادا کرے

پتھر کی چھاتی چاہیے ہے **میر** عشق میں
جی جانتا ہے اُس کا جو کوئی وفا کرے

عالم عالم عشق و جنوں ہے دنیا دنیا تہمت ہے
دریا دریا روتا ہوں میں صحرا صحرا وحشت ہے

ہم تو عشق میں ناکس ٹھہرے کوئی نہ ایدھر دیکھے گا
آنکھ اٹھا کر وہ دیکھے تو یہ بھی اسکی مروّت ہے

ہائے غیوری جسکے دیکھے جی ہی نکلتا ہے اپنا
دیکھیے اسکی اور ہمیں پھر عشق کی یہ بھی غیرت ہے

کوئی دم رونق مجلس کی اور بھی ہے اس دم کے ساتھ
یعنی چراغ صبح سے ہیں ہم دم بھی اپنا غنیمت ہے

خط آئے ظاہر ہے ہمپر بگڑی بھی اچھی صورت تھی
بارے کہو نا کام ہی ہوا کام کی بھی کچھ صورت ہے

ایک ورق پر تصویریں میں دیکھی ہیں لیلی مجنوں کی
ایسی صورت حال کسی کی اپنے ان دونوں کو حیرت ہے

خاک کو آدم کر کے اٹھایا جسکے دست قدرت نے
قدر نہیں کچھ اس بندے کی یہ بھی خدا کی قدرت ہے

صبح سے آنسو نومیدانہ جیسے وداعی آتا تھا
آج کسو خواہش کی شاید دل سے ہمارے رخصت ہے

کیا دلکش ہے بزم جہاں کی جاتے یہاں سے جسے دیکھو
وہ غم دیدہ رنج کشیدہ آہ سراپا حسرت ہے

جب کچھ اپنے کنے رکھتے تھے تب بھی صرف تھا لڑکوں کا
اب تو فقیر ہوئے پھرتے ہیں **میر** انھیں کی دولت ہے

عشق کیا سو جان چلی ہے الفت تھی یا کلفت تھی
کوٹے گئے ہیں سب اعضا یہ محبت تھی یا محنت تھی

Marfat.com

اب تو نڈھال پڑے رہتے ہیں ضعف ہی اکثر رہتا ہے
آئے گئے اُس کے کوچے میں جب تک جی میں طاقت تھی

آبِ حیات وہی نہ جس پر خضر و سکندر مرتے رہے
خاک سے ہمنے بھرا وہ چشمہ یہ بھی ہماری ہمت تھی

آنسو ہو کر خونِ جگر کا بہتا بانہ آیا تھا
شاید رات شکیبائی کی جلد بہت کچھ رخصت تھی

جب سے عشق کیا ہے میں نے سر پر میرے قیامت ہے
ساعت دل لگنے کی شاید نحس ترین ساعت تھی

یاری کرے جو چاہے کسو سے غم ہی غم یاری میں ہے
بے موقع یاں آہ و فغاں ہے بے اثری زاری میں ہے

ہاتھ لیے آئینہ تجھ کو حیرت ہے رعنائی کی
ہے بھی زمانہ ہی ایسا ہر کوئی گرفتاری میں ہے

باغ میں شب جو روتا پھرتا ہوں اُس بن میں سو صبح تلک
دانہ اشک روش شبنم کے گل پہ ہر کیاری میں ہے

صورتیں بگڑیں کتنی کیوں نہ اُسکو توجہ کب ہے وہ
سامنے رکھے آئینہ مصروف طرحداری میں ہے

میر کوئی اس صورت میں اُمید بھی کی کیا رکھے
ایک جراحت سینے کی میرے ہر زخم کاری میں ہے

دل بھی بھرا رہتا ہے میرا جی بھی رندھا کچھ جاتا ہے
صبح ہو وہ جو کہا کرتا ہے کون ہے تو کیا سمجھے ہیں
تو بلبل آزردہ نہ ہو گل پھول سے باغ بہاراں میں
عشق و محبت کیا جانوں میں لیکن اتنا جانوں ہوں

کیا جانوں میں روؤں گا کیسا دریا چڑھتا آتا ہے
بیگانے تو ہیں ہی ہم تو ناؤں کا جا کا ناتا ہے
رنج کش الفت سے عاشق جی اپنا بہلاتا ہے
اندر ہی اندر سینے میں میرے دل کو کوئی کھاتا ہے

عاشق اپنا جان لیا ہے اُن نے شاید میر ہمیں
دیکھ بھری مجلس میں اپنی ہم ہی سے شرماتا ہے

اس مغرور کو کیا ہوتا ہے حال شکستہ دکھانے سے
جسکو شبہ ہووے نہ ہرگز جی کے ہمارے جانے سے

Marfat.com

کیسا کیسا ہو کے جدا پہلو سے اُس بن تڑپا ہے
کیا پوچھو ہو آئی قیامت سر پر دل کے لگائے سے

یمن تجرد سے میں اپنے روز جہاں سے گزرتا ہوں
وحشت ہی خورشید نمط اپنے بھی مجکو سائے سے

ہر کوئے و ہر برزن میں یا پھر پھرہ جویاں تھا
یا اب ننگ اُسے آتا ہے پاس ہمارے آئے سے

ایک جراحت کیا تسکیں دے موت کے بھوکے صید تئیں
شاید دل ہو تسلی اسکا زخم دگر کے کھائے سے

رنج و عنا پر درد و بلا پر صبر کیے ہم بیٹھے ہیں
کلفت اُلفت جاتی رہی کیا جور و ستم کے اٹھائے سے

اول تو آتے ہی نہیں ہو اور کبھو جو آتے ہو
نیچی آنکھیں کیے پھرتے ہو مجلس میں شرمائے سے

جھگڑا ناز و نیاز کا سُن کر بے مزہ ہم سے تم تو ہوئے
میر سخن کو طول نہ دو بس بات بڑھے ہی بڑھائے سے

گردش دلوں کی کم نہ ہوئی کچھ کڑے ہوئے
روزے رکھے غریبوں نے تو دن بڑے ہوئے

نرمی سے کوئے یار میں جاوے تو جا نسیم
ایسا نہ ہو کہ اُکھڑیں کہیں دل گڑے ہوئے

آہن دلوں نے مارا ہے جی غم میں اُنکے ہم
پھرتے ہیں نعل سینوں پر اپنے جڑے ہوئے

آئے ہو بعد صلح کبھو ناز سے تو یاں
منھ پھیر ادھر سے بیٹھو ہو جیسے لڑے ہوئے

بیمار اُمیدوار سے بستر پہ اپنے ہم
دروازے ہی کی اور تکیں ہیں پڑے ہوئے

بار اُس کی بزم میں نہیں ناچار در پہ ہم
رہتے ہیں جیسے صورت دیوار اڑے ہوئے

ہم زیرِ تیغ بیٹھے تھے بروقت قتل میر
وے تک ہمارے پاس نہ آکر کھڑے ہوئے

عہدِ جنوں ہے موسمِ گل کا اور شگوفہ لایا ہے
ابرِ بہاری وادی سے اُٹھکر آبادی پر آیا ہے

سُنکر میرے شورِ شب کو جھنجھلا کر وہ کہنے لگا
نالے اسکے فلک تک پہونچے کن نے اسکو ستایا ہے

دکھن اُتر پورب پچھم ہنگامہ ہے سب جاگہ
اودھم میرے حرف و سخن نے چاروں اور مچایا ہے

بے چشم و رو ہو بیٹھے ہو وجہ نہیں ہے ظاہر کچھ
کام کی صورت بگڑی ہماری منھ کیوں تمنے بنایا ہے

ظلم و ستم سب سہل ہیں اسکے ہمسے اُٹھتے ہیں کہ نہیں
لوگ جو پرسش حال کریں ہیں جی تو اُنھوں نے کھایا ہے

ہو کے فقیر تو واں بیٹھے ہیں رہتے ہیں اشراف جہاں
ہمنے توکل بحت کیا ہے نامِ خدا سرمایا ہے

برسوں ہم درویش رہے ہے پردے میں دنیاداری کے
ناموس اسکی کیونکہ رہے ہے پردہ جن نے اُٹھایا ہے

ڈھونڈھ[1] نکالا تھا جو اُسے سو آنکھوں بھی ہم کھو بیٹھے
جیسا نہال لگایا ہمنے ویسا ہی پھل پایا ہے

[1] این مدعیان در طلبش بیخبر انند ؛ آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد ۱۲

میر غریب ہے کیا ہے معارض گوشے میں اُس اُداسی کے
ایک دیا سا بجھتا اُن نے داغ جگر پہ جلایا ہے

دل کی لاگ بری ہوتی ہے رہ نہ سکے ٹک جائے بھی
آئے بیٹھے اُٹھ بھی گئے بیتاب ہوئے پھر آئے بھی

آنکھ نہ ٹک میلی ہوئی اپنی مطلق دل بیجا نہ ہوا
دل کی مصیبت کیسی کیسی کیا کیا رنج اُٹھائے بھی

ٹھنڈے ہوتے نہ دیکھے ہرگز ویسے ہی جلتے رہتے ہیں
تلوے حنائی ہم نے اُس کے آنکھوں سے سہلائے بھی

رنگ نہیں ہے منھ پہ کسی کے باد خزاں سے گلستاں میں
برگ و بار گرے بکھرے ہیں گل غنچے مرجھائے بھی

نفع کبھو دیکھا نہیں ہم نے ایسے خرچ اُٹھانے پر
دل کے گداز سے لوہو روئے داغ جگر پہ جلائے بھی

عشق میں اُس کے جان مری مشتاق پھرے گی بھٹکی ہوئی
شوق اگر ہے ایسا ہی تو چین کہاں مر جائے بھی

تاجر ترک فقیر ہوئے اب شاعر عالم کامل ہیں
بیش گئی کچھ میر نہ اپنے سوانگ بہت سے لائے بھی

کوئی نام اس کا نہ لو جبر ہے
نہ سوز جگر خاک میں بھی گڑا
گلستاں کے ہیں دونوں پلے بھرے
جو درویش پہنے ہے بری لباس

نہ بیتاب دل کی بنا صبر ہے
موئے پر پُر آتش مری قبر ہے
ہمارا سا ظرف اُس طرف ابر ہے
تو پھر عینہ شیر ہے ببر ہے

در کعبہ پر کفر بکتا ہے میر
مسلماں نہیں وہ کہن گبر ہے

ظلم سہے ہیں داغ ہوئے ہیں رنج اُٹھے ہیں درد کھنچے
اب وہ دل میں تاب نہیں جو بے تک آہ سرد کھنچے
جیتے جی میت کے رنگوں عشق میں اُس کے ہو بیٹھا

Marfat.com

بعد مرے نقاش سے شاید صورت میری زرد کھنچے

خاک ہوئی تھی سرکشی اپنی جوں کی توں اپنی طبیعت میں
میر عجب کیا ہے اس کا تا گردوں جو یہ گرد کھنچے

عشق اگر ہے مرد میداں مرد کوئی عرصے میں لائے
یکسر ان نامردوں کو جو ایک ہی ٹک ٹکی میں اٹھائے

کار عدالت شہر کا ہمکو اک دن دو دن ہووے تو پھر
چاروں اور منادی کریے کوئی کسی سے دل نہ لگائے

پر کے اسیر دام ہوئے تھے نکلے ٹوٹی شکن کی راہ
ابھی دیکھیں موسم گل کا کیسے کیسے شگوفے لائے

بھوکے مرتے منہ میں تلخی صفرا ابھل گئی
سب بے ذوقی میں ذوق کہاں جو کھانا پینا مجکو بھائے

گھر سے نکل کر ٹکڑے ٹکڑے پھر جاتا ہوں میں یعنی میر
عشق و جنوں کا آوارہ حیران و پریشاں کیدھر جائے

ہم پہ خشم و عتاب ہے سو ہے
وہ ہی ناز و عتاب ہے سو ہے

گرچہ گھبرا کے لب پہ آئی و ملے
جان کو اضطراب ہے سو ہے

بس گئی جاں خراب مدت کی
حال اپنا خراب ہے سو ہے

خشکی لب کی ہے تری کیسی
چشم لیکن پر آب ہے سو ہے

خاک جل کر بدن ہوا ہے سب
دل جلا سا کباب ہے سو ہے

کر گئے کاروانیاں شبگیر
وہ گراں مجکو خواب ہے سو ہے

یاں تو رسوا ہیں کیسا پردۂ شرم
اسکو ہم سے حجاب ہے سو ہے

دشمن جاں تو ہے دلوں میں ہم
دوستی کا حساب ہے سو ہے

زلفیں اُسکی ہوا کریں برہم
ہمکو بھی پیچ و تاب ہے سو ہے

خاک میں مل کے پست ہیں ہم تو
اُن کی عالی جناب ہے سو ہے

شہر میں در بدر پھرے ہیں عزیز
میر ذلت مآب ہے سو ہے

چلتے ہوئے تسلی کو کچھ یار کہہ گئے
اس قافلے میں ہم بھی تھے افسوس رہ گئے

کیا کیا مکان شاہ نشیں تھے وزیر کے
وہ اُٹھ گیا تو یہ بھی گرے بیٹھے ڈھہ گئے

اس کجروش سے ملنا خرابات میں نہ تھا
بے طور ہم بھی جا کے ملے بے جگہ گئے

وے زور ور جوان جنھیں کہیے پہاڑ تھے
جب آئی موجِ حادثہ تنکے سے بہ گئے

Marfat.com

وہ یار تو نہ تھا تہِ دل سے کسو کا میر
ناچار اُس کے جور و ستم ہم بھی سہہ گئے

ہائے جوانی وصل میں اُس کے کیا کیا لذت پاتے تھے
بوسۂ کنج لب سے پھر بھی ذائقے اپنے بناتے تھے

کیا کیا تم نے فریب کیے ہیں سادگی میں دل لینے کو
ٹیڑھی کر کے کلاہ آتے تھے مے ناخوردہ ماتے تھے

ہائے جدائی ایک ہی حب گہ مار کے ہم کو توڑ رکھا
وے دن یاد آتے ہیں اب جب اُن کے آتے جاتے تھے

غیروں کی تم سُنتے رہے سو غیرت ہم سہتے رہتے
دے تو تم کو لگا جاتے تھے تم آ ہم کو جلاتے تھے

رنج و الم غم عشق ہی کے اعجاز سے کھنچتے تھے ورنہ
حوصلہ کتنا اپنا جس میں یہ آزار سماتے تھے

وے دن کیسے سناتے ہیں جو آکر سوتے پاتے تجھو
آنکھوں سے ہم سہلا سہلا تلوے اُسکو جگاتے تھے

چاہت روگ بُرا ہے جی کا میر اس سے پرہیز بھلا
اگلے لوگ سُنا ہے ہم نے دل نہ کسو سے لگاتے تھے

بات ہماری یاد رہے جی بھولا بھولا جاتا ہے
تھوڑے سے پانی میں بہتے سر بھی کی ہے جیسے حباب

وحشت پر جب آتا ہے تو جیسے بگولا جاتا ہے
کہتے ہیں بے تہ تجھکو کیا اچھا بھولا جاتا ہے

کام کی صورت کیا ہے اُسکی راہ چلے ہے میر اگر
دیکھنے والے کہتے ہیں یہ کوئی ہیولا جاتا ہے

اس تنگ کشش سے جی ہو چکے جاں آخر سارے گئے
اُسکے روئے خوے کردہ پر نقاب لیے وہ صورت ہے
ایسے قماری سے دل کو لگا کر جیتے رہنا ہو نہ سکا
چارہ گر اس شہر کے ہوں تو فکر کریں آبادی کا
مشکل میر نظر آتا تھا اُٹھنا بار امانت کا

عاشق اُسکے قامت کے بالا بالا مارے گئے
جیسے یکایک سطح ہوا پر بدلی آئی تارے گئے
رفتہ شاہد بازی کے جی بھی اپنا ہارے گئے
یارب بستے تھے جو یاں سے لوگ کہاں بیچارے گئے
آئے ہمتو سہولت سے وہ بوجھ اُٹھا کر بارے گئے

Marfat.com

عیدیں آئیں بار ہا لیکن نہ وے آکر ملے — رہتے ہیں اُنکے گلے لگنے کے برسوں سے گلے
اس زمانے کی تری سے بحر اگلی کہاں — بے تہی کرنے لگے دریادلوں کے حوصلے
غنچگی میں دیکھے ہیں صد رنگ جور آسماں — اب جو گل سا کھلا ہوں دیکھوں کہ کیا گل کھلے
سارے عالم کے حواس خمسہ میں ہے انتشار — ایک ہم تم ہی نہیں معلوم ہوتے دہ دلے

میر طے ہوگا بیابانِ محبت کس طرح
راہ ہے پر خار میرے پاؤں میں ہیں آبلے

کیسی سعی کشش کوشش سے کعبے گئے بتخانے سے — اس گھر میں کوئی بھی نہ تھا شرمندہ ہوئے ہم جانے سے
دامن پر فانوس کے تھا کچھ یوں ہی نشاں خاکستر کا — شوق کی میں جو نہایت پوچھی جان جلی پروانے سے
آگے سامنے آتے تھے تو کیا کیا زجر اُٹھاتے تھے — تنگ لگا ہے لگنے انھیں اب بات ہماری مانے سے
پاس غیرت ہمکو نہیں کچھ در پہ پرسش غیر کو تم — گھر سے اُٹھ کے چلے جاتے ہو نہانے کے بھی بہانے سے
تم نے کہا مر رہ بھی جاکر بندہ جاکر مر ہی رہا — کس دن میں نے عدول کیا ہے صاحب کے فرمانے سے
سوکھ کے ہوں لکڑی سے کیونکر زرد و زبوں ہم عاشق زار — کچھ نہیں رہتا انساں میں ہر لحظے کے غم کھانے سے
جب دیکھو تب تربت عاشق بھکڑ سے ہی تزلزل میں — عشق ہے بادِ صرصر گویا ہم بھی خاک اڑانے سے
برسوں میں پہچان ہوئی تھی سو تم صورت بھول گئے — یہ بھی شرارت یاد رہے گی ہمکو نہ جانا جانے سے
سنی سنائی بات نے واں کی کب جیتے ہیں ہم غافل — دونوں کان بھرے ہیں اپنے بے تہ یاں کے فسانے سے

میر کی تیزی کیا سلجھے گی حرف و سخن میں گنجلک ہے
کوئی بھی عاقل الجھ پڑے ہے ناصح ایسے دیوانے سے

گئے روزے اب دید وادید سے ہے — گلے سے ہمارے ملو عید ہے
گریزاں ہوں سائے سے خورشید ساں — یہاں جب سے ہے مجھکو تجرید ہے
تصوف میں جب ڈال دیتے ہیں بات — خدا اس میں ہیں یہ توحید ہے
جو آویں بتاں جذب سے یاں تو یہ — خدا کی طرف ہی کی تائید ہے

لپیٹا ہے میں بوریائے نماز
یہی میر جانے کی تمہید ہے

ہجر میں خوں ہوا تھا سب غم سے — دل نے پہلو تہی کیا ہم سے
عالم حسن ہے عجب عالم — چاہیے عشق اس بھی عالم سے

Marfat.com

طرح چھریوں کی پلکوں سے ڈالی
نکلی تلوار ابرو کے خم سے

نسبت اُن بالوں کی درست ہوئی
دیر میں میرے حال درہم سے

در پئے خون میر کے نہ رہو
ہو بھی جاتا ہے جرم آدم سے

اٹھکھیلیوں سے چلتے طفلی میں جان مارے
نام خدا ہوا ہے اب وہ جوان بارے

اپنی نیاز تم سے اب تک بتاں وہی ہے
تم ہو خدائے باطل ہم بندے ہیں تمھارے

ٹھہرے ہیں ہم تو مجرم ٹک پیار کر کے تم کو
تم سے بھی کوئی پوچھے تم کیوں ہوئے پیارے

کل میں جو سیر میں تھا کیا پھول پھول بیٹھے
بلبل لئے ہیں گویا گلزار سب اجارے

کرتا ہے ابر نیساں پُر دُر دہن صدف کا
منھ جو کوئی پسارے ایسے کئے پسارے

اے کاش غور سے وہ دیکھے کبھو ٹک آ کر
سینے کے زخم اپنے غائر ہوئے ہیں سارے

چپکا چلا گیا میں آزردہ دل چمن سے
کس کو دماغ اتنا بلبل کو جو پکارے

میدان عشق میں سے چڑھ گھوڑے کون نکلا
مارے گئے سپاہی جتنے ہوئے اُتارے

جو مر رہے ہیں اُس پر اُنکا نہیں ٹھکانا
کیا جانیے کہاں وے پھرتے ہیں مارے مارے

کیا برچھیاں چلائیں آہوں نے نیم شب کی
رخنے ہیں آسماں میں سارے نہیں ستارے

ہوتی ہے صبح جو یاں ہے شام سے بھی بدتر
کیا کہیے میر خوبی ایام کی ہمارے

کیا کہیے ویسی صورت گاہے نظر نہ آئی
ایسے گئے کہ اُن کی پھر کچھ خبر نہ آئی

روٹھے جو تھے سو ہم سے روٹھے ہوئے یہاں
کیا رو دیے ہیں تو منت بھی کر نہ آئی

طالع کا مکث دیکھو آئی صبا جو واں سے
چاروں طرف پھر آئی لیکن ادھر نہ آئی

جی میں جو کچھ کسو کے آئے سو باندھ جاوے
اپنے خیال میں تو اُس کی کمر نہ آئی

کیا رات دن کٹے ہیں ہجراں کی بیخودی میں
سُدھ اپنی میر اُس بن دو دو پہر نہ آئی

داد فریاد جا بجا کر لے
شاید اُسکے بھی دل میں جا کر لے

اب سلگنے لگی ہے چھاتی بھی
یعنی مدّت پڑے جلا کرے

سلہ میر تقی سے پیار کرنے کا جو خوباں ہم پہ رکھتے ہیں گناہ ؛ اُن سے یہ پوچھے کوئی تم اتنے کیوں پیارے ہوئے

Marfat.com

چشم و دل جان مائل خوباں
بدی یاروں کی کیا کیا کرئے

دیکھیں کب تک رہے ہے یہ صحبت
گالیاں کھائیے دعا کرئے

کچھ کہیں گر تو وہ کہے نہ کہو
کیونکر اظہار مدعا کرئے

اتفاق اِن کا مارے ڈالے ہے
ناز و انداز کو جدا کرئے

عید ہی کاش کے رہے ہر روز
صبح اُسکے گلے لگا کرئے

راہ تکنے کو بھی نہایت ہے
منتظر کب تلک رہا کرئے

ہستی موہوم و یک سر و گردن
سیکڑوں کیونکر حق ادا کرئے

وہ نہیں سرگزشت سنتا میر
یوں کہانی سی کیا کہا کرئے

مترتب ہو نفع جو کچھ بھی
دل کی بیماری کی دوا کرئے

سو تو ہر روز ہے بُرا احوال
متحیر ہیں آہ کیا کرئے

دو چار روز آگے چھاتی گئی تھی کوٹی
ہجراں کا غم تھا تس میں سختی سے جان ٹوٹی

کلیاں جھڑی ہیں کچی بکھرے ہیں پھول سارے
پائیزی چمن میں کیا کیا بہار ٹوٹی

سیر چمن میں کچھ تو جی سے ہوس نکلتی
موسم میں گل کے بلبل افسوس ہے نہ چھوٹی

کب وعدے کی رات یہ آئی جو اُس میں نہ لڑائی ہوئی
آخر اُس اوباش نے مارا کب رہتی ہے آئی ہوئی

چاہت میں اُس بے اُلفت کی گھبراہٹ دل ہی کو نہیں
سارے حواسوں میں ہے تشتت جان بھی ہے گھبرائی ہوئی

گرچہ نظر ہے پشتِ پا پر لیکن قہر قیامت ہے
گڑ جاتی ہے دل میں ہمارے آنکھ اُسکی شرمائی ہوئی

جنگل جنگل شوق کے مارے ناقہ سوار پھرا کی ہے
مجنوں جو صحرائی ہوا تو لیلی بھی سودائی ہوئی

چتون کے انداز سے ظالم ترک مروت پیدا ہے
اہلِ نظر سے چھپتی نہیں ہے آنکھ کسو کی چھپائی ہوئی

Marfat.com

دود دلِ سوزانِ محبت محو جو ہو تو عرش نہ ہو
دور بجھے گی یعنی جاکر عشق کی آگ لگائی ہوئی

میر کا حال نہ پوچھو کچھ تم کہنہ رباطِ پیری سے
رقص کناں بازار میں آئے عالم میں رسوائی ہوئی

کیا کہیے اپنے عہد میں جتنے امیر تھے
ٹکڑے یہ جان دیتے تھے سارے فقیر تھے

دل میں گرہ ہوس رہی پروازِ باغ کی
موسم گلوں کا جب تئیں تھا ہم اسیر تھے

برنائی ہی میں تم سے شرارت نہیں ہوئی
لڑکے سے بھی تھے تم تو قیامت شریر تھے

آرائش بدن نہ ہوئی فقر میں بھی کم
جاگہ اتو کی جامے پہ نقشِ حصیر تھے

آنکھوں میں ہم کسو کی نہ آئے جہان میں
از بسکہ میر عشق سے خشک و حقیر تھے

جو کوئی خستہ جگر عشق کا آزاری ہے
جی چکا وہ کہ یہ بے طرح کی بیماری ہے

کارواں گاہ جہاں میں نہیں رہتا کوئی
جسکے ہاں دیکھتے ہیں چلنے کی تیاری ہے

چیز و ناچیز کا آگاہ کو رہتا ہے لحاظ
سارے عالم میں حقیقت تو وہی ساری ہے

آئینہ روبرو رکھنے کو بھی اب جائے نہیں
صورتوں سے اسے ہم لوگوں کی بیزاری ہے

مر گئے عشق میں نازک بدنوں کے آخر
جان کا دینا محبت کی گنہگاری ہے

پلکیں وے اسکی بھری جی میں کھبی جاتی ہیں
آنکھ وہ دیکھے کوئی شوخی میں کیا پیاری ہے

بیقراری میں نہ دلبر سے اٹھا ہرگز ہاتھ
عشق کرنے کے تئیں شرط جگرداری ہے

وائے وہ طائرِ بے بال ہوس ناک جسے
شوقِ گلگشتِ گلستاں میں گرفتاری ہے

ظلم بے کھینچے نہیں رہتی ہے جسکی شمشیر
اس ستمگار جفاجو سے ہمیں یاری ہے

آنکھ مستی میں کسو پر نہیں پڑتی اسکی
یہ بھی اس سادہ دپرکا کی ہشیاری ہے

واں سے جز ناز و تبختر نہیں کچھ یاں سے میر
عجز ہے دوستی ہے عشق ہے غمخواری ہے

درد و غم سے دل کبھو فرصت نہ پائے
یہ مصیبت کب تلک کوئی اٹھائے

طفلِ تہ بازار کا عاشق ہوں میں
دل فروشی کوئی مجھ سے سیکھ جائے

زار رونا چشم کا کب دیکھتے
دیکھیں ہیں لیکن خدا جو کچھ دکھائے

Marfat.com

کب تلک چاکِ قفس سے جھانکیے
کب سے ہمکو ہے تلاشِ دستِ غیب
اس کی اپنی بنتی ہی ہرگز نہیں
جو لکھی قسمت میں ذلت ہو سو ہو
داغ ہے مرغِ چمن پائیز سے
زخمِ سینہ میر اُس کے ہاتھ کا

برگِ گل یہاں بھی صبا کوئی تو لائے
تا کمر ہیچ اس کا اپنے ہاتھ آئے
بگڑی صحبت ایسی کیا کوئی بنائے
خطِ پیشانی کو کوئی کیونکر مٹائے
دل نہ ہو جلتا جو اُسکا گل کھٹائے
ہو کوئی رہوار تو اُس کو رجھائے

میر اکثر عمر کے افسوس میں
زیرِ لب بالائے لب ہے ہائے وائے

نہ نوشتہ نامہ آیا یہ کچھ نہیں لکھا ہے
کافر کا بھی رویہ ہوتا نہیں ہے ایسا
دنیا میں دیر رہنا ہوتا نہیں کسو کا
بندے کا دل بجا ہے جاتا ہوں شاد سرجا
پائے ثبات کس کا ٹھہرا ہے اسکے دیکھے
ہر جا بدن میں اسکے افراط سے ہے دلکش
مرنا تو ایک دم ہے عاشق مرے ہے ہر دم
خط اُسکو لکھ کے غم سے بیخود ہوا ہوں یعنی
شوخی سے اُس کی درہم برہم جہان ہے سارا
عمرِ عزیز گزری سب سے برائی کرتے

اس سادہ رو کے جی میں کیا جا کہ کیا ہے
ٹھوکر لگا کے چلنا کس دین میں روا ہے
یہ تو سرائے فانی اک کارواں سرا ہے[1]
جب سے سنا ہے میں نے کیا غم ہی جو خدا ہے
ہے ناز اک قیامت انداز اک بلا ہے
میں کیا دل ملک بھی اسکے گھر بجا ہے
وہ جانتا ہے جس کو پاسِ دلِ وفا ہے
قاصد کے بدلے یاں سے جی ہی مرا چلا ہے
ہنگامۂ قیامت اُس کی کوئی ادا ہے
اب کر چلو بھلا کچھ شاید یہی بھلا ہے

جو ہے سو میر اُس کو میرا خدا کہے ہے
کیا خاص نسبت اس سے ہر فرد کو جدا ہے

بہت ہیں

دل پہلو میں ناتواں بہت ہے
ہر آن شکیب میں کمی ہے
مقصود کو دیکھیں پہنچے کب تک
جی کو نہیں لاگ لامکاں سے
گو خاک سے گور ہوئے یکساں

بیمار مرا گراں بہت ہے
بیتابیِ زماں زماں بہت ہے
گردش میں تو آسماں بہت ہے
ہمکو کوئی دل مکاں بہت ہے
گم گشتگی کا نشاں بہت ہے

[1] کارواں گاہ، جہاں [illegible] میر تقی میر

Marfat.com

جاں بخشی غیر ہی کیا کر
مجکو بھی نیم جاں بہت ہے

اکثر پوچھے ہے جیتے ہیں میر
اب تو کچھ مہرباں بہت ہے

صاحب ہو تم ہمارے بندے ہیں ہم تمہارے
موقوف رحم پر ہیں دشوار کام سارے

ہو ملتفت کہ ہم بھی جیتوں میں آویں چندے
یہ عشق بے محابا تا چند جان مارے

آشوب بحر ہستی کیا جانیے ہے کب سے
موج و حباب اٹھکر لگ جاتے ہیں کنارے

کوئی تو تھا طرف پر آواز دی نہ ہم کو
ہم بیقرار ہوکر چاروں طرف پکارے

بیطاقتی سے کیونکر سر مارتے رہیں نہ
صبر و قرار دونوں یکبارگی سدھارے

کوئی تو ماہ پارہ اس بھی رواق میں ہے
چشمک کریں ہیں ہر شب اسکی طرف ستارے

دنیا میں میر آکر کھولا ہے بار ہم نے
اس رہگزر میں دیکھیں کیا پیش آوے بارے

عشق ہمارا درپئے جاں ہی کیسی خصومت کرتا ہے
چین نہیں دیتا ہے ظالم جبتک عاشق مرتا ہے

شاید لمبے بال اس مہ کے بکھر گئے تھے باؤ چلے
دل تو پریشاں تھا ہی میرا رات جی بھی بکھرتا ہے

صورت اسکی دیدۂ تر میں پھرتی ہی رہ روز و شب
ہے نہ اچنبھا یہ بھی کہیں پانی میں نقش ابھرتا ہے

کیا دشوار گزر ہے طریق عشق مسافر کش یارو
جی سے اپنے گزر جاتا ہے جو اس راہ گزرتا ہے

حال کسو بے تہ کا یاں مانا ہے حباب دریا سے
ٹک جو ہوا دنیا کی لگی تو یہ کم ظرف ابھرتا ہے

یاد خدا کو کرکے کہو ٹک پاس ہمارے ہو جاوے
صد سالہ غم دیکھے اس خوش چشم ہدو کی بسرتا ہے

دامن دیدۂ تر کی وسعت دیکھے ہی بن آوے گی
ابر سیاہ سفید جو ہو سو پانی ان کا بھرتا ہے

دل کی لاگ نہیں چھپتی ہے کوئی چھپاوے بہتیرا
زردی عشق سے بے الفت یہ رنگ کسو کا نکھرتا ہے

چمکے تیغ اپنا ہر دم کیا لوگوں کو ڈراتے ہو
میر جگر دار آدمی ہے وہ کب مرنے سے ڈرتا ہے

نالہ جب گرم کار ہوتا ہے
دل کلیجے کے پار ہوتا ہے

مار رہتا ہے اس کو آخر کار
عشق کو جس سے پیار ہوتا ہے

سب مزے درکنار عالم کے
یار جب ہمکنار ہوتا ہے

واگہ کا ہے اسکے عالم اور
ایک عالم شکار ہوتا ہے

Marfat.com

بیقراری ہو کیوں نہ چاہت میں
ہمدگر کچھ قرار ہوتا ہے

جبر ہے قہر ہے قیامت ہے
دل جو بے اختیار ہوتا ہے

راہ تکتے ہی تھیں ہیں آنکھیں
اس کا جب انتظار ہوتا ہے

شاخ گل لچکے ہے تو جانوں ہوں
جلوہ گر یوں ہی یار ہوتا ہے

کسکو پوچھے ہے کوئی دنیا میں
ویریاں اعتبار ہوتا ہے

آہ کس جائے بار کھولا میر
یاں تو جینا بھی بار ہوتا ہے

سخت بے رحم آہ قاتل ہے
میری خونریزی ہی کا مائل ہے

دور مجنوں کا ہو گیا آخر
یاں جنوں کا ابھی اوائل ہے

نکلے اس راہ کس طرح وہ ماہ
نہ تو طالع نہ جذب کامل ہے

مثل صورت ہیں جلوہ کے حیراں
ہلئے کیا شکل کیا شمائل ہے

ہاتھ رکھ لیوے تو کہے کہ بس اب
کیا جیے گا بہت یہ گھائل ہے

حق میں اس بت کے کیا کہیں کیونکر
وہ ہمارا خدائے باطل ہے

سچ ہے راحت تو بعد مرنے کے
پر بڑا واقعہ یہ حائل ہے

تیغ اگر در میاں رہے تو رہے
یار میرا جوان جاہل ہے

رو نہیں چشم تر سے اب رکھیے
سیل سی در کا کب یہ سائل ہے

حال ہم ڈوبتوں کا کیا جانے
جسکو دریا پہ سیل ساحل ہے

میر کب تک بحال مرگ جئیں
کچھ بھی اس زندگی کا حاصل ہے

بیکسان عشق تھے ہم غم میں کھپ سارے گئے
باز خواہ خوں نہ تھا مارے گئے مارے گئے

بارکل تک ناتوانوں کو نہ تھا اس بزم میں
گرتے پڑتے ہم بھی جز آج واں بارے گئے

چھاتی میری سرد آہوں سے ہوئی ہی سب کرخت
استخواں با سکے اشک گرم سے دھارے گئے

سخت جانی ہے نہ تک جو ہو خبر گھر میں اسے
صبح تک ہم رات دیواروں سے سر مارے گئے

میر قیس و کوہکن ناچار گزرے جان سے
دو جہاں حسرت لیے ہمراہ بیچارے گئے

Marfat.com

بے یار ہوں بیکس ہوں آگاہ نہیں کوئی / ہمہم کرد خونریزی خونخواہ نہیں کوئی
کیا تنگ مخوف ہے اس بستی کا رستا / تنہا پڑا ہے جانا ہمراہ نہیں کوئی
موہوم ہے ہستی تو کیا معتبری اس کی / ہے گاہ اگر کوئی تو گاہ نہیں کوئی
فرہاد کو مجنوں کو موت آگئی ہے آگے / کس سے کہیں درد دل اب آہ نہیں کوئی
میر اتنی سماجت جو بندوں سے تو کرتا ہے / دنیا میں مگر تیرا اللہ نہیں کوئی

دیدۂ گریاں ہمارا نہر ہے / دل خرابہ جیسے دلی شہر ہے
آندھی آئی ہو گیا عالم سیاہ / شور نالوں کا بلائے دہر ہے
دل جو لگتا ہے تڑپنے ہر زماں / اک قیامت ہی غضب ہے قہر ہے
یہ نہیں ہوتا ہے زخم اسکا لگا / آب تیغ یار یکسر زہر ہے
یاد زلف یار جی مارے ہے میر / سانپ کے کاٹے کی سی یہ لہر ہے

عشق بلا انگیز معتنی یہ تو کوئی قیامت ہے / جس سے پیار رکھے ہے کچھ ہے اسکے سر پر شامت ہے
موسم گل میں توبہ کی بھی واعظ کے میں کہنے سے / اب جو رنگ بہار کے دیکھے شرمندہ ہیں ندامت ہے
شیخ کی دنی حرکت بھی میں خرق عادت جانوں ہوں / مسجد سے میخانے آیا یہ بھی اس کی کرامت ہے
ایکطرف میں عشق کیا تھا رسوائی یہ کہاں سے ہوئی / اب گھر سے نکل آتا ہوں چار طرف سے ملامت ہے
توہی کر انصاف صبا تک باغوں باغوں پھرے سو تو / روئے گل اسکا سا رو ہی سرو کا ایسا قامت ہے
صبح کو خورشید اسکے گھر پر طالع ہو کر آتا ہے / دیکھ لیا جو اُن نے کبھو تو اس سادہ کی شامت ہے
چھوڑ دو اس اوباش کا ملنا ورنہ سر کٹواؤ گے / جا رہو گے بہتیروں کو سر جو میر سلامت ہے

اے پریشاں ربط دیکھیں کب تلک یہ دور ہے / ہر گلی کوچے میں تیرا اک دعا گو اور ہے
بال بل کھائے ہوئے پیچوں سے پگڑی کے گھٹے / طرز تیں جیتوں کی پائی سر پہ شور جور ہے
ہم سے یہ انداز اوباشانہ کرنا کیا ضرور / آنکھ ٹیڑھی خم ہے ابرو جو یہ کچھ بے طور ہے
طبع درہم وضع برہم زخم غائر چشم تر / حال بد میں بیکسوں کی کچھ تمہیں بھی غور ہے
کیا شکایت کریے اس خورشید چہرہ یار کی / مہر وہ برسوں نہیں کرتا ستم فی الفور ہے
وصل کی دولت گئی ہوں تنگ فقر ہجر میں / یا الٰہی فضل کر یہ حور بعد الکور ہے

۵۱ کمی زیادتی کے بعد ۳

Marfat.com

اسکے دیوانے کے سر پر داغ سودا ہے جو میر
وہ مخبط عاشقوں کا اس سبب سر مور ہے

گردون کش زمانہ تو تیرا اسیر ہے
سلطانِ عصر تیری گلی کا فقیر ہے

چشمک کرے ہے میری طرف تو نگاہ کر
وہ طفل شوخ چشم قیامت شریر ہے

تنکا سا ہو رہا ہے تن آگے ہی سوکھ کر
اب تنگ کیا فقیر جو سب میں حقیر ہے

جھڑ باندھ دے ہے رونے جو لگتا ہے صبح کو
ہے چشمِ تر کہ غیرت ابر مطیر ہے

اک وہ اجل رسیدہ جو صید آئے کب کھنچا
پر پیچ جال گیسوؤں کا جرگہ گیر ہے

جوں جوں بڑھاپا آتا ہے جاتے ہیں اینٹھتے
کس مٹی کا نہ جانیے اپنا خمیر ہے

اس خوبصورتی سے نہ صورت نظر پڑی
سو رت تلک تو سیر کی وہ بے نظیر ہے

ہر جوہر اسکی تیغ ہے نامہ برائے قتل
پیغامِ مرگ عاشقوں کو اس کا تیر ہے

پوچھو اسی سے مضطرب الحال دل کی کچھ
آہ آفتاب چہرۂ روشن ضمیر ہے

جوں طفل شوخ و شنگ و جوان بلند طبع
شائستۂ فلک ہے اگر چرخ پیر ہے

ملک

فریاد شب کی سن کے کہا بد دماغ ہو
دیکھو تو اس بلا کو یہ شاید کہ میر ہے

ان بلاؤں سے کب رہائی ہے
عشق ہے فقر ہے جدائی ہے

دیکھیے رفتہ رفتہ کیا ہووے
ہم بھی جلنے کو ہیں کہ آئی ہے

استخواں کانپ کانپ جلتے ہیں
عشق نے آگ یہ لگائی ہے

دل کو کھینچے ہے چشمکِ انجم
آنکھ ہم نے کہاں لڑائی ہے

اس صنائع کا اس بدائع کا
کچھ تعجب نہیں خدائی ہے

نہ تو جذب رسا نہ بختِ رسا
کیونکہ کہیے کہ واں رسائی ہے

ہے تصنع کہ اسکے لب ہیں لعل
سب نے اک بات یہ بنائی ہے

کیا کہوں خشمِ عشق سے جو مجھے
کبھو جھنجھلاہٹ آہ آئی ہے

ایسا چہرے پہ ہے نہوں کا خراش
جیسے تلوار منہ پہ کھائی ہے

میں نہ آیا تھا باغ میں اس بن
مجکو بلبل پکار آئی ہے

آئی اس جنگ جو کی گر شب وصل
شام سے صبح تک لڑائی ہے

اور کچھ مشغلہ نہیں ہے ہمیں
گاہ بیگاہ غزل سرائی ہے

ﮯ میں جو بولا تو بولے یہ آواز اسی خانہ خراب کی سی ہے - میر کلی میر

توڑ کر آئینہ نہ جانا یہ
کہ یہیں صورت آشنائی ہے

گل قفس تک نسیم لائی ہے
بو کہ پھر کر بہار آئی ہے

عشق دریا ہے ایک لنگر دار
تہ کسو نے نہ اُس کی پائی ہے

وہ نہ شرمائے کب تلک آخر
دوستی یاری آشنائی ہے

وے نہیں تو اُنھوں کا بھائی ور
عشق کرنے کی کیا منائی ہے

بیستوں کو کہن نے کیا توڑا
عشق کی زور آزمائی ہے

بھیڑیں ٹلتی ہیں اُسکے ابرو سے
چلی تلوار تو صفائی ہے

لڑکا عطار کا ہے کیا معجون
ہمکو ترکیب اُسکی بھائی ہے

کجروی یار کی نہیں جاتی
یہی بے طور بے ادائی ہے

آنے کہتا ہے پھر نہیں آتا
یہی بدعہدی بے وفائی ہے

کر چلو نیکی اب تو جس بس سے
شاید اس ہی میں کچھ بھلائی ہے

برسوں میں میر سے ملے تو کہا
اس سے پوچھو کہ یہ کجائی ہے

یارب کوئی دیوانہ بے ڈھنگ سا آجاوے
اغلال و سلاسل تک اپنی بھی ہلا جاوے

خاموش رہیں کبتک زندانِ جہاں میں ہم
ہنگامہ قیامت کا شورش سے اُٹھا جاوے

کب عشق کی وادی ہے سر کھینچنے کی جاگہ
ہو سیل بھلا سا تو منھ موڑ چلا جاوے

عاشق میں ہے اور اس میں نسبت سگ و ہو کی
جوں جوں ہو رمیدہ وہ توں توں یہ لگا جاوے

افسوس کی جاگہ ہے یاں بازپسیں دم میں
ہو روبرو آئینہ وہ منھ کو چھپا جاوے

ان نوخطوں سے میری قسمت میں تو تھی خواری
کسطرح لکھا میرا کوئی آکے مٹا جاوے

دیکھ اسکو ٹھہر رہنا ثابت قدموں سے ہو
اس رہ سے آوے تو ہم سے نہ رہا جاوے

کہیئے جہاں کرتا ہو تاثیر سخن کچھ بھی
وہ بات نہیں سنتا کیا اس سے کہا جاوے

یہ رنگ رہے دیکھیں تا چند کہ وہ گھر سے
کھاتا ہوا پان آکر باتوں کو چبا جاوے

ہم دیر کے جنگل میں بھولے پڑے ہیں کب کے
کعبے کا ہمیں رستا خضر آکے بتا جاوے

ہاتھوں گئے خوباں کی کچھ تنگ نہیں پھر ملتی
کیونکر کوئی اب ان سے دل میرا دلا جاوے

یہ ذہن و ذکا اُسکا تائید اُدھر کی ہے
ٹک ہونٹھ ہلے تو وہ تہ بات کی پا جاوے

ف: ازیں گزرے جو سب سے برائی کرنا [illegible] ۔ اب کر چلو بھلائی تو شاید کچھ بھلا ہے ۔ [illegible]

Marfat.com

یوں خط کی سیاہی ہے گرد اس رخ روشن کے
ہر چار طرف گا ہے جوں بدر گھرا جاوے
کیا اسکی گلی میں ہے عاشق کسو کی ردیت
آلودہ خاک آوے تو لہو میں نہا جاوے
ہے حوصلہ تیرا ہی جو تنگ نہیں آتا
بس ہے یہ ستم ورنہ اے میر سہا جاوے

ترے بندے ہم ہیں خدا جانتا ہے
خدا جانے تو ہم کو کیا جانتا ہے
نہیں عشق کا درد لذت سے خالی
جسے ذوق ہے وہ مزا جانتا ہے
ہمیشہ دل اپنا جو بیجا ہے اس بن
مرے قتل کو وہ بجا جانتا ہے
گھسے زیر برقع گھٹے گیسوؤں میں
غرض خوب وہ منھ چھپا جانتا ہے
مجھے جانے ہے آپ سا ہی فریبی
دعا کو بھی میری دغا جانتا ہے
جفا اس پہ کرتا ہے حد سے زیادہ
جنھیں یار اہل وفا جانتا ہے
لگاوے ہے جھمکے دکھا کر اسی کو
جسے منچلا پارسا جانتا ہے
اسے جب نہ تب ہمنے بگڑا ہی پایا
یہی اچھے منھ کو بنا جانتا ہے
بلا شور انگیز ہے چال اس کی
اسی طرز کو خوش نما جانتا ہے
نہ گرمی جلاتی تھی ایسی نہ سردی
مجھے یار جیسا جلا جانتا ہے
یہی ہے سزا چاہنے کی ہمارے
ہمیں کشتۂ خوں کی سزا جانتا ہے
مرے دل میں رہتا ہے تو ہی تو ہی تو
جو کچھ دل کا ہے مدعا جانتا ہے
پری اسکے سایہ کو بھی لگ سکے نہ
وہ اس جنس کو کیا بلا جانتا ہے
جہاں میر عاشق ہوا خوار ہی تھا
یہ سودائی کب دل لگا جانتا ہے
یہی عشق ہے جی کھپا جانتا ہے
کہ جاناں سے جی بھی ملا جانتا ہے
بدی میں بھی کچھ خوبی ہو ویگی تب تو
برا کرنے کو وہ بھلا جانتا ہے
مرا شعر اچھا بھی دانستہ ضد سے
کسو اور ہی کا کہا جانتا ہے
زمانے کے اکثر ستمگار دیکھے
وہی خوب طرز جفا جانتا ہے
نہیں جانتا حرف خط کیا ہیں لکھے
لکھے کو ہمارے مٹا جانتا ہے
نہ جانے جو بیگانہ تو بات پوچھے
سو مغرور کب آشنا جانتا ہے
نہیں تھا دل تن و جاں سے واقف
ہمیں یار سے جو جدا جانتا ہے

Marfat.com

دیوان ششم

میر تقی میر دہلوی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فلک نے میں کرشمہ بنایا — نظر میں اس کی میں تو بھی نہ آیا
زمانے میں مرے شورِ جنوں نے — قیامت کا سا ہنگامہ اٹھایا
بلا تھی کوفت کچھ سوزِ جگر سے — ہمیں تو کوٹ کوٹ اُن نے جلایا
تمامی عمر جس کی جستجو کی — اُسے پاس اپنے اکدم بھی نہ پایا
نہ تھی بیگانگی معلوم اُس کی — نہ سمجھے ہم اُسی سے دل لگایا
قریب دیرِ خضر آیا تھا لیکن — ہمیں رستا نہ کعبے کا بتایا
حقِ صحبت نہ طیروں کو رہا یاد — کوئی دو پھول اسیرں تک لایا
غرورِ حسن اُس کا دش گنا ہے — ہمارا عشق اُسے کن نے جتایا
عجب نقشہ ہے نقاش ازل نے — کوئی ایسا نہ چہرہ پھر بنایا

علاقہ میر تھا خنجر سے اُسکے — نہ دان اپنا گلا ہم نے کٹایا

اپنے ہوتے تو با عتاب رہا — بے دماغی سے با خطاب رہا
ہوگئے بے پردہ ملتفت بھی ہوا — نا کسی سے ہمیں حجاب رہا
نہ اُٹھا لطف کچھ جوانی کا — کم بہت موسمِ شباب رہا
کارواں ہائے صبح ہوتے گیا — میں ستم دیدہ محوِ خواب رہا
تجربت جی ڈہا گرے ہی رہے — ضعف سے حالِ دل خراب رہا
گھر سے آئے گلی میں سو بارسے — یار بن دیر اِضطراب رہا

Marfat.com

ہم سے سلجھے نہ اُسکے اُلجھے بال
جان کو اپنی پیچ و تاب رہا

پردے ہی میں کام یاں ہوا آخر
واں سدا چہرے پر نقاب رہا

سوزشِ سینہ اپنے ساتھ گئی
خاک میں بھی ہمیں عذاب رہا

حیف ہے میر کی جناب سے میاں
ہم کو ان سے بھی اجتناب رہا

بیطاقتی نے دل کی گرفتار کر دیا
اندوہِ دردِ عشق نے بیمار کر دیا

دروازے پر کھڑا ہوں کئی دن سے یار کے
حیرت نے عشق کی مجھے دیوار کر دیا

سائے کو اُسکے دیکھ کے وحشت بلا ہوئی
دیوانہ مجھکو جیسے پریدار کر دیا

نسبت ہوئی گناہوں کی ازبس مری طرف
بیجرم اُن نے مجھکو گنہگار کر دیا

ذرات اُسکو ڈھونڈھے ہے دل شوق نے مجھے
نایاب کس گہر کا طلبگار کر دیا

دور اُس سے زار زار جو روتا رہا ہوں میں
لوگوں کو میری زاری نے بیزار کر دیا

خوبی سے بخت بد کی اُسے عشق سے مرے
یاروں نے رفتہ رفتہ خبردار کر دیا

جسکے لگائی جی میں نہ اُس کی ہوس رہی
یعنی کہ ایک وار ہی میں پار کر دیا

پہلو میں دل نے لوٹکے آتش سے شوق کی
پایانِ کار آنکھوں کو خونبار کر دیا

کیا جانوں عشق جان سے کیا چاہتا ہے میر
خونریزی کا مجھے تو سزاوار کر دیا

موئے ہم جس کی خاطر بیوفا تھا
نہ جانا اُن نے تو یوں بھی کہ کیا تھا

معالج کی نہیں تقصیر ہرگز
مرض ہی عاشقی کا لا دوا تھا

نہ خود سر کیوں کہ ہم ہوں یار اپنا
خود آرا خود پسند و خودستا تھا

رکھا تھا مُنہ کبھو اُس کنجِ لب پر
ہمارے ذوق میں اب تک مزا تھا

نہ ملیو جانے والے سے اپنے
نہ جانا تجھسے یہ کن نے کہا تھا

پریشاں کر گئی فریادِ بلبل
کسو سے دل ہمارا پھر لگا تھا

ملے برسوں وہی بیگانگی تھی
ہمارے زعم میں وہ آشنا تھا

نہ دیوانے تھے ہمسے قیس و فرہاد
ہمارا طورِ عشق اُن سے جدا تھا

چمن میں صبح سے تھی سنسناہٹ
قفس سناہٹوں میں جی چلا تھا

Marfat.com

صنم خانے سے اٹھ کعبے گئے ہم
کوئی آخر ہمارا بھی خدا تھا

بدن میں اُسکے ہے ہر جائے دلکش
جہاں اٹکا کسو کا دل بجا تھا

کوئی عنقا سے پوچھے نام تیرا
کہاں تھا جبکہ میں رسوا ہوا تھا

چڑھی تیوری چمن میں میرؔ آیا
گلِ حسن آج شاید کچھ خفا تھا

سوزِ دروں سے مجھ پہ ستم برملا ہوا
ٹکڑا جگر کا آنکھوں سے نکلا جلا ہوا

بدحال ہو کے چاہ میں مرنے کا لطف کیا
دل لگتے جو موا کوئی عاشق بھلا ہوا

نکلا گیا نہ دام سے پر پیچ زلف کے
اے وائے یہ بلا زدہ دل مبتلا ہوا

کیا اور لکھیئے کیسی خجالت مجھے ہوئی
سر کو جھکائے آیا جو قاصد چلا ہوا

رہتا نہیں تڑپنے سے ٹک ہاتھ کے تلے
کیا جانوں میرؔ دل کو مرے کیا بلا ہوا

ناتمام

جمع اس کے نکلے عالم ہو گیا
جب تلک ہم جائیں اودھم ہو گیا

گو پریشاں ہو گئے گیسوئے یار
حال ہی اپنا تو درہم ہو گیا

کیا کہوں کیا طرح بدلی یار نے
چاؤ تھا دل میں سو اب غم ہو گیا

کیا کہوں کس شکل ہوئی تحریر حال
خط کا کاغذ رونے سے نم ہو گیا

دم دیئے بہتیرے یاروں نے ولے
خشک نے سا شیخ سب بے دم ہو گیا

کیوں نہ درہم برہم اپنا ہو مزاج
بات کہتے یار برہم ہو گیا

باغ جیسے زاغ وحشت گاہ ہے
یاں سے شاید گل کا موسم ہو گیا

کیا نماز اے میرؔ اس اوقات کی
جب کہ قد محراب سا خم ہو گیا

وہ دیکھنے ہمیں ٹک بیماری میں نہ آیا
سو بار آنکھیں کھولیں بالیں سے سر اٹھایا

گلشن[1] کے طائروں نے کیا بیمروتی کی
یک برگ گل قفس میں ہم تک نہ کوئی لایا

بے ہیچ اُس کا غصہ یارو بلائے جاں ہے
ہرگز منا نہ ہم سے بہتیرا ہی منایا

قد بلند اگرچہ بے لطف بھی نہیں ہے
سرو چمن میں لیکن اندازہ وہ نہ پایا

[1] میر تقی سے حق صحبت نہ طیروں کو رہا یاد ۔ کوئی دو پھول اسیروں تک نہ لایا

انگڑاتے خوبرویاں حسرت سے پیش و پس ہیں
اینڈا پھرے ہے ہر سو جب اس پری کا سایا

نقشہ عجب ہے اس کا نقاش نے ازل کے
مطبوع ایسا چہرہ کوئی نہ پھر بنایا

شب کو نشے میں باہم تھی گفتگوے درہم
اس مست نے جھنکایا یعنی بہت جھکایا

دل بستگی میں کھلنا اس کا نہ اس سے دیکھا
بخت نگوں کو ہم نے سو بار آزمایا

عاشق جہاں ہوا ہے بے ڈھنگیاں ہی کی ہیں
اس میر بیخرد نے کب ڈھب سے دل لگایا

باتیں ہماری یاد رہیں پھر باتیں ایسی نہ سنیے گا
پڑھتے کسو کو سنیے گا تو دیر تلک سر دھنیے گا

سعی و تلاش بہت سی رہے گی اس انداز کے کہنے کی
صحبت میں علما فضلا کی جاکر پڑھیے گنیے گا

دل کی تسلی جبکہ ہوگی گفت و شنود سے لوگوں کی
آگ بھڑکے گی غم کی بدن میں اس میں جلیے بھنیے گا

گرم اشعار میر درونہ داغوں سے یہ بھر دیں گے
زرد رو شہر میں پھریے گا گلیوں میں نے گل چنیے گا

تھا اندوہ گرہ مدت سے دل میں خوں ہو درد ہوا
چاہ نے بدلے رنگ کئی اب جسم سراسر زرد ہوا

وعدہ خلافی اس ظالم کی کھا گئی میری جانِ غمیں
گرمی کرے وہ مجھ سے جب تک تب تک میں ہی سرد ہوا

گرد و غبار دشت و وادی گریے سے میرے یکسو ہیں
رونے کے آگے ان کے تو دریا بھی میر اب گرد ہوا

میں رنج عشق کھینچے بہت ناتواں ہوا
مرنا تمام ہو نہ سکا نیم جاں ہوا

بستر سے اپنے اٹھ نہ سکا شب ہزار حیف
بیمار عشق چار ہی دن میں گراں ہوا

شاید کہ دل تڑپنے سے زخم دروں پھٹا
خوناب میری آنکھوں سے منھ پر رواں ہوا

غیر از خدا کی ذات مرے گھر میں کچھ نہیں
یعنی کہ اب مکان مرا لامکاں ہوا

مستوں میں اس کی کیسی تعین سے ہے نشست
شیشہ ہوا نہ کیف کا پیرِ مغاں ہوا

سائے میں تاک کے تجھے رکھا اسیر کر
صیاد کے کرم سے قفس آشیاں ہوا

ہم نے نہ دیکھا اس کو سو نقصانِ جاں کیا
ان نے جو اک نگاہ کی اس کا زیاں ہوا

ٹک رکھ لے ہاتھ تن میں نہیں اب درجاے زخم
بس میرے دل کا یارجی اب امتحاں ہوا

سلہ میر تقی میر ؒ عجب نقشہ ہے نقاش ازل نے ؛ کوئی ایسا نہ چہرہ پھر بنایا ۔

Marfat.com

وے تو ٹکڑے ٹکڑے مرے گھر آ کے بھر گئے
میں بے دیار و بیدل و بے خانماں ہوا

گردش نے آسماں کے عجائب کیا سلوک
پیر کبیر جب میں ہوا وہ جواں ہوا

مرغ چمن کی نالہ کشی کچھ خنک سی تھی
میں آگ دے چمن کو جو گرم فغاں ہوا

وے پھول لا کے پھینک دیے میری گور پر
یوں خاک میں ملا کے مجھے مہرباں ہوا

سر کھینچا دود دل نے جہاں تیرہ ہو گیا
دم بھر میں صبح زیر فلک کیا سماں ہوا

کہتے ہیں میر سے کہیں اوباش لڑ گئے
ہنگامہ ان سے ایسا الٰہی کہاں ہوا

جس رفتنی کو عشق کا آزار ہو گیا
دو چار دن میں برسوں کا بیمار ہو گیا

نسبت بہت گناہوں کی میری طرف ہوئی
ناکردہ جرم میں تو گنہگار ہو گیا

حیرت زدہ میں عشق کے کاموں کا یار کے
دروازے پر کھڑے کھڑے دیوار ہو گیا

پھیلے شگاف سینے کے اطراف در رو سے
کوچہ ہر ایک زخم کا بازار ہو گیا

بازار میں جہان کے یہ حسن کیا متاع
سو جی سے جس نے دیکھا خریدار ہو گیا

دل لے کے میری جان کا دشمن ہوا ان
جس بے وفا سے اپنے تئیں پیار ہو گیا

عاشق کو اسکی تیغ سے ہے لاگ کھنچتے ہی
یہ کشتنی بھی مرنے کو تیار ہو گیا

مرتے موا رہا نہ ہوا تنگ ہی رہا
پھندے میں عشق کے جو گرفتار ہو گیا

کیا جرم تھا کسو پہ نہ معلوم کچھ ہوا
جو میر کشت و خوں کا سزاوار ہو گیا

دشمن ہو جی کا لاگ ہوتا ہے جس کو چاہا
کی دوستی کہ یارو اک روگ میں بساہا

جی ہے جہاں قیامت درد و الم رہا واں
بیمار عاشقی میں شب صبح تک کراہا

تازہ جھمک تھی شب کو تاروں میں آسماں کے
اس آسیا کو شاید پھر کر کسو نے راہا

خمیازہ کش ہوں اسکی مدت سے اس ادا کا
لگ کر گلے سے میرے انگڑائی لے جماہا

جانا کہ منھ کھلا ہے آتشکدے کا شاید
سینے کے زخم کا جو سرکا ہے ٹک بھی پھاہا

آنکھیں مری لگو ہیں بیجا نہیں لگیں ہیں
دیکھا ہے جن نے اسکو اس نے مجھے سراہا

میں راہ عشق میں تو آگے ہی دو دلا تھا
پیچ پیچ پیش آیا ان زلفوں کا دوراہا

کرنا وفا نہیں ہے آسان عاشقی میں
پتھر کیا جگر کو تب چاہ کو نباہا

Marfat.com

کہتے تو تھے نہ دیکھو اُس سے لگے نہ جاؤ
سمجھے نہ دیدہ و دل اب کیا کروں اکھا

یا مرتضیٰ علیؑ ہے تیرا گدائے در یہ
کر حال میر پر بھی ٹک التفات شاہا

بلبل کا شور سُن کے نہ مجھ سے رہا گیا
میں بیدماغ باغ سے اُٹھ کر چلا گیا

لوگوں نے پائی راکھ کی ڈھیری مری جگہ
اک شعلہ میرے دل سے اُٹھا تھا جلا گیا

چہرے پہ بال بکھرے رہے سب شبِ وصال
یعنی کہ بیمروتی سے مُنھ چھپا گیا

چلتا ہوا تو قافلۂ روزگار سے
میں جوں صدا جرس کی اکیلا جدا گیا

کیا بات رہ گئی ہے مرے اشتیاق سے
رقعے کے لکھتے لکھتے تو مرسل لکھا گیا

سب زخمِ صدر اُن نے نمک بند خود کیے
صحبت جو بگڑی اپنے میں سارا مزا گیا

سارے حواس میرے پریشاں ہیں عشق میں
اس راہ میں یہ قافلہ سارا لٹ گیا

بادل گرج گرج کے سُناتا ہے یعنی یاں
نوبت سے ہر کوئی نئی نوبت بجا گیا

وے محوِ ناز ہی رہے آئے نہ اس طرف
میں منتظر تو جی سے گیا ان کا کیا گیا

دل دے کے جان میر نے پایانِ کار دی
یہ سادہ لوح طرح نئی دل لگا گیا

میں ہوں خاک افتادہ جس آزار کا
عشق بھی اُس کا ہے نام اک پیار کا

بیچتا سر کیوں نہ گلیوں میں پھروں
میں ہوں خواہاں لطف تہ بازار کا

خون کر کے ٹک نہ دل اُن نے لیا
کشتۂ و مردہ ہوں اس اسرار کا

گھر سے وہ معمار کا جو اُٹھ گیا
حال ابتر ہو گیا گھر بار کا

نقل اس کی بیوفائی کی ہے اصل
کب وفاداری ہے شیوہ یار کا

سر جو دے دے مارتے گھر میں پھرے
رنگ دیگر ہے در و دیوار کا

اک گدائے در ہے سیلاب بہار
غم کشوں کے دیدۂ خونبار کا

دلبراں دل جنس ہے گنجائشی
اس میں کچھ نقصاں نہیں سرکار کا

عشق کا مارا ہے کیا جیوے گا میر
حال ہے بدحال اس بیمار کا

جو تو ہی صنم ہم سے بیزار ہوگا
تو جینا ہمیں اپنا دشوار ہوگا

Marfat.com

غمِ ہجر رکھے گا بیتاب دل کو
ہمیں کڑھتے کڑھتے کچھ آزار ہوگا

جو افراطِ الفت ہے ایسا تو عاشق
کوئی دن میں برسوں کا بیمار ہوگا

اچنتی ملاقات کب تک رہے گی
کبھو تو تہِ دل سے بھی یار ہوگا

تجھے دیکھ کر لگ گیا دل نہ جانا
کہ اس سنگدل سے ہمیں پیار ہوگا

لگا کرنے ہجران سختی سے سختی
خدا جانے کیا آخر کار ہوگا

یہی ہوگا کیا ہوگا میر ہی نہ ہوں گے
جو تو ہوگا بے یار غمخوار ہوگا

دیر بد عہد وہ جو یار آیا
دور سے دیکھتے ہی پیار آیا

بیقراری نے مار رکھا ہمیں
اب تو اسکے تئیں قرار آیا

گردِ رہ اسکی اب اٹھو نہ اٹھو
میری آنکھوں ہی پر غبار آیا

اک خزاں میں نہ طیر بھی بولا
میں چمن میں بہت پکار آیا

ہار کر میں تو کاٹتا تھا گلا
وہ تمھاری گلے کا ہار آیا

طائرِ عمر کو نظر میں رکھ
غیب سے ہاتھ یہ شکار آیا

موسم آیا تو نخلِ دار میں میر
سرِ منصور ہی کا بار آیا

زمانہ ہجر کا آسان کیا بسر آیا
ہزار مرتبہ منھ تک مرے جگر آیا

رہیں جو منتظر آنکھیں غبار لائیں ولے
وہ انتظار کشوں کو نہ ٹک نظر آیا

ہزار طرح سے آوے گھڑی جدائی میں
ملاپ جس سے ہوا ایسا نہ یک ہنر آیا

ملا جو عشق کے جنگل میں خضر میں نے کہا
کہ خوفِ شیر ہے مخدوم یاں کدھر آیا

بہ نہر آئی لگی زور کالے پانی تک
محیط اس مرے رونے کو دیکھ تر آیا

نثار کیا کریں ہم خانماں خراب اسیر
کہ گھر لٹا چکے جب یار اپنے گھر آیا

نہ روؤں کیونکہ علی الاتصال سن سن یاں
کہ جی کے رندھنے سے جوں ابر جی بھر آیا

جوان مارے ہیں بے دھڑکی ہی سے ان نے بہت
ستم کی مشق کی پر خون اسے نہ کر آیا

لچک کمر کی جو یاد آوے اسکی بہ آوے
کہ پانی میر کے اشکوں کا تا کمر آیا

Marfat.com

ہو کوئی اُس بیوفا دلدار سے کیا آشنا
آشنا رہ برسوں جو اک دم میں ہو نا آشنا

قدر جانو کچھ ہماری ورنہ پچھتاؤ گے تم
پھر نہیں ملنے کا تم کو کوئی ہم سا آشنا

باغ کو بے لالہ و گل دیکھ کہتے تھے طیور
بھڑ گئے پت جھڑ میں ہائے کیا کیا آشنا

ابو تو لڑکا نہیں عشق و ہوس میں کر تمیز
آشنا سے فرق ہوتا ہے بہت نا آشنا

ملتے ملتے منہ چھپانا بھی لطیفہ ہے نیا
آشنائی یا نہ کریے ہو جیسے یا آشنا

تھا جنوں کا لطف مجنوں سے سو دنیا سے گیا[۲]
مغفرت ہو اسکو وحشی ہم سے بھی تھا آشنا

اب جو ہاتھ آئے ہیں ہم مت مفت کھو دیجو ہمیں
پھر نہ ہوگا تمکو ایسا کوئی پیدا آشنا

کیسا ہی پانی ہو اُس کو پیری میں جاتا ہے پیر
تھا جوانی میں مگر تو میر دانا آشنا

دریا

گئے تھے سیر چمن کو اُٹھ کر گلوں میں ٹک جی لگا نہ اپنا
تلاش جوشش بہار میں کی نگار گلشن میں تھا نہ اپنا

ملا تو تھا وہ بخواہش دل مزہ بھی بیٹے ملے سے لیکن
پھریں جو مستی میں اُس کی آنکھیں سو ہوش ہمکو رہا نہ اپنا

جہاں کا دریائے بیکراں تو سراب پایان کار نکلا
جو لوگ ہم سے کچھ آشنا تھے اُنھوں نے لب تر کیا نہ اپنا

نکالی سرکش نے چال ایسی کہ دیکھ حیرت سے رہ گئے ہم
دلوں میں کیا کیا ہمارے آیا کریں سو کیا بس چلا نہ اپنا

کبھی بھی کوئی تو اس سے جس میں سخن کسو کا اثر کرے کچھ
بکا کیے ہم ہمیشہ مانا کسو دن اُن نے کہا نہ اپنا

نہ ہوش ہم کو نہ صبر دل کو نہ شور سر میں نہ زور پا میں
جو روویں کس کس کو روویں اب ہم وفا میں کیا کیا گیا نہ اپنا

جہاں میں رہنے کو جی بہت تھا نہ کر سکے میر کچھ توقف
بنا ہی ناپائدار اس کی اسی سے رہنا بنا نہ اپنا

[۱] صائب — تا بجان ما ہم ہیم و تا بمنزل دیگران ÷ فرق باشد جان ما از آشنا تا آشنا ÷
[۲] میر تقی — داغ ہے تاباں علیہ الرحمہ کا چھاتی پہ میر ÷ ہو نجات اسکو بچارا ہم سے بھی تھا آشنا ÷

Marfat.com

پڑا تھا شور جیسا ہر طرف اُس لاابالی کا
رہا ویسا ہی ہنگامہ مری بھی زارنالی کا

رہے بدحال صوفی حال کرنے دیر مجلس میں
مغنی سے سُنا مصرع جو میرے شعر حالی کا

نظر بھر دیکھتا کوئی تو تم آنکھیں چھپا لیتے
سماں اب یاد ہوگا کب تمھیں وہ خوردسالی کا

چمک یاقوت کی چلتی ہے آنی دور کا ہے کو
اچنبھا ہے نظر بازوں کو ان ہونٹھوں کی لالی کا

پھرے بستی میں رویت کچھ نہیں افلاس سے اپنی
الٰہی ہو دے منھ کالا شتاب اس دست خالی کا

دماغ اپنا تو اپنی فکر میں ہی ہو چکا یکسر
خیال اب کس کو ہے اے ہمنشیں نازکخیالی کا

ذلیل و خوار ہیں ہم آگے خوباں کے ہمیشہ سے
پرکھا کچھ نہیں ہے ہم کو ان کی جھڑکی گالی کا

ڈرو چونکو جو جیساں اختلاطی تم سے ہو مجھ کو
گذشت کیا ہے میری دوری کی اس دیکھا بھالی کا

نہ پہونچے جو دعائے میر واں تک تو عجب کیا ہے
علو مرتبہ ہے بسکہ اس درگاہِ عالی کا

دل جو ناگاہ بے قرار ہوا
اس سے کیا جانوں کیا قرار ہوا

شب کا پہنا جو دن تلک ہے مگر
یار اُسکے گلے کا ہار ہوا

گرد سر اُس کے جو پھرا میں بہت
رفتہ رفتہ مجھے دوار ہوا

بستر خواب سے جو اُسکے اُٹھا
گل تر سوکھ سوکھ خار ہوا

مجھسے لینے لگے ہیں عبرت لوگ
عاشقی میں یہ اعتبار ہوا

روز و شب روتے کڑھتے گزرے ہے
اب یہی اپنا روزگار ہوا

مر دوں کیا اپنی سادگی پر میر
میں نے جانا کہ مجھ سے یار ہوا

جس ستمدیدہ کو اس عشق کا آزار ہوا
ایک دو دن ہی میں وہ زار و زبوں خوار ہوا

روز بازار میں عالم کے عجب شئے ہے حسن
بک گیا آپ ہی جو اس کا خریدار ہوا

دھوپ میں آگے کھڑا اُسکے جلا کرتا ہوں
چاہ کر اُسکے تئیں میں تو گنہگار ہوا

ہوش کچھ جسکے سروں میں تماشائی چیتے
حیف صد حیف[1] کہ میں دیر خبردار ہوا

ہو بخود تو کسو کو ڈھونڈھ نکالے کوئی
وہی خود گم ہوا جو اُس کا طلبگار ہوا

مرغِ دل کی ہو رہائی سبب مرادل بجمع
ہر شکن بالوں میں وہ اُسکے گرفتار ہوا

پیار کی دیکھی جو چتون کسو کی میں جانا
کہ یہ اب سادہ و پرکار مرا یار ہوا

[1] حیف صد حیف کہ ما دیر خبردار شدیم ۱۲

تکیہ اس پر جو کیا تھا سو گرا بستر پر
یعنی میں شوق کی افراط سے بیمار ہوا

کیونکہ شب عمر صعوبت میں کٹی تیری میر
اپنا جینا تو کوئی دن ہمیں دشوار ہوا

آج اُس خوش پرکار جواں مطلوب حسیں نے لطف کیا
پیر فقیر اس بے دنداں کو اُس نے دنداں مزد دیا

آنسو کی بوند آنکھوں سے دونوں اب تو نکلتی ایک نہیں
دل کی طپیدن روز و شب نے خوب جگر کا لوہو پیا

مرتے جیسے صبر کیا تھا ویسی ہی بے صبری کی
ہائے دریغ افسوس کوئی دن اور نہ یہ بیمار جیا

ہاتھ رکھے رہتا ہوں دل پہ برسوں گزرے ہجراں میں
ایک دن اُن نے گلے سے مل کر ہاتھ میں میرا دل نہ لیا

اب یار دو پہر کو کھڑا اٹک جو یاں رہا
جو قافلے گئے تھے اُنھوں کی اُٹھی بھی گرد
سوکھی پڑی ہیں آنکھیں مری دیر سے جواب
اعضا گداز عشق سے ایک ایک بہ گئے
منعم کا گھر تمادی ایام میں بنا
اُسکے فریب لطف پہ مت جا کہ ہمنشیں
اب در پہ اُس کے گھر کے گراہوں گزر میں
ہے جان تو جہاں ہے مشہور ہے مثل

حیرت سے آفتاب جہاں کا تہاں رہا
کیا جانیئے غبار ہمارا کہاں رہا
سیلاب ان ہی رخنوں سے مدت رواں رہا
اب کیا رہا ہے مجھ میں جو میں نیم جاں رہا
سو آپ ایک رات ہی واں میہماں رہا
وہ دیر میرے حال پہ بھی مہرباں رہا
مدت خرابہ گرد ہی بے خانماں رہا
کیا ہے گئے پہ جان کے گو پھر جہاں رہا

ترکِ شراب خانہ ہے پیری میں ورنہ میر
ترسا بچوں ہی میں رہا جب تک جواں رہا

سخن مشتاق ہے عالم ہمارا
پڑھیں گے شعر رو رو لوگ بیٹھے
نہیں ہے مرجع آدم اگر خاک
زمین و آسماں زیر و زبر ہے

بہت عالم کرے گا غم ہمارا
رہے گا دیر تک ماتم ہمارا
کدھر جاتا ہے قدِ خم ہمارا
نہیں کم حشر سے اودھم ہمارا

۱ه زندہ در عشق چناں بود نصیبی مجنوں ÷ پیش ازیں عشق مگر اینہمہ دشوار نبود ÷ (نصیبی) ۲ه دندانہ

کسو کے بال درہم دیکھتے میر
ہوا ہے کام دل برہم ہمارا

ردیف بائے مُوَحّدہ

ہے عشق میں جو حال تبر تو ہے کیا عجب
مر جائے کوئی خستہ جگر تو ہے کیا عجب

لیجا کے نامے کتنے کبوتر ہوئے ہیں ذبح
اڑتی سی ہمکو آوے خبر تو ہے کیا عجب

شبہائے تار و تیرہ زمانے میں دن ہوئیں
شب ہجر کی بھی ہووے سحر تو ہے کیا عجب

جیسے ہے رخنہ رخنہ یہ چرخ اثیر سب
اس آہ کا ہو اس میں اثر تو ہے کیا عجب

جاتی ہے چشم شوق کسو کی ہزار جا
آوے ادھر بھی اسکی نظر تو ہے کیا عجب

لغزش کلک سے ہووے لچک اس کمر کی دیکھ
عاشق سے جو بندھے نہ کمر تو ہے کیا عجب

ترک وطن کیا ہے عزیزوں نے جاہ میں
کر جائے کوئی رفتہ سفر تو ہے کیا عجب

برسوں سے ہاتھ مارتے ہیں سر پہ اس بغیر
ہووے بھی ہمسے دست بسر تو ہے کیا عجب

معلوم سودمندی عشاق عشق میں
پہونچے ہے اس سے ہمکو ضرر تو ہے کیا عجب

گھر بار میں لٹا کے گیا گھر سے بھی نکل
اب آوے وہ کبھو مرے گھر تو ہے کیا عجب

ملتی نہیں ہے آنکھ اس آئینہ رو کی میر
وہ دل جو لے کے جاوے مکر تو ہے کیا عجب

آیا ہے شیب سر پہ گیا ہے شباب اب
کرنا جو کچھ ہو تم کو سو کر لو شتاب اب

اجڑا بسا[1] ہوں عشق سے سو بار عاقبت
آیا قرار یہ کہ رہوں میں خراب اب

خونریزی عاشقوں کی ہے ظالم اگر ثواب
تو تو ہوا ہے تجھکو بہت سا ثواب اب

بھڑکی درون میں آتش سوزندۂ عشق کی
دل رہ گیا ہے پہلو میں ہو کر کباب اب

ہوں اس بہشتی رو سے جدا میں جحیم میں
رہتا ہے میری خاک کو ہر دم عذاب اب

قاصد جو آیا جیب سے نشان خط کا کچھ نہیں
دیکھیں جو لاوے باد کوئی کیا جواب اب

کیا رنج و غم کو آگے ترے میں کروں شمار
یاں خود حسابی میری تو ہے بیحساب اب

جھپکی ہیں آنکھیں اور جھپکی آتی ہیں بہت
نزدیک شاید آیا ہے ہنگام خواب اب

آرام کریئے میری کہانی بھی ہو چکی
کرنے لگو گے ورنہ عتاب و خطاب اب

[1] شہر دل ایک مدت اجڑا بسا غموں میں
آخر اجاڑ دینا اس کا قرار پایا

Marfat.com

جانا سبھوں نے یہ کہ تو معشوق میر ہے
خلع العذار سے یہ کیا ہے حجاب اب

منھ دھوتے[1] اُسکے آتا تو ہے اکثر آفتاب
دکھا دے گا آفتابہ کوئی خود سر آفتاب

سر صدقے تیرے ہونے کی خاطر بہت ہے گرم
مارے ہے شام و سحر چکر آفتاب

ہر خانہ کیوں نہ صبح جہاں میں ہو پر فروغ
پھرتا ہی جھانکتا اُسی کو گھر گھر آفتاب

تجرید کا فراغ ہے اک دولت عظیم
بھاگے جو اپنے سائے سے بھی خوشتر آفتاب

نازک مزاج ہے تو کہیں گھر سے مت نکل
ہوتا ہے دوپہر کے تئیں سر پر آفتاب

پیدا ہے نور مشرق نو کی نمود سے
نکلے ہے کوئے یار سے نیچ بگر آفتاب

ہو ہیبت اُس کے نور کا زیر زمیں گیا
ہر چند سب ستاروں سے تھا برتر آفتاب

اُس رُخ کی روشنی میں نہ معلوم کچھ ہوا
یہ گم کدھر ہوا ہے گیا کیدھر آفتاب

کس نور کش کی قوس قزح ہی کمان پاک
جسکی اُٹھا سکا نہ کبھو سپر آفتاب

روشن ہے یہ کہ خوف سے اُس غصّہ ور کا میر
نکلے ہے صبح کانپتا جو تھر تھر آفتاب

آئینہ سا جو کوئی یاں آشنا صورت ہے اب
بے مروت اس زمانے میں ہمہ حیرت ہے اب

کیا کوئی یاری کسو سے کرکے ہووے شادکام
دوستی ہے دشمنی اُلفت نہیں کلفت ہے اب

جا رہتا ہے درد دل گر نا کسوں سے دل دماغ
سو دماغ اپنا ضعیف اور قلب بطاقت ہے اب

کیونکہ دنیا و دنیا رسوائی مری موقوف ہو
عالم عالم مجھ پہ اسکے عشق کی تہمت ہے اب

اشک نومیدانہ پھرتے ہیں مری آنکھوں کے بیچ
میر یہ دیتے ہے دکھائی جان کی رخصت ہے اب

مارے ہی ڈالے ہے جسکا زندگی میں اضطراب
ساتھ میرے دل گڑا تو آچکا مرنے کا خواب

تک ٹھہرتا بھی تو کہتے تھا کسو بجلی کی تاب
یا کہ نکہت گل کی تھا آیا گیا عہد شباب

کی نماز صبح کو کھو کر نماز اشراق کی
ہو گیا مجھ پر ستم اُچٹا نہ ٹک مستی میں خواب

دیکھنا منھ یار کا اس وجہ سے ہوتا نہیں
اُٹھ ہی دے زمانے سے اُٹھا رسم نقاب

ضعف ہی اُسکے مرض ور اُسکے غم سے الغرض
دل بدن میں آدمی کے ایک ہی خانہ خراب

یار ہیں ہم میں پڑا پردہ جو ہے ہستی ہے یہ
بیچ سے اُٹھ جائے تو ہووے ابھی رفع حجاب

[1] منہ دھوتے وقت اُسکے اکثر دکھائی دیتا ہے
خورشید لے رہا ہے ایک روز آفتابہ میر علی میر

Marfat.com

صورتِ دیوار سے مدت کھڑے در پر رہے
پر کبھو صحبت میں اُسکی ہم ہوئے نہ باریاب

مے سے توبہ کرنی ہی معقول اگر ہم جانتے
ہم پہ شیخ شہر برسوں سے کرے ہے احتساب

جمع تھے خوباں بہت لیکن پسند اس کو کیا
کیا غلط میں نے کیا اے میر وقتِ انتخاب

درغزل زا سے نہیں ہر بات کی تکرار خوب
بد زبانی بھی کی اُن نے تو کہا بسیار خوب

لگ نہیں پڑتے ہیں لیکر ہاتھ میں شمشیر تیز
بیکسوں کے قتل میں اتنا نہیں اصرار خوب

آخر اِن خوباں نے عاشق جان کر مارا مجھے
چاہ کا اپنی نہ کرنا ان سے تھا اظہار خوب

آج کل سے مجھ کو بیتابی و بدحالی ہے کیا
تجھ مریضِ عشق کے کب سے نہ تھے آثار خوب

کیا کریمی اُسکی کہیئے جنتِ دربستہ دی
ورنہ مفلس غمزدوں کے کچھ نہ تھے کردار خوب

مخترعِ جور و ستم میں بھی ہوا وہ نوجواں
ظلم تب کرتا ہے جب ہو کوئی منت دار خوب

دہر [illegible] بلندی برسوں تک دیکھی ہے میں
جب لٹا پامالی سے میں تب ہوا ہموار خوب

[illegible] سو سے آشنائی کی رکھے کوئی اُمید
کم پہونچتا ہے ہم دنیا میں یار و یار خوب

کہتے تھے ابھی کے سے اے میر مت کھا پیچ و تاب
آخر اُس کوچے میں جا کھائی نہ تو نے مار خوب

ردیف تائے فوقانی

جو کوئی اس بیوفا سے دل لگاتا ہے بہت
وہ ستمگر اس ستمکش کو ستاتا ہے بہت

اُسکے سونے سے بدن سے کسقدر چسپاں ہے ہائے
جامہ کبریتی کسو کا جی جلاتا ہے بہت

کیا بس از جیندے مری آوارگی منظور ہے
موپریشاں اب جو شب مجھ پاس آتا ہے بہت

چاہ میں بھی بیشتر جانے سے کم ہوتا ہے وقر
اسلئے جاتا ہوں تب جب وہ بلاتا ہے بہت

گرچہ کم جاتا ہوں پر دل پر نہیں کچھ اختیار
وہ کجی سے سیدھیاں مجکو سناتا ہے بہت

بھول جاویگا سخن پردازی اُسکے سامنے
شاعری سے جو کوئی باتیں بناتا ہے بہت

بامزہ معشوق کیا کم ہیں پر اسکو کیا کروں
ناز و انداز اُس ہی کا جو مجکو بھاتا ہے بہت

وہ نہیں ہجراں میں اس بن خواب خوش آوے مجھے
اب خیال اُسکی طرف ہر لحظہ جاتا ہے بہت

کیا کروں کہنے لگا ایدھر نہ آنے پائے وہ
بدکہیں ہنگامہ آرا میر آتا ہے بہت

Marfat.com

منھ پہ رکھتا ہے وہ نقاب بہت
ہم سے کرتا ہے وہ حجاب بہت

چشمک گل کا لطف بھی نہ اُٹھا
کم رہا موسم شباب بہت

دیر بھی کچھ لگی نہ مرتے ہمیں
عمر جاتی رہی شتاب بہت

ڈھونڈتے اُسکو چپے کوچے پھرے
دل نے ہمکو کیا خراب بہت

چلنا اپنا قریب ہے شاید
جاں کو ہے اب اضطراب بہت

توبہ مے سے بہار میں نہ کروں
گو کرے شیخ احتساب بہت

اس غصیلے سے کیا کسو کی بنے
مہربانی ہے کم عتاب بہت

کشتن[1] مرداں اگر ہے ثواب
تو ہوا ہے اُسے ثواب بہت

دیر تک کعبے میں تھے شب بیہوش
پی گئے میر جی شراب بہت

کیا کہیں ہے حال دل درہم بہت
کڑھتے ہیں دن رات اس پر ہم بہت

رہتا ہے ہجراں میں غم غصہ سے کام
اور وے بھی سُنکے ہیں برہم بہت

اضطراب اس کا نہیں ہوتا ہے کم
ہاتھ بھی رکھتے ہیں دل پر ہم بہت

اس گلی سے جی اُچٹتا ٹک نہیں
دل جگر کرتے ہیں یہ تھم تھم بہت

میر کی بد حالی شب مذکور تھی
کڑھ گئے یہ حال سُن کر ہم بہت

جنگلے مین باہر آبادی سے گر نہ تغافل یار
وحشی دشت و شہر لگے ہیں ہونے تیرے شکار بہت

دعوی عاشق بیچارے کا کون سُنے گا محشر میں
خیل ملائک واں بھی ہونگے اُسکے خاطر دار بہت

خشکی لب کی زردی رخ کی نمناکی دو آنکھوں کی
جو دیکھے ہے کہے ہے اُن نے کھینچا ہے آزار بہت

جسم کی حالت جی کی طاقت نبض سے کر معلوم طبیب
کہنے لگا جانبر کیا ہوگا یہ تو ہے بیمار بہت

چار طرف ابرو کے اشارے اس ظالم کے زمانے میں
ٹھہرے کیا عاشق بیکس یاں چلتی ہے تلوار بہت

پیش گئی نہیں کچھ چاہت میں کافر و مسلم دونوں کی
سیکڑوں سبحے پھینکے گئے اور ٹوٹے ہیں زنار بہت

جی کے لگاؤ کرنے سے ہمنے جی ہی جلتے دیکھے ہیں
اس پہ نہ جانا آہ بُرا ہے اُلفت کا آزار بہت

کسکو دماغ سیر چمن ہے کیا ہجراں میں ناشد ہو
ہم گلزار میں اُس بن جاکر آتا ہوں بیزار بہت

[1] میر سے خونریزی عاشقوں کی ہے ظالم اگر ثواب ہے تو آ ہو سے تجھ کو بہت سا ثواب اب

Marfat.com

میر دعا کر حق میں میرے تو بھی فقیر ہے مدت سے
اب جو کبھو دیکھوں اسکو تو مجکو نہ آوے پیار بہت

ردیف جیم فارسی

لطف جیسے ہیں اسکی چاہ کے بیچ
رنج ویسے ہی ہیں نباہ کے بیچ

ذوقِ صید اسکو تھا تو خیلِ ملک
دھوم رکھتے تھے دامگاہ کے بیچ

سب مزہ ہے نمازِ صبح میں وہ
جو صبوحی کے ہے گناہ کے بیچ

اُس غصیلے کی سرخ آنکھیں دیکھ
اُٹھے آشوب خانقاہ کے بیچ

جان و دل دونوں کر گئے تھے غش
دیکھ اُس رشکِ مہ کو راہ کے بیچ

اُسکی چشمِ سیہ ہے وہ جس نے
کتنے جی مارے اک نگاہ کے بیچ

سانجھ ہی رہتی پھر اگر ہوتا
کچھ اثر نالۂ پگاہ کے بیچ

کیا رہیں جور سے بتوں کے ہم
رکھ لے اپنی خدا پناہ کے بیچ

منھ کی دو چھائیوں سے مت شرما
چھائیں ہوتی ہیں روئے ماہ کے بیچ

میر بیمار ہے کہ فرق نہیں
متصل اُسکے آہ آہ کے بیچ

واں وہ فرہاد و مجنوں کون ہے یاروں کے بیچ
جو کہوں میں کوئی ہے میرے بھی غمخواروں کے بیچ

جمع خوباں میں مرا محبوب اس مانند ہے
جوں مہ تابندہ آتا ہے کبھو تاروں کے بیچ

جو جفا عاشق پہ ہے سو اور لوگوں پر نہیں
اس سے پیدا ہے کہ میں ہی ہوں گنہگاروں کے بیچ

مر گئے بہتیرے صاحبدل ہوس کس کو ہوئی
ایسے مرنے جینے کی اُن عشق کے ماروں کے بیچ

رونا کڑھنا عشق میں دیکھا مرا جن نے کہا
کیا جیے گا یہ ستمدیدہ ان آزاروں کے بیچ

منتظر برسوں رہے افسوس آخر مر گئے
دیدنی تھے لوگ اس ظالم کے بیماروں کے بیچ

خاک تربت کیوں نہ اپنی دلبرانہ اُٹھ چلے
ہم بھی تھے اس نازنیں کے ناز برداروں کے بیچ

صاف میداں لامکاں سا ہو تو میرا دل کھلے
تنگ ہوں معمورۂ دنیا کی دیواروں کے بیچ

باغ میں تھے شب گلِ مہتاب میرے آس پاس
یار بن یعنی رہا میں میر انگاروں کے بیچ

Marfat.com

دل یہی نہ جسکو دل کہتے ہیں اس عالم کے بیچ — کاش یہ آفت نہ ہوتی قالب آدم کے بیچ
چھاتی کُٹتی سنگ ہی سے دل کے جانے میں نہیں — نعل سینوں پر جڑے جاتے ہیں اس ماتم کے بیچ
نقشہ اسکا مردم دیدہ میں میرے نقش ہے — یعنی صورت اس ہی کی پھرتی ہے چشم نم کے بیچ
شاد وے جو بے جوانانہ ہوئے ہیں شہر میں — دل زدہ ہم شیب میں رہتے ہیں اپنے غم کے بیچ
دل نہ ایسا کر کہ پشت چشم وہ نازک کرے — سو بلائیں ہیں یہاں ان بروؤں کے خم کے بیچ
حد سے افزوں اس گلی میں شور ہے عشاق کا — کون سنتا ہے کسو کی بات اس اودھم کے بیچ
رونق آبادی ملک سخن ہے اس تلک — ہوں ہزاروں دم اتہی میر کے اکدم کے بیچ

ردیف رائے مہملہ

دل لگے آفت آئی جانوں پر — نہ فسانہ رہا زبانوں پر
عشق میں ہوش و صبر سنتے تھے — رکھ گئے ہاتھ سو تو کانوں پر
گرچہ انسان ہیں زمیں سے ولے — ہیں دماغ اُن کے آسمانوں پر[۵]
شہر کے شوخ سادہ رو لڑکے — ظلم کرتے ہیں کیا جوانوں پر
عرش و دل دونوں کا ہے پایہ بلند — سیر رہتی ہے ان مکانوں پر
جب سے بازار میں ہے تجھ سی متاع — بھیڑ ہی رہتی ہے دکانوں پر
لوگ سر دینے جاتے ہیں کب سے — یار کے پاؤں کے نشانوں پر
کبھی اوباش کی ہو وہ در بند — ڈالے پھرتا ہے بند شانوں پر
کوئی بولا نہ قتل میں میرے — مہر کی تھی مگر دہانوں پر
یاد میں اُسکے ساق سیمیں کے — دے دے ماروں ہوں ہاتھ رانوں پر
تھے زمانے میں خرچ جنکی روپے — پھانسا کرتے ہیں انکو آنوں پر
غم و غصہ ہے حصے میں میرے — اب معیشت ہے ان ہی کھانوں پر
قصے دنیا میں میر بہت سنے — نہ رکھو گوش ان فسانوں پر

[۵] میر تقی میر ۵ تھوڑے سے میں دور کھینچے ہے کیا آدم ایوب؛ اس مشت خاک کا ہے دماغ آسمان پر۔

Marfat.com

آئے ہو گھر سے اُٹھ کر میرے مکاں کے اوپر
کی تم نے مہربانی بے خانماں کے اوپر

پھولوں سے اُٹھ نگاہیں کھڑے پہ اسکے ٹھہریں
وہ گلفروش کا جو آیا دکاں کے اوپر

برسات اگلی گزری خوف و خطر میں ساری
چشمک زناں رہی ہے برق آشیاں کے اوپر

رخسار سا کسو کے کاہیکو ہے نمودار
ہرچند ماہِ تاباں ہے آسماں کے اوپر

بے سدھ پڑا رہوں ہوں بستر پہ رات دن میں
کیا آفت آگئی ہے اس نیم جاں کے اوپر

عشق[لہ] و ہوس میں کچھ تو آخر تمیز ہوگی
آئی طبیعت اس کی گر امتحاں کے اوپر

الفت کی کلفتوں میں معلوم ہے ہوئی وہ
تھا اعتمادِ کلی تاب و تواں کے اوپر

محوِ دعا تھا اکثر غیرت سے لیک گاہے
آیا نہ نام اُس کا میری زباں کے اوپر

وہ جان دل کی خواہش آیا نہیں جہاں میں
آئی ہے اک قیامت اہلِ جہاں کے اوپر

کیا لوگ ہیں محباں سودائے عاشقی میں
اغماض کرتے ہیں سب جی کے زیاں کے اوپر

حیرت سے اُسکے رو کی چپ لگ گئی ہے ایسی
گویا کہ مہر کی ہے میرے دہاں کے اوپر

جو راہِ دوستی میں اے میر مر گئے ہیں
سر دیں گے لوگ انکے پا کے نشاں کے اوپر

آیا جو اپنے گھر سے وہ شوخ پان کھا کر
کی بات اُن نے کوئی سو کیا چبا چبا کر

شاید کہ منھ پھرے ہے بندوں سے کچھ خدا کا
نکلے ہے کام اپنا کوئی خدا خدا کر

کان اُس طرف نہ رکھے اُس حرفِ ناشنو نے
کہتے رہے بہت ہم اُس کو سُنا سُنا کر

کہتے تھے ہم کہ اُسکو دیکھا کرو نہ اتنا
دل خوں کیا نہ اپنا آنکھیں لڑا لڑا کر

آگے ہی مر رہے ہیں ہم عشق میں بتاں کے
تلوار کھینچتے ہو ہمکو دکھا دکھا کر

وہ بیوفا نہ آیا بالیں پہ وقتِ رفتن
سو بار ہم نے دیکھا سر کو اُٹھا اُٹھا کر

چلتے بچھے ہوے ہوے ہم یوں عاشقی میں
پھر اُن نے جی ہی مارا آخر جلا جلا کر

سوتے نہ لگ چل اس سے اے باد تو نے ظالم
بہتیروں کو سلایا اُس کو جگا جگا کر

مدت ہوئی ہمیں سب واں سے جواب مطلق
دفتر کیے روانہ لکھ لکھ لکھا لکھا کر

کیا دور میر منزل مقصود کی ہے اپنے
اب تھک گئے ہیں اودھر قاصد چلا چلا کر

لہ میر تقی سے کچھ ہو رہے گو عشق و ہوس میں بھی امتیاز نہ آیا تب آب مزاج ترا امتحان پر +

Marfat.com

آیا ہے ابر قبلہ چلا خانقاہ پر — صوفی ہوا کو دیکھ کے کاش آوے راہ پر
وہ آنکھ اٹھا کے شرم سے کب دیکھے ہو وے — ہوتے ہیں خون تیغ تھی اُس کی نگاہ پر
باغرض چاہتا ہے گنہ لیک میری جان — واجب ہے خون کرنا تمھارا اس گناہ پر
کیا بحث میرے دفتر سے میں ہوں فقیر محض — ہے اس گلی میں حرفِ سخن عرضِ شاہ پر
تہ سے سخن کے لوگ نہ تھے آشنا عبث — جا گہ سے تم گئے اُنھوں کی واہ واہ پر
دُر چشم شور چرخ سے گل پھول یکطرف — آنکھ اس دنی کی دوڑے ہے اک برگِ کاہ پر
دیکھی ہے جن نے یار کے رخسار کی چمک — اُس کی نظر گئی نہ شبِ مہ میں ماہ پر
ہم جاں بلب پتنگوں کی سدھ لیجیو شتاب — موقوف اپنا جانا ہے اب ایک آہ پر

کہتے تو ہیں کہ ہم بھی تمھیں چاہتے ہیں میر
پر اعتماد کس کو ہے خوباں کے چاہ پر

میلانِ دلربا ہو کیونکر وفا کے اوپر — دیتا ہے جانِ عالم اُس کی جفا کے اوپر
کشتہ ہوں اس حیا کا کٹوائے بہتوں کے سر — پر آنکھیں اُسکی دوڑیں نہیں پشتِ پا کے اوپر
مہندی لگا کے ہرگز گھر سے تو مت نکلیو — ہوتے ہیں خون تیرے رنگِ حنا کے اوپر
ہوں کو بکو صبا سا پر کچھ نہیں ہے حاصل — شاید برات اپنی لکھی ہوا کے اوپر

بندوں سے کام تیرا اے میر کچھ نہ نکلا
موقوف مطلب اپنا اب رکھ خدا کے اوپر

زانو پہ سر ہے اکثر مت فکر اسقدر کر — دل کوئی لے گیا ہے تو میر ٹک جگر کر
خورشید و ماہ دونوں آخر نہ دل سے نکلے — آنکھوں میں پھر نہ آئی جی سے مرے اُتر کر
یوسف عزیز دلہا جا مصر میں ہوا تھا — ذلت جو ہو وطن میں تو کوئی دن سفر کر
اے ہمنشیں غشی ہے میں ہوش میں نہیں ہوں — مجھ کو مری زبانی سو بار اب خبر کر
کیا حال زار عاشق کر لیے بیاں نہ پوچھو — کرتا ہے بات کوئی دل کی تو چشم تر کر
دیتے نہیں ہیں سونے ٹک آہ و نالے اُسکے — یا رب شبِ جدائی عاشق کی بھی سحر کر
اتنا ہے منھ چھپایا شوخ اُسکے محرموں نے — جو بچھ گئی ہیں زلفیں اس چہرے پر بکھر کر
کیا پھیر پھیر گردن باتیں کری ہیں سب میں — جاتے ہیں غش کیے ہم مشتاق منھ ادھر کر
بن دیکھے تیرے میں تو بیمار ہو گیا ہوں — حالِ تبہ میں میرے تو بھی تو ٹک نظر کر

Marfat.com

رخنے کیے جو تو نے تجھ کی سل میں تو کیا
اے آہ اس صنم کے دل میں بھی ٹک اثر کر

مارے سے قتل کیے سے جاتا نہیں ہے ہرگز
نکلے گا اس گلی سے شاید کہ میر مر کر

باندھے کمر سحر گہ آیا ہے میرے کیں پر
جو حادثہ فلک سے نازل ہوا زمیں پر

اقرار میں کہاں ہے انکار کی سی خوبی
ہوتا ہے شوق غالب اس کی نہیں نہیں پر

کنج قفس میں جوں توں کاٹیں گے ہم اسیراں
سیر چمن کے شایاں اپنے رہے نہیں پر

جوں آبگیری کردہ شمشیر کی جراحت
ہے ہر خراش ناخن رخسارۂ وجبیں پر

آخر کو ہے خدا بھی تو اے میاں جہاں میں
بندے کے کام کچھ کیا موقوف ہیں تمھیں پر

غصے میں عالم اُس کا کیا کیا نظر پڑا ہے
تلوار کھینچنا تھی اُس کی جبیں کی چیں پر

تھے چشم خوں فشاں پر شاید کہ دست و دامن
ہیں میر داغ خوں کے پیراہن آستیں پر

گل کیا جسے کہیں کہ گلے کا تو ہار کر
ہم پھینک دیں اُسے ترے مُنھ پر نثار کر

آغوشیں جیسے موجیں اٹھی کشادہ ہیں
دریائے حسن اس کا کہیں ہم کنار کر

یاں چلتے دیر کچھ نہیں لگتی ہے میری جاں
رخت سفر کو اپنے شتابی سے بار کر

مختار رونے ہنسنے میں تجھ کو اگر کریں
تو اختیار گریۂ بے اختیار کر

مشتی ستم ہوئی ہے بہت صاف یار کی
پشتے لگائے اُن نے جوانوں کو مار کر

صیادی میں علو تقدس تو اس کا دیکھ
روح القدس کو مار رکھا ہے شکار کر

بہنے لگی ہے تیغ کی جدول تو تیری تیز[1]
دشمن کا کام وار میں پہلی ہی بار کر

میں بیقرار خاک میں کب تک ملا کروں
کچھ ملنے کا نہ ملنے کا تو بھی قرار کر

یں رفتہ میر مجلس تصویر کا گیا
تو بیٹھا میر حشر تک اب انتظار کر

ردیف کاف تازی

جب کہتے تھے تب تم نے تو گوش ہوش نہ کھولے ٹک
چپکے چپکے کسو کو چاہا پوچھا بھی تو نہ بولے ٹک

[1] ایسے کئی شعر میر کے آچکے ہیں جس میں جدول تیغ کی روانی کا ذکر ہے ۱۲

Marfat.com

اب جو چھاتی جلی فی الواقع لطف نہیں ہے شکایت کا
صبر کرو کیا ہوتا ہے یوں پھوڑے دل کے پھپھولے ٹک
نالہ کشی میں مرغ چمن یکتا ہے پر ہم جانیں تب
نعرہ زناں جب صبح سے آکے ساتھ ہمارے بولے ٹک
اُس کے قامتِ موزوں سے کیا سرو برابر ہوویگا
ناموزوں ہی نکلے گا سنجیدہ کوئی جو بو سے لے ٹک
آنکھیں جو کھولیں سوتے سے تو حال کے کہتے مجھکو کہا
ساری رات کہانی کہی ہے تو بھی اُٹھ کر سولے ٹک
مشکل ہے دلداری عاشق وہ برسوں بیتاب رہے
بے طاقت اس دل کو میرے ہاتھ میں اپنے تولے ٹک
ایسے درد دل کرنے کو میر کہاں سے جگر آوے
گرم سخن لوگوں میں ہو کوئی بات کرے تو رولے ٹک

رہے ہے غش و درد دو دو پہر تک
سر زخم پہونچا ہے شاید جگر تک
ہوئے ہیں حواس اور ہوش و خرد گم
خبر کچھ تو آئی ہے اس بیخبر تک
زمیں گرد اس مہ کی پھیرے ہیں عاشق
ستارے فلک کے رہے ہیں ادھر تک
قیامت ہے مشتاق لوگوں کی کثرت
پہونچنا ہے مشکل ہمیں اُس کے گھر تک
کہاں تک اُسے سر سے مارا کروں میں
نہ پہونچا مرا ہاتھ اُس کی کمر تک
بہار آئی پر ایک پتی بھی گل کی
نہ آئی اسیران بے بال و پر تک
بہت میر پھر ہم جہاں میں رہیں گے
اگر رہ گئے آج شب کی سحر تک

وہ تو نہیں کہ اودھم رہتا تھا آشیاں تک
آشوب نالہ اب تو پہونچا ہے آسماں تک
لبریز جلوہ اُس کا سارا جہاں ہے یعنی
ساری ہے وہ حقیقت جا دے نظر جہاں تک
ہجراں کی سختیوں سے پتھر دل و جگر ہیں
صبر اُس کی عاشقی میں کوئی کرے کہاں تک
سودائے عاشقی میں نقصان ہے جی کا لیکن
ہم راضی ہو رہے ہیں اپنی زیاں جاں تک
واماندہ نقش پا سے یک دست ہم ہیں بے کس
دشوار رہے ہے پہونچا اب اپنا کارواں تک

Marfat.com

جی مارتے ہیں وہ بسر عاشق کا اس خطر سے ۔۔۔ حرف وفا نہ آیا اپنے کبھو زباں تک
دل دھڑکے ہے جو بجلی چمکے ہے سوئے گلشن ۔۔۔ پہونچے مبادا میرے خاشاک آشیاں تک
دیواروں سے بھی مارا پتھروں سے پھوڑ ڈالا ۔۔۔ پہونچا نہ پر ہمارا حیف اُسکے آستاں تک
یہ تنگی و نزاکت اس رنگ سے کہاں ہے ۔۔۔ گلبرگ و غنچے پہونچیں کب اُن لب و دہاں تک

ان جلتی ہڈیوں پر ہرگز ہما نہ بیٹھے
پہونچی ہے عشق کی تب اے میر استخواں تک

اُسکی رہے گی گرمی بازار کب تلک ۔۔۔ وہ بیچتا رہے گا خریدار کب تلک
عہد و عید و حشر قیامت سے دیکھیے ۔۔۔ جیتے رہینگے طالب دیدار کب تلک
دل کا جگر کا لوہو تو غم نے سکھا دیا ۔۔۔ آنکھیں رہینگی دیکھیے خونبار کب تلک
نسبت بہت گناہوں کی کرتا ہے اسطرف ۔۔۔ بیجرم ہم رہیں گے گنہگار کب تلک
اُسکی نگاہِ مست سے اکثر سوئے رباط ۔۔۔ صوفی رہینگے حال سے ہشیار کب تلک
دیوار و در پڑے تھے جہاں اُن نشاں نہیں ۔۔۔ یاں خانوادوں کے رہیں آثار کب تلک
مہماں کوئی دم کا ہے وارفتہ عشق کا ۔۔۔ ظاہر ہے حال سے کہ یہ بیمار کب تلک
ترسا کے مارنے میں عذاب شدید ہے ۔۔۔ اک کھینچ کر نہ مارو گے تلوار کب تلک

صیاد اسیر کرکے جسے اُٹھ گیا ہو میر
وہ دام کی شکن میں گرفتار کب تلک

ردیف لام

چپ رہ اب نالوں سے اے بلبل نگر آزار دل ۔۔۔ کم دماغی ہے بہت مجکو کہ ہوں بیمار دل
ابتدائے خبط میں ہوتا تدارک کچھ تو تھا ۔۔۔ اب کوئی سنبھلے ہے مجھسے وحشت بسیار دل
یک توجہ میں رہی ہے سیر اُس کی عرش پر ۔۔۔ عقل میں آتے نہیں ہیں طرفہ طرفہ کار دل
باغ سے لے دشت تک رکھتے ہیں یک شور عجب ۔۔۔ ہم اسیران قفس کے نالہائے زار دل
اس سبکروحی پہ جوں باد سحر در در پھرے ۔۔۔ زندگی اب یار بن اپنی ہوئی ہے بار دل

تنگی و وسعت سے اسکی ہے عبارت ساز فہم
میر کچھ سمجھے گئے نہ معنی اسرار دل

زنہار گلستاں میں نہ کر منہ کو سوئے گل ۔۔۔ چڑھ جائے مغز میں نہ کہیں گرد بوئے گل

موسم گئے نشاں بھی کہیں پتے کا نہ تھا | کی شوق کشتگاں نے عبث جستجوئے گل
تڑپے خزاں میں اتنے کہ مر مر گئے طیور | جاوے گی ساتھ جی کے مگر آرزوئے گل
آئے نظر بہار میں پائیز میں گئے | ہے بیوفائی کرنے کی یہ حال خوئے گل

مدت ہوئی کہ دیکھا تھا سیر چمن میں میر
پھرتا ہے اب تلک مری آنکھوں میں روئے گل

طریق عشق میں ہے رہنما دل | پیمبر دل ہے قبلہ دل خدا دل
قیامت تھا مروت آشنا دل | موئے پر بھی مرض میں رہا دل
رکا اتنا خفا اتنا ہوا تھا | کہ آخر خون ہو ہو کر بہا دل
جسے مارا اسے پھر کر نہ دیکھا | ہمارا طرفہ ظالم سے لگا دل
نہ تھی سہل استقامت اسکی لیکن | خرام ناز دلبر لے گیا دل
بدن میں اس کے ہے ہر جا لے دلکش | بجا بیجا ہوا ہے جا بجا دل
گئے وحشت سے باغ و راغ میں بھی | کہیں ٹھہرا نہ دنیا سے اٹھا دل
اسیری میں تو کچھ واشد بھی تھی | رہا غمگیں ہو جب سے رہا دل
ہمہ تن میں الم تھا سو نہ جانا | گرہ یہ درد ہے پہلو میں یا دل
خموشی مجھ کو حیرت سے ہے ورنہ | بھرے ہیں لب تلک شکوے تا دل
نہ پوچھا ان نے جس بن خوں ہوا سب | نہ سمجھا اسکے کینے کی ادا دل
ہوا پژمردہ و بے صبر و بے تاب | کریگا اسطرح کبتک وفا دل

ہوئے پروانہ واں دلبر کو یاں میر
اٹھا کر ہو چکا جور و جفا دل

ردیف میم

کھا گئے یہاں کے فکر موہوم | واں گئے کیا ہو کچھ نہیں معلوم
وصل کیونکر ہو بس خوش اختر کا | جذب ناقص ہے اور طالع شوم
نہ ہوئے تھے ابھی جوان افسوس | صبر مغفور و طاقت مرحوم
جب غبار اپنے دل کا نکلے ہے | دیر رہتی ہے آندھی کی سی دھوم
بھیگی اسکی مسوں کی خوبی سے | بیچ ہی سے ہے ہمکو جوں مسموم

Marfat.com

ہے عبث یہ تردد و تشویش
ہاتھ سے وہ گئی جو ہیں ساق

پہونچے ہے وقت پر جو ہے مقسوم
ہم رہے ہے سر بزانو و مغموم

صاحب اپنا ہے بندہ پرور میر
ہم جہاں سے نہ جائینگے محروم

عشق کیا ہے اُس گل کا آفت لائے سر پر ہم
جھانکتے اُس کو ساتھ صبا کے صبح پھروہیں گھر گھر ہم

روز و شب کو اپنی یارب کیونکہ کریں گے روز و شب
ہاتھ رکھے رہتے ہیں دل پر بیتابی میں اکثر ہم

پوچھتے رہ شکستہ دل کی جا نکلے تھے سمجھے ہیں
سوچ وہاں تو گزرا جی میں آئے کدھر سے کیدھر ہم

شام سے کرتا منزل آکر گھر کو ہمارے صدر نشیں
رکھتے ستارہ اُس مہوش کی چاہ میں گر بد اختر ہم

برسوں خس و خاشاک پہ سوئے مدت گلخن تابی کی
بخت نہ جاگے جو اُس سے ہوں ایک بھی شب ہمبستر ہم

روز بتر ہے حالت عشقی جیسے ہوں بیمار اجل
ہے نہ دوا نے کوئی معالج کیونکر ہوں گے بہتر ہم

اُس کی جناب سے رحمت ہو تو جی بچتا ہے دنیا میں
اُس جانب سے تو بیٹھے ہیں مرنا کر کے مقرر ہم

اب تو ہماری طرف سے اتنا دل کو پتھر مت کرلو
سختی سے ایام کی اب تک جیتے رہے ہیں مر مر ہم

آہ معیشت روز و شب کی ساتھ اندوہ کے ٹھہری ہے
روتے کڑھتے رہا کرتے ہیں غم سے ہوئے ہیں خوگر ہم

شعلہ اک اٹھا تھا دل سے آہ عالم سوز کا میر
ڈھیری ہوئی ہے خاکستر کی جسکی لپٹ میں جل کر ہم

کڑھتے جو رہے ہجر میں بیمار ہوئے ہم
بستر پہ گرے رہتے ہیں ناچار ہوئے ہم

Marfat.com

بہلانے کو دل باغ میں آئے تھے سو بلبل / چلانے لگی ایسی کہ بیزار ہوئے ہم
جلتے ہیں کھڑے دھوپ میں جب جاتے ہیں اودھر / عاشق نہ ہوئے اسکے گنہگار ہوئے ہم
اک عمر دعا کرتے رہے یار کو دن رات / دشنام کی اب اسکے سزاوار ہوئے ہم
ہمدام بہت وحشی طبیعت تھے اٹھے سب / تھی چوٹ جو دل پر سو گرفتار ہوئے ہم
جیتے ہوئے لوگوں کی بھلی یا بری گزری / افسوس بہت دیر خبردار ہوئے ہم
کیا کیا متمول گئے بک دیکھتے اس پر / بیجانگی میں اس کے خریدار ہوئے ہم
کچھ پاس نہیں یاری کا ان خوش پسروں کو / اس دشمن جانی سے عبث یار ہوئے ہم

گھٹ گھٹ کے جہاں میں رہے جب میر سے مرتے
تب جا کے یہاں واقف اسرار ہوئے ہم

وے ہم ہیں جن کو کہیے آزار دیدہ مردم / آفت گزیدہ مردم کلفت کشیدہ مردم
ہے اپنا جی ہی در ہم تیرے ہے عشق کا غم / رہتے ہیں دم بخود ہم آفت رسیدہ مردم
وہ دیکھیے ہمکو آکر جن نے نہ دیکھے ہوویں / آزردہ دل شکستہ خاطر کبیدہ مردم
جو ہے سو کہو مائل بے طور اور جاہل / اہل جہاں ہیں سارے صحبت ندیدہ مردم
جاتے ہیں اسکی جانب مانند تیر سیدھے / مثل کمان حلقہ قامت خمیدہ مردم
اوباش بھی ہمارا کتنا ہے ٹیڑھا بانکا / دیکھو اسکو ہو گئے ہیں کیا کیا کشیدہ مردم
مت خاک عاشقاں پر پھیر آب زندگی سا / جاگیں کہیں نہ سوتے یہ آرمیدہ مردم
لے لے کے منھ میں تنکا ملتے ہیں عاجزانہ / مغرور سے ہمارے پر خوش جیدہ مردم

تھے دست بستہ حاضر خدمت میں میر گویا
سیمیں تنوں کے عاشق ہیں زر خریدہ مردم

کیا زمانہ تھا کہ تھے دلدار کے یاروں میں ہم / شہرۂ عالم تھے اسکے نازبرداروں میں ہم
اجڑی اجڑی بستی میں دنیا کی جی لگتا نہیں / تنگ آئے ہیں بہت ان چار دیواروں میں ہم
جو یہی ہے غم الم رنج و قلق ہجراں کا تو / زندگی سے بے توقع ہیں ان آزاروں میں ہم
شاید آوے حال پرسی کرنے اس امید پر / کب سے ہیں دارالشفا میں اسکے بیماروں میں ہم

دھوپ میں جلتے ہیں پہروں آگے اسکے میر جی
زندگی سے دل کی ٹھہرے ہیں گنہگاروں میں ہم

Marfat.com

ردیف نون

سر سے ایسی لگی ہے اب کہ جلے جاتے ہیں
مشعلِ شمع سے روتے ہیں گلے جاتے ہیں

اس گلستاں میں نمود اپنی ہے جوں آبِ رواں
دم بدم مرتبے سے اپنے چلے جاتے ہیں

تن بدن ہجر میں کیا کہیے کہ کیسا سوکھا
ہلکی بھی باؤ میں تنکے سے ہلے جاتے ہیں

رہتے دکھلائی نہیں دیتے بلاکش اس کے
جی چھپے جاتے ہیں دل اپنے دبے جاتے ہیں

پھر بخود آئے نہ بدحالی میں بیخود جو ہوئے
آپ سے جاتے ہیں ہم بھی تو بھلے جاتے ہیں

خاکِ پا اسکی ہے شاید کسو کا سرمۂ چشم
خاک میں اہلِ نظر اس سے رلے جاتے ہیں

گرم ہیں اسکی طرف جانے کو ہم لیکن میر
ہر قدم ضعفِ محبت سے ڈھلے جاتے ہیں

ایسے دیکھے ہیں اندھے لوگ کہیں
پھوٹے بہتے ہیں آنچ بھی سہتے نہیں

مر گئے ناامید ہم مہجور
خواہشیں جی کی اپنی جی میں رہیں

دیدہ دریا کنار کرتا رہا
عشق میں آنکھیں اپنی زور بہیں

مرتے تھے اس گلی میں لاکھوں جہاں
ہم بھی مارے گئے نداں وہیں

دیر سے میر اٹھ کے کعبے گئے
کہیے کیا نکلے جا کہیں سے کہیں

رابطہ[۱] باہم ہے کوئی دن کا یاں
پھر زمانے میں کہاں تم ہم کہاں

گم ہوا ہوں یاں سے جا کر میں جہاں
کچھ نہیں پیدا کہاں میرا نشاں

پیری میں ہے طفلِ مکتب سا جہول
ہے فلک کرنے کی قابل آسماں

تو کہے واں ناگہاں بجلی گری
وہ نگاہِ تند کرتا ہے جہاں

بھولے بھی میں یک نظر دیکھا نہیں
ایسا ہے وہ بددماغ و بدگماں

عشق نے تکلیف کی مالا یطاق
بارِ امانت کا گراں میں ناتواں

کام کچھ آئی نہ دل کی بھی کشش
کھنچ رہا ہے ہم سے وہ ابرو کماں

کیا چھپی ہیں باتیں میرے عشق کی
داستاں در داستاں ہے داستاں

عشق میں کیونکر بسر کریے گا عمر
دل لگا ہے جس سے سو نامہرباں

۱؎ نسخہ کلکتہ میں یہ شعر اسی طرح ہے لیکن ایک نسخہ قلمی میں مطلع یہ ہے۔ ربط باہم ہے زمانے میں کہاں / کوئی دم کے میہماں ہیں ہم یہاں

Marfat.com

جو زمیں یا لغز ہے شاید کہ میر / ہو وہیں مسجود اُس کا آستاں

اُس سے گھبرائے جو کچھ کہنے کو آ جاتا ہوں / دل کی پھر دل میں لیے چپکے چلا جاتا ہوں

سعی دشمن کو نہیں دخل مری ایذا میں / رنج سے عشق کے میں آپ ہی کھپا جاتا ہوں

گرچہ کھویا سا گیا ہوں پہ تہ حرف و سخن / اس فریبندۂ عشاق کی پا جاتا ہوں

خشم کیوں بیمزگی کا ہے کہ تو بے لطفی کیا / بدبرا اتنا بھی نہ ہو مجھ سے بھلا جاتا ہوں

استقامت سے ہوں جوں کوہ قوی دل لیکن / ضعف سے عشق کے ڈہتا ہوں گرا جاتا ہوں

مجلسِ یار میں تو بار نہیں پاتا ہوں / در و دیوار کو احوال سنا جاتا ہوں

گاہ باشد کہ سمجھ جائے مجھے رفتۂ عشق / دور سے رنگِ شکستہ کو دکھا جاتا ہوں

یک بیاباں ہے مری بیکسی و تنہائی / مثل آوازِ جرس سب سے جدا جاتا ہوں

تنگ آوے گا کہاں تک نہ مرا قلبِ سلیم / بگڑی صحبت کے تئیں روز بنا جاتا ہوں

گرمیِ عشق سے ہے ہلکی بھی جو ہمدم دل میں / روز و شب شام و سحر میں تو جلا جاتا ہوں

تری راہ میں گرچہ اے ماہ ہوں / پہ یہ غم ہے میں بھی سرِ راہ ہوں

مرے درپئے خونِ ناحق ہے تو / نہ خوندار ہوں میں نہ خونخواہ ہوں

تری دوستی سے جو دشمن ہیں سب / انھوں کے بھی خوش یک میں ہمراہ ہوں

نہ سمجھو مجھے بے خبر اسقدر / تہِ دل سے لوگوں کے آگاہ ہوں

مری کجروی سادگی سے ہے میر / بہت اس روئیے پہ گمراہ ہوں

بہارائی مزاجوں کی بھی تدبیر کرتے ہیں / جوانوں کو انھیں ایام میں زنجیر کرتے ہیں

برہمن زادگانِ ہند کیا پرکار سادے ہیں / مسلمانوں کی یارانے ہی میں تکفیر کرتے ہیں

موئے پر اور بھی کچھ بڑھ گئی رسوائی عاشق کی / کہ اسکی نعش کو اب شہر میں تشہیر کرتے ہیں

ہماری حیرتِ عشقی سے چپ جانے کی اس سے / مخالف مدعی کس کس طرح تقریر کرتے ہیں

تماشا دیکھنا منظور ہو تو مل فقیروں سے / کہ جیتکی خاک کو لے ہاتھ میں اکسیر کرتے ہیں

نہ لکھتے تھے کبھو یک حرف اسکو ہاتھ سے اپنے / سو کاغذ دستے کے دستے ہم اب تحریر کرتے ہیں

Marfat.com

در و دیوار افتادہ کو بھی کاش اک نظر دیکھیں
عمارت ساز مردم گھر جو اب تعمیر کرتے ہیں

خدا ناکردہ رک جاؤں جہاں رک جائیگا سارا
غلط کرتے ہیں لڑکے جو مجھے دلگیر کرتے ہیں

اُسے اصرار خونریزی پہ ہے ناچار ہیں اس میں
وگرنہ عجز نالی تو بہت سی میر کرتے ہیں

طلب ہے کام دل کی اسکے بالوں کی اسیری میں
گدائی رات کو کرتا ہوں خجلت سے فقیری میں

نگہ عزلت میں اس ابرو کماں کی تھی ادھر یعنی
لگا تیر اسکا چھاتی میں ہماری گوشہ گیری میں

نظیر اُسکی نظر آئی نہ سیاحانِ عالم کو
سیاحت دور تک کی ایک بیہودہ بے نظیری میں

حزیں آواز ہے مرغِ چمن کی کیا جنوں آور
نہیں خوش زمزمہ ویسا ہماری ہمصفیری میں

جوانی میں نہ رسوائی ہوئی تا میر غم کھینچتا
ہوئے اطفال تہ بازار گاہک جی کے پیری میں

اب دیکھیں آہ کیا ہو ہم وے جدا ہوئے ہیں
بے یار و بے دیار و بے آشنا ہوئے ہیں

غیرت سے نام اُس کا آیا نہیں زباں پر
آگے خدا کے جب ہم محو دعا ہوئے ہیں

اہلِ چمن سے کیونکر اپنی ہو روشناسی
برسوں اسیر رہ کر اب ہم رہا ہوئے ہیں

بے عشق خوبرویاں اپنی نہیں گزرتی
اے وائے کس بلا میں ہم مبتلا ہوئے ہیں

جانا بہ تن میں ہر جا نازک ہے اور دلکش
ہم رفتۂ سراپا اس کے بجا ہوئے ہیں

تھے غنچے جتنے زیرِ دیوار باغ طائر
شب باشی چمن سے شاید خفا ہوئے ہیں

خرقہ قمیص کیا ہے کیا وقر اس گلی میں
ترکِ لباس کر واں شاہاں گدا ہوئے ہیں

خاموش اُس کے در پر ہو کر فقیر بیٹھے
یعنی کہ عاشقی میں ہم بے نوا ہوئے ہیں

عہد شباب گزرا شربِ مدام ہی میں
ہم کہنہ سال ہو کر اب پارسا ہوئے ہیں

اظہارِ کم فراغی ہر دم کی سب بے دماغی
ان روزوں میر صاحب کچھ میرزا ہوئے ہیں

بیکار مجھ کو مت کہہ میں کار آمدہ ہوں
بیگانہ وضع تو ہوں پر آشنا زدہ ہوں

میں منہ نہیں لگایا بنت العنب کو گاہے
تب تھا جوان صالح اب پیر میکدہ ہوں

اسرار دل کے کہتے ہیں پیر و جواں میں
مطلق نہیں ہے بند ہماری زباں میں

Marfat.com

رنگینیِ زمانہ سے خاطر نہ جمع رکھ
سو رنگ ٹوٹے جاتے ہیں یاں ایک آن میں

شاید بہار آئی ہے دیوانہ ہے جوان
زنجیر کی سی آتی ہے جھنکار کان میں

بے وقفہ اس ضعیف پہ جور و ستم نہ کر
طاقت تعب کی کم ہے بہت میری جان میں

اس کے لبوں کے آگے کنھوں نے نبات کی
آئی ہے کسر شہد مصفا کی شان میں

چہرہ ہی یار کا رہے ہے جیت جیڑھا سد
خورشید و ماہ آتے ہیں کب تیرے دھیان میں

اب میرے اسکے عہد میں شاید کہ اُٹھ گئی
آگے جو رسم دوستی کی تھی جہان میں

تارے تو یہ نہیں مری آہوں سے رات کی
سوراخ پڑ گئے ہیں تمام آسمان میں

ابرو کی طرح اسکی چڑھی ہی رہے ہے میر
نکلی ہے شاخ کیا کوئی تازہ کمان میں

آئے ہیں میر کافر ہو کر خدا کے گھر میں
پیشانی پر ہے قشقہ زنار ہے کمر میں

نازک بدن ہے کتنا وہ شوخ چشم دلبر
جان اُس کے تن کے آگے آتی نہیں نظر میں

سینے میں تیر اسکے ٹوٹے ہیں بے نہایت
سوراخ پڑ گئے ہیں سارے مرے جگر میں

آئندہ شام کو ہم رویا کڑھا کریں گے
مطلق اثر نہ دیکھا نالیدن سحر میں

بے سدھ پڑا رہوں ہوں اس مست ناز بن میں
آتا ہے ہوش مجکو اب تو پہر پہر میں

سیرت سے گفتگو ہے کیا معتبر ہے صورت
ہے ایک سوکھی لکڑی جو بو نہ ہو اگر میں

ہمسایۂ مغاں میں مدت سے ہوں چنانچہ
اک شیرہ خانے کی ہے دیوار میرے گھر میں

اب صبح و شام شاید گریہ پہ رنگ آوے
رہتا ہے کچھ جھمکتا خوناب چشم تر میں

لہ عالم میں آب و گل کے کیونکر نباہ ہوگا
اسباب گر پڑا ہے سارا مرا سفر میں

آنکھ لگی ہے جب سے اُس سے آنکھ لگی زنہار نہیں
نیند آتی ہے دل جمعی میں سو تو دل کو قرار نہیں

وصل میں اُسکے روز و شب کیا خوب گزر لی تھی اپنی
ہجراں کا کچھ اور ہے ساماں اب وہ لیل و نہار نہیں

خالی پڑے ہیں دام کہیں یا صید دشتی صید ہوئے
یا جس صید افگن کے لیے تھے اُسکو ذوقِ شکار نہیں

لہ ہائے کس بیوفا سے آنکھ لگی ÷ نہ لگی آنکھ جب سے آنکھ لگی ۱۲ لا اعلم

Marfat.com

سبزۂ خط کا گرد گل رو بڑھ کانوں کے پار ہوا
دل کی لاگ اب اپنی ہو کیونکر وہ اس منھ پہ بہار نہیں

لطف عمیم اس کا ہے ہمدم کیوں نہ غنیمت جانیں ہم
ربط خاص کسو سے اُس سے ہو یہ تو طور یار نہیں

عشق میں اس بے چشم و رو کے طرفہ رویت پیدا کی
کس دن ادھر سے اب ہم پر گالی جھڑکی مار نہیں

مشتاق اسکے راہ گزر پر برسوں کیوں نہ تھکیں میر
اُن نے راہ اب اور نکالی ادھر اسکا گزار نہیں

طرفہ خوشرو دم خونریز ادا کرتے ہیں
وار جب کرتے ہیں منھ پھیر لیا کرتے ہیں

عشق کرنا نہیں آسان بہت مشکل ہے
چھاتی پتھر کی ہے اُنکی جو وفا کرتے ہیں

شوخ چشمی تری پردے میں ہی جبتک تب تک
ہم نظر باز بھی آنکھوں کی حیا کرتے ہیں

نفع بیماری عشقی کو کرے سو معلوم
یار معذور ہیں ٹک اپنی دوا کرتے ہیں

آگ کا لائحہ ظاہر نہیں کچھ لیکن ہم
شمع تصویر سے دن رات جلا کرتے ہیں

اُسکے قربانیوں کی سب سے جدا ہے رہ و رسم
اوّل وعدہ دل و جان فدا کرتے ہیں

رشک ایک آدھ کا جی مارتا ہی عاشق کا
ہر طرف اسکو تو دو چار دعا کرتے ہیں

بند بند ان کے جدا دعووں الٰہی میں بھی
میرے صاحب تو جو بندے سے جدا کرتے ہیں

دل کو جاتا تھا گیا رہ گیا ہے افسانہ
روز و شب ہم بھی کہانی سی کہا کرتے ہیں

واں سے یک حرف و حکایت بھی نہیں لایا کوئی
یاں سے طومار کے طومار چلا کرتے ہیں

بود و باش ایسے زمانہ میں کوئی کیونکہ کرے
اپنی بدخواہی جو کرتے ہیں بھلا کرتے ہیں

حوصلہ چاہیے جو عشق کے آزار کھنچیں
ہر ستم ظلم پہ ہم صبر کیا کرتے ہیں

میر کیا جانیے کسے کہتے ہیں واشد دے تو
غنچہ خاطر ہی گلستاں میں رہا کرتے ہیں

ناآشنا کے اپنے جیسے ہم آشنا ہیں
اس طور اس طرح کے ایسے کم آشنا ہیں

یا ہم جو یاریاں ہیں اور آشنائیاں ہیں
سب ہیں نظر میں اپنی ہم عالم آشنا ہیں

ماتم کدہ ہے تکیہ کیا تازہ کچھ ہمارا
یکجا فقیر کب سے ہم سب غم آشنا ہیں

Marfat.com

تحریر راز دل کی مشکل ہے کیونکہ کریے / کاغذ قلم ہمارے کب محرم آشنا ہیں

یاری جہانیوں کی کیا میرؔ معتبر ہے
نا آشنا ہیں یکدم یہ ایکدم آشنا ہیں

دم ہی مہلت شیب میں جائیگا اب یہ غم کہاں / تم ہوئے رعنا جواں بالفرض لیکن ہم کہاں
عالم عالم جمع تھے خوباں جہاں صفا ہوا / گرچہ عالم در ہے اب واں یہ وہ عالم کہاں
تھی بلا شوخی شرارت یار کی ہنگامہ ساز / شوریوں تو اوروں کا بھی ہے یہ وہ اودھم کہاں
کیا جنوں ہے تمکو جو تم طالب ویرانہ ہو / جسکو فردوس بریں کہتے ہیں واں آدم کہاں
حبس دم میں شیخ جو کرتا نہیں حرف و سخن / حق طرف ہے اسکے اُس بیہودہ گو میں دم کہاں

ہو بہو ہو میں میرؔ اب تو دم بخود ہوں سحر میں
کیا لکھوں تہ دل کی باتیں کاغذ محرم کہاں

گر روزگار ہے یہی ہجران یار میں / تو کیا رہیں گے جیتے ہم اس روزگار میں
کچھ ڈر نہیں جو داغ جنوں ہو گئے سیاہ / دُر دل کے اضطراب کا ہے اس بہار میں
کیا بیقرار دل کی تسلی کرے کوئی / کچھ بھی ثبات ہے ترے عہد و قرار میں
بیتاب دل نہ دفن ہوئے کاش میرے ساتھ / رہنے نہ دیگا لاش کوئی دن مزار میں
وہ سنگدل نہ آیا بہت دیکھی اُس کی راہ / پتھرا چلی ہیں آنکھیں مری انتظار میں
تھمتا نہیں ہے رونا علی الاتصال کا / کیا اختیار گریہ سے بے اختیار میں
مربوط[1] کیسے کیسے کہے ریختے و لے / سمجھا نہ کوئی میری زباں اس دیار میں
تھی بزم شعر رات کو شاعر بہت تھے جمع / دو باتیں ہم نے ایسے نہ کیں چار چار میں
دنبالہ گردی قیس نے بہتیری کی و لے / آیا نظر نہ محمل لیلیٰ غبار میں
اب ذوق صید اُسکو نہیں ورنہ پیش ازیں / اودھم تھا وحش و طیر سے اُسکے شکار میں
منہ چاہیے جو کوئی کسو سے حساب لے / ناکس کی گفتگو نہیں روز شمار میں

گنتی کے لوگوں کی وہاں صف ہو دیگی کھری
تو میرؔ کس شمار میں ہے کس قطار میں

۱؎ یہی شعر دوسری غزل میں میر صاحب نے اس طرح کہا ہے ؎ کس کس ادا سے ریختے میں نے کہے ولے
سمجھا نہ کوئی میری زباں اس دیار میں ۔ ۱۲ آسی

Marfat.com

گو کہ بتخانے جا رہا ہوں میں
بخدا با خدا رہا ہوں میں

سب گئے دل دماغ تاب و تواں
میں رہا ہوں سو کیا رہا ہوں میں

برق تو میں نہ تھا کہ جل بجھتا
برتر ہوں کہ چھا رہا ہوں میں

اسکی بیگانہ وضعی ہے معلوم
برسوں تک آشنا رہا ہوں میں

دیکھو کب تیغ اُسکی آن بیٹھے
دیر سے سر اُٹھا رہا ہوں میں

اُس کے گرد سمند کا مشتاق
آنکھیں ہر سو لگا رہا ہوں میں

دور کے لوگ جن نے مارے قریب
اُسکے ہمسائے آ رہا ہوں میں

مجھکو بد حال رہنے دیں اے کاش
بے دوا کچھ بھلا رہا ہوں میں

دل جلوں کو خدا جہاں میں رکھے
یا شقائق بے یار رہا ہوں میں

کچھ رہا ہی نہیں ہے مجھ میں میر
جب سے اُس سے جدا رہا ہوں میں

ردیف واؤ

زمانے نے دشمن کیا یار کو
سلایا مرے خوں میں تلوار کو

کھلی رہتی ہے چشم آئینہ ساں
کہاں خواب مشتاقِ دیدار کو

مجھے عشق اُس پاس یوں لے گیا
کوئی جیسے لاوے گنہگار کو

محبت میں دشوار دینی ہے جان
نجانے تے شنا سہل آزار کو

کوئی دن کرے زندگی عشق میں
جو دم لینے دیں دل کے بیمار کو

بکا میں تو بازار خوبی میں جا
کہ واں بیچتے تھے خریدار کو

مرے منہ پہ رکھا ہے رنگ اب تلک
ہزار آفریں چشم خونبار کو

تب اک جرعہ ہی دیں مجھے مغبچے
گرو جب کروں رخت و دستار کو

کرو مت درنگ اُٹھتے اس ہنٹیہ میں
چلو مول لو میر بازار کو

کن نے کہا کہ مجھ سے بہت کم ملا کرو
منت بھی میں کروں تو نہ ہرگز منا کرو

بندے سے کی ہے جن نے یہ خصمی خدا کرے
اس سے بھی تم خصومتِ جانی رکھا کرو

عنقا سا شہرہ ہوں پہ حقیقت میں کچھ نہیں
تم دور ہی سے نام کو میرے سنا کرو

Marfat.com

بیماری جگر کی شفا سے تو دل ہے جمع
اب دوستی سے مصلحت اِک یہ دوا کرو

ہم بیخودانِ مجلسِ تصویر اب گئے
تم بیٹھے انتظار ہمارا کیا کرو

ہی مارتے ہیں ناز و کرشمہ بالاتفاق
جینا جو میر چاہو تو اُن کو جدا کرو

اس نے کہا کہ پھنک رہی ہے تن بدن میں آگ
بولا کہ عشق ہی میں پڑے اب جلا کرو

دل جانے کا فسانہ زبانوں پہ رہ گیا
اب بیٹھے دور سے یہ کہانی کہا کرو

ابتک دیکھوں اسکو میں تو مراجی نہ جل پڑے
تم ہو فقیر میر کبھو یہ دعا کرو

کیونکہ نیچے ہاتھ کے رکھا دلِ بیتاب کو
وہ جو تڑپا لے گیا آسودگی و خواب کو

کم نہیں ہے سحر سے یہ بھی تصرف عشق کا
پانی کر آنکھوں میں لایا دل کے خونِ ناب کو

تھا یہی سرمایۂ بحرِ بلا پھیلے دونوں
چشم کم سے دیکھو مت اس دیدۂ پرآب کو

تو کہے تھی برقِ خاطف ناگہاں آ کر گری
کس جگہ سے مار رکھا اُن نے شیخ و شاب کو

کیا سفیدی تھی اُسکی آستیں کے چاک سے
جسکے جھلکے رو نہ تھا کچھ پرتوِ مہتاب کو

چاہتا ہے جب مسبب آپ ہی ہوتا ہے سبب
دخل اس عالم میں کیا ہے عالمِ اسباب کو

دم بخود رہتا ہوں اکثر سر رکھے زانو پہ میر
حال کہکر کیا کروں آزردہ اور احباب کو

چھوڑا جنوں کے دور میں رسم و رہِ اسلام کو
ہے کر صنم خانہ چلا ہوں جامۂ احرام کو

مرتا مرو جیتا جیو آؤ کوئی جاؤ کوئی
ہے کام ہم لوگوں سے کیا اس دلبرِ خود کام کو

جس خود نما تک جاؤں ہوں اس سے سنوں ہوں دور دور
کیا منھ لگاوے اب کوئی اس روسیہ بدنام کو

بے چین بستر پر رہا بیخواب خاکستر پہ ہوں
صبر و سکوں جب سے گئے پاتا نہیں آرام کو

آسائش و راحت سے جو پوچھے کوئی تو کیا کہوں
اس عمر بھر کھینچا کیا رنج و غم و آلام کو

میر اب بھلا کیا ابتدائے عشق کو رو تا ہے تو
کر فکر جو یاد دے بھی اس آغاز کے انجام کو

اگلے سب چاہتے تھے ہم سے وفاداروں کو
کچھ تمھیں پیار ہیں کرتے جفا کاروں کو

شہر تو عشق میں ہے اسکے شفا خانہ تمام
وہ نہیں آتا کبھو دیکھنے بیماروں کو

سہ میر تقی سہ میں دعا کر حق میں میرے تو بھی فقیر تو مدت سے ٭ اب جو بچھڑا ہوں سکو تو مجھ کو نہ آوے پیار بہت

Marfat.com

مستی میں خوب گزرتی ہے کہ غفلت ہی ہمیں
شغل اس مصطبہ میں کام ہے ہشیاروں کو

فکر سے اپنے گزرتا ہے زمیں کاوی میں دن
رات جاتی ہے ہمیں گنتے ہوئے تاروں کو

خوب کرتے ہیں جو خوباں نہیں رو دیتے ہیں
منھ لگاتا ہے کوئی خوں کے سزاواروں کو

حسن بازار جہاں میں ہے متاع دلکش
صاحب اسکا ٹھگے جاتا ہے خریداروں کو

وامق و کوہکن و قیس نہیں ہے کوئی
پھنک ڈس گیا عشق کا اژدر مرے غمخواروں کو

زندگی کرتے ہیں مرنے کے لئے اہل جہاں
واقعہ میر ہے درپیش عجب یاروں کو

ہاتھ سے سبحہ ٹک رہا نہ کبھو
دل کا منکا وہ لے پھرا نہ کبھو

کیونکہ عرفان ہوگیا سب کو
اپنے ڈھب پر تو وہ چڑھا نہ کبھو

روز دفتر لکھے گئے یاں سے
اُن نے یک حرف بھی لکھا نہ کبھو

گو شگفتہ چمن چمن تھے گل
غنچۂ دل تو وا ہوا نہ کبھو

طور کی سی تھی صحبت اُسکی مری
جھمکی دکھلا کے پھر ملا نہ کبھو

غیرت[1] اپنی تھی یہ کہ بعد نماز
اس کا لے نام کی دعا نہ کبھو

ابتدا ہی میں مر گئے سب یار
عشق کی پائی انتہا نہ کبھو

وہ سخن گو فریبی چشم یار
ہم سے گویا ہی آشنا نہ کبھو

ٹک نقاب الٹو مت عتاب کرو
کھولو منھ کو کہ پھر خطاب کرو

آنکھیں غصے میں ہو گئی ہیں لال
سر کو چھاتی پہ رکھکے خواب کرو

فرصت بود و باش یاں کم ہے
کام جو کچھ کرو شتاب کرو

محو صورت نہ آرسی میں رہو
اہل معنی سے ٹک حجاب کرو

ڈھونڈھو اُسکا نشاں نہ دو یارو
ہم خرابوں کو مت خراب کرو

منھ کھلے اُسکے چاندنی چھٹکی
دوستو سیر ماہتاب کرو

میر جی راز عشق ہوگا فاش
چشم ہر لحظہ مت پُرآب کرو

[1] میر تقی میرؔ غیرت سے نام اسکا آیا نہیں زباں پر: آگے خدا کے جب ہم محو دعا ہوئے ہیں +

Marfat.com

بس اب بن چکی بو دے موئے سمن بو
گری ہو کے بیہوش مشاطہ گیسو

نہ سمجھا گیا کھیل قدرت کا ہم سے
کیا اُس کو بد خو بنا کر نکو رو

نہ درگیر کیونکر ہو آپس میں صحبت
کہ میں بوریا پوش وہ آتشیں خو

ہوا ابر و سبزے میں چشمک ہے گل کی
کریں ساز ہم برگ عیش لب جو

بہار آئی گل پھول سر جوڑے نکلے
رہیں باغ میں کاش اس رنگ ہم تو

رہے آبرو میر تو ہے غنیمت
کہ غارت میں دل کی ہے ایلائے ابرو

لکھے ہے کچھ تو کج کر چشم و ابرو
براتِ عاشقاں بر شاخ آہو

گیا وہ ساتھ سوتے نے کے کروٹ
لگا بستر سے پھر اپنا نہ پہلو

اُڑی ہے خاک سی سارے چمن میں
پھرا ہے آہ جس کا واں سے گل رو

جدھر پھرتے تھے چنتے پھول ہنستے
اُدھر ٹپکے ہیں اب تک میرے آنسو

جُدا ہوتے ہی گل خنداں ہوا میر
کیا تھا اُس کا گل تکیہ جو بازو

جاہت میں خوبرویوں کے کیا جانے کیا نہ ہو
بیتاب دل کا مرگ کہیں مدّعا نہ ہو

بے لاگ عشقبازی میں مفلس کا ہے ضرر
کیا کھیلے وہ جوا جسے کچھ آسرا نہ ہو

کرتے دعا مجھے وہ دغا باز دیکھکر
بولا کہ اس فقیر کے دل میں دغا نہ ہو

آزاد پر شکستہ کو صد رنگ قید ہے
یا رب اسیر ایسا قفس سے رہا نہ ہو

دوری سے کبک ہیں کہسار میں خراب
دلبر سے اپنے کوئی الٰہی جُدا نہ ہو

کھولے ہے آنکھ اُسکی گل رو پہ ہر سحر
غالب کہ میری آئینے کی اب صفا نہ ہو

آہوں کے میری دود سے گھر بھر گیا ہے سب
سُدھ ہم نشیں لے دل کی کہیں وہ جلا نہ ہو

ہم گر جگر نکال رکھیں اُس کے زیر پا
بے دید کی اودھر تے نظر آشنا نہ ہو

رہتے ہیں میر بے خود و وارفتہ ان دنوں
پوچھو کنایۃً کسو سے دل لگا نہ ہو

ردیف ہائے ہوز

ہر چند جذب عشق سے تشریف یاں بھی لائیے وہ
پر خود گم ایسا میں نہیں جو سہل مجھکو پائے وہ

Marfat.com

خوبی و رعنائی اُدھر بدحالی و خواری اِدھر
اے وائے ہم اے وائے ہم ہائے وہ ہائے وہ

مارا ہوا چاہت کا جو آوارہ گھر سے اپنے ہو
حیراں پریشاں پھر کے پھر کیا جانے کیدھر جائے وہ

جی کتنا محو و رفتہ کا جو ہو طرف دیکھے تجھے
تو کج کرے ابرو اگر پل مارتے مر جائے وہ

اُلفت نہیں مجھسے اُسے کلفت کا میری غم نہیں
بائے غرض ہو درمیاں تو چل کے یاں بھی آئے وہ

عاشق کا کتنا حوصلہ یہ معجزہ ہے عشق کا
جو خستہ جاں پارہ جگر سو داغ دل پر کھائے وہ

مشکل عجائب میر ہے دیدار جوئی یار کی
دیکھے کوئی کیا اسکو جو آنکھیں لڑے شرمائے وہ

اب دل خزاں میں رہتا ہے جی کی رکن کے ساتھ
جانا ہی تھا ہمیں بھی بہارِ چمن کے ساتھ

کب تک خراب شہر میں اُس کے پھرا کریں
اب جاویں یاں سے کوئی غریب الوطن کے ساتھ

ہم باغ سے خزاں میں گئے پر ہزار حیف
جانا بنا نہ اپنا گل و یاسمن کے ساتھ

لکنت سے کیا نکلتی نہیں اُسکے مُنھ سے بات
چیکا ہے حرف یار کے شیریں دہن کے ساتھ

جی خوب مرگ ہے گئے حسرت ہی میں ندان
اک شب نہ سوئے ہم کسو گل پیرہن کے ساتھ

جی چھٹ گیا ہے رشک سے چسپاں لباس کے
کیا تنگ جامہ لپٹا ہے اُس کے بدن کے ساتھ

کیا جانیں لوگ عشق کا راز و نیاز میر
اک بات اُس سے ہو گئی دو دو بچن کے ساتھ

مرتے ہیں ہم تو اُس صنمِ خود نما کے ساتھ
جیتے ہیں وے ہی لوگ جو تھے کچھ خدا کے ساتھ

دیکھیں تو کاربستہ کی کب تک کھلے گرہ
دل لگ گیا ہے یار کے بندِ قبا کے ساتھ

اے کاش فصل گل میں گئی ہوتی اپنی جان
مل جاتی یہ ہوا کوئی دن اس ہوا کے ساتھ

مدت ہوئی گئے ہوئے ہمکو پر اب تلک
اُڑتی پھرے ہے خاک ہماری صبا کے ساتھ

ہم رہتے اُسکے محو وہ کرتا ہے ہم کو سہو
ہرگز وفا نہ کرنی تھی اُس بیوفا کے ساتھ

کیفیت آشنا نہیں اُس مست ناز کے
معشوق ورنہ کون ہے اب اس ادا کے ساتھ

مُنھ اپنا اُن نے عکس سے اپنے چھپا لیا
دیکھا نہ کوئی آئینہ رو اس حیا کے ساتھ

ٹھہرا ہے رونا آٹھ پہر کا مرا علاج
تسکین دل ہے یعنی کچھ اب اس دوا کے ساتھ

تھا جذب آگے عشق سے جو ہر نفس میں میر
اب وہ کشش نہیں ہے سحر کی دعا کے ساتھ

Marfat.com

نظر آیا تھا صبح دُور سے وہ — پھر چھپا خور سا اپنے نور سے وہ
جز برادر عزیز یوسف کو — نہیں لکھتا کبھو غرور سے وہ
دیکھیں عاشق کا جی بھی ہے کہ نہیں — تنگ ہے جانِ ناصبور سے وہ
کیا تصور میں پھیرے ہے صورت — کہ سرکتا نہیں حضور سے وہ
خوبی اس خوبی سی بشر میں کہاں — خوبتر ہے پری و حور سے وہ
دل لیا جس غمیں کا تو نے شوخ — دے گیا جی ہی اک سرور سے وہ

خوش ہیں دیوانگی میر سے سب
کیا جنوں کر گیا شعور سے وہ

آزار کش کو اس کے آزار ہے ہمیشہ — آزردہ دل کسو کا بیمار ہے ہمیشہ
مختار عشق اُسکا مجبور ہی ہے یعنی — یکرہ دو چار رہو کر ناچار ہے ہمیشہ
کب سہل عاشقی میں اوقات گزرے ہے یاں — کام اپنا اس پری بن دشوار ہے ہمیشہ
عالم کا عین اُسی کو معلوم کر چکے ہیں — اسو جہ سے اب اسکا دیدار ہے ہمیشہ
اس سے حصول مطلب اپنا ہوا نہ ہوگا — باآنکہ کامِ دل کا اظہار ہے ہمیشہ
پروائے نفع و نقصاں مطلق نہیں ہے اُسکو — اُس کی تو لااُبالی سرکار ہے ہمیشہ
ملنا نہ ملنا ٹھہرے تو دل بھی اپنا ٹھہرے — اقرار ہے ہمیشہ انکار ہے ہمیشہ

آمادۂ فنا کچھ کیا میر اب ہوا ہے
جی مفت دینے کو وہ تیار ہے ہمیشہ

دل ہے میری بغل میں صد پارہ — اور ہر پارہ اُس کا آوارہ
عرقِ شرم رو سے دلبر کے — رفتہ ثابت گزشتہ سیارہ
خواری عشق اپنی عزت ہے — کی ہے ہموار ہم نے ہموارہ
کام اس سے پکڑ کمر نہ لیا — ہیچ کارہ بھی ہے وہ ناکارہ
ٹوٹتیں پھوٹتیں نہ کاش آنکھیں — کرتے ان زخموں ہی سے نظارہ
گو مسیحا مزاج آوے طبیب — عشق میں مرگ بن نہیں چارہ

کیا بنے اس سے میر میں مسکین
وہ جفا پیشۂ و ستم کارہ

Marfat.com

مکتوب دیر بھیجا ہر دو طرف سے سادہ
کیا شوخ طبع ہے وہ پرکار سادہ سادہ

جب میکدے گئے ہیں پابوس ہی کیا ہے
ہے منچیہ ہمارا گویا کہ پیرزادہ

سائے میں تاک کے ہم خوش بیٹھے ہیں اب اپنا
اس سلسلے میں بیعت کرنے کا ہے ارادہ

دل اس قدر نہ رُکتا گھبرا آتا جی نہ اپنا
چھاتی لگا جو رہتا وہ سینۂ کشادہ

انشا

شیشہ کنارِ جو ہے پنبہ دہان و رعنا
مینا لئے مے چمن میں اک سرو ہے پیادہ

پڑتی ہیں اُس کی آنکھیں چاروں طرف نشے میں
جوں راہ میں بہکتے ہوں ترکِ مستِ بادہ

جو شہرہ نامور تھے یارب کہاں گئے وے
آباد کم رہا ہے یاں کوئی خانوادہ

مت دم کشی کر اتنی ہنگام صبح بلبل
فریاد خونچکاں ہے منہ سے ترے زیادہ

کیا خاک سے اُٹھوں میں نقشِ قدم سا بیٹھا
اب مٹ ہی جانا میرا ہے پیش پا فتادہ

حالاتِ عشق رنج و درد و بلا مصیبت
دل دادہ میرؔ جانے کیا جانے دل نہ دادہ

ردیف یائے تحتانی

کہتے ہیں مرنے والے یاں سے گئے
سب یہیں رہ گئے کہاں سے گئے

دم میں دم جب تلک تھا سوچ رہا
سانس کے ساتھ سارے سانسے گئے

آنکھ کھلتے ہی گھر گئے وے تو
ہم ستمدیدہ خانماں سے گئے

واں گئے کرتے وے خرامِ ناز
یاں جواں کیسے کیسے جاں سے گئے

اس گلی سے جو اُٹھ گئے بے صبر
میرؔ گویا کہ وے جہاں سے گئے

کچھ نہ کی اُن نے جس کو چاہا ہے
جوں جوں اپنا کیا نباہا ہے

سدھ خبر اپنے غمزدے کی ہے
صبح تک رات کو کراہا ہے

یہ غسل ہے گا میرؔ پیر فقیر
اب سنرا او ر لطف شاتا ہے

عشق میں ہم نے جاں کنی کی ہے
کیا محبت نے دشمنی کی ہے

کیسی سُرخ و سفید نکلی تھی
مے مگر دخترِ ارمنی کی ہے

Marfat.com

بید سا کیوں نہ سوکھ جاؤں میں
دیر مجنوں سے ہم تنی کی ہے

اس پریشان کو نشانہ نہ کر
یار نے جمع افگنی کی ہے

کر دیا خاک آسماں نے ہمیں
یہ بھی ہمت اسی دنی کی ہے

تکیہ ویراں فقیر کا بھی نہ ہو
یاں خرابی بہت غنی کی ہے

قافلہ لٹ گیا جو آنسو کا
عشق نے **میر** رہزنی کی ہے

میں ہوں تو ہے درمیاں شمشیر ہے
سفک دم میں میرے اب کیا دیر ہے

خضر[۱] دشتِ عشق میں مت جا کہ واں
ہر قدم مخدوم خوفِ شیر ہے

راہ تک تک کر ہوئے ہیں جاں بلب
پر وہی اب تک بھی یاں اوسیر ہے

جو گرسنہ دل تھا اس دیدار کا
اپنے جینے ہی سے وہ اب سیر ہے

کچھ نہیں جان ان کی پیش تارمو
گھر میں شمعی رنگوں کے اندھیر ہے

پاک ہی ہوتی رہی کشتی خلق
ہر زبردست اس جواں کا زیر ہے

طائروں نے گل فشاں کی میری گور[۲]
سامنے پھولوں کا گویا ڈھیر ہے

آشنا ڈوبے بہت اس دور میں
گرچہ جامہ یار کا کم گھیر ہے

آنچل اس دامن کا ہاتھ آتا نہیں
میر دریا کا سا اسکا پھیر ہے

بو جنونِ عشق کی تدبیر ہے
سو نہ یاں شمشیر نے زنجیر ہے

وسعت اس کا باغ میں کرتا نہ تھا
گل ہمارا اب گریباں گیر ہے

دیکھ رہتا ہے جو دیکھے ہے اسے
دلربا آئینہ رو تصویر ہے

پائے گیر اسکے نہ ہوں کیوں دردمند
حلقہ حلقہ زلف وہ زنجیر ہے

صید کے تن پر ہیں سب گہرے زخم
کس قدر خونخوار اس کا تیر ہے

مدتِ ہجراں نے کی ہے کچھ کمی
میرے طولِ عمر کی تقصیر ہے

خط نہ لکھتے تھے سو تاب دل گئی
دفتروں کی اکثر اب تحریر ہے

[۱] میر تقی میر سے ملا جو عشق کے جنگل میں خضر میں نے کہا: کہ خوف شیر ہے مخدوم یاں کدھر آیا +
[۲] " " سے بلبلوں نے کیا گل افشاں میر کا مرقد کیا: دور سے آیا نظر تو پھولوں کا اک ڈھیر تھا +

Marfat.com

رکھ نظر میں بھی خراب آبادیاں
اے کہ تجھکو کچھ غم تعمیر ہے

سخت کافر ہیں برہمن زادگاں
مسلموں کی اُن کے ہاں تکفیر ہے

گفتگو میں رہتے تھے آگے خموش
ہر سخن کی اب مرے تقریر ہے

نظم محسن[1] کی رہی سرکش دیر
اس مرے بھی شعر میں تاثیر ہے

مرگئے پر بھی نہ رسوائی گئی
شہر میں اب نعش بھی تشہیر ہے

کیا ستم ہے یہ کہ ہے تیغ و طشت
ذبح کرنے میں مرے تاخیر ہے

میرؔ کو ہے کیا جوانی میں صلاح
اب تو سارے میکدے کا پیر ہے

دل غم سے خوں ہوا تو بس اب زندگی ہوئی
جان امیدوار سے شرمندگی ہوئی

خدمت میں اس صنم کے کٹی عمر پر ہمیں
گویا کہ روز اس سے نئی بندگی ہوئی

گریے کا میرے جوش جو دیکھا تو شرم سے
سیلاب کو بھی دیر سرافگندگی ہوئی

تھا دو دلا وصال میں بھی میں کہ ہجر میں
پانچوں حواس کی تو پراگندگی ہوئی

اب صبر میرؔ ہو نہیں سکتا فراق پر
یک عمر جان و دل کی فریبندگی ہوئی

یار نے ہم سے بے ادائی کی
وصل کی رات میں لڑائی کی

بال و پر بھی گئے بہار کے ساتھ
اب توقع نہیں رہائی کی

کلفت رنج عشق کم نہ ہوئی
میں دوا کی بہت شفائی کی

طرفہ رفتار کے ہیں رفتہ سب
دھوم ہے اُس کی رہگرائی کی

خندۂ یار سے طرف ہو کر
برق نے اپنی جگ ہنسائی کی

کچھ طراوت نہ تھی اُن آنکھوں میں
دیکھ کر کیا یہ آشنائی کی

وصل کے دن کو کار جاں نہ کھنچا
شب نہ آخر ہوئی جدائی کی

منہ لگایا نہ دختر رز کو
میں جوانی میں پارسائی کی

جور اُس سنگدل کے سب کھنچے
عمر نے سخت بیوفائی کی

کوہکن کیا پہاڑ توڑے گا
عشق نے زور آزمائی کی

---

[1] محسن تاثیر۔ فارسی کے ایک مشہور شاعر گزرے ہیں تذکروں میں انکا مفصل حال درج ہے [illegible]

چپکے اُس کی گلی میں پھرتے رہے | دیر واں ہم نے بینوائی کی
اک نگہ میں ہزار دل مارے | ساحری کی کہ دلربائی کی
نسبت اُس آستاں سے کچھ نہ ہوئی | برسوں تک ہم نے جبہ سائی کی

میر کی بندگی میں جا بارے
سیر سی ہو گئی خدائی کی

زمیں اور ہے آسماں اور ہے | تب آنا گانا سماں اور ہے
نہ وے لوگ ہیں اب نہ اجماع وہ | جہاں وہ نہیں یہ جہاں اور ہے
نہ ان لوگوں کی بات سمجھی گئی | یہ خلق اور انکی زباں اور ہے
تجھے گو کہ صد رنگ ہو تجھسے کیں | مری اور اک مہرباں اور ہے

ہوا رنگ بدلے ہے ہر آن میر
زمین و زماں ہر زماں اور ہے

کہو تو کب تئیں یوں ساتھ تیرے پیار رہے | کہ دیکھا جب تجھے تب جی کو مار مار رہے
ادا و ناز سے دل لے چلا تو ہنس کے کہا | کہ میرے پاس تمھارا بھی یادگار رہے
ہم آپ سے جو گئے ہیں گئے ہیں مدت سے | الٰہی اپنا ہمیں کب تک انتظار رہے
ہوس اسیروں کے ٹک دل کی نکلے کچھ شاید | کوئی دن اور اگر موسم بہار رہے
اُٹھا جو باغ سے میں بیدماغ تو نہ پھرا | ہزار مرغِ گلستاں مجھے پکار رہے
لیا تو جاوے بھلا نام منہ سے یاری کا | جو ہم ستم زدوں سے یار کچھ بھی یار رہے
وصال ہجر ٹھہر جاوے کچھ نہ کچھ آخر | جو بیقرار مرے دل کو بھی قرار رہے
کرینگے چھاتی کو گلزار ہم جلا کر داغ | جو گل کے سینے میں ایسا ہی خار خار رہے
تکوں ہوں ایک سا میں گرد راہ کو اُس کی | نہ کیونکہ دونوں مری آنکھوں میں غبار رہے

نہ کریے گریۂ بے اختیار ہرگز میر
جو عشق کرنے میں دل پر کچھ اختیار رہے

بے لطف یار ہم کو کچھ آسرا نہیں ہے | سو کوئی دن جو ہے تو پھر سالہا نہیں ہے
سن عشق جو اطبا کرتے ہیں چشم پوشی | جانکاہ اس مرض کی شاید دوا نہیں ہے
جس آنکھ سے دیا تھا اُن نے فریب دل کو | اُس آنکھ کو جو دیکھو اب آشنا نہیں ہے

Marfat.com

جب دیکھو آئینے کو تب روبرو ہے اسکے
بے چشم و رو ہے اس سے شرم و حیا نہیں ہے

میں برگ بند اگرچہ زیر شجر رہا ہوں
فقر کسب ہے لیکن برگ و نوا نہیں ہے

شیریں نمک لبوں میں اسکی نہیں حلاوت
اس تلخ زندگی میں اب کچھ مزا نہیں ہے

اعضا گداز ہو کر سب بہ گئے ہیں میرے
ہجراں میں اسکے مجھ میں اب کچھ رہا نہیں ہے

سن سانحات عشقی ہنس کیوں نہ دو پیارے
کیا جانو تم کسو سے دل ٹک لگا نہیں ہے

دل خوں جگر کے ٹکڑے جب میر دیکھتا ہوں
اب تک زباں سے اپنی میں کچھ کہا نہیں ہے

لاکھوں فلک کی آنکھیں سب مند گئیں ادھر سے
نکلے نہ ناامیدی کیونکر مری نظر سے

برسے ہے عشق یاں تو دیوار اور در سے
روتا گیا ہے ہر اک جوں ابر میرے گھر سے

جو لوگ چلتے پھرتے یاں چھوڑ کر گئے تھے
دیکھا نہ ان کو اب کے آئے جو ہم سفر سے

قاصد کسو نے مارا خط راہ میں سے پایا
جب سے سنا ہے ہمنے وحشت ہے اس خبر سے

سو بار ہم تو تم بن گھر چھوڑ چھوڑ نکلے
تم ایکبار یاں تک آئے نہ اپنے گھر سے

چھاتی کے جلنے سے ہی شاید نہ آگ سلگی
اٹھنے لگا دھواں اب میرے دل و جگر سے

نکلا ہے سو جلا ہے نومید ہی چلا ہے
اپنا تھا یاں خواہش برگ و گل و ثمر سے

جھڑ باندھنے کا ہم بھی دیں گے دکھا تماشا
ٹک ابر قبلہ آکر آگے ہمارے برسے

سو نامہ بر کبوتر کر ذبح ان نے کھائے
خط چاک اڑتے پھرتے ہیں اسکی گلی میں پر سے

آخر گرسنہ چشم نظارہ ہو گئے ہم
ٹک دیکھنے کو اسکے برسوں مہینوں ترسے

اپنا وصول مطلب اور ہی کسو سے ہوگا
منزل پہونچ رہیں گے ہم ایسی رہگزر سے

سر دے دے مارتے ہیں ہجراں میں میر صاحب
یارب چھڑا تو ان کو چاہت کے درد سر سے

کافر بتوں سے مل کے مسلمان کیا رہے
ہو مختلط جوان سے تو ایمان کیا رہے

شمشیر اس کی حصہ برابر کرے ہے وو
ایسی لگی ہے ایک تو ارمان کیا رہے

ہے سر کے ساتھ مال و مناں آدمی کا سب
جاتا رہے جو سر ہی تو سامان کیا رہے

ویرانی بدن سے مرا جی بھی ہے اداس
منزل خراب ہووے تو مہمان کیا رہے

اہل چمن میں میں نے نہ جانا کسو کے تئیں
مدت میں ہو ملاپ تو پہچان کیا رہے

Marfat.com

حال خراب جسم ہے جی جانے کی دلیل / جب تن میں حال کچھ نہ رہے جان کیا رہے

جب سے جہاں ہے تب سے خرابی ہی ہے میر
تم دیکھ کر زمانے کو حیران کیا رہے

وہ اب ہوا ہے اتنا کہ جور و جفا کرے / افسوس ہے جو عمر نہ میری وفا کرے
ہجران یار ایک مصیبت ہے ہمنشیں / مرنے کے حال سے کوئی کب تک جیا کرے
صورت ہوا ایسی کوئی تو کچھ میری قدر ہو / مشتاق یار کو بھی کسو کا خدا کرے
مرنا قبول ہے نہیں زنہار یہ قبول / منت سے آن کر جو معالج دوا کرے
مستی شراب کی سی ہے آمد شباب / ایسا نہ ہو کہ تم کو جوانی نشا کرے
یارب نسیم لطف سے تیرے کہیں کھلے / دل اس چمن میں غنچہ سا کب تک رہا کرے
میں نے کہا کہ آتش غم میں جلے ہی دل / وہ سرد مہر گرم ہو بولا جلا کرے
رکنے سے میرے رات کے سارا جہاں رکا / آئے نسیم صبح کہ اک دم ہوا کرے
برسوں کیا کرے مری تربت کو گلفشاں / مرغ چمن اگر حق صحبت ادا کرے

عارف ہے میر اس سے ملا بیشتر کرو
شاید کہ وقت خاص میں تم کو دعا کرے

مدت سے تو دلوں کی ملاقات بھی گئی / ظاہر کا پاس تھا سو مدارات بھی گئی
کتنے دنوں میں آئی تھی اس کی شب وصال / باہم رہی لڑائی سو وہ رات بھی گئی
کچھ کہتے آکے ہم تو سنا کرتے وے خموش / اب ہر سخن پہ بحث ہے وہ بات بھی گئی
نکلی جو تھی تو بنت عنب عاصمہ ہی تھی / اب تو خراب ہو کے خرابات بھی گئی
عمامہ جانماز گئے لے کے شیخ جی / واعظ کی اب لباسی کرامات بھی گئی

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں
اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی

گل نے بہت کہا کہ چمن سے نہ جائیے / گلگشت کو جو آئیے آنکھوں پہ آئیے
میں بے دماغ کر کے تغافل چلا گیا / وہ دل کہاں کہ ناز کسو کے اٹھائیے
صحبت عجب طرح کی پڑی اتفاق ہائے / کھو بیٹھیے جو آپ کو تو اس کو پائیے
رنجیدگی ہماری تو پر سہل ہے ولے / آزردہ دل کسو کو نہ اتنا ستائیے

Marfat.com

خاطر ہی کے علاقے کی سب ہیں خرابیاں
اے ہمدم ابتدا سے ہے آدم کشی میں عشق
اتنی بھی کیا ہے دیدہ درائی کہ غیر سے
مچلا ہے وہ تو دیکھ کے لیتا ہے آنکھیں موند

اپنا ہو بس تو دل نہ کسو سے لگائیے
طبع شریف اپنی نہ ایدھر کو لائیے
آنکھیں لڑائیے ہمیں آنکھیں دکھائیے
سوتا پڑا ہو کوئی تو اُس کو جگائیے

جانِ غیور پر ہے ستم سا ستم کہ میر
بگڑا جنھوں سے چاہیے اُن سے بنائیے

لے عشق میں گئے دل پُر اپنی جان ہے
دل میں سمو دے تھے بہت پر حضور یار
تک دل سے آ کے آنکھوں میں ہے دید کی جگہ
اوّل[سلہ] زمینوں میں ہو مائل مری طرف
وہم ہے کہ آنکھیں مری لگ گئیں کہیں
کھل جاویں گی تب آنکھیں جو مر جاویگا کوئی
نامہربانی نے تو تمھاری کیا ہلاک
زنبور خانہ چھاتی غم دوری سے ہوئی

خالی ہوا جہاں جو گئے ہم جہان سے
نکلا نہ ایک حرف بھی میری زبان سے
بہتر نہیں مکان کوئی اس مکان سے
جو حادثہ نزول کرے آسمان سے
تم مار ڈالیو نہ مجھے اِس گمان سے
تم باز نہیں ہو آتے مرے امتحان سے
اب لگ چلینگے اور کسی مہربان سے
ہوئے ہم تلک نہ آئے کبھو کسرِ شان سے

تیر کیا کرے سخن میر یار میں
جب دیکھو لگ رہا ہے کوئی اُسکے کان سے

کہو سو کریے علاج اپنا طپیدنِ دل بلائے جاں ہے
نہ شب کو مہلت نہ دن کو فرصت دمادم آنکھوں سے خوں رواں ہے

تلاش دل کی جو دلبری سے ہمارے پاس آنکھیں رہے ہے
ستم رسیدہ شکستہ دل گیا بھی خوں ہو کے یاں کہاں ہے

کڑھا کریں ہیں ہوا ہے مورد جہان اجسام جب سے اپنا
غم جدائی جہان جاں کا ہمارے دل میں جہاں جہاں ہے

نہیں جو دیکھا ہے ہم نے اُسکو ہوا ہے نقصانِ جان اپنا
ادھر نہ دیکھے ہے وہ کبھو تو نگہ کا اُس کی مگر زیاں ہے

سلہ ہر بلائے کز آسماں آید ؛ گرچہ بر دیگراں قضا باشد ۔ بر زمیں نا رسیدہ می پرسد ؛ خانۂ انوری کجا باشد
(انوری)

بجا بھی ہے جو نہ ہووے مائل نگارِ سیرِ چمن کا ہرگز
گلوں میں ہمدم ہو کوئی اُس کا سو کس کا ایسا لبِ دہاں ہے

کسے ہے رنج و غم و الم سے دماغ سر کے اُٹھانے کا اب
مصیبت اُسکی زمانے میں تو ہمارے اوپر زماں زماں ہے

نہیں ہے اب میر پیرا اتنا جو ذکرِ حق سے تو منھ چھپاوے
پگاہ نعرہ زنی کیا کر ابھی تو نامِ خدا جواں ہے

سرِ راہ چندے انتظاری رہے
بھلا کب تلک بیقراری رہے

رہا ہی کیے آنسو پلکوں پہ شب
کہاں تک ستارہ شماری رہے

کہا بوسہ دے کر سفر جب چلا
کہ میری بھی یہ یادگاری رہے

کہیں خشک ہو چشمۂ چشم بھی
لہو منھ پہ تا چند جاری رہے

بس اب رہ چکی جانِ غمناک بھی
جو ایسی ہی تن کی نزاری رہے

تسلی نہ ہو دل اگر یار سے
ہمیں سالہا ہمکناری رہے

مرے ہیں دعاگو سنا خوب ہی
فقیروں کی گر گوش داری رہے

شبِ وصل تھی یا شبِ تیغ تھی
کہ لڑتے ہی وہ رات ساری رہے

کریں خواب ہمسائے کیونکر کہ یاں
بلا شور و فریاد و زاری رہے

پھرا کرتے ہیں خوار گلیوں میں ہم
کہاں تلک بے اعتباری رہے

کج ابروانِ اطفال میں ہے عجب
جو میر آبرو بھی تمھاری رہے

کیا منھ لگے گلوں کے شگفتہ دماغ ہے
پھولا پھرے ہے مرغِ چمن باغ باغ ہے

وہ دل نہیں رہا ہے نہ اب وہ دماغ ہے
جی تن میں اپنے بجھتا سا کوئی چراغ ہے

قامت سے اُس کی سرنگوں رہتے ہیں سرو و گل
خوبی سے اُسکی لالۂ صد برگ داغ ہے

یارب رکھیں گے پنبۂ و مرہم کہاں کہاں
سوزِ دروں سے ہائے بدن داغ داغ ہے

مدت ہوئی کہ زانو سے اُٹھتا نہیں ہے سر
کڑھنے سے رات دن کے ہمیں کب فراغ ہے

گھر گھر پھرے ہیں جھانکتے ہم نسیم جوں
پردے میں کوئی ہو کہ یہ اُس کا سراغ ہے

لہ تن ہمہ داغ دار شد پنبہ کجا کجا نہم +

Marfat.com

صورت فقیری کی نہ گئی مر گئے پہ بھی
اب چشم شیر گور کا میری چراغ ہے

لٹ نکلی ہے کسو کی مگر بکھری زلف سے
آنے میں بادِ صبح کو یاں اک دماغ ہے

ناہجروی سے مرغِ دلِ ناتواں پہ میر
اُس شوخ تڑکے سے مجھے باہم جناغ ہے

طبیعت نے عجب کل یہ ادا کی
کہ ساری رات وحشت ہی رہا کی

نمائش داغ سودا کی ہے سر سے
بہار اب ہے جنوں کی ابتدا کی

نہ ہو گلشن ہمارا کیونکہ بلبل
ہمیں گلزار میں مدت ثنا کی

مجھی کو ملنے کا ڈھب کچھ نہ آیا
نہیں تقصیر اُس نا آشنا کی

گئے جل حرِ عشق سے جگر دل
رہی بھی جان سو برسوں جلا کی

انھیں نے پردے میں کی شوخ چشمی
بہت ہم نے تو آنکھوں کی حیا کی

ہوا طالع جہاں خورشید داں سے
تردد کیا ہے ہستی میں خدا کی

ق

پیام اُس گل کو پہنچا پھر نہ آئی
نہ خوش آئی میاں گیری صبا کی

سبب حیرت کا ہے اُس کا توقف
سکدیا واں یہ اب تک کیا کیا کی

جفائیں سہیئے گا کہتے تھے اکثر
ہماری عمر نے پھر گر وفا کی

جواں ہونے کی اُسکے آرزو تھی
سو اب بارے ہمیں سے یہ جفا کی

ق

ہو گیا تھا رات دروازے پہ اُسکے
فقیرانہ دعا کر جو صدا کی

لگا کہنے کہ یہ تو ہمنشیناں
صدا ہے دلخراش اس ہی گدا کی

رہا تھا دیکھ پہلے جو نگہ کر
ہمارے میر دل میں اُن نے جا کی

بلا اب تو نہ وہ ملنا تھا اُس کا
نہ ہم سے دیر آنکھ اُسکی ملا کی

ہم رو رو کے دردِ دلِ دیوانہ کہیں گے
جی میں ہے کہو حالِ غریبانہ کہیں گے

سودائی و رسوا و شکستہ دل و خستہ
اب لوگ ہمیں عشق میں کیا کیا نہ کہیں گے

دیکھے سو کہے کوئی نہیں جرم کسو کا
کہتے ہیں بجا لوگ بھی بیجا نہ کہیں گے

ہوں دربدر و خاک بسر چاک گریباں
اسطور سے کیونکر مجھے رسوا نہ کہیں گے

۵۱ شاید اُس زلف سے لگی ہے میر: بازے اک داغ نکلے ہے + ۵۲ اسی سے جگر زاغ بنا ہے۔ زناغی ہونا: ہم بہنا یا ہونا اور میر کی مراد یہاں اسی قسم کی ہے ۱۲ ۵۳ میاں گیری۔ ثالثی قاصدی ۱۲ ۵۴ سے میں جو جو ۵ تو بولے یہ آواز: اُسی خانہ خراب کی سی ہے + میر۔

Marfat.com

ویرانے کو مدت کے کوئی کیا کرے تعمیر
اُجڑی ہوئی آبادی کو ویلا نہ کہیں گے

میں رویا کر ڈھا کرتا ہوں دنرات جو درویش
من بعد مرے تکیے کو غم خانہ کہیں گے

موقوف غمِ **میر** کہ شب ہو چکی ہمدم
کل رات کو پھر باقی یہ افسانہ کہیں گے

مدت سے پائے چنار رہے ہیں مدت گلخن تابی کی
برسوں ہوئے ہیں گھر سے نکلے عشق نے خانہ خرابی کی

مشق نوشتن جن کی رسا ہے وے بھی چپ ہیں حیرت سے
نقل کروں میں خوبی خط کیا اُس کے چہرے کتابی کی

وہ نہیں سنتا یہی بھی میری تین میں ہوں نہ تیرہ میں
گنتی میں کچھ ہوں تو میری قدر ہو حرف حسابی کی

دیر جوانی کچھ رہتی تو اُس کی **جفا** کا اُٹھتا مزا
عمر نے میرے گزر جانے میں ہائے دریغ شتابی کی

جام گلوں کے خزاں میں نگوں ہیں نکہت خوش بھی چمن سے گئی
مے شاید کہ تمام ہوئی ہے ہر غنچہ کی گلابی کی

جیتے جاگتے اب تک تو ہیں لیکن **جیسے** مردہ ہیں
یعنی بیدم سست بہت ہیں حسرت سے بیخوابی کی

اچھی ہی ہے یہ جنس وفا یاں لیک نہ پائی ہمنے کہیں
داغ ہوئی ہے جان ہماری اس شئے کی نایابی کی

جیب و دامن تر رہتے ہیں آٹھ پہر کے رونے سے
قدر نہیں ہے ہمکو ہرگز اپنے جامۂ آبی کی

تنگ خلق کیا ہے ہم کو آخر دستِ خالی نے
عالم میں اسباب کے ہے کیا شورش بے اسبابی کی

عشق **میر** کسو سے اتنا اب تک ظاہر ہم پہ نہ تھا
حرفِ یار جو منھ سے نکلا اُن نے بلا بے تابی کی

خم ہوا قد کماں سا پیر ہوئے
سو ہم اُس کے نشانِ تیر ہوئے

Marfat.com

اب نہ حسرت رہے گی مرنے تک
موسمِ گل میں ہم اسیر ہوئے

میں ہی درویش خوار و زار نہیں
عشق میں بادشہ فقیر ہوئے

ہے شرارت کا وقت عہدِ شباب
تم لڑکپن ہی سے شریر ہوئے

گھر کو اس کے خراب ہی دیکھا
جبکے یہ چشم و دل مشیر ہوئے

شور جنکے سروں میں عشق کا تھا
وے جواں سارے پائے گیر ہوئے

یاں کی خلقت کی ہے زباں اُلٹی
کہتے ہیں اندھوں کو بصیر ہوئے

نہوئے ہم نظیری[1] سے یوں تو
شعر کے فن میں بے نظیر ہوئے

بات کا ہم سے اُنکو کب ہے دماغ
میر درویشی میں امیر ہوئے

آؤ کبھو تو پاس ہمارے بھی ناز سے
کرنا سلوک خوب ہے اہلِ نیاز سے

پھرتے ہو کیا درختوں کے سائے میں دور دور
کر لو موافقت کسو بے برگ و ساز سے

ہجراں میں اُس کے زندگی کرنا بھلا نہ تھا
کوتاہی جو نہ ہووے یہ عمرِ دراز سے

مانند سبحہ عقدے نہ دل کے کبھو کھلے
جی اپنا کیونکہ اُچٹے نہ روزے نماز سے

کرتا ہے چھید چھید ہمارا جگر تمام
وہ دیکھنا ترا مژۂ نیم باز سے

دل پر ہوا ختیار تو ہرگز نہ کریے عشق
پرہیز کریے اس مرض جانگداز سے

آگے بچھا کے نطع کو لاتے تھے تیغ و طشت
کرتے تھے یعنی خون تو اک امتیاز سے

مانع ہوں کیونکہ گریۂ خونیں کے عشق میں
ہے ربط خاص چشم کو افشائے راز سے

شاید شراب خانے میں شب کو رہے تھے میر
کھیلے تھا ایک مغبچہ مہر نماز سے

رشکِ شمشیر ابرو کا خم ہے
تیر و نشتر سے کیا پلک کم ہے

تم کرو شاد زندگی کہ مجھے
دل کے خوں ہونیکا بہت غم ہے

جب سے عالم میں جلوہ گر ہے تو
جھگڑے میں تمام عالم ہے

جس دم پر نہ جائیو اُن کے
شیخ صاحب کا یہی اکدم ہے

زالِ دنیا کو جس نے چھوڑ دیا
وہی نزدیک اپنے رستم ہے

[1] نظیری تخلص محمد حسین نام - فارسی کا مسلم الثبوت شاعر - نیشاپور سے ہندوستان چلا آیا تھا - عبدالرحیم خانخاناں اسکو بہت عزیز رکھتا تھا - ۱۰۲۱ھ میں انتقال کیا۔

Marfat.com

سرو و طوبیٰ کا ناز ہے بیجا
اُس کے قد کا سا کب خم و چم ہے

کچھ تو نسبت ہے اُسکے بالوں سے
یوں ہی کیا حال میرؔ درہم ہے

جو لوگ آسمان نے یاں خاک کر اُڑائے
بے عبرتوں نے لے کر خاک اُن کی گھر بنائے
رہنے کی کوئی جاگہ شاید نہ تھی اُنھوں کی
جویاں سے اُٹھ گئے ہیں وے پھر کبھو نہ آئے
لڑکے برہمنوں کے صندل بھری جبینیں
ہندوستاں میں دیکھے سو ان سے دل لگائے
ہر اک صنم کدے کی کافر جگہ ہے ہم نے
قشقے بھی یاں کھنچائے زنار بھی بندھائے
پامال لوگ کیا کیا آگے ہوئے ہیں تم سے
میرؔ بھی تم جو آئے یاں تم نے سر اُٹھائے
کیا گھورتے ہو ہر دم ڈرتے نہیں ہیں کچھ ہم
جن آنکھوں پر ہیں عاشق اُن آنکھوں کے دکھائے

وہ شرر فشاں جو نکلے ہے منھ سے ہر دم
روشن ہے میرؔ غم نے قلب و کبد جلائے

ہم کبھو غم سے آہ کرتے تھے
آسماں تک سیاہ کرتے تھے
اے خوشا حال اسکا جسکا دے
حال عمداً تباہ کرتے تھے
برسوں رہتے تھے راہ میں اُسکے
شب اک اُس سے راہ کرتے تھے
بھی آنکھیں ہم اسکو دیکھا کیے
کبھو اودھر بھی نگاہ کرتے تھے
ہے جوانی کہ موسمِ گل میں
جائے طاعت گناہ کرتے تھے

کیا زمانہ تھا وہ جو گزرا میرؔ
ہم مگر لوگ چاہ کرتے تھے

وے سیہ موئی وہ گرفتاری
ناز و غمزوں کی ویسی عیاری
لکی دل اُن سے بچ گیا تو کیا
پھر جلاتے رہے کہ اُڈھ عیاری
اچھا ہوتا نہیں مریضِ عشق
ساتھ جی کے ہے دل کی بیماری
کیوں نہ ابرِ بہار ہو رنگ
برسوں دیکھی ہے میری خونباری
شور و فریاد و زاری شب سے
شہریوں کو ہے مجھ سے بیزاری
بہے جاتے ہیں رات دن آنسو
دیدۂ ترکی نہر ہے جاری
مر رہیں اس میں یار ہیں جیتے
شیوہ اپنا تو ہے وفاداری

Marfat.com

کیونکہ راہِ فنا میں بیٹھیے گا
جرمِ تجدید سے ہے گرانباری

واں سے خشم و خطاب ناز و عتاب
یاں سے اخلاص وہ دوستی یاری

میر چلنے سے کیوں ہو غافل تم
سب کے ہاں ہو رہی ہے تیاری

جمع انگلی سے اُن نے ترکش کیے ہیں خالی
کس مرتبے میں ہوگی سینوں کی خستہ حالی

درگیر کیونکہ ہوگی اس شعلہ خو سے صحبت
دیوانگی یہ اتنی وہ اتنا لاابالی

بے اختیار شاید آہ اس سے کھنچ گئی ہو
جب صورت ایسی تیری نقاش نے نکالی

اتنی سڈول دیہی دیکھی نہ ہم سُنی ہے
ترکیب اُسکی گویا سانچے میں گئی ہے ڈھالی

وصل و فراق دونوں بحالی ہی بن گزرے
اب تک مزاج کی میں پاتا نہیں بحالی

میں خاکسار اُن تک پہونچی دعا نہ میری
وے ہفتم آسماں پہ اُن کا دماغ عالی

آنکھیں فلک کی لاکھوں تب پھبتیاں ہی دیکھیں
مانند برقِ خاطف تیغ اُن نے جب نکالی

کل نقش زیرِ سر تھے جو لوگ کٹ گئے سب
پھر بھی زمین سر پر یاروں نے آج اٹھالی

طفلی میں ٹیڑھی سیدھی ٹوپی کا ہوش کب تھا
پگڑی ہی پھیر رکھی اُن نے جو سُدھ سنبھالی

معقول اگر سمجھتے تو میر بھی نہ کرتے
لڑکوں سے عشقبازی ہنگامِ کہنہ سالی

دوستی نے تو ہماری جانگدازی خوب کی
آہ اُس دشمن نے یہ عاشق نوازی خوب کی

گور پر آیا سمندِ ناز کو جولاں کیے
اس سپاہی زادے نے کیا ترکتازی خوب کی

عاشقوں کی خستگی بدحالی کی پروا نہیں
اے سراپا ناز تو نے بے نیازی خوب کی

تنگ چولی نے تو مارا تنگ ورزی سے ہمیں
خاک بھی برباد کی دامن درازی خوب کی

سان مارا اور کشتوں میں مرے کشتے کو بھی
اس کشندے لڑکے نے بے امتیازی خوب کی

چھوڑ کر معمورۂ دنیا کو جنگل جا بسے
ہم جہانِ آب و گل میں خانہ سازی خوب کی

کھیل لڑکوں کا سمجھکر چاہ کو آخر گئے
میر پیری میں تو تم نے عشقبازی خوب کی

اے عشق بے محابا تو نے تو جان مارے
تک حسن کی طرف ہو کیا کیا جوان مارے

طائر فریب لگتا ہے وہ شکار پیشہ
مرغانِ باغ سارے گرد ہیں اسکے ماتے

Marfat.com

اس سخن رس سے اگر شب کی ملاقات رہے
بات رہ جائے نہ یہ دن رہیں نے رات رہے

فخر سے ہم تو کلہ اپنی فلک پر پھینکیں
اسکے سگ سے جو ملاقات مساوات رہے

کھنچے لے گئے سجادہ و عمامہ اچک
شیخ کی میکدے میں کیونکہ کرامات رہے

دھجیاں جامہ کی کر دو نگا جنوں میں اب کے
گر گریباں دری کا کام مرے ہاتھ رہے

خاک کا پتلا ہے آدم جو کوئی اچھی کہے
عالم خاک میں برسوں تئیں وہ بات رہے

بات واعظ کی مؤثر ہو دلوں میں کیونکہ
دن کو طامات رہے شب کو مناجات رہے

تنگ ہوں میر جی بیطاقتی دل سے بہت
کیونکہ یہ ہاتھ تلے قبلۂ حاجات رہے

کیا عشق بے محابا ستھراؤ کر رہا ہے
میداں بزن گہوں کے کشتوں سے بھر رہا ہے

غیرت سے دلبری کے ڈر چاندنی نہ دیکھے
مہتابی ہی رخ اس کا پیش نظر رہا ہے

خونریز ناتواں میں اتنا نہ کوئی بولا
کیا مارتا ہے اس کو یہ آپ ہی مر رہا ہے

پائیز کب کرے ہے افسردہ خستہ اتنا
تو بھی جدا کسو سے اے گل گر رہا ہے

خجلت سے آجکل کیا اُن نے کیا کنارا
دریا ہمیشہ میری گریے سے تر رہا ہے

میں اک نگاہ گا ہے خوش رو کوئی نہ دیکھا
الفت رہی ہے جس سے اُس ہی کا ڈر رہا ہے

رہتا نہیں ہے رکھے تھمتا نہیں تھمائے
دل اب تڑپ تڑپ کر اک ظلم کر رہا ہے

یہ کارواں سرا تو رہنے کی گوں نہ نکلی
ہر صبح یاں سے ہم کو عزم سفر رہا ہے

بعد از نماز سجدہ اس شکر کا کروں ہوں
روزدوں کا چاند پیدا سب بخبر رہا ہے

کیا پھر نظر چڑھا ہے اے میر کوئی خوش رو
یہ زرد زرد چہرہ تیرا اُتر رہا ہے

کیا طرح ہے یاں جو آئے ہو تو شرمائے ہوئے
بات مخفی کہتے ہو غصے سے جھنجھلائے ہوئے

اس مرے نو باوۂ گلزار خوبی کے حضور
اور خوباں جوں خزاں کے گل ہیں مرجھائے ہوئے

چھپکے دیکھا ہمرہاں نے اسکو سو غش آگیا
حیف بیخود ہو گئے ہم پھر بخود آئے ہوئے

ہر زماں لے لے اٹھو ہو تیغ بیجا مجکو دیکھ
آئے ہو مستانہ کس دشمن کے بہکائے ہوئے

گھر میں جی لگتا نہیں اُس بن تو ہم ہو کر اداس
دور جاتے ہیں نکل صحراں سے گھبرائے ہوئے

ایک دن موئے دراز اُسکے کہیں دیکھے تھے میں
ہیں گلے کے ہار اُنکے بال بل کھائے ہوئے

Marfat.com

دشمنی سے سایۂ عاشق کو جو مارے ہے تیر
اُس کماں ابرو کے جا کر میر ہمسائے ہوئے

چرخ پر اپنا مدار دیکھیے کب تک رہے
ایسی طرح روزگار دیکھیے کب تک رہے

سہرے کہاں تک پڑیں آنسوؤں کے چہرے پر
گریہ گلے ہی کا ہار دیکھیے کب تک رہے

ضعف سے آنکھیں مندی ہل نہ گئیں پھر شتاب
غش یہ ہمیں ابکی بار دیکھیے کب تک رہے

لب پہ مرے آنکر بارہا پھر پھر گئی
جان کو یہ اضطرار دیکھیے کب تک رہے

اُس سے تو عہد و قرار کچھ بھی نہیں درمیان
دل ہے مرا بیقرار دیکھیے کب تک رہے

اس سیرے سے اس سیرے داغ ہی ہیں صدر میں
ان بھی گلوں کی بہار دیکھیے کب تک رہے

آنکھیں تو پتھرا گئیں تکتے ہوئے اس کی راہ
شام و سحر انتظار دیکھیے کب تک رہے

آنکھ ملاتا نہیں ان دنوں وہ شوخ ٹک
ہمرہ ہے ہم سے یار دیکھیے کب تک رہے

روئے سخن سب کا ہے میری غزل کی طرف
شعر ہے میر اشعار دیکھیے کب تک رہے

گیسو و رخسار یار آنکھوں ہی میں پھرتے ہیں
میر یہ لیل و نہار دیکھیے کب تک رہے

فلک گر لے کے قابل آسماں ہے
کہ یہ پیرانہ سر جاہل جواں ہے

گئے ان قافلوں سے بھی اُٹھی گرد
ہماری خاک کیا جانیں کہاں ہے

بہت نامہرباں رہتا ہے یعنے
ہمارے حال پر کچھ مہرباں ہے

ہمیں جس جائے کل غش آ گیا تھا
وہیں شاید کہ اُس کا آستاں ہے

مژہ ہر اک ہے اُسکی تیر ناوک
خمیدہ بھوں جو ہے زوریں کماں ہے

اسے جبتک ہے تیراندازی کا شوق
زبونی پر مری خاطر نشاں ہے

چلی جاتی ہے دھڑکوں ہی میں جاں بھی
یہیں سے کہتے ہیں جاں کو رواں ہے

اسی کا دم بھرا کرتے رہیں گے
بدن میں اپنے جبتک نیم جاں ہے

پڑا ہے پھول گھر میں کا ہیکو میر
جھمک ہے گل کی برق آشیاں ہے

ہم رہن بادہ جامۂ احرام کر چکے
مستی کی دیر میں قسم اقسام کر چکے

جامہ ہی وجہ مے میں ہمارا نہیں گیا
دستار و رخت سب گرو جام کر چکے

Marfat.com

زنار پہنا سبحہ کے رشتے کے تار توڑ
ترک نماز و روزہ و اسلام کر چکے

جب کرنے بیٹھے مالا لیے پیش رو بت
کفر اختیار کرنے میں ابرام کر چکے

صندل کے قشقے دیکھ برہمن بچوں کے بیچ
عاشق ہوئے سو آپ کو بدنام کر چکے

واسوختہ ہو دیر سے کعبے کو پھر گئے
سو بار اضطراب پیغام کر چکے

شکر و گلہ صنمکدے کا حرف حرف میر
کعبے کے رہنے والوں کو ارقام کر چکے

عشق کیا کوئی اختیار کرے
وہی جی مارے جسکو پیار کرے

غنچہ سے ہے سر یہ داغ سودا کا
دیکھیں کب تک یہ گل بہار کرے

آنکھیں پتھرائیں چھاتی پتھر ہے
وہی جانے جو انتظار کرے

سہل وہ آشنا نہیں ہوتا
دیر تیں اُس کو کوئی یار کرے

کنج میں دامگہ کے ہوں شاید
صید لاغر کو بھی شکار کرے

کبھو سچے بھی ہو کوئی کب تک
جھوٹے وعدوں کو اعتبار کرے

بھول گیا میر جس کو وہ محبوب
سر چڑھاوے گلے کا ہار کرے

سب کام سونپ اس کو جو کچھ کام بھی چلے
جب نام اُس کا صبح کو تا نام بھی چلے

گل بکھرے لال میرے قفس پر خزاں کے بعد
شاید کہ اب بہار کے ایام بھی چلے

خط نکلے پر بھی یار نہ لکھتا تھا کوئی حرف
سو اُسکو اب تو لوگوں کے پیغام بھی چلے

سایہ سی اُسکے پیچھے لگی پھرتی ہے پری
وہ کیا جو آگے یار کے دو گام بھی چلے

پھر صعوہ کے خرام کی بے لطفی دیکھیو
جب راہ دو قدم وہ گل اندام بھی چلے

اب وہ نہیں کہ تھانبے تھمے اضطرار سے
اک عمر ہم تو ہاتھ سے دل تھام بھی چلے

یہ راہ دور عشق نہیں ہوتی میر طے
ہم صبح بھی چلے گئے ہیں شام بھی چلے

اب دشت عشق میں ہیں یہ تنگ آئے جان سے
آنکھیں ہماری لگ رہی ہیں آسمان سے

پڑتا ہے پھول برق سے گلزار کی طرف
دھڑکے ہے جی قفس میں غم آشیان سے

یکدست جوں صداے جرس بیکسی کے ساتھ
میں ہر طرف گیا ہوں جدا کاروان سے

Marfat.com

تم کو تو التفات نہیں حال زار پر ۔ اب ہم ملیں گے اور کسو مہربان سے
تم ہم سے صرفہ ایک نگہ کا کیا کیے ۔ اغماض ہم کو اپنے ہے جی کے زیان سے
جاتے ہیں اسکی اور تو عشاق تیر سے ۔ قامت خمیدہ ان کی اگر ہیں کمان سے
دلکش قد اسکا آنکھوں تلے ہی پھرا کیا ۔ صورت گئی نہ اسکی ہمارے دھیان سے
آتا نہیں خیال میں خوش قد کوئی کبھو ۔ تو مار ڈالیو نہ مجھے اس گمان سے
آنکھوں میں آکے دل سے نہ ٹھہرا تو ایکدم ۔ جاتا ہے کوئی دید کے ایسے مکان سے

دیں گالیاں انھیں نے وہی بیدماغ ہیں
میں میر کچھ کہا نہیں اپنی زبان سے

گلبرگ سی زباں سے بلبل نے کیا فغاں کی ۔ سب جیسے اڑ گئی ہے رنگینی گلستاں کی
مطلوب کم کیا ہے تب اور بھی پھرے ہے ۔ بیوجہ کچھ نہیں ہے یہ گردش آسماں کی
مائل ستم کے ہونا جور و جفا بھی کرنا ۔ انصاف سے یہ کہنا یہ رسم ہے کہاں کی
ہے سبزہ لب جو اس لطف سے چمن میں ۔ جوں بھیگتی مسیں ہوں کوئی نوجواں کی
ہیں گھر جہاں میں اپنے لڑکوں کے سے بنائے ۔ جب چاہا تب مٹایا بنیاد کیا جہاں کی
صوم و صلوٰۃ یکسو میخانے میں جو تھے ہم ۔ آواز بھی نہ آئی کانوں میں یاں اذاں کی
جب سامنے گئے ہم ہم نے اسے دعا دی ۔ شکل ان نے دیکھتے ہی غصہ کیا زباں کی

دیکھیں تو میر کیونکر ہجراں میں ہم جیے ہیں
ہے اضطراب دل کا بیطاقتی ہے جاں کی

Marfat.com

فردیات

میر تقی میر دہلوی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فردیات

کیا کہیے عشق حُسن کی آپہی طرف ہوا
دل نام قطرہ خون یہ ناحق تلف ہوا

مے گلوں کی بو سے بسکہ میخانہ مہکتا تھا
لب ساغر پہ منھ رکھ رکھ کے ہر شیشہ بہکتا تھا

جب کہ تابوت مرا جائے شہادت سے اُٹھا
شعلۂ آہ دل گرم محبت سے اُٹھا

گرچہ اُمید اسیری پہ یہ ناشاد آیا
دام صیاد کا ہوتے ہی خدا یاد آیا

یکبارہ جیب کا بھی بجا ہیں نہیں سیا
وحشت میں جو سیا سو کہیں کا کہیں سیا

اُٹھوں نہ خاک سے کشتہ میں کم نگاہی کا
دماغ کسکو ہے محشر کی دادخواہی کا

دل گیا رسوا ہوئے آخر کو سودا ہو گیا
اس دو روزہ زیست میں ہم پر بھی کیا کیا ہو گیا

ہے لب نمکیں علاج میرا
پر بے مزہ ہے مزاج میرا

کس طور تو نے باغ میں آنکھوں کے تئیں ملا
نرگس کا جس سے رنگ شکستہ بھی اڑ چلا

آنے کے وقت تم تو کہیں کے کہیں رہے
اب آئے تم تو فائدہ ہم ہی نہیں رہے

ناچار ہم تو تجھ بن جی مار کر رہیں گے
پر اس روش کو تیری یہ لوگ کیا کہیں گے

وعدے ہر روز رہے اور تم آتے ہی رہے
ہمکو دیکھو کہ لگے چلنے تو جاتے ہی رہے

مہیا جس کنے اسباب ملکی اور مالی تھے
وہ اسکندر گیا یاں سے تو دونوں ہاتھ خالی تھے

Marfat.com

کلاہ کج سے ہر غنچہ کی پیدا ہے گلستاں میں
کہ کیا کیا اس چمن میں دلبروں کے لاابالی تھے

کھا کے دانہ یہ دام بچھوایا
ہوئے آدم کو بھی بہشت نصیب

تری زلفِ سیہ کی یاد میں آنسو جھمکتے ہیں
اندھیری رات ہے برسات ہے جگنو چمکتے ہیں

جیسے نسیم ہر سحر تیری کروں ہوں جستجو
خانہ بخانہ در بدر شہر بہ شہر کو بہ کو

نورِ نظر کو کھو کے میں سوزِ نگاہ دیکھیو
دل بھر رہا ہے خوب ہی زورِ نگاہ دیکھیو

نہ رہ[۱] دنیا میں دل جمعی سے جو انسان جاتا ہے
سفر کا بھی رہے خطرہ کہ اس منزل سے جانا ہے

مدت ہوئی کہ تاب و تواں جی چھپا گئے
بیتاب کر کے خاک میں ہم کو ملا گئے

وے دن گئے کہ آٹھ پہر اسکے پاس تھے
اب آ گئے تو دور سے کچھ غم سنا گئے

صبح سے بن علاج دو خوش ہے
تیرا بیمار آج تو خوش ہے

کیا کہوں اس سے کچھ بھی چھوٹا ہے
ملکِ دل ان نے صاف لوٹا ہے

خاک سے میر کیوں نہ یکساں ہوں
مجھ پہ تو آسمان ٹوٹا ہے

سوائے سنگدلی اور کچھ ہنر بھی ہے
بتاں دلوں میں تمھارے خدا کا ڈر بھی ہے

ترے فراق میں کچھ کھا کے سو رہوں گا میں
تو کس خیال میں ہے تجھ کو کچھ خبر بھی ہے

ہنس دے ہے دیکھتے ہی کیا خوب آدمی ہے
معشوق بھی ہمارا کیا خوب آدمی ہے

انسان ہو جو کچھ ہے ادراک ہے سرِّ لولاک
ناداں زمیں زماں سے مطلوب آدمی ہے

[۱] یہ شعر قدیم نسخے میں بھی ایسا ہی ہے۔ اگرچہ اس کے قافیے صحیح نہیں ہیں کیونکہ جانا جانا دونوں میں ایطائے جلی پیدا کرتا ہے ۱۲ [۲] اس شعر کے قافیے سے بھی ایطا پیدا ہوتا ہے۔ معلوم نہ ہو سکا کہ اصل میں کیا تھا۔ نسخہ ہائے قدیم میں یونہی ہے ۱۲

Marfat.com

کیا خط لکھوں کہ رونے سے فرصت نہیں رہی — لکھتا ہوں تو پھرے ہے کتابت بہی بہی

سبھوں کے خط لیے پوشیدہ قاصد آج جاتا ہے
چلا ہے یار کے کوچے کو پھر مجھ سے چھپاتا ہے

وصل کی جب سے گئی ہے چھوڑ دلداری مجھے — ہجر کی کرنی پڑی ہے ناز برداری مجھے

میں گریباں پھاڑتا ہوں وہ سلا دیتا ہے میر
خوش نہیں آتی نصیحت گو کی غمخواری مجھے

حیران اُس بھبھوکے کے سب دوش ہو گئے — شمع و چراغ بزم میں خاموش ہو گئے

عمر گزری کہ ترے کوچے کے آنے سے گئے — دور سے ایک نظر دیکھ کے جانے سے گئے

کیوں گردنِ ہلال ابھی سے ڈھلک چلی — ابرو تک اک طرف پلک اسکی نہیں ہلی

ہمت دے باد تند کو ایسی کہ بعدِ مرگ
مشتِ غبار میر نجف پہونچے یا علیؑ

یکدم تو خون سوکھا مژگاں پہ ہو کے جاری — گر اے طپش جگر کی اب تو ہی آبیاری

شوخ عاشق قد کو تیرے سرو یا طوبیٰ کہے — کچھ ٹھہرتا ہی نہیں کوئی کہے تو کیا کہے

مرے رنگِ شکستہ پر ہنسیں ہیں مرداں سارے
ہوا ہوں زعفراں کا کھیت تیرے عشق میں پیارے

عرق گرتا ہے تیری زلف سے جو دل سہمتا ہے
کہ شب تاریک ہے پھر ٹوٹتے ہیں دمبدم تارے

جو سیلِ سرشک کا چلے سے — دریا کے بھی ہونٹھ جالے سے

نظر کرکے وہ سلکِ دندانِ یار — ہوئے پانی پانی دُرِ شاہوار

اس ستمدیدہ کی صحبت سے جگر لوہو ہی — آب ہو جائے کہ یہ دل خلشِ پہلو سے

ابر جب مجھ خاک پر سے ہو گیا — ایک دو دم زار باراں رو گیا

کیا کہوں میں میر اپنی سرگزشت
ابتدا ہی قصے میں وہ سو گیا

فردوس سے کچھ اُس کی گلی میں کمی نہیں — پر پاسبانوں میں واں کے کوئی آدمی نہیں

تو گلِ باغ پر نہ بلبل بھول — وہ بھی ہے گا گلاب کا سا پھول

Marfat.com

نسبت یہ ہے دور اُس گل سے
وہ شگفتہ ہے یہ گرفتہ ہے

کس رو سے اُس کے ہوگا تو نقطے سے مقابل
اے آفتاب تیرا منھ تو ملیاق سا ہے

مصرعۂ زلف کا نہ پایا پیچ
شاعروں نے بھی فکر کر دیکھے

کوچۂ یار سے نہ جاویں گے
کیسے ہی ہونگے ہم گئے گزرے

ترے لعل جانبخش کو ہم نے بتلا
کیا آبِ حیواں کو پانی سے پتلا

ایک عالم ہے کشتہ اُس لب کا
الغرض اس پہ وارت ہے سب کا

دل سمجھتا نہیں ہمارا آہ
زلف اُسکی ہے ایک مارِ سیاہ

پیر کنعاں سے گیا جب دردِ عشق
گو مثل ہو آنکھ پھوٹی پیڑ گئی

وابستہ دلبروں کے خاموش ہیں ہمیشہ
ان ساحروں نے ایسے منھ عاشقوں کے باندھے

نہ سُنے گا مری فغاں پھر تو
ہیں ترے کان کھول رکھتے ہیں

آرسی آرسی وہ ہے وہ ہے
یہ نہ منھ دیکھنے کی سی میں نے کہی

بخت دشمن بلند تھے ورنہ
کوہکن نے بھی سر کو پھوڑا تھا

جو ترے لب سے کام رکھتے ہیں
یعنی کو [illegible] رکھتے ہیں

دل تاب ٹک بھی لاتا تو کہنے میں کچھ آتا
اُس تشنہ کام نے تو پانی بھی پھر نہ مانگا

لائق نہیں تمھارے مژگانِ خوش نگاہاں
مجروح دل کو میرے کانٹوں میں مت گھسیٹو

غم میں دل صبر و ہوش اے پیارے
ہاتھ کانوں پہ رکھ گئے سارے

لٹ گئی اُسکو دیکھ گل کی فصل
سارے گلبن تھے تو کھڑے بے گل

کر نظر اک دور سے مجھ داغ میں
[illegible] کر گیا گل باغ میں

اُن نے دیکھا جو اُٹھ کے سوتے سے
اڑ گئے آئینے کے توتے سے

کیسہ پُر زر ہو تو جفا جویاں
تم سے کتنے ہمارے [illegible]

دیکھتا ہوں تو کام میرا میر
اول عشق ہی میں آخر ہے

پائے پُر آبلہ سے مجھ کو بنی گئی ہے
صحرا میں رفتہ رفتہ کانٹوں نے [illegible]

بس نہ لگ چل نسیم مجھ سے کہ میں
رہ گیا ہوں [illegible]

چشمِ ہر گل پہ اُس کے جا دیکھی
اُس کی باغ میں [illegible] دیکھی

Marfat.com

عشق میں مرگ ابتدا ہے تو
جو نما تو تو انتہا ہے تو

تری ہمچشم نرگس کیا صنم ہے
لکھا ہے گر کہیں سہو القلم ہے

تجھ بن چمن میں جو تھا دل کو ٹٹولتا تھا
گل منہ نہ کھولتا تھا بلبل نہ بولتا تھا

نقد دل چھوڑتے نہیں خوباں
اس پہ گویا کہ قرض کھایا ہے

مایوس ہو عمل اس کا جیتوں میں مت کہو تم
جو ہو شمار دم میں اس کی امید کیا ہے

خضر رہ عشق میں نہ ڈھونڈھ کہ یاں
راہ کی بات کھوئے دیتی ہے

غالب ہے کوئی دن کو ڈھونڈھو تو پھر نہ پاؤ
دل رفتہ رفتہ غم میں آدھا نہیں رہا ہے

فاتحہ کو نہ آیا بعد از مرگ
میر کے یار کی طرح دیکھو

گر صرف دید عمر بھر ہے تو یاں کہاں
ہے سیر مفت میر تجھے پھر جہاں کہاں

راہ آنسو کی کب تلک تکیے
خون دل ہی کا اب مزا چکھیے

بید سا کانپتا تھا مرتے وقت
میر کو دیکھو مجنوں کے تکیے

چلی جاتی ہے جاں ہی اب بھلا تدبیر کیا کریے
تداوی سے مرض گزرا کہو اب میر کیا کریے

Marfat.com

تضمین

میر تقی میر دہلوی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تضمین مطلع خود با مطلع استاد

نہ اسکندر نہ دارا ہے نہ کسریٰ ہے نہ قیصر ہے ۔ یہ بیت المال ملکِ بیوفا بے وارثہ گھر ہے
جہان کہنہ خلقے را بدل داغ ہوس ماندہ ۔ بیا ساقی کہ این ویرانہ از بسیار کس ماندہ

خود بخود کھو یا گیا ہے کتنے روزوں سے فقیر ۔ وہ نہیں ہے اب جو تم نے بیش ازیں دیکھا تھا میر
دوستاں غلطی بحال نامرادم رفتہ است ۔ داشتم چیزے کہ من بودم زیادم رفتہ ہست

نہ اپنے در سے مجھے دور کر شتابی سے ۔ کہ یہاں تئیں پہونچا ہوں کس خرابی سے
زضعف دست بدیوار دادہ آمدہ ام ۔ بہر دو گام زمانے نشستادہ آمدہ ام

مشہور ہیں عالم میں تو کیا ہیں بھی کہیں ہم ۔ القصہ نہ درپے ہو ہمارے کہ نہیں ہم
عنقا سرو بر گیم میسر نشد از فقرا ہیچ ۔ عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

میں رہ گیا تھا لاجرم شکوے سے جب اے تو نے ۔ تب کی بھلا تب ہی گئی ہنگامہ تھا ہمرہ ترے
اکنوں کہ تنہا دیدمت لطف ار نہ آزارے بکن ۔ تلخے بگو سنگے بزن تیغے بکش کارے بکن

چمن میں دھر کے ہنستا نہ رہ برنگِ گل ۔ کہ صبح شاخ پہ یہ بیت پڑھتی تھی بلبل
دریں حدیقہ بہار و خزاں ہم آغوش ست ۔ زمانہ جام بدست و جنازہ بردوش ست

رہے ہم کشتگاں سے ذمے منت یار کی کیسی ۔ کہ پھر بانی نہ مانگا ہم لگائی ایک ہی ایسی
بامید کسے نگذاشت بیدادش دل مارا ۔ خدا اجرے دہد در کشتن ما قاتل مارا

Marfat.com

دوری ہی میں طاقت نہ رہی بات کی آخر
روزی نہ ہوئی رات ملاقات کی آخر

زہرِ غمِ ہجرِ تو بجاں کارگر افتاد
اُمید وصالِ تو بعمرِ دگر افتاد

آشنائے کفر و دیں عاشق نہیں ہوتے ہیں میر
جانتے ہیں طور میرے سب چنانچہ زرد دیر

کعبہ و بتخانہ را بیگانہ میدانیم ما
یا درِ دل یا درِ میخانہ میدانیم ما

ہے خوش وہ کہ یاں سر بگریباں ہی رہا ہے
اس باغ میں وا ہونے کو بد مَین کہا ہے

بسیار زد لتنگی خود غنچہ غمین است
غافل کہ شگفتن نفسِ باز پسین است

متاعِ دل نہ لیجاؤں جو واپس کیا کروں جاناں
خریداری نہ کی تو نے رہا میں دیر سرگرداں

بسودائے ہوس عمرے دریں بازار گردیدم
کنوں گرد سرم گردان کہ من بسیار گردیدم

حواس و ہوش و خرد جان و دل شکیب و تواں
چلے ہیں عزم سفر کرنے سے ترے سب یاں

ز رفتنِ تو کسے باز پس نمی ماند
تو میر دی و دریں شہر کس نمی ماند

کہاں کرنے میں خوں تیزی نہیں کی
نہیں کچھ اُن نے خونریزی نہیں کی

سرش گردم کہ ہر جا جلوہ گر بود
سرِ بازار و بازار سر بود

اُس آستانے کے سگ کے نہیں برابر ہم
کہیں زیادہ سخن اپنے مُنھ سے کیونکر ہم

میانِ ما و سگِ یار فرق بسیار است
چرا کہ ما سگ اویم و او سگِ یار است

محرماں کیا کہوں میں اپنے نوشتے کی بدی
بخت نے آہ مری بات تنک کہنے نہ دی

دل کہ طومار وفا بود من محزوں را
پارہ کردند نہ خوانند ہماں مضموں را

کہتے نہیں خلوت میں تو بار دے عالم کو
یا آئینہ سا ہووے دیدار ترا ہم کو

تا چند نہاں باشی جاناں نفسے بنما
دیوانہ شدے تنہا خود را بکسے بنما

نہ لاگے وہم حس جا کچھ وہاں ہو قادر اندازی
ہدف ہونا خدنگ جور کا تیرے نہیں بازی

زشست صاف اے ابرو کماں از بس خطر دارم
تو می بینی بسوئے تیر و من فکر دگر دارم

Marfat.com

مثلث

تک یہ بھی رکھو سُن تم اے اربابِ تعلّق | اوقات خوش آں بود کزاسبابِ تعلّق
آزردہ دلے داشتم آنہم دگرے داشت

کیا کہوں میں عاشق و معشوق کا راز و نیاز | ناقہ را میراند لیلےٰ سوئے خلوتگاہِ ناز
ساربان در رہ حدی میخواند و مجنوں میگریست

مر ہی جاؤں کسی گلخن میں جو ہیں غم سے بھرا | نخلبندی بنگلے کن سرِ تابوت مرا
کہ بدورانِ تو از گلشنِ عالم چیدم

کل تک تو فریبندہ ملاقات تھی پہلی | امروز تعلیں شدکہ نداری سراہی
بیچارہ ز لطفِ تو بدل داشت گمانہا

اے وفائے گل کے عاشق سب میں ہے یہ از فغاں | چوں صبا بیہودہ سرگردانِ ایں گلشن مباش
من چہ گل چیدم کہ عمرے باغبانی کردہ ام

میر اس وادی سے بیدردانہ گزرا تو بذوق | گردلت میداشت شورے چوں جرسِ در راہ شوق
بر کفِ خاک کہ ٹے میگشت جائے نالہ بود

باب ذلت رہوں کہاںتک میر | بکجا سر نہم کہ چوں زنجیر
ہر درے حلقۂ درِ دگرست

نالہ بلبل غنچہ غم شمشاد آہ دلفگار | باغباں جاروب و گل خمیازۂ من انتظار
ہر کسے چیزے بیادت در گلستاں میکشد

آئی تھی ملاقات کی راہ اسکے وے سود | تا چشم کنم باز شبِ وصل سحر سود
عمرِ گذراں بر سرِ انصاف نیامد

جہاں سے اے کہ تمنا ہے بجکو مجھ سے سُن | یکے بگور غریبانِ شہر سیرے کن
بہ بیں کہ نقش بلا با چہ باطل افتادہ است

اگرچہ اب دمِ آخر ہے لیکن اے غمخوار | بہجر زندہ ام آئینہ پیش من مگزار
جدا ز یار بخود در روبرو شدن ستم ست

ہے بھی جو کوئی یاں سو نہیں کے ہے وہ مانند | نیک و بد عالم ہمہ عنقا صفتا نند
یعنی خبر از ہر کہ گرفتم خبرے بود

مخمّس

یہ بات جھوٹ نہیں صدق کی صفا کی قسم
ترے ہی لطف کا وابستہ ہوں وفا کی قسم
عبث جو قسمیں ہیں دیوے تو مصطفےٰ کی قسم
جناب پاک بتول و شہ ولا کی قسم
قسم حسن کی حسین ابن مرتضیٰ کی قسم

ترا ہوں خوار تری شان کی مجھے سوگند
مروں ہوں تجھ پہ تری جان کی مجھے سوگند
تجھی کو جیتا ہوں ایمان کی مجھے سوگند
یہی وظیفہ ہے قرآن کی مجھے سوگند
تجھی سے بندگی رکھتا ہوں میں خدا کی قسم

رہے ہے مدنظر تیری زلف و کاکل و خال
پھرا کرے ہے مری آنکھوں میں تری ہی چال
شبوں کو تیرا تصور دنوں کو تیرا خیال
مریض دل ہوں مرا عابدیں ہے شاہد حال
اسی ستم زدہ بیمار بے دوا کی قسم

تجھے میں دیکھ تماشے کا یا ہٹ ہوں
خدا نے دی ہیں مجھے آنکھیں کیا میں اندھا ہوں
نصیب لطف نہ باقر کا ہو جو جھوٹا ہوں
دو چار حشر میں آفت سے ہوں جو ایسا ہوں
امام پنجتن اُس اپنے پیشوا کی قسم

جو رو دو مو ہو نظر میں تو صبح و شام کی سوں
پڑا ہو پانوں کہیں تو ترے خرام کی سوں
کلام ہو کسی سے تو مجھے کلام کی سوں
جو سات پانچ ہو تجھ میں مجھے امام کی سوں
غبار رہ ہوں ترا اُس کے خاک پا کی قسم

کرے ہے لطف جو ٹک تو بحال آتا ہوں
وگرنہ آپ سے مل مجھ جاتا ہوں
ترے ہی واسطے یہ غم یہ غصہ کھاتا ہوں
گواہ دعوی کا کاظم کو اپنے لاتا ہوں
سچ اس کو مان مجھے اُسکی ہی ولا کی قسم

جو تجھکو خوش نہیں پاتے تو جان کھوتے ہیں
ہلاک ہونے پہ تجھ ہی سے راضی ہوتے ہیں
کبھو ہی آٹھ پہر میں ٹک اک سوتے ہیں
ہمیشہ راتوں کو آٹھ آٹھ آنسو روتے ہیں
امام ضامن ثامن علی رضا کی قسم

گدائے در ہوں نقی کا ہوں مملوک
رکھوں ہوں عسکری کے لطف سے مدرک
طریق مہدی ہادی کا رکھتا ہوں سلوک
جہاں کے لوگ ہیں مفلوک سارے یہ ہیں ملوک
قسم جو کھائیے ان چار بادشاہ کی قسم

Marfat.com

نہ اپنی تیری بنی ہر زماں بگڑتے رہے
گمانِ بد سے سدا روٹھتے ہی لڑتے رہے
سرشک آنکھوں سے جیسے ستارے جھڑتے رہے
شبوں کو عذر میں نت آ کے پاؤں پڑتے رہے
ملے جو دن کو یہی بیچ میں رہا کی قسم

گناہ ہو تجھے جو اثبات کو تو رکھیے معاف
کدورت اپنی عبث ایکبار کر چک صاف
ہر ایک رات کہاں تک بسان روز مصاف
نکال تیغ شتابی نہیں یہ حرف گزاف
تو رنگ کیا ہے مگر کھائی ہے جفا کی قسم

چمن میں میں جو پھرا ہوں تو سوکھوں جیسے پات
زبان کاٹ جو سوسن کے رنگ کی ہو بات
سیاہ روز ہوں میں گر کہیں رہا ہوں رات
گیا ہوں چلکے تو رکھتا ہوں تیرے ہاتھ یہ بات
جو کچھ خیال ہو سر میں تو تیرے پا کی قسم

جفاؤ جور ہزاروں طرح کے سہتا ہوں
گداز غم سے ہو سب آنسوؤں میں بہتا ہوں
ہوئے ہیں برسوں کہ چپکا ہی بیٹھا رہتا ہوں
کبھو ہو یہ جو کبھو خواہش اپنی کہتا ہوں
ابھی تو کھائی تھی اظہار مدعا کی قسم

جلوں ہوں شمع کے مانند تجھ کو پروانہ
خبر تجھے مری حالت سے کچھ بھی ہے یا نہ
فقط ہوں سلسلۂ مو کا تیرے دیوانہ
کہے تو تیل میں میں ہاتھ ڈالوں جوں شانہ
جو پیچ ہو تو ترے کاکلِ دوتا کی قسم

سرشک میر ہیں جب جائے ٹک نہ جاوے
تمام پانی ہو دل کاش اُس کا بہ جاوے
تو محو آئینہ ہو وہ جفائیں سہ جاوے
کہاں تلک ترا منھ دیکھ دیکھ رہ جاوے
کچھ اُسکے منھ سے حیا کر تجھے حیا کی قسم

تضمین و مخمس دیگر

کیا کہوں مجھ پہ جو گزرے ہے جفا کاری دل
در پئے دشمنی جاں ہے یہی یاری دل
ایک شب ہو تو کروں شرح غم و زاری دل
دوستاں چند کنم نالہ ز بیماریِ دل
کس گرفتار مبادا بگرفتاری دل

آتی ہے ایک نہایت ہی جگر سوز صدا
یعنی پھر رات سے چھاتی میں مری درد اٹھا
مہر خاموشی جو لب پر ہے مرے اسپہ نجا
اے کہ بر زاریِ دل می کنی انکار بیا

Marfat.com

گوش بر سینۂ من نہ بشنو زاری دل

آہ مت پوچھ کہ کیوں ٹپکے ہے آنکھوں سے لہو
ایسے قضیے سے چکوں کاش کہیں میں بھی چکوں
میں مصیبت زدہ حیران ہوں کیا فکر کروں
صبر و آرام سے کہے نیست ازیں ہر دو کنوں
کہ دریں واقعۂ صعب کند یاری دل

سیل سی پار گزر جاتی تھی آہ سحری
اسلیے جان پہ میں کی ہے یہ بیداد گری
ہو سو ہو اُس کو ہنر جانیے یا بے ہنری
گر ہمہ نیزہ ببارد کہ من از بے سپری
دادم اکنوں جگرے را بسپرداری دل

نلدمن لیلے و مجنوں سے جو ہیں مثنویاں
ایک مدت رہی ہیں میرے تئیں لوک زباں
خود بخود کی یہ جگر خواری و بیتابی نہاں
خواندہ ام قصۂ عشاق بسے بیت دراں
جز جفا کاری دلدار و وفاداری دل

یاں چلے گر کوئی آنکھوں سے بھی با ماچہ بید
مذہب عشق میں لازم ہے اسے کرنا حسد
جی سے جی میں تو نہ جاؤنگا عبث مت کر کد
کوئے تو منزل دلہاست کسے چوں گزرد
کہ نیاید بزمیں پائے زبسیاری دل

میر اس دل سے ستم لوگوں پہ کیا کیا نہ ہوا
کوئی آوارہ کوئی خستہ کوئی جی سے گیا
آؤ خاموش ہو کوئی نہیں ہمدرد ترا
عمر باشد کہ نشاں نیست ز جائے پیدا
کہ کند با تو دمے شرح دل آزاری دل

مخمس دیگر

بیخودانہ ہیں کئی حرف زباں پر کر گوش
آج کہتا ہوں کہ ہے خمکدۂ دل میں جوش
پائے رفتن تو نہ تھے لیک مجھے تھا کچھ ہوش
سرخوش از کوئے خرابات گزر کردم دوش
بہ طلبگاری ترسا بچۂ بادہ فروش

ہوش و صبر و خرد و دین گئے سب سارے
میں تھا سو مجھ میں تو کچھ تھا نہ ستم کے مارے
بعد یک چشم زدن پھر جو میں دیکھا بارے
پیشم آمد بہ سر کوچہ پری رخسارے
کافرے عشوہ گرے زلف چو زنار بدوش

ایک ساعت تو رہا محو نشست و برخاست
بارے پھر ٹھہر گیا دل بھی مرا بے کم و کاست

Marfat.com

درمیاں جس گھڑی آئے سخن راست برست
گفتم این کوچہ چہ کو نیست ترا خانہ کجاست

اے مہ نو خم ابروئے ترا حلقہ بگوش

تار اس دشمنِ ایمان کی زلفوں کی کمند
آنکھیں سختی سے دکھا مجھ کو بآواز بلند
پارسائی کو ہیں صد جان سے واں پایا بند
گفت تسبیح بجا کے انگن و زنار بہ بند

سنگ بر سینۂ تقوی زن و پیمانہ بنوش

رہیو ہشیار کہ ہے ضعف سے بیگانہ طلب
جاکے کر پیر مغاں سے کوئی خمخانہ طلب
قوتِ پاہی تلک رکھتی ہے یارانہ طلب
تو بہ یکسو بنہ و ساغرِ مستانہ طلب

خرقہ بیروں فگن و کسوت رندانہ بپوش

بسکہ نقاد ہیں یاں کھوٹے ہیں سب تیرے کھرے
پہلے یہ باتیں ہیں ان پر تو عمل کر لے اسے
قابلِ خدمتِ مستاں نہیں تو رہیو پرے
بعد ازاں سوئے من آ تا بتو گویم خبرے

راہ بنمایم اگر بر سخنم داری گوش

مجھکو بھڑکا کے چلا واں سے وہ کافر سرکش
ہاتھ سے جاتا ہی تھا گو بھی مجھے حالتِ غش
پانوں سے لیکے گئی سر تئیں جلتی آتش
دیں بر افتادۂ بیہودہ ندیدم بہ بیش

تا رسیدم بمقامے کہ نہ دیں ماند و نہ ہوش

دیکھے بے خدشۂ غیرے کہ نہ تھا غیر نمود
تو بھی واں ہو تو یہی منھ سے نکل جائے زود
خطِ باطل سے لکھا دیکھا ہے واں صفحۂ بود
محو گشت از ورق کون و مکاں حرف وجود

نہ پری ماند و نہ آدم نہ طیور و نہ وحوش

بیخود و بے خبر و مست مے صاف الست
یکدگر پاؤں کی لغزش کے سبب دست بدست
آتشِ مے سے برافروختہ کچھ بادہ پرست
دیدم از دور گروہے ہمہ دیوانہ و مست

از تفِ بادۂ شوق آمدہ در جوش و خروش

گرچہ ظاہر تھا خراب انکا وے سب معمور
بے لباسِ طرب و جامۂ اندوہ سے عور
کاسۂ سر پہ ہوئے پھرتے تھے سارے فغفور
بے دف و مطرب و ساقی ہمہ در عیش و سرور

بے مے و جام و صراحی ہمہ در نوشانوش

نام و ناموس کا دفتر تھا سب ان کا برہم
پھر جو دیکھا تو مجھے بد کہیگا کیا عالم
دیکھ کر پہلے کیا میں نے تامل یک دم
چوں سر رشتۂ ناموس برفت از دستم

Marfat.com

خواستم تا خبرے پرسم از دو گفت خموش

عقل رکھتا ہے تو ٹک رہیو ادب کا پابند
یہ وہ جا ہے کہ نہ فردوس ہو اسکے مانند
یاں فراغت ہے دو عالم کی ہر اک جام میں بند
ایں خرابات مغان است درو مستانند

از دم صبح ازل تا بہ قیامت مدہوش

میر ان مستوں میں کوئی نہیں پابستہ زیست
جتنے یہ مست نظر آتے ہیں سب ہیں نیست
کیونکہ یہ زیست بہت ہووے تو دہ روز کہ بیست
گر ترا نیز بایں فرقہ سر یکرنگی ست

دین و دنیا بہ یکے جرعہ عصمت بفروش

مخمس دیگر بر غزل خود

واں ان نے دل کیا ہی مانند سنگ خارا
کیا پوچھتا ہے ہمدم احوال تو ہمارا
یاں تن ہوا ہے پانی ہو کر گداز سارا
نے رمز نے کنایہ ایما ہے نے اشارا

اسکے تغافلوں نے ان روزوں ہمکو مارا

ہو شہر یا کہ صحرا بارے مکان تو ہو
حالت تغیر ہو کر منھ میں زبان تو ہو
غم میں نہ ہووے کچھ تو اک تن میں جان تو ہو
سو بار دیکھ صورت ہو مہربان تو ہو

اپنے تئیں نہیں ہے اب گفتگو کا یارا

یہ چشم تھی کہ ترکاں اکثر سوار ہونگے
یہ جانتے نہ تھے ہم اسطور خوار ہونگے
ہم لوگ اُن کے رہ کے گرد و غبار ہونگے
اب کہتے ہیں کہ یا رب کیونکر دوچار ہونگے

اس بھی طرف کو ہوگا ان کا کبھی گزارا

ہجراں میں ٹک نہ برچے کوہ اور راغ میں ہم
مدت رہے اگرچہ گلگشت باغ میں ہم
بوئے وفا نہ پائی دل میں دماغ میں ہم
پر لطف کچھ جو دیکھا سینے کے داغ میں ہم

اُس بن جو گل چنے تھے انکا کیا نظارا

تشنے ہیں اپنے خوں کے اے ہمدمو نہ آؤ
اب ٹھانی ہم سو ٹھانی گو اس میں جان جاؤ
ہووے طبیب گر خضر اسکو بھی یاں نہ لاؤ
آب برندہ اُس کی شمشیر کا پلاؤ

آب حیات اپنے جی کو نہیں گوارا

تنگ اس قدر نہیں ہیں اس زندگی سے ہم اب
جو آرزو کریں پھر اُٹھنے کی حشر کو تب

Marfat.com

ہونٹوں پہ یہ دعا ہے ہر روز اور ہر شب
یکحرف کا شکوے ہو روزِ جزا بھی یارب
کس کو دماغ اتنا جو پھر جیے دوبارا

ہوش دل اور ایماں یہ تو گئے تھے سارے
تجھ سے کہیں سو کیا اب کہ ہم ستم کے مارے
موجب تو زندگی کا اپنا نہ تھا پیارے
آنسو سے پونچھتا تھا کچھ جو کبھو ہمارے
سو صبر ظلم دیدہ کل رات سے سدھارا

اب دل اٹھا تو منعم تعمیر خانماں سے
رہنے تجھی کو دینگے جانا گیا کہاں سے
کیا فائدہ رہا ہے گر کچھ نشاں مکاں سے
آواز بھی نہ آئی اک ور جواب داں سے
کسرے کے در پہ جا کر کل میں بہت پکارا

موت اسکے ہاتھ سے ہو اس سے تو کیا ہے بہتر
غیروں سے تک کہو یہ کاسے مدعیو اکثر
یہ جی میں حسرتیں ہیں تب آئے ہے یہ جی پر
تلوار اس کو دیکر بھیجا کرو نہ ادھر
جی جائے ہے ہمارا کیا جائے ہے تمھارا

اب وہ نہیں کہ ہر سو طوفاں کا خطر ہے
مت پوچھ رود کوئی آتا جو یاں نظر ہے
یا میر سیل آیا ابرِ سیاہ تر ہے
اس گریے ہی کا ابتک کچھ کہیں اثر ہے
دریا نے تو جہاں سے کب کا کیا کنارا

Marfat.com

رباعیات

میر تقی میر دہلوی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رُباعیات

دامن عزلت کا اب لیا ہے میں نے … دل مرگ سے آشنا کیا ہے میں نے
تھا چشمۂ آبِ زندگانی نزدیک … پر خاک سے اُسکو بھر دیا ہے میں نے

رباعی

اے تازہ نہال عاشق پامالی … یہ تو نے طرح ناز کی کیسی ڈالی
سب تجھ سے جہاں بھرا ہے تسکے اوپر … دیکھیں ہیں کہ جاوے ہے گی تیری خالی

ایضاً

افسوس ہے عمر ہم نے یونہیں کھوئی … دل جس کو دیا اُن نے نہ کی دلجوئی
جھنجھلا کے گلا چھری سے کاٹا آخر … جھل ایسی کبھی عشق میں کرے ہے کوئی

ایضاً

طاعت میں جواں ہوتے تو کرتے تقصیر … وہ سر میں نشہ نہیں ہوئے ہیں اب پیر
اب کی روزوں میں یہ سنا ہے ہم نے … میخانے میں بیٹھے معتکف ہو کر میر

ایضاً

پروا نہ اُٹھاؤ بے حجابی نہ کرو … ہووے گی قیامت اک شتابی نہ کرو
عالم عالم بسے ہے خلقِ عالم … برباد نہ دو ابھی خرابی نہ کرو

Marfat.com

رباعی

روۓ کوئی کیا گئی جوانی یوں کر
جاتی ہے نسیم و گل کی نکہت جوں کر
پیری آندھی سی **میر** ناگہ آئی
ہم برگِ خزاں سے اسمیں ٹھہریں کیونکر

ایضاً

کیسا احسان ہے خلق عالم کرنا
پھر عالمِ ہستی میں مکرّم کرنا
تھا کارِ کرم ہی اے کریمِ مطلق
ناچیز کفِ خاک کو آدم کرنا

ایضاً

اللہ کو زاہد جو طلب کرتے ہیں
ظاہر تقوے کو کس سبب کرتے ہیں
دکھلانے کو لوگوں کے دنوں کی ہے صلوٰۃ
پیشِ انجم نمازِ شب کرتے ہیں

ایضاً

اُترا تھا غریبانہ کنارے آکر
لب خشک موا سو نورِ چشمِ حیدر
تر حلق دمِ آب سے اُسکا نہ ہوا
اے آبِ فرات خاک تیرے سر پر

ایضاً

بتخانے سے دل اپنے اُٹھائے نہ گئے
کعبے کی طرف مزاج لائے نہ گئے
طورِ مسجد کو برہمن کیا جانے
یاں مدّتِ عمر میں ہم آئے نہ گئے

ایضاً

تو یار ستمگر نے لڑائی کی ہے
ایک ہی تلوار میں صفائی کی ہے
اس کوچے کی راہ نعش میری جاوے
واں **میر** بہت میں نے گدائی کی ہے

ایضاً

ملتا دلخواہ اب خیال اپنا ہے
جی تن میں رہا ہے سو وبال اپنا ہے
آزار بہت کھینچے ہیں اُس بن دل نے
ہجران ہی شاید کہ وصال اپنا ہے

ایضاً

دل جان جگر آہ جلائے کیا کیا
درد و غم و آزار کھنچائے کیا کیا
ان آنکھوں نے کی ہے ترکِ مردم داری
دیکھیں تو ہمیں عشق دکھائے کیا کیا

ایضاً

Marfat.com

چپکا چپکا پھرا نہ کر تو غم سے — کیا حرف و سخن عیب ہے کچھ محرم سے
آخر کو ڈرے رہتے جنوں ہوتا ہے — اے میر کوئی بات کیا کر ہم سے

رباعی

کیا کہیے اداؤں سے کیا ہوتی ہے — جو دل زدگاں پہ یہ جفا ہوتی ہے
یہ کیا کہ سجود میں نہ دیکھا بگڑے — اک وقت نماز بھی قضا ہوتی ہے

ایضاً

اب وقتِ عزیز کو تو یوں کھوؤ گے — یہ سوچ کے غفلت کے تئیں روؤ گے
کیا خواب گراں یہ میل روز و شب ہے — جاگو ٹک میر پھر بہت سوؤ گے

ایضاً

پر پیچ بہت ہے شکنِ زلفِ سیاہ — وارفتہ نہ رہ اُس کا دلا بیگہ وگاہ
دیوانگی کرنے کی جگہ بھی ٹک دیکھ — جا ملتی ہے یہ کوچۂ زنجیر میں راہ

ایضاً

جاناں نے ہمیں کبھو نہ جانا افسوس — جو ہم نے کہا سو وہ نہ مانا افسوس
تب آنے میں دیر کی قیامت اب سو — آیا نزدیک جی کا جانا افسوس

ایضاً

ہر لحظہ رُلاتا ہے کڑھاتا ہے مجھے — ہر آن ستاتا ہے کھپاتا ہے مجھے
کل میں جو کہا رنج سے حاصل میرے — بولا ترا آزار خوش آتا ہے مجھے

ایضاً

اے میر کہاں دل کو لگایا تو نے — شکل اپنی بگاڑ کر کڑھایا تو نے
جی میں نہ ترے حال نہ منھ پر کچھ رنگ — اپنا یہ خیال کیا بنایا تو نے

ایضاً

گو میر کہ احوال نہایت ہے سقیم — کہتے ہیں اُسے شافی و کافی و حکیم
وہ غیر کرم بندے کے حق میں نہ کرے — یہ بابت مکرمت ہے اللہ کریم

ایضاً

دل جن کے بجا ہیں انکو آتی ہے خواب — آرام خوش آتا ہے سہاتی ہے خواب

Marfat.com

ہیں غمزدہ کیا اپنے دنوں کو روؤں میری تو جہاں شب ہوئی جاتی ہے تو آ

رباعی

دنیا میں بڑا روگ جو ہے اُلفت ہے دق آ گئے ہیں جی سے بھی یہ زحمت ہے
کہتے تھے کہ میر بیوفا ہم کو جان کی خوب وفا تم نے تمھیں رحمت ہے

ایضاً

دن فکر دہن میں اُسکے جاتا ہے ہمیں کب آپ میں آکے کوئی پاتا ہے ہمیں
ہرگز وہ کمر وہم میں آتی ہی نہیں رہ رہ کے یہی خیال آتا ہے ہمیں

ایضاً

ندوہ چھپے عشق کے سارے دل میں اب درد لگا رہنے ہمارے دل میں
کچھ حال نہیں رہا ہے دل میں اپنے کیا جانیے وہ کیا ہے تمھارے دل میں

ایضاً

سن سوز دروں کو اُسکے جلتے بھُنتے ہر حرف پہ افسوس سے سر کو دُھنتے
کیا کیا اب سانجھ سے کہے گا عالم آؤ ٹک میر کی کہانی سُنتے

ایضاً

کیا کیا ہیں سلوک بد فقط غم ہی نہیں پھر ہم سے جنوں میں ضعف سے دم ہی نہیں
اک عمر چلی گئی جفائے شب و روز اب وہ تو نہیں شام سحر ہم ہی نہیں

ایضاً

کیا کہیے خراب ہوتے ہم کیسے پھرے دیکھا یہ بھی گو کہ سب کی نظروں سے گرے
چپ ایسے ہیں گویا کہ نہیں مُنھ میں زباں جب نام ترا لیں تو زباں اپنی پھرے

ایضاً

شب ابر کہ پیش رو ہو دریا جس کا آیا دل داغ کر گیا جس تسکا
اس سے ناگاہ ایک بجلی چمکی کیا جانیے اُس نے گھر جلایا کسکا

ایضاً

ہم میر سے کہتے ہیں نہ تو رویا کر ہنس کھیل کے ٹک چین سے بھی سویا کر
پایا نہیں جانے کا وہ در نایاب کڑھ کڑھ کے عبث جان کو مت کھویا کر

Marfat.com

رباعی

ابرو سے مہ نو نے کہاں خم مارا
ہونٹھوں سے ترے لعل نے کب دم مارا
زلفوں کو تری ہم بھی پریشاں دیکھیں
اک جمع کو ان دونوں نے برہم مارا

ایضاً

جاں سے ہے بدن لطیف در رو ہے نازک
پاکیزہ ہے تیری طبع و خو ہے نازک
بلبل نے سمجھ کے کیا تجھے نسبت دی
گل سے تو ہزار پردہ تو ہے نازک

ایضاً

پوچھو نہ کچھ اس بے سروپا کی خواہش
رکھتی نہیں جز اہلِ وفا کی خواہش
جاتے ہیں چلے جی ہی بتوں کی خاطر
معلوم نہیں کیا ہے خدا کی خواہش

ایضاً

دل غم سے ہوا گداز سارا اللہ
غیرت نے ہمیں عشق کی مارا اللہ
ہے نسبتِ خاص تجھ سے ہر اک کے تئیں
کہتے ہیں چنانچہ سب ہمارا اللہ

ایضاً

وصف اپنے دلوں کے کس سے کہیے سارے
اُس شوخ کی تمکیں نے تو جی ہی مارے
بالوں میں چھپا منہ نہ کبھو یوں پوچھا
کہہ میر گئی ہے رات کیونکر بارے

ایضاً

آب حیواں نہیں گوارا ہم کو
کس گھاٹ محبت نے اُتارا ہم کو
دریا دریا تھا شوقِ بوسہ لیکن
جاں بخشی لبِ یار نے مارا ہم کو

ایضاً

ہر چند کہ طاعت میں ہوا ہے تو پیر
پر بات مری سن کہ نہیں بے تاثیر
تسبیح بکف پھرنے سے کیا کام چلے
منکے کی طرح دل نہ پھرے جب تک میر

ایضاً

کیا میر تجھے جان ہوئی تھی بھاری
جو اس بتِ سنگدل سے کی تھی یاری
بیمار بھلا کیا کوئی ہووے اُس کا
پرہیز کرے جس سے خدائی ساری

ایضاً

Marfat.com

درپیش ہے میر راہ تجھ کو پیارے | غفلت سے نہیں نگاہ تجھ کو پیارے
آتے ہیں نظر جاتے یہ سارے اسباب | سوجھے گی کبھو بھی آہ تجھ کو پیارے

رباعی

کچھ میر تکلف تو نہیں اپنے تئیں | ان روزوں نہیں پاتے کہیں اپنے تئیں
اب جی تو بہت ہی تنگ آیا اے کاش | جاویں ہم چھوڑ کر کہیں اپنے تئیں

ایضاً

راضی ٹک آپ کو رضا پر رکھیے | مائل دل کو تنک قضا پر رکھیے
بندوں سے تو کچھ کام نہ نکلا اے میر | سب کچھ موقوف اب خدا پر رکھیے

ایضاً

حیرت ہے کہ ہو رقیب محرم تیرا | ہمراز و انیس وقت و ہمدم تیرا
یوں عکس ترے سامنے اکثر وہ ہو | جوں آئینہ منھ تکا کریں ہم تیرا

ایضاً

ہم سے تو بتوں کی وہ حیا کی باتیں | وہ طرز کلام اس ادا کی باتیں
دیکھیں قرآں میں فال غیروں کے لیے | کیا ان سے کہیں یہ ہیں خدا کی باتیں

ایضاً

دل خوں ہے جگر داغ ہے رخسار ہے زرد | حسرت سے گلے لگنے کی چھاتی میں ہے درد
تنہائی و بیکسی و صحرا گردی | آنکھوں میں تمام آب منھ پر سب گرد

ایضاً

کچھ خواب سی ہے میر یہ صحبت داری | اٹھ جائیں گے یہ بیٹھے ہوئے یکباری
کیا آنکھوں کو کھولا ہے تنک گوش کو کھول | افسانہ ہے پل مارتے مجلس ساری

ایضاً

دل خون ہوا ضبط ہی کرتے کرتے | ہم ہو ہی چکے دکھوں کے بھرتے بھرتے
اے مایۂ زندگی ستم ہے یہ اگر | بھر آنکھ تجھے دیکھیں نہ مرتے مرتے

ایضاً

مستی نہ کر اے میر اگر ہے ادراک | داماں بلند ابر نمط رکھ تو پاک

Marfat.com

ہے عاریتی حبابۂ ہستی تیرا	ہشیار کہ اس پر نہ پڑے گرد و خاک

رباعی

کیا تم سے کہوں میر کہاں تک روؤں جوں ابر جہاں جہاں بھرا ہوں غم سے	روؤں تو زمیں سے آسماں تک روؤں شایستہ ہوں رونے کا جہاں تک روؤں

ایضاً

میر اس سے ملے کہ جو ملا بھی نہ کبھو چپ جس کے لئے لگ گئی ایسی ان کو	جی یوں ہی گیا وہ آ پھرا بھی نہ کبھو اُن نے کچھ زیر لب کہا بھی نہ کبھو

ایضاً

کیا کوفت سے لخت دل کے کوٹے نکلے چھاتی جو پھٹی نداں جلتے جلتے	ٹکڑے جو ہوئے جگر کے کوٹے نکلے اُس میں کے پھپھولے سارے پھوٹے نکلے

ایضاً

تم تو اے مہرباں انوٹھے نکلے کیا کہیئے وفا ایک بھی وعدہ نہ کیا	جب ان کے پاس بیٹھے روٹھے نکلے سچ یہ ہے کہ تم بہت ہی جھوٹے نکلے

ایضاً

کیا کیا اے عاشقی ستایا تونے اوّل کے سلوک میں کہیں کا نہ رکھا	کیسا کیسا ہمیں کھپایا تونے آخر کو ٹھکانے ہی لگایا تونے

ایضاً

کیا میر کا ذکر کریں سب ہے جہل ایسوں سے نہیں مزاج اپنا مانوس	پایا ہم نے اُسے نہایت ہی سہل وحشی بطور بدزبان و نااہل

ایضاً

حیرت کی یہ معرکے کی جا ہے بارے مشہور ہے عشق نے لڑائی ماری	کیا پوچھتے ہو مرتے ہیں عاشق سارے اس پر کہ گئے لوگ سب اسکے مارے

ایضاً

ملیے اس شخص سے جو آدم ہووے ہو گرم سخن تو گرد آوے یک خلق	ناز اسکو کمال پر بہت کم ہووے خاموش رہے تو ایک عالم ہووے

Marfat.com

رباعی

ہر صبح غموں میں شام کی ہے ہم نے
خونابہ کشی مدام کی ہے ہم نے
یہ مہلت کم کہ جس کو کہتے ہیں عمر
مر مر کے غرض تمام کی ہے ہم نے

ایضاً

مدت کے جو بعد جی بجاں آتا ہے
خاطر پہ جہاں جہاں ملال آتا ہے
وے دن گئے جان یوں چلی جاتی ہے آہ
رہ رہ کے ہمیں یہی خیال آتا ہے

ایضاً

ہے تجھ سے محال جی اٹھانا مجھ کو (جنّتی)
پھر جنّتی کہے کوئی سیانا مجھ کو
سر میرا لگا ہے نقش پا سے تیرے
سجدہ کو خدا کے بھی بچانا مجھ کو

ایضاً

ہیں گو کہ سبھی تمھاری پیاری باتیں
پر جی سے نہ جائیں گی تمھاری باتیں
آنکھیں ہیں ادھر روئے سخن اور طرف
یاروں کی نظر میں ہیں یہ ساری باتیں

ایضاً

ایسا نہ ہوا کہ ہم نے شادی کی ہو
یا سیر بہار و باغ و وادی کی ہو
پژمردہ کلی کے رنگ اس گلشن میں
غالب ہے یہی کہ نامرادی کی ہو

ایضاً

اتنے بھی نہ ہم خراب ہوتے رہتے
کاہے کو غم و الم سے روتے رہتے
سب خواب عدم سے چونکنے کے ہیں وبال
بہتر تھا یہی کہ وہیں سوتے رہتے

ایضاً

ہم میر برے اتنے ہیں وہ اتنا خوب
متروک جہاں ہم ہیں وہ سب کا محبوب
ہم ممکن اسے وجوب کا ہے رتبہ
ہے کچھ بھی مناسبت کا باہم اسلوب

ایضاً

گو روکش ہفتاد و دو ملت ہم ہیں
مرآت بدن نمائے وحدت ہم ہیں
بے اپنے نمود اسکی اتنی معلوم
معنی محبوب ہے تو صورت ہم ہیں

ایضاً

Marfat.com

محشر میں اگر یہ آتشیں دم ہوگا
ہنگامہ سب اک لپٹ میں برہم ہوگا
تکلیف بہشت کاش مجکو نہ کریں
ورنہ وہ باغ بھی جہنم ہوگا

رباعی

ہر صبح مرے سر پہ قیامت گزری
ہر شام نئی ایک مصیبت گزری
پامال کدورت ہی رہا یاں دن رات
یوں خاک میں ملتے ہمکو مدت گزری

ایضاً

اب شہر کی گلیوں میں جو ہم ہوتے ہیں
منھ خون جگر سے دم بدم دھوتے ہیں
یعنی کہ ہر ایک جاے پر جوں ابر بہار
عالم عالم جہاں جہاں روتے ہیں

ایضاً

اندیشہ مرگ سے ہے سینہ سب ریش
ٹکڑے ہے جگر جیسے لباس درویش
ہاتھوں سے جو آج ہو سکے کر لیجے
پھر کل تو نہیں ہے اک قیامت درپیش

ایضاً

تسبیح کو مدتوں سنبھالا ہم نے
خرقہ برسوں گلے میں ڈالا ہم نے
اب آخر عمر میر مے کی خاطر
سجادہ گرو رکھنے نکالا ہم نے

ایضاً

اب صوم و صلوٰۃ سے بھی جی ہے بیزار
اب ورد و وظائف سے کیا استغفار
عقدے نہ کھلے دل کے بسانِ تسبیح
اسمائے الٰہی بھی پڑھے سو سو بار

ایضاً

ہر روز نیا ایک تماشا دیکھا
ہر کوچہ میں سو جوانِ رعنا دیکھا
دلّی تھی طلسمات کہ ہر جاگہ میر
ان آنکھوں سے ہمنے آہ کیا کیا دیکھا

ایضاً

آئی نہ کبھو رسم تلطف تم کو
کرتے نہ سنا ہمیشہ تاسف تم کو
مرتے ہیں ہم اور منھ چھپاتے ہو تم
ہم سے اب تک بھی ہے تکلف تم کو

ایضاً

ہجراں میں کیا سب نے کنارا آخر
اسباب گیا جینے کا سارا آخر

Marfat.com

سنے تاب رہی نہ صبر و یار آخر — آخر کو ہوا کام ہمارا آخر

رباعی

میر اُس کے ہوئے تھے ہم جو بار خاطر — سو یاری بخت سے ہیں بار خاطر
وہ خاک میں آپ کو ملا کر اوّل — آخر کو ہوئے ہیں یوں غبار خاطر

ایضاً

بس حرص و ہوا سے میر اب تم بھاگو — غفلت کبتک کہے ہمارے لاگو
چلنے کی خبر دے ہے سفیدی مو کی — ہونے آئی ہے صبح اب تو جاگو

ایضاً

حاصل نہیں دنیا سے بجز دل ریشی — رکھتی نہیں اعتبار یاری خویشی
توفیق رفیق ہو تو سب کر کے ترک — ہے جی میں کہ یکچند کریں درویشی

ایضاً

ہر چند کہ اے مہ اب تمامی ہے گی — پر ہم جو گلہ کریں تو خامی ہے گی
بندے ہیں ترے کیونکہ کریں سرتابی — خدمت تیری ہمیں غلامی ہے گی

ایضاً

زانو پہ قدم خم شدہ سر کو لایا — جائے دنداں کو ہم نے خالی پایا
آنکھوں کی بصارت میں تفاوت آیا — پیری نے عجب سماں ہمیں دکھلایا

ایضاً

اوقات جوانی کے گئے عشرت میں — ایّام لڑکپن کے کٹے غفلت میں
پیری میں جز افسوس کیا کیا جائے — یکبارہ کمی ہی آگئی طاقت میں

ایضاً

تا چند تلف میر حیا سے ہوگا — شائستۂ صد ستم و فا سے ہوگا
کر ترک ملاقات بتاں کعبے چل — ان سے ہوگا ثواب خدا سے ہوگا

ایضاً

وہ عہد گیا کہ جور اُس کے سہیے — وہ بات نہیں رہی کہ چپکے رہیے
جب جی ہی چلا گیا تو صرفہ کیا ہے — بیصرفہ جو کچھ کہ منھ میں آئے کہیے

Marfat.com

رباعی

حسنِ ظاہر بھی ہے ہمارا دلخواہ
باغ عالم کو چشم کم سے مت دیکھ
محو صورت بھی ہوں ہیں معنی آگاہ
کیا کیا ہیں رنگ یہاں بھی اللہ اللہ

ایضاً

جس وقت شروع یہ حکایت ہوگی
احوال وفا کا اپنے ہرگز مجھ سے
رنجیدگی یکدگر نہایت ہوگی
مت پوچھ کہ کہتے میں شکایت ہوگی

ایضاً

گزرا یہ کہ شکوہ و شکایت کیجے
خوب اتنی تو اب مجھ پہ رعایت کیجے
یا آگے سخن اور حکایت کیجے
دل میرا مرے تئیں عنایت کیجے

ایضاً

مسجد میں تو شیخ کو خروشاں دیکھا
اک گوشۂ عافیت جہاں میں ہم نے
میخانے میں جوش بادہ نوشاں دیکھا
دیکھا تو محلۂ خموشاں دیکھا

ایضاً

کاہے کو کوئی خراب خواری ہوتا
دلخواہ ملاپ ہوتا تو تو ملتے
کاہے کو ہمیں یہ جان بھاری ہوتا
اے کاش کہ عشق اختیاری ہوتا

ایضاً

اک مرتبہ دل پہ اضطرابی آئی
گھبراجاتا ہے ناتوانی سے جی
یعنی کہ اجل مری شتابی آئی
عاشق نہ ہوئے کہ اک خرابی آئی

ایضاً

اک وقت تھے ہم بھی خوش معاشی کرتے
آتے جو کبھو اُدھر کو سنتے اُس کو
ہر نالہ سے اپنے دلخراشی کرتے
ہم گریے سے اپنے آبپاشی کرتے

ایضاً

مت ہاں کسی کا یار تل کر رکھنا
آیا تو قمار خانۂ عشق میں تو
تو داؤ نہ یاں بہت ساجلکر رکھنا
سر بازی ہے یاں قدم سنبھلکر رکھنا

ایضاً

Marfat.com

اغلب ہے وہ غم کا بار کھینچے گا میر
منہ دیکھو کہ شکل یار کھینچے گا میر
بیٹھا ہے بنانے اسکی چشم میگوں
نقاش بہت خمار کھینچے گا میر

رباعی

یکسو یہ کہ عیش و کامرانی کریے
یہ خوب طرح سے زندگانی کریے
سگ کا نہ ہوا ہمیں تو رتبہ حاصل
تا کوچے کی اس کے پاسبانی کریے

ایضاً

کیا کریے بیاں مصیبت اپنی پیارے
دن عمر کے میرے غم میں گزرے سارے
رنج و ضعف و بلا اذیت محنت
جیتا ہی نہ میں تو ان دکھوں کے مارے

ایضاً

پھر عشق میں میر پانوں دھرتا ہے گا
جی اور منغص اپنا کرتا ہے گا
سب ملکے چلو بلا سے سمجھا آویں
افسوس کہ وہ جوان مرتا ہے گا

ایضاً

دل تجھ پہ چلے نہ کیونکہ میرا بیتاب
یاں تجھکو توقع ہے کہ لاتا ہے جواب
واں ان نے شراب پی کے مستی میں میر
کر کھائے بھی نامہ بر کبوتر کے کباب

ایضاً

کہتا ہے یہ اپنی آنکھوں دیکھیں گے فقیر
بینش نہیں رکھتے کیا جواں ہوں کیا پیر
اندھے ہیں جہاں کے لوگ سارے اے میر
سوجھے نہ جسے اسے یہ کہتے ہیں بصیر

ایضاً

پیغمبر حق کہ حق دکھایا اس کا
معراج ہے کمترین پایا اس کا
سایہ جو اسے نہ تھا یہ باعث ہے گا
کل حشر کو سب پہ ہوگا سایا اس کا

ایضاً

چپکے رہنا نہ میر دل میں ٹھانو
بولو چالو کہا ہمارا مانو
اک حرف نہ کہہ سکو گے وقت رفتن
چلنے کو زبان کے غنیمت جانو

ایضاً

کی حسن نے تجھ سے بیوفائی آخر
خوبی نہ رہی نہ میرزائی آخر

Marfat.com

رونق نہ رہی غبار خط سے منہ پر
اس سبز قدم نے خاک اڑائی آخر

رباعی

یاروں کو کدورتیں ہیں اب تو ہم سے
جس روز کہ ہم جائیں گے اس عالم سے
اس روز کھلے گی صاف سب پر یہ بات
اس بزم کی رونق تھی ہمارے دم سے

ایضاً

کوچے میں ترے آن کے اڑ بھی بیٹھے
بے ہیچ ہر اک بات پہ لڑ بھی بیٹھے
حاصل کہ ہمارے تیرے ہرگز نہ بنی
سو سو طرحوں سے ہم بگڑ بھی بیٹھے

ایضاً

تیرا اے دل یہ غم فرو بھی ہوگا
اندیشۂ رزق کم کبھو بھی ہوگا
کھانے کو دیا ہے آج حق نے تجھ کو
کل بھی دیوے گا کل جو تو بھی ہوگا

ایضاً

اک عمر کہ اب فکر امیری کریے
بن آوے تو اندیشۂ پیری کر لیے
آگے مرنے کے خاک ہو جے اے میر
یعنی کہ کوئی روز فقیری کریے

ایضاً

اس قید قفس میں تنگ یوں تو کب کے
رہتے تھے گلے ہزار پیچ لب کے
اس موسم گل میں میر دیکھیں کیا ہو
ہے جان کو بے کلی نہایت اب کے

ایضاً

رنجش کی کوئی اس کی روایت نہ سنی
پھر فہ کسو وقت حکایت نہ سنی
تھا میر عجب فقیر صابر شاکر
ہم نے اس سے کبھو شکایت نہ سنی

رباعیات مستزاد

دلی میں بہت سخت کی اب کی گزران
دل کو کر سنگ
غیرت نہ رہی عاقبت کار نہ شان
کھینچا یہ ننگ
یاروں میں نہ تھا کوئی مروت جو کرے
اجڑے تھے گھر
تا حد نظر صاف پڑے تھے میدان
عرصہ تھا تنگ

Marfat.com

رباعیات مستزاد

ٹک میر زمانے سے نہ کر قال مقال — بس اب چپ رہ
ہر چند خموشی ہے سخن گو کو وبال — پیدا ہی سہہ
ایسا نہیں یہ قصۂ کاہش افزا — جو ہوا خبر
اٹھ سوئیے ہو چکا ہے پچھلوں کا حال — آگے مت کہہ

ایضاً

ہستی کا یہ ہنگامہ تمام اُس کا ہے — اب تو ہے وبال
شہرت کہ جواب جہاں جہاں برجا ہے — سو وہم و خیال
جھوکے میں اُڑے بادِ فنا کے جب اب — تب ہیچ ہے سب
پھر نام سوا جہاں میں رہتا کیا ہے — عنقا کے مثال

ایضاً

منعم جو تجھے ترے بنانے گھر در — تھا عہدِ شباب
پیری میں بنا وہم پہ رکھنا اکثر — ہے کچھ بھی حساب
اب جی ہی لگا ضعف سے ڈھنے تیرا — یہ کیا ہے خیال
طاقت صرفِ عمارتِ دل ہی کر — اے خانہ خراب

ایضاً

تا چند غمِ دل سے حکایت کر لیے — ہو ہو کر تنگ
کِس کِس سے شب و روز شکایت کر لیے — آتا ہے ننگ
سختی کوئی اے صنم کہاں تک کھینچے — ہے جی میں کہ اب
ہو نالہ ترے دل میں سرایت کر لیے — پر تو ہے سنگ

ایضاً

کیا کیا آتی ہے اپنے جی میں لیکن — کیا کہیے کہ آہ
محراب میں سر ماریے کب تک تجھ بن — غم ہے جانکاہ
تو مست گزارہ ہووے غیروں کی جا — چھپ چھپ کر رات
ہم پھیرتے تسبیح پھریں سارے دن — سبحان اللہ

Marfat.com

قطعات

اللہ کیا جگر تھا جفا میں حسینؑ کا — جی ہی گیا ندان رضا میں حسینؑ کا
اُس تشنہ لب کا عرش سے برتر ہے مرتبہ — خوں تھا سبیل راہ خدا میں حسینؑ کا

قطعہ

جو اے قاصد وہ پوچھے میر بھی ادھر کو چلتا تھا — تو کہیو جب چلا ہوں میں تب اُس کا جی نکلتا تھا
سماں افسوس بیتابی سے تھا کل قتل میں میرے — تڑپتا تھا ادھر میں یار اُدھر ہاتھوں کو ملتا تھا

قطعہ

قصّہ تمام میر کا شب کو سنا کیا — بے درد سر بھی صبح تلک سر دھنا کیا
ل چشم بھی نگہ نے دھتورا دیا مجھے — جس پر نہ چھوڑا دل کو میں تنکے چنا کیا

Marfat.com

ترکیب بند

میر تقی میر دہلوی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترکیب بند

میری تو بساطِ چشم تر ہے
سو نذر ہے اس پہ گر نظر ہے

اس دشت میں زندہ ہوں میں جس میں
ہر گام پہ جان کا خطر ہے

گرمی تو کر اے صنم کہ آخر
پتھر کے جگر میں بھی شرر ہے

پیری میں بھی بوجھ ٹک نہ پکڑا
زاہد تو تو ہنوز خر ہے

مرتا ہوں جو میں تو عیب مت کر
عاشق میں تو ایک یہ ہنر ہے

کیا ہوتا ہے قتل گہ میں دیکھیں
تیری شمشیر میرا سر ہے

کہہ تو ہی کہاں تلک کریں صبر
ہم ہیں دشنہ ہے اور جگر ہے

آنے سے ڈرو نہ دل میں میرے
خوباں یہ تو تمہارا گھر ہے

لبریز گلہ ہوں گرچہ لیکن
ہونٹھوں پہ نہ حرف کا اثر ہے

چپ ہوں گویا ہوں بے زباں میں
رکھتا ہوں عجب لٹ دہاں میں

تقصیر ہے بوالہوس کی اور مفت
مارا جاتا ہوں درمیاں میں

اُکسا بھی نہ تیغ کھا کے بارے
فارغ ہوا دے کے امتحاں میں

اے طفل کہے گا بعد میرے
مارا گا ہے کو یہ جواں میں

ہوں میں تو چراغ آخر شب کا
کوئی دم کا ہوں میہماں میں

Marfat.com

دلسوزی مری کرائے صبا تک — ہونے تئیں صبح کے کہاں میں
رونے ہی کو روتا ہے گا ناصح — پھرتا ہوں ڈبائے خانماں میں
کوئی نہیں شہرِ غم میں میرا — بیچارہ غریب ہونگا یاں میں
غم کہہ کے رُلاتا ہوں میں سب کو — تجھ غم میں ہوا ہوں وضعِ خواں میں
پائی نہ وفا کسی میں دیکھا — غربال تمام کر جہاں میں

بارے میں یہ سب دیار دیکھا
ہر کوچہ کو بار بار دیکھا

شب ہی عالم میں ہو گئی تھی — اپنے دل کا غبار دیکھا
آنکھیں گئیں روتے روتے لیکن — تونے نہ ادھر کو یار دیکھا
اب وعدہ مکر زیادہ بس ہم — جاناں ترا اعتبار دیکھا
کہتے تھے یہ ہم نہ کر تمنّا — اے جان اُمیدوار دیکھا
دامن میں گرا ہو ٹکڑے ٹکڑے — ہم نے جی کو فگار دیکھا
آنکھوں سے اُٹھایا آبلوں کے — صحرا میں جدھر کو خار دیکھا
پوچھا نہ ہمارے بعد ہمکو — یارو یہ جہاں کا پیار دیکھا
مدّت تئیں دید کر جہاں کا — طرز و وضع و شعار دیکھا

دیکھا تو ملا نہ کوئی ہم فن
دیکھے یہاں شیخ اور برہمن

عقلِ اوّل کو اک سُنا تھا — نکلا سو معارضے میں کودن
آنکھوں میں ٹھہر رہے ہیں آنسو — ہونٹھوں پہ دھرا رہے ہی شیون
شیوہ ہے ہمارا نالہ کرنا — یاں سے کچھ سیکھ مرغ گلشن
تجھ بن نہیں سانس اور کچھ ہے — چبھتا ہے جگر میں ہوکے سوزن
اے برق ادھر نہ آ ہمارے — ہر خوشے میں شعلوں کے ہیں خرمن
ہم وے ہیں کہ باغ کر دکھائیں — اشک گلگوں سے طرفِ دامن
سختی ایّام کی جو کہیئے — ہوویں ابھی موم سنگ و آہن
کیا تجھ سے سپہ گری جتا دیں — گر خود و زرہ نہ ہو نہ جوشن

مجروح نہ ہینگے ہم جو اڑ جائیں
بھاگے ابھی جان سے لے تن

ایسے تو ہیں پر وفا میں ویسے
خوباں تم ہو جفا میں جیسے

پھر جاتے ہیں غیر اس سے ملنے
آتے نہیں باز ایسے ویسے

ہم رستم عشق ہینگے کیونکر
منھ موڑیں ہزاروں یا یسے سے

سرکش نہ ہو زیر چرخ ان نے
پامال کیے ہیں کیسے کیسے

ہے بندہ نواز ظلم تجھ پر
ہم نالہ نہ کر تو مجھ کو نے سے

گو موسم دے خنک ہو مجھ سے
دل گرمی ہے مجھ کو زور مے سے

ٹک دیکھ فلک نے شاہ خوباں
کیا کچھ کیے خاندان کیسے

سر بیچے سو عشق میں رکھے پا
واقف نہیں دل تو یاں کے رسے

ہاتھوں میں مرے ہیں داغ خوباں
کہتے ہیں کہ اس کنے ہیں پیسے

کیا تجھ سے کہوں معاش اپنی
بارے گزرے ہے جیسے تیسے

رہتا ہے غرض ہمیشہ سودا
کوچہ کوچہ ہوا ہوں رسوا

وہ تشنہ دہن ہوں دل جلا ہوں
لب چشمہ جس کا نہ ہووے دریا

کہتے ہو جیسے فلک ہوا ہے
میرے ہی غبار دل سے پیدا

کھلتا تو سہی کبھی بلا سے
دل میرا ہی کاش غنچہ ہوتا

اب جان سے جاتا آ رہا ہے
موقوف اشارۂ تقاضا

ہو جس کی خراب عاقبت بھی
وہ میں ہوں کہ دین ہے نہ دنیا

میں ہوں کہ سر آمد جنوں ہوں
مجنوں کو خلیفہ[۱] میں کیا تھا

وہ خستہ ہوں میں ہی جس کو کہیے
رونق افزائے کوہ و صحرا

یہ کچھ جو میں کہ گیا بتاں یاں
خاطر میں تمھاری بھی کچھ آیا

یا یوں نہیں بکا میں کچھ تو بولو
خواہاں ہو تو خامشی ہے یہ کیا

سودا انہیں کچھ وگر نہ مجھ کو
کرتا ہے کوئی زیان جی کا

۱؎ خلیفہ۔ جانشین۔ نائب ۱۲

Marfat.com

گر اتنے پہ دل بُرا ہے میرا
موقوف کرو خدا ہے میرا

تم کو تو ہے کیا مرے ملے سے — پر اس میں بتاں بھلا ہے میرا
مرنے سے ڈرا نہ مجھکو قاتل — جی دینا تو مدعا ہے میرا
زنہار رہنا کہ اُس کے پا پر — مدت سے یہ سر لگا ہے میرا
سودا برضا ہے مل ہر اک سے — لگتا صنم اس میں گیا ہے میرا
یک نیم نگہ سے مول لے چک — ٹک دیکھ کہ یہ بہا ہے میرا
میں ہوں کہ ہلاہلِ الم سے — کٹ کٹ کے جگر گرا ہے میرا
جاؤ کہ رہو یہ جی جفا سے — کچھ ہو شیوہ وفا ہے میرا
کاکل کو نہ کھول اُلجھنے کو — دل زور ہی من چلا ہے میرا
ہوں توں کر کے طپش سے شب کو — مژگاں پہ جگر رہا ہے میرا

کل تک تو مرا یہ دل بجا تھا
اپنا دلخواہ مدعا تھا

تھے جن و ملک جلو میں میری — اقبال مرا کوئی بلا تھا
تھا روئے زمیں پہ شاد و خرم — کیا جانوں فلک کے جی میں کیا تھا
ایسا ہی نہ تھا بتوں میں آگے — آخر کوئی میرا بھی خدا تھا
ہوتے جو شہیدِ یک تمنّا — سو سو طرفوں سے خوں بہا تھا
اک روز چنانچہ ہولِ دل سے — اندوہ تنک سے مجھے ہوا تھا
جو ہو دیا اپنا دوستوں نے — جس جاگہ مرا عرق گرا تھا
ہوں اب جو بلا میں مبتلا میں — بیگانہ ہے جو کہ آشنا تھا

یہ رنج و بلاؤ درد و محنت
اے وائے حواس و صبر و طاقت

ایدھر بھی کبھو ٹک ایک چشمک — ہم سے بھی ضرور ہے مروّت
مت فرصتِ وقت سے ہو غافل — آخر کو نہ کھینچے تا خجالت
ہر آن میں اپنی تربیت کر — دیتا ہے زمانہ کس کو فرصت

Marfat.com

غیروں کے رہو گے دیر تک تم
ہم کو تو سویرے کریے رخصت

کیا تم سے کہیں سلوک ہجراں
دل میں نہ رکھی ہمارے حسرت

قطرہ تو ہے پر نہ ہاتھ اُٹھاؤ
دریا کو کرے ہے یہ کفایت

خالی دل پُر تو ہم بھی کرتے
افسوس نہ دی اجل نے فرصت

بس میرا ہو تو کروں منادی
کوئی نہ کرے کہیں محبت

گردن ماریں شتابی اُس کو
رکھے جو کسی سے میر اُلفت

ترکیب بند دیگر

عمر گزری ہو چکا آسودگی کا روزگار
رنج و محنت کے تئیں آرام سے ہے ننگ و عار

معرکہ ہے یکطرف دونوں ہوئے ہیں سامنے
زخم دل کی یہ ہنسی وہ گریۂ بے اختیار

مجملہ ہے گتھ رہے یکطرف ہیں کہتے جو یہ
صبر سے بے طاقتی دل اور درد بے شمار

عاشقی جب کی تھی میں نے تب تھیں یہ خواریاں
کیا کہوں کیا کچھ دکھاتا ہے مجھے اب ہجر یار

سینہ دیکھو چاک منھ ناخن سے سب نوچا ہوا
آنکھیں دیکھو ڈوبی خونیں جی کو دیکھو بیقرار

اے کہ گفتی عشق را درماں بہ ہجراں کردہ اند
کاش میگفتی کہ ہجراں را چہ درماں کردہ اند

اک کنارے وے تو جو ہینگے زمیں کے زیریاں
خاک پر بسمل پڑے ہیں کیسے کیسے شیریاں

وہ قدم پر ہے یہ ہنگامہ ترے کوچے کے بیچ
آشتابی کچھ نہیں لگنے کی تجھکو دیریاں

منھ پہ کھانے والے تلواروں کے بھوکے نوت کے
سیکڑوں یکجا ہیں وے جینے سے جو تھے سیریاں

دھڑ نہیں سر ہی پڑا ہے سر نہیں تو دھڑ ہی ہے
ہیں زیارت کردنی صد کشتۂ شمشیریاں

غمزدے بے خانماں بیوارثے بیکس غریب
زخموں کے دامن کے منھ پہ ہو رہے ہیں ٹھیریاں

گر تو ہم آئی پے طوفِ شہیداں دور نیست
گریہ می آید در نیجا راہ چنداں دور نیست

لے لپیٹ اک آن میں وحشت سے یہ سارا جہاں
خاک اوڑا ہر ایک دم میں کارواں رکارواں

تیرہ کر عالم کو رہ سرمایۂ گرد و غبار
چشم ما روشن تو ہو آوارہ کون و مکاں

یمن بخشے طے کیا کرنا زمین کا تیرے تئیں
لیکن اتنا ہی برآشفتہ نہ ہو جانا کہیں
سو خدا ناکردہ ہم کہتے نہیں اس راہ سے

کھینچنا سر کا مبارک ہو تجھے تا آسماں
پیشرو رکھتے ہیں سارے خاطر واماندگاں
کوئی دم وقفہ کرے یا دیر ہووے تجھ کو یاں

یکقدم اے گرد باد دامن صحرا بایست
در قفا افتادہ است مشت خاک ما تنہا بایست

گرچہ ہجراں میں ترے جاناں تھا جی میرا چلا
وصل خاطر خواہ تو معلوم تھا میرے تئیں
گاہ باشد رحم کو بھی رحم فرماوے وہ شوخ
ایک ساعت پاس بیٹھے درد دل میرا سُنے
سو تو یہ سب ہو چکا ہے کاشکے ملتا نہ تو

پر یہ تھا دل میں کہ شاید دیوے تو داد وفا
اُس دل کو لگ رہی تھی جبتلک تھا میں جدا
دیکھ مجھ ناکام کو یکدم کرے ترک جفا
کرکے غمخواری کرے یہ تیرے تئیں کیا ہو گیا
ایسے آجانے کا تیرے کون یاں مشتاق تھا

آمدی و حسرت وصل از دلم بر داشتی
حسرتے بود از وصال آں ہم بمن نگذاشتی

ہیں خرابے آج جتنے کل یہ تھے لوگوں کے گھر
طاق کسریٰ تو سُنا ہو گا کہ کیسا تھا محل
گھر کا صاحب تو اُڑایا کرکے یکساں خاک سے
خط باطل سے لکھا ہے صفحۂ کون و مکاں
کیسے کیسے خانوادے خاک میں یاں مل گئے

مت بنائے خانہ میں منعم رہا کر اس قدر
اب کہیں اس طاق کا کسریٰ کے پیدا ہے اثر
اینٹ ماریں اینٹ سے یہ کچھ ہوا اس گھر اوپر
کیوں دماغ اتنا جلاتا ہی رہے ہے تو کدھر
جائے عبرت ہے یہ معمورہ جہاں کا بےخبر

ہر کجا افتادہ بینی خشت در ویرانۂ
ہست فرد دفتر احوال صاحب خانۂ

کم بہت سُننے میں آتا ہے کوئی رنجور ہے
روشنی آنکھوں کی ہے منظور ساری خلق کو
ہم کنے بھی تھے یہ دو آتش کے پرکالے کبھو
ایکنے مارا جھڑک کر جی سے ہم کو آب داغ
ہمکو حیرانی ہے اس میں جسکو سُنتے ہیں اُسے

یا کسی مجروح کا زخم جگر ناسور ہے
قوت دل کا جدھر دیکھو تدھر مذکور ہے
ان سے ہم ایذا جو کھینچی ہے کسے مقدور ہے
ایک نے جیسا جلایا اب تلک مشہور ہے
ان ہی دونوں آفتوں کی پرورش منظور ہے

سرشک گرم و آہ آتشیں دیدیم و بس
بہرۂ کز چشم و دل دیدیم این دیدیم و بس

Marfat.com

دل نہیں مجھ کو ملا یہ کوئی جی کا ہے وبال
تو دنجود جاتا ہے کہتا آرزو کیا ہے اسے
یاد میں میری ہوا ہو کچھ سبب تو ہے بجا
نے کسو کے گیسو و کاکل کا وابستہ ہوں میں
کیا کروں ایذا ہے بے موجب غرض تجھ سے بیاں

گفتنی ہو تو کہوں لے میر میں کچھ اسکا حال
چاہتا ہے سیم و زر یا کوئی دلبر خوش جمال
عشقبازی مفلسی آزردگی رنج و ملال
نے کسی کے چاند سے مکھڑے کا مجکو ہے وبال
نے غم درد جدائی ہے نہ اندوہ وصال

نیستم عاشق بظاہر لیک میکاہد دلم
عمر بگزشت و نمیدانم چہ می خواہد دلم

Marfat.com

نعت و منقبت

میر تقی میر دہلوی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسدس در نعت سرور کائنات صلعم

جرم کی کھوتر سنگینی یا رسول
کھینچوں ہوں نقصانِ دینی یا رسول
اور خاطر کی حزینی یا رسول
تیری رحمت ہے یقینی یا رسول
رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

لطف تیرا عام ہے کر مرحمت
مجرم عاجز ہوں کر ٹک تقویت
ہے کرم سے تیرے چشم مکرمت
تو ہے صاحب تجھ سے ہے یہ مسئلت
رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

کیا سیہ کاری نے منھ کالا کیا
رحم کر خاکِ مذلت سے اُٹھا
بات کرنے کا نہیں کچھ منھ رہا
میرے عفو جرم کی تخصیص کیا
رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

اب ٹھہرا ٹک نہیں پائے ثبات
جرم کیا ہیں میری کتنی مشکلات
دستگیری کر کہ پاؤں میں نجات
ہے کفایت ایک تیری التفات
رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

Marfat.com

دہر زیرِ سایۂ لطفِ عمیم	خلق سب وابستۂ خلقِ عظیم
تجھ سے جویائے کرم عاصی اثیم	سخت حاجتمند ہیں ہم تو کریم

رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

ہو رہے ہیں ہم جو دوزخ کے حطب	سر پہ یہ اعمال لائے ہیں غضب
رکھتے ہیں چشمِ عنایت تجھ سے سب	تجھ سوا کس سے کہیں احوال اب

رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

نیک و بد تیرے ثنا خواں ہیں ہم	لطف تیرا آرزو بخشِ امم
ملتفت ہو تو تو کاہے کا غم	تو رحیم اور مستحقِ رحم ہم

رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

روؤں ہوں شرمِ گنہ سے زار زار	بے عنایت کچھ نہیں اسلوبِ کار
دل کو جب ہوتا ہے اکراہ نظر	زیرِ لب کہتا ہوں یہ میں بار بار

رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

سبز برپا ہوگا جب تیرا نشاں	آفتابِ حشر میں ہیں ہم اماں
ہو ویگی انواعِ خلقت جمع واں	کیوں نہ ہو سائے میں اُسکے دو جہاں

رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

روسیاہی جرم سے ہے بیشتر	رو سفیدوں میں خجل مجکو نہ کر
ایک کیا آنکھیں ہیں سب کی ہی ادھر	تجھ سے راجی ہے بصر اہلِ نظر

راجح

رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

کچھ بھی جو ہیں واقفِ رازِ نیاز	عام تجھ انعام پر کر چشم باز

Marfat.com

شعر یہ مشہور سب وے دلگداز
پڑھتے ہیں جائے دعا بعد از نماز

رحمۃ للعالمینی یارسول
ہم شفیع المذنبینی یارسول

جب تلک تاثیر کا تھا کچھ گماں
گہ قرآں خواں میرؔ تھے گہ سبحہ خواں

وقت یکساں تو نہیں ای دوستاں
اب یہی ہے ہر زماں ورد زباں

رحمۃ للعالمینی یارسول
ہم شفیع المذنبینی یارسول

قصیدہ در منقبت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

جب سے خورشید ہوا ہے چمن افروزِ حمل
رنگِ گل جھمکے ہے ہر پات ہرے کے اوجھل

وقت وہ ہے کہ زبس شوق سے چشمِ بلبل
خوبیِ دلکشِ گل دیکھنے کو ہو احول

جوشِ گل یہ ہے جہاں تک کرے ہے کام نظر
لالہ و نرگس و گل سے ہیں بھرے دشت و جبل

لطفِ روئیدگی مت پوچھ کہ میں شبہے میں ہوں
سبزہ غلطاں ہے لبِ جو یہ کہ خوابِ مخمل

چشم رکھتا ہے تو چل فیض ہوا کو ٹک دیکھ
نرگس اُگتی ہے جہاں بوئی تھی دہقاں نے بصل

سیر کر تازگی و خرمیِ دشت ذرا
خشک بھی شاخ نے اب سبز نکالی کونپل

خونِ خمیازہ کسِ عاشقی و پنجۂ گل
دونوں نکلے ہیں تہ خاک سے اب دست بغل

برگِ گل فیضِ ہوا کرتا ہے ہر اخگر کو[1]
آگ کی گر کہیں سلگا کے رکھے ہیں منقل

بیت بحثی کے تئیں مرغِ چمن آئے ہزار
کسو گلبن کے تلے آپ بھی اب پڑھیئے غزل

مطلعِ ثانی

نکلے ہے لالہ زبس چاک کر اب سینۂ تل
آتشِ گل سے جلا کرتا ہے سارا جنگل

تیرگی اپنے ستارے کی ہے سب پر روشن
آفتاب آوے ہے یاں دن کو جلا کر مشعل

آمدِ گریہ قیامت ہے اگن میں جی کی
مارے ڈالے ہے یہ برسات ہماری کی کہل

غنچۂ خام کو جوں پھونک سے کھولے ہے طفل
یوں بھی کر دیکھا یہ دل عقدہ ہے مالا ینحل

تو یوں ہی کھینچے ہے یہ نقش بر آب اے منعم
کیسی محبوب گئیں صورتیں اس خاک میں رل

[1] عرفی :- اخگر از فیض ہوا سبز شود در منقل +

جنس دل مفت ہے سینے میں عجب کیا ہے جو لے
غمزے وے دزد ہیں آنکھوں سے چرالیں کاجل

تیغ کے قد کی درازی کے تئیں جال میں دیکھ
یاد آتا ہے جوانوں کے تئیں رقص جمل

کودنے کو جو اُٹھا سر پہ اٹھالی مجلس
دیکھیے بیٹھے جو پھر اونٹ تو بیٹھے کس کل

پردے میں دوستی کے میر کا جی تک تولیا
مدعی کتنے تھے اُس کے یہ محبت بیتل

کیا ہیں اندھیر فلک کے کہ نہیں ملتی داد
روز خورشید نکلتا ہے جلا کر مشعل

جو ہے سو دست بدل خاک بسر ہے اس سے
میں بھی نکلوں ہوں سدا منھ پہ کفِ خاک کو مَل

موئے سر تک تو عدو دیدۂ شور اُس کا ہے
آج دیکھے کسو سر پر تو اُسے چاہے کل

پنجۂ خور کو زر اندود کیا اُن نے جسے
مرتعش باندھے ہیں اکثر شعرا بعضے شل

سُرخ رہتی ہے مژہ خطِ شعاعی سی ہنوز
چشمِ خورشید سے کھولی نہ کبھو ان نے سبل

درد سریں ہے جو موجود ہے دور اسکے میں
صبح نکلے ہے سدا ماتھے کو ملکر صندل

وقت ہے اپنے نصیری کی مدد کا یا شاہ
روز و شب رہتی ہے اُس موذی ہی سے جنگ وجدل

مطلع ثالث

اے کہ اک تو ہی ہوا عالمِ اسرار ازل
اے کہ سو جان سے عاشق ہے ترا حسنِ عمل

تیری وہ ذاتِ مقدس ہے کہ لیتے ہوئے نام
منھ سے ناخواستہ بھی صلِّ علیٰ جائے نکل

تیری درگاہ میں جبریل کے پر کیوں نہ جلیں
یہیں ہے نورِ جلالِ خدا عزّ وجل

دور از بسکہ کھنچا عرش سے رتبہ تیرا
حرف تیرا ہے ترے شیعوں کو وحیِ منزَل

مرحبا شاہی تری صلِ علیٰ جاہ ترا
کہ ہوا تخت ترا دوشِ نبیِ مرسل

فرش ہونا ترے زائر کا سعادت تھی وہ لے
کیا کرے چادرِ مہتاب کہ تھی مستعمل

وہ نخستین خرد اے عالمِ اسرار الٰہ
مانتے جسکو گئے دہر کے کامل اکمل

آخر اب آکے ترے درس میں نکتہ یہ کھُلا
ناقصِ محض چلا جائے تھا عقلِ اوّل

جی میں گذرے بھی تو نکلے ہے ترے درس کے بیچ
معنیِ تازہ سے بدلا ہوا لفظِ مہمل

رفع بدعت پہ جب آوے تری طبعِ اقدس
کیا عجب شعلہ آواز سے جل جا نزل

لقمۂ ظلم نہیں پچتا عدالت میں تری
باز نگلی ہوئی چڑیا کے تئیں دے ہے اُگل

حالتِ نزع میں گر نام زباں پر ہو ترا
یک رمق جان حیاتِ ابدی سے ہو بدل

بسکہ غالب ہے ترا اسعد ستارا ہے عجب
ہو بجے گر حشر تلک نوبتِ شاہیِ زحل

Marfat.com

کیا ترے کشف بیاں کرنے کی کہیے تاثیر
طبع گوینده په یاں حال ہوا مستقبل

تو غضب ہوئے مبادا کسو اوپر کہ شہا
مرگ ٹلتی بھی ہے پڑتی نہیں یہ کلول

تب ہوا دین محمدؐ کا بزورِ شمشیر
تو نے برہم کیے جب کتنے ہی ادیان و ملل

حبذا حق سے یہ نسبت کہ رہی بھی موقوف
تجھی پر مصلحتِ کارِ خداوند اجل

سُن کے یہ نظم و نسق دہر میں جو تو نے کیا
جمع ہو جاتے ہیں شاعر کے حواسِ مختل

کوئی یوں سرکشی سے اپنی کہے کچھ لیکن
سجدہ ہی کیجے تجھے یہ ہے ترا قدر و محل

جی میں ہے اور بھی مطلع کے تئیں کریے نمود
دل کو تسکین نہیں بخشتا وصفِ مجمل

مطلعِ رابع

اے کہ طاقت سے ہے زمانے میں تری ضرب مثل
پنجۂ زور کے آگے ترے یہ پیرِ زحل

یکطرف میں نے کیا فرض ترے بندے کو
دوسری سمت کیا جمع عدو کا دنگل

کشتنی مدعی کی اور کئی میں کیسے کہوں
ہر جواں برج سا پھر کوہ کے مانند اچل

میاں سے جبکہ گھسیٹی اُدھر اُن نے تلوار
باعثِ تیرگیِ چشم تھی وہ برقِ اجل

درہمی آ گئی یک بار صفِ اعدا میں
ایک دو ہاتھ کے چلنے میں پڑی یہ ہلچل

تیرگی بخشِ جہاں بسکہ ہوا سرمہ گرد
چشمِ خورشید فلک پر تھی مثالِ مکحل

رستم و سام جسے فرض کرے تو دل میں
نعرہ کر سامنے آواز کیا جب اٹکل

کھل گیا دوش سے لے تا کمر اللہ اللہ
ایک ہی زخم ہے دشمن کے گلے کی ہیکل

برہمی کارگہِ رزم کی مت پوچھ کہ تھا
کوہ پر کوہ فلک پر تھی زمیں دل پر دل

جمع ہو آیا تھا اس یک پر اک جمِ غفیر
اکثر اس میں سے گئے مارے کچھ اک بھاگے دہل

کرکے سرگوشی جسے پوچھتے ہیں بھاگے ہوئے
آتی ہے غیب سے آواز ہوا وہ فیصل

یہ ہے یا خالی ہے میدان مگر اُسکی تیغ
اژدہا تھی کہ گئی خلق کو یکدم میں نگل

کیا بیاں کیجیے اب لشکرِ اعدا کی معاش
مخرجِ خوں ہے دہاں زخم کا ہیگا مدخل

چھوٹے ہے زخم سے ہر ایک کے فوارۂ خوں
ہر طرف دشت میں جاری ہیں لہو کی جدول

سرخ تر چشمِ شجاعاں میں نظر آتی ہے
خون سے مسلخِ قصّاب کی خاکِ مقتل

قطعہ

کیا لکھوں اسپِ سبک سیر کی اُسکے تعریف
ادہمِ خامہ بھی لکھتے ہوئے جاتا ہے اچھل

Marfat.com

جب عناں اسکی اُچک لیتا ہے اُسکا رکاب
جلدی پویہ میں دکھلا دے ہے کیا کیا چھل بل

اس فلک سیر کا میدان مقرر رہیگا
تنگ و پو کے لیے اتنائے ابد اور ازل

آگیا اس میں نظر جا کسو شخص کو تو
مارتے پل کے گیا اُس کو چھلاوا سا بھل

قابو ہونے کے لیے اسکے سوار اُس پہ سدا
کھنچتے ہیں مدعی اس اسپ کے تئیں بار پہ چل

راکب اُس کا کرے ہے سُنکے تبسم یہ بات
یعنی ان گیدیوں کے کچھ ہے دماغوں میں خلل

جان یہ ہے ترے گھوڑے میں کہ تا روزِ جزا
گرد کو اُسکے نہ پہونچے گی کبھو اُس کی اجل

اک مصوّر نے اُسے دیکھ کے دوڑایا خیال
دیکھوں اس باد کی مجھسے بھی سکے شکل نکل

سرو سینہ کو مرتک تو بنایا رکھ ہاتھ
اُڑ گیا صفحۂ کاغذ پہ سے چھوتے ہی کفل

آبلے جیسے ستارے ہیں مرے دل کے بیچ
بس کہ اس چرخ سیہ رو سے رہا ہوں میں جل

آج تجھ نیرِ اعظم کی خلافت کا ہے روز
داد دے میری کہ دیکھوں ہیں اسے مستاصل

صاف ہو زنگ دل میرؔ کہ احباب میں ہے
واسطے تیرے مخالف کے ہیں تیغیں صیقل

قصیدہ در مدح حضرت علی مرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ

اک شب کیا تھا یار تری زلف کا خیال
اب تک ہے دشمنی میں مری میرا بال بال

میں مر گیا فراق میں پر اب یہ کیا ہے ظلم
جیتی گڑی ہے ساتھ مرے حسرتِ وصال

جنبش ہوئی مژہ کو ادھر گر گئی سناں
ابرو ہلے ترے کہ ادھر کٹ گیا ہلال

آیا ہے یادِ قیس بہت اب کہ ہوں تنگ
اسکے بھلاوے مجکو نہیں چھوڑتے غزال

خوشوقت ٹک تو ہوں پہ کہیں کا نہیں ہوں پھر
آزردہ ہوئے مجھ سے اگر خاطرِ ملال

رنگ اُڑ گیا تبھی کہ ہوا تجھ سے چہرہ گل
رکھے ہے اب نسیم کی سیلی سے منھ کو لال

دوزخ ہی میرے شرم گنہ کی عرق میں غرق
لیکن نہیں ہنوز مجھے ٹک بھی انفعال

خوش قامتی کو آہ کے کب پہونچتا ہے سرو
ہے یہ تو باغ رنگ شکستہ کا نونہال

حیرت بسا ہی جان کو اپنی تمام عمر
ٹک چشم آئینہ نے ترا دیکھ کر جمال

یک روز بے نقاب ہوا تھا تو صبح کو
اتنک ہے آفتاب جہاں تاب پر زوال

تھی سیر تیرے کوچہ میں عشاق کی معاش
کتنے شکستہ دل تھے بہت تھے خراب حال

Marfat.com

جتنے غرض تھے سب کو یقیں تھا کہ مر چکے — کوئی نہ تھا کہ جسکو ہو جینے کا احتمال
کبتک صفت بتوں کی خدا سے تو خوف کر — اے طبع رہ نہ اتنی بھی پابند خط و خال
پڑھ منقبت یہ شاہ کی جس سے نجات ہو — وہ شاہ جسکے ایک گدا کو ہے یہ کمال
بخشش سے جسکی حرف طلب محو ہو گیا — کم اسکے وقت میں ہو بہت نوبت سوال
ہے من اس کے مطبخ عالی کا کاسہ لیس — دستار خواں کا اسکے ہے حاتم اک اشتمال
آوے اگر عطا و کرم پر وہ ایک دم — خسرو کی ہفت گنج تو پھر کیا ہیں چیز مال
کہتا ہوں اب میں مطلع ثانی کہ ہوں تنگ — وسعت رکھے ہے بسکہ یہ میدان قیل و قال

مطلع ثانی

اے نائب مصاحب دادار بیہمال — دے مشورت شریک خداوند لایزال
تو ہے کہ تیرے عدل کی نظم و نسق کو سن — اٹھ جائے دفعۃً ہی مزاجوں سے اختلال

قطعہ

جا ہے خدا نخواستہ اس کا اگر تو رزم — تو منحرف مقام سے ہو خط اعتدال
شاہا ترا غلام ہو ایک اور ایک طرف — سنگیں ہو فوج دشمن اگر کوہ کی مثال
تیر و کماں کو ہاتھ میں لے جب ہو سامنے — ہے اسکو اپنے زور شجاعت سے یہ کمال
جسدم کہ زور بازو سے آکر لگا دے تیر — پھوٹیں دو سار ہو ویں اگر آہنیں جبال
چٹکی سے اسکی ہو کے جدا تیر یہ لگائے — جو اسکے سامنے ہو اسے اڑکے لاگے بھال
اٹکل کی جسکے سینے میں مارے ہو تیر بخش — منھ دیکھو مدعی جو رکھے لینے تئیں سنبھال
پشت عدو کی ادر ہو پیکان یوں نمود — جیسے کہ سانپ بیٹھے ہے بانبی سے سر نکال

قطعہ

بالفرض اس پہ چوٹ کرے آکے مدعی — خالی دے اسکے وار کو دیوے زمیں پہ ڈال
اس جھوک ہی میں ہاتھ مع تیغ ٹوٹ جائے — گردن کٹا دے مفت گرے بسکہ ہو نڈھال
سنتے تھے وہ مثل سو ہمیں ہوتی ہے درست — دست شکستہ اپنی ہی گردن کا ہے وبال

قطعہ

جو کوہ آہنی ہوں ترے مدعی شہا — تنہا ترا غلام لے تلوار اور ڈھال
دو ہاتھ ایسے کرکے کرے سبکو دے اکھاڑ — مارے زمیں پہ جسکو پکڑ کر کمر دوال

Marfat.com

ٹھہرے ورے پرے تو نہایت غریب ہے
تحت الثرےٰ سے گر نہ پرے جائے بدسگال

یوں دیکھ ایک دو کو کنارا کرے شتاب
میدان کارزار سے رستم برنگ زال

شیر فلک کو راہ بھلا دیوے وہ دھمک
اس زلزلے میں گاو زمیں سیکھ جائے چال

قطعہ

من بعد اور باقی رہیں جتنے کشتنی
گر جمع ان کو زور شجاعت سے پیل پال

تلوار سے پھرے وہ تو پھر جائے روزگار
نعرہ کرے تو تن سے کرے روح انتقال

اہل سلاح ترس سے گر گر پڑیں بہت
جتنوں کے ہو گلے میں زرہ انکا ہو یہ حال

نعرے سے اسکے لیویں بہت یوں رہ گریز
بھاگیں ہیں جیسے شیر کی آواز سے شغال

حصہ رسد کوئی ہو وہ رکھ جائے ایک تیغ
گزرے نہ ایک دم بھی کہ قضیہ ہو انفصال

زخم اسکے ہاتھ کا جو لگے یہ نہ ہو کبھی
مٹ جائے کائنات مگر تب ہو اندمال

قطعہ

تر ہو گئی ہے بسکہ لہو میں گل زمیں
گر خشک ہووے خاک کہیں بعد ماہ و سال

ہو پھر گزار باد صبا سے یہ واں کا رنگ
اڑتا ہے جیسے ہولی کے ایام میں گلال

میلان طبع مطلع ثالث کی اور ہے
تاخیر پر قصیدۂ غرا کا ہو مآل

مطلع ثالث

لائق تری صفت کے صفت میری ہے محال
آشفتہ طبع شاعر خستہ کی کیا مجال

تو وہ در مدینۂ علم علیم ہے
ق
جس شخص کو نہ آوے الف بے تے دال ذال

آوے تری جناب مقدس میں ایک دم
کرتے ہیں واں تو دقت سبھی طرز کے مقال

عالم ہوا سقدر کہ بیاں کیا کرے کوئی
پھر بحث اس سے عقل فلاطون پر ہے دال

لیتے ہیں تیرے گھر سے گدا پوست تخت فقر
پاتے ہیں تیرے در سے شہا مکنت و جلال

جبتک جیوں میں دل میں مرے آرزو ہے یہ
ہوں سر سے تیرے زائر درگہ کا پائمال

پھر بعد مرگ حوض پہ کوثر کے پاس ہی
جا گہ مری ہو حشر کی تیری صف نعال

جب ہوں میں گرم راہ ترے ساتھ میں شہا
ہو جائے سرد آتش دوزخ کی اشتعال

جبتک جیے گا محو ثنا ہی رہے گا میر
ہے تیری منقبت سے نپٹ اسکو اشتغال

ہوتے حرام تیرے محبوں کو درد و غم
شمشیر دوستاں پہ ہو خون عدو حلال

Marfat.com

قصیدہ در مدح حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ

غنچے ہو دل پر آتے ہیں اندوہ اب مدام
پہونچے ہے تجکو داغ گل جنگ صبح و شام

اے کجروش تو نامہ نہ لکھ بھیج مت پیام
قاصد کا میرے سیدھی طرح سے تو لے سلام

دل میں نہیں ہے قطرۂ خوں آنکھیں ہیں گی تر
خالی پڑا ہے شیشۂ مے بھر رہے ہیں جام

ناکامیوں سے کام رکھا میں تمام عمر
گو کام دل حصول نہ ہو مجکو کیا ہے کام

اے رشک ماہ عید نہ کر انتظار کش
مکھڑا دکھا دے چاند سا ٹک آکے پشت بام

زنجیر پا ہے اُس کی تری زلف غالبًا
مدت ہوئی نسیم نہیں کرتی ابتسام

چلتا ہے تو تو جاتے ہیں کتنوں کے جی چلے
آ اب کسو کی مان لے موقوف کر خرام

آوارگی سے دل ہی کی آسودگی کو چھوڑ
ناموس عافیت کو اُڑا کیسا ننگ و نام

گر جانتا مژہ کو تری تیغ کیں تو میں
دو چار جاتیں اور بھی کر لاتا قرض و دام

رونے کا تار باندھ تفرج نہیں ہے خوب
ہے آنسوؤں کا سلک گہر کا سا انتظام

اکدم تری گلی میں گیا تھا میں سیر کو
لبریز بوئے خوں سے ہے اب تک مرا مشام

صیاد نے اسیر کیا مجکو پر عبث
میں ٹک جیا نہ فرط تپیدن سے زیر دام

آنکھوں سے اُسکی چشم وفا میر ہے غلط
وحشی ہیں یہ غزال نہ ہونگے کسی سے رام

چشم طمع کو سی لے ہما تو کہ جیتے جی
سُرمہ ہوئے ہیں پیکے الم سے مرے عظام

اے طبع اتنی ہرزہ درائی جرس کی طرز
اس گفتگو کا فائدہ کہ حاصل کلام

یعنی امیر شاہ نجف کی صفت پہ آ
وہ شاہ جس پہ سارے کمالات ہیں تمام

وہ شاہ ہے کہ بعد نبی کے وہی ہے پھر
وہ شاہ ہے کہ حق ہے وہی اولیں امام

گر چاہے دل گرفتہ جہاں تنگ ہو کوئی
کر دے یہ ننگ غنچۂ پیکاں کو ابتسام

ورنہ شگفتگی یہ بلائے عظیم ہے
چھوڑے نہ زخم سینۂ عاشق تک التیام

مطلع ثانی

شاہا ترے گدا کا ہے مشہور احتشام
شاہان سرفراز ہیں سب اُسکے پائے نام

قطعہ

ہو اسپ پہ سوار کرے عزم جنگ اگر
میدان کارزار میں اودے ترا غلام

Marfat.com

جولاں کرے جدھر کو رہے اُسطرف نہ خاک / اُڑ جائے خاک دشت کی جدھر کو پھرے لگام

پامال اسقدر ہوں کہ معلوم بھی نہ ہوں / افراسیاب کون ہے رستم ہے یاں کدام

قطعہ

شمشیر اُس کے خرمنِ اعدا کی ہے جو برق / آوے گر اسکے ہاتھ میں یک لحظہ بے نیام

ہل جائے اور ٹک صفِ اعدا کی اور کو / بے سر ہیں پھر تو مدِ نظر تک بدن تمام

یہ بات میں کہوں ہوں نظر کر کے مائل / گر آسماں پہ جائے تہِ خاک ہے مدام

شاہا ترے غلام کے جیسے کی کس کو تاب / گو پہلواں ہزاروں لیے آئے اس پہ سام

وہ سام بن نریماں کہ اتنک جہاں کے بیچ / افسانے اُسکے زور کے کرتے ہیں دھوم دھام

اک ایک کو زمیں میں دے گاڑ اُس سمیت / تحت الثرے کو جائے مع اپنے اژدحام

طبقہ زمیں کا جائے اُکھڑ اُسکے زور سے / چنداں عجب نہیں کہ ہوا ہووے تیرہ فام

ازبس اُڑے ہے خاک جدھر دیکھو تس طرف / جاتے ہیں کور چشم تماشائی ہو عوام

مطلع کروں ہوں اور بھی موزوں میں اس جگہ / تا ہو نجیز خوبی قصیدے کا اختتام

مطلع ثالث

اے بعد فوت ختمِ رسل صاحب اہتمام / وے اولیں امام و سزاوار احترام

ازبسکہ تیرے نقش سے گم ہیں محرّمات / رسام کھینچے خفت اگر چاہے ارتسام

عصفور کس شمار میں پر تیرے عدل سے / گنتی نہیں ہے باز شکاری کی اعتصام

تو ہے کہ تجھ کو ذاتِ خدا سے ہے ربطِ خاص / تو ہے کہ سارے خلق پہ تیرا ہے فیض عام

تو ہے کہ تیرے مہر کے سائے میں روزِ حشر / محفوظ آفتاب قیامت سے ہوں انام

ہیں سہل تیرے چشم کے آگے خرابیاں / مشکل یہ ہے کہ ہووے فلک کا نہ انہدام

چاہے تو اعتدال زمانہ ٹک ایک اگر / ایک ہی ہوا ہے پھر تو جہاں میں علی الدوام

چاہے اگر تو یہ کہ نہ روپوش ہووے روز / تہ کر کے شب اُٹھا ہی رکھے پردۂ ظلام

قطعہ

گرمی کرے تنک بھی اعانت تری تو پھر / آجائے پختگی پہ مرا یہ خیالِ خام

یعنی کہ دیکھوں حضرتِ دہلی کی جا نواح / معلوم ہے سوائے ترے حاصل کلام

ہرگز نہ ہو حلال عدو پر ترے خوشی / ہووے تمام تیرے محبوں پہ غم حرام

Marfat.com

قصیدہ در مدح حضرت امام حسین علیہ السّلام

فلک کے جور و جفا نے کیا ہے مجکو شکار ہزار کوس پہ ہے جائے اک تپیدن وار
خراب کوہ و بیابان بیکسی ہوں میں برنگ صوت جرس ہر طرف ہے میرا گزار
بغیر خوردن خوں کب نہار ٹوٹے ہے سوائے گریۂ صبح اب کہاں ہے آب خمار
لگیں نہ داغ سو کیوں پھیکے میرے سینے پہ نمک نہیں نظر آتا بجز رخ دلدار
سو وہ بھی دیکھنا ملتا نہیں ہے گھر بیٹھے مگر ہوں ہند میں رسوائے کوچہ و بازار
سوائے نالۂ جانسوز کون ہے دلسوز بغیر آہ سحرگاہ کون ہے غمخوار
جنوں میں جب سے خوش آیا لباس عریانی نہیں ہے دامن صحرا میں تب سے مجکو قرار
ہمیشہ ساتھ ہے دامن سوار لڑکوں کے مگر کہ خاک وفا سے بنا ہے میرا غبار
عجب ہے مجکو جو تو دیکھنے نہیں آتا رہا ہوں ایک تری انکھڑیوں کا میں بیمار
ہوا ہوں جور فلک سے بہت ہی زار و نزار پہونچیو یا خلف الصدق حیدر کرّار
شہا غلام کو تیرے یہ زور بازو ہے کہ وقت جنگ جو لیکر کماں کو ہووے سوار
اگر پہاڑ ہو دشمن تو اُسکے سینے میں کماں سے چھوٹتے ہی تیر بند ہو سوفار
لگاوے پھر وہیں دو چار ایسے پے درپے کہ ایک کا ہو نشاں دوسرے کی جائے قرار
کرے ہے فخر بہت اوج پر فلک شاہا رضا جو ہو تو کروں تیرے روضے کا بستار
کہ انفعال ہو لاف و گزاف سے اُس کو زمیں ہے صحن کی جسکے یہ گنبد دوّار
کرے ہے جوہر اوّل نگاہ بس سماعت تو ایک ہاتھ سے تھانبے ہے سر او پر دستار
امام ہر دو جہاں جس کی آستاں کی خاک رکھے ہے رتبۂ کحل جواہر الابصار
زہے وہ روضہ جہاں دیدۂ ملک ہیں فرش قدم کو رکھتے ہوئے آنہ آتے ہیں زوّار
اگر طلوع ہو خورشید سامنے اُس کے ہر ایک ذرّے کو واں کے ہے یہ لب گفتار
کوئی کہے کہ یہ کیا شوخ چشم شیر ہے کوئی کہے کہ یہ ہے موش کور ناہموار
لیا ہے روز سیہ نے بہت اُسے گھیرا چلی ہے چھوڑ کے حیراں ہو رخنۂ دیوار
شعاع روضے کے قبے کی ہے گی عالمگیر پھریگا سایۂ شاب جہاں میں ہوتا خوار
بصافعے کہ یہ نقاشیاں ہیں سب اس کی زمیں ہو یا ہو فلک یا حجر ہوں یا اشجار

Marfat.com

باحمدے کہ نبوت ہوئی ہے اُس پر ختم
بمرتضےٰ کہ ولایت مسخّر اُن نے کی
بآں امام کہ کشتہ ہے زہرِ قاتل کا
بآں شہید کہ تشنہ لب و شکستہ دل
کہ جب ہلال محرم نمود ہوتا ہے
بسینہ سوزی داغ و بآتشِ ہجراں
بسردمہری شیریں بکینۂ خسرو
بعشقِ دیر بطوفِ حرم بسعیِ تمام
بآب و رنگِ گلستاں بہ بیکسی اسیر
بساغرِ مۓ گلگوں بہ توبۂ سنگیں
بدستگیری چاک و بہ بےقراری جیب
بحیرتِ رُخ جاناں بچشمِ وا ماندہ
بہ قلقل و بہ سبو و بلغزشش ہردم
بہ پوچ گوئی بیتابی و بہ بےخوابی
بہ دیر و برہمن و کفر و یا صنم گوئی
بسیل خانہ خراب و بوادی مجنوں
بخوشہ خوشہ سرشک و بدار بست مژہ
بضعفِ جسم نزار و بہ طاقت سرکش
بخاکِ عاشقِ بےخانماں کہ بادِ صبا
باضطرابِ چراغ و بدشمنیِ نسیم
بدور گردی رنگِ قبول و یاسِ دعا
بخیل خیل خرابی بگوشۂ صحرا
بشوقِ وصلِ نگار و بجانِ مایوسی
بسینہ کوبیِ زخمِ جگر بماتمِ میر
قسم ہے میرے تئیں ان تمام قسموں کی

بفاطمہ کہ وہ ہے بنتِ سیّد مختار
بہادری ہے غلاموں کی جسکے فن و شعار
گرے ہیں لختِ دل اُسکے زمیں پہ جتنے ہزار
ہوا ہے دشتِ بلا میں ہیں اب تلک آثار
جہاں میں کرتے قیامت ہیں اُسکے ماتم دار
بآہِ سردِ سحرگاہی و بنالۂ زار
بگرم جوشیِ فرہاد و سختیِ کہسار
بلوحِ مشہدِ عاشق بسوزِ شمعِ مزار
کہ اسکو کنجِ قفس میں رہے ہے یادِ بہار
بدلنوازیِ ساقی بابرِ دریا بار
بسینہ کاوی دشنہ بزخمِ دامن دار
بسعیِ باطلِ ناخن بعقدۂ دل کار
بہ مستیِ مۓ ناب و بخاطرِ ہشیار
بہم زبانیِ صبر و بدیدۂ بیدار
بشیخ و مسجد و تسبیح و رشتۂ زنّار
بجرگہ جرگہ غزالاں بدیدۂ خونبار
بقطرہ قطرہ شراب و بجامِ دستِ یار
بجانِ عاشقِ مسکیں کہ یار پر ہے نثار
نہیں دکھاتی اسے بعد مرگ کوچۂ یار
بخاطرِ دمِ آخر کہ اس سے ہے بیزار
باعتزازِ اجابت بحلقۂ اذکار
بخوش سوادیِ شہر و بقریہ و بدیار
بآرزوے ہم آغوشی و بہ بختِ کنار
بجاں کنی گلوگیر و حسرتِ دیدار
کہ تجھکو علم ہے ان سب کا کیا کروں میں شمار

Marfat.com

یہ آرزو ہے مرے دل میں مدتوں سے شہا
رہے نہ بعد مرے ہند میں یہ مشتِ غبار
اڑا دے اسکو صبا یا تنلک کے یہونچے
تجھ آستان کے آگے کہ ہے فلک کردار
رہے ہمیشہ ترے دوستوں کے ساتھ اقبال
عدو کو تیرے نہ دے فرصت ایکدم ادبار

مسدّس در منقبت

خیدہ خواروں میں شہ روم ترے صبح و شام
ریزہ چینی سے تری بادشہ چیں کا قیام
حبشی ہندی صفاہانی بخارائی تمام
ہیں ترے دست نگر لیجیے کس کس کا نام
یا علی کیست کہ شرمندۂ احسانِ تو نیست
بر سرِ خوانِ کرم کیست کہ مہمانِ تو نیست

گرسنہ چشم ترا آدم و سب اُس کے خلف
تو جو دعوت کرے تو آویں فرشتے صف صف
دہر کا راتبہ ہے بحر ترا کشتی بہ کف
مہر و مہ دیکھتے ہیں تیرے ہی ہاتھوں کی طرف
یا علی کیست کہ شرمندۂ احسانِ تو نیست
بر سرِ خوانِ کرم کیست کہ مہمانِ تو نیست

سایہ گستر دو جہاں کا ہے ترا لطفِ عمیم
دے تو جنت کی نعیم اور تو ہی فوز عظیم
تجھ سے ماموں عطا سب تو کریم ابن کریم
ہو وے یعقوب کہ اسحاق کہ ہو ابراہیم
یا علی کیست کہ شرمندۂ احسانِ تو نیست
بر سرِ خوانِ کرم کیست کہ مہمانِ تو نیست

مردمی کا ترے دریا نہیں رکھتا ہے کنار
ایک موجے میں ترے سیکڑوں بیڑے ہوئے پار
کاڑھے طوفان بلا سے تری ہمت نے پار
نوح ممنون ہے یونس ہے ترا شکر گزار
یا علی کیست کہ شرمندۂ احسانِ تو نیست
بر سرِ خوانِ کرم کیست کہ مہمانِ تو نیست

اہلِ عالم متمتع رہیں ہیں تجھ سے مدام
مائدہ طور پہ بٹتا تھا ترے ہاں سے طعام
من و سلویٰ تھا فرستادہ کبھو بہر انام
قولِ عیسیٰ بھی یہی تھا یہی موسیٰ کا کلام
یا علی کیست کہ شرمندۂ احسانِ تو نیست
بر سرِ خوانِ کرم کیست کہ مہمانِ تو نیست

Marfat.com

ہے بچھا شرق سے تا غرب ترا دسترخوان
آسماں یاں کی گدائی سے بھرے ہے ابنان
جیسے مہمان ہے ہر شام و سحر خلق جہان
ماہ و خورشید کو ملتی ہیں یہاں سے دو نان

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسانِ تو نیست
بر سرِ خوانِ کرم کیست کہ مہمانِ تو نیست

سرِ شاہانِ زمانہ ترے خاکِ درگاہ
منھ ترا تکتے رہیں عارف و کامل آگاہ
کج رکھیں تیرے بھروسے پہ فقیر اپنی کلاہ
تجھسے سب ہو چکے ہیں مقصود کو قصہ کوتاہ

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسانِ تو نیست
بر سرِ خوانِ کرم کیست کہ مہمانِ تو نیست

نام حاتم کا خنک جیسے لطیفہ مستور
رنگ رنگ اطعمہ ہیں بذل بھی اس درجہ وفور
معن زائد کا ترے بزم میں زائد مشہور
کیا خداوندی ہے اللہ خدائی مشکور

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسانِ تو نیست
بر سرِ خوانِ کرم کیست کہ مہمانِ تو نیست

لطف ہے عام ترا سب تجھی سے پاتے ہیں
شکر نعمت یہ نہیں تیرا بجا لاتے ہیں
تیری دولت ہے جو یہ شاہ و گدا کھاتے ہیں
اس جہاں سے بھی یہی کہتے ہوئے جاتے ہیں

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسانِ تو نیست
بر سرِ خوانِ کرم کیست کہ مہمانِ تو نیست

ارض میں اور سمٰوٰۃ میں سب تیرا مال
رزق بہبود کا تجھ سے سرگردوں میں خیال
جسکا گھر چاہے تو کر دیوے اُسے مالامال
اپنی خوبی کو زمیں رات کرے تجھسے سوال

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسانِ تو نیست
بر سرِ خوانِ کرم کیست کہ مہمانِ تو نیست

فی الحقیقت تری مہمان خلائق ہے سب
رتبے تجھنے ہی کی ہر گوں تری مروت کا ہی ڈھب
تیرے دروازے سے محروم کوئی آوے ہی کب
جاؤں ناکام اگر میں تو نہایت ہے عجب

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سرِ خوانِ کرم کیست کہ مہمان تو نیست

کاسہ لیسی ترے مطبخ کی کریں خورد و کبیر
ہاتھ پھیلائے رہے آگے ترے جم غفیر

Marfat.com

ظرف ہیں جن کے بڑے سب یہ دیکے ہیں فقیر | آدم وجن و ملک شاہ وگدا میر ووزیر

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسانِ تو نیست
بر سر خوانِ کرم کیست کہ مہمانِ تو نیست

مسدّس در منقبت

درویش جو ہیں مقصدِ دلخواہ کہیں ہیں
اک واقفِ اسرارِ دل آگاہ کہیں ہیں
سالک جو ہیں وے راہبرِ راہ کہیں ہیں
اک چرخِ حقیقت کا تجھے ماہ کہیں ہیں
کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

مذکور کہیں نام ترا کام روا ہے
ہر ایک نے کچھ حسبِ خرد اپنی کہا ہے
مشہور لقب ایک جگہ راہنما ہے
سمجھا نہ کوئی یہ کہ حقیقت میں تو کیا ہے
کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

من بعد نبی باعثِ بہبود تو ہی ہے
کچھ کوئی کہو خلق سے مقصود تو ہی ہے
نزدیک خردمندوں کے مسجود تو ہی ہے
پہونچیں جو حقیقت کو تو معبود تو ہی ہے
کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

جس روز سے تو تھا نہ کوئی عرصے میں آیا
بالفرض فلک سے بھی اگر ہاتھ ملایا
فتنے کو ترے شور نے تا حشر سلایا
اک روز میں کر خاک برابر ہی دکھایا
کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

اس بات کو جانیں ہیں سب آگاہ تہ کار
قدرت نے کیا حق کی ترے پردے میں اظہار
ایوب نے جب نالہ کیا کھینچ کے آزار
صورت سے شفا کی تو ہوا آکے نمودار
کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

Marfat.com

آدم کی انابت تھی شب و روز تری اور
قایل ہیں ترے کے سلیمان سے تا مور
جیتے ہیں ملک نام ترا چرخ پہ کر شور
اللہ ری تری شوکت و احسنت ترا زور

کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

ہستی ترا جلوہ ہے ترا شور عدم میں
ہوتا نہ ترا دست حمایت کا جو ہم میں
تیرا ہی تصرف ہے حدوث اور قدم میں
یونس کی توقع نہ تھی ماہی کے شکم میں

کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

پردے میں صدا تھی ترے داؤد کا الحان
جاں بخش دم عیسوی میں تو ہی تھا پنہان
شمہ تھا تری حشمت کا اک نوح کا طوفان
تھا ہاتھ ترا معجزۂ موسی عمران

کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

یعقوب کا تھا کلبۂ احزاں میں تو غمخوار
رحمت کا فرشتہ ہو ترے لطف نے پر مار
یوسف کا ملک ہو کے ہوا چہ میں مددگار
کی آتش نمرود براہیم پہ گلزار

کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

اٹھا ہے دو انگشت سے دروازۂ خیبر
کیا ہاتھ تھا جس سے کہ گیا جان سے عنتر
چیرا ہے کس انداز سے گہوارے میں اژدر
ظاہر ہے کہ یاں تھا وہی ظاہر وہی مظہر

کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

ثانی ترا پاتے نہیں تسلیم و رضا میں
مشہور سخاوت ہے تری شاہ و گدا میں
ایوب سے ہو صبر ترا سا نہ بلا میں
تیں خود کے تئیں بخش دیا راہ خدا میں

کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

اے وہ کہ تو ہے جان و جہاں سارا ہے قالب
در پہ ترے اکٹھے ہیں ترے سیکڑوں طالب

Marfat.com

اک پل میں روا کر دے تو ان سب کے مطالب
ہم عاجز و عاجز ہیں تو ہے غالب و غالب

کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

ہے میر پریشاں دل و آوارہ و مضطر
ہے وصف ترا حیز امکان سے باہر
کیا تیری صفت کر سکے یا حیدر صفدر
کہتے ہیں خرد ور تری قدرت کو نظر کر

کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

مسدس در منقبت

جاتی ہے شب تارے گنتے دن کو پھرتا ہوں خراب
دل تڑپتا ہے جدائی کو جدا ہے اضطراب
کب تلک اس خاکداں میں جوں بگولا پیچ و تاب
ہر گھڑی تازہ تعب ہر دم نیا ہے اک عذاب

یا علی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
حل مشکل سرور دیں شافع یوم الحساب

اب گرا جاتا ہوں چشم خلق سے لے ٹک سنبھال
مرحمت کر مکرمت کر رنج سے مجکو نکال
دیکھ مت اس سے زیادہ خوار و زار و خستہ حال
کب تلک محزوں رہوں میں تا کجا کھینچوں ملال

یا علی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
حل مشکل سرور دیں شافع یوم الحساب

کیا لکھے اعجاز تیرے خامۂ جادو شعار
وقت جب ہوتا ہے تنگ سے قدرت پروردگار
تو وہی ہے ایک لیکن نام تیرے ہیں ہزار
نام لے لے کر ترے کہتا ہے ہر اک یوں پکار

یا علی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
حل مشکل سرور دیں شافع یوم الحساب

حاجت اہل جہاں وابستہ تجھ سے ہے مدام
عارف و عامی سبھوں کا ہے وظیفہ تیرا نام
سہل ہیں یاں مشکلیں آساں ہیں دشوار کام
زیر لب ہر اک کے رہتا ہے یہی ہر صبح و شام

یا علی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
حل مشکل سرور دیں شافع یوم الحساب

Marfat.com

تنگ ہے عرصہ نہایت دم رکا جاتا ہے آہ
لیتے ہیں آنکھیں چھپائے جن پہ جاتی ہے نگاہ
یاں سے جا بھی نہیں آتا ہے بن لے خضرہ
آستاں بن تیرے دکھلائی نہیں دیتا نباہ

یاعلی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
حلِ مشکل سرورِ دیں شافعِ یوم الحساب

حرف زن ہوتا ہوں جب میں تنگیِ احوال سے
لطف بن تیرے چھڑاوے کون اس جنجال سے
صفحہ صفحہ درد کرتا ہے تراوش قال سے
آئی ہے سر پر قیامت شامتِ اعمال سے

یاعلی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
حلِ مشکل سرورِ دیں شافعِ یوم الحساب

آسمانِ بے تمیز و بے تہ و دشمن کمال
یعنی سر سہلا کے بھیجا کھا گیا کیسر نکال
دوستی کے پردے میں کرتا ہے مجھکو پائمال
اب تلک جیتے تو ہیں پر زندگانی ہے وبال

یاعلی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
حلِ مشکل سرورِ دیں شافعِ یوم الحساب

خاک سے یکساں ہوا ہوں ہو کرم سے دستیار
دل کو میرے جس گھڑی ہوتا ہے شاہا اضطرار
ہوں گدا اس آستاں کا کر کمک اک امداد کار
بار بار آوے ہے منہ پر اس گھڑی بے اختیار

یاعلی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
حلِ مشکل سرورِ دیں شافعِ یوم الحساب

سارے عالم سے کرے ہے کجروی چرخِ نژند
غم فزدکن کچھ نہیں میرا ہے یہ شعرِ بلند
قافیہ ہے تنگ از بس امن کی راہیں ہیں بند
پڑھتے ہیں سب شیخ و شاب و ناتوان و دردمند

یاعلی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
حلِ مشکل سرورِ دیں شافعِ یوم الحساب

غالباً پہونچے بہم اب میر کو بھی برگ ساز
شام کہتا ہے یہی رکھ خاک پر روئے نیاز
آبلہ یک بن گیا ہے جملہ تن ہو کر گداز
صبح پڑھتا ہے یہی جلئے دعا بعد از نماز

یاعلی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
حلِ مشکل سرورِ دیں شافعِ یوم الحساب

Marfat.com

مخمس در منقبت

ہادی علیؑ رفیق علیؑ رہنما علیؑ
یاور علیؑ ممد علیؑ آشنا علیؑ
مرشد علیؑ کفیل علیؑ پیشوا علیؑ
مقصد علیؑ مراد علیؑ مدعا علیؑ
جو کچھ کہو سو اپنے تو ہاں مرتضیٰ علیؑ

نور یقیں علیؑ سے ہمیں اقتباس ہے
ایمان کی علیؑ کی ولا پر اساس ہے
یوم التناد میں بھی علی ہی کی آس ہے
بیگاہ و گاہ نادِ علی اپنے پاس ہے
قبلہ علیؑ امام علیؑ مقتدا علیؑ

زیبا گمان شوق کا مت پوچھو معتقد
فہم اس کا تب ہو روح قدس جب کرے مدد
ظاہر اس ایک شان سے شانیں ہیں لاتعد
گہ احمد اس کو کہتے ہیں گاہے اسے احد
شایانِ حمد و قابل صل علیٰ علیؑ

نے شہ سے کچھ غرض ہے ہمیں نے وزیر سے
نے اعتقاد شیخ سے نے کچھ فقیر سے
رکھتے نہیں ہیں کام صغیر و کبیر سے
ہے لاگ اپنے جی کو اسی اک امیر سے
مولا علیؑ وکیل علیؑ بادشا علیؑ

پہونچے ہے تیرے ہاتھ تلک کب کسو کا دست
کیا سمجھے شیخ حال کو فطرت ہے اُس کی پست
ہوں جوں نصیری ساقی کوثر کا محو دست
مسکن علیؑ نگر ہے مرا میں علی پرست
پیغمبر اس جگہ کا علیؑ ہے خدا علیؑ

شیوہ اگرچہ اپنا نہ یہ وعظ و پند ہے
پر اس کو سن رکھا ہے کہ تو کچھ دردمند ہے
کیا ہے جو عرصہ تنگ ہوا کام بند ہے
دل جمع کر کہ ہمت مولا بلند ہے
یعنی کرم شعار ہے مشکل کشا علیؑ

اپنی بساط تو ہے علی ہے وہی علیم
اُس طور جیتے رہتے نہ ہوتا جو وہ کریم
دیکھیں ہیں اُس کے اور جو ہم ہوتے ہیں سقیم
یاں کا وہی ہے شافی و کافی وہی حکیم
عارض ہو کوئی درد ہمیں ہے دوا علی

ہے دوستی علیؑ کی تمنائے کائنات
بے لطف اُس بغیر ہے کیا موت کیا حیات
یعنی کہ ذات پاک ہے اُس کی خدا کی ذات
کیا ان موالیوں کے تئیں ہے غم نجات

Marfat.com

مرتے ہوئے جنھوں کے دلوں میں رہا علیؑ

یہ کس طرح سے راز کہوں میں زبان سے
یک شب نبی جو نکلے زباں لامکان سے
حالات اس روش کے پرے ہیں بیان سے
ذاتِ مبارک آئی نظر اور شان سے
تھا بزم لامکاں میں بھی رونق فزا علیؑ

خواہش مدد کی غیر سے یہ ہے خیال خام
کافی ہے دو جہان میں مولا کا میرے نام
کرتا ہے کب قبول اُسے عاقل تمام
لاریب اُس پہ آتش دوزخ ہوئی حرام
اک بار بھی زبان سے جن نے کہا علیؑ

سرتاقدم ثبات دل و جمگی ادب
ظاہر ہوئے ظہور جہاں میں عجب عجب
صورت پکڑ کے سامنے آیا تھا لطف رب
محراب میں نہ گرم بکا تھا کدام شب
ہنستا رہا نہ کون سے روز غزا علیؑ

عنتر کو نار خشم نے اُس کی جلا دیا
خورشید کو نکال دوبارہ دکھا دیا
اژدر کو چیر ایک ہی دم میں دکھا دیا
ہنگامہ کفر و شرک کا آکر مٹا دیا
تھا جانشین ختم رسل کا بجا علیؑ

گو چشم دل کھلے نہ کسی روسیاہ کی
اللہ رے بلندی تری قدر و جاہ کی
اُس تک مجال کب ہے کسو کی نگاہ کی
مر مر کے جبرئیل نے درباں سے راہ کی
ستاہا ملک سپاہ جہانِ صفا علیؑ

دشمن کو آگہی ہے کما ینبغی کہاں
زور آوری مزاج میں آوے تو الاماں
قدرت سے اُس کی قدرت حق ہوتی ہے عیاں
کچھ بھی نہیں ہے غیر یہ جو سب کچھ ہے درمیاں
ارض و سما کے دیوے قلابے ملا علیؑ

دی تیغ ایسی کس کو کہ جیسی ہو ذوالفقار
گزرے ہیں گرچہ مردم خوب آگے بھی ہزار
مرکب کہاں ہیں آسکے ہے ویسے کہاں سوار
پر یہ شرف خدا کی طرف سے ہے یہ وقار
خلقت تو دیکھ کعبے میں پیدا ہوا علیؑ

تھی حق کے ہاں سے احمد مرسل کو سروری
نسبت بغیر ہوتے ہیں بے اتحاد بھی
کہتی تھی ساری خلق خدا کی اُسے ولی
لطف و سخا و ہمت و حلم و حیا نبیؐ
جود و عطا و جرأت و مہر و وفا علیؑ

Marfat.com

نزدیک سب کے اُسکو ہے درجہ قبول کا
کب معتبر ہے حرف کسو بو الفضول کا
ایک عندیہ ہے سید و شیخ و مغول کا
باطن علیؑ ہے ظاہر خوب رسول کا
خاک اُس کے فرق پر جو کہے تھا جُدا علیؑ

ہر فرد کی زباں پہ علیؑ کی ہے گفتگو
عالم کو ہے علیؑ کی تولا سے آرزو
ہر شخص کے تئیں ہے علیؑ ہی کی جستجو
اپنا ہی کچھ علیؑ کی طرف کو نہیں ہے رو
مقصود خلق و مطلب ارض و سما علیؑ

اک شوق ہے علیؑ کا مرے قلب میں نہاں
اب زیرِ لب ہے زیست میں جو میرؔ ہر زماں
شاید یہی نجات کا باعث بھی ہو وہاں
اُسوقت میں کہ جان ہو یکدم کی میہماں
اُمید ہے کہ یونہیں لبوں پر ہو یا علیؑ

منقبت

ہر اِس روزِ محشر کیا محمدؐ مصطفےٰ بس ہے
شفیع جرم سوزِ سینۂ خیر النسا بس ہے
کرم خصلت وفا سیرت علیؑ مرتضیٰ بس ہے
نہ ٹکڑے دل کے کر مسموم امام مجتبیٰ بس ہے
ہومت رو شہید تشنہ کام کربلا بس ہے

رکھے کوئی توقع تو رکھے آلِ پیمبرؐ سے
امانت چاہنا پھر صف ہے یاران دیگر سے
طلب ہووے کسی کو کچھ تو ہو اولاد حیدرؑ سے
دل اپنا جمع کر دو در قمر کے شور اور شر سے
بہت ہے گرچہ ہنگامہ وے زین العبا بس ہے

ولا باقرؑ کی فرض عین ہے حیدر پرستی میں
غرض رہ محو اس کا دشت میں ہو تو یہ بستی میں
جیا کہ نام کو اُسکے تو ہشیاری و مستی میں
عجب ہے تو نہاں اک سایۂ دامن باغ مستی میں
کرم اُسکا لیے ہر شخص بے برگ و نوا بس ہے

محبت چاہیئے صادق جناب پاک جعفرؑ میں
وہ پہیں تجھی نشاں ہی تھا جو کچھ ساقیٔ کوثر میں
اسی کا شوق دل میں ہو اسی کا شور ہو سر میں
عنایت کی اُسی سے چشم رکھ آشوب محشر میں
بلا سد رنگ ہووے کیوں نہ ایک سکی دلا بس ہے

رکھے کاظمؑ کو جو سر پر غم و غصہ سے کیا اُس کو
بیک چشمک زدن حاصل ہو ایسا مرتبہ اسکو
نہ دیکھے یہ امام دیں بلا میں مبتلا اُس کو
کہ رکھے نقش جس کے سر پہ دیکھو بادشا اسکو
توجہ گو نہ ہووے لیے ہر مدعا بس ہے

Marfat.com

جسے اے مجلس آرایانِ دیں بہرہ ہی ایماں سے
اُسے اک بندگی خاص ہے شاہِ خراساں سے
نگہ ساں چشم سے آتی ہے خلق ایران و توراں سے
گزر جاتے ہیں اُسکے نام پر جنس خوش جاں سے

جو سودا اس سے بنجائے تو ہو رضی رضا بس ہے

جو وہ دن ہو کہ نکلے آفتاب اُس روز تجیم سے
ہو کل درمیاں لاویں سخن جنت جہنم سے
کریں پرسش بد و نیک عمل کی خلق عالم سے
مخاطب ہم کسو سے ہوں نہ یارب نے کوئی ہم سے

تقی متقی ہم کو نام اتقیا بس ہے

تقی پاک کا آکر علم جس وقت برپا ہو
الہی ہم سیہ کاروں کی اُسکے سائے میں جا ہو
وہ حامی لطف سے ہو تو کچھ اپنا کام اچھا ہو
وگرنہ زشتی اعمال سے کیا جانیے کیا ہو

وو ہیں ہو وے تو بس اچھا اور یوں ہو وے تو کیا بس ہے

نہو شکر کشتی سے غم کی ایدل اسقدر درہم
کریگا عسکری نابود اس اندوہ کا برہم
عدو مجروح ہے اس کا احبّا کا ہے وہ مرہم
رہیں گے نا امید رستگاری اس سے کیونکر ہم

وسیلہ ہم گنہگاروں کا وہ روز جزا بس ہے

اگرچہ اشک آنکھوں میں لبوں پر آہ رہتے ہیں
ولے مستغنیانہ ہرگہ و بیگاہ رہتے ہیں
کبھو ہیں شہر میں جاکر کبھو درگاہ رہتے ہیں
کرم پر مہدی ہادی کے ہم گمراہ رہتے ہیں

ہمیں اس وادیِ پرخوف میں وہ رہنما بس ہے

کہاں تک بت پرستی میں جفا و جور کا سہنا
کہاں تک آنکھ سے رخسار پر ہر دم لہو بہنا
کہن سالی میں کس کا چاہیئے ہے ہمکو کچھ کہنا
دلِ تشنہ صنمخانے میں کب تک روز و شب رہنا

گیا وقت ہوس کعبہ کو چلیے اب خدا بس ہے

نہیں مشتاق ہم کچھ مال کے اسباب کے زر کے
نہ اچھے فرش کے طالب نہ پاکیزہ کسو گھر کے
سمجھے درویش سب کہتے ہیں لوگ ادھر کے اودھر کے
ہمارا حشر ہو وے مرگئے پر ساتھ حیدر کے

یہی کہ میر تو بھی حق میں اپنے یہ دعا بس ہے

مخمس در منقبت علی ابن ابی طالبؑ

زور و ثبات و تاب و تواں مرتضیٰ علیؑ
امیدگاہ خورد و کلاں مرتضیٰ علیؑ
مقصود خلق و خواہش جاں مرتضیٰ علیؑ
ذکر روان و وردِ زباں مرتضیٰ علیؑ

Marfat.com

جو کچھ کہو سوا سنے ہیں ہاں مرتضیٰ علیؑ

اس کی ولا ہے باعثِ بہبود کائنات
کیا کیا نمود کرتے ہیں اسنے عجائبات
اسکی ولا ہی شرط بڑی ہے پئے نجات
وا ہو جو چشم دل تو تماشا ہے اسکی ذات
یکتا ہے عرصۂ دو جہاں مرتضیٰ علیؑ

ہر چند کام ایسی جگہ کیا کرے سمجھ
یعنی نہ ذات پاک سے اتنا ورے سمجھ
اس راز کو سمجھ جو سکے تو ارے سمجھ
عقل نخست سے بھی اسے کچھ پرے سمجھ
ہے آنسوئے خیال و گماں مرتضیٰ علیؑ

موجود اسکے ہونے سے روشن جہاں ہوا
فرمانِ شاہ بحر و بر ان پر رواں ہوا
اس پردے میں جو تھا پس پردہ عیاں ہوا
پیر زمانہ دیدۂ عالم جو آں ہوا
چشم و چراغ کون و مکاں مرتضیٰ علیؑ

شخصیت ایسی کسکی تھی کسکو تھا یہ شرف
اللہ رے زور کوئی نہ اسکا ہوا طرف
اسقدر سا تھا کون بغیر از شہ نجف
دریائے موج خیز تھا اسکے کرم کا کف
ابن عم رسول زماں مرتضیٰ علیؑ

ہر چند ہے یہ عرصہ ہمیشہ سے پُرغبار
لیکن کہاں یہ حرب کہاں ایسے مرد کار
یاران رفتہ کے بھی تردد میں یادگار
نکلی نہ ویسی تیغ کہ جیسی تھی ذوالفقار
دیکھا نہ تھا وہ جیسا جواں مرتضیٰ علیؑ

پامال راہ اسکے ہیں سرہائے پرغرور
شائستہ سجود سمجھتے ہیں ذی شعور
نزدیک اہل عقل کے رتبہ ہے اسکا دور
ہے جملہ تن منزّہ و سرتاقدم ہے نور
اس بے نشاں سے دے ہیں نشاں مرتضیٰ علیؑ

آیا ہے یہ جو شاہد غیبی شہود میں
انداز کیسے کیسے ہیں اس کی نمود میں
لایا ہے اسکو شوق ہی اس کا وجود میں
گہ سر فرو نہ لاوے گہے ہو سجود میں
سو ہے خلوتی راز نہاں مرتضیٰ علیؑ

کب گفتگو انھوں سے ہے جنھیں ہے بے تہی
ختم رسل کو قدر سے ہے اس کی آگہی
کاہیکو اس طریق پہ ہیں محو گمرہی
قربان میں اسکے در کے گدا پر سے کی شہی
خورشید چرخ عزت و شاں مرتضیٰ علیؑ

Marfat.com

بارے چھپا ہو کوئی تو اُس کو جتائیے
خورشید کو اشاروں سے کب تک بتائیے
جو بے بصر ہیں اُن کے تئیں کچھ سمجھائیے
روشن ہے سب یہ باتیں عبث کیا بنائیے
حاجت نہیں بیاں سے عیاں مرتضیٰ علیؑ

وہ جانے جسکو اور کسو سے کچھ ہووے کام
میلان دل ہے میرؔ غرض اُس طرف تمام
شام و سحر یہاں تو وظیفہ اُسی کا نام
سرمایہ دو جہاں کا ہے اپنا یہی امام
یاں مرتضیٰ علی ہے وہاں مرتضیٰ علیؑ

مخمس در منقبت حضرت علیؓ

یا علی شاہِ اولیا ہے تو
زورِ بازوے مصطفےٰ ہے تو
محرمِ رازِ انما ہے تو
مظہرِ قدرتِ خدا ہے تو
علم کس کو ہے یہ کہ کیا ہے تو

گرچہ آخر کیا ہے تو نے ظہور
ہے تو اللہ کا مجسم نور
پر ترے قرب کا ہے رتبہ دور
جانے ہیں جن کو کچھ ہے عقل و شعور
اگلے پچھلوں کا پیشوا ہے تو

تیرے پردے میں حق ہوا موجود
جانتے ہیں تجھی کو سب معبود
تجھ سے کیا کیا عجب ہوئے مشہود
تھا زمین و زماں سے تو مقصود
آرزو تو ہے مدّعا ہے تو

اس زمانہ میں آہ دکھ ہے عظیم
مستحق کرم ہوں میں تو کریم
ہے مری جان پر عذابِ الیم
ملتفت ہو بہت ہے حال سقیم
میرے ہر درد کی دوا ہے تو

فرصتِ وقت جوں حباب ہے کم
ڈوب جاتا ہے جی مرا ہر دم
حال مانند موج ہے درہم
جوش زن گو کہ ہو محیطِ غم
غم نہیں کچھ جو آشنا ہے تو

تجھ سے ظاہر ہوئے چھپے سب بھید
ذرّے ذرّے کو تجھ سے ہے اُمید
جلوہ تیرے ظہور کا جاوید
دن ہی طالع ہوا جہاں خورشید

Marfat.com

سب پہ روشن ہے کیا چھپا ہے تو

میر کو کب تلک یہ رنج و غم — اس بھی اندوہگیں کو کر خرم
منبسط ہے ترا سحاب کرم — یعنی سایے میں ہے ترے عالم
سارے عالم میں چھا رہا ہے تو

مخمس در منقبت

سہ ہے حقیقت سے تو اگر آگہ — یاں زمیں روز و شب علی کی رہ
کعبہ اُس کا ہی در ہے اے ابلہ — میرے مولےٰ کی ذات پاک ہے وہ
جسکو کہتے ہیں لاشریک لہ

اک تلطف میں خاک ساری زر — اک توجہ میں قطرہ آب گہر
اک نظر میں نہال خشک ہو تر — اک سخن میں تمام یہ بہتر
اعرج و اعمی ابرص و اکمہ

ہیجی پکڑے ہے دم مصائب یہ — یار ہووے گہ نوائب یہ
ہے غرض مظہر عجائب یہ — مستقل ہے نبی کا نائب یہ
جو کہے یہ سو کچھ کرے سو یہ

ہر نفس لب پہ گفتگو اُس کی — ہر زماں جی کو جستجو اُس کی
پوچھ مت کچھ ولا سے تو اُس کی — خواہش اُس کی ہے آرزو اُسکی
مطلب و مدعا و مقصد وہ

شان ارفع تری فلک کردار — ایکسے ہے تو برابر دو ہزار
اللہ اللہ ترا ثبات و قرار — حلم سے تیرے کہتے تھے کہسار
سنکے کبک دری ہنسے قہقہہ

دیکھے سب لوگ پھر کے چاروں دانگ — مردمی یاں کی ہی عجائب سوانگ
شخص ہمت کی اُنکے ہاتھ نہ مانگ — مانگے ہے تو جو کچھ خدا سے مانگ
جو کہے ہے سو تو علی سے کہہ

شاد اس نام سے جو خوگر ہے — اسم اعظم یہی مقرر ہے

Marfat.com

انس کرنا اسی سے بہتر ہے / یہی جنت یہی تو کوثر ہے

اس میں تو پھر بگاہ یا بیگہ

خلق سب دیکھے اسکے ہاتھ کی مد / ہے سلیماں سے مفتقر تا مور

کفِ ہمت کی اُسکے دھوم ہے زور / ظرف ہوتا تو یوں نہ کرتے شور

بحر و عماں نکل گئے بے تہ

ہے وہ اُمیدگاہ خلق خدا / روز محشر اُسی سے سب کو رجا

وہ مروت شعار و جملہ حیا / بحر زخار جود و کانِ عطا

اُس سے نفع گدا ممتع شہ

مرتبہ کچھ نہ پوچھو اس گھر کا / بندگی یاں کی فخر قیصر کا

شاہ چیں پیش دست قنبر کا / آسماں ہے گدا اسی در کا

دیکھتے ہیں ادھر ہی مہر و مہ

اُسکی ہمت اُسی کو بن آوے / دولت اُسکی جہاں سے سب کھاوے

بار اُس در پہ جو گدا پاوے / ایک آواز کرکے لے جاوے

مال و اسباب و ملک و تاج و کلہ

میر عازم ہوئے ہو کیدھر کے / جو تلاشی ہو یار دیا در کے

رہبرا دوستی حیدر کے / نہیں محتاج ہوتے رہبر کے

ہے اسی راہ میں خدا ہمرہ

مخمس در منقبت

قدر کو میری ہمت ہے برتری / کب مری خورشید سے ہو ہمسری

حکم بزر رکھے ہے یاں شیر نری / کر مخالف سوچ کر ٹک اژدری

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

منقبت خوانی سے میری سب ہیں سُن / اس سوا مجھ میں نہیں ہے کوئی گن

ساتھ سر کے ہے علی گوئی کی دُھن / مدّعی اس کان یا اُس کان سُن

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

Marfat.com

سنوں کامل سے تعجب ہے یہ کیا — جو بدن ہو خاک سب بعد فنا
اور اُس سے نے اُگے سبزے کی جا — برگ برگ اُسکا کرے پھر یہ صدا

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

تھا کبھو عاقل مخبط تھا کبھو — گاہ کرتا گفتگو گہ جستجو
اب اخیر عمر ہے یہ آرزو — ایک دو دن ترک کریں اور تو

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

کل منافق ہو کے آیا بہبہا — پھاڑے اپنے منھ کو جیسے اژدہا
غار سا مُنھ کھولے بھیچک رہا — معرکہ میں میں نے جو آ کر کہا

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

دل میں میرے ہے تمنائے کہن — ہو میسر اے خدائے ذوالمنن
جسگھڑی ہو دیں جدا جان اور تن — ہو مرے ہونٹھوں کے اوپر یہ سخن

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

ہے ولائے اہلبیت اپنا شعار — جانے ہے اِسکے تئیں سارا دیار
زیر لب کہتا ہوں میں پر ایکی بار — تو سنے جو میں کہوں سب میں پکار

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

رخت ہستی جائے رستم ہار کر — ماروں اک ٹُکی اگر تیار کر
چپ رہیں موذی دیوں کو مار کر — روز میداں گر کہوں للکار کر

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

اے مخالف بحث مت کرنا بکار — بات ایسی سے ہے مجکو ننگ و عار
بس کہا اس آستاں کا ہوں غبار — کیا کہا تجھ سے کروں میں بار بار

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

شیخ کو نسبت نہیں تجرید سے — ہے یہ خر جکڑا ہوا تقلید سے
بے عقائد ہوتے ہیں تائید سے — گو کہا اُن نے مری تقلید سے

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

اس عقیدے ہی پہ اپنے میں رہوں — گو خوارج کے ستم اس میں سہوں

Marfat.com

بے ولا حیدر کے ہوں میں تو نہ ہوں
لب ہلیں جب تک یہی تب تک کہوں
حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

اب ہوا پیری سے تک یاں ضعف بھی
ورنہ تھا یہ شور تا حسین نزنگی
شوق میرا کچھ نہ تھا بے صدق دل
رات دن رہتا تھا کہتا متصل
حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

اے مرے سرمایۂ ہر دو جہاں
عشق تیرا ہے مرے ہمراہ جاں
ہو اگر تن پر مرے ہر مو زباں
بےگماں سرزد ہو اس سے ہر زماں
حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

ہوں اگر یا رگدا و شاہ میں
پر ہوں سرکار سے آگاہ میں
دل وہیں ہے گو جیوں سو راہ میں
میر جی با ورد کرو و اللہ میں
حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

مخمس در منقبت

عقل ہے تو مرا کہا کر تو
محو یاد علی رہا کر تو
اک طرح یہ بھی ہے رہا کر تو
اشک رخسار پر بہا کر تو
یا علی یا علی کہا کر تو

نہیں ورد و وظیفہ کچھ درکار
سبحہ گردانی سے کر استغفار
اسکو جپنا ہے عاقلوں کا شعار
چپکے چپکے ہو یا پکار پکار
یا علی یا علی کہا کر تو

متفق اس پہ ہیں خواص و عوام
کہ ولا اسکی معرفت ہے تمام
ہو نماز سحر کہ طاعت شام
سر فرو کر پس از درود و سلام
یا علی یا علی کہا کر تو

لحظہ لحظہ جدا ہے اسکی شان
اسکی عادت مروت و احسان
دوستی اسکی عین ہے ایمان
چلے جب تک زباں غنیمت جان
یا علی یا علی کہا کر تو

Marfat.com

ایسے مظہر کا فہم ہے دشوار   ہے یہ وہ ایک جسکے نام ہزار
گرم تسبیح اُس کے ہیں ابرار   اللہ اللہ کی جا بھی سو سو بار
یا علی یا علی کہا کر تو

وہی احیا کن عظام رمیم   وہی رحماں وہی رؤف رحیم
دم بخشش وہی رسول کریم   گہ جرأت وہی علیؑ عظیم
یا علی یا علی کہا کر تو

جور انواع دشمنوں کے سہہ   پر نہ کر یار گفتگو بے تہ
دوستی میں علی کی بیخود رہ   بات یہ ہے گی اور کچھ مت کہہ
یا علی یا علی کہا کر تو

ہم یہ ایک جو مکرم ہے   سب کے نزدیک اسم اعظم ہے
یہ سب اوراد پر مقدم ہے   غرض اے ہمنشیں جو آدم ہے
یا علی یا علی کہا کر تو

رہ ولائے علی کا خواہشمند   ہے یہ شیوہ خدا رسول پسند
دب کے ہرگز نہ رکھ زباں کو بند   پست کرنے کو مدعی کے بلند
یا علی یا علی کہا کر تو

بدر آسا علی تمام ہے نور   ذات پاک اسکی ہے علیم صدور
بھول مت اسکو گر تجھے ہے شعور   یاد خاطر رہے ضرور ضرور
یا علی یا علی کہا کر تو

سونپ رکھ اسکو اپنی موت و حیات   رحمت صرف ہے علی کی ذات
بس ہے اسکی ولا برائے نجات   باتیں یوں سو ہیں پر یہی ہے بات
یا علی یا علی کہا کر تو

شوق تیرے تئیں نہیں ہے ہنوز   ورنہ سینہ رہا کرے پرسوز
سطرح جیسے طفل نوآموز   سیکھے جو حرف وہ کہے شب و روز
یا علی یا علی کہا کر تو

ورد اوراد کا نہ لے تو نام   شغل و اشغال چھوڑ بیٹھ تمام

Marfat.com

ذکر از کار سے تجھے کیا کام | ایک دو دم ہمیشہ صبح و شام
یا علی یا علی کہا کر تو

خوف محشر سے میرؔ حال ہے کیا | یہ حواسوں کا اختلال ہے کیا
اس سے محشور رہ ملال ہے کیا | ہے علی تو یہ پھر خیال ہے کیا
یا علی یا علی کہا کر تو

مخمس در منقبت

اے نائب مصاحبِ ذی القوۃ المتیں | دے دستِ زور خلوتی قدرت آستیں
بیجا ہے تو ایک کر دے ابھی آسماں زمیں | ٹھوکر لگے تری تو اُڑے کوہِ آہنیں
پایا نہ جائے جیسے پرِ کاہ پھر کہیں

تو ہے کہ تیری قدر نہ آئے بیان میں | قدرت تری نہ گزرے کسو کے گمان میں
شانیں ہزار قسم ہیں اک تیری شان میں | شہرت ہے تیرے زور کی دونوں جہان میں
نکلا نہ شہر بند عدم سے ترا قریں

غیب و شہود دونوں میں مشہود ہے تو تو | ہستی ہماری وہم ہے موجود ہے تو تو
حاصل کہ دو جہان کا مقصود ہے تو تو | مسجود تجھ کو جانے ہیں معبود ہے تو تو
ناجی ہیں وے ہی لوگ جنھوں کا ہے یہ یقیں

احوال خوش اُنھوں کا جنھیں تجھ سے ہے ولا | اعدا تو آسماں نے دیے خاک میں ملا
آئینہ ہے کہ دین کو تجھ سے ہوئی جلا | برپا رہے گا جو تجھ تک ہے سلسلا
یاروں نے جتنی رسمیں اٹھائیں تھیں ڈھ گئیں

فتنے کو تیرے عہد میں سوتے گزر گئی | آشوب کی خبر سے تری سدھ بسر گئی
آفت کہاں کہ کب کی کنارہ بھی کر گئی | آوازہ تیرا سُن کے بلا جیسے مر گئی
یوں مٹ گئے فساد کہ مذکور بھی نہیں

واہ وہ ہوا جو تو تو ملی بیکسوں کی داد | تلوار مارنے سے ترے مٹ گئے فساد
اُٹھے نہ گرد زندقہ و کفر پُر عناد | زنار ٹوٹے مہرے جلے بت گئے بباد
رستم ہوئے گھڑی میں ہزاروں بر سنگ دیں

Marfat.com

ہنگامے گرم یاروں کے سب سرد ہو گئے | چہرے منافقوں کے وہ واں زرد ہو گئے
سرد نقاب خاک بڑے مرد ہو گئے | جن سے تھا پر غبار جہاں گرد ہو گئے
گلوں میں بکریوں کے چھپے شیر خشمگیں

بھاگے پھرے پلنگ نمر ہانپنے لگے | روکش جو ہونے کو تھے سو منھ ڈھانپنے لگے
رستم ہو بیجو اس زمیں ناپنے لگے | ہلنے لگے پہاڑ فلک کانپنے لگے
رکھا گیا ہے پیٹھ پہ مرکب کے تیرے زیں

تلوار تیری برق تھی آنکھیں جھپک گئیں | گھوڑوں کی باگیں ہاتھ سے سب کے اچک گئیں
بھاگیں جو اضطراب سے فوجیں بہک گئیں | لاشوں کی سیر کرتے ہوئے آنکھیں تھک گئیں
لوہو کی ہر چہار طرف ندیاں بہیں

نعرہ کیا ہے تو جو کبھو ہاتھ جھاڑ کر | نکلا ہے پردہ گوش فلک کا بھی پھاڑ کر
قوت جو تو نے کی ہے کبھو پانوں گاڑ کر | کوہ گراں کو پھینک دیا ہے اکھاڑ کر
پہنچا ہے ملک قدس تلک شور آفریں

رکھتا ہے پائمال حوادث یہ آسماں | جاگہ نہیں رہی کہ کریں داد جا کے واں
ہو دستگیر لطف ترا تو ملے اماں | تیری طرف نہ آویں تو پھر جاویں ہم کہاں
اے عرش تخت داد گر لامکاں مکیں

تو ہے کہ تجھ کو کہتے ہیں حلال مشکلات | تو ہے کہ حلقہ زن ہے ترے در پہ کائنات
تو ہے کہ تجھ سے دید میں آئے عجائبات | احسنت تیری قدرت و رحمت ترا ثبات
آگے سے تیرے سیکڑوں بھیڑیں سرک گئیں

قدغن ہوا جو رفع کا بدعت کی ایک بار | پردوں میں مطربوں نے رکھی دف طمانچہ مار
نغمہ یہ سن کے یاروں نے چھیڑا کبھو نہ تار | نالہ ہوا نہ بلبل طنبور سے دوچار
آواز نے کی بند ہوئی ہو گئی حزیں

تر دامنوں کے دیکھے تو لب خشک ہو گئے | احوال میکدے پہ بہت ابر رو گئے
معتاد مے جنھوں کی تھی سب جان کھو گئے | مخمور کھینچ کھینچ کے خمیازہ سو گئے
کیا کیا خرابیاں نہ خرابات پر رہیں

لا شکل اس کی دل میں وہی مصطفےٰ کو دیکھ | اس رخ کا کر تصور نور خدا کو دیکھ

Marfat.com

رنگینیِ عدالتِ شاہِ ولا کو دیکھ | نرگس نے غش کیا تھا کہیں اس ادا کو دیکھ
گلشن میں دلبروں نے نہ پھیر انکھڑیاں میں

عاجز نوازی تیری سے ہو مشتِ خاک زر | برسے گدا پہ ابرِ کرم سے ترے گہر
جورِ فلک نے زار کیا جی سے رسم پر | مہماں تری سماط پہ ہے خلق ہر سحر
حاتم یک آشنا ہے یاں معن ریزہ چیں

جس دل کو ہو نہ شوق ترا ہو جیو گداز | جس چشم کو نہ میل ہو تیرا نہ ہو جو باز
جو سر ترا خیال رکھے رہو بے نیاز | سجدے سے تیرے در کے جو ہوتی ہو سرفراز
مسجود ہو جو صبح سعادت کی وہ جبیں

اہلِ نظر سے دیکھنا ادھر کا ہے عجب | آنکھوں سے تیری رہ نہ چلے واقفِ ادب
کس کو تھی یہ بزرگی و کس کا تھا یہ حسب | یہ قدر تھی تری مرے مولیٰ ہوا تو جب
رونق فزائے کعبہ محمدؐ کا جانشیں

کیا کہیئے تیرے قرب سے لے سایۂ اِلٰہ | بیدانشی سے کچھ کہے کوئی دروں سیاہ
اپنی تو تجھ پہ پڑتی ہے جا کر وہیں نگاہ | فہم و گمان و وہم کو جس جا نہیں ہے راہ
ہے چشمِ شوق عینکِ شفاف دوربیں

جسکو نہیں ہے تیری محبت کا کچھ خیال | افسوس اسکی زندگی و وائے اسکا حال
یاں اسکے سر وبال ہے واں رنج یا نکال | تجھسے نہ رکھے بندگی ہے کفر اور ضلال
تیری ولا ہے داخلِ ایمانِ مومنیں

میر شکستہ حال نہایت ہے تنگ اب | شوریدہ سر سے مارے ہے لے لے کے سنگ اب
ہر آن اسکو آپ سے رہتی ہے جنگ اب | دستِ تہی سے خلق جہاں کا ہے تنگ اب
خوش مت کر آہ اس سے زیادہ نہ کر غمیں

افسوس ہے مدیح ترا اتنا خستہ حال | ہر لحظہ اک عذاب نیا ہر دم اک وبال
تھے اس چمن میں جو روش سبزہ پائمال | یکدم میں تیرے ابرِ کرم نے کیے نہال
برسے انکھوں پہ اوس کی جاگہ دُرِ ثمیں

Marfat.com

مخمّس در منقبت

پارسا ہیں جو جواں پیرِ ہُدیٰ کہتے ہیں
سالکِ مسلکِ دل راہنما کہتے ہیں
جو ولایت رکھے ہیں شاہ ولا کہتے ہیں
ایک مولا کہیں ہیں ایک خدا کہتے ہیں
یا علی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

آفتابِ فلکِ عزّ و عُلا تو ہی تھا
جانشینیِ پیمبر کے سزا تو ہی تھا
چہرہ آرائے زمیں اور سما تو ہی تھا
قالبِ خاکی کے پردے میں خدا تو ہی تھا
یا علی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

ہے تری قدر سے بے ختمِ رسل کون آگاہ
زور سے تیرے اُڑے کوہ بسانِ پرِ کاہ
حبّذا شان تری صلِّ علیٰ تیری جاہ
وہ ثبات اس قد و قامت پہ یہ قدرت ہے واہ
یا علی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

تجکو وہ خلوتیِ رازِ نہاں پاتے ہیں
افسر و تخت ترے در سے شہاں پاتے ہیں
جسکو اب خلق میں ہر جائے عیاں پاتے ہیں
سر ترے سجدے کا شائستہ کہاں پاتے ہیں
یا علی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

پا شکستوں کی ہوئی کام روائی تجھ سے
گھٹتی آئیں کی گئی ٹک نہ اُٹھائی تجھ سے
بستہ کاروں کی ہوئی عقدہ کشائی تجھ سے
رہ گئی دینِ محمدؐ کی بڑائی تجھ سے
یا علی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

خشمگینی تری دشمن کے سر آفت لائی
رو کشی عہد میں اژدر سے نہ ٹک بن آئی
عمر و عنتر نے سنبھلنے کی نہ فرصت پائی
زورِ قدرت نے تری قدرتِ حق دکھلائی
یا علی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

شور و ہنگامہ تھا کیسا ہی مٹایا تو نے
درِ خیبر کو دو انگشت سے ڈھایا تو نے
صبحِ محشر تئیں فتنے کو سُلایا تو نے
کار ڈھ خورشید کو دو بار دکھایا تو نے
یا علی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

عالمِ کون و فساد آکے کیا تو نے پاک
دیو سرکش ہوئے آوازہ ترا سنکے ہلاک
دہر گلزار ہوا جھڑ گئے خار و خاشاک
پردۂ قاف تلک پہونچی ترے زور کی دھاک

Marfat.com

یا علی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

تھے تو ہی پنجہ ترے زور شجاعت سے شیر
بھیڑ بکری کی طرح خوف سے رہتے تھے دلیر
ہر زبردست زمانے کا رہا تیرا زیر
تو نے سلماں کے لیے توڑ دیا پنجۂ شیر
یا علی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

تجھ سے پایا نہ گیا بعد نبی فاضل تر
ہے فضیلت تری قرآن سے ثابت سب پر
قرب کیا تیرا بیاں کیجیے اے فخر بشر
جس جگہ تو ہے تو وھاں جلتے ہیں جبریل کے پر
یا علی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

دوش پر رحمت عالم کے رکھا تو نے پا
خانۂ حق سے دیا شرک کی صورت کو مٹا
عالم خاکی میں تھا مصلحتاً جلوہ نما
عرش اعظم سے بھی تھی ورنہ پرے تیری جا
یا علی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

اے ترا مرتبہ بالاتر فہم و ادراک
ایک رتبے کے تئیں پہونچی ترے جلوے سے خاک
ہیں ترے شوق میں سرگشتہ شب و روز افلاک
پر کہاں عالم خاک اور کہاں عالم پاک
یا علی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

اپنے اسرار کا تو آپ ہی کچھ دانا ہے
ورنہ کن نے تجھے جوں چاہیے پہچانا ہے
ایک فرقے نے تجھے روح خدا مانا ہے
ایک نے ذات مقدس تجھی کو جانا ہے
یا علی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

شان و شوکت تری کیا کر سکے عاجز تقریر
یعنی مداح ترا کیونکہ ہوا لکن ہے میر
زیب دیتی ہے تجھی کو شہی کل امیر
تین فقیروں کے تئیں بخش دیے تاج و سریر
یا علی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

مخمس دیگر

اے مرتفع نشین علی العرش استوا
ذی عز ما سوائے خدا خویش مصطفے
تو تھا کہ تو نے دوش نبی پر قدم رکھا
بت توڑ توڑ شرک کی صورت دیے مٹا
لایا بزور عرصے میں یکتائی خدا

رکھتے ہیں تجھ سے چشم کرم صاحب نظر
افضل ہوئی سبب سے ترے خلقت بشر

Marfat.com

تو مجمع کمال ہے تو مصدرِ ہنر
ہے موردِ قبول دعا تیرے گھر کا در
ہے مولدِ شریف ترا خانۂ خدا

ہر مو زبان ہو تو کریں وصف ہم ترا
کرتا رہا ہمیشہ مسیحائی دم ترا
رونق ہوئی جہان میں آیا قدم ترا
برپا نہ ہووے روزِ جزا گر علم ترا
خورشید حشر سایے میں کس کے ہو پھر کھڑا

تو وہ ہے نام لیتے ترا بھیجتے درود
گزرے اگر تو دل میں تو کر بیٹھے سجود
شخص کرم کے وقت دہش تیرے کیا نمود
تو گرم جود ہووے تو پھر کیا بلا ہے جود
تیری سخا کے روبرو کیا چیز ہے سخا

آگہ ہیں تیری قدر سے کاہے کو بے تہاں
جانیں ہیں فخریاں کی گدائی کے تئیں تہاں
تجھسا کریم عرصہ میں آفاق کے کہاں
ہے ور ترا وہ کانِ عطا و کرم جہاں
ہوتی ہے سیر آن کے حرص شہ و گدا

مقدور والے عہد کی گھٹتی سہا گئے
افسانے تیری جود کے ہر دم کہا کیے
دریا گہر کے ہاتھ سے تیرے بہا گئے
احساں پہ تیرے سیکڑوں احساں رہا کیے
ہمت نے تیری ہمتِ عالی سے کچھ لیا

دکھلاوے چند چرخ نشیب و فراز کو
پیوند کر زمین کا غم جاں گداز کو
کر ناز ایک لطف سے میرے نیاز کو
تو وہ امام ہے کہ جب آوے نماز کو
پیشینیاں تمام کریں تجھ سے اقتدا

ہر اک کو اس تقدسِ ذاتی سے کیا خبر
پہچانیں تجھکو کیونکہ عشر یزداں بے خبر
نہ تصفیہ دلوں کو نہ یاری کرے نظر
پر علم ہو رہے گا کہ تھا حق ہی جلوہ گر
پردہ یہ بیچ سے بشریت کا جب اٹھا

جاگہ ہر ایک دل میں تری ہی ولا کی تھی
تیرا ظہور آرزو ارض و سما کی تھی
تجھ سے شہانِ عہد کو نسبت گدا کی تھی
قدرت جو دیکھی تیری سو قدرت خدا کی تھی
گر آسماں حریف ہوا خاک میں ملا

زور آوری جہاں میں تری داستاں ہوئی
عرصہ کے پہلوانوں کی قدرت عیاں ہوئی
کتنوں کی جان سامنے تیرے رواں ہوئی
کتنوں کی دو دو بیٹھے ہی خاطر نشاں ہوئی

Marfat.com

سیسر تری کماں کی نہ کوئی اُٹھا سکا

فرضاً ہوا غلام سے تیرے اگر بگاڑ
مارا نہ ایک دو ہی کو میدان میں پچھاڑ
دشمن سب آئے سامنے ہر ایک جوں پہاڑ
جس کی کمر میں ہاتھ چلایا لیا اُکھاڑ
جس کی طرف کو آن جھکا پھر جھکا دیا

آیا ڈپٹ کے گھوڑے کو جس وقت بھیڑ چیر
سرگرم رزم جب کہ ہوا کہہ کے گیر گیر
خرگوش تھے بھیڑ کے گویا جوان دلیر
اُسکی کماں کے ساتھ تھا پیغام مرگ تیر
تلوار اُسکے ہاتھ میں تھا نامۂ فنا

بہتیرے کوہ و دشت کو بھاگے کڈھب گئے
تھے برج سے جوان سو آہٹ سے دب گئے
بہتیرے زخم تن پہ اُٹھا جان بلب گئے
جوڑا ادھر سے تیر اُدھر سہم سب گئے
چمکی ادھر سے تیغ اُدھر سر جدا ہوا

ہے کون دادرس جو کہوں اس سے اپنا بھید
اُمید ہے کہ پہونچے ترے لطف کی نوید
جور فلک سے چھاتی میں سب پڑ گئے ہیں چھید
کم بخت بھی پھرا نہ ترے در سے نااُمید
از بسکہ وقف کرتے ہیں دن طالع رسا

ہر شب یہ دل خفا ہے یونہیں عمر ہو گئی
جی پر غرض بلا ہے یونہیں عمر ہو گئی
ہر روز اک جفا ہے یونہیں عمر ہو گئی
ہر شام غم غذا ہے یونہیں عمر ہو گئی
ہر صبح خون دل ہے مجھے آب و ناشتا

آشفتہ کوہ و دشت میں مدت پھرا ہوں میں
جوں گرد باد خاک میں یکسر ملا ہوں میں
آوارہ گرد بادیۂ ابتلا ہوں میں
یعنی برہنگی سے تو ٹک بچ رہا ہوں میں
یہ گرد کی جو مجھے ہے تن پر سو ہے قبا

اس شہر میں ہوں دیر سے آوارہ بے وطن
القصہ حال بد سے کروں تا کجا سخن
مرنا بتا نہ اُس سے کہ پیدا نہ تھا کفن
احوال میرا تجھ پہ ہویدا ہے من و عن
اظہار اس پہ پھر ہے طبیعت کا مقتضا

ہوں مبتلائے رنج و بلا سینہ چاک ہوں
دور آستاں سے تیرے کہاں تک ہلاک ہوں
پھوڑا سا پک رہا ہوں سبھی دردناک ہوں
یہ جی میں آرزو ہے کہ جب مر کے خاک ہوں
لا دے نجف کی اور اڑاتی ہوئی صبا

Marfat.com

امداد کر کہ پہونچوں ترے آستاں تلک — لے جاوے اشتیاق مجھے کھینچ واں تلک
ہر دم یہ اضطراب بھراوے کہاں تلک — یوں اتفاق پیدا کروں صرفِ جاں تلک

مقصد یہی ہے دل کا یہی جی کا مدعا

یوں کشتہ چند مرتبہٗ و جاہ کا رہوں — کب تک ہلاک مطلب دلخواہ کا رہوں
جی چاہتا ہے خاک ہو اس راہ کا رہوں — پامال تیرے زائر درگاہ کا رہوں

تاج شرف ہو سر پہ مرے عاقبت کو تا

بے اختیار روؤں ہوں ہر صبح اور شام — یعنی کہ شوق در کا ترے دل کو ہے تمام
مقصد اسی کو جانوں ہوں سمجھا یہی ہوں کام — اے جدِّ پاک حضرتِ موسیٰ رضا امام

اپنی تو آرزو ہے یہ آگے تری رضا

ہفت بند

السّلام اے رازدار داورِ جان آفریں — السّلام اے لامکاں کے حاکم مسند نشیں
ذات تیری جوں خدا کی ذات ہے والا صفات — بے شریک و بے عدیل و بے نظیر و بے قریں
یہ شرافت یہ سیادت یہ تقدّس یہ کمال — یہ تنزہ یہ تعلّی یہ تفوّق ہے کہیں
تو ولی ہے تو وصی ہے تو علی ہے تو وہ ہے — جس سے بالا تر تصوّر کیجیے تو کچھ نہیں
کیا تعقل کیا تحمل کیا تبختر کیا وقار — طفل مکتب درس گہ کا تیرے عقلِ اوّلیں
سید برحق شریف النفس فخرِ روزگار — باعثِ عزِّ سپہر و موجبِ وقرِ زمیں
پیشوائے پیشوایاں سجدہ گاہِ مومناں — زینتِ بطحا و یثرب رونق اسلام و دیں
مظہرِ صد ہا عجائب مصدرِ لطف و کرم — زیبِ منبر جانشینِ رحمۃ للعالمیں
مقصدِ دل آشنایاں مدعائے عاشقاں — آرزوئے اہلِ عرفاں مطلبِ اہلِ یقیں
وارثِ دیں دادرِ عادل شفیعِ روزِ حشر — حافظِ عرشِ برین و حامیِ شرعِ متیں
مالکِ ملکِ ولایت حاکمِ عالم پسند — بادشاہِ صاحب استقلال امیر المومنیں

عہد تیرا عدل ہے سب ملک تیرا ہے سرور
مجرم واندہگیں ہوں ملتفت ہونا ضرور

Marfat.com

بند دوم

اے مرے سرمایۂ دنیا و عقبیٰ لطف کر — اے مرے مولیٰ مرے صاحب ادھر بھی کر نظر
لطف تیرا اس سے میری کیمیا سازی کرے — مکرمت یک گونہ کر یہ خاک ہو جاتی ہے زر
رحم پر موقوف ہیں سب کام اس ناکام کے — نے مجھے کچھ مکر آوے ہے نہ مجھ میں کچھ ہنر
سر فرو لانے کو جی کب چاہتا ہے سگ کے پاس — ہے دماغ بے دماغانِ محبت عرش پر
وقت جب ہوتا ہے خاص ربّ العلمین — میل کلی دل کا ہوتا ہے تری جانب مگر
تو نہ پہونچے داد کو تو ہائے کیا بیداد ہے — گوش زد تیرے نہو فریاد تو ہے بے اثر
وقت خوش وہ تھا مسرت بخش کتنا خلق کا — دیکھنے کو بھی نہ آتی تھی میسر چشم تر
شاہد عدل آنکھ میلی گر کرے تو خوبرو — اپنی پلکوں سے سئیں عشاق کے زخم جگر
کیا بیاں اب کریے شرم آتی ہے عرض حال سے — قدر تیری ایسی والا حاجت اپنی کس قدر
اب تو وحشت ہے طبیعت میں بسانِ گرد باد — خاک برسر زندگانی کب تلک کریے بسر
آبیاری تیری یہ اور باغ سب سرسبز ہے — ایک شاخ آرزو اپنی نہیں لاتی ثمر

بار بے برگی گراں ہے اور میں ہوں ناتواں
بے نسیم فیض تیرے اس چمن میں میں کہاں

بند سوم

اے شہ خوبی نسب والا حسب عالی تبار — جملہ تن عزت سراپا وقر و تمکیں اعتبار
اللہ اللہ زور بازو قدر و قدرت دیدنی — رتجھنے کی جائے حشمت سیر قابل اقتدار
قدس کے باشندگاں کا ناز تیری ذات پر — نوع انساں کا تمامی تیرے اوپر افتخار
قلع خیبر مرگ اژدر کھینچنا خورشید کا — ہیں فسانے زور کے تیرے جہاں میں یادگار
جھک گئے گردن کشوں کے سر جہاں میں تو نے کہا — لَا فَتیٰ اِلَّا عَلِی لَا سَیفَ اِلَّا ذوالفقار
تو کہے جاروب تھی میدان کیں کی تیری تیغ — جسکے نکلے نے خس و خاشاک نے گرد و غبار
تو نے چھیڑا ہے اگر مرکب کو اپنے کہکے ہاں — تو ہوا ہے اُس روش اس باد پیما کا گزار
جوں کوئی بجلی چمک جاتی ہے گاہے پیش چشم — پھر کھلے پر آنکھ کے رہجاتے ہیں حیران کار
گوشۂ محراب میں راتوں کے تئیں رونے سے کام — روز میداں سایۂ شمشیر میں ہنسنا شعار
کیا چھپی ہے کچھ یہ شخصیت جو میں ظاہر کروں — پُر ترے اوصاف سے ہیں قریۂ و شہر و دیار

Marfat.com

ہے گہر بخشی سے تیری ابر نیساں یکطرف — ہے کف ہمت کے آگے تیرے دریا یک کنار

مہرباں ہو یک نظر اس چشم نم کی اور دیکھ
دیکھ مت میری طرف اپنے کرم کی اور دیکھ

بند چہارم

کیا گدا کیا شاہ دونوں تیرے در سے کامیاب — سجدہ گاہِ خلق و عالم ہے تری عالی جناب
کوئی بیگانہ تری تقلید کیونکر کر سکے — تھا تو ایسا جب پیمبر کی ہوا خویشی کا باب
حیف وہ بے تہ نہ رکھے جو کہ تیری دوستی — اک ولا کے ضمن میں تیری ہزاروں ہیں ثواب
عقل کا معقولہ تو ہے خلق کا مقبول تو — ذات تیری فرد اعلیٰ بات تیری یک کتاب
تجھ سے رو بے بحث کسکو غیر علام الغیوب — اُس جگہ جبریل ساکت عقل اول لاجواب
جب کوئی ساقی کہیں تجھسا بہشتی رو ملے — جن کو ہے کچھ ہوش وے تیرے نہیں مست خراب
عنبریں گیسو ترے واہوویں تو کھلتا ہے جی — مدعی کھاتے ہیں آپ ہی آپ یونہی پیچ و تاب
تو تو فرح کی جگہ سب کی تجھی سے چشم داشت — تو پناہِ دہر و تو اُمید گاہِ شیخ و شاب
لطفِ بے پایاں ہے تیرا سایہ گستر خلق کا — ایک تابش اپنے ذرے پر بھی کر اے آفتاب
ہے جہاں تیری سخاواں بحر و بر کا کیا شمار — جب برسنے تو لگے گنتی میں کب آوے سحاب
شرح وسعت دامن دولت کی تیرے کیا کروں — بخش دے ہے جو ہر تر پھینک دے ہے لعل ناب

تیری ہمت تیری جرأت تیری طاقت تیرا زور
تو ہی رکھے تو ہی بوجھے تو ہی دیکھے اپنی اور

بند پنجم

اے بسانِ کعبہ تیرے طوف میں کروبیاں — نام تیرا حاملانِ عرش کا وردِ زباں
جوش مارے فیض کا چشمہ ترا تو بحر ہے — زمزم و تسنیم پھر ہیں ایک دو حقیر کہاں
آب شرم رشک سے تیرے ستارہ صبح کا — خاک تیرے آستانے کی جبینِ راستاں
کیا بلندی قدر کی اللہ کیا شانِ رفیع — جس جگہ تو ہے نہیں ہرگز رہِ وہم و گماں
زور ایسا کا ہے کو بالقوۃ انسان ہے — بے مزہ ہو تو ملا دیوے زمین و آسماں
اگرچہ عالم دیدہ حضرت خضر بھی ہیں آدمی — پر نہیں ہے اُن کو مطلق یاں کی صحبت کا دھیان
تجھ پہ ظل اللہ کا اطلاق شاہا راست ہے — چتر ہے خورشید تیرا چرخ تیرا سائباں

Marfat.com

شیر ہونا تیرا کیا سمجھے بُزِ اخفش ہے شیخ — قشعریرے میں سدا رہتا ہے یاں ببرِ بیاں
سُن طلسمات جہاں کے سب عیاں ہیں تجھ پہ راز — حاصلِ کون و مکاں تو واقفِ رازِ نہاں
نور سے تو ماہِ کامل قدر سے چرخِ بریں — حلم تیرا کوہ تیرا علم بحرِ بیکراں
کیا تسلط کیا تحمّل کیا تموّل کیا شکوہ — تو جہاں ہو ایک واں گویا کہ ہیں دونوں جہاں

یہ طرح پاتے ہیں تجھ میں سب رسول اللہ کی
رتبہ ہے نامِ خدا تو اب رسول اللہ کی

بند ششم

اے چراغِ جملہ نورِ خاندانِ مصطفےٰ — اے مرے والی مرے مقصود ہم نامِ خدا
ہے تو تو مخلوق لیکن عقل میں آتا نہیں — دیکھ کر اندیشہ تجھ کو عرش پر جاتا رہا
تو جہاں ہے اُس جگہ کیا آسماں کی قدر ہے — قدر تیری ہے جہاں واں گفتگو کو قدر کیا
گاہ احمدؐ گہ احد گاہے علی پایا تجھے — ہر زماں میں ہر مکاں میں شان تھی تیری جدا
فرطِ عشق اپنے سے کیا حرف و سخن ای کامِ جاں — تو ہماری آرزو ہے تو ہمارا مدعا
مطلب اپنا مقصد اپنا حاصل اپنی زیست کا — عشق تیرا دوستی تیری فقط تیری ولا
تجھ سے ہم خواہانِ مطلب تجھ سے ہم جویائے کام — تو ہی یاں حاجت روا ہے تو ہی یاں مشکل کشا
تجھ سا حاکم تجھ سا داور تجھ سا یاور چھوڑ کر — کس سے کہیے کس کنے لیجایئے پھر التجا
تو ہے وارث تو ہے مالک تو ہی صاحب تجھ سے ہم — اپنے ہاں جو ہے سو تو اے شافعِ روزِ جزا
اعتقاد اپنا یہی یارب رہے ہنگامِ مرگ — ہوں زباں و دل موافق جس گھڑی پہونچے قضا
دم بدم ہونٹھوں کے اوپر یا علی ہو یا علی — ہے رضامندی تو اپنی اسمیں آگئے جو رضا

ہم یہی فردوس سمجھے ہیں اسی کے تئیں نجات
رفتگانِ شوق سے بس اور کیا پوچھو ہو بات

بند ہفتم

اے امامِ واجب التعظیم و بابِ احترام — اے سزائے عزّت و مسجودِ انبوہِ انام
تیری قدر و منزلت ختمِ رسل سے پوچھئے — تیری قدر و منزلت میں ہر کسی کو کیا کلام
تجھ رُخِ پرنور سے نسبت نہیں ہے بدر کو — شہر گرد ایسے بہت دیکھے ہیں پھرتے ناتمام
دے جہاں عرضِ تجمّل حشمت و شوکت تری — قیصر و فغفور واں ہوں بندگی میں جوں غلام

Marfat.com

جب تری زور آوری کی معرکے میں دھوم ہو
سام کو تب پوچھتا ہے کون رستم ہے کدام

تجھ سوا جورِ فلک کا کس سے بدلا چاہیئے
تو ملیک مقتدر ہے تو عزیز ذی انتقام

دست بستہ اقتدا ہم سے کسو کی کب ہوئی
تو ہی اپنا پیشوا ہے تو ہی اپنا پیش امام

گرچہ کہتا ہے زبانِ ہند میں یہ منقبت
لیک حسّانِ[1] عرب سے کم نہیں کچھ میرا نام

اس ادا سے گفتگو اس حُسن سے طرزِ سخن
اس فصاحت سے عبارت اس بلاغت سے کلام

ہیں متاعِ نیک یاں اشعار مولانا حسن[2]
یُمن مدحت سے ترے پڑھتا ہے عالم صبح و شام

تو خریداری کرے ٹک بھی تو قیمت ہو وے چند
یعنی ہو وے جنس کاسد کا قبول خاص و عام

سو خدا ناکردہ ہچشمی نہیں کرتا فقیر
آرزو ہوتی نہیں ہے غیبتِ ایمان میر

ترجیع بند در منقبتِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ[3]

قابلِ سجدہ ہے علیؑ کا در
بابِ تعظیم ہے علیؑ کا گھر

ہے علیؑ ہی کا نام موجودات
ہے علیؑ افتخار نوعِ بشر

فرش رہ عرش ہو نہیں سکتا
منزلت ہے علیؑ کی بالاتر

منبعِ لطف و مظہرِ احسان
مصدرِ صد ہزار فضل و ہنر

تھا پُر آشوب جسکے شور سے دہر
کر دیے خاکوں میں اُنھوں نے بسر

قدرت اُس کی خدا کی قدرت ہے
زور اچنبھا عجیب زور آور

اعتقاد اپنے کو چھپایا ہے
یہ جو کہتے ہیں پاس ظاہر کر

ہم علیؑ کو خدا نہیں جانا
پر خدا سے جُدا نہیں جانا

ہے علیؑ جملہ عزت و اعزاز
جان بھی اپنی ہے علیؑ کی نیاز

غم شریک محمدؐ عربی
حرمتِ کعبہ آبروے حجاز

خاک دروازۂ علیؑ رہئیے
ہو دیں یا ور جو طالع ناساز

---

[1] حسّانِ عرب مراد ہے حسّان بن ثابت انصاری سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح نظم کرتے تھے ۱۲

[2] مولانا حسن کاشی۔ انکی تصنیفات سے ہفت بند کاشی منقبت حضرت علی میں مشہور و معروف نظم ہے ۱۲

[3] یہاں سے ترجیع بند در منقبت حضرت علی صفحہ ۷۶۲ سطر ۱۰ تک کسی مطبوعہ نسخہ میں نہیں ہے بلکہ غیر مطبوعہ نسخوں سے لیا گیا ہے ۱۲

یاد علیؑ کی طرف ہی رکھ اس میں — در فردوس منھ پہ ہوگا باز
ہو سکے تو علیؑ پرستی کر — تو ہو اسلامیوں میں تو ممتاز
ہے علیؑ وہ کہ چرخ و ماہ و مہر — اس کی قدرت پہ سب کریں ہیں ناز
محو یاد علیؑ ہیں جو اُن کو — نے سر سجدہ نے دماغ نماز
ہے علیؑ سے علی طلب شب و روز — دوستی کشتگان قلب گداز
قبلہ کعبہ خدا رسول علیؑ — گفتگو شوق کی بہت ہے دراز

ہم علیؑ کو خدا نہیں جانا
پر خدا سے جدا نہیں جانا

ہے علیؑ جانشیں پیمبرؐ کا — زیبِ مسجد ہے حسن منبر کا
زور بازو سے اُس کے کیا کہیے — ہے زباں زد فسانہ خیبر کا
کر گیا گم بڑوں بڑوں کے حواس — چیرنا کودکی میں اژدر کا
جذب خورشید کس طرح سے کیا — وقت کم تھا نماز دیگر کا
سرکشانِ جہاں نے جھاڑے کان — سن کے احوال عمرو و عنتر کا
تیغ اُس کی تھی برق ابر بہار — کٹ گیا جس سے رنگ اکثر کا
بارش ابر لطف بن اُس کے — رفع کیا ہو غبار دل پر کا
کیا ہمارا شعور جو سمجھیں — مرتبہ اس سبھوں سے برتر کا
عقل کل پر بھی کرنا مشکل ہے — فرق ظاہر سے ایسے مظہر کا

ہم علیؑ کو خدا نہیں جانا
پر خدا سے جدا نہیں جانا

ذات پاک اُس کی ہے خدا کی ذات — جمع واجب کے اس میں سب ہیں صفات
علم و قدرت نہ ثابت مذکور — دم زدن یہ نہ جائے حلم و ثبات
وہ نہ ہوتا سبب تو پھر کیا تھا — کیسے ہم تم کہاں کے موجودات
نہ تو دس عقل و نہ فلک ہوتے — نہ ستارے نمود کرتے سات
حال روشن نہ روز کا ہوتا — رہتی تاریکیٔ عدم سے رات
اس کے مقدم سے نور ہے ورنہ — سوجھتا کس کو ہاتھ سے پھر ہات

Marfat.com

وہ مقوم سبھوں کا وہ سب کچھ   یہی کہنے کی ایک ہیگی بات

ہم علیؑ کو خدا نہیں جانا
پر خدا سے جدا نہیں جانا

ہے مسبب کہیں کہیں ہے سبب   ہے وہی لطف بے نہایت رب
ہے غلی قابلِ پرستیدن   ہے علیؑ مظہرِ ہزار عجب
عشق ہے ہم جو لیتے ہیں یوں نام   ورنہ سجدہ بھی یاں ہے ترکِ ادب
دمِ الطاف سبز روئے زمیں   جگرِ چرخ چاک وقتِ غضب
داب یکبار کے لیے دشمن   دب گیا تو نے جسکے گھڑی مرکب
تو بنا پائے خاکِ میداں پر   استخوانِ ہزار کارِ طلب
بار ہا اے سوارِ شائستہ   ابلقِ چرخ نکلا تجھسے دب
تو ہے بندہ تو اے مرے معبود   پر خدا کے ہے ہیں ترے ڈھب
ہے تفنن کے طور پر یہ شعر   آشنا اپنے لب سے روز و شب

ہم علیؑ کو خدا نہیں جانا
پر خدا سے جدا نہیں جانا

ہے علیؑ حامی و مقوم دیں   ہے علیؑ پیشوائے اہلِ یقیں
ہے علیؑ برگزیدۂ عالم   ہے علیؑ اشرفِ زمان و زمیں
اسکی ہمت سے اس گلستاں میں   جیسے شبنم پڑے ہیں دُرِ ثمیں
اسکی جرأت سے شعر پڑھے   اُن کو جو ہیں گے شیر بیشۂ کیں
خوبی انکی کہاں تلک کہیے   خوب جانے جسے رسولِ امیں
اللہ اللہ تیری عزت و قدر   مجلسِ انبیاؑ کا صدر نشیں
جیتے جیتے ہمارے قلب پر اب   نام اُس کا ہے جیسے نقشِ نگیں
کبریا اسکی ہے ورائے قیاس   وہم اپنا گیا کہیں سے کہیں
مانو یہ بات اسکی قدرت سے   تہیں بالقوۃ آدمی کا نہیں

ہم علیؑ کو خدا نہیں جانا   پر خدا سے جدا نہیں جانا

سجدہ کرنے کے ہے علی قابل   قبلہ اپنا ہے اس طرف مائل

Marfat.com

مرگ ہے مصلحت سے دشمن کو
بے ولا اُسکے زیست کیا حاصل
درس میں تیرے اے شہ علام
پیرِ عقل ایک کودکِ جاہل
تیری ہمت قبول یہ نہ کرے
کہ مکرر ہے لب سائل
اصل مطلب کو دوستی تیری
راہ مطلوب کو ہے یہ واصل
دستِ بخشش سحابِ بارندہ
کفِ ہمت محیط بے ساحل
سیر کر مجمع کمال تجھے
دیکھ کر تیری قدرت کامل
طفل و برنا و پیر سارے مقر
عقل وادراک وفہم سب قائل
یہ عقیدہ نہیں ہے اپنا ہی
کہتے ہیں سارے بالغ وعاقل

ہم علی کو خدا نہیں جانا
پر خدا سے جدا نہیں جانا

ہے علی سایہ گسترِ دو جہاں
دیوے خورشید حشر سے وہ اماں
صورتِ ظاہرِ علی یہ نہ جا
ہے علی خلوتیِ رازِ نہاں
وہ علی کی ہے ذاتِ پاک جسے
جیتے رہتے ہیں اہل عالم جاں
کیا کریمی کی ہے صفت اللہ
نہیں سہے یہ نہیں ہی یہاں
شان ارفع ہے اپنے صاحب کی
کام کرتے نہیں قیاس و گماں
ہے جہاں رتبۂ وجوب اُس کا
عقل کا درک وہاں ہے کیا امکاں
خوگر اس نام لینے سے جو نہیں
حیف صد حیف وہ دہان و زباں
دونوں یکتا ہیں ذوالفقار و علیؑ
ایسی شمشیر ہے نہ ایسا جواں
سب ہیں حیران منزلت اُسکے
قدر اُسکی کہاں سپہر کہاں

ہم علی کو خدا نہیں جانا
پر خدا سے جدا نہیں جانا

ہے علیؑ مدعا علی مقصود
وہی مشہود ہے وہی موجود
ہے علیؑ وہ کہ سارے ساجد ہیں
لیتے نام اُسکا بھیجتے ہیں درود
کیا زمیں کیا سپہر کیا مہ و مہر
کی علی کے لئے سبھوں نے نمود
جمع رکھ دل علیؑ سبب ہوگا
کیا ہے اسباب گر ہوئے مفقود

Marfat.com

بندگی کے مقام ہیں معلوم
ہے یہ صاحب ہمارا تو معبود
مصطفےٰ مرتضےٰ خدا ہے ایک
لیک آگاہ راز ہیں معدود
جھک ہی جاتے ہیں سر سن اسکا نام
یعنی سب اُسکو جانتے ہیں مسجود
حشر ہوگا علی کے ساتھ اپنا
کیا ہے واں کا ہمیں غم بہبود
عندیہ اپنا اپنا ہے اے شیخ
گوش کر اُسکو تو اچھل یا کود

ہم علیؑ کو خدا نہیں جانا
پر خدا سے جدا نہیں جانا

گاہ بیگاہ کر علیؑ خوانی
ہے علی دانی ہی خدادانی
مہر کا اس کی رہ سر آشفتہ
ہے ولائے علیؑ مسلمانی
فرش راہِ علیؑ کر آنکھوں کو
یوں بچھا تو بساطِ ایمانی
مور بے زور ہو علیؑ کا تو
کہ جہاں میں کرے سلیمانی
چاہ میں اُسکی آپ کو گم کر
تا کہیں تجھکو ماہِ کنعانی
ہے وہی مہر برج عرفاں کا
ہے وہی شاہ ظلِ سبحانی
قامت آرائے کبریا حق کا
چہرہ پرداز نورِ یزدانی
ہاتھ اُسکا وہی خدا کا ہاتھ
بات اُس کی کلام ربّانی
شوق مفرط سے ہے یہ طرزِ سخن
گو بُرا مانے کوئی مروانی

ہم علی کو خدا نہیں جانا
پر خدا سے جُدا نہیں جانا

ہے علی یاں کا مالک و مختار
آگہ کار واقفِ اسرار
ہے علی آفتاب سا روشن
کچھ چھپا ہو تو کیجیے اظہار
ہے علی بہترین خلق خدا
ہے علی خویش سیّد ابرار
کون اُس کا مقر جو نہیں
اُسکی جرأت کا کسکو ہے انکار
یہ شرف کس میں یاں جمع ہوتے ہیں
اشرف دہر و سیّد و سردار
عہد کا فخر وقت کا سلطان
خوبی بزم و گرمیِ مضمار
تیغ برکف اگر نمود کرے
وہی قہّار ہے وہی جبّار

Marfat.com

حکم کے مرتبے میں ہو تو وہی — پردہ پوش و غفور ہے ستّار
عشق پیشوں کو اُسکے کیا سو ہی — کہتے ہیں اور پھر کہیں سو بار

ہم علی کو خدا نہیں جانا
پر خدا سے جُدا نہیں جانا

ہے علی وہ بلند قدر امیر — دے دیے ڈالے ہیں جسنے تاج و سریر
اُسکی یکتائی میں تردد کیا — جسکا نکلا نہیں عدم سے نظیر
خاکِ در ہو شہِ ولایت کا — شاہیاں لے گئے ہیں یاں سے فقیر
یوں ہے دُرریز دستِ جود اُسکا — جیسے برسے ہے کوئی ابرِ مطیر
صاحب ایسا ہی ہو تو صاحب ہے — گنہ آمرز اور عذر پذیر
ہمسے بندوں کی ورنہ کیونکہ نبھے — دمبدم جن سے ہوتی ہے تقصیر
کچھ محبّوں کا معتقد مت پوچھ — ہے علی ہی ہُوَ العلیُّ کبیر
شان سے کہتے ہیں محیطِ کل — قدر سے قادر و خدا ہے قدیر
تو موالی علی پرست نصیر — جا ہے سو ہمکو ہے اب اے میر

ہم علی کو خدا نہیں جانا
پر خدا سے جُدا نہیں جانا

Marfat.com

Marfat.com

مدحیات

میر تقی میر دہلوی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصیدہ در مدح نواب آصف الدولہ بہادر

ہوا کیے ہیں زبس شکوۂ فلک تحریر / سیہ ہے کاغذِ مشقی کے رنگ لوحِ ضمیر
کروں نہ شکر جفاہاے آسماں کیونکر / مری خرابی میں اُن نے نہ کی کبھو تقصیر
دیا ہزاروں کو دست اُن نے خانہ سازی کا / دلِ شکستہ کو میرے کیا نہ ٹک تعمیر
جو میں نے چاہا کہ جلد اپنا کام کریے تمام / تو روزِ سیاہ نے اُس کام میں بھی کی تاخیر
سیا تھا چشمِ طمع کو میں اک سحر اس پر / بجاے سوم خون دیا اُن نے جاے کاسۂ شیر
دماغ رفتہ شگفتن سے آشنا نہ ہوا / کہ اس چمن میں رکھا اُن نے غنچہ ساں دلگیر
درِ قبول سے نا امید پہونچی میری دعا / پھرایا عرش سے نالے کو میرے بے تاثیر
نہ دیکھا صفحۂ عالم کو میں کہ اُن نے رکھا / ہمیشہ اپنا ہی حیرانِ کار جوں تصویر
براے یک لبِ ناں مجھ ضعیف کو اُن نے / ہلال وار کیا سارے شہر میں تشہیر
فلک کے شکوہ میں تھا میں کہ ہمنشیں بولا / کہ اے جوانِ ستم کشتۂ سپہرِ پیر
غزل نہ لطف کی اک تو نے میر صاحب کی / سُنی نہ ہم نے کوئی آتشیانہ سوز صفیر
بہ سُن کے نکرنے کی مطلعِ غزل کی فکر / فلک نے صفحۂ کاغذ پہ جو کیا تحریر

مطلع ثانی

ہماری یار سے صحبت ہو کس طرح درگیر / حجرہ میں نالۂ آتش فشاں سو بے تاثیر

Marfat.com

سمجھ کے زلف کے کوچہ میں پانوں رکھو نسیم — کہ نکلی ہے یہیں سے راہ خانۂ زنجیر
ہزار قافلے یوں مصر سے چلے لیکن — گیا نہ ایک نے کنعاں کی سمت کو شبگیر
کھلا نہ منھ پہ ہمارے کہ سے زباں پہ آہ — بہ رنگ خامۂ شنجرف خوں چکاں تقریر
جگر ہے رشک کی جا اُس شکار کا تیرے — کہ صیدگاہ میں پہلے ہی آ گیا سر تیر
جہاں میں اہلِ جہاں کو ہو کشمکش بن کیا — کہ ایک تنگ قفس اور جس میں اتنے اسیر
سفر ہے دور کا در پیش آ تک آئینہ رو — کہ زاد راہ عدم ہو نگاہ وقتِ اخیر
نہیں تو دیر محبت کی رسم سے آگاہ — کرے ہیں کعبے کے سکاں کی بھی یہاں تکفیر
تمام نالہ ہوں اُس بن گرہ روزِ نخست — کیا تھا تن کا مرے سوزِ جگر سے خمیر
غزل کو سُن کے کہا ہمنشیں نے تجھ سا شخص — بجا ہو خاک ہو گر پیش آستانِ وزیر
وہ آستانہ کہ گویا ہے راستوں کی جبین — کرے ہے سجدہ جسے آن کر صغیر و کبیر
شرف ہے جس سے یہ اس آستاں کو کیا کہو — وزیر کہیے کہ فرماں روا ہے کوئی امیر

غرض جلیس سے ہے شکوہ کہ غم شریک جو تھا
یہ سُن کے اے گنہ آمرز اور عذر پذیر

مطلع ثالث

خلل پذیر ہوا ہے دماغِ خامۂ میر — کہ تیری مدح میں کھولا زباں کو گر تقصیر
تمام قدرت و آصف صفت سلیماں جاہ — سوار دولت و گنجینہ بخش و دشمن گیر
فلک شکوہ ستارہ حشم خدیو جہاں — ترے جلال کو کن لفظوں میں کروں تعبیر
زہے یہ حشمت و جاہ و جلال و قدرت و زور — کہ تیرے حکم کے آگے ہے سہل امر خطیر
ترے محررِ دفتر کا ہے سدا محتاج — جہاں میں شہرۂ عطارد جو ہے فلک کا دبیر
زہے علوِ مراتب کہ در پہ بار نہ پائے — ہزار بار اگرچہ مرخ مارے چرخِ اثیر
شریکِ مشورۂ کارخانۂ عالم — کیا ہے تجھ کو قضا و قدر ہیں ترے مشیر
رواں ہو صبح کا گر مرتب ظفر پیکر — تو تا بشام کرے روم و شام تک تسخیر
کفِ سخا کی تری ریزشِ کرم کے حضور — گیا ہے قطرہ زناں شرمگیں ہو ابر مطیر
ہم کو تیری بیاں کیا کروں کہ اے ممدوح — ہوئے ہیں خلق ترے بخشنے کو تاج و سریر
کروں میں عرض سو کیا ہفت گنج خسرو کو — کہ تیرے بخش دیے کے نہیں ہیں عشر عشیر

Marfat.com

لکھوں سو کیا ترے خدام کی سخاوت کو
نہ پاوے وقتِ دہش رتبۂ قلیل و کثیر

ثبات حرف کو تیرے قلم کی کیا لکھیے
کہے تو خامۂ فولاد سے کیا تحریر

برات روزی کسو کی شرف کو دستخط سے
پہونچتی ہے تو نہیں مٹتی جوں خطِ تقدیر

نہیں ہے شہر میں نام و نشانِ منہیات
رہی ہے نَے کوئی جنگل میں سو برائے حصیر

مزاجِ شرع پہ بدعت سے ہو تو پھر نہ اُٹھے
صدائے نَے کا تو کیا ذکر ہے قلم کی صریر

رسن کو کام تو فرمادے ایک آن اگر
تو پھر زمانہ قیامت تلک نہ پاوے تغیر

گیا ہے شور ترے عدل کا جو گردوں تک
کتاں سے آنکھ جھپکتا رہے ہے بدرِ منیر

بغیر غمزۂ خوباں رہا نہیں اب ایک
جہاں کے پردے پہ اوباش خانہ جنگ و شریر

جو چاہے تو کہ رہے فرش چاندنی دن کو
اُٹھا کے تہ کرے پردے ظلام کے شبِ قیر

کرے ہے قطعِ امید آپ سے وہیں دشمن
سُنے ہے مجھ سے تری جبکہ صولتِ شمشیر

جو نکلے میاں سے تو نامۂ فنا کہیے
کہ پہونچے جسکو اُسے مٹنے سے نہیں ہے گزیر

رہے تو زخم لگا اس کا بہ نہ ہووے مگر
فلک زمیں سے ملے تب ہو اندمال پذیر

نہیں ہے فیل کہ زربفت پوش کوہ ہے وہ
کروں شکوہ کو اُسکے سو کس روش تسطیر

رواں رکاب میں ہے آسمانِ زر گویا
ستارے جھول کے ایک ایک آفتاب نظیر

کمیت خامہ مرے ہاتھ کے ہے ران تلے
صفت کروں میں سمند و زیر کی تحریر

کسو کی آنکھ نہ پڑ سکتی تھی چھلاوے میں
پھرے تھا سطحِ زمیں پر وہ یوں سپہر مسیر

تصرّف ایک مصور کی آ گیا جاتے
یہ آن نے ریجھ کے چاہا کہ کھینچیے تصویر

خیال دور سے دوڑا کے رہ گیا آخر
ہوا نہ گرد میں گرد بھی اُس کا شکل پذیر

سخن اس قماش کی مدحت کو مت سمجھو یہ
کہ ہے غرض خز و دیبا و پرنیان و حریر

غرض یہ ہے کہ تری خاک آستان رہے
کہ اُسکے رتبے کو ہرگز نہ پہونچے پھر اکسیر

وہ آستاں کہ گدا و غنی کا ہے مسجود
بقیہ عمر کرے صرف اُس پہ یہ بھی فقیر

ہمیشہ ساتھ ترے دوستوں کے ہو اقبال
ترے عدو کی سدا بدتری کرے تدبیر

قصیدہ در مدح آصف الدولہ[1] بہادر

رات کو مطلق نہ تھی یاں جی کو تاب
آشنا ہوتا نہ تھا آنکھوں سے خواب

لوٹتا تھا سوزِ غم سے آگ میں
دل جگر سِکتے تھے دونوں جوں کباب

ہر زماں تھی ساتھ اپنے گفتگو
کیا کروں شہر اور ہیں دونوں خراب

تھا کرم شیوا جنھوں کا اُٹھ گئے
ٹھیے بیٹھے کھینچیے کب تک عذاب

جائیے کس کے در او پر کون ہے
ملیے کس سے کون ملنے کا ہی باب

ے جوانی سے پھرے پیری تلک
امتحاں میں آگئے سب شیخ و شاب

ناگہاں مجھ سے لگا کہنے سروش
رہگذر سے لطف کی کر کر خطاب

ہے کریم اب بھی وزیر ابن وزیر
آصف الدولہ فلک قدر و جناب

آسماں رتبہ ہے جس کا آستاں
ناز کر طالع پہ جو ہو باریاب

اُس کی ہمت سے سخن کیا سر کروں
بات کہتے دے دُر و یا قوتِ ناب

اُسکے دست و دل کے رشک و شرم سے
خون ہے دل کان کا دریا ہے آب

جم حشم انجم سپہ گردوں شکوہ
مرجع خرد و کلاں عالم مآب

دستِ ہمت اُسکا گر دُربار ہو
پانی پانی شرم سے ہوئے سحاب

ال کیا ہے ہفت گنج خسروی
اک ہی کو نواب بخشے ہے شتاب

فخر سام و رستم اُس کی بندگی
داخلِ خدام یاں افراسیاب

جس سحر جرأت سے کھینچی اُن نے تیغ
ڈھال رکھے مُنھ پہ نکلا آفتاب

رزم کے عرصہ میں ہل چل پڑ گئی
آسماں کے خیمے کی کانپی طناب

---

[1] نواب آصف الدولہ یحییٰ علیخاں ہزبر جنگ نواب شجاع الدولہ کے بیٹے تھے۔ نواب امۃ الزہرا بہو بیگم بنت نواب محمد اسحاق خاں شوشتری ان کی والدہ تھیں۔ ۱۱۸۸ھ میں نواب شجاع الدولہ کی وفات کے بعد رونق بخش مسند وزارت ہوئے۔ سات برس تک فیض آباد میں رہے اور اُسکے بعد لکھنؤ کو اپنا دارالحکومت بنایا۔
نواب موصوف خود شاعر اور شعرا کے نہایت قدردان تھے۔ میر سوز دہلوی اُنکے اُستاد تھے۔ میرزا رفیع سودا اور میر تقی میر بھی ان کے وابستگانِ دربار اور زمرۂ مصاحبانِ خاص میں سے تھے۔ مرزا رفیع سودا کو چھ ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر مرحمت کی تھی اور میر تقی میر کو تین سو روپیہ ماہوار دیے جاتے تھے۔ اس درماہے کے علاوہ اکرام و انعام کی کوئی حد نہ تھی۔ ۱۲۱۲ھ میں بعارضہ استسقا انتقال کیا۔ لکھنؤ کی ایک مشہور عمارت امام باڑہ آصف الدولہ انکی بہترین یادگار ہے۔

Marfat.com

مدعی گر کوہ تھا مارا اکھاڑ
ورزمیں تھا بے سکوں پایا شتاب

خرمن آسا جل گیا انبوہ خصم
جل پڑی جو اسکی تیغ برق تاب

دیو تھے گو معرکے میں بے شمار
ایک ٹھہرا ہو مقابل کیا حساب

زین رکھا جائے مرکب پر اگر
راجا پر جا آن کر دابیں رکاب

زلزلہ پڑ جائے سارے ملک میں
ملک داروں سے کہیں ہاں سر حساب

مطلع ثانی کی اب مائل ہے طبع
کفر ہے حرف و سخن سے اجتناب

مطلع ثانی

اے ترے ڈر سے جگر شیروں کے آب
دشمنوں کو رو بہانہ اضطراب

مدعی کی صف ہے کونجوں کی قطار
لشکری اس فوج کا ہر ایک عقاب

موج زن جیدھر ہو وہ دریائے فوج
بستیاں اس سمت کی جیسے حباب

گرد اس لشکر کی گر ہووے بلند
پھر زمین و آسماں میں ہے حجاب

جاوے دشمن جوں سگِ پا سوختہ
وقت گرگ و میش لے منہ پر نقاب

داوری و منصفی سُن دلبراں
چھوڑ دیں عشاق پر کرنا عتاب

رفعِ بدعت جا ہے تو پھر کیا مجال
اٹھ سکے جو نغمۂ چنگ و رباب

منعِ مے ہووے تو پھر قدرت ہے کیا
جو گلے سے شیشے کے اُترے شراب

بحر کیا ہے جو کرے تہ سے سوال
کوہ تیرے حلم کا کیا وے جواب

خوبیاں ہی خوبیاں سر تا قدم
تب کیا صانع نے تجکو انتخاب

لطفِ طبعِ صاحبِ مجلس کہوں
یا لکھوں پاکیزہ اس صحبت کا داب

نکلی مستعمل نہایت ورنہ شب
چاندنی کی جائے کھچتی ماہتاب

گر نہ ہو ممدوح علم ظاہری
پر نہیں ہوتی ہے یہ رائے صواب

جو کہے تو چاہیے وہ لکھ رکھیں
حرف ہر یک تیرے منہ کا ہر کتاب

کر دعا پر میر اب ختم سخن
تو کہے جو کچھ کرے حق مستجاب

زیر دست اسکے رہیں گردنکشاں
تا قیامت وہ رہے مالک رقاب

دوست اسکے جوش زن جیسے محیط
خاک بر سر مدعی جیسے سراب

Marfat.com

قصیدہ مدحیہ شاہِ وقت

جو پہونچی قیامت تو آہ و فغاں ہے
مرے ہاتھ میں دامنِ آسماں ہے

کوئی آج سے ہے فلک مدعی کیا
ہمیشہ مرے حال پر مہرباں ہے

کدورت بیاں کیا کروں میں کہے تو
یہ دل گرد کلفت کا یک کارواں ہے

جو روتا بھی ہوں میں غبار دلی سے
تو آنسو کا سیلاب ریگ رواں ہے

جو دل میں ہے آتا ہے کہنے میں بھی وہ
زباں میری دل کی مگر ترجماں ہے

عجب مخمصے میں ہوں جور فلک سے
حوادث کے تیروں کا سینہ نشاں ہے

سحر جامِ خوں ہی جو منھ دھو چکوں ہوں
یہ مفلوک ایسے کے گھر میہماں ہے

رمق ایک جی ہے سو ایک آدھ دم کا
اُسے قصد اب تک مرا امتحاں ہے

اس احوال کا رنگ رو بس ہے شاہد
جو دل میں ہے میرے منھ پر عیاں ہے

یہ شکوہ تھا درپیش مجھ کو کہ ناگہ
پکاری خرد ہوش تیرا کہاں ہے

تو مرجائیگا یوں تو رُکتے ہی رُکتے
کہ اندوہ و غم آفتِ ناگہاں ہے

غزل قطعہ کر میر صاحب کی کوئی
کہ اُنکی زباں بیچ سحر بیاں ہے

کہا میں نے مطلع غزل کا یہ سُن کر
کہ ہر طرف سے جسکے لہو رواں ہے

مطلع ثانی

ترے ہاتھ جب تک کہ تیر و کماں ہے
شکار زبوں کی بھی خاطر نشاں ہے

کہے تو کہ شکلِ مثالی ہوں اپنی
مرا جسم اس لطف سے ناتواں ہے

ترے ابروے سادہ رو بعد میرے
مرا نامہ نوشتہ بر استخواں ہے

نہ پوچھ اس طلسمات عالم کی صنعت
کہ اس آشکارا میں کیا کیا نہاں ہے

خوشا مرگِ بلبل کہ سائے میں گل کے
کہیں مست پڑ رہے کہیں آشیاں ہے

لگے ہے نہ اب عطر واں اُسکے منھ کو
نہ اس بوئے خوش سا یہ گل کا وہاں ہے

غرور خرابات چل شیخ دیکھیں
جو ترسا بچہ ہے سو پیر مغاں ہے

نہ کہہ خانوادے تھے یاں کیسے کیسے
خرابہ ہی ہے جبتلک یہ جہاں ہے

دمِ امتحاں میر ہم کیا کرینگے
ہماری گرہ میں تو اِک نیمجاں ہے

Marfat.com

چل اے طبع مشتاق وصفِ بتاں پر — کہ غم انکا دل میں مرے یک جہاں ہے
یہی شغل ہیں خوب پیشِ فقیراں — کہ ذکرِ خدا ہے کہ وصفِ بتاں ہے
نہ جاؤ اسکے خاموش رہنے پہ بلبل — زباں غنچۂ گل کے زیرِ زباں ہے
نہ دے جانِ شیریں کو تلخی سے ناحق — تری محنت اے کوہکن رائگاں ہے
میں پس ماندۂ قافلہ دل جلا ہوں — کہے تو کہ یہ آتشِ کارواں ہے
جو ہو راہ گم گشتہیاں ہوکے جاوے — کہ مجھ پاس یک داغ دل سوز جہاں ہے
سموم آوے ہے سایۂ برگ گل میں — مگر خاک مرغِ چمن پرفشاں ہے
مری آہ کیا برچھیاں ارتی ہے — دل شب سے ہر دم صدا الاماں ہے
جگر پر جو ہیں داغ ہجراں پریشاں — یہ گویا خزاں دیدہ اک گلستاں ہے
رخِ زرد پر اشک سرخ آگئے ہیں — ادھر بھی اک ابر بہاری سماں ہے
خط و زلف و کاکل میں دل جاکے الجھا — نہ سمجھا یہ ناداں کہ ہندوستاں ہے
چمن زارِ عالم کی خوبی پہ مت جا — دل اس بے ثباتی پہ خندہ زناں ہے
کہ یک رنگ یاں کا نہیں ہے قراری — بہار آئی ادھر کہ فصلِ خزاں ہے
حقارت سے مت دیکھ یہ پھوٹی گوریں — کہ ہر اک فلاں بن فلاں بن فلاں ہے
خیال اور مت کر کہ مجھ میں نہیں کچھ — مری جاں ترا وہم ہے یا گماں ہے
اٹھی رسم صوم و صلوٰۃ اُسکے دیکھے — خرابی۔ مسجد یہ جو ہے اذاں ہے
گریباں کفن کا تو رہنے دے ثابت — مری خاک سے کبھوں تو دامن کشاں ہے
رگِ گل رگِ جاں کمر سے نہیں ہر — تو کہتا ہے کیا یاں سخن درمیاں ہے
خطِ کنج لب گوشۂ چشم و کاکل — رہے شاد وہ غمزدہ دل جہاں ہے
نہیں فرصتِ واشدن اس چمن میں — گل اس غم سے اپنا گریباں دراں ہے
بہت ہرزہ خواں ہے گا اے میر تو بھی — وظیفہ ترا کیا یہ ذکر بتاں ہے
جو مرکوز خاطر ہے اُسیر بھی آجا — فراغت کا عرصہ یہی اک زماں ہے
سن اے ہمنشیں شخص غائب کی خاطر — یہ مطلع کہ مطلب سے جو تواماں ہے

مطلع ثالث

قلم چل ابھی چلتی تیری زباں ہے — کہ پھر بات کہنے کی فرصت کہاں ہے

Marfat.com

ولیکن تجاوز نہ ہووے ادب سے ۔ کہ ممدوح اب شاہِ ہندوستاں ہے
فراغ اب نہیں ہے جو تمہید کریے ۔ کہ کل رات ہے اور یہ داستاں ہے
بھٹی تیری کیجے یہ دل چاہتا ہے ۔ ترے شکر نعمت میں قاصر زباں ہے
ترا عہد تیسر خوشی ہے جو ہے بھی ۔ گنہگار سا ایک غمِ مہوشاں ہے
ترے یاں ہے سب راستی و درستی ۔ مگر ماصدق سچ کا یہ خانداں ہے
زیارت کیے صدق آتا ہے جس کی ۔ ترا جبہۂ راستاں آستاں ہے
لکھے کیا شہا کوئی ہمت کو تیری ۔ جہاں صبح اس خوان پر میہماں ہے
زیادہ ہو یہ وسعت رزق تیری ۔ کہ مشرق سے تا مغرب دستارخواں ہے
کرے ہمسری کیا وہ خورشید اوپر ۔ فلک پاس کیا ہے یہی ایک ناں ہے
ترے ہاتھ کی ریزشِ جود آگے ۔ خجالت سے یہ ابر قطرہ زناں ہے
تجھے مرجع کل کیا ہے جہاں کا ۔ ترا دست ہے فرقِ خرد و کلاں ہے
ولی نعمتا عدل سے تیرے اب یاں ۔ کتاں تھا سو مہ ہی جو مہ تھا کتاں ہے
ترے ہوش کے آگے ہے طفل ناداں ۔ اگرچہ یہ پیرِ خرد کارواں ہے
سن اے خامہ آ مطلع چارمی لکھ ۔ کہ ممدوح کے زور کا اب بیاں ہے

مطلعِ رابع

ترے زورِ بازو کی طاقت عیاں ہو ۔ ہژبر جس کی قوت سے شیرِ ژیاں ہے
ترے زور کا سکہ ہے اس چمن میں ۔ گل اشرفی غنچہ پر مہر و کاں ہے

قطعہ

ترا ہاتھ پڑ جائے گر رستم اوپر ۔ جہاں میں وہ مشہور کیا پہلواں ہے
اٹھاتا نہیں اسکو سن کوئی گردن ۔ وہ اس عرصے میں ایک سنگِ گراں ہے
تو یوں پھینک دے جیسے سنگِ فلاخن ۔ جہاں جاکے گر جائے سنگِ نشاں ہے
کہ جو کوئی اس راہ نکلے سو دیکھے ۔ یہ افسانہ ہر شہر کا ارمغاں ہے
تناکے ترے عرصے میں کریے جولاں ۔ کمیتِ قلم ہاتھ کے زیرِ راں ہے
اچک لے جہاں باگ کیا کیا مزے ہیں ۔ زہے نام خدا اسپ کیا خوش عناں ہے
سبک سیر کی تیرے کیا کہیے جلدی ۔ پھر اس فربہی پر کہ تختِ رواں ہے

Marfat.com

ازل سے ابد تک ہی جولاں گہ اسکی
قدم ایک یاں اک قدم اسکا واں ہے

جو اس میں سوار اسکا چاہے کہ ڈپٹے
ارادے میں اسکے ابھی حرف ہاں ہے

نہ پہونچے وہ ہونٹھوں تلک اسکے ہرگز
کہ یہ باد پیما کہاں کا کہاں ہے

جو میدان میں جنگ کے ہو یہ اشہب
تو گھوڑا نہ کہیو کہ پیل دماں ہے

لگی گر کہیں ٹاپ طبق زمیں پر
فلک صدمے سے انسوئے لامکاں ہے

دعا پر کروں ختم اب یہ قصیدہ
کہاں تک کہوں تو جنیں ہے جہاں ہے

رہے وقت ایسا ہی روز جزا تک
کہ جو دوست تیرا ہے تو شادماں ہے

تری عمر ہو میر سے طول امل سی
کرم کا سررشتہ اک تیری ہاں ہے

در تعریف آغا رشید کہ خطاط بو بفرمایش میاں اعز الدین کہ فقیر و خوشنویس بود

میر خطاط یک قلم دیکھے
لیکن آغا سے لوگ کم دیکھے

یعنی عبد الرشید تھا استاد
خوشنویسی کی جن نے دی ہے داد

خط کی خوبی کا اسکی اتنک ڈھنگ
صفحۂ روزگار پر ہے رنگ

وہ تصرف کہیں جو کرتا ہے
شکل نقاش رنگ بھرتا ہے

حیرت افزا ہے حسن ہر تحریر
مشق اسکی ہے قطعۂ تصویر

خط شیریں جو اسکا پاتے ہیں
ہم حلاوت بہت اٹھاتے ہیں

لگ گئی ہے قلم تو جادو ہے
مد جہاں ہے کسو کی ابرو ہے

سطر کی کھینچتا نہیں خفی کی وہ
خط ہے خوباں کی پشت لب کا وہ

ایسا لکھنا کسو کی طاقت ہے
ہے جلی بھی تو ایک بابت ہے

خط میں کیسا ہی کوئی کامل ہو
اس کا کب نقطۂ مقابل ہو

حرف کس کس ادا سے لکھتا ہے
کون ایسی صفا سے لکھتا ہے

ہے الف قامت نکورویاں
لام ہے زلف سلسلہ مویاں

دال کا خم رہے ہے ایسا خوب
جیسے جھکتے ہیں مست ہو محبوب

میم جس لطف سے لبالب ہے
دہن تنگ مہوشاں کب ہے

Marfat.com

ہے کشش نازۂ تنِ خوباں
دائرہ نون اس نمط کھینچا

دائرہ دور دامن خوباں
کہ خطِ دلبراں پہ خط کھینچا

مدعی کو جو خط دکھاویں ہم
جیسے حرف غلط اُٹھاویں ہم

قطعہ در تہنیت صحت

مزاج شخص جہاں تھا ترے مرض سے سست
خبر جو گرم ہے اب تیرے غسل صحت کی

ہوا جو فضل الٰہی سے تندرست و چست
دل شکستہ جہاں تھا وہ خود بخود ہی درست

رہے جہاں میں بہت تا جہاں صحیح رہے
سلامت ہمہ آفاق در سلامت تست

Marfat.com

Marfat.com

تماشائے گوناگون

میر تقی میر دہلوی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مثنوی دربیان کدخدائی نواب آصف الدولہ بہادر

ہے جہانِ کہن تماشاگاہ
آصف الدولہ کا رچا ہے بیاہ

آؤ ساقی کہ کدخدائی ہے
طبعِ نواب ادھر کو آئی ہے

دل خوش احباب شاد بہر دہر
بستہ آئیں دو راستہ ہے شہر

نئے سر سے جواں ہوا ہے جہاں
عیش و عشرت کے محو خورد و کلاں

ہر طرف شہر میں ہے آرائش
رہرواں کی نہیں ہے گنجائش

شیشہ باز فلک ہے آتش باز
کہکشاں سے ہوا ہوائی ساز

ماہ سے ماہتاب کی ہے طرح
کس سے ہو لطفِ روشنی کی شرح

نہیں رستوں میں روشنی کے دیے
نجم ہے چشمِ روشنی کے لیے

کیا ستاروں کا چھوٹنا کہیے
آسماں کی طرف ہی تک رہیے

شب شادی کی دھوم کی کیا بات
روزِ روشن تھی روشنی سے رات

دو طرف چھوٹتے جو ہیں گے انار
راہ و رستے ہوئے ہیں باغ و بہار

آؤ ساقی کہ جمع ہیں احباب
سب مہیّا ہیں عیش کے اسباب

لا وہ جوں آفتاب ساغرِ زر
آب گل رنگ سے لبالب کر

آج جھوما ہے ابرِ بخشش زور
کچھ نظر ہے تجھے ہوا کی اور

دستِ دستورِ ابرِ نیساں ہے
یعنی یک دست گوہر افشاں ہے

Marfat.com

کر چمن زار دست و دل کی سیر | ہیں نہال آج آشنا و غیر
گل مطّن شگفتہ سب کے کیے | خلعتِ فاخرہ سبھوں کو دیے
لا کہاں ہے وہ لالہ رنگ شراب | جس سے سرمست تر ہوں احباب
آئے مطرب لیے رباب و چنگ | کہ ڈھو مُنھ سے غنچے سیر آہنگ
ہر طرف رقص میں ہیں گلرویاں | پائے کوباں ہیں سلسلہ مویاں
شادمانی سے ہو نوا پرداز | دے بہارِ گزشتہ کو آواز
گل و لالہ سے چشم باز کرے | رنگِ صحبت کو دیکھ ناز کرے
چھیڑ سازِ طرب نوا کے تئیں | باندھ آواز سے ہوا کے تئیں
وجد میں لا دے مے پرستوں کو | یاد دے ٹک سرود مستوں کو
آؤ ساقی کہ روشنی ہے خوب | محوِ آرائش آج ہیں محبوب
کاغذیں باغ کیا تماشا ہے | پھول کترا کہ گل تراشا ہے
تکے سی مشعلوں کا ہوں بندا | نور کا ماہ نے کیا چندا
شیشۂ شراب ہے زرکار | صحبتِ عیش کو چھکا یکبار
لالہ رنگِ رُخِ نکویاں کو | مایۂ نازِ خوبرویاں کو
اس پری کو نکال شیشے سے | رنگِ مجلس میں ڈال شیشے سے
ہوئے سرمست ہو تماشائی | حکم کش ہے سپہرِ مینائی
چھوڑ آئین بردباری کا | سیر کر لے تزک سواری کا
چل گلابی کو ہاتھ میں لے لے | ایک دم جام متصل دے لے
ہے سواری کے فیل کی وہ جھوم | جیسے ابرِ بہار آوے جھوم
آئے دولت سرا سے ہو کے سوار | لعلِ ناب و گہر ہیں صرفِ نثار
اک مہابت کے ساتھ فیل نشاں | آگے مانندِ کوہِ زر کے رواں
اور ہاتھی ہیں جھومتے جاتے | جیسے آویں جوان مدھ ماتے
جل زربفت کی ہے ساری شب | روکشِ انجمِ فلک ہیں سب
پلٹنیں جاتی ہیں برابر یوں | صف ہو مژگاں دلبروں کی جوں
بال بستہ رکاب میں ہیں ترنگ | جنگ دیکھے کمیت چرخ ہے دنگ

Marfat.com

خوش سواری و خوش جلو خوش راہ — باگ اٹھ چکی تو پھر نہ ٹھہری نگاہ
گردنوں میں پڑی حمائل گل — ہے جلو میں بعید شمائل گل
تھا بہت تیز گام اسپ خیال — رہ گیا دیکھ کر انھوں کی چال
تھے پری زاد چھیڑے اڑ جاویں — آنکھ پھیرو تو گل سے مڑ جاویں
کسمسانے میں باد سے آگے — ہاں کہے جیسے وہم جا لاگے
نوبتی اب طبیعتوں کو رجھاؤ — چل سواری کا ٹک اصول بجاؤ
چوب نقارے پر لگا ایسی ڈھب — کہ رکھیں گوش اس صدا پر سب
ایک دو دم بجائے جاؤ یونہیں — دلکش آواز گائے جاؤ یونہیں
پھینکتے ہیں جو دستہ دستہ گل — رہ گزر میں ہیں رستہ رستہ گل
وہ جو دیوے تو کیا لیا جاوے — خوشہ خوشہ گہر دیا جاوے
ساقیا دے وہ مے جو باقی ہے — شادی ایسی بھی اتفاقی ہے
ہو مبارک یہ جشن خوش انجام — دور گردوں بکام عیش مدام
آ مغنی غزل سرائی کر — کچھ مزے سے بھی آشنائی کر

پڑھ غزل میر کی جو ہووے یاد
ان کو تو اس میں کہتے ہیں استاد

غزل

موسم ابر ہو سبو بھی ہو — گل ہو گلشن ہو اور تو بھی ہو
کب تک آئینے کا یہ حسن قبول — منھ ترا اس طرف کبھو بھی ہو
ہو جو تیرا سا رنگ گل کا ہے — رہیں ہم تب جب ایسی بو بھی ہو
ہے غرض عشق صرف ہی لیکن — شرط یہ ہے کہ جستجو بھی ہو
سرکشی گل کی خوش نہیں آتی — ناز کرنے کو ویسا رو بھی ہو
کسکو بلبل ہے دم کشی کا دماغ — ہو تو گل ہی کی گفتگو بھی ہو

دل تمنا کدہ تو ہے پر میر
ہو تو اس کی ہی آرزو بھی ہو

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مثنوی در جشن ہولی و کتخدائی

آؤ ساقی شراب نوش کریں / شور سا ہے جہاں میں گوش کریں
آؤ ساقی بہار پھر آئی / ہولی میں کتنی شادیاں لائی
شادیاں ہے شگوں سر سر ہیں / کوچے سو شہر کے برابر ہیں
دستِ دستور ہے جو زر افشاں / پھر جہانِ کہن ہوا ہے جواں
دونوں رستے عمارت خوش ہے / تازہ کاری شہر دلکش ہے
اور بازاری رنگ لائے ہیں / سارے رنگیں ستوں لگائے ہیں
جسطرف دیکھو معرکہ سا ہے / شہر ہے یا کوئی تماشا ہے
چشمِ بد دور ایسی بستی سے / یہی مقصد ہے ملک ہستی سے
لکھنؤ دلّی سے بھی بہتر ہے / کہ کسو دل کی لاگ ادھر ہے
آئیں بستہ ہوا ہے سارا شہر / کاغذیں گل سے گلستاں ہے بہر
ایسے گل پھول ہیں جو صرف کار / راہ رستے ہوئے ہیں باغ و بہار
بستہ آئیں دکانیں ہیں یکسر / جن میں ہستی متاع لعل و گہر
میوۂ نورس و رسیدہ بہت / گل خوش رنگ و بوے چیدہ بہت
شب شادی کو لڑکے ہوں جو سوار / لیں صغیر و کبیر بہر نثار
تخت پھر زنان رقص کناں / جتنے رستوں میں ہے جنین و جہاں
گل کاغذ سے شہر ہے گلزار / تو کہے آئی ہے بہار اے یار
ساقیا عیش کا ہو بزم آرا / سارے لوگوں میں جام مے کو پھرا
جس میں تہ پاوے اس پری کو دے / ورنہ شیشے کی شیشے میں بھر لے
ہو گی مجلس جو مستِ آسائش / کون دیکھے گا لطف آرائش

Marfat.com

آؤ ساقی قرار ہے باہم
کہ تماشا کناں پھریں خرم

زنِ رقاص پر نگاہ کریں
کسو سادے سے چل کے راہ کریں

کسو دلبر کے کھینچ لیویں ہاتھ
کسو محبوب کو اُٹھا لیں ساتھ

کسو خوش رو کے منھ پہ منھ رکھ لیں
کُنجِ لب کا کہیں مزا چکھ لیں

خوش تنوں سے کریں ہم آغوشی
کسو نازک بدن سے ہمدوشی

کہیں دو جام مے سے ہوں سرمست
جائینگے تھوڑی دور دست بدست

مچلے بن جائینگے کسو کو دیکھ
پھر منینگے کسو کے رو کو دیکھ

اب گلابی کو لیں گے بھر بھر ہم
باقی ساقی پئیں گے پھر کر ہم

کہیں آرایش آکے دیکھیں گے
کاغذیں باغ جا کے دیکھیں گے

کسو مہوش سے ہووینگے گلباز
کھینچینگے ایک دو دم اُس کے ناز

آؤ ساقی بمے دو آتشہ دے
اسی مے کا بغل میں شیشہ لے

گرم ہو جو دماغ انساں کا
لطف آوے نظر چراغاں کا

جسطرف دیکھیے چراغاں ہے
شیشہ و شمع ہی نمایاں ہے

باغ سے روشنی ہوتی ہے زیاد
ہے یہ ہنگامہ تا جلال آباد

شمع و فانوس کا بہت ہی ہجوم
شمعی رنگوں نے کر رکھی ہے دھوم

لوٹیے اُن گلوں کی اب تو بہار
گو کسو کے گلے کا ہو جیسے ہار

اتنو اودھم ہی مچ گیا ہر سو
دارو پی کر پھریں چلیں ہم تو

تارے سے ہیں چراغ چار طرف
آسماں پر زمیں رکھے ہے شرف

غنچہ غنچہ دیوں کو دیکھیں جہاں
کسو نو گل سے رکھیں صحبت واں

کہیں نوبت کو چلکے سُنیے گا
نے کے بجنے پہ سر کو دُھنیے گا

نوبتی خوش سلیقے سارے ہیں
نے نوازوں نے جان مارے ہیں

آج نوبت کے بجنے پر ہے رنگ
عقل ہوتی ہے سُن ٹکوری دنگ

جھانجھ کے سُننے کی رہی ہے جھانجھ
صبح جوں توں کے ہم کریں ہیں سانجھ

بیچ میں ہولی آئی ہے ساقی
پھیرے سرخوش ہے تا بچے باقی

شیشہ شیشہ شراب اب پیجے
بلکہ خم منھ لگا کے سب پیجے

Marfat.com

سیر کر مے کنار نہر و گشت — لالہ و گل کھلے ہیں تا سر دشت
انھیں پھولوں کے انعکاس سے آب — تو کہے لالہ رنگ سب ہے شراب
سبدِ گل ہوئی ہے ہر کیاری — ایک ہے گل زمیں زمیں ساری
درمیاں یک شجر نہیں بد برگ — ہے ہزارہ کہ لالۂ صد برگ
جوش لالہ سے تا اوطابنج و سنگ — شفقی ہو گیا ہوا کا رنگ
تخت کیونکر نہ ہو دماغ خاک — دشت در دشت ہے گل تریاک
پھر لبالب ہیں آب گیر رنگ — اور اُڑے ہے گلال کس کس ڈھنگ
پاس آتے ہیں مرغ گلشن بھول — تھے وے دلبر گلاب سے پھول
زعفرانی لباس تھے سب کے — رسم سے آئے صبح کو شب کے
پگڑیاں جامہ بھیگی سو سو ہیں — ان کو گلہائے تر کہیں تو ہیں
چھڑیاں پھولوں کی دلبروں کے ہاتھ — سیکڑوں پھولوں کی چھڑی سے ساتھ
قمقمے جو گلال کے مارے — مہوشاں لالہ رُخ ہوئے سارے
خوان بھر بھر عبیر لاتے ہیں — گُل کی پتی ملا اُڑاتے ہیں
جشن نوروز ہند ہولی ہے — راگ رنگ اور بولی ٹھولی ہے
عشق ہے اے گروہ آتش زن — دونوں رستے چراغ ہیں روشن
ٹھاٹھ کیا روشنی کے باندھ دیے — شہر میں نام روشن اپنے کیے
دور دو تھے خیال و سوانگ آئے — گھوڑے دامن سوار کیا لائے
روشنی دار سے ہی پار تلک — گل کا کاغذ ہے فرق خار تلک
در دولت سے لے گئے تا سر آب — ہے چراغ اور شمع ہی کی تاب
پھر سر پُل سے تا عمارتِ نو — جلتے ہیں مجتمع دیے سو سو
ہاتھی رنگے گئے پڑی ہے دھوم — جیسے ابرِ سیاہ آئے جھوم
خیمہ استادہ کر چکے شب باز — پتلیوں نے کیا خرام ناز
یاں کی صحبت کا تھا نمونہ سب — شاہ دستور حکم دکار ادب
آئے شکلیں بنا کے صورت باز — ڈوم ڈھاڑی بنے بجا کر ساز
نقل معقول کی سو حاجی بنے — سج کے عملے سر پہ کتنے جنے

ط۱۔ اوطابیخ ۔ ایرانی گرگ

Marfat.com

کوئی جوگی کوئی فقیر بنا — کوئی داڑھی لگا کے پیر بنا

کوئی بنیا بنا کوئی اوباش — نقل کرنی تھی ان سبھوں کی معاش

کوئی شاعر بنا نہ جس کی نظیر — جیسے مستغرق خیال تھا میر

کچھ سپاہی بنے تھے کچھ تجار — کوئی زاہد ہوا کوئی خمّار

جس کی تقلید کی سو ویسی طرح — اصل ہوتی نہیں ہے ایسی طرح

کرکے سعی و تلاش چاروں دانگ — خوب دیکھا تو ہے یہ عالم سوانگ

آؤ ساقی نہ رکھ خراب احوال — دیجے جا جام بادہ مالا مال

چل سواری کا سیر بھی ہے بڑا — ایک عالم ہے دونوں رستہ کھڑا

جل زربفت پوش فیل نشاں — کوہ زر سا ہے پیش پیش رواں

کدخدا ہونے کو چلا دولھ — بال و گوپال عظم سے جوں شہ

گل کی پاکھر پڑی ہوئی یکبار — ہاتھی آیا برنگ ابر بہار

زری پوشوں کا پیش و پس انبوہ — اللہ اللہ ری انکی شان و شکوہ

تور میں کتنے سونے کے ہے پہاڑ — آگے روپے کی روشنی کے جھاڑ

موتی کرتے تھے ہر طرف سے نثار — تھا مگر فیل ابر گوہر بار

ہیں جلو میں زمینیاں حاضر — جاہ کے آسمانیاں حاضر

تمرہ سب ساتھ ہیں وزیر سمیت — شاعراں مدح خواں ہیں میر سمیت

تازی ترکی عراقی و عربی — کوتل آگے تھے خوش جلو میں سبھی

رہیں رکھو جہاں کہ منھ کے نرم — چھیڑے باد سموم سے ہوں گرم

آؤ ساقی پلا شراب ہمیں — روشنی کی نہیں ہے تاب ہمیں

روشنی بھی ہے کوئی ہنگامہ — سیر میں گرم ہو گیا جامہ

گرمی سے مشعلوں کے آئے تنگ — دود مشعل ہے جائے کاہی رنگ

دو طرف سیم بندی کر دی ہے — سونے روپے سے راہ بھر دی ہے

شمعیں لاکھوں کنول میں ہیں روشن — زور پھولا ہے کاغذی گلشن

واہ آتش زناں آتش بست — دارو پی کر بھرد ہو گئے مست

تو میں کیا ڈھالیں ہیں ستاروں کی — کھوئی رونق فلک کے تاروں کی

Marfat.com

تارے موقوف کچھ سما پہ نہیں — تو ہیں چھوٹیں گر ہوا پہ نہیں
ماہ بھی چشم روشنی کے لیے — ہے چراغاں ترنگاں سے کیے
گنج چھوٹے ہیں یا کہ باڑ چھڑی — یا ہوائی ہے جگنیوں کی چھڑی
گل فشاں ہیں پڑی جو پھلجھڑیاں — کھلتیاں ہیں دلوں کی گلجھڑیاں
چھوٹتے ہیں انار و مہتابی — رنگ ہیں دلبروں کے مہتابی
باؤ سے دو دیے ہوئے گر ماند — دغیں مہتابیاں کہ نکلے چاند
آؤ اے مطربانِ سیر آہنگ — ساتھ اپنے لیے رباب و چنگ
ہو غزلخوان بزم عیش و طرب — پر نہ کر یو خیال ترکِ ادب
منعقد مجلس شہانہ ہے — ادب آصفِ زمانہ ہے
آؤ ساقی مجھے قرابہ دے — ور بغل شیشہ ساتھ اپنے لے
بحرِ بخشش کی لہریں اب آئیں — زر و گوہر کی کشتیاں لائیں
ہے بہ بند اس کرم کا کیا پایہ — دیتے ہیں خلعت گرانمایہ
طرہ ہائے زری و بادلہ تاش — تختہ ہائے دو شالہ تحفہ لباس
بہت اُن میں سے بہت نہ سئے — ایک دم میں سبھوں کو بخشد یے
خاص ملبوس نوع نوع تمام — لے گئے شاد ہو کے مردم عام
کیا بچھا ہے فراخ دسترخوان — جیسے ہے خلق یک جہاں مہماں
تورہ بندی ہوئی تکلف سے — کھانے نکلے نئے تصرف سے
لطف کے ساتھ نعمتوں کا وفور — زیر سرجیبہ قاب ہے پرنور
عام تھا ان لطافتوں سے طعام — دیتے لیتے تھے ہر سحر ہر شام
کس کو اسباب یہ میسر ہیں — ظرف سیمین جعبہ زر ہیں
ہیں جو مہمان بادشاہ و گدا — حرص دونوں کی سیر ہے یکجا
عمر و دولت ہو اُسکی حد سے زیاد — ہے اُسی سے جہاں نشاط آباد
آؤ ساقی غزل سرا بھی ہو — لذت شعر سے مزا بھی ہو

غزل ١

ابھی موہار کیا کیا دریا پہ رنگ لائی — اک شہر نکلے لالہ پھر اس میں ہولی آئی

Marfat.com

کی فکر سالِ تاریخ آوازِ غیب آئی
ہم نے[1] کبھی نہ دیکھی اس رنگ کد خدائی

آنکھوں کی روشنی تھی اپنی ہوئی دو چنداں
طالع نے چاندنی میں کیا روشنی دکھائی

ہو باد حسرت کی آنکھیں اُدھر ہیں اُسکی
نرگس کا اس ہوا میں دیدہ بھی ہے ہوائی

بے گل رہے نہ یکدم بلبل کے آہ و نالے
محبوب سے کسو کو یارب نہ ہو جدائی

گل تک ہنسا نہ مجھسے بلبل نہ بولی ہرگز
کس کس کی بیدماغی بے یار میں اُٹھائی

ہم بھی رہے ہوا وہ جبتک جوان جاہل
کی عمرِ رفتنی نے بارے نہ بیوفائی

اخوانِ زمانہ کے تو کیا جانیں دل لگی کو
لگتی ہے جسکے دل کو وہ جانتا ہے بھائی

ہے دامگاہ دنیا ہر جا فریب اس میں
دیتی نہیں دکھائی اپنی مجھے رہائی

گزری جو کچھ سو گزری یاری میں دلبروں کی
میر اب کسو سے تم تو کریو نہ آشنائی

قطعہ در تعریف اسپِ وزیرِ زماں آصفِ دوراں نواب آصف الدولہ بہادر

وزیرِ زماں نے لیا ایک اسپ
کہ ہے رشکِ گلگوں بادِ بہار

نظر پوست سے اُسکے آتا ہے خون
کیا جلد پر اُسکے گل کو نثار

اُڑا کر اُسے بارہا سیر کی
نہ نکلا کبھو ابلقِ روزگار

کروں اُسکی کیا تیزگامی کی شرح
ہرن اُسپہ شمشیر سے ہوشکار

ٹک اک کسمسائے ہے جو رکب تو پھر
نہیں اُسکو رانوں میں ہرگز قرار

جہاں باگ اُچک جائے محبوب کی
عنانِ دل اُسکے ہے پھر اختیار

کرے عزم ابد کا ازل سے اگر
وہ جانباز جو اُس پہ ہووے سوار

کہے اسکو ٹک چھیڑ لے کر کہ ہاں
تو یہ باد پیما کرے یوں گزار

کہ پہلے قدم گرد جو اُٹھ چلے
نہ پھرنے تک اُسکے وہ بیٹھے غبار

غرض اسپ ہے یا اچنبھا ہی میر
رہیں زیرِ راں اُسکے ایسے ہزار

[1] یعنی سنہ ۱۲۱۷ ہجری۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مثنوی در بیان ہولی

ہولی کھیلا آصف الدولہ وزیر — رنگ صحبت سے عجب ہیں خرد و پیر
جشن نوروزی اہل ہند سب — ہے یہی تب محو عشرت ہینگے اب
شیشہ شیشہ رنگ صرف دوستاں — صحنِ دولتخانہ رشکِ بوستاں
اس چمن میں باغ پر گل سرخ و زرد — نکہتِ گل جھاڑینگے واں آ کے گرد
پھول گل آویں نظر دیکھو جدھر — لالہ و صد برگ سب باغ نظر
دستہ دستہ رنگ میں بھیگے جواں — جیسے گلدستہ تھے جوؤں پر رواں
زعفرانی رنگ سے رنگیں لباس — عطر مالی سے سبھوں میں گل کی باس
رنگ افشانی سے پڑتی ہے پھوہار — رنگِ باراں تھا مگر ابرِ بہار
مرغِ گلشن گلرخاں کو جان پھول — بیٹھتے ہیں پاس آکر پھول پھول
قمقمے جو مارتے بھر کر گلال — جسکے لگتا آن کر پھر منھ ہو لال
برگِ گل موا اُڑاتے تھے عبیر — تھی ہوا میں گرد تا چرخِ اثیر
روشن الدولہ نے کی تھی روشنی — کب ہوئی تھی لیکن ایسی روشنی
وہ چراغاں گرچہ تھے درگاہ تک — تھے تماشائی گدا و شاہ تک
راہ میں ترپولیے مینار سے تھے — روشنی کے کوچہ و بازار تھے
گرم کچھ ہنگامہ یہ بھی کم نہ تھا — اس روش کی دھوم کا اودھم نہ تھا
ابتو ہفت اقلیم کا عالم ہے یاں — دیکھو تو ہر جنس کا آدم ہے یاں
ٹٹیاں دریا کے باندھیں دو طرف — کیا چراغاں آسماں کی سو طرف
تھا جہاں تک آبِ دریا کا بہاؤ — واں تلک تھا اس چراغاں کا دکھاؤ
ایک عالم دیکھتا تھا دور سے — رات دن تھی روشنی کے نور سے
کوچہ و بازار و بام و در بنے — روشنی کے دونوں رستہ گھر بنے

Marfat.com

سوانگ کیا کیا بنکے آئے درمیاں ۔ پکھنے کا سوانگ تھا سارا جہاں
آئے کس کس رنگ سے دامن سوار ۔ باد کے رنگوں جنھوں کا تھا گزار
ہاتھی آئے کوہ پیکر کیا بنے ۔ جیسے مدہ ماتے جواں ہوں اٹھنے
کیسی کیسی دیکھی شکلیں تازیاں ۔ سحر کرتے تھے کہ صورت بازیاں
اُن دیور کے عکس سے دریا کا آب ۔ آئینہ کے سطح کی رکھتا تھا تاب
کشتیوں میں جو دیے بھر کر چلے ۔ پانی میں شعلوں کے ریلے ہی چلے
منعکس تھے جو چراغاں تہ تلک ۔ آب کی وسعت تھی پر انجم فلک
کیا ہوائی چھوٹنے کا ہے بیاں ۔ ذوذنب جیسے ستارے ہوں عیاں
جاہی جوہی چھوٹنا ہے یاد بود ۔ روشنان ذوذوانب تھے نمود
گنج چھوٹے ایک سے روشن تھے جھاڑ ۔ دوطرف جسطرح سے جھڑتی ہی باڑ
اس روش سے تھے ستارے چھوٹتے ۔ ناگہاں جو ہوویں تارے ٹوٹتے
دیکھے جاتے تھے چراغ آب میں ۔ شعلے تھے لہروں کی پیچ وتاب میں
ہر دو جانب چُن گئے ناری انار ۔ گلفشانی سے انھوں کی تھی بہار
ماہتابی اک طرف سے جو دغی ۔ چاندسا نکلا ہوئے حیراں سبھی
آفریں صناع لوگو آفریں ۔ کیا لگایا باغ آکر کاغذیں
گل کتر کر پھول گل ہی کر دیے ۔ رنگ تازے کاغذوں میں بھر دیے
متصل توبیں ستاروں کی دغیں ۔ لوگوں کی آنکھیں فلک سے جا لگیں
دیکھیاں کیا کیا تہ شعلہ خیزیاں ۔ تھیں ہوا میں سے ستارہ ریزیاں
نذر کو نواب کی اہل فرنگ ۔ لیکے آتشبازی آئے رنگ رنگ
عرصہ گلریزی سے گلشن ہوگیا ۔ چرخ اُن تاروں سے روشن ہوگیا
داغیاں توبیں ہوائی ایک بار ۔ پھیلے تارے آسماں پر بے شمار
کیا ہوائی باد میں لہرا گئی ۔ ناری سانپوں کے سے من پھیلا گئی
کیا ہی آتش دستیاں دے کر گئے ۔ شعلوں سے پانی کی لہریں بھر گئے
رحمت اے آتش زناں کیا لاگ ہے ۔ تہ بساطِ آب دریا آگ ہے
لکھ غزل اب میر رنگیں تو کوئی ۔ و شگفتے ہو محظوظ جسکو ہر کوئی

Marfat.com

غزل

لالہ کنار دریا نکلا ہے کیا زمیں سے
اُٹھتی نہیں ہیں آنکھیں دیکھو ادھر کہیں سے

بالیدگی سے ہو نچے گل آدمی کے سر تک
ہو واں تو رنگ ٹپکے جیب اور آستیں سے

خوش رنگ تر ہے ہر گل رخسار سے پری کے
صد برگ واں طرف ہی خورشید کی جبیں سے

منہ پر عبیر عاشق اصرار سے ملے ہیں
کب ہاتھ کھینچتے ہیں معشوق کی نہیں سے

صندل بھری جبیں سے کیا صبح چہرہ ہو وے
اس قطعۂ چمن کے محبوب خوش نشیں سے

یکسو گلال منہ پر خوباں کے مل رہے ہیں
اُلجھے ہیں ہاتھ یکسو گیسوئے نازنیں سے

جب میر جان دینا بوسے کے بدلے ٹھہرا
تب خوف کیجیے کیا پشیمانیوں کی چیں سے

مثنوی دیگر

تھا کبھی کا بچہ اک درویش پاس
باش و بود اس کی تھی مجھ درویش پاس

اس قلندر نے بحسب احتیاج
بیچنے اُس کو نکالا لاعلاج

میں نے اُس کو ایک جا دلوا دیا
مول ٹھہرا تھا جو کچھ سو لا دیا

بوزنہ یا کوئی تحفہ دھر کا
عزت افزا بندر ابن شہر کا

نام منوا اس کا اب مشہور ہے
شوخی اُسکی ہر کہیں مذکور ہے

ہے ہنومانی نسب یہ باب دید
قایل وصف اسکے حضرت بوحمید

ہے جو لکھّو بندری مشہور اب
اسکی جد مادری تھی بوالعجب

اُس کے پردادا نے ہی یہ حرف دی
ایک دم لابہ میں لنکا پھونک دی

ایک چنچل ہے بلائے روزگار
ہاتھ رہ جائے تو با سرگرم کار

ہے تو بچہ سا ولیکن دور ہے
پست اُس کی جست کا لنگور ہے

کیا کوئی انداز شوخی کا کہے
ہو معلّق زن تو آدم تک رہے

چیلا ہٹ اسکی سب معلوم ہے
معرکوں میں چوک کے اک دھوم ہے

ہوتے ہیں قرّاد کب دیکھے سے سیر
چیلی اس کی رہے ہے یاد دیر

حرکتیں دلکش ہیں سب انداز خوب
پر ضروری ہے کہ ہاتھوں میں ہو چوب

Marfat.com

ورنہ بوٹا سا جو قد ہے جھاڑ ہے
لنگھٹا نچنا ہے کپڑے پھاڑ ہے

لونڈی باندی سکو اس سے احتراز
ڈر سے اکثر بی بیوں کے دل گداز

یہ جو چاہے چھوٹے تو تدبیر کیا
رسی ڈوری لوہے کی زنجیر کیا

ربط اسے جس سے ہے اس سے ربط ہے
مار کھانے پر بھی اُس کو ضبط ہے

جب وہ چھوٹے شور و ہنگامے رہیں
اب تو چھوٹا اب تو چھوٹا سب کہیں

چھوٹتا ہے گر پڑے کوئی بجوگ
بندروں سے ناچتے پھرتے ہیں لوگ

ہوتے ہیں اس جنس میں بھی ذی خرد
آدم و حیواں میں یہ برزخ ہیں بد

طنز ہے یہ بات اگرچہ سے کہی
جو کرے انسان تو بوزینہ بھی

لیکن اس جاگہ تو صادق ہے یہ قول
سارے اُسکے آدمی کے سے ہیں ڈول

ہے تماشا آئینہ کے روبرو
عکس سے اپنے اسے ہے گفتگو

دیکھنا جھک جھک کے اسکا ہو نہ ضبط
آرسی بندر کا ہے مشہور ربط

گاہ بوسہ گاہ غرغر بولنا
گاہ آنکھیں موندنا گہہ کھولنا

آگے تھا اک بوزنہ شطرنج باز
چال سے اُس کی نکلتا امتیاز

کہنہ قرادوں سے ہم کو یاد ہے
یہ اسی فتان کا داماد ہے

جان دیں بندر اگر دیکھیں سجنے
رہتے ہیں جانوں پڑے اُسکے کنے

آنکھ کب دوڑے ہے اُسکی ہر طرف
ہے یہ اپنے نوع کا فخر و شرف

الغرض منوا عبارت جاں سے ہے
نام اس دلکش کا منوا یاں سے ہے

خوش رہے منوا تو خوش احوال میرؔ
ورنہ آدم ہے جوانی میں بھی پیر

دہر میں یارب نہ یہ محزوں رہے
جسکا منوا ہے اُسے میموں رہے

مثنوی دیگر

ایک بلی موہنی تھا اُس کا نام
اُن نے میرے گھر کیا آکر مقام

ایک دو سے ہو گئی الفت گزیں
کم بہت جانے لگی اُٹھ کر کہیں

ربط بہم پیدا کیا میرے بھی ساتھ
دیکھتی رہنے لگی میرا ہی ہاتھ

Marfat.com

آئے ہے مجھ پاس یہ اُٹھ کر سویر — گربۂ زرد فلک نکلے ہے دیر
یعنی وقت گرگ و میش آئے ہے پاس — پھیرو را پھیروں کیا ہے اُن نے پاس
چھیچھڑا ٹکڑا جو کچھ پایا کرے — فقر میرا دیکھ کر کھایا کرے
بختوں سے ٹوٹا ہے چھینکا بھی اگر — اُن نے ادھر کی نہیں مطلق نظر
دخل کیا ہے جھانکے یہ چھینکے کی اور — ٹکڑے کو دیکھے نہ گو بھوکی ہو زور
اس مروت پیشہ سے کیا ہے گلا — خوف سے آ بھی گئے چوہا ملا
ایک بلی بچہ گئی تھی آ کے چکھ — یہ لڑی تو منھ پہ پنجہ اپنے رکھ
برسوں یاد آوے گی یہ پاکیزہ خو — آگے آئی ہی نہیں چلتے کبھو
لانگھے ہو جو گھر سے جاتے تدریں — چلتے چھینکا ہو کبھو تو کچھ کہوں
تھی جو ظاہر جوں کڑاہی تیرہ رنگ — پر تماشا کردنی تھے اُس کے ڈھنگ
شوق میں ہمسائیاں اُس کے رہیں — جو گئی بھی ٹک تو مانگے سے کہیں
پھرنے کو تو پھرتی کیا دلی نہ تھی — پر جلے پائوں کی یہ بلی نہ تھی
رفتہ رفتہ کوٹھوں پر جانے لگی — پھیروں پھیروں میں یہ پھر آنے لگی
حاملہ ہو کر کئی بچے دیے — ایک دو بھی سو نہ ان میں سے جیے
متصل ایسا ہوا جو اتفاق — مرگ ان بچوں کی گزری سب پہ شاق
حفظ اس کی کوکھ کا لازم ہوا — جھاڑے پھونکے کا ہر اک عازم ہوا
نذریں مانیں نقش لائے ڈھونڈھ کر — نیل کے ڈوروں میں باندھے پیٹ پر
چھیچھڑوں پر بعضوں نے افسوں لکھے — بعضوں نے تعویذ لے کر خوں لکھے
بی بلائی سے بہت کی التجا — گربۂ محراب سے چاہی دعا
گوشت کی چیلوں کو پھینکیں بوٹیاں — ماش کی موٹی پکائیں روٹیاں
لڑکیاں بٹھلائیاں کھاٹوں تلے — اس طرح جوں دبکی بلی کم ملے
دیتے ٹکڑا منھ کو ہر اک کھڑے لیتے — اور ربولی بلیوں کی بولتے
صدقے اُترے چھیچھڑے جو ڈھیر ڈھیر — گربۂ لاوہ نے کھائے ہو کے سیر
کیں مناجاتیں دل شب لاتعد — گربۂ زاہد سے بھی چاہی مدد
بو ہریرہ کے تئیں مانا بہت — بلیوں کو بھی دیا کھانا بہت

Marfat.com

مدح حسن بلی کی کرتا تھا عبید[1] · تھی دعاگوئی میں وہ بے مکر و شید
خواجہ عصمت کرتے تھے طاعت جہاں · ایک بلی بیٹھی تھی آ کر وہاں
سجدہ ہوتی وہی گرم سجود · گہ قیام اُس کے تئیں تھا گہ قعود
چاہی ہمت اس سے اُٹھ کر ہر سحر · کچھ تو باطن نے کیا اُس کے اثر
پانچ بچے اُس نے اس نوبت دیے · بارے سب وے قدرت حق سے جیے
کیوں نہ ایسی ہووے امداد سترگ · بی بلائی بوہریرہ سب بزرگ
اک توجہ رکھتے تھے ظاہر کی اور · آرزو بر لائے یہ باطن کی زور
اپنی ماں کے رات دن سینے لگے · پانچوں بچے دودھ کچھ پینے لگے
دودھ کتنا جو کہ بس ہو سب کے تئیں · میں بھی منگوانے لگا کچھ شب کے تئیں
دودھ پی کر گائے بکری کا جیسے · روز و شب لوگوں کی آنکھوں کے تلے
دیر میں میں نے جو یہ ٹک غور کی · بلیاں پانچوں ہیں یہ اک طور کی
دو مہینے تک بہت تھی احتیاط · کتے بلی سب سے موقوف اختلاط
کوئی کتا آ گیا ادھر اگر · لوگ دوڑے شیر سے منھ پھاڑ کر
در سے نکلیں سب ہوئے بازی کے گرم · زرد زرد اُن کی دُمیں منھ نرم نرم
لچھے ریشم کے سے چندیں رنگ خال · کچھ سفید و کچھ سیہ کچھ زرد و لال
آ نکلتی تھیں جدھر یہ پانچ چار · وہ طرف ہو جاتی تھی باغ و بہار
ایک عالم عاشق و بیتاب تھا · اُن کی خاطر بے خور و بے خواب تھا
لے گئے ایک ایک کر سب تین تو · منی، مانی، رہ گئیں مجھ پاس دو
منی کی پھر ایک صاحب نے پسند · تھی بھی نازک ایسی ہی طالع بلند
مانی کچھ بھاری تھی نکلی بردبار · رہ گئی یاں فقر کو کر اختیار
بوریے پر میرے اُس کی خوابگاہ · دل سے میرے خاص اسکو ایک راہ
میں نہ ہوں تو راہ دیکھے کچھ نہ کھائے · جان پاوے سُن مری آواز پائے
سب سے آگے آن پہنچے در تلک · دیکھے میرے پاؤں سے لے سر تلک
آنکھ سے معلوم ہو مشتاق ہے · بلی یا اعجوبۂ آفاق ہے
بلیاں ہوتی ہیں اچھی ہر کہیں · یہ تماشا سا ہے بلی تو نہیں

[1] مراد عبید زاکانی جس کی تصنیف اسی قسم کی بیہودہ ہے جس میں بلی اور چوہوں کا ذکر ہے۔ عبید زاکانی ایک ظریف اور ہزال شاعر تھا ۱۲

Marfat.com

گرد رو باندھے تو چہرہ حور کا ۔ چاندنی میں ہو تو بکّا نور کا
گرم شوخی ہو اگر یہ مثلِ برق ۔ بجلی میں اُس میں نہ کچھ کر سکیے فرق
یا پری اس پردے میں ہے جلوہ گر ۔ اُٹھتی اودھر سے نہیں ہرگز نظر
کیسی ہی بنی ولایت کی ہو زور ۔ خوب دیکھو تو ہے اُسکے صدقے حور
ربط ہے اپنے بھی جی کو اُسکے ساتھ ۔ بیٹھے ہی تو پیٹھ پر میرا ہے ہاتھ
ایک دن جا کر کہیں ٹک سو گئی ۔ مانی مانی سارے گھر میں ہو گئی
بلّی کا ہوتا نہیں اسلوب یہ ۔ ہے کبودی چشم یک محبوب یہ
دیکھے جس دم یک ذرا کوئی اسکو گھور ۔ چشم شور آفتاب اس دم ہو کور
حُسن کیا کیا مانی کے کریے بیاں ۔ ہو جہاں جبتک یہ ہووے درمیاں
خوبی مُنی کی نہ کوئی کہہ سکے ۔ دیکھے اُس کو تو نہ اُس بن رہ سکے
داغ گلزاری سے اُسکے تازہ باغ ۔ اس زمانِ تیرہ کی چشم و چراغ
کیا دماغ اعلیٰ طبیعت کیا نفیس ۔ کیا مصاحب بے بدل کیسے جلیس
یہ نفاست یہ لطافت یہ تمیز ۔ آنکھ دوڑے پر نہ ہو کیسی ہی چیز
اسکو گر کعبے میں یہ ہو شوخ و چست ۔ ہے کبوتر مارنا واں کا درست
چوہا چڑیاں اُن نے کچھ کھایا نہیں ۔ حج کو جانا اُسکے تئیں آیا نہیں
محبِّ ہرّہ جو کہ ہے ایمان میں ۔ ہے اسی بلّی کی شاید شان میں
تھا بہت مُنّی کا جینا آرزو ۔ سوخنی زو بلّیاں یہ ماہرو
خال ہیں ان پر بھی ماں کے سے عیاں ۔ پر وہ خوبی اور محبوبی کہاں
موہنی اور سوہنی ہے ان کا نام ۔ پھرتی ہیں جُھنجُھنا سی دونوں صبح و شام
نیلے دھاگے گردنوں میں ہیں پڑے ۔ لوگ آنکھوں میں ہی رہتے ہیں کھڑے
حفظ ابھی بلّوں سے انکا ہے ضرور ۔ رہیو ان دونوں سے چشم شور دور
دیکھیے اُن کی اور جو ٹک کرکے خشم ۔ کاڑھ کر دیں بلیوں کو اُسکی چشم
قصّہ کوتاہ موہنی آگے موئی ۔ یک قیامت جان پر اس بن ہوئی
صبر بن چارہ نہ تھا آخر کیا ۔ بلّی ماروں میں اُسے گڑوا دیا
شاد وہ جسکے رہیں قائم مقام ۔ وائے اُس پر جس کسو کا لیں نام

Marfat.com

مثنوی در تعریف سگ و گربہ در خانہ فقیر بودند باہم ربط داشتند

سگ و گربہ ہیں دو ہمارے ہاں | دو ہیں قالب اور اُن کی ایک ہی جاں

رنگ گربہ سے سیر تر ہے داغ | آنکھیں اُس کی اندھیرے گھر کا چراغ

کھائے نہ جو نہ ہو وہ مادہ سگ | بھوکا بیٹھا رہے قیامت تک

کیے مروّت سے جائے کھانا چکھ | لڑے بھی ہے تو منہ پہ پنجہ رکھ

سارے ہمسایوں پر ہے یہ معلوم | موش کی نسل ہو گئی معدوم

چوہا کیا ہے جو سامنے آوے | گھونسوں سے بھی یہ شیر بھڑ جاوے

اُن نے جو ماریاں ہیں گھونسیں چھونس | موش دشتی ہوا ہے کونے گھونس

گھونس جب فکر ہی میں مرتی ہو | موش دشتی پہ کیا گزرتی ہو

کوئی چھچھوندر جو بستی میں یاں ہے | سو وہ چوہوں کی مرثیہ خواں ہے

ایک دن گھر میں ایک گھونس آئی | اپنے پاؤں اجل اُسے لائی

گھونس کیسی بتاؤں غیرت سونس | طاق ہے جسکے آگے طاقت سونس

یا کوئی مادہ خوک آبستن | یا کسو کچھوے کی برادر زن

پھرتی پھرتی جو صحن میں خوشحال | پائے دیوار بیٹھی سر کو نکال

کہیں اودھر یہ شیر جاتا تھا | پھیرتا منہ یہ نیچے آتا تھا

پڑ گئی اس کی اس پہ چشم کبود | نیلا پیلا ہوتا تھا جوں دود

پنجہ جھنجھلا کے اُن نے گزرانا | بارے کچھ گھونس نے اُسے جانا

پر اُسے خوف جاں نہ آیا کچھ | غالب آیا نہ اُس کا سایہ کچھ

ٹھک ٹھکایا پھر اُن نے جانا تو | کیونکہ تھا یہ تو شیر کا خالو

پھر تو بگڑی ہے دونوں میں آکر | چوٹ ہوتی تھی داؤ پا پا کر

غصہ خر موش کو بھی آن چڑھا | اتفاق اُس جگہ تھا ایک گڑھا

دونوں لڑتے ہوئے گرے اُسمیں | کیچ کا گاہتے پھرے اُس میں

ناخن اُس شیر کا کچھ ایک گڑا | شور محشر گڑھے کے بیچ پڑا

شور کیسا محلّے چونک اُٹھے | سگ بازاری بھونک اُٹھے

Marfat.com

یاں تو گھر بیچ کیا ہے کیا ہے بڑی | گھونس بلی نے بچھیڑے کر دی
کھڑے مونچھوں کے بال انکھڑا تا | شیر نکلا گڑھے سے گھبراتا
لیک جی سے تھا سب بدن خالی | کیونکہ سر سے بلا بڑی ٹالی
گھونس کے وارثوں کی کیا ہے تاب | کہ قدم کو رکھیں وہ حتی الباب
کوئی چھچھوندر اب اس پہ رنی ہے | کہ تری لاش خوار ہوتی ہے
تو جو تھی ساری قوم کی سردار | سو اٹھایا ہے زخم زہر من دار
ہم بہت غم میں تیرے روئیں گے | بل کے بل اب خراب ہوویں گے
فخر ہے اپنی نسل کا یہ شیر | جن نے گھونسوں کے کر دکھائے ڈھیر
سنا ہے موش گربہ کا قصہ | وہ جو ہے گا عبید کا حصہ
جسکو باندھا عبید زاکانی | لگتی تھی اسکی وہ سگی نانی
ق
گربہ تا بود فاسق و فاجر | صید او یک بدے بسالانا
این زماں بنج بنج می گیرد | کہ شدہ مومن و مسلمانا

در تعریف مادہ سگ

ہے جو وہ مادہ سگ تماشا ہے | دوڑ پڑنے کے وقت باشا ہے
کسی کے لقمے پہ نہ منھ ڈالا | سگ اصحاب کہف کی خالا
نہیں کتوں سی خواریاں کے یہ | ہے سگوں میں عزیز خاں کے یہ
وسے ہرن کو بھی جلدی میں ٹپا | ہے گا یاں سگ لوند کیا کتا
اڑتی چڑیا انھیں نے ماری ہے | استخوان سگ شکاری ہے
یہ جو غصے میں آوے تو ہے غضب | اسکے مارے ہوئے ہیں بارے سب
منھ میں تیے ہیں سکے جب مشغل | طرفہ دم لابہ کرتی ہے اچھل
منھ میں اپنے لیے فتیلے سے | سگ لیلے کے ہے قبیلے سے
باہم اس کتے بلی کا یہ ربط | کوئی دیکھے نہ ہووے اس سے ضبط
کبھو جاتا جو ہے یہ کوٹھے پر | لگی رہتی ہے اسکی چھت سے نظر
اور سے دشمنی جانی ہے | اسکی یہ باؤلی دوانی ہے
دونوں شوخی سے مار سہتے ہیں | سگ گربہ کی چال رہتے ہیں

Marfat.com

مرثیۂ خروس کہ در خانۂ فقیر بود

کئی برس سے ہمارے کنے تھا ایک خروس | خروس عرش کی اولاد سے و لے افسوس
پھرا جو اُس سے یکایک زمانۂ کج باز | قضا نے اُس کو کیا ایک بار مرغ انداز
دیا کرے وہ اذاں دونوں وقت صبح و شام | بجا ہے مرغ مصلی رکھیں گر اس کا نام
نہیں ہے مرغ چمن میں جہاں کے ایسا آج | بہ رنگ کلہ تاج خروس سر پر تاج
جو بیٹھے چھانھ میں پرواز پر سے مرغ خیال | کھڑا ہو دھوپ میں تو رشک مرغ زریں بال
کبھو جو صحن میں گھر کے وہ اشرف الطیار | پھرا ہے کیس کو ڈالے تو مرغ آتش خوار
نہ بطخیں ہیں ثناگستری میں اُس کے مدام | بزرگداشت کریں مرغ سبزوار تمام
رہا ہمیشہ سے وہ مرغ مستعد جنگ | طرف نہ اُسکے ہوئے بگلی میں قاز و کلنگ
جب اُن نے گانٹھ کے اک لات حلق پر ماری | شتردلی کی شترمرغ نے بھی کئی باری
نہ اُسکے سامنے کوئی کھڑا رہا مرغا | حواصل اس سے بگڑتا تو تھا وہ کیا مرغا
بجز کنارا نہ سیمرغ کو بنا چارا | کہ فیل مرغ کو بکری کی طرح سے مارا
ہمیشہ گربہ و سگ سے تھی روک ٹوک اُسے | جہاں سے لے گئی آخر یہ نوک جھوک اُسے
خصومت اُسکی تھی یک مادہ سگ سے شام و سحر | کبھو وہ لات اُسے مارتا کبھو شہپر
قضا جو پہونچی تھی نزدیک وہ بھی جھنجھلائی | حریف ہو کے دلیرانہ سامنے آئی
یہ بھبھا تھا نہ سمجھا ادا کو کینے کی | لگائی سامنے ہوتے ہی ایک ٹھینے کی
ہلائی اُن نے بھی گردن لگی کہیں بیکل | کہ ایک دم میں گئی آہ اُس کی گردن ڈھل
جھکا جو خاک کی جانب کو کیس بیجاں کا | زمیں پہ تاج گرا ہدہد سلیماں کا
ہوس کے مرغ ہوئے داغ اُسکے ماتم سے | سیاہ پوش رہے طائرِ حرم غم سے
وہاں جو نوحۂ مرغانِ قدس باز ہوا | کہ مرغ قبلہ نما کا بھی دل گداز ہوا
قفس کے مرغ نے سن ترک آب و دانہ کیا | طیور نے بھی نہ پھر قصدِ آشیانہ کیا
ہوا از بس کہ پراگندہ یہ غم جانسوز | اداس رہنے لگے سارے مرغ دست آموز
خروس عرش ہی اس بن نہیں ہے سینہ فگار | ہزار مرغ کا اب گھر خروس پر ہے بار
زمانہ جب تئیں ہے اُس کے درد کے مارے | رہینگے خاک نشاں مرغ خانگی سارے

Marfat.com

خموش میر تجھی کو نہیں یہ رنج و تعب
کباب آتشِ غم میں ہیں مرغ و ماہی سب

مثنوی در بیانِ بز

کہتے ہیں جو غم نداری بز بخر
سو ہی لی ہیں ایک بکری ڈھونڈھ کر

شعر زورِ طبع سے کہتا ہوں چار
ذردی بزگیری نہیں اپنا شعار

ذرد ہے شایستہ خونریزی کا یاں
بلکہ بابت ہے بز آویزی کا یاں

میں پڑھوں ہوں اسکے آگے شعر گہ
اپنے یاں گویا بز اخفش ہے یہ

بکروں کی داڑھی کے تئیں جانے ہیں سب
تکہ ریشی بکری کی ہے بوالعجب

رنگ سر سے پاؤں تک اُس کا سیاہ
چکنی ایسی جس پہ کم ٹھہرے نگاہ

چار پستاں اُس کے آئے دید میں
دو جہاں ہوتے ہیں وہ ہیں جید میں

ایک میں اُن میں سے تھا مطلق نہ شیر
ایک کو کہتے ہیں اندھی خرد و پیر

اسپہ کالے بکرے دو خیالا جنے
ناز نخرے سے رہے پھر اسکے تھنے

چارہ بیٹھے کھاتے اک انداز سے
دیتی ٹیچھ تو ہوتے خوش اُس ناز سے

دودھ ہو جو جی میں تو بچّا پیئے
بیٹھا دیکھے اُس طرف منھ کو کیئے

بھوک سے گرمِ تظلم وے ہوئے
اپنی شایانِ ترحم وے ہوئے

دودھ منگوایا گئے بازار سے
بھوہوں سے دینا کیا انفار سے

گھاس دانہ بارے کچھ کھانے لگے
گرتے پڑتے پاس بھی آنے لگے

پرورش سے حق کی بارے جی گئے
آب و دانہ دوڑ کر کھا پی گئے

اب جوانی پر جو ہیں وہ شیر مست
کودتے ہیں ہر زماں ہر دم میں جست

مستی اپنی ماں پہ کرتے شاد ہیں
عاقبت بکرے ہی کی اولاد ہیں

زور و قوت سے حریفوں کے ہیں ڈھینگ
آہوئے جنگی کو دکھلاتے ہیں سینگ

ٹکر ان کی کیا جگر مینڈھا اٹھائے
قوچ سرزن سامنے ہرگز نہ آئے

سرزنی میں شہرۂ آفاق ہیں
لوگ بز گدنسی کے سب مشتاق ہیں

Marfat.com

رنگ کو اس جنگ کا کیا ڈھنگ ہے
دیتے ہی میداں کا عرصہ تنگ ہے

ہوتے ہی استادہ طاری ہو غشی
گیا بز کو ہی سے ہو میداں کشی

تیس اُن کی دھاک سُن کر مر گیا
خصم گوزنوں کو انھوں کا چر گیا

گو وہ ٹکر کھا جو ڈکراتا رہا
بزدلی سے گرگ بھی جاتا رہا

مارے پانی پانی کر بکرے اصیل
لکھنؤ سے غل ہے تا بکرے کی جھیل

پاس جانا اُن کے اب مسدود ہے
ذبح کرنے کو ہر اک موجود ہے

اس ادا سے جائیں گے چھریوں تلے
کاشکے ہوتے نہ ہاتھوں میں پلے

Marfat.com

ہجویات

میر تقی میر دہلوی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہجویات

مخمّس

سنو یارو بداس رائے کا حال
ایک لچّا ہے وہ عجائب مال
کام لینا ہے اُس سے امرِ محال
سُو ر بھی جا اڑیں تو دیوے ٹال
پر کو اپنے نہ دے ..... کا بال

لے جو کچھ اُس سے ایسا ویسا ہو
ورنہ کیا دخل کوئی کیسا ہو
کہتا ہے دوں جو پاس پیسا ہو
ہوتے ہو دے نہ ایسا تیسا ہو
خلق ناحق ہے میرے جی کا وبال

ایک عمدہ کے ہاں ہے اہلِ کار
فوج کے لوگوں کا سب اس پہ مدار
سو یہ بڑھ... ایسا خوش اقرار
کہنے ہر اک کو دینے سو سو بار
پھر نہ دے جز فریب تا دہ سال

یا مہینوں تلک رہے روپوش
یا ملے ہے تو بے حواس و ہوش
لوگ کرتے پھر و نہ جوش و خروش
یہ کچہری میں بیٹھا ہے خاموش
رنگ رو بیچیا ہے گویا لال

جب سے یہ ہے محررِ دفتر
تب سے ہنگامہ ہی رہا اکثر
ہووے پرچا جو دے کسو کو زر
سو یہ پٹی پڑھا نہیں ہے لچر

Marfat.com

سب سے اُس کو ہے ایک جنگ و جدال

لات لگی ہے گہ رہیلوں سے — ڈھول جھکڑ ہے گاہ چیلوں سے
کم نہیں ہے کچہری میوں سے — آتے جاتے ہیں لوگ ریوں سے
نکلے ہے تیغ کھڑکے ہے واں ڈھال

ان دنوں آگیا ہے ازبس ویش — آج کم بھی ہے اُس کا سب سے بیش
شان میں اپنی گوہر بدکیش — بوریا پوش گرسنہ درویش
پشم جانے ہے یہ قبا و شال

کیا کوئی جھاڑ جی کی خوبی کہے — اس زیادہ سری کو کون سہے
جا ٹلے اُس کے نہیں درخت رہے — بردباری زہے وقار رہے
بات کہتے ہیں تو کریں ہیں نہال

دیکھو مُنھ تو خدا ہی خیر کرے — پاک ہو شہر جو کہیں یہ مرے
کب تک ایسے نحس سے کوئی بھرے — کہنی ٹیکے پہ اُس کو دیکھے دھرے
جن نے دیکھے نہ ہووے خرس جوال

ایک صف خاک دھول اُڑاتی ہے — سنگ و خشت ایک صف چلاتی ہے
لو ہے پتھر کی اُس کی چھاتی ہے — اک قیامت جلو میں آتی ہے
نکلے ہے گھر سے جبکہ یہ دجال

مردہ شو خصم جان اہل ہنر — جس کسو دن رہے ہے اپنے گھر
پڑتے ہیں میرزائی پر پتھر — یوں پھرے ہے کمر میں رکھ کے تبر
جوں کفن چور کوئی رکھے کدال

نے حیا ہے نہ کچھ مروت ہے — نے کچھ اس خر میں آدمیت ہے
کیا خدا جانے بھڑوے کی مت ہے — گالی ہے دھول ہے یہ عزت ہے
کہیں غیرت کا سر میں کچھ ہے خیال

جورو گھر میں رکھے ہے اک شتاہ — کہیں چشمک کرے کہیں وہ نگاہ
آتے جاتے ہر ایک اُس سے راہ — واہ رے راے جی کی غیرت واہ
طرفہ دیوث زن جلب جنڈال

Marfat.com

یہ کمر باندھ کر گئے دربار
وہ ہوئی گرم جستجوئے یار
آنے دروازہ پر لگی سو بار
سر پہ رکھ بانکی پگڑی کھڑکی دار
پھر ہوئی چیرہ بند بوڑھی چھنال

کچھ حمیت نہ زنجلب کے تئیں
ساتھ لیجائے گھر میں سب کے تئیں
نہ رہے پاس چوروشب کے تئیں
نہ تو پاتے ہیں اسکے ڈھب کے تئیں
نہ سمجھتے ہیں اس چھنال کی چال

قصہ کوتاہ بعد چندیں ماہ
میری اس بھڑوے پر ہوئی تنخواہ
جانے آدم لگا گہ و بے گاہ
یہ تو مغرور ہے تبہ و گمراہ
مفتری کاذب و سفیہ و ضلال

سہل سا مجکو بھی سمجھ کے فقیر
رکھنے دعدوں ہی میں لگا بے پیر
یہ نہ جانا نہیں ہے اس کی نظیر
اسکو جانے ہے بادشاہ و وزیر
دور تک پہونچے گی یہ قیل و قال

اسکی خاطر کہیں گے خورد و کلاں
سعی اس میں کرینگے عمدے بجاں
دوست اسکو رکھیں ہیں پیر و جواں
لے گا منت علی محمد خاں
رکھنا ان پیسوں کا ہے کس کی مجال

آپ نواب سن کے اس کا نام
کہے گا دو یہ پیسے جلد تمام
یاں نہ زنہار کیجو صبح و شام
ہو نہ ایسا کہ پاوے طول کلام
ایک سے دس روپے ہیں کچھ بھی مال

ہوتا اشراف تو یہ تہہ پاتا
کاہے کو اپنے پردے اٹھواتا
سو جلاہوں سے اسکے تئیں ناتا
کبھو نیچے تھا بڑھیا کا کاتا
کبھو ہوتا تھا سوت کا دلال

اب ترقی ہوئی وکیل ہوا
ایک عمدہ کے گھر دخیل ہوا
فوج کے لوگوں کا کفیل ہوا
مجھ سے اڑ کر عبث ذلیل ہوا
جہل پر اس کے ہے یہ صحبت دال

جو گیا آدمی سو داغ آیا
ٹک نہ یہ کس کباب شرمایا

Marfat.com

جب تقاضے سے اُس کو گھبرایا — پھیر مُنھ لب پہ یہ سخن لایا

تم تو کاڑھو ہو پہلے چومے گال

یوں تو سو بار آؤ جاؤ گے — پیسے تدریج ہی سے پاؤ گے
اور اُس پر بھی جو ستاؤ گے — اپنے پیسوں سے ہاتھ اُٹھاؤ گے

بوجھ میں اپنے سر سے دونگا ٹال

یاں کھڑا دو دو دن رہے ہے دواب — مطبخی خاص کو ملے ہے جواب
منھ تکا دیر کرتے ہیں نوّاب — کس کا اللہ میاں کہاں کا ثواب

بے زری سے ہے زیست تلخ و نکال

کام جوں توں کے میں چلاتا ہوں — سو بھی سو سو دکاں پہ جاتا ہوں
قرض کچھ بنگیا تو لاتا ہوں — جیسا میں نے کیا ہے پاتا ہوں

متصدی گری ہے یا جنجال

باز آتا نہیں ہے نفس شوم — ورنہ کس سے اُٹھے ہے ایسی دھوم
ہر سحر روز والوں کا ہے ہجوم — ہے تمھیں حال یاں کا کیا معلوم

تم تو سوٹا لیے کرو ہو سوال

ایک دن جا کیا نفر نے شور — اُن نے دیکھا نہ مطلق اُسکے اور
ہے غرض صحبت اپنی اُسکے زور — وہ تو مچھر کی جھول کا ہے چور

میں بھی کھینچوں گا خوب اُسکی کھال

اس پہ تنخواہ جو کہ کر لاوے — سو وہ اپنا کیا ہی پھر پاوے
پاشکستوں کو برسوں دوڑاوے — ایسے سے ہاتھ خاک کیا آوے

جس سے دل ہوں تہ غبار ملال

بدزبانی نہیں ہے اتنی خوب — بات اچھی نہیں ہے بے اسلوب
گفتگو اس طرح کی ہے معیوب — مل رہے گا جو کچھ کہ ہے مطلوب

بس قلم اب زبان اپنی سنبھال

Marfat.com

مخمس دیگر در ہجو لشکر

جس کسو کو خدا کرے گمراہ
آوے لشکر میں رکھ اُمید رفاہ
یاں نہ کوئی وزیر ہے نے شاہ
جسکو دیکھو سو ہے بحال تباہ
طرفہ مردم ہوئے اکھٹے آہ

جائے جسکے یہاں وہ روتا ہے
یا کہے چوبدار سوتا ہے
جو مقدر ہے سو تو ہوتا ہے
کون وقت عزیز کھوتا ہے
میں تو تھوکوں نہ ایسوں پر اللہ

فوج میں جس کو دیکھو سو ہے اُداس
بھوکھ نے عقل گم نہیں ہیں حواس
بیچ کھایا ہے سب نے ساز و لباس
چیتھڑوں بن نہیں کسو کے پاس
یعنی حاضر یراق ہینگے سپاہ

خاک اُڑتی ہے صبح سے تا شام
شام سے صبح تک ہے فکر طعام
رحم کی جا ہے حال تنگ انام
ایک دو ہوں تو لوں کسو کا نام
سیکڑوں کے نہیں جگر میں آہ

مفلسی سے رہا ہے کس میں حال
خورش و خواب ہینگے خواب و خیال
چار دن عمر کے ہوئے ہیں وبال
زندگی اپنے طور پر ہے محال
مرگ ملتی نہیں ہے خاطر خواہ

جاؤ کرنے تلاش جس کے گھر
پہونچنا اُس تلک بہت دوبھر
راہ مطلق نہیں نکلتی ادھر
باعث صد فساد و شور و شر
دس تلنگے ہیں در پہ بے گہ و گاہ

دیکھے میں نے مصاحبان شہ
نکلے سب بے حقیقت و بے تہ
ٹھہری آخر کو اُن سے کچھ مت کہہ
رہ سکے ہے کسی طرح تو رہ
ورنہ لشکر سے جا خدا ہمراہ

فقر و فاقہ کی ہر طرف ہے دھوم
دو تلنگے جہاں ہیں واں ہے ہجوم
لشکر اک ہے خرابہ مردم بوم
زندگی کرنے کی طرح معلوم

Marfat.com

کہ رہے جوں خدا ہی ہے آگاہ

قصہ کوتہ کہاں نہ رو گزرا — کونسی منزل میں نہ ہو گزرا
آبرو رفتہ رفتہ کھو گزرا — یاں گزرنا تھا ظلم جو گزرا

اس پہ جسکو ہو قصد بسم اللہ

قطعہ در ہجو خواجہ سرائے

ایک جو خوجے سے ملا ایک حکیم — دونوں وے آپس میں ہوئے ہمکلام
خوجے نے یوں اُس سے کہا تجھ سے ہی — مردے حکیموں کا ہوا زندہ نام
کتنے دنوں سے ہے مجھے دردِ سر — اسکی میں پامالی میں ہوں صبح و شام
نیند نہیں رات کو نے دن کو چین — خواب و خورش مجھ پہ ہوئی ہے حرام
تیری توجہ ہے ضروری ادھر — کیونکہ یہ ناکام کا ہے اتنا کام
کہنے لگا سُن کے وہ حاذق طبیب — مجکو یہی کام رہے ہے مدام
تیرے تملّق کی نہیں احتیاج — اور نہ دے دردِ سر اے تلخ کام
نسخہ میں پاشوئے کا لکھدوں تجھے — کر تو اسے جا کے اذیّت تمام
سُنکے تعجب سے کہا خوجے نے — پختہ تجھے جانا تھا نکلا تو خام
کچھ بھی ہے سر پانوں تری بات کا — چپ نہ ہنسیں سُن کے کہیں خاص و عام
پانوں کہاں سر کہاں ناداں کہ ہیں — تجھ سے تو دانا بمراتب عوام
سخت ترآشفتہ ہو بولا طبیب — خوجوں میں ہوتا نہیں ہوش یکدم
نقل ہے اک یاد چنانچہ مجھے — رات کو خوجے کو ہوا احتلام
آلت جنبش تو منی کی نہ تھی — بہ کے گئی اُسکی دُبر پہ تمام
اُسکو کہا زعم نے لوطی کوئی — دے گیا تکلیف ہی بہ لاکلام
صبح کو اُٹھ قینچی کھڑی گھر میں کی — کیا کہوں میں کیسی ہوئی دھوم دھام
ٹھہرے امین آ کے کئی معتبر — ایک حویلی میں ہوا اژدحام
بانس تلک ٹوٹ چکے نفروں پر — پوچھ چکے لوگوں کا لے کے نام
نسبت پا سر سے ہے کیا پوچھ مت — اپنی طرف دیکھ تو ٹک تیرہ فام

Marfat.com

خوجے کے اپنے ہی سے کرلے قیاس — ریش کجا کجا اے غلام

سمجھے نہ سمجھے تو مرے .... سے
میں تو نظیر اسکی کہی والسلام

مثنوی در بیان مرغ بازاں

دلّی سے ہم جو لکھنؤ آئے — گرم پرخاش مرغ یاں پائے
پر و پُر زا درست یکساں ہے — مرغ تصویر کا بھی حیراں ہے
مرغ ہے ایک ایک جیسے کلنگ — قاز و سارس سے جنگ جسکا ننگ
حوصلہ کس قدر ہوا اصل کا — ذکر کیا کرگس شتر دل کا
لات کی گھات کر جو مڑ جاوے — نسر طائر کا رنگ اُڑ جاوے
زہرہ ققنس کا اس خطر سے آب — شب نہ سووے ہراس سے سرخاب
بکری سا فیل مرغ کو مارا — کب شتر مرغ سے ہوا چارا
آدمی جو بڑے کہاتے ہیں — مرغ بارے بغل میں آتے ہیں
سُرخہ و سبزوار کے سب مرغ — ہیں ثنا گستر ایسے تھے کب مرغ
ہو جو کیں مرغ خانگی کے تئیں — مت سُن اس ہرزہ جائگی کے تئیں
لات ماری جو کاٹ کر حلقوم — حیدرآباد تک پڑی ہے دھوم
کھاکے سینے کی تدعی سووے — نسر واقع کا واقعہ ہووے
نے ثنا سے بطیں ہی ہیں تر لب — مرغِ عیسیٰ ہیں مدح خواں ہر شب
ٹینی کے سر پہ آج ٹیکا ہے — اس کے آگے تیتر پھیکا ہے
کیا عجب ان کی رہگذر کا فرش — ہوں پرافشاں تو ہو خروس عرش
اُڑ گیا حلق کا جو لڑتے پوست — کی صدا مرغ دوست نے ہی دوست
کیں اس رنگ ہوتے ہیں مخصوص — جوں گلستاں میں ہو وے تاج خروس
شور جنگ آوری کا تا کہسار — کبک کا گھر خروس پر ہے بار
کب ہیں پہلے سے مرغ زریں بال — حسن لاکھے کا نہ سمجھے مرغ خیال
کر سکے وصف مرغ کیا کوئی — مرغ آمین کو دعا گوئی

Marfat.com

وقر اتنا کہ دیر بیچے لیں
جان دے کوئی تخم مرغ نہ دیں

مرغ بازوں سے ساز کر دیکھا
ور الطاف باز کر دیکھا

ربط رکھا بہت اُنھوں کے ساتھ
ایک پر مرغ کا نہ آیا ہاتھ

مرغ کا مرغ ہو وے مرغ انداز
مرغ ایسا ہو تو بجا ہے ناز

یعنی اپنا حریف جب پاوے
پر ہلانے نہ دیوے کھا جاوے

سینہ کیا سینہ بال کیا پر و بال
جیسے چشم خروس آنکھیں لال

بازی بدبد کے جب لڑاتے ہیں
کانٹے لوہے کے باندھ لاتے ہیں

آیا حلقوم کے کہ حلق کے پار
پھوڑا چھاتی میں ایک لگ کے دو وار

ہاتھ جس مرغ باز کے تھا وہ
پانی کرنے لگا تر آ کر وہ

کچھ تو ٹھہرا تو دم دیا اُن نے
تعبیہ کر کے رکھ لیا اُن نے

اور جو سست ہو ہُوا اکھیلا
دونوں بازو کے پر دیئے پھیلا

دم سے کیا ہو یہ بیدم و مجروح
قصد پرواز میں تھا مرغ روح

ہو چکا ہو چکا ہوا یہ شور
ڈھلکی گردن گیا وہ سارا زور

پھیلا پانی میں وہ غم جانسوز
دل زدہ پھر ہیں مرغ دست آموز

جانور رنگ باختہ سب ہیں
یعنی حیران فاختہ سب ہیں

مرغ قبلہ نما کو وحشت ہے
بال کھولے ہیں پر نہ طاقت ہے

ورنہ اُڑ کر کہیں چلا جاتا
دیر اپنے مقام پر آتا

جمعے منگل کو پالی کی ہے دھوم
گلیوں میں روز حشر کا ہے ہجوم

مرغ بازوں کو ہے قیامت جوش
جس کو دیکھو تو مرغ در آغوش

مرغ لڑتے ہیں ایک دو لاتیں
سیکڑوں ان سفیہوں کی باتیں

اُن نے پر جھاڑے یہ پھڑکنے لگے
اُن نے کی نوک یہ کڑکنے لگے

وہ جو سیدھا ہوا تو یہ ہیں کج
ساتھ اس کے بدلتے ہیں سج دھج

مرغ کی ایک پرفشانی ہے
ان کی صدر رنگ بدزبانی ہے

ایک بولے کہ کاری آئی چوٹ
ایک کہتا ہے بس گیا اب لوٹ

جھکتے ہیں آپ کو تراتے ہیں
لاتیں گو یا کہ یہ ہی کھاتے ہیں

Marfat.com

ایک کے منھ میں مرغ کی منقار
ایک کے لب پہ ناسزا گفتار

منھ پہ آیا جو کچھ وہ بکنے لگے
تیکھی نظروں سے سب کو تکنے لگے

طرفہ ہنگامہ طرفہ صحبت ہے
بعد نصف النہار رخصت ہے

کھانچے سر پہ بغل میں مارے مرغ
لے گئے جیتے ہارے سارے مرغ

پھر جو روزِ معین آوے گا
نالہ مرغ سحر سناوے گا

عالم آوے گا گرد ویسا ہی
گرم ہنگامہ ہوگا ایسا ہی

میران کا نہ ہووے گو قائل
مرغِ معنی پہ وہ بھی ہے مائل

مثنوی در ہجو خانہ خود

کیا لکھوں میر اپنے گھر کا حال
اس خرابے میں میں ہوا پامال

گھر کہ تاریک و تیرہ زنداں ہے
سخت دل تنگ یوسفِ جاں ہے

کوچۂ موج سے بھی آنگن تنگ
کوٹھری کے حباب کے سے ڈھنگ

چار دیواری سو جگہ سے خم
تر تنک ہو تو سوکھتے ہیں ہم

لونی لگ لگ کے جھڑتی ہے ماٹی
آہ کیا عمر بے مزہ کاٹی

کیا تھمے مینھ سقف چھلنی تمام
چھت سے آنکھیں لگی رہے ہیں مدام

اس چکش کا علاج کیا کریے
راکھ سے کب تلک گڑھے بھریے

جا نہیں بیٹھنے کو مینھ کے بیچ
ہے چکش سے تمام ایواں کیچ

آنکھیں بھر لاکے یہ کہیں ہیں سب
کیونکہ پردا رہے گا یارب اب

جھاڑ باندھا ہے مینھ نے دن رات
گھر کی دیواریں ہنگی جیسے پات

باؤ میں کانپتی ہیں جو تھر تھر
اُن پہ رو وا رکھے کوئی کیونکر

کیچ لے کے جوں توں چھوپا ہے
چھوپا کا ہے کو بلکہ تھوپا ہے

تس کو پھر یہ چھتی بھی ہے نہیں
ٹوٹا اک بوریا سا ڈالو کہیں

ڈھانکو دیوار یا اُٹھا رکھو
یا ہمارے لیے بچھا رکھو

ایک حجرہ جو گھر میں ہے واقع
سو شکستہ تر از دلِ عاشق

Marfat.com

کہیں سوراخ ہے کہیں ہے چاک — کہیں جھڑ جھڑ کے ڈھیر سی ہے خاک
کہیں گھونسوں نے کھود ڈالا ہے — کہیں جوہے نے سر نکالا ہے
کہیں گھر ہے کسو چھچھوندر کا — شور ہر کونے میں ہے مچھڑ کا
کہیں مکڑی کے لٹکے ہیں جالے — کہیں جھینگر کے بے مزہ نالے
کونے ٹوٹے ہیں طاق پھوٹے ہیں — پتھر اپنی جگہ سے چھوٹے ہیں
اینٹ چونا کہیں سے گرتا ہے — جی اسی حجرے ہی میں پھرتا ہے
رکھ کے دیوار ادھر ادھر سے — لا کے یارب بناؤں کس گھر سے
چارپائی جب اس میں بچھوائی — پہلے چلپاسہ ہی نظر آئی
سام ابرص کہ ہے دولے خراج — ہر جگہ یاں سے ہے نمایاں آج
پیکر اپنی خدا نے رکھی ہے — ڈانس ایک ایک جیسے مکھی ہے
آگے اُس حجرے کے ہے اک ایوان — وہی اس ننگ خلق کا ہے مکان
کڑی تختے سبھی دھوئیں سے سیاہ — اُس کی چھت کی طرف ہمیشہ نگاہ
کبھو کوئی سنپولیا ہے پھرے — کبھی چھت سے ہزار پائے گرے
کوئی تختہ کہیں سے ٹوٹا ہے — کوئی داسا کہیں سے چھوٹا ہے
دبکے مرنا ہمیشہ مدنظر — پھر کہاں صاف موت ہی کا گھر
مٹی تودہ جو ڈالی چھت پر ہم — تھے جو شہتیر جوں کماں ہیں خم
مضطرب ہو کے جو بچھائی بہت — ہر کڑی نے کڑی اُٹھائی بہت
پڑے اس مینھ میں کرختی ہے — تختے تختا ہوئے یہ سختی ہے
ہوئیں اڑ دار یں پھر جو حد سے زیاد — چل ستوں سے مکان دے ہے یاد
اینٹ مٹی کا در کے آگے ڈھیر — گرتی جاتی ہے ہوئے ہوئے منڈیر
جیتے ہیں جب تلک نہیں پہونچے — ورنہ کیا بس ہے جو ہمیں پہونچے
کنگنی دیوار کی نپٹ بے حال — پڈری کا بوجھ بھی سکے نہ سنبھال
طوطا مینا تو ایک بابت ہے — پودنا پھدکے تو قیامت ہے
کیونکہ ساون کٹے گا اب کی بار — تھرتھرا دے بھنبھیری سی دیوار
ہو گیا ہے جو اتفاق ایسا — شاق گزرے ہے کیا کہوں کیسا

Marfat.com

ہو کے مضطر لگے ہیں کہنے سب
تیتری یاں جو کوئی آتی ہے
نہیں دیوار کا یہ اچھا ڈھنگ
ایک دن ایک کوّا آ بیٹھا
چیل سے لوگ دوڑے کرتے شور
ہو نہ ایسا کہ اپنی چال چلے
نہیں وہ زاغ چار پانوں پھرا
مٹی اُس کی کہیں نہیں بھسکی
سان کر خاک لگ گئے دو چار
اچھے ہونگے کھنڈر بھی اس گھر سے
اُکھڑے پکھڑے کواڑ ٹوٹی وصید
خاک لوہے کو جیسے کھاوے پاک
بند رکھتا ہوں در جو گھر میں رہوں
گھر بھی پھر ایسا جیسا ہے مذکور
جس سے پوچھو اُسے بتادے شتاب
ایک چھپر ہے شہرہ دلّی کا
بانس کی جا دیے تھے سرکنڈے
گل کے بندھن ہوئے ہیں ڈھیلے سب
مینھ میں کیوں نہ بیٹھ گئے یکسر
مٹّی ہو کر گرا ہے سب والا
واں یہ ٹپکا تو یاں سرک بیٹھا
حال کس کو ہے ادلتی کا یاد
کہیں صحنک رکھوں کہیں پیالا
ٹپکے دو چار جا تو بند کروں
یاں تو جھانکے ہزار ہیں تنہا
اَڑ بھنبھیری کہ ساون آیا اب
جانِ محزوں نکل ہی جاتی ہے
کہیں کھسکی تو ہے قیامت ننگ
بیگماں جیسے ہوّا آ بیٹھا
کہ نہ حایط میں کچھ رہا تھا زور
دوڑے اُچھلے کہ ہاں ہاں چلے
ایک کالا پہاڑ آن گرا
جی ڈہا اور چھاتی بھی دھسکی
بارے جلدی درست کی دیوار
سر سے ہے اک خرابی گھر در سے
زلفِ زنجیر ایک کہنہ حدید
چھیڑ لیجے تو پھر نری ہے خاک
قدر کیا گھر کی جبکہ میں ہی نہ ہوں
ہے خرابی سے شہر میں مشہور
ساری بستی میں ہے یہی تو خراب
جیسے روضہ ہو شیخ چلّی کا
سو وے مینھوں میں سب ہوئے ٹھنڈے
پاکھے رہنے لگے ہیں گیلے سب
پھونس تو بھی نہیں ہے چھپر پر
وہ رہے ہاں جو ہووے ڈھب والا
یاں جو بھیگا تو واں تنک بیٹھا
گمری اس جھگڑے میں گئی برباد
کہیں ہانڈی کے ٹھیکرے لالا
بیچ کوئی لڑاؤں فند کروں
کچھ نہیں ہائے مجھ سے ہو سکتا

Marfat.com

بسکہ بد رنگ ٹپکے ہے پانی
کپڑے رہتے ہیں میرے افشانی

کوئی جانے کہ ہولی کھیلا ہوں
کوئی سمجھے ہے یہ کہ کھیلا ہوں

مجھ سے کیا واقعی ہوا ہے پارا
آسماں جو پھٹے تو کیا چارا

بان جھینگر تمام چاٹ گئے
بھیگ کر بانس پھاٹ پھاٹ گئے

تنکے جاندار ہیں جو بیش و کم
تن پہ چڑیوں کو جنگ ہے باہم

ایک کھینچے ہے جو نچ سے کر زور
ایک نگری پہ کر رہی ہے شور

پوچھ مت زندگانی کیسی ہے
ایسے چھپّر کی ایسی تیسی ہے

کیا کہوں جو جفا چکش سے سہی
چارپائی ہمیشہ سر پہ رہی

بوریا پھیل کر بچھا نہ کبھو
کونے ہی میں کھڑا رہا یکسو

ڈیوڑھی کی ہے یہ خوبی در ایسا
چھپر اس جو نچلے کا گھر ایسا

جنس اعلیٰ کوئی کھٹولا کھاٹ
پائے پٹی رہے ہیں جنکے پھاٹ

کھٹملوں سے سیاہ ہے سو بھی
چین پڑتا نہیں ہے شبکو بھی

شب بچھونا جو میں بچھاتا ہوں
سر پہ روز سیاہ لاتا ہوں

کیڑا ایک ایک پھر کموڑا ہے
سانجھ سے کھانے ہی کو دوڑا ہے

ایک چٹکی میں ایک چھنگلی پر
ایک انگوٹھا دکھاوے انگلی پر

گرچہ بہتوں کو میں مسل مارا
پر مجھے کھٹملوں نے مل مارا

ملتے راتوں کو گھس گئیں پوریں
ناخنوں کی ہیں لال سب کوریں

ہاتھ تکیے پہ گہ بچھونے پر
کبھو چادر کے کونے کونے پر

سلسلایا جو پائنتی سے اور
وہیں مسلا کرا ایڑیوں کا زور

توشک ان رگڑوں ہی میں سب پھاٹی
ایڑیاں یوں رگڑتے ہی کاٹی

جھاڑتے جھاڑتے گیا سب بان
ساری کھاٹوں کی چولیں نکلی ندان

نہ کھٹولا نہ کھاٹ سونے کو
پائے پٹی لگائے کونے کو

جب نہ تب پنڈے پر لیے پائے
سیتلا کے سے دانے مرجھائے

سو یہ تنہا نہ بان میں کھٹمل
آنکھ منھ ناک کان میں کھٹمل

کہیں پھڑکا کہ جی سے تاب گئی
آنکھ سے تا نگاہ خواب گئی

Marfat.com

ایک ہتیلی یہ ایک گھائی میں
ہاتھ کو چین ہو تو کچھ کہیے
یہ جو بارش ہوئی تو آخر کار
آہ کھینچی خرابی کیا کیا نہ
ایسے ہوتے ہیں گھر میں تو بیٹھے
دو طرف سے تھا کتوں کا رستا
ہو گھڑی دو گھڑی تو ڈھکاروں
چار جاتے ہیں چار آتے ہیں
کس سے کہتا پھروں یہ صحبت نغز
وہ جو ایواں تھا حجرے کے آگے
کوٹھا بوجھل ہوا تھا بیٹھ گیا
کڑی تختہ ہر ایک چھوٹ پڑا
میں تو حیران کار تھا اپنا
اینٹ پتھر تھے مٹی تھی یکسر
چرخ کی کجروی نے پیسا تھا
کتنے اک لوگ اس طرف دھائے
مٹی لے لے گئے وہ ہاتھوں میں
صورت اس لڑکے کی نظر آئی
آنکھ کھولی ادھر ادھر دیکھا
قدرت حق دکھائی دی آ کر
داشت کی کوٹھری میں لا رکھا
مومیائی کھلائی کچھ ہلدی
ہم ہوا سن گئے دوستداروں کو
کہ مری بود و باش یاں نہ رہے
شہر میں جا ہم نہ پہونچی کہیں

سیکڑوں ایک چارپائی میں
کب تلک یوں ٹڑتے رہیے
اس میں سی سالہ وہ گری دیوار
تھے جو ہمسائے وے ہیں ہمخانہ
جیسے رہتے ہیں کوئی ہو بیٹھے
کاش جنگل میں جا کے میں بستا
ایک دو کتے ہوں تو میں ماروں
چار عف عف سے مغز کھاتے ہیں
کتوں کا سا کہاں سے لاؤں مغز
اسکے اجزا بکھرنے سب لاگے
پانی جز جز میں اس کے بیٹھ گیا
ناگہاں آسمان ٹوٹ پڑا
کوئی اس دم نہ یار تھا اپنا
خاک میں مل گیا تھا گھر کا گھر
پر خدا میرا مجھ سے سیدھا تھا
یا ملک آسمان سے آئے
کام نے شکل پکڑی باتوں میں
ہم جو مردے تھے جان سی پائی
اس خرابی کو بھر نظر دیکھا
یعنی نکلا درست وہ گوہر
گھر کا غم طاق پر اٹھا رکھا
فرصت اس کو خدا نے دی جلدی
پھر بندھا یہ خیال یاروں کو
گو تصرف میں یہ مکاں نہ رہے
چار ناچار پھر رہا میں وہیں

Marfat.com

اب وہی گھر ہے بے سروسایہ
اور میں ہوں وہی فرومایہ

دن کو ہے دھوپ رات کو ہے اوس
خواب راحت ہے یاں سو سو کوس

قصہ کوتہ دن اپنے کھوتا ہوں
رات کے وقت گھر میں ہوتا ہوں

نہ اثر بام کا نہ کچھ در کا
گھر ہے کا ہے کا نام ہے گھر کا

مثنوی در ہجو خانۂ خود کہ بہ سبب شدّت باراں خراب شدہ بود

جسم خاکی میں جس طرح جاں ہے
اس طرح خانہ ہم پہ زنداں ہے

ظلمتیں اسکی سب پہ روشن ہیں
زندہ در گور ہم کئی تن ہیں

ہے جو سرکوب اک بڑی دیوار
واں سے جھانکو تو ہے اندھیر اغار

بخت بد دیکھ سارے پرنالے
اس کے معمار نے اُدھر ڈھالے

اب جو آیا ہے موسم برسات
دن کو ہے اپنے ہاں اندھیری رات

صحن میں آب نیزہ بالا ہے
کوچۂ موج ہے کہ نالا ہے

مینھ میں گھر کے پانچ چھ چھپّر
ہم غریبوں کے ہوتے ہیں سر پر

پرتلک تنکے تھے کچھ ایک نئے
سو وے چڑیوں کے گھونسلوں کو گئے

زا ہے کچھ مکڑیوں کا احسان مند
کہ جنھوں نے کیے ہیں جھانکے بند

پھوس کچھ ہے کہیں سو اٹکا ہے
بانس کو جھینگروں نے چاٹا ہے

اُڑ گئی گھاس مٹی سے ہے دالا
ہے جو بندھن سو مکڑی کا جالا

اپنے بندھن سے جو کہ چھوٹا ہے
ہم پہ گویا وہ بانس ٹوٹا ہے

کیا کہوں آہ گھر ہے کہنے کو
باندھتا ہوں مچان رہنے کو

بند جھانکوں کو کیجیے تا کے
یاں تو اک آسمان ٹوٹا ہے

ٹھیکے دینے کو جا اڑے ہیں ہم
سر پہ ٹھٹر لیے کھڑے ہیں ہم

ٹٹیاں تھیں جو آگے چھپّر کے
بہتی پھرتی ہیں صحن میں گھر کے

تا گلے سب کھڑے ہیں پانی میں
خاک ہے ایسی زندگانی میں

اب تو اپنا بھی حال ہے بدتر
سر پہ گٹھری ہے تسپہ ہے چھپّر

Marfat.com

پانی پہ کر جھکا جو ہے دالان — سر پہ رہتا ہے طرۂ ایوان
چاک اس ڈول سے ہے ہر دیوار — جیسے چھاتی ہو عاشقوں کی فگار
متصل ٹپکے ہے نہ باراں ہے — گریۂ زار سوگواراں ہے
گھر کی صورت جدا اور ہوتی ہے — چھت بھی بے اختیار روتی ہے
مینھ کے بار گی جو ٹوٹ پڑا — کڑی تختہ ہر ایک چھوٹ پڑا
واسے پایانِ کار ٹوٹ گئے — طاقچے بھر رہے تھے پھوٹ گئے
بہ گئے گولے تختے ڈوب گئے — غرض اجزائے سقف خوب گئے
موجِ خشتی ستون میں بیٹھی — جانِ غمناک خون میں بیٹھی
لے گیا پیچ و تاب پانی کا — کوٹھری تھی حباب پانی کا
یوں دھنسا گھر کہ بارِ خاطر تھا — آہ کس کا غبارِ خاطر تھا
کوٹھری دہلیز سب منڈیر گری — لہر پانی کی جھاڑ دیتی پھری
ساری بنیاد پانی نے کاٹی — اینٹ کے گھر کو کر دیا ماٹی
جھک گئے سب ستون در بیٹھا — وہی چھپر کھڑا ہے گھر بیٹھا
جب اجارے پہ آ کے چھت ٹھہری — ہم سبھوں میں یہ مصلحت ٹھہری
آؤ اب چھوڑ کر یہ گھر نکلیں — کسو ٹٹی پہ بیٹھ کر نکلیں
دب کے مرنے سے ڈوب مرنا خوب — ہے کنارا یہاں سے کرنا خوب
سنکے ہر ک کے جی میں ڈر آیا — خاطروں میں یہ حرف ٹھہرایا
گٹھری کپڑوں کی میں اٹھائی تھی — سر پہ بھائی کے چارپائی تھی
بوجھ کپڑوں کا جن نے باندھا تھا — اس کا سارا فگار کاندھا تھا
ساتھ کوئی چراغ لے نکلا — کوئی سر پہ اجاغ لے نکلا
چھاج کی کر کے کوئی اوٹ چلا — مینھ کے مارے کوئی لوٹ چلا
منھ پہ چھلنے کو ایک نے رو دیا — ایک نے سرکی کا کھیا گھویا
ایک نے چھینکے حال حال لئے — پائے بٹی گلے میں ڈال لیے
ایک نے بوریا لپیٹ لیا — در پایا جو کچھ سمیٹ لیا
اپنا اسباب گھر سے ہم لے کر — گٹھری سب کے ہاتھ میں دے کر

Marfat.com

صف کی صف نکلی اس خرابی سے / تا کہ پہونچیں کہیں شتابی سے
میر جی اس طرح سے آتے ہیں / جیسے کنجر کہیں کو جاتے ہیں
جن نے اس وقت آنکھ کو کھولا / ہنسکے بے اختیار وہ بولا
ہنسکے اس بات کو نرائے ہم / بارے اک بھائی کے گھر آئے ہم
تب سے رہنے کو اب تلک ہیں خراب / نہیں ملتا ہے گھر بقدر حباب
جس میں خوش کیفیت معاش کریں / طور پر اپنے بود و باش کریں

مثنوی در مذمت برشکال کہ باراں دراں سال بسیار شدہ بود

کیا کہوں ابکی کیسی ہے برسات / جوش باراں سے بہہ گئی ہے بات
بوند تھمتی نہیں ہے اب کی سال / چرخ گویا ہے آب در غربال
وہی یکساں اندھیر برسے ہے / آسماں چشم وا کو ترسے ہے
ماہ و خورشید اب نکلتے نہیں / تارے ڈوبے ہوئے اچھلتے نہیں
آب میں کوئی بولتا ہی نہیں / آسماں دیدہ کھولتا ہی نہیں
چرخ تک ہو گیا ہے پانی جو / ماہ و ماہی ہیں ایک جا ہر دو
نے زمیں سے ہے تا فلک غرقاب / چشمۂ آفتاب ہیں گرداب
خشک بن اب کی بار سبز ہوئے / موش دشتی کے خار سبز ہوئے
برکس کس سیاہ مستی سے / ہوتے جا ہیں بلند و پستی سے
لڑکوں نے کی زمانہ سازی ہے / خاک بازی اب آب بازی ہے
ابر کرتا ہے قطرہ افشانی / پانی پانی رہے ہے بارانی
تنک آبی سے جان مت اغراق / ڈوبنے پر ہے کشتی آفاق
عقل مینھوں نے سب کی کھوئی ہے / بات باراں نے یاں ڈبوئی ہے
کیسا طوفان مینھ چھایا ہے / زخم دل نے بھی آب اٹھایا ہے
بیٹھے اٹھتے نہیں ہیں بام و در / یہ خرابی ہے شہر کے اندر
سقف آماج بوند پیکاں ہے / مینھ ہے یا کہ تیر باراں ہے

Marfat.com

جیسے دریا ابلتے دیکھے ہیں | یاں سو پرنالے چلتے دیکھے ہیں
ابرِ رحمت ہے یا کہ زحمت ہے | ایک عالم غریقِ رحمت ہے
لے گئے ہیں جہان کو سیلاب | نقشۂ عالم کا نقش تھا بر آب
نہ ہے جلسہ نہ ربط باراں ہے | شہر میں ہے تو باد و باراں ہے
روز و شب یاں ہمیشہ جھمکا ہے | ان دنوں رنگ برق چمکا ہے
بڑی بوندوں کی چوٹ سے ڈریئے | سنگباراں جہاں ہو واں مریئے
پڑھتے ہیں یار ورس حیرانی | آرسی کے بھی گھر میں ہے پانی
آدمی ہیں سو کب نکلتے ہیں | مردم آبی پھرتے چلتے ہیں
کتنے ڈوبے گئے کہاں ہیں اب | سگِ آبی ہی ہیں جہاں ہیں اب
وسعتِ آب پوچھ مت کچھ یار | کوچے موجوں کے ہو گئے بازار
معبد اب سارے گرتے آتے ہیں | زاہد خشک ڈوبے جاتے ہیں
تھا ٹھہرنا برابر اُن کے شاق | مسجدوں میں کیا ہے استغراق
مینھ تو یاں اب لگے ہی رہتے ہیں | سارے عالم کے کان بہتے ہیں
غرق ہے چڑیا اور گلہری ہے | خشکی کا جانور بھی بحری ہے
مینھ از بسکہ بہبہا ہے گا | اک جہاں کو ڈبو رہا ہے گا
شعر کی بحر میں بھی ہے پانی | بہتی پھرتی ہے اب غزلخوانی
لائی یاں رندگی کی چالاکی | آب خشک گہر یہ تمنا کی
ہے زراعت جو پانی نے ماری | ہو گئی آبجست ترکاری
آب ہے گا جہاں کے سر تا سر | خوف سے سوکھتا ہے میوۂ تر
مست ہو ہو گئے ہیں مست شراب | غوطے کھاتے پھرے ہیں عالم آب
مستی ہے اب جو جا ہیں سیر آبی | بط مے تو ہوئی ہے مرغابی
دستِ غم اس قدر بہ طغیاں ہے | کہ ہر اک گوشہ بیچ طوفاں ہے
سیل دیکھے ہے کوہسار ان کی | لیے کشتی گدا ہیں باران کی
جزر و مد جس کا تا فلک جا ہے | جو ہے تالاب تھم دریا ہے
ہر طرف ہیں نظر میں ابر سیاہ | پانی ہے جسطرف کو کریے نگاہ

ط ۹۹ شعر یہاں سے حذف ہیں

سیلہا در رکاب دیدہ ماست
پانی عالم کے تا بسر ہے گا
خضر کیونکر کے زیست کرتا ہے

چشم تا کار میکند دریاست
خشک مغزوں کا مغز تر ہے گا
آب حیواں میں پانی مرتا ہے

لکھے کیا میر مینھ کی طغیانی
ہوگئی ہے سیاہی بھی پانی

مثنوی در ہجو نااہل مسمیٰ بہ زبان زد عالم

سنیو اے اہل سخن بعد از سلام
پر نہیں مرغی کا گرم طیر ہے
کام مجکو کچھ نہیں ہے اور سے
شاعری کو میری ہو گے جانتے
میں ہمیشہ سے رہا ہوں باوقار
گر کنھوں نے کچھ کہا میں چپ رہا
کیا ہوا گر چاند پر پھینکے ہیں خاک
رہیو شاہد کچھ نہیں میرا گناہ
تھا تحمل مجھ کو میں درویش تھا
پر کروں کیا لا علاجی سی ہو اب
ایسے کتنے ہیں جواب شاعر بنے
ایک باتوں سے مری آدم ہوا
ایک نے دیواں کی میرے نقل لی
ایک میرے طرز پہ کہنے لگا
سارے عالم میں ہوں میں چھایا ہوا
دور سے کرتا ہوں بیٹھا سبکی دید
کوئی بے تہ گو نہ جانے میری قدر
ہے گی شخصیت خدا کی اور سے

چھیڑتا ہے مجکو اک تخم حرام
وہم میں شہباز کا ہم سیر ہے
بلکہ اس بھی طرز سے اس طور سے
تم چنانچہ سب مجھے ہو مانتے
کن دنوں تھا ہجو کا کرنا شعار
ہجو اس کی ہوگئی اس کا کہا
پڑتی ہے ان سب کے منھ پر میں ہوں پاک
مدعی بے ہیچ ہے یہ روسیاہ
دردمند و عاشق و دلریش تھا
غصے کے مارے چڑھی ہی مجکو تب
مدتوں یہ لونڈے آئے مجھ کنے
اک نظر سے شہرۂ عالم ہوا
اس دوانے کی کنھوں نے عقل لی
دوسرا پیر و مرا رہنے لگا
مستند ہے میرا فرمایا ہوا
کوئی سر کھینچو ہے میرا مستفید
نئیں ہے پائین آخر صد رصدر
تھا کب آدے بزرگی زور سے

Marfat.com

ایک مجتا دے جو اک عمدہ کو بھوگ
تو اُسے کیا کچھ طرف جانینگے لوگ

جو بڑے ہیں سو ہے ہی آخر ہیں بڑے
ایسے لچّے بہت پھرتے ہیں پڑے

شہر میں آیا میں بعد از بست سال
گم تھا یاں سر رشتۂ قال و مقال

کسب جو کرتے تھے یہ فن شریف
ان میں سے کوئی نہ تھا میرا حریف

کتنے اک نومشق تھے گرم سخن
سو بچارے آپ ہی ناآگاہ فن

مدّعی میرا ہوا یہ بے ہنر
مردۂ صد سالہ سا بے نور تر

کاسہ لیس مایۂ خبث و حسود
قلیۂ دہ روزہ سے بھی بد نمود

آتے اچھا ہے جو اُس کو روک دو
ورنہ مُنھ دیکھو تو وہیں اوک دو

باپ اُس کا سخت ناداں نادرست
کوڑی کی سی گندی بلی قاق و سست

ایک جا آیا شتر قد گھر گیا
واں شتر غمزہ سا مجھ سے کر گیا

رہ گیا میں پی کے لوہو کا سا گھونٹ
یعنی دیکھوں بیٹھے ہے کس کل اونٹ

اس تحمل پر نہ کی مطلق نظر
خار پہلو کا ہوا ہر جا لچر

جب لگا ہے ناچنے مستی سے خوب
تب لیا میں نے قلم کے زیر چوب

مستی اُسکی ساری اب جھڑ جائیگی
دھوم ساری گلیوں میں پڑ جائیگی

جب بڑوں سے مارنا ہموار کھائیں
کج خرامی سے تب اپنی باز آئیں

راہ سیدھا ہو کے چلتا ہے سبلے
اونٹ جب آیا پہاڑوں کے تلے

اونٹ کی خلقت یہ ہے قدرت کو ناز
اسکی خلقت کم ہے کیا اے بے نیاز

ہیئت اُسکی مضحکہ ہے سوانگ ہے
جیسے عوج بن عنق کی ٹانگ ہے

سر کے تئیں اُسکے جو دیکھوں کر نگاہ
بانس پر ایک اوندھی ہانڈی ہے سیاہ

تیرہ رو مضحک سراپا زور ہے
دُم اگر ہووے تو پھر لنگور ہے

شکل و صورت دیکھ کر حیراں رہو
بیگماں سب ملکے لگ لگ ہی کہو

بیٹھے تو بیٹھا ہے گویا بوتیمار
آتے جاتے جاویں اسکو جوتے مار

چال جب چلنے لگے سر جھاڑ کر
پانوں کو پھیلے رکھے مُنھ پھاڑ کر

بال دیر رکھتا نہیں بے پاؤ سر
ورنہ تھا یہ بھی عجائب جانور

ایک دن بیٹھے تھے یاں ذات شریف
وارد اُس دن ہو گئے کتنے ظریف

Marfat.com

ایک بولا دیکھ کر حیران ہو
یہ جزائر کا کوئی حیوان ہو

یاں تو ایسا جانور دیکھا نہیں
سر کہیں ہے پانوں اسکے ہیں کہیں

ایک کے آیا مکوڑا وہم میں
ایک کے مور سواری فہم میں

ایک نے ہنس کر دیا اُسکو ڈھکیل
اور بولا اے تری قدرت کے کھیل

کیسا اعجوبہ نیا ہو نکلا ہے یاں
چونچ ہو تو ہے شتر مرغِ کلاں

ایک بولا کرکے چشمک میری اور
واہ صاحب جانور پالا ہے زور

ایک دن باہر تو ہو لیکر کھڑے
یہ اچنبھے یوں نہیں رہتے پڑے

جائے اُس وحشی کا ٹک وسواس بھی
جوک بھی ہے پاس یہ نسناس بھی

اسکو یاروں نے غرض کیا کیا کہا
لیک یہ خر ناشخص ہی رہا

یہ جو ہے موشک دوان و شور چشم
موش شتی چہرہ و شبکور چشم

بے سبب سرگرم کیں ہمسے ہوا
مستحقِ لعنتِ عالم ہوا

چل قلم اب ہے ارادہ جنگ کا
پاس کبتک کیجے نام و ننگ کا

یاں زبردستوں کو دعویٰ کھا گیا
یہ چھپا رستم کہاں سے آگیا

ناقباحت فہم کو دعوے بڑا
ہو کے تنکا سا پہاڑوں سے اڑا

ہاتھی کی ٹکر کو ہاتھی ہی اُٹھائے
چیونٹی کا کیا جگر جو منھ یہ آئے

جنگ ہاتھی کی ہو گو اُس کو ہوس
پر اسے ہے موت کا ریلا ہی بس

ایک دھکے میں کہاں وہ کامنی
پودنے کی سی ہے اُس کی ضامنی

میں نے پاس اس کا کیا حد سے زیاد
پر کمی کرتا ہے یہ ابن زیاد

قبلہ کہتے کہتے پاجی ہوگیا
پاس ظاہر چھوڑ پاجی ہوگیا

رشک شہرت سے مری مرنے لگا
میری عزت کا حسد کرنے لگا

لگ گئی جیب اس کو میرے شور سے
یہ نہ سمجھا ہے خدا کی اور سے

یہ قبول خاطر لطف سخن
دے ہے کب سکو خدائے ذوالمنن

ایک دو ہی ہوتے ہیں خوش طرز و طور
اب چنانچہ میر و مرزا کا ہے دور

خصمی وہ کریئے گہ ہو معقول خلق
نے اُنھوں سے جو کہ ہو مقبول خلق

دشمنی تھی اُس کو مجھ سے کیا ضرور
حیف ایسی عقل لعنت یہ شعور

Marfat.com

ہوں جو میں پرتو فگن تو ہے یہ کیا
خور کے آگے ذرہ کب ٹھہرا رہا

خونِ دل آشام ہیں جو صبح و شام
دے بھی لیتے ہیں ادب سے میرا نام

یہ مری رہ کا نہ حائل ہو سکے
یہ موئی جوں کیا مقابل ہو سکے

میں نے اُلٹی اجگروں کی دم میں صف
ادھر موئی سی چھپکلی کیا ہو طرف

رکھتی ہے میری شرافت اشتہار
گو یہ ناسید کہے ہے کیا چمار

ہجو کی جو اُن نے میں کیا دب گیا
بھونکنے پر سگ کے ہاتھی کب گیا

ننگ ہے میری توجہ اس طرف
حیف ہے میلانِ دریا سوئے کف

دار و دستی سے ہے اُسکے مجکو شرم
تب تو میں باتیں کروں ہوں نرم نرم

ان عزیزوں کا نہایت پاس ہے
ورنہ یہ ملعون کیا کناس ہے

جو نہ سمجھا تیغ خامے کی ہے پاس
کاٹوں گا یوں جسطرح کٹتی ہے گھاس

جب سے لے آیا قدم اپنا یہ شوم
تب سے ویراں ہو گئی یہ مرز بوم

ایک بدیمنی ہی ہے لگی بوم میں
لطف وہ پاتے ہیں ہم اس شوم میں

دیدنی ہے قدرت ربّ ودود
ایسی اسطرح کم ہی ہوتی ہے نمود

کیا کمی ہے یہ جو عزت کم کرے
گو نہ شیطاں سجدۂ آدم کرے

کرتی ہے تعظیم میری کائنات
لعنت اس پہ ہوتی ہے دن و رات

یا بلا ہے یہ سمجھ ...... گزک
میرے وتکارے گئے چھیڑے وبک

میری ہیبت سے نکل جاتا ہی موت
دشمنی کی اُن نے اپنی ما......

بیت کہنا چاہتا ہے سو ہنر
شاعری سمجھا تھا کیا خالہ کا گھر

نامبارک ہی نہیں سادہ بھی ہے
اُلّو ہے اور اُلّو کی مادہ بھی ہے

عقل سے کس طرح ہووے بہرہ ور
ہے کسو حافظ کا نطفہ یا بچہ خر

پر وہ حافظ جو ہو قرآں خوان قبر
اس سے لیں کار تلاوت گو بہ جبر

جھڑ گیا ہووے دماغ اُس کا تمام
پڑھتے پڑھتے شور سے ہر صبح و شام

وہ خرِ جوروے جا یک جا ہوا
ایسا اُلّو ماخرا پیدا ہوا

دیکھ کر اُن کے خرامی ہائے سرد
ایک کوّے نے کی تقلید تدرو

کود کر چلنے لگا آخر کو راہ
اپنی بھی رفتار بھولا روسیاہ

Marfat.com

کاش نکلے ہوویں مخدر شیخ و شاب / چھوٹے سے منھ جو پکارے کیا ہو باب
گو کہ یہ لچھن کرے کیا مال ہے / آگے میرے ..... کا سا بال ہے
جا ہوں گا جب پھینک ہی دونگا اکھاڑ / ایسی ..... سیکڑوں ڈالی ہیں پھاڑ
بدنمائی اُس کی ہے بیساختہ / کیا ہے یاں میش بچہ انداختہ
دیکھ اسے یاد آوے قدرت کاملہ / کیا بلا ہے مادہ خوک حاملہ
گرگ گردن خوک چشم و غوک سر / غول صحرائی کا بچہ ہے مگر
چار سکھیاں کہہ کے شاعر ہو گیا / اس فن مشکل کا ماہر ہو گیا
باپ کو اُن نے بنا رکھا ہے اوت / ہیں کہاں ایسے سعادتمند پوت
کم ہوا ہے گا جو اُس کا زور یا / جانتا ہے اس کو پیری کا عصا
کچھ نہیں معلوم اس کو سرکار / تب تو ٹھہرایا ہے اسکو رازدار
اس زنازادے نے جو لب وا کیا / پہلے ماں کا راز ہی رسوا کیا
ایک ہی شب کے تئیں جلوا دیے / یار ماں کے باپ کو دکھلا دیے
پھر حقیقی باپ سے جا کر ملا / اس مجازی کا کیا اس سے گلا
پیسے اُسکے کھا کے جب کُتا ہوا / یاں کسی تقریب آ پیدا ہوا
تب سے روز و شب اسی کے ساتھ ہے / اس خرف کی داڑھی اُسکے ہاتھ ہے
بس قلم نفریں ہے میری بس اُسے / ہے دماغ بحث یا جی اب کسے

رکھ زباں کیدھر گیا تیرا مزاج
پوچ گو بہتیرے پھرتے ہیں پواج

ہجو عاقل نام ناکسے کہ بسگاں انسے تمام داشت

اک جو لچر کو رزق کی وسعت سی ہو گئی / تنگی کی حوصلے نے تو جھٹ ہی ہو گئی
کتوں کے ساتھ کھانے لگا کتوں سے معاش / بچھڑی کی طرح شام و سحر کتوں کی تلاش
پاکیزگی طبع و لطافت وہ برطرف / کتا بغل میں مار لیے لگا پھرنے ہر طرف
دتکارو کتے کو تو لہو اپنا وہ پیے / ہے اُس کی استخواں شکنی کتوں کے لیے
یا جھوٹے ہاتھ کتے کو مارا نہ تھا کبھی / یا کتوں سے چٹایا ہے اب اپنے منھ کو بھی

Marfat.com

کتے ہیں پاس کتے ہیں جیب و کنار میں
آیا جو ایک روز وہ بے تہ چلا ہوا
اک سگ گزیدہ کی سی طرح جھومنے لگا
ایسی بھی ہم نے دیکھی نہیں کتوں کی ہوس
ٹکڑا ہو جس کے ہاتھ میں یہ اسکا یار ہے
کتوں کی جستجو میں ہوا روڑا باٹ کا
تھکتا ہے پھر جو کرتے ہوئے دوڑ اور دھنیاڑ
جو ہڈیوں پہ لڑتا رہا ہو بسانِ سگ
انساں کو انس کتے سے اتنا ہوا ہے کب
اصحاب کہف کا بھی جو سگ ہو تو ہی وہ سگ
کر سگ تخلص اپنا جو آیا بروے کار
رہتے نہیں نفور تو سگبانِ بے شعور
کیا جانیے کہ یہ گہہِ سگ کیا متاع ہے
آدم گری اڑا رکھی حرف و سخن گیا
دم لابہ جو دبے تو لگے کرنے بدخصال
کمبخت یہ غریب جو مرہ سا پائے یہ
در مدعی ہو ٹک بھی قوی دل قوی نصیب
رہتا ہے سخت شیفتہ کتوں کے بال کا
کتوں کی لے کے زرد و سیاہ و سپید پشم
کتوں کے شوق میں جو یہ آتش ہے زیر پا
اسکی پلیدی شہرۂ ہر شہر ہی رہی
دلی میں تین کتیاں کہیں لے کے پالیاں
وہ مر گئیں تو دیر رہا روتا غمزدہ
لونکی کا گرم غم جو رہا سو کھ نخ ہوا
بلّی جو پالتا تو بھلا ایک بات تھی

کتے ہیں آستینوں میں کتے ازار میں
کتا ازار اسکے سے نکلا بندھا ہوا
پھر کھول اسکے منھ کے تئیں چومنے لگا
گردن میں اپنے ڈالے پھرے روز و شب مرس[1]
جیسے سگِ سرائے سگِ ہر سوار ہے
دھوبی کا کتا ہے کہ نہ گھر کا نہ گھاٹ کا
لیتا ہے بے دماغ ہو لوگوں کے کپڑے پھاڑ
ہو آدمیت اسکو بھلا کس مقام تک
ناپاک اس کو جانیں ہیں پاکیزہ لوگ سب
نجم الدین کے بھی کتے کو کتا کہے ہے جگ
اکراہ سگ لوندے کرنے لگا دیار
کھاتے ہیں وہ بھی کھٹے ہیں کتے کو دور دور
بازار میں جو دیکھے ہے سگ کو سلع ہے
دیکھا جو خوب تو سگ دیوانہ بن گیا
دوڑے وگرنہ کاٹنے کو کتے کی مثال
مرگھٹ کے کتے کی سی طرح پھاڑ کھائے ہے
پھر آگے اسکے سوکھی سی بلی ہے یہ غریب
پلّا نہ ہے سکھے تو کسی کتے وال کا
کس کس طرح سے دیکھتا ہے داب داتِ خشم
کہنا ہے اس کو اب سگ یا سوختہ بجا
کتے کے کاٹے کی سی اسے لہر ہی رہی
ہمسایوں کی جنجھوں کے لیے کھائیں گالیاں
پشتی کے پیچھے پھر نہ ہنسا ٹک ستمزدہ
برفی کی تعزیت میں سگ روئے بیچ ہو
آئین میں اسکی دوستی ایماں کے ساتھ تھی

[1] مرس - رسّی ۱۲

Marfat.com

توراں کے لوگ ہوویں کہ ہوں اہل اصفہان
کتا تو کشتنی ہے سب اسلامیوں کے ہاں

جسکو خدا خراب کرے پھر وہ کیا کرے
کیونکر زباں نکالے نہ جوں سگ پھرا کرے

آواز دے کتوں کو توڑے ہے اپنی جان
مرجائے گا یہ بھونکتے ہی بھونکتے ندان

ہے بسکہ سگ پرست مرے گا جو یہ دنی
توشے میں اسکے ہوگا نہ کچھ غیر سگ کُنی

کتوں کے پیچھے پھرتا ہے گلیوں میں ور ہو
یہ سب ہے اسلیے کہ ہر اک جائے شور ہو

اس وضع ساختہ کے ہوں احمق فریفتہ
بہرہ ہے جنکو عقل سے وے کیوں ہوں شیفتہ

ہے اس طرح کے معرکہ گیروں سے پُرجہاں
بہتیرے ایسے کتے نچاتے پھرے ہیں یاں

مثنوی مسمّٰی بہ تنبیہ الجہال

صحبتیں جب تھیں تو یہ فن شریف
کسب کرتے جنکی طبعیں تھیں لطیف

تھے ممیز درمیاں انصاف تھا
خار و خس سے کیا یہ عرصہ صاف تھا

دخل اس فن میں نہ تھا اجلاف کو
کچھ بتاتے تھے بھی سو اشراف کو

تھے جو اس ایام میں اُستاد فن
ناکسوں سے وے نہ کرتے تھے سخن

پھر حصول اس سے نہ دنیا ہے نہ دین
کوئی حاجت اُس سے وابستہ نہیں

گر جمار اس کارخانہ میں نہ ہو
ٹوٹے جوتے کو کہاں لے کر پھرو

چار و ناچار اس کنے جانا پڑے
کوڑیاں دے جوتی گٹھوانا پڑے

حاجت اس فرقے سے مطلق یاں نہیں
جو نہ ہو شاعر تو کچھ نقصاں نہیں

یہ تو دنیا میں ہے اس فن کا کمال
دین کا اس فرقے کے پوچھو نہ حال

کذب موجب جائے رونق بخش سمع
واں کی دینداری رکھو اور دلکو جمع

جھوٹ آوے اسقدر جب درمیاں
گو یقین ایمان کیسا دیں کہاں

ہم تلک تھی بھی وہی رسم قدیم
یعنی جن کے ہوتے تھے ذہن سلیم

پیار کرتے تھے انھیں اُستاد فن
ان کے ہوتے رہبر راہِ سخن

جلف واں زنہار پاتے تھے نہ بار
شاعری کا ہے کو تھی ان کا شعار

نکتہ پردازی سے اجلافوں کو کیا
شعر سے بزاز دوں نداف کو کیا

الغرض یاروں نے قیدیں دیں اُٹھا
جو کوئی آیا اُسے دی پاس جا

Marfat.com

تک نہ استعداد سے کی گفتگو — کچھ نہ رکھی شاعری کی آبرو
چار سکھیاں کہہ کے دیں ناکس کے ہاتھ — پھر اُسے مجلس میں لائے اپنے ساتھ
آپ بیٹھے صدر میں وہ دست چپ — کرنے لاگے شاعری سے حرف گپ
بولے ان کو آج کل سے ہے خیال — ذہن اُن کا تیزی رکھتا ہے کمال
ہو رہیں گے کچھ اگر صحبت رہی — اور ہم سے بھی اُنھیں الفت رہی
جب ہوا ثابت وہ ان کا مستفید — سب نے جانا اسکو شاگرد رشید
کی اشارت تاکہ وہ کھولے دہن — آگے اُستادوں کے ہو گرم سخن
اُن کے ایما سے وہ کچھ پڑھنے لگا — صاحبانِ فن کے مُنھ چڑھنے لگا
نیم قد اُٹھ اُٹھ کے یہ سُننے لگے — جا و بیجا سر کے تئیں دُھننے لگے
وہ سراپا جہل ناگہ وقت کار — ہم سے تم سے کرنے لاگا اعتذار
سر میں رکھ کر دعوی طبع لطیف — میر و مرزا کا ہوا آخر حریف
کیسی کیسی یوں گئیں طبعیں بباد — آفریں شاگرد و رحمت اُستاد
جب تلک یہاں تھی تمیز زشت و نیک — کا ہے کو یوں شعر کہتا ہر ایک
اہلِ فن کی رہتی تھی سبکو تلاش — اُن کے ہاں کرتے تھے جاکر بود و باش
جو کہ خود سر رکھتے اُستادوں سے عار — اُن کے تئیں ہرگز نہ ہوتا اعتبار
زندگی بلکہ انھوں پر شاق تھی — ہاتھ گر لگ جاتے تھے شلاق تھی

حکایت

شائق فن تھا وزیر اصفہان — ایک دن آیا ہلالی اُس کے ہاں
حاجبانِ در سے ہو آگاہ کار — کی اشارت تا اسے دیں گھر میں بار
عزت و تعظیم کی حد سے زیاد — پاس لے مسند پہ بیٹھا شاد شاد
اُن نے کھینچی اُس کی مزائی بہت — بیٹھے بیٹھے رات جب آئی بہت
شعر کی تقریب لاکر درمیاں — کرنے لاگا شاعری کا امتحاں
شعر خوانی کی پڑھا سو تھا غلط — سنتے ہی بھڑکا وہ شعلہ کی نمط
غصہ ہو بولا کہ ہاں فراش و چوب — کھینچ لا میداں میں کی شلاق خوب

ہلالی استرآبادی انکا کلام فصیح ہی عہد جوانی میں خراسان چلے گئے تھے۔ عبداللہ خاں ازبک کے زمانۂ تسلط میں ۹۳۶ھ میں قتل کیے گئے ۱۲

Marfat.com

اسقدر مارا کہ بے دم ہو گیا — سوج دست و پا ہر اک تھم ہو گیا
کھینچ کر ڈلوا دیا دربار میں — یہ خبر پہونچی جو ہر بازار میں
وارث اُس کے لے گئے اُس رات کو — جب بخود آیا تو پایا بات کو
یعنی دستور زماں دشمن نہ تھا — یاوہ کچھ نا آشنائے فن نہ تھا
غالباً پایا اغلاط اشعار کو — خوش نہ آیا اُس کرم کردار کو
ورنہ شیوہ اس کا ہے لطف و کرم — جائزے میں دے ہے دینار و درم
مجکو کیوں شلاق کرتا آتی شب — کاہے کو بدنام ہوتا بے سبب
پس مجھے ہے تربیت اپنی ضرور — جا کے بیٹھوں اک سرآمد کے حضور
صحبت اکثر رکھوں اس استاد سے — شاید اس کی دولت ارشاد سے
پہونچے اک رتبہ کو میری قیل و قال — ہو مجھے اس فن میں یک گونہ کمال
اُٹھ کے آیا مولوی جامی کنے — مشق کی یک چند اس نامی کنے
جب ہوا کچھ شعر کا رتبہ بلند — اور مولانا لگے کرنے پسند
پھر گیا اک دن درِ دستور پہ — حاجب درگاہ نے کی جا خبر
کا اے امیر اس روز کا شلاق خوار — آج در اوپر ہے پھر خواہانِ بار
کی اشارت سدّرہ کوئی نہ ہو — قصد ہے برخورد کا تو آنے دو
سامنے آیا تو کی نیچی نظر — دھوپ میں جلتا رہا تو اک پہر
بعد ازاں ایماے ابرو کی کہ ہاں — صحن ہی میں سے ہوا وہ مدح خواں
پھر وہیں سے دے صلہ رخصت کیا — اک مصاحب نے جگر کر کر کہا
اگلی صحبت کی تھی عزت اسقدر — سو ہوئی شلاق حد سے بیشتر
ابکی اس کو جائزہ دیگر گراں — تو نے فرمایا مرخص واں سے واں
میں نہ سمجھا یہ کہ وہ کیا تھا یہ کیا — در جواب اس برگزیدہ نے کہا
ایسی ہی ہوتی ہیں تضحیک سلف — دست ہو تو اُن کے تئیں کریے تلف
اسقدر اس کا تنبّہ تھا ضرور — تاکہ پہونچے یہ خبر نزدیک و دور
جو سنے سو خودسری سے باز آئے — تربیت ہونے کو اُستادوں کی جالے
ورنہ کرتا پوچ گوئی ہر دبنگ — رفتہ رفتہ شاعری ہو جاتی ننگ

Marfat.com

تب جو میں شلاق کی یہ خام تھا — اب جو آیا لائق انعام تھا
قصہ کوتاہ تھی ممیز در میاں — تنگ ہے کرم مزابل پر بھی یہاں
بے تمیزی سے ہے رائج ابتری — جسکو دیکھو خود نمائی خود سری
نے بیاں کا ہے سلیقہ نے زباں — اسپہ ہے ہر ایک سحبان بیان
بس قلم وقت زباں بازی نہیں — حیف کہ دور ان سخن سازی نہیں
کون حرف خوب کو کرتا ہے گوش — بات کی فہمید کا ہے کسکو ہوش
بے تمیزوں سے بھرا ہے سب جہاں — ہے دماغ حرف ہمکو بھی کہاں

مثنوی اژدرنامہ

یہ موذی کئی ناخبردار فن — نئی ناگنیں جنکے ٹیکوں پہ پھن
نہیں جانتی ہوں میں مار سیاہ — زبانہ ہے آتش کا میری نگاہ
نفس ہے مرا افعی پیچدار — گیا جس سے خصم قوی من کو مار
جدھر بھر نظر دیکھوں لگجائے آگ — بدم دم کشی لب پہ کھیلیں ہیں ناگ
جہاں میں ہوں وہ جا ہے پر شر و شور — عصا سے چلے راہ واں مار و مور
مری آنکھ سے زہر ٹپکا کیا — جلا آگے میرے کبھو کب دیا
سن اس ماجرے کو سبھوں نے کہا — کہاں کیچوے یہ کہاں اژدہا
نہ خصمی مری اژدروں سے ہوئی — طرف مجھ سے ہو جونک کیا ادھموئی
اگر شور زاغاں سے ڈر جائے مار — تو کیا اژدروں کا رہے اعتبار
نہ کس طور اژدر کو تلواسہ ہو — حریف اسکے سوکھی سی چلپاسہ ہو
کہاں چھپکلی اژدہے سے لڑی — کس اژدر پہ ایسی قیامت پڑی
ہزار اجگر اندوہ سے جائے لٹ — وے ایسے کیڑے مکوڑے ہیں خبث
جہاں شور اژدر سے ہے دھوم دھام — کوئی کینسلائی سے نکلے ہے کام
بظاہر یہ لائے تو ہیں پر نکال — وے ہوں گے انکے جیوں کے وبال
حریفی انھوں سے ہوا اژدر کی کب — وہ کھینچے جو یکدم تو بھینکا ہیں سب
حکایت لعینہ یہ دل سے ہے میر — سر راہ کہتا تھا جو اک فقیر

Marfat.com

کہ تھا دشت میں ایک اژدر مقیم
درندوں کے بھی دل تھے اُس سے دو نیم

نکلتے نہ تھے اُس طرف ہو کے شیر
پلنگ و نمر واں نہ رہتے تھے دیر

جہاں شیر کا زہرہ ہوتا ہو آب
شغال اور روبہ کا واں کیا حساب

وہ صحرا تھا اس کے سبب ہولناک
دم اس کے نے واں کی اُڑا دی تھی خاک

نکلتا تھا جب مہر برگ و نوا
شجر کے شجر ہوتے تھے تب ہوا

کہاں سایہ اس جا و سبزہ کہاں
درخت اُسکے جاتے رہے تھے واں

صدا جب مہیب اُس کی ہوتی بلند
جگر چاک گرتے ہوا سے پرند

درندوں کے بر جا نہ رہتے حواس
چرندے مکانوں سے ہوتے اداس

وحوش اُس بیاباں میں جاتے نہ تھے
طیور آشیانوں میں آتے نہ تھے

کبھو اُس کی رہ میں جو اُٹھتا غبار
تو وہ دشت تھا ایک تاریک غار

پہونچتا تھا گردوں تلک شور و شر
ہوا صاف ہوتی نہ دو دو پہر

رہا کرتی کوسوں تلک اسکی دھوم
نہ اُس راہ آتا کوئی جُز سموم

ہوئے ساکنانِ بیاباں تنگ
اُٹھے کوہ و وادی سے شیر و پلنگ

گئے جان لے لے وحوش و طیور
کوئی رہ گیا موش و مینڈھک سا دور

گئی لومڑی ایک سوکھی ہوئی
کسو اور جنگل میں بھوکی ہوئی

گلی میں جو یاں کے کھلے اُسکے لب
ہوئی واں کی اعیان گرم غضب

خراطین و خرموش و موش و شغال
اس اژدر کو کر جنس اپنی خیال

رواں ساتھ اُسکے شبانہ ہوئے
کئی گرگٹ آگے روانہ ہوئے

رعونت سے مینڈھک اُچھلتے چلے
بلوں میں سے چوہے نکلتے چلے

قریب اُس بیاباں کے جب دم گئے
اُنھوں میں سے آگے بہت کم گئے

قضا را وہ آفت تھی سرگرم سیر
چلے آتے تھے بھاگتے وحش و طیر

اُس آشوب سے دست و پا گم کئے
فراموش سب نے سر و دم کئے

گلاڈر نے خرموش سا پہلوان
ہوا مضطرب کیچوا سا جوان

وہ گرگٹ کہ جس کو تھی گردن کشی
ہوئی خوف سے اُسپہ طاری غشی

قدم غوک سے گرد کا جل گیا
بھروسا تھا گیدڑ پہ سو ٹل گیا

Marfat.com

جہاں پہلواں ہوش رستم معاش — لگا کرنے میدان میں بل تلاش
کہ سوراخ پا دے تو روپوش ہو — یہ تشویش یکدم فراموش ہو
وے چھوڑ تاکب ہے خصم قوی — کہ ہو خوف جاں سے کوئی منزوی
پراگندگی تھی اس انبوہ میں — کہ گونجی بلائے سیہ کوہ میں
اس آواز سے جی نکل ہی گئے — جو ثابت قدم تھے بچل ہی گئے
سیہ جب ہوا ہو گئے منھ سفید — ہوئے مدعی جان سے نااُمید
پھر ایک دم اُن نے وا کر دہاں — کہ پایا اُس انبوہ کو نیم جاں
دم دیگر اُن سے نہ کوئی رہا — وہی دشت خالی وہی اژدہا
زبانہ وہی آگ کا جار اور — ہوا گرم ویسی ہی ویسا ہی شور
وہی دم کشی شام سے تا سحر — اُسی ہولناکی سے وہ دشت و در
گئی یہ خبر جس بیابان میں — رہی سُدھ نہ کچھ واں کے سُکان میں
کنھوں نے کبھی مُنھ نہ ادھر کیا — نہ پھر نام اس اژدہے کا لیا
مری ان گزندوں کی صحبت ہے یہ — طرف ہوں مری اُنکی طاقت ہے یہ
جو مجھ کو ہو کچھ بھی اُنھوں کا خیال — تو یہ مارگیری کریں کیا مجال
تو کیا ہو اُنھوں سے بہت دور میں — ہوں اپنی جگہ شاد و مسرور میں
مری قدر کیا اُن کے کچھ ہاتھ ہی — جو رتبہ ہے میرا مرے ساتھ ہی
کہاں پہونچیں مجھ تک یہ کیڑے حقیر — گیا سانپ پیٹا کریں اب لکیر

مثنوی در مذمت آئینہ دار

آج سے مجکو نہیں رنج و ملال — جب سے نکلے بال تب سے ہے یہ حال
موشگافوں کا نہیں ہے نام اب — مدعی شعر ہیں حجام اب
ان سے کین اک مو برابر بھی کہیں — جلف اشرافوں کے ہمسر بھی نہیں
یہ ہوئے سر چڑھ کے یہ ہوئے دماغ — دود ہو جانے لگے سوئے دماغ
ہو گئے گرم سخن تب تو قلم — ورنہ یوں بیہودہ کب نکلا ہے دم
ایسے مونڈے میں نے کتنے بے شعور — ہے حجامت اس بھی فرقہ کی ضرور

Marfat.com

یاں نہ سید کچھ ہے نے نائی ہے شرط
سگ کو نجم الدیں کے سرداری ہوئی
میر و مرزا میں حکم ہووے خرد
سمجھے مرزا میر کو مرزا کو میر
مجھ میں مرزا میں تفاوت ہے بہت
جس جگہ میں نے رکھی منھ میں زباں
استرے کانوں میں اپنے باندھ کر
ان کمینوں کا گلہ کیا کیجیے
کہتے ہیں سرگرم بیباکی ہے یہ
لکھیے اس فرقہ کے اب تا چند ذم
گرچہ ان کو کہتے ہیں آئینہ دار
صاف قینچی پر اُنھیں چڑھوائیے
جا ہو ہوا اس قوم کی کیا شرح حال
اک سفید اُن کو نہیں چننے کی تک
کیا کہوں کیسے ہیں اوندھے یہ لچر
کھرچیں ایسا سر کہ کردیں پائمال
معتبر اُنکے جو حجامی ہیں اب
کوئی لے جائے جو حاجت غسل کی
لعنتیں کرتے ہی گزرے اُسکو واں
بیٹھے حمامے خانے میں کیا غسل کر
لیک پھر اُجرت کے اوپر جنگ ہے
اس سقاوے میں گیا تھا اک حریف
دھو کے پاجامہ نہانے بھی گیا
غسل کے پیچھے جو منھ گھر کو کیا
نائی نے پوچھا کہ پیسا یا ٹکا

ہو کسو کسوت میں دانائی ہے شرط
نوح کے بیٹے کی وہ خواری ہوئی
نے کی نائی جن پہ سب کا دست رد
نے وہ رگ زن جو نہ سمجھے سیر شیر
یاں تنائی واں عجالت ہے بہت
ہوتے اُس جاگہ جو مرزا بیگماں
کب کے اب تک تھکسگئے ہوتے ادھر
ایسے دس پیدا ہوں گر نہ لیجئے
ہوں تو ہوں ناپاک کیا پاکی ہے یہ
خط بنادیں ایسا کریے کف قلم
لیک انکا منھ نہ دیکھیں کاش یار
گر نمد مو اس میں پھر ہو جائیے
آگے ہی آویں گے جتنے ہونگے بال
ہوتے ہیں دشمن یہ کابے بال تک
کیجیے اصلاح عاید ہووے شر
سیدھیاں جب سُن لیں تب لیں اُلٹے بال
ہند میں وہ تیرہ رو شامی ہیں اب
چلّو چلّو پانی پر دیتے ہیں جی
غسل میں فرصت تشہد کی کہاں
جیب شاگردوں نے واں رکھی کتر
لات ہے گالی ہے پھر سر جنگ ہے
اسکی فی الجملہ طبیعت تھی ظریف
یکطرف پھر پائخانہ بھی گیا
ہاتھ نائی کے سوا پیسا دیا
دمڑی یہ کیسی ہے میں قربان گیا

Marfat.com

ننگے بولے تو نہ بدلے جائیو ‌ ‌ یاں ہگا بھی ہے اُسے اُٹھوائیو

جو بڑے نائی ہیں سارے ایکذات ‌ ‌ ان میں ہے بدذات جو ہو نیکذات

آیا اک نائی زنانا سا نظر ‌ ‌ ہاتھ میں نلوا لیے بے پا و سر

میں کہا آتا ہے نلوا کام کیا ‌ ‌ بولتا ہے آگے سے بدنام کیا

..... اس میں لوطیوں کی ڈاں تر ‌ ‌ مونڈتے ہیں..... اک اک بال کر

ہاتھ میں رکھیے تو ...... موا انھیں ‌ ‌ ضبط کی شاید نہ طاقت ہو انھیں

عذر اگرچہ وا نتلک بھی یاں نہیں ‌ ‌ لیک اک دن اس میں بنی جاں نہیں

دھکے چڑھ جاویں نہ جانے کیسے کے ‌ ‌ جی بھی جاوے واسطے دو پیسے کے

ننگے اس سے ایسی احرج بات کو ‌ ‌ میں کہا لعنت تری اوقات کو

کاٹے اُن کے تئیں مثل گزر ‌ ‌ بنڈے کے ملکے ہیں اکثر پاچہ خر

بعضے بعضے ان میں سے جراح ہیں ‌ ‌ بحر خون وریم کے ملاح ہیں

زرد و زنگاری کوئی ڈبا ہے ساتھ ‌ ‌ حیض کے سے ایک دو لتے ہیں ہاتھ

موم ڈالیں تیل میں مرہم کریں ‌ ‌ پھر مسیحائی کا دم اس پر بھریں

پھیر پگڑی بیٹھیں ایسی شان سے ‌ ‌ آئے ہیں گویا ابھی ایران سے

باپ سے اپنے اگر پیسے نہ پائیں ‌ ‌ داغ کو اُس کے جراحت کر دکھائیں

بعضے بعضے ان میں رعنا ہیں اگر ‌ ‌ سو مشعلچی ہیں بھگت کے بیشتر

رنڈی گت ناچے یہ اُسکا منہ دکھائیں ‌ ‌ بابا مشعل لیے مجلس میں جائیں

روشنی لے دوڑتے ہیں وقت شام ‌ ‌ گھورتے ہیں کر کے اندھیارا مدام

تیل کی کپی لیے خوش ہیں کھڑے ‌ ‌ ایک بھڑوے ہوتے ہیں چلنے کھڑے

لگ چلیں تو ہنگے جیسے موچنے ‌ ‌ کھائیں جب سر میں لگیں تب نوچنے

چھیڑیو تو مغز بھی لے جائیں گے ‌ ‌ سر کے تئیں سہلا کے بھیجا کھائینگے

بے حقیقت ہیں نہیں شایان کار

صحبت ان سے بگڑی ہے پایان کار

Marfat.com

مثنوی در ہجو اکول

ایک ہے برخور آشنا بے پیر — سینہ سوراخ جس سے ہم کف گیر
صد منی دیگ ہے شکم اُس کا — نفس اژدہا ہے دم اُس کا
آنت شیطان کی ہے اُسکی آنت — دانت اُس کا ہے ہاتھی کا سا دانت
خستۂ جوع وہ جو آوے نہار — مُنھ ہے گویا کہ زخم دامن دار
شکل مت پوچھ کھانے کا ہے بلی — مُنھ ہے چھیپوں سے جیسے روٹی جلی
گال کلیجے سے پھر توے سے سیاہ — کاسۂ سر ہے جیسے اوندھا کڑاہ
توندکالی جو کھول جائے لیٹ — آہنیں ہے تنور اُس کا پیٹ
راہ مطبخ میں پاوے ہے جو کبھی — چاٹ جاتا ہے دیگچوں تک بھی
کھینچے باورچیوں کے کیا کیا ناز — کتری گئی اُس کے جوتڑوں پر پیاز
کھانا نکلے پر آوے ہے کیسے — چیل ٹوٹے ہے گوشت پر جیسے
وقت کھانے کے ہاتھ سے اسکا — قاب پر نان ہیچ کشمش گویا
کیا وہ دو پیازہ کھاکے ہو تازہ — اک نوالا ملا ہے دو پیازہ
گوشت ہانڈی بھرا ہے خنک میں — ہنڈیاں گویا تھیں اُسکی خشک میں
عام طمعی سے اک کرے ہے آہ — دیکھ کر شبکو نان ہالۂ ماہ
نہ ٹلے دیکھ کر وہ قاب پلاؤ — مُنھ ہے مُنھ بیٹھا گرچہ کھاوے گھاؤ
کھانے پر جب وہ جی چلاتا ہے — لاٹھی یا ہاتھی بھی کھائے جاتا ہے
نہیں ہو سنچے جو کھانا کھانے لگ — ہڈیوں پر لڑے ہے جیسے سگ
بھوکھ کا باؤلا جو آتا ہے — لوگوں کو کاٹ کاٹ کھاتا ہے
دھوں میں دشمنوں سے بھی وہ لئیم — جائے گھل بل اگر سُنے ہے حلیم
آتش بغرایہ مار بھی کھاوے — اس میں گو بوغرا نکل جاوے
کسی مفلس کے گھر جو جاتا ہے — کچھ نہیں خفتیں ہی کھاتا ہے
بھوکھ سے جب کہ غصے میں آوے — برگو ہی کی طرح جھنجھلاوے
ہڈیوں کو نگمہ سے کھا جاوے — چنے لوہے کے بھی چبا جاوے

Marfat.com

دہر کا جلنا آگ سے مانوں | بھوک اُسکی جلے تو میں جانوں
نکلے بازار میں وہ جب چربوز | سر ہی پھوڑے ہے دیکھ کر تربوز
گھاس پات اور کانس کھاتا ہے | نیشکر پر وہ بانس کھاتا ہے
اُسکے آنے کی سُن کے بازاری | کرتے ہیں سودوں کی خریداری
کوئی تختہ کرے ہے دوکاں کو | کوئی لاوے بلا گزر باں کو
کنجڑے ڈھانکے ہیں ساگ پات اپنا | تکتے ہیں بنیئے داؤ گھات اپنا
کہ مبادا ادھر کو آجاوے | سودے یکسو ہمیں نہ کھا جاوے
اینٹ پتھر بھی کھا گزر جاوے | الغرض پیٹ اپنا بھر جاوے
کیا کیا جینے کی کہیئے چکھتا ہے | لیک پیٹ اُس کو مارے رکھتا ہے
پیٹ اپنا بڑا جو پاتا ہے | گو وہ تک کا بھی جیف کھاتا ہے
وہ قضارا ہوا مرا مہماں | کھا گئی اس کی میزبانی جان
گھر میں جو کچھ تھا بیچ منگوایا | کھانا اُس کے لیے میں پکوایا
کتنا کھانا بیاں کروں تجھ سے | جس پہ سو میہماں کروں تجھ سے
مجھ سے تھی روزگار سے ان بن | خوب کھانا تو تجھ پہ ہے روشن
چار من گاجروں کا قلیہ تھا | وہ منی دیگ بیچ دلیہ تھا
روٹیاں کس قدر بتاؤں میں | جس کو دو چار سال کھاؤں میں
چاہ کرکے گرا جو وہ بلاغ | مدد روح اشعب طماع
تھی ابھی روٹیوں کی جیٹ کی جیٹ | میں رہا کہتا کھا گیا وہ سمیٹ
کھانا کوئی اور کیا کہے اُس کا | سارے منہ دیکھتے رہے اُسکا
جب مریگا وہ بھوکھ کا روگی | روح توشے کی روٹی میں ہوگی
کھانے کی بو جو ناک میں پیٹھے | مرگیا ہووے تو بھی اُٹھ بیٹھے
عقل باور اگرچہ کرتی نہیں | وہ مرے بھوک اسکی مرتی نہیں

بھوکے اس کا جو جی نکل جاوے
گور میں بھی کفن نگل جاوے

Marfat.com

مثنوی دیگر در بیان کذب

اے جھوٹھ آج شہر میں تیرا ہی دور ہے
شیوہ یہی سبھوں کا یہی سب کا طور ہے

اے جھوٹھ تو شعار ہوا ساری خلق کا
کیا شہ کا کیا وزیر کا کیا اہل دلق کا

اے جھوٹھ تجھ سے ایک خرابی میں شہر ہے
اے جھوٹھ تو غضب ہی قیامت ہی قہر ہے

اے جھوٹھ رفتہ رفتہ ترا ہو گیا رواج
تیری متاع باب ہے ہر چار سو میں آج

اے جھوٹھ کیا کہوں کہ بلا ریز سر ہے تو
اے جھوٹھ سچ یہ ہے کہ عجب فتنہ گر ہے تو

اے جھوٹھ کب ہے عرصہ میں تجھسا حریف اب
تیرے ہی حکم کش ہیں وضیع و شریف اب

اے جھوٹھ تیرے شہر میں ہیں تابعیں سبھی
مر جائے کیوں نہ کوئی وے سچ بولیں نے کبھی

کہنے سے آج اُن کے کوئی دل نہ شاد ہو
فردا کہیں تو اس سے قیامت مراد ہو

وعدے گھڑی کے پہروں کے سب آزما چکے
برسوں تک انتظار کیا جی ہی جا چکے

اے جھوٹھ رنگ تیرے کرے کوئی کیا بیاں
رکھتا ہے جیسے غنچہ زباں تو تہِ زباں

یوسف کہ تھا نبی و صداقت شعار تھا
پھر حُسن ظاہری سے بھی باغ و بہار تھا

پایانِ کار تیرے سبب چاک پیرہن
زنداں میں جا کے برسوں رہا چھوڑ کر وطن

اے جھوٹھ تو تو ایک دلآویز ہے بلا
آشوب گاہ تجھ سے زمانہ رہا سدا

کس جانکنی سے کوہکنی کوہکن نے کی
تصویر کھود شیریں کی پیش نظر رکھی

نزدیک جب ہوا کہ وہ مطلوب سے ملے
اب صبح و شام غنچۂ مقصود دل کھلے

دلالہ کے تو پردے میں آ کام کر گیا
دو باتوں میں وہ عاشق دل خستہ مر گیا

اے جھوٹھ تجھ سے فتنے ہزاروں اُٹھا گئے
ہنگامہ و فساد ہی ہر سو رہا کیے

اے جھوٹھ راستی سے نہیں گفتگو کہیں
کہنے کو ہاں کہیں ہیں حقیقت میں ہے نہیں

اے جھوٹھ اس طرح ہیں بہت جی سے جا چکے
وعدوں میں آہ لوگوں کے وعدے ہی آ چکے

اے جھوٹھ اس زمانے میں کیونکر چلے معاش
ہے تنگ جھوٹھ بولنے سے عرصۂ تلاش

سردار جس سے سب متعلق ہے کاروبار
سچ بولنا ہے اُسکے تئیں سخت ننگ و عار

پھر سب مدار کار دروغی و مفتری
صدق و صفا و راستی کے عیب سے بری

جھوٹا سو آر دولت الٰہی کا ہے یہ امیر
ورنہ قسم کسو کی بھی تھی حرف بارگیر

مشکل حصول کام ہے یاں حاصل کلام
باتوں ہی باتوں کام [illegible]

Marfat.com

اے جھوٹھ دل مرا بھی بہت دردناک ہے ۔ ان کاذبوں سے صبح نمط جیب چاک ہے
اک فرد دستخطی بھی مری ایک شخص پاس ۔ دیکھا جو خوب اسکو تو مطلق نہیں حواس
تھا میں فقیر پہ نہ گیا شاہ کے حضور ۔ اتنے لیے کہ رتبۂ عزت مرا ہے دور
آداب سلطنت سے نہیں مجھکو رابطہ ۔ حرکت نہ ہوئے مجھ سے کوئی غیر ضابطہ
مرزائی مجھ سے کھنچتی نہیں ہر عزیز کی ۔ پھر شعروشاعری بھی نہیں ہے تمیز کی
صحبت خدا ہی جانے پڑے کیسی اتفاق ۔ کیا بات آوے بیچ میں بے رنگی ہو شاق
میں مضطرب گھر اس کے گیا اٹھ کے پانچ بار ۔ کہنے لگا زباں سے یہ ہوتے ہی وہ دوچار
تقصیر میری اس میں نہ کریگا کچھ خیال ۔ صاحب کہیں خموشی کروں میں یہ کیا مجال
لیکن یہ حرف اس بھی سے رو کا رکھیے یاد ۔ انداز سے یہ لوگ سخن کرتے ہیں زیاد
بہتیری ایسی فردیں یہ رکھتے ہیں جیب میں ۔ رکھتے ہیں یوں ہیں لوگوں کو برسوں فریب میں
دکھلاؤں گا چلا ہوں سوال آپ کا لیے ۔ میں نے کہا فقیر کہو کس طرح جیے
بولا نہ ہوگا سعی میں ایدھر سے کچھ قصور ۔ پھر دیکھیے کہ پردے میں کرتا ہے کیا ظہور
اک آدھ ایسی بات بنا کر کھسک گیا ۔ دل اس خبر کے سننے سے میرا دھڑک گیا
یہ عرض [illegible] حضور کو بھیجیں میں صبح و شام ۔ دستخط جو ہو کے آئے کوئی سواسی کے نام
یعنی وہ ابھی آن کے کچھ دیویگا شتاب ۔ دل جمع رکھیں کاہیکو کرتے ہیں اضطراب
دو چار بار آیا بھی وہ پر نہ کچھ ہوا ۔ مجھ کو جو اضطرار تھا میں بے اجل موا
مدت مدید گزری مجھے کرتے انتظار ۔ خجلت ہوئی جو حال لکھا میں نے باربار
اس فرد دستخطی کو ہے یہ ماہ ہفتمیں ۔ تنخواہ کا نہیں ہے ٹھکانا ابھی کہیں
آیا جو وہ لطیفۂ غیبی اب اپنے گھر ۔ میں مضطرب ہو آپ گیا ملنے اسکے گھر
بارے نہ اتفاق ہوا یہ کہ ہو ملاپ ۔ لکھوایا تھا اضطرار سے عز و وقار آپ
گھر آکے ایک بھائی کو بھیجا پیام دے ۔ آئے وے اسکے پاس سے جو کچھ جواب دے
حضرت سے کہیو پہلے بہت بندگی مری ۔ پھر کہیو اب اترتی ہے شرمندگی مری
دو چار دن میں بھیجیگا کچھ گھر ہی آپ کے ۔ در پے نہ اتنے ہو جیے میرے ملاپ کے
تب سے وے بھائی جاتے ہیں ہر روز صبح و شام ۔ ابتک تو ملتوی ہے زمانے زوے کا کام
دن دیکھتے ہیں وعدے کے بھی ہیں بہت قریب ۔ پھر ترک شہر کیجیے گا کہہ کے یا نصیب
برسوں ہوئے ہو مہینوں کے وعدے ہوئے وعید ۔ سچ کہتے ہیں کہ کچھ نہیں ان لچھوں سے بعید

Marfat.com

واسوخت

میر تقی میر دہلوی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واسوخت

طرز اے رشک چمن اب تری کچھ تازی ہے
داغ رکھنے کو مرے اُن ہی سے گلبازی ہے
ساتھ غیروں کے مرے حق میں سخن سازی ہے
ہمدمی اُن سے انھیں سب سے ہم آوازی ہے
گوش کر میرے بھی شکوے کی طرف گل کے رنگ
رُکتے رُکتے روش غنچہ ہوا ہوں دل تنگ

ایک مدت ہوئی بدنامی و رسوائی ہے
صبح جیب دی ہے دعا گالی تری کھائی ہے
بیکسی بیدلی درویشی و تنہائی ہے
ابتدا سے مری ذلت تجھے خوش آئی ہے
خلق کیا کیا تری بیطوریوں سے کہتی نہیں
میں بھی ناچار ہوں اب منھ میں زباں رہتی نہیں

ملتفت حال پہ رہنا ہے مرے اب موقوف
اے فریبندہ سخن رابطے کے سب موقوف
التفات گردن کو کوئی ہو گئی تو شب موقوف
مہر و الطاف و عنایات و کرم سب موقوف
مہربانی سے کبھو کوئی کی ایدھر کی نگاہ
سو بھی اسطور کہ کیا جانیے کیدھر کی نگاہ

میں جو صحبت میں ہوں بیٹھا تو رُکے بولے ہو
آنکھیں ایدھر سے جو موندو ہو سو کم کھولو ہو

Marfat.com

نام لیتے ہو کراہت سے مرا جو لو ہو
لگ چلے غیر تو تابع اسی کے ہو لو ہو

روے حرف اسکی طرف چشم حمایت اودھر
ابرو اودھر کو جھکے لطف و عنایت اودھر

پیار تجھ کو نہ کیا کرتے اگر جانتے ہم
کاشکے تیری روش پہلے ہی پہچانتے ہم
جھوٹے جھوٹے ترے وعدے نہ کبھو مانتے ہم
جی میں اب ٹھانی ہے جو کچھ سو بھی ٹھانتے ہم

اسقدر تجھ سے نہ لگ چلتے نہ آتے اس راہ
تو بری ہوتا تو کرتے نہ تری اور نگاہ

یہ فریبندہ سخن گوش نہ کرتے ہرگز
خواہش کنج دہن دل پہ نہ دھرتے ہرگز
بے شب وصل دن اس طور نہ بھرتے ہرگز
لعل جاں بخش پہ یوں تیرے نہ مرتے ہرگز

اتفاقات سے ہو جاتی ملاقات تو خیر
دل تجرد یہ رکھا جب نہ کوئی یار نہ غیر

عشوہ و ناز و ادا سے کسو کو پھر کیا کام
جی نہ بیچین رہا کرتا نہ دل بے آرام
ہو گیا یوں تو کبھو ہو گیا آپس میں کلام
بے رخ و زلف رکن کاہے کو ہر صبح و شام

جنس اچھی تری پر گرمی بازار کہاں
سرگراں تو تو بہت ہو یہ خریدار کہاں

تجھسے بے مہر و وفا دل کا لگانا تھا غلط
آپ کو حرف غلط رنگ مٹانا تھا غلط
خط دے قاصد کو ترے اور چلانا تھا غلط
آتش غم سے مرے جی کا جلانا تھا غلط

اپنی نادانی نہ سمجھے کہ تو کیا نسخہ ہے
آدمی بھی کسو دانا کا لکھا نسخہ ہے

غم نہیں تجکو مری یاری وفاداری کا
نہ خیال آوے ہے بندے کی گرفتاری کا
طور چھوڑا نہ تنک تو نے ستمگاری کا
وہی عشوہ ہے شب و روز دل آزاری کا

پرسش حال کا بھی مجھ کو نہ ممنون رکھا
ہے یہ خاطر کہ حزیں دل کے تئیں خون رکھا

ترک اخلاص کیا سب سے تجھے پیار کیا
رحم دل پر نہ کیا جان کو آزار کیا
چاہ سے اپنی عبث تجھ کو خبردار کیا
کیا کیا ہم نے کہ اس معنی کا اظہار کیا

Marfat.com

جو کہ الفاظ نہ شایاں تھے سو تو کہنے لگا
وجہ بیوجہ تو رو پوش ہی اب رہنے لگا

آرسی کی کبھی صورت نہ دکھاتے تجھکو
دلربائی کے نہ انداز بتاتے تجھکو

طرز یہ سرمہ کشی کی نہ سجھاتے تجھ کو
کیوں بگڑتا تو جو ایسا نہ بناتے تجھ کو

مستی چشم سے ہوتی نہ اگر تجھ کو خبر
ایسی ہشیاری سے کرتا نہ تو ادھر کو نظر

اور مہ پارہ بھی اس شہر میں مشہور ہے اب
دیکھنا کچھ ہو اسی کا مجھے منظور ہے اب

اسکی محبوبی و خوبی ہی کا مذکور ہے اب
صرف اسیر کروں گا اپنا جو مقدور ہے اب

اس کنے ضد سے تری شام و سحر جاؤنگا
گھر سے جسدم اٹھونگا اسکے ہی گھر جاؤنگا

وہ بھی سن شور وفا مجھسے ملا چاہے ہے
کوئی دن راتوں کو مجھ پاس رہا چاہے ہے

مختلط لطف و عنایت سے ہوا چاہے ہے
کام دل لوں ہوں اسی سے جو خدا چاہے ہے

باؤ کا رخ تجھے بتلاؤں دم اس مہ کا بھروں
خط تری بندگی کا کاغذ باد اس کا کروں

میں بھی ناچار ہوں تا چند جفائیں یہ سہوں
یا اسی ماہ کنے جا رہوں گو اس میں نہ ہوں

قصد رکھتا ہوں کہ اس شہر میں ہرگز نہ رہوں
خوبیاں اور ترے حسن و سلوک اس سے کہوں

کیں ترا مہر مری دونوں ہیں اسپر معلوم
اسکے معلوم ہوئے روے دل و دھر معلوم

پھر تو جی کو میں کروں گا اسی مہ پر قرباں
بس بگولا سا ہوا تیرے لیے سرگرداں

راہ و منزل میں پھروں گا اسی کے دست افشاں
اس قدر مجکو دماغ اب ہے کہاں دل ہے کہاں

کہ رہوں بیخود و بیخواب شبوں کو روتا
کاش مشتاق ترے منھ کا نہ آتا ہوتا

اب تو جو کچھ ہو دل اس ساتھ لگا بیٹھوں گا
ہاتھ واسوختہ ہو تجھ سے لگا بیٹھوں گا

اسکے دروازے پہ درویش ہو جا بیٹھوں گا
آؤں گا بھی تو ترے پاس نہ آ بیٹھوں گا

دور سے ایک نظر کرکے چلا جاؤں گا

Marfat.com

سو بھی کتنے دنوں پھر کاہے کو میں آؤں گا

لاگ ہے جس سے نپٹ اُس سے رکھوں قیل و قال
ساری مجلس کے تئیں اُسکی کروں واقف حال

دلنشیں اُسکے کروں خوب طرح کہنہ مقال
بعد ازاں ترک کروں کھا کے قسم تیرا خیال

پھر کبھو وہم میں بھی گزرے نہ ملنا تیرا
جب نہ تب در پہ اُسی کے رہے ماتھا میرا

لگ چلوں اس سے صبا کی سی طرح شام و سحر
روئے گلرنگ سے اُسکے نہ اُٹھے میری نظر

اُسکے پاؤں تلے کی خاک کروں کحل بصر
چپکے اُسکے لب شیریں سے رہیں دیدۂ تر

درہمی حال کی اُس گیسوئے برہم سے رہے
جی کو بیٹھا تھی اُس تند کے چیم و خم سے رہے

ناز بیجا ترے دل پھر نہ اُٹھاوے ہرگز
طرز رفتار تری جی میں نہ آوے ہرگز

بات یہ تیری فریبندہ نہ بھاوے ہرگز
آنکھ خوبی کی طرف تیری نہ جاوے ہرگز

وہ جو ساوا ہے تو پرکار بھی ہو جاوے گا
اب جو بیگانہ سا ہے یار بھی ہو جاوے گا

فن معشوقی میں تیار کروں گا اُس کو
حسن سے اُسکے خبردار کروں گا اُس کو

شانہ و آئینہ سے یار کروں گا اُس کو
ضد سے میں تیری بہت پیار کرونگا اُس کو

فرش رہ دیدۂ نمناک کروں گا واں کے
پلکوں سے خار و خسک پاک کرونگا واں کے

ہو گیا مجھ سے جو ماتوس تو مرزا ہو گا
گھیر جامے کا نہ سو گز سے کم اُسکا ہو گا

پوشش تنگ کا مصروف مہیا ہو گا
لیٹے بندوں کا بر و دوش پہ گچھا ہو گا

چلتے دامن کے تئیں لگتی رہے گی ٹھوکر
ہو گا ہنگامہ اُدھر نکلے گا جیدھر ہو کر

کس و ناکس اُسی مہ پارے کا مفتوں ہو گا
رشک سے اُسکے ترا حال دگرگوں ہو گا

ایسی سج سے تو اُسے دیکھ کے محزوں ہو گا
دل نازک ترا دھڑکے گا جگر خوں ہو گا

شرم سے ہوگا نہ اک آنکھ اُٹھانا مشکل
بلکہ ہو جاویگا اس کوچے میں آنا مشکل

Marfat.com

طنز و تعریض و کنائے سے یہ تنگ آویگا
ربط و اخلاص میں ویسا نہ مجھے پاویگا

ناز کا طور فراموش ہی ہو جاوے گا
یہ سخن یاد رہے دل میں تو پچھتاوے گا

آشنا جتنے ہیں بیگانہ نکل جاویں گے
سر جھکائے اُسی کے اور چلے آویں گے

اب بھی گر سمجھے تو مجکو ہے وہی تجھسے پیار
وہی مخلص ہوں قدیمی وہی میں تیرا یار

چھیڑ کا ننگ نہیں تیری نہ گالی کا ہے عار
بندگی کیش وفا شیوہ و اخلاص شعار

چوٹ مجھ کو بھی تو غیروں کی ملاقات کی ہے
چھوڑ دے یہ تو تو پھر آزردگی کس بات کی ہے

جی نہ تڑپے گا مرا پھر نہ مری چھاتی جلے
شکوہ ناکی سے زباں منھ میں نہ زنہار ہلے

دل نہ سینے میں مرے شام و سحر کوئی ملے
آئے چلتے کہیں سے تو لئے لگ تیرے گلے

زور سے بازو پہ اپنے ترے سر کو رکھا
دست گستاخ پہ لے تیری کمر کو رکھا

بس ہوس کیشوں سے مل مل کے تو بدنام ہوا
کاسہ لیسوں کے سگے مرتکب خام ہوا

بسکہ راتوں کو رہا شہرۂ ایام ہوا
شوخ و شلتاق و بد وضع و مے آشام ہوا

دور پر میرے معیشت کوئی دن اچھی ہے
ایسے بدکار سے صحبت کوئی دن اچھی ہے

آ اگر غیر کے ملنے کی قسم کھاتا ہے
ذوق ویسا ہی ہے اُسکا تو اُسے بھاتا ہے

میر بھی حرف درشتانہ سے شرماتا ہے
دل کی واسوز سے منھ پر یہ سخن لاتا ہے

ورنہ مشتاق ہے سوجی سے جگر خستہ ترا
کشتہ و مردہ ترا رفتہ و دل بستہ ترا

Marfat.com

مسدس دیگر

سچ کہو شہر میں صحرا میں کہاں رہتے ہو ۔ یاں بہت رہتے ہو خوش باش تو واں رہتے ہو
ان دنوں یاروں کی آنکھوں سے نہاں رہتے ہو ۔ خوش رہو میر مری جان جہاں رہتے ہو
اک طرف بیٹھے ہوئے ہم بھی لہو پیتے ہیں
عشق کی جان کو دیتے ہیں دعا جیتے ہیں

دل خوشی ہوتا نہیں سبزے سے یا سنبل سے ۔ یعنی اب عشق نہیں مجھ کو خط کاکل سے
ہمنشیں داغ کھلے دل پہ مرے سب گل سے ۔ آ چمن زار میں گل بازی کروں بلبل سے
شاخ گل پر تو وہ ہوا و رلب جو پر میں
داغ کو دل پہ وہ لے گل کے تئیں رو پر میں

ہے زمیں خشک مرے دیدۂ تر سے نایاب ۔ شہر و کہسار و بیابان سبھی ہیں شاداب
ہر طرف اشک سے میرے ہیں رواں صد سیلاب ۔ کام کرتی ہے جہاں تک کہ نظر آب ہے آب
ہے عبث جیتے جی میر سے تجھے بارش کا خیال
میں تو روتا ہوں ترے غم میں علی قدر حال

ریزے الماس کے ہیں مشت نمک تسکی کو ۔ کسکو یہ سارے ہم پہونچے ہیں انسے دل تو
لذت درد سے مقدور ہو جب تک کر خو ۔ دیکھو زنہار نہ دے مرہم بد رو کو رو
ننگ و ناموس کو مجروحوں کی رکھ مد نظر
منھ بھرائی میں مری جان لے لے زخم نظر

مدتیں گزریں کہ اے شوخ یہ خواری ہے مجھے ۔ تجھ سے بیرحم ستمگار سے یاری ہے مجھے
روز و شب درد و غم و نالہ و زاری ہے مجھے ۔ بلکہ ہر روز کی شب ہجر میں بھاری ہے مجھے
اہل دل جان سے رکھتا ہے تجھے عشق پہ تنگ
کاشکے دل کے عوض کوئی ملا ہوتا سنگ

عاقبت کا نظر آیا نہ یک آثار ہمیں ۔ دل کی بیتابی نے ہر چند رکھا خوار ہمیں
حیف صد حیف میسر نہ ہوا یار ہمیں ۔ تیرے کوچے میں کہیں سایہ دیوار ہمیں
تا کہ واں نالہ و فریاد کیا کرتے ہم

Marfat.com

اک طرف بیٹھ تجھے یاد کیا کرتے ہیں

کب تلک ہاتھ سے خوباں جفاکاری دیں
تم کبھو کب تئیں یہ داد وفاداری دیں
اس وفاداری کے بدلے یہ ہمیں خواری دیں
عشق بے جرم جو کچھ ہو تو گنہگاری دیں
قصد فریاد ہے گر یار نہ انصاف کریں
پھر نئے گو کسنے کدورت سے ہمیں صاف کریں

مت برس خاک پہ عشاق کی ہم کیا کم تھے
موج سیلاب پہ آنسو کے گئے عالم تھے
حرف دیرینہ ہے یہ دیدے ہمارے نم تھے
یعنی اے ابر کسی عہد میں ہم بھی ہم تھے
عزم کر رونے کا آبادی سے گر اٹھتے تھے
بیٹھ کر دشت میں طوفان ہی کر اُٹھتے تھے

کون تھا یاں کہ تجھے دیکھ ندامت رکھے
میر صد سال خدا تجھکو سلامت رکھے
یا مرے سر پہ نصیحت سے قیامت رکھے
تو نہ ہووے تو مجھے کوئی کرکے ملامت رکھے
ورنہ اب تک تو مری خاک بھی ہو جاتی ہوا
لیگئی ہوتی تبرک کی طرح باد صبا

مسدس بطرز واسوخت

یاد ایام کہ خوبی سے خبر تجھکو نہ تھی
فکر آرائشگی شام و سحر تجھ کو نہ تھی
سُرمہ و آئینہ کی اور نظر تجھ کو نہ تھی
زلفِ آشفتہ کی سُدھ دو دو پہر تجھ کو نہ تھی
شانہ تھا نابلدِ کوچۂ گیسو تیرا
آئینہ کاہے کو تھا حیرتی رو تیرا

آگہی حسن سے اپنے تجھے زنہار نہ تھی
پاؤں بیڈول نہ پڑتا تھا یہ رفتار نہ تھی
اپنی مستی سے تری آنکھ خبردار نہ تھی
ہر دم اس طور کمر میں ترے تلوار نہ تھی
خون یوں کاہے کو کوچے میں ترے ہوتے تھے
دل زدے کب تری دیواروں تلے روتے تھے

خواہش دل کی ملا کرتی تھی ہر ساعت داد
مطلقاً تجھ سے نہ مربوط تھے ارباب عناد
طبع میں تیرے تصرف تھا ہمیں حد سے زیاد
کاہیکو رہتے تھے کوچے میں ترے شور و فساد

Marfat.com

طور پر اپنے ترے پاس ہم آجاتے تھے
حسب خواہش تجھے ہر شام و سحر پاتے تھے

بند جامے کا جو وا ہوتا تھا وا رہتا تھا
تھوڑی رنجش میں گلے ہی سے لگا رہتا تھا

بے تکلف مرے گھر رات کو آ رہتا تھا
ٹک جدا رہتے تو دیر آنکھ ملا رہتا تھا

اسقدر قدر نہ تھی اپنی تری آنکھوں میں
لعب و بازی میں بھی رہتا تھا مری آنکھوں میں

آستینوں میں نہ تھے چاک نہ زہ دامن میں
یہ طرح کب تھی دوپٹے کے تلے چتون میں

تجھے کاہے کے تئیں لگتے تھے پیراہن میں
پھرتے کس روز تھے یوں کپڑے پہن آنگن میں

بند ہلتے ہوئے ہر دم نہ کھڑے رہتے تھے
پیچ پگڑی کے گلے میں نہ پڑے رہتے تھے

کس دن اتنا تھا پراگندگی مو کا خیال
لعل جاں بخش نہ رہتے تھے کبھو اتنے لال

دو دو دن چہرے پہ بکھرے ہی رہا کرتے تھے بال
خوبی خندہ نہ لوگوں کی جیوں کی تھی وبال

پان سے شوق نہ تھا کیسا مسی کا مذکور
غصے ہو جاتے تھے سن ایسی کسی کا مذکور

تنگ پوشی سے نہ محظوظ تمھیں پاتے تھے
مسکی چولی سے نہ تم در پہ کبھو آتے تھے

تنگ جامے جو سیئے جاتے تو گھبراتے تھے
لپٹے دامن سے اُلٹ گھڑی میں پھر جاتے تھے

تو اب گھنی چھٹی مونڈھے چھپے رہتے ہیں
ہر اندر ہو کہیں بند کسے رہتے ہیں

شوق زینت سے نہ تھا ربط نہ رعنائی سے
اتو سو بار کمر بندھتی ہے اکلائی سے

دل نہ آتنا تھا لگا خوبی مرزائی سے
دیکھتے رہتے ہو ترکیب ہے خود رائی سے

روسیہ آئینہ سے تم کو فراغت ہی نہیں
سرمۂ تیرہ دردل سے کہیں فرصت ہی نہیں

شانہ اب ہاتھ میں ہے زلف بنا کرتی ہے
پاس سرمے کی سلائی بھی رہا کرتی ہے

مسی دانتوں میں کئی بار لگا کرتی ہے
آنکھ رعنائی یہ اپنی ہی پڑا کرتی ہے

جان آنکھوں میں کسی کی ہو نظر تم کو نہیں

Marfat.com

غش کرے کوئی ستمدیدہ خبر تم کو نہیں

کب گلی کوچوں میں پھرتے تھے لیے تم تلوار
ساتھ خونخوار نہ پھرتے تھے نہ تم تھے خونخوار
پرتلا کاہیکو رہتا تھا گلے کا یوں ہار
دم میں ناحق کبھو یوں جان نہ رکھتے تھے مار
مایۂ فتنہ و پرخاش ہوئے ہو اب تو
شوخ و شلتاق و اوباش ہوئے ہو اب تو

پیشتر ہم سے کوئی تیرا طلبگار نہ تھا
جنس اچھی تھی تری لیک خریدار نہ تھا
ایک بھی نرگس بیمار کا بیمار نہ تھا
ہم سوا کوئی ترا رونق بازار نہ تھا
کتنے سودائی جو تھے دل نہ لگا سکتے تھے
آنکھیں یوں موند کے وے جی نہ چلا سکتے تھے

یا تو ہم ہی تھے کہ اب ہم سے نہیں کچھ یاری
بار خاطر رہے اب ہم کو بھی ہے بیزاری
مفت برباد گئی عزت و حرمت ساری
یعنی اس شہر سے اُٹھ جانے کی ہے تیاری
رتبۂ غیر نہیں آنکھوں سے دیکھا جاتا
طاقت اب یہ دل بیتاب نہیں ٹک لاتا

کوئی نادیدہ محب سادہ لگا لینگے ہم
بوس آغوش کا آمادہ لگا لینگے ہم
سادہ نامرتکب بادہ لگا لیں گے ہم
بند خودرائی سے آزادہ لگا لیں گے ہم
اُس کو آغوش تمنا میں اب اپنی لینگے
اُس سے داد دل ناکام سب اپنی لینگے

اُسکی کھینچیں گے علی الرغم ترے مرزائی
مجلسوں میں اُسے لادیں گے بصد زیبائی
اُسکو سکھلائیں گے طرز و روش رعنائی
صحبت اے دشمن جاں اُس سے اگر بر آئی
تو تجھے دیکھیو کس طور کڑھاتے ہیں ہم
چھیڑیں کیا رکھتے ہیں کس ڈھب سے ستاتے ہیں ہم

چہرے کو اُسکے کر آراستہ دلخواہ کریں
راہ خوبی کی بتا کر اُسے گمراہ کریں
آ رہی اُسکو دکھا حسن سے آگاہ کریں
تو سہی ضد سے تری ایسا ہی شتاہ کریں
کہ تجھے مشدھ نہ رہے خوبی و رعنائی کی
دھجیاں لے تری اس جامۂ زیبائی کی

Marfat.com

دست افشاں ہو تو عزت تری اب ہاتھ سے جائے
مار ٹھوکر جیسے دامن کو تو تو سر نہ ہلائے
چشم کھولوں کو دکھلائے تو تو آنکھ چھپائے
جسطرف اُسکا گزر ہووے تو اودھر کو نہ جائے
چھیڑے گالی دے اشارت کرے چشمک مارے
عشوہ و غمزہ و انداز بھلادے سارے

زندگانی ہو تجھے ہاتھ سے اُسکے دشوار
پہونچیں ہر آن میں اُن سے تجھے سو سو آزار
کوئی دن تو بھی پھرے جان سے اپنی بیزار
طنز و تعریض کنائے کی رہی اک بوچھار
جا کے ٹک سامنے اُسکے تو بہت ترساوے
غرق شرم میں ڈوبا ہوا سب گھر آوے

دل واسوختہ کو اپنے لیے جاتے ہیں
اپنی جاگیروں کو ناچار دیے جاتے ہیں
غصے سے خونِ جگر اپنا پیے جاتے ہیں
ایسے یوں جاتے نہیں عہد کیے جاتے ہیں
آوے گا تو بھی منانے کو نہ آوینگے ہم
جان سے جاوینگے یہاں سے نہ جاوینگے ہم

بازگشت ابکی کسو طرح نہیں ہے منظور
جا نا ٹھانا تو پھر آنے کا یہاں کیا مذکور
گو کہ در پیش ہمیں آوے رہِ دور و دراز
جی سے اپنے بھی گزر جائیے پر تا مقدور
منھ ادھر کریے نہ جس جا سے بنے اُٹھ جانا
قدر کھو دیوے ہے ہر بار کا آنا جانا

میر اعراض بھی لوگوں نے کیا ہی آگے
خلقِ عالم سے کنارہ بھی کیا ہے آگے
دل کے واسوز سے لوہو بھی پیا ہے آگے
عزت و دولت بھی برباد دیا ہے آگے
پر کنھوں نے نہیں اس ڈھب سے زباں بازی کی
یہ بھی ظالم ہے کوئی طرزِ سخن سازی کی

Marfat.com

مسدّس بطرز واسوخت

ایک دن وے تھے کہ تم کو نہ قریب آتے تھے
دو گھڑی کا ہے کو مجلس میں جگہ پاتے تھے
آدنی سونی بھی مرے آگے اُٹھا جاتے تھے
چھوتے تھے پانوں تو پھر سر میں وہیں کھاتے تھے
یہ تو اب شام و سحر پاس لگے رہتے ہیں
کرکے سرگوشی جو کچھ چاہتے ہیں کہتے ہیں

تمکو بھی آٹھ پہر حرف و حکایت اُن سے
شکر اُن کا ہے جو ہے بھی تو شکایت اُن سے
بازو جانو ہوا نھیں چشم حمایت اُن سے
ہر طرح کوئی چلی جاہے رعایت اُن سے
ہاتھ کاندھے پہ کبھو دیکھ کے تکڑے ہوتے ہو
کبھی منّت کرو ہو ٹک جو کڑے ہوتے ہو

پاس ان کا ہے تمھیں خاطر انھیں کی منظور
ان سے اک دن میں کئی بار ملاقات ضرور
ان سے ملنے میں نہیں کرتے کسی طور قصور
ان سے لگ بیٹھتے ہو بھاگتے ہو ہم سے دور
جن کا شیوہ ہے حرمزدگی انھیں سے صحبت
بندگی کیشوں سے پرخاش خدا کی قدرت

وے جو آزردہ ہوں ٹک بھی تو منانے جاؤ
الغرض کرکے اودھر سو سو بہانے جاؤ
ٹک کر بیٹھ رہیں گھر تو بلانے جاؤ
اُن کو دریا پہ جو سن پاؤ نہانے جاؤ
ہم اگر خاک ملیں منھ پہ نہ بولو چالو
ہم اگر بولو ہو لگیں رونے تو ہنس کر ٹالو

ان سے آزار دہی کی مری کنکایش ہے
ان کی دلجوئی ہے یا چہرہ کی آرایش ہے
ہر دم اُن سے مری خونریزی کی فرمایش ہے
فارغ ان دونوں سے ہو بے ہو تو آسایش ہے
دو دو دن مستِ مے ناب پڑے سوتے ہو
رہتے ہو بے مزہ بیدار اگر ہوتے ہو

خوبی رعنائی سے کم تجکو بہت فرصت ہو
چہرہ آرائی شب و روز ہے یہ صورت ہے
اپنی ترکیب بنانے سے کہاں مہلت ہے
شانہ و زلف گتھی رہتی ہیں یہ صحبت ہے
سرمے سے آنکھ اُٹھا دے تو مرا رو دیکھے

Marfat.com

آرسی چھوڑے تجھے ٹک تو ادھر دیکھے تو

محو کس روز تجھے پاتے تھے رعنائی کا
کب کب آنچل رہے تھا اٹھتی کلائی کا

ذوق رہتا تھا تجھے کاہیکو خودرائی کا
آشنا دل بستہ نہ تھا جامۂ زیبائی کا

سرخ سنجاف نہ تکتی تھی نہ ہوتے تھے چاک
خون سے عشق کے ماروں کے نہ دامن تھا پاک

ایسے اوباشوں کی تقلید میں سب ہی آٹھ رو
پاٹ دامن کے نہ ہوتے تھے ترے ساڑھے نو

تنگ چولی کے نہ رہتا تھا کبھی اپنا گرو
اب تو ہے تہ جو ڈھیلی ہو کمر ایک بھی جو

درزی کا نیا ہی کرے ٹھیک جبتک ہی لے
کاٹ سے ناکے ہیں سوئی کے کرے ٹانکے ڈھیلے

خط بھی آیا پہ مری تیری صفائی نہ ہوئی
اپنی سج دیکھنے سے تجکو رہائی نہ ہوئی

کس گھڑی آن کے بیٹھے کہ لڑائی نہ ہوئی
آگ بلا چی کی ہوئی تنگ قبائی نہ ہوئی

رک گئے دیکھتے دس جا سے کئے مونڈھے جیسے
چولی مسکی ہوئی سب بہریوں میں ہو نیچے بخیے

بند لینے نہ کبھو اتنے سیے جاتے تھے
زہ سراسر نہ گریبان میں لگواتے تھے

شانے پر ڈالے ہوئے تجھ سے کب آتے تھے
گھیر دامن کا بہت ہوتا تو گھبراتے تھے

اب تو پوشاک ہے کچھ تازہ نکالی تم نے
طرح داری کی طرح اور ہی ڈالی تم نے

کن دنوں ساتھ کئی یار رکھا کرتے تھے
کس گھڑی ہاتھ میں تلوار رکھا کرتے تھے

کن شبوں غیر سے یہ پیار رکھا کرتے تھے
کسکو یوں میری طرح مار رکھا کرتے تھے

میان سے اب تو لیے آٹھ پہر رہتے ہو
گھر سے جب نکلو ہو تب خون ہی کر رہتے ہو

بال واں سنوریں ترے یاں تجھے جی جنجال
ہو جگر داغ مرا منھ پہ بنے تیرے خال

میں ملوں خاک میں منظور تجھے اپنی خیال
مہندی پاؤں سے لگے گھل کے رہوں میں پامال

سرمہ آنکھوں میں جگہ تیری کرے شام و سحر
مطلق احوال مرا تجھکو نہ ہو مد نظر

Marfat.com

تھیں فریب اگلی نگاہیں وہ تمھاری بارے
شوق کے ہاتھ شب و روز مرے دن ہارے

دامن و جیب پھٹے یاد ہیں ان کی سارے
چھاتیاں کوٹتے ہی کوٹتے آخر ہارے

روئے اتنا کہ جگر میں نہ رہی لوہو کی بوند
اب سماں وہ ہے کہ دیکھو گے میاں آنکھیں موند

تنگ اب حد سے زیادہ ہوئے ہیں یاد رہے
کب تک اس طور کوئی اے ستم ایجاد رہے

بس بہت ہی ترے اطوار سے ناشاد رہے
دن کو بیداد رہے رات کو فریاد رہے

ہے قریب اب کہ ترے کوچے سے اٹھ کر جاویں
بے حمیت ہی ہمیں کہیو اگر پھر آویں

اک طرف مر رہیے گے جا کے بھلا کیا کریئے
سر گریباں میں یوں ڈال رہا کیا کریئے

ہر زماں ہر کسو سے حال کہا کیا کریئے
میر کے طور ترا شکوہ لکھا کیا کریئے

جی نہ نکلا اگر اس میں تو کڑھا کریے گا
مرثیہ اپنا کہیں بیٹھے کہا کریے گا

Marfat.com

مثنویات شکار نامہ

میر تقی میر دہلوی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شکار نامۂ اوّل

چلا آصف الدولہ بہرِ شکار / نہادِ بیاباں سے اُٹھا غبار
روانہ ہوئی فوج دریا کے رنگ / لگا کانپنے ڈر سے شیر و پلنگ
طیور آشیانوں سے جانے لگے / وحوش اپنی جانیں چھپانے لگے
سُن آوازِ شیرانِ نر ڈر گئے / پلنگ و نمر خوف سے مر گئے
جہاں بر آیا نظر صید تھا / بیاباں اُسی بہن سے قید تھا
گئے مست ہاتھی مکانوں کو چھوڑ / دیے پنجۂ شیر نلیوں سے توڑ
نہ دیکھا نہ ہم نے سُنا یہ شکار / کہ بکری سا ہاتھی کو لیتے ہیں مار
پلنگانِ صحرا کے دل خوں گئے / نہنگانِ دریا ہوئے مرجیے
کہاں سہل مارے گئے نرہ شیر / لگے بکریوں کو پکڑتے بھی دیر
ہوئے لشکری جبکہ سرگرمِ گشت / مقید ہوئے مست فیلانِ دشت
گئے جانور دشت خالی رہے / بیاباں جھاڑے گئے تو سہے
عجب تر ہے یہ صید کرنے کا ڈھنگ / کہ چو رنگ ہاتھی ہوئے بید رنگ
نہ چیتل نہ پاڑھا نہ ارنا نہ شیر / ہوئے گولیاں کھا کے یک لخت ڈھیر
درندوں کا پیدا نہ نام و نشاں / نہ شیرِ ژیان و نہ پیلِ دماں
سبھو فیلِ دشتی نہ جکڑے گئے / نہ یوں بھیڑ بکری سے پکڑے گئے

Marfat.com

سنا جس طرف فیل وحشی کا میل — رواں فوج اُدھر کو ہوئی سیل سیل
اگر ٹک بھی اٹکا تو مارا گیا — پڑے سیکڑوں پھاند چارا گیا
وگر سرکشی سے کی استادگی — تو پیش آئی اک طرفہ افتادگی
پہاڑ ایک ہاتھی مقابل ہوا — بزورِ آمد و شد کا حائل ہوا
جٹے دونوں وے دیو میدان میں — اُٹھا شور محشر بیابان میں
جہاں دونوں فیلوں کی تھی سرزنی — شترمرغ سے واں نہ ہو پرزنی
جو اس مار کھانے پہ اکڑا رہا — کئی روز رسوں سے جکڑا رہا
رہے کس طرح پھٹ گیا تھا جگر — موا دو پہر میں لہو موت کر
مگر سرکشی سے نہ اپنی ہٹا — نہ میدان میں ٹک دبا ٹک گھٹا
اشارہ ہوا اُس کے پہ جو رنگ کا — سبھوں کو ارادہ ہوا جنگ کا
برسنے لگا مینھ تیروں کا زور — ہوا فیلِ باراں کا جنگل میں شور
لگی پڑنے بجلی سی تیغ سیاہ — پریشان ہو جیسے ابرِ سیاہ
نہایت وہ ہاتھی ہوا لخت لخت — گرا یوں کہ جیوں پارۂ کوہ سخت
رکھا لاکے لشکر میں اثنائے راہ — سر اُس کا کٹا جیسے بُرجِ سیاہ
رہے کہتے اس دن عجب سب یہ — سرِ فیل ہے یا سرِ شب ہے یہ
اگر دیو ہیں سرگرانی کے ساتھ — نہ اس تیرگی و کلانی کے ساتھ
وہاں خشمگیں جیسے آتش یہ تھا — مگر فیل سر دیو سرکش یہ تھا
گوزن اور ہرنوں کی کیا دیجے شرح — گئے شیر مارے سو کتوں کی طرح
گیا دشت در دشت شور شکار — ہوئے گرگ آہو کے اوپر سوار
ہرن جھکتیوں میں رہے گھومتے — تھپے فیل بیلوں ہی میں جھومتے
برابر رہے گور و شیرِ ژیاں — برابر تھا دونوں کو وسواس جاں
گئے پیشتر چھوڑ نخچیر گہ — شغالوں کی روباہ بازی تھی یہ
اس اوقات سے جو کہ بیہوش تھے — بھیرو منہ نجا گہ خرگوش تھے
اگر ریچھ نکلا تو تھا سو بسو — بہت مضطرب تھا وہ آشفتہ مو
قلندر سپاہی سے بے جاں ہوئے — لیے اسکو سر در گریباں ہوئے

Marfat.com

خلعت آب گوں تیغ کا پھر ہوا
موے اس طرح حضرت بوحمید
گرے پشت سوئے فلک خاک پر
گئے لادنے فیل پر لشکری
کروں صید ماہی کا کیا میں بیاں
پڑے سیکڑوں دام تالاب میں
نہ تیتر نہ طاؤس صحرا کے بیچ
رہے گوشت ہی پکتے ہر صبح و شام
ہوا حائل راہ بحر عمیق
قریب آ کے اُتری یہ خائف تھی فوج
مہیب اور آلودۂ خاک آب
غضب لجہ خیزی بلا جوش پر
چلے بس تو کچھ کوئی چارہ کرے
تردد میں ہر اک کہ ہوں کیونکہ پار
رواں آب ایسی روانی کے ساتھ
لگے پانوں چلنے جہاں شور تھا
تامل سے اقبال نواب دیکھ
پھر اُس پار جا کر اشارہ کیا
شبا شب اُترنے لگے لشکری
وہ سوتا جگاتا تھا جس کا خطر
نشہ اُسکے سر سے اتر سا گیا
کچھ اک ناویں لے کچھ شجر کاٹ کر
اُترنے لگا لشکر بیکراں
سلامت ہوا پار سب اژدہام
شکار اُس کنارے بھی تھا بیشتر

کہیں پانوں اس کے کہیں سر ہوا
کہ جوں ہوتے ہیں گے بڑے سے پلید
اک انبوہ تھا جسم ناپاک پر
یہی ذات تھی لائق برتری
کہ فیلوں پہ تھے تودہ تودہ رواں
نہ چھوٹی تنک خاک اُس آب میں
نہ ماہی نہ مرغابی دریا کے بیچ
جواں کھا گئے مرغ و ماہی تمام
کہ ہو وہم ساحل پہ جسکے غریق
کہ بیڈول اُٹھتی تھی ہر ایک موج
بعینہ پھٹی آنکھ تھا ہر حباب
تلاطم قیامت لیے دوش پر
مگر دیکھ ہی کر کنارہ کرے
کنارے پہ سرگشتہ گرداب وار
کہ جوں زندگی ہو جوانی کے ساتھ
کہ کم آب میں بھی بڑا زور تھا
توقف کیا پہلے تو آب دیکھ
کہ لشکر نے وہ ہیں گزارا کیا
نہ جوش آب کا وہ نہ ویسی تری
اُٹھا شور سے فوج کے چونک کر
چڑھائی سے لشکر کے ڈرسا گیا
شتابی سے دریا کے تئیں پاٹ کر
کراں تا کراں تھی یہ محشر عیاں
رہے دنگ خضر علیہ السلام
ہوے صیدیاں کے جگر ریش تم

Marfat.com

گئے ارنے مارے سو مانند فیل
ہوا خون جنگل میں ان کا سبیل

رہے گورِ راتوں کے تئیں جاگتے
گئے بر کو سوں تلک بھاگتے

پکڑ لائے چیتے گوزن اور گور
عصا سے چلے راہ یاں مار و مور

بہت ہم نے دیکھے وزیر و شہاں
شکار ایسے دستور سے تھا کہاں

نمکخوار مجھ سے تو ہیں گے ہزار
یہ میرا بھی ہونا ہے یہاں یادگار

غرض میرؔ تا دورِ چرخِ بلند
رہے آصف الدولہ اقبال مند

کرے اُس کا اقبال ہر لحظہ کام
شکار اُسکے دشمن رہیں صبح و شام

غزل میرؔ کوئی کہا چاہیے
ٹک اس بھی زمیں پر رہا چاہیے

غزل

ہم وحشیوں پہ کچھ ہو کا ہے کو یار ہے تو
اے ترکِ صید پیشہ کس کا شکار ہے تو

پہونچی قریب شاید نخچیرگاہ اُس کی
جوں صیدِ خوں گرفتہ دل بیقرار ہے تو

دل تجھ تلک رسائی مشکل ہے چشمِ تر سے
عسر العبور کیسے دریا کے پار رہنے تو

شہری ہیں اُسکی آنکھیں کیا تجھ کو ان سے نسبت
اے آہوئے بیاباں اچھا گنوار ہے تو

کیا صبح جلوہ گر ہو خوبی کے آگے تیری
اے گل دمِ تبسم باغ و بہار ہے تو

یہاں دو قدم بھی چلنا بن سر دیئے نہ ہوئے
اے راہِ عشق کتنی مشکل گزار ہے تو

لیتا ہے تجھ سے عبرت جو کوئی دیکھتا ہے
کیا میرؔ اس گلی میں بے اعتبار ہے تو

باز قدم رنجہ فرمودن آصف الدولہ بہادر روزِ دیگر برائے شکار

چلا پھر بھی نواب گردوں شکار
اسد باد کے گھوڑے پر ہو سوار

روانہ ہوئی فوج دریا مثال
نہنگوں کی اب کھینچی جاویگی کھال

گیا شور تا آسمانِ بریں
ہوئی گرد افواج گردوں قریں

زمیں ہوگئی جائے خوف و خطر
فلک کو لگے دیکھنے شیر نر

چڑھا بسکہ دریائے فوج گراں
اُتر ہاتھیوں کی گئیں مستیاں

Marfat.com

دبی چپ لگا چلنے بھیڑوں کی چال — پریشاں ہے گرگ بغل زن کا حال
پلنگوں نے کہسار سے راہ لی — نہنگوں نے دریا کی جا تھاہ لی
بچیرے جو تھے دام سے چھا گئے — کشف نیچے ڈھاؤں کے گھبرا گئے
درندے پرندے چرندے چھپے — گزندوں کے مُنہ گرد نیچے ڈھپے
تلف جانور ہیں جہاں کے تہاں — گوزن اور گور اور آہو کہاں
رہے گور یک شاخ و یک سو غزال — تزلزل میں ہیں کیا شجر کیا نہال
شغال اور روباہ و خرگوش سے — نہیں بحث کچھ یہ ہیں بیہوش سے
کوئی شور سُن سُن کے گھبرائے ہے — کوئی کان ڈالے چلا جائے ہے
کوئی ڈھونڈھتا ہے بیاباں میں جھاڑ — کوئی چاہے ہے پھاند جاؤں پہاڑ
کہ شاید یہ اودھر نہ ہو کل مکل — کوئی دن جیے اس بلا سے نکل
پھرے مضطرب ہو کے شیر عریں — کہ بیشوں میں تھے یا کماں یا کمیں
نکلتا ہے گفتار پر بے حواس — ہزبر جگر خوار سب ہیں اداس
گیا کام ڈرتے گئے پھٹ جگر — بن آئی ہی مر مر رہیں ہیں نمر
اگر خرس تھا مفتر و بد معاش — لگا موش خانے کی کرنے تلاش
وگر ببر ہے بیش و بس ہے نگاہ — نہیں سوجھتی بچو اسی سے راہ
مبادا شکاری سگانِ رکاب — گریں آ کے مجھ تک بھی پہنچیں شتاب
ہوا آب زہرہ وہ شیری گئی — جگر ڈر سے ہے خوں دلیری گئی
ہوئی صید بندی کی جنگل میں دھوم — گرے فیل جیسے گھٹا آوے جھوم
بیاباں میں چھایا ہے کیا ابر مرگ — برستی ہے گولی بسانِ تگرگ
لڑائی نہیں ہوں جو مصروف جنگ — اُڑیں رنگیں اُڑتے دشمن کے رنگ
جو آتا ہے پلٹن کو کچھ ولولہ — چلے ہے کوئی توپ سے زلزلہ
اگر جائے بھی اس کی کوہ گران — گیا شیر بچنے بھی جا گہ سے یہاں
نہ دل مرد ہے برد گرم شتاب — دلِ شیر برفی بھی ڈر سے ہے آب
نہ رنجک کے اُڑنے کا اچھا ہے طور — ہوا آن ہی میں زمانہ کچھ اور
ہوئی گرم آتش زنی سے ہوا — رکھا آب میں جا کے لک لک نے پا

Marfat.com

محیط آبگیروں کے تھے مرد کار
موئے ناک الحزن چندیں ہزار

بہت دام پانی کی جانب جھکے
کھڑے رہ گئے رود کیا کیا اڑ کے

ٹھٹک سونس گھڑیال رہ رہ گئے
مگر مچھ نہ جانے کدھر بہ گئے

نہ قشقل نہ سلی نہ سرخاب ہے
تمام ان کے لوہو سے سرخ آب ہے

عجب روغن قاز مٹتے تھے یار
کہ قازوں کو لیتے ہوا میں سے مار

منگاتے تھے بطخ کی چربی ظریف
سو وہ چربی اب پھینکدیں ہیں حریف

ہوئے کتنے اقسام ماہی شکار
نہ آوے قسم کھائے بن اعتبار

مگر مرگ ماہی تھی جالوں کے بیچ
کہ یوں مچھلیاں سب نکالیں ایچ

نہ ارنب ہے جنگل میں نے سیہ مار
کوئی بدوی کیا کھاوے پروردگار

کلنگوں کی اُلٹی گئی صف کی صف
ہوئے بیچ میں قرقرے بھی تلف

نہ جنبش سے گئے سبزہ کھا کھا کے چیت
بٹیرے ویسے ہی آئے کھیتوں میں کھیت

بٹیر اور تیتر کا ہے کیا شمار
کہ باز آگئے جرے کرتے شکار

ہوا زرد سبزک بہت دل میں ڈر
نمد مو ہوا گرد سے شانہ سر

خطرناک تھا دشت کیا کہیے مور
دبا یوں پھرے جیسے دبتا ہے چور

نہ پاڑھا نہ نیلا نہ چیتل کوئی
بنوں میں جو دوں تھی گیا جل کوئی

کوئی میر صاحب غزل یاں کہو
پر ایسی کہ ویسی کسی سے نہ ہو

غزل

کیا کشت و خوں پہ اندنوں میلان یار ہے
ہر جائے پوچھتا ہے کہ یاں کچھ شکار ہے

جاتا ہے اس کشندے کی جانب چلا ہوا
صید اجل رسیدہ ہے دل بیقرار ہے

آنکھیں جو میری باز ہیں جوں صید بسملی
اس ترک صید بند کا یہ انتظار ہے

عزت جو اس گلی میں ہے اتنی نہ پوچھیے
جب جائیے تو خشم ہے گالی ہے مار ہے

جانیں چلی گئیں ہیں بہت قتلگاہ سے
تو رہ کے جا کہ راہ ابھی پر غبار ہے

ہے زلف دردسے یار سے ہر لحظہ بحث یاں
یہ وجہ ہے کہ شعر مرا پیچدار ہے

کم اختلاطی کا ہے گلہ یار سے عبث
کس کشتۂ وفا سے بہت اسکو پیار ہے

Marfat.com

گل گل شگفتگی ہے ترے چہرے سے عیاں
کچھ آج میری جان قیامت بہار ہے

کیا میر تم کو گریۂ شب سے ہے گفتگو
طوفان میری پلکوں کا سر در کنار ہے

نشیب و فراز بیاباں کو سن
جو ذی ہوش ہیں دے تو سوتے ہیں سن

چڑھو آسماں پر جو آوے چڑھاؤ
پھر اترو تو تحت الثریٰ ہی کو جاؤ

جو اس میں کہیں ہووے لغزش تو خیر
کہ در پیش ہے اور عالم کی سیر

زمیں ضیق ازبس ہوئی یک بیک
نہ پھیلا سکے پانوں گز یا انگنک

لمبے پر سے پر تھے ہوا میں کلنگ
کہ چلنے لگے یاں سے تیر و تفنگ

قیامت تھی آفت تھی ہر ایک چوٹ
لگے جسکے پھر تھا وہیں لوٹ پوٹ

ہوئے خون اس جمع کے بید رنگ
ہوا کا ہوا اور اک دم میں رنگ

نہ پر تھا نہ پر زا نہ بازو نہ پا
کنھوں نے بھی پوچھا نہ یوں تھا یہ کیا

تذروی کو دیکھا نہ پایا کبود
نکالا ہے لوگوں نے پانی سے دود

سیہ کی بلا ترک تازی رہی
نہ سارس کی وہ سرفرازی رہی

کماندار مردم سے چارہ گیا
کسو کھیت پر مفت مارا گیا

نہ جو فیل دشتی کی مستی گئی
وہیں مٹ گیا اس کی ہستی گئی

سنانوں کی نوکوں پہ پھر بٹ گیا
وہ کوہ گراں سنگ سب چھٹ گیا

بہت جانور چھوڑ آگھر گئے
لگی دوں بہت جل گئے مر گئے

اگر بن ہے گویا نیا ہے اسے
کرے قصد واں کا تو کیونکر کسے

مگر زور سے کچھ نکلتا ہے کام
بہت رنج کھینچے سے چلتا ہے کام

خبردار دستار سر خار بن
زمیں پر رکھو پانوں کانٹوں کو چن

کئی گام یوں راہ چلنا پڑے
پھر اس وا لگہ سے نکلنا پڑے

تو آگے بیابان پرخار ہے
کہیں جھاڑ بوٹا کہیں غار ہے

اگر اس میں پانی نظر پڑ گیا
کنارہ پہ اس کے یہ چڑھ کر گیا

ہوا حال اپنا پریشاں بہت
پھرے مضطرب اور حیراں بہت

ترائی جو واں سے گزرنا ہوا
کناروں کے سر چڑھ اترنا ہوا

Marfat.com

بیابانِ وحشت اثر پُرخطر | یہی ڈر ہے ڈر کیا ادھر کیا اُدھر
جہاں تک نظر جائے سوکھی ہی کانس | اگر سبزہ بھی تھا تو تھوہڑ کا بانس
کہیں دل رُکے بند ہو جائے دم | لکھوں کیا نیستاں ہی تھے یک قلم
چلے باد دن کو تو ہو سائیں سائیں | پڑے رات تو بھر کرے بھائیں بھائیں
نہ سبزہ نہ کھیتی نہ آب رواں | کوئی شیر غراں کہ بیل وہاں
سو وہ شیر مارا گیا مثل سگ | وہ ہاتھی پکڑ لائے بے تاز و تگ
کوئی دشت ایسا کہ تھا سبزہ زار | ہوا دلکش و جرگہ جرگہ شکار
اگر آہو گیری کا ہوتا نہ عیب | تو وہ ہم بھی رکھ لیتے بیشک وریب
مسطح زمیں میل در میل تھی | نہ دریا چہ تھا کوئی نہ جھیل تھی
اگر آ گیا رود خانہ کہیں | نہ دلخواہ تھا واں سے جانا کہیں
بڑا لطف تھا سیر میں گشت میں | نہ تھی دخت رز حیف اس دشت میں
ہوا اک جبل سامنے سے سیاہ | اسی کی طرف کو پڑی سب کی راہ
عجب لطف کا تھا وہ کوہِ گراں | کہ صد چشمہ کا اُس میں پانی رواں
شجر سبز و پتھر بہت صاف تھے | سبھی جیسے الماس شفاف تھے
ہوا ایک ابر اس جبل سے بلند | ہوا پر بھی اسکی یزدی پرند
بہروں سے بارش لگی ہونے زور | رہا ساری وہ رات طوفاں کا شور
ہوئے خیمے پانی کے اوپر حباب | سب اسباب لوگوں کا تھا زیر آب
نہ پوچھ اور اسباب مردم کا حال | نہ چادر رہی خشک نے کوئی پال
قنات اور تنبو بستر سب گئے | کھڑے تھے جو کندلے اتر سب گئے
بھرا پانی لشکر میں پھیلا ہوا | اگر فرش بستر تھا تھیلا ہوا
ہوا سرد از بس ہوئی ایک بار | کلیجوں کے ہوتی تھی برچھی سی پار
پھرے باد سے لوگ منہ ڈھانپتے | جگر چھاتیوں میں رہے کانپتے
رہا ایسی سردی میں کیدھر شکار | ہوئے لوگ خیموں کے اندر شکار
بہت پیر جب جی کو سے تجنے لگے | جوانوں کے بھی دانت بجنے لگے
تہ میغ خورشید پنہاں ہوا | نہ دیکھا مگر روئے جاناں ہوا

Marfat.com

بہت اسپ و اشتر موئے پاؤں پیٹ
نکالا انھیں خیمہ گہ سے گھسیٹ

غزل میر یاں کوئی موزوں کرو
تامل کرو دل جگر خوں کرو

غزل

وہ دل شکار آں جو نکلا شکار کو
انداز یک نگاہ سے مارا ہزار کو

چلنا پڑے ہے رکھ کے قدم تیغ تیز پر
کس ڈھب سے کاٹیں اس رہِ مشکل گزار کو

اُڑنے لگے ہے باد میں تو جا بگڑ اے بھر
خجلت ہی اُس کی زلف سے ہے تیر مار کو

سو بار منہ چڑھاتے ہو کچھ بولتے نہیں
یہ بات کیا چڑھو ہو کہے اپنی بار کو

آتا نہیں نظر کہ حصول اُمید ہو
کیا تھام تھام رکھیے دلِ بیقرار کو

جیتے رہے تو اس سے ہم آغوش ہونگے ہم
لبریز گل سے دیکھیں گے جیب و کنار کو

کیا سمجھے خوبی میری خراش جبیں کی تو
اس کام کو دکھا کسی اُستاد کار کو

ایسے ستم کیے کہ گیا جی سے میں ندان
ٹک منصفی سے دیکھو پھر انصاف یار کو

بولا کہ مجھ کو کرتی ہے بدنام گور میر
ہے خوب اگر مٹا وے کوئی اس مزار کو

کسو بن میں ارنوں کا پاکر نشاں
لگی جانے ہر صبح فوجِ گراں

مقابل ہوا آکے جوں فیلِ مست
اگر فیل تھا تو ہوا اسکا پست

غضب ہے خدا کا کوئی اسکے چوٹ
اگر اسپ اشتر ہے تو لوٹ پوٹ

نہ خوک اُس کی جنگل میں پھیرے ہے راہ
نہ شیر اُس کی جانب کرے ہے نگاہ

بڑی دیر جنگل میں وو بڈھا ابھرا
لیا زیرِ بندوق آخر گرا

لگی بہنے شمشیر جدول شعار
لگے قیمہ کرنے جوانانِ کار

بہت ایسے مارے بہت کٹ گئے
نظر کرکے ہیئت جگر پھٹ گئے

کسو بن میں رونق نہ پائی گئی
پھر اس پر جو ایسی ادائی گئی

جگر واں کے شیروں کے پھٹ پھٹ گئے
بیاباں سے کرگدن ہٹ گئے

نہ فیلوں میں سُدھ بدھ نہ شیروں میں زور
نہ چیتوں کو جاگہ نہ گوروں کو گور

نہ بوٹا کو چھوڑا نہ باقی ہے جھاڑ
پہاڑوں کو راہوں سے ڈالا اکھاڑ

پرندہ جہاں پر نہ سکتا تھا مار
ہوا رہ کھلے توپ کا واں گزار

Marfat.com

نکل شیر جنگل سے حیراں ہوئے — اڑا ہے جو تھے صاف میداں ہوئے
جہاں چلتے پھرتے نہ تھے مار و مور — چلے پہروں واں تیر بندوق زور
شغال اور خرگوش و ہم روبہاں — شکاری سگوں نے کیے نوش جاں
ہوا پر جو تھے مرغ پرواز میں — گرے سیکڑوں ایک آواز میں
بہت جانور کھا گئے کر کباب — ہوئے آشیانے ہزاروں خراب
حواصل تھا کیا جو کہوں تھا کہیں — کہ تعداد کشتوں کی پاتے نہیں
بہت مضطرب جھکتیوں میں پھرے — سلامت نہ آخر گئے بر سرے
اُنھوں ہی میں سیمرغ بھی تھا مگر — کہ پر مارتا ہی نہیں کوہ پر
نہیں فیل مرغ اور شتر مرغ اب — کہ بعضوں کے طعموں کے کام آئے سب
کسو بن میں تھے نیستاں اور کانس — چلے راہ واں سے نہ سکتے تھے سانس
برس مینھ دو دن میں کھل بھی گیا — ولیکن ہے کہرا لطیفہ نیا
کہ اندھیر تھا جیسے ظاہر ہو دود — ہوئے ہونٹھ سردی سے سب کے کبود
بلا دھوم سے کوئی گھبرا پڑے — جنھیں دیکھو وے کانپتے ہیں کھڑے
ہوا سرد ہو کر گئی جان مار — اُٹھایا بڑا لطف سیر و شکار
دل اُس دود تیرہ سے گھبرا گیا — کہیں آگ دیکھی تو جی آ گیا
یہی چال تھی ایک دو چار کوس — ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی پڑی ایسی اوس
کسو کوہ کے پاس نکلی جو راہ — گئی کوہ کی تیغ تک کم نگاہ
بلندی تھی اُس کوہ کی تا فلک — نگہ جاتے ہی جاتے جاتی تھی تھک
نہ اس رنگ سے صید ہونگے کہیں — ہوئی خون کے رنگ رنگیں زمیں
جہاں دام اور دد کی تھی بود و باش — لگے چوک لوگوں نے کی واں معاش
ہوا ایک جنگل میں آ کر گزر — کسو کو نہ تھی واں کسو کی خبر
تراکم قیامت تھا اشجار کا — ستم پھر ہوائے ستمگار کا
کہ اس مرتبہ بارد و سرد تھی — ہوئے سُن مگر برف پروردہ تھی
کوئی خار بن حائل رہ ہوا — چھٹے پیرہن ہوش سب تہ ہوا
درختانِ بے برگ و بر بدنما — نہ اک شاخ پر مرغ رنگیں نوا

Marfat.com

بہت سر ملائے ہم تھے شجر ولیکن نہ پایا کنھوں نے ثمر
نہ قمری ہوئی نالہ پرداز ٹک نہ بلبل کی واں آئی آواز ٹک
یہی کل مکل تھی یہی کشمکش پھرے مارتے سر کو دیوانہ وش
درختوں کے انبوہ سے رک گئے چلے اتنے جھک کے کہ ہم جھک گئے
اگر شاخ جاگہ سے اپنی ہلی تو کانٹے سی ہم رہرواں پر چلی
جو اس دشت میں تھا کوئی صید بھی سو آگے ہی وہ ہو گیا قید بھی
رہائی ہی مقصود تھی واں سے یار پڑی اپنی سب کو کہاں کا شکار
کہوں کیا کہ یکسر تھے اس میں قلم چلے رو سیہ اور سو سو بہم
نہ چھوٹی تھی جاگہ قدم وار بھی نہ اٹھتا تھا اک نالۂ زار بھی
کہ دل کو کسو کے لگے جوں خدنگ ہوئے ملا یسے سنسان جنگل میں تنگ
نکلتا ہوا کھینچ کر یہ عذاب ملا بیشتر ایک نہ وار آب
رواں تھا کسو کی طرف تند و تیز ہوا اس کے چلنے کی تھی پیش خیز
حباب اسکا چشمک زناں موج پر کہ یوں گرم جاتے ہیں اہل نظر
طلبگار کرتے نہیں سادگی نہ ہو جوں گہر ایسی استادگی
کنارے پہ اس کے اترتا ہوا تہ و بالا ہوئی ٹھنڈ مرتا ہوا
نہ رکھتے تھے جوں زند مفلس لباس نہ ان سے ہوا اپنے جامہ کا پاس
غزل کہنے کی یہ بھی جا خوب ہے جو ایسی ہو موزوں تو کیا خوب ہے

غزل

حیف اس شکار پیشہ کو ہم سے خبر نہیں ہم ہیں شکار خستہ ہمارے جگر نہیں
ہم خاک نہ سے ملے پھرے جیسے آرسی افسوس ہے کہ روئے دل یار ادھر نہیں
آنکھیں نکال اسکے قدم کے تلے رکھیں تو بھی ہمارے حال پہ اسکو نظر نہیں
کیا کیجے جو نہ کیجئے انداز دام کا گلزار کے تو قابل پرواز پر نہیں
نکلی پڑے ہے میان سے کاہیکو ہر گھڑی لاگ اس کی تیغ تیز کو ہم سے اگر نہیں
سر رکھ کے اسکی تیغ تلے مر چکو شتاب یاں پاؤں پیٹ پیٹ کے مرنا ہنر نہیں
آنکھیں ہیں اسکی راہ پہ جوں نقش پا ہزار پر میر اسکو کچھ سر سیر و سفر نہیں

Marfat.com

بہے کتنے زوروں میں بانک دھپٹے — جواں اس سے آگے بھی جا کر ڈٹے
نہنگ اسطرف کے بنجاروں کے سُن — پلنگ ان بنوں سے چلے سر کو دُھن
غریب اشتلم جنگلوں میں رہا — نہ جھانکا ادھر کوہ سے اژدہا
گیا سیکڑوں کوس شور شکار — رہے ٹھور حیوان یکجا ہزار
چلا باز چھاتی کو کھولے جہاں — پرندہ رہا وہم کا بے گماں
زمیں گرد جرہ ہے کیا تیز بال — رکھا جنبے اُٹھتے ہی مرغِ خیال
فلک سیر شاہیں کی پرواز دیکھ — لگے جوں نگہ جا کے انداز دیکھ
نہ جھاڑا گیا نسر طائر سے سر — گھٹا کرگس چرخ چھوٹا نہ پر
رواں جس گھڑی ہوتی فوج گراں — بھیرو بنہ ہر طرف سے عیاں
زمیں پر قدم کوئی کیونکر دھرے — بیاباں فراخی سے تنگی کرے
کوئی شعبہ آیا اگر درمیاں — ہوا شور لشکر سے محشر عیاں
بلندی و پستی تھی اتنی کہ ڈھب — کہ گاہے زمیں گہ فلک پر تھے سب
کوئی نالہ کھولا اگر آگیا — تو اپنا کیا پھر کوئی پا گیا
گرے یاں رہے یاں یہی چال تھی — جہاں در جہاں خلق پامال تھی
ہوا دن تو یوں کھینچتے رنج شام — گئی رات چوروں کے ڈر میں تمام
کہے ہے کوئی کون آتا ہے یہ — پکارے کوئی کون جاتا ہے یہ
لگے آنکھ کپڑوں کے تئیں زد رہو — پھر آرام سے رات کو سو رہو
ہوا خیمہ گہ دامنِ کوہ سب — رہا آکے نواب واں تین شب
قریب ایک ٹمیا پہاڑی تھی واں — لگا اُس سے کم کم تھا آبِ رواں
پہاڑی کہ تودا کہوں خاک کا — کہ انبار تھا خار و خاشاک کا
محاذی تھا اُس کوہ کے ایک دشت — کہ دشوار تھا اُس میں آدم کا گشت
ہوا بد بہت اور پانی سے لگے — قدم راہ چلتے ہوئے ڈگمگے
چلے باؤ تو ایک موحش ہی شور — رکھے پانوں دامن کو کھینچے بزور
فقط خار بن کیا کہ جھاڑ تھا — کہ بوٹا بھی واں جھاڑ جھنکاڑ تھا
چلو ہی چلو ہے یہ چلتے نہیں — کہ اشجار آگے سے ٹلتے نہیں

Marfat.com

نہ ٹوٹیں نہ سرکیں نہ کاٹے کٹیں
مگر پچھلے پانوؤں ہی رہرو ہٹیں

کہیں ہاتھی آیا ہے بھڑکا ہے اونٹ
کھڑے لوگ پیتے ہیں لوہو کے گھونٹ

کہیں ہیں گے افغار سرگرم جنگ
کرے ٹٹو پہ تل کا عرصہ ہے تنگ

قیامت نمودار ہر ہر قدم
چلے کوئی کیا رکھ کے سر پہ قدم

کہیں بچ کے نکلے کہیں جھک چلے
کہیں مضطرب تھے کہیں تک چلے

اسی طور منزل کو کر قطع راہ
پہنچتے رہے ہم بحال تباہ

شجر جمع تھے کچھ تہ کوہ بھی
فرود آیا اس جا پہ انبوہ بھی

زمین اونچی نیچی خشونت بہت
اسی سے تھی واں کم سکونت بہت

ولیکن وہی خاک زشت و پلشت
ہوئی بود آدم سے رشک بہشت

ہوئی بیلچوں سے برابر زمیں
چمن سے بھی شاداب وہ سرزمیں

وہ پانی جو چلتا نہ تھا ڈھنگ سے
کہ تھا رہگذرا سر زناں سنگ سے

صفا اور خوبی میں کچھ بڑھ گیا
کئی ہاتھ مقدار سے بڑھ گیا

غزل اس زمیں پر بھی کہنی ہے میر
دل اپنا ہے لطف سخن کا اسیر

غزل

وہ کمان ابرو اگر در پے ہوا ہے میر کے
ترکش ان پلکوں کا ہے بالائے ترکش تیر کے

یوں تو لکھا ہے گلے کا تو مرے تعویذ ہے
پر نہیں آثار ظاہر یار کی تسخیر کے

میں بھی زنجیری رہا ہوں دیر گلشن کے قریب
پہونچے ہونگے دور تک نالے مری زنجیر کے

خون ہی دست حنائی سے کیا کرتے ہو تم
تو کبھو ٹک ہاتھ میں دل کو کسو دلگیر کے

بندہ و صاحب میں نسبت ہے ولے نازک بہت
معترف رہتے ہیں عاشق اپنی ہی تقصیر کے

اور بھی وہ رشک خور کچھ اب خنک ملنے لگا
معتقد ہم کیا ہوں آہ صبح کی تاثیر کے

روئے دلکش وہ خدا جانے کہ کس سے کھنچ گیا
میر ہم عاشق رہے ہیں ایسی ہی تصویر کے

پہاڑی سے لشکر چلا سوئے کوہ
چلے بس تو کر بے سیہ روئے کوہ

پڑی وادی سوختہ بیچ میں
کہیں آب میں تھے کہیں کیچ میں

نیستان سے ہے خرابہ کفرڈھنگ
ٹپیلے سے عرصہ نہایت ہے تنگ

Marfat.com

شجر جنگل ایسے تھے انبوہ سے
کہ ان میں سے جانا ہوا اندوہ سے

کہیں بید کے برگ خنجر گزار
کہیں پا نہ رکھنے دیں سرتیز خار

تنک دو درختوں کے اودھر ہوئے
نیستان پھرتے ہی پھرتے موئے

اگر بید آئے تو بن بید باف
نہ آئے نظر دور تک راہ صاف

اگر بانس تھے واں تو تھے دشت دشت
کہ دشوار تھا دو قدم کا بھی گشت

ہمیں چار نالے اترنے پڑے
کنارے پہ دو دو گھڑی تھے کھڑے

رہا ہر قدم گرنے ہی کا خطر
چلے دو قدم راہ پائی اگر

بہت لوگ وشت قلم کو گئے
بہت اسپ و اشتر عدم کو گئے

لگے ہاتھ فیلان دشتی کی راہ
وے ڈر نہ ہو فیل کوئی سیاہ

نہ ہاتھی ملا کوئی بارے نہ شیر
ہوئی خیر گو طے ہوئی راہ دیر

شجر سر کشیدہ بہت کیا کہوں
جو دیکھوں تو پگڑی سنبھالے رہوں

چنار اُن درختوں کے تھے پائمال
سفیدار رکھتے تھے حکم نہال

اگر کوئی دریاچہ آتا ہے بیچ
تو لوگوں کے روندوں سے ہوتا ہے کیچ

تل کوہ رفعت نمودار ہو
گیا آمد و شد میں ہموار ہو

کوئی گل زمین آئے ایسی نظر
کہ عالم نے اودھر لگائی نظر

کہیں سبزۂ تر سے جی جا لگے
کہیں سرسوں پھولے دلوں کو ٹھگے

نہ تھا پھول گل زرد دامانِ کوہ
یہی رنگ تھا تا گریبانِ کوہ

فضا دلکشا آب یکسر صفا
شجر خوشنما نرم نکہت ہوا

چکارے بہت مارے کہسار میں
دو رستہ بکا گوشت بازار میں

یہ انبوہ اشجار تا شش کروہ
پھر آگے بیاباں وہ ہے اور کوہ

کناروں میں اُسکے کہیں کوئی کھیت
دگر نہ یہی سنگ بے رتبہ ریت

نہ سبزہ کہیں تھا نہ آبِ رواں
نہ دامن میں اُسکے چکارا دواں

دکھائی نہ دیتا تھا خوش قد نہال
سیاہی پکڑتے تھے چشم غزال

وہی جنگلہ دو طرف بد نمود
مقام اسطرح کے بھی ہیں یا وجود

نہ پھولی تھی سرسوں نہ کچھ تھی بہار
نہ ظاہر ہیں اُسکے کہیں لالہ زار

Marfat.com

نہ چشمک زناں وہ نزدیک پھول / نہ نرمی سے آتی تھی بادِ قبول

چلے باد ایسے کہ جھکڑ رہے / ہوا اور پانی میں پھکڑ رہے

ادھر باد کا شور ادھر آب کا / شب و روز مذکور کیا خواب کا

ادھر کے تئیں ایک تھا آبشار / وہ البتہ شایانِ سیر و شکار

وہیں ایک دم تھا دلوں کا لگاؤ / اُڑانے نہ دے جو حواسوں کو باؤ

سو اپنے تئیں تو نہ تھا کچھ دماغ / کہ حال اپنا تھا جیسا بجھتا چراغ

بہت شعبۂ کوہ مشہور تھا / زبانوں پہ لوگوں کے مذکور تھا

قدم رکھ جو نواب واں تک گیا / سر اُس شعبہ کا آسماں تک گیا

کڈھب وہ جگہ سیرگہ ہوگئی / حضور اُس کے فردوس تہ ہوگئی

ہوا خیمہ استادہ ایسی جگہ / کہ آنے لگی دیر واں سے نگہ

رواں دو طرف اسکے ایک آب کم / کہ دل کا لیے جائے سب زنگ غم

جہاں تک نظر کیجیے مد نظر / ہوا موج زن کوہ کے تا کمر

نظر والوں کے جی بھی ڈھلنے لگے / گرفتہ دل اس جائے کھلنے لگے

وہ پانی چلا واں سے دریا ہوا / رواں گرم تر سوئے صحرا ہوا

بہا دامنِ کوہ میں سنگ پر / کیا سنگریزوں کو بھی رنگ پر

کہ لوگ اُن کو ہاتھوں میں رکھنے لگے / جواہر کے رنگوں پرکھنے لگے

کراڑوں کا کیا عظم کیجے بیاں / برابر کھڑے تھے دو کوہ گراں

انھیں میں سے تھی راہ ابن آب کی / وہیں بھیڑ رہتی تھی احباب کی

ہوئے دامنِ کوہ میں کچھ مقام / سفر کی بھی مدت ہو شاید تمام

کوئی روز گھاٹی کی بھی سیر ہے / سبھوں کی ہے معلوم پھر خیر ہے

جو اس میں کسو سیر کا دیں نشاں / نظر آئے یا کوئی پیل دماں

تو اور ایک دو دن کی ہوتی ہے دیر / وہ ہاتھی بندھے کہیے گا یا وہ شیر

شکار ایسا دیکھا ہے اس بار کا / کہ جھاڑا ہوا دشت و کہسار کا

کوئی دیکھیے کب تک پہاڑ اور جھاڑ / ٹلے چھاتی پر سے کہیں یہ پہاڑ

غرض ہے وزیر جہاں ارجمند / رئیس کلاں کار عالم پسند

Marfat.com

در اُس کا ہے باب ہجو و سراں
رہیں حکم کش اُسکے زور آوراں

سدا وہ رہے یوں ہی دشمن شکار
جہاں میں سخن ہے مرا یادگار

بہانے نہ کر میر اب شاخ شاخ
غزل کہ زمیں گو کہ ہے سنگلاخ

غزل

نہیں خوں بستگی سے چشم تر بند
جراحت نے کیے ہیں چشم پر بند

گیا ہے وہ سو دل کھلتا نہیں ہے
پڑا ہے ایک مدت سے یہ گھر بند

کریں ہیں شوق گل خوں دل میں ناچار
اسیران شکستہ بال و پر بند

گئے دن ٹکٹکی کے باندھنے کے
اب آنکھیں رہتی ہیں دو دو پہر بند

بہت ہے یار کا کم بولنا بھی
نہیں چنداں ہم ان باتوں کے در بند

سبھوں سے آرسی کے مثل وا ہو
کسو کے منھ پہ دروازہ نہ کر بند

ہمارے ہاتھ خنجر سے کرو قطع
نہ کھلوایا کبھو اُسکا کمر بند

رُکے ہے یار آنکھیں ہی دکھا کر
ہم اُسکے اندنوں میں ہیں نظر بند

نہ خط آتا ہے اودھر سے نہ قاصد
لکھوں کیا مدتوں سے ہے خبر بند

غزل کا قافیہ تغیئر کر میر
ہنر کچھ اس زمیں میں میر کر بند

جگر خوں کن ہیں خوبانِ حنا بند
دل ان کے دست رنگیں کا ہے پابند

گرہ بند قبا میں وے ہیں دیکھ
ہوا کیا آہ باغ دلکشا بند

رکھ آہ سرد ہی سے گرم جوشی
رُکے ہے دل جو ہوتی ہے ہوا بند

ہمیں سے کیا وہ جادو گر نہ بولے
کسو دشمن نے اُسکا منھ کیا بند

نہیں تھمتا ہے اب پلکوں سے رونا
بہت خاشاک سے دریا رہا بند

ہمیں منظور ہر صورت میں ہے دید
کھلی ہو چشم جوں آئینہ یا بند

نہیں کام آتی اتنی تیز گامی
سمند عمر ہوتا کاش جا بند

زبردستوں کی کشتی ہو گئی پاک
نکالا عشق زور آور نے کیا بند

یہی انداز باندھے ہیں یہی ناز
قیامت میر صاحب ہیں ادا بند

Marfat.com

شکارنامۂ دوّم

مکرر ہے نواب کو قصدِ صید
بیاباں بہنا ور اب ہونگے قید

رواں بحرِ لشکر ہوا موج موج
گئی چشمِ خورشید تک گردِ فوج

بحار و صحاری یہ ہے عرصہ تنگ
گھریاں سراسیمہ ہیں واں پلنگ

بہن بیٹھے ہیں شیر ببری لباس
کریں لوگ شاید فقیری کا پاس

چکارے ہرن دونوں اندیشہ مند
دلوں میں ہراس کمان و کمند

کہیں گرگِ وادی کو فکرِ گریز
نظر ادھر اودھر کرے شیر تیز

بنوں میں ہے آشوب کوہوں میں ڈر
بیاباں وطن سارے گرمِ سفر

کہیں امن ہو تو کہوں واں سے گئے
نکل آکھروں سے پریشاں گئے

اسد کی نہ شیرانہ ہنکار ہے
نہ گفتار کو تاب رفتعار ہے

جہاں کے تہاں فکریں ہیں کھڑے
کہ جنگل سے جنگل میں کیا بن پڑے

ہوا دود باروت سے تیرہ رنگ
صدائے تفنگ و صدائے تفنگ

وحوش و بیاباں کو وحشت غضب
ہوا ہیں کھڑکتے ہی پتے کے سب

ہزاروں ہی بندوق ہر دم چلے
ہوا ہی میں پنچھی پکھیرو چلے

گئے باوجو آسماں میں پلٹ
کلنگوں کی صف باز نے دی الٹ

اڑے ہاتھ دو چار جرے کہاں
رہے مرغِ آبی جہاں کے تہاں

پرِ تیر جس دم کشادہ ہوئے
بڑے صید حد سے زیادہ ہوئے

بنوں میں مچی دھوم سکا آ کے دھوم
جہاں دیکھیے ہے قیامت ہجوم

کہیں ارنے مارے غضنفر کہیں
کہیں ہاتھ نکلا ہے اژدر کہیں

پڑے مست ہاتھی جو تھے من چلے
سن اس شور کو چھوڑ کر بن چلے

نہ تیرہ ہے روز گوزناں و گور
کہ شیروں کو بھی قشعریرہ ہے زور

لبِ آب جا کر جو کھیلے شکار
اسد واں کے تھے کودک بے سوار

ہوئے قرقرے صید ہوہو کے ڈھیر
ہوا میں سے بھاگا عقاب دلیر

زغن ان بنوں میں نہ پائی گئی
نہ تندار کی لاش اٹھائی گئی

Marfat.com

ہوا ہے یہی تو یہ ہونی نہیں / کہ ہو خانہ آکر سیہ یاں کہیں
جگر کیا کہ پرزن ہوا اس بن میں زاغ / یہ زہرہ نہیں رکھتے کوہی کلاغ
شتر مرغ سیمرغ از بس ہراس / نہیں آتے کوہ شمالی کے پاس
غزل کہہ کہ ہے میر لطف ہوا / بیاباں خوش آیندہ و خوش فضا

غزل

سبزہ ہے آبجو ہے فصل بہار بھی ہے / سرگرم جلوہ دیکھو پہلو میں یار بھی ہے
یہ تو نہیں کہ ہم پہ ہر دم ہے بیدماغی / آنکھیں دکھاتے ہیں تو چتون میں پیار بھی ہے
گل ہمکنار ہوگا ہنس کر کبھو چمن میں / پر کم بغل ہے بلبل اسکو قرار بھی ہے
ہوں وعدہ گاہ میں تو پر میں ہی جانتا ہوں / کچھ اضطراب بھی ہے کچھ انتظار بھی ہے
جوں موج ہم بغل ہوں نایاب اس گہر سے / دریا کی سیر بھی ہے بوس و کنار بھی ہے
ہم جبریوں سے کیا ہو بیدست و پا و عاجز / کہنے کو کہتے ہیں تو کچھ اختیار بھی ہے
کون اس بھبھوکے سا ہے دیکھو نہ ٹک بھی تو تو / شمع و چراغ و شعلہ برق و شرار بھی ہے
جانا مسلم آیا اس خاکداں سے گو پھر / مشکل گزر ہے رستہ گرد و غبار بھی ہے
دل تنگ میر کیوں ہے ہمرہ وزیر کے تو / دریا فضا ہوا ہے سیر و شکار بھی ہے

اٹھا فوج میں سے یہ گرد و غبار / کہ منہ پر تھا خورشید آئینہ دار
فلک گھر سے تھا دھواں سا نمود / سماں شب کا رکھتا تھا ملک شہود
زمیں تھی سو تھی فرش بالائے آب / تحلحل سے مطلق نہ رکھتی تھی تاب
نہ پوچھو کہ لوگوں کا کیا حال تھا / جو رکھے قدم واں تو بھونچال تھا
روندے لگے چلنے تیزی سے چال / ہوا مذہب شیعیاں اعتزال
کسی ڈھب سے جوں توں کے چلنا ہوا / عجب جھلکے سے نکلنا ہوا
اتر لوگ دریا سے آگے گئے / ہزبران خونخوار بھاگے گئے
پلنگان مردم در ایسے ڈرے / کہ جاتے ہیں کوہوں کے چھوڑ درے
بیاباں میں مرنا کہاں سر دھریں / نہ لیں راہ بر رعب کیا کریں
غزل میر یاں کہہ اگر ہو دماغ / رکے دل ہمارے بھی ہوں باغ باغ

Marfat.com

غزل

تھی باد بھی آنے کی چمن میں نہ روادار
پر کیجیے کیا گل کی صبا بھی ہے ہوادار

شایستۂ دیدن ہے مرے یار کی صحبت
وہ صاحب ناخواہ ہے بندہ ہے وفادار

کیا خوب ہو کیا زشت ہو رو دیوے ہی سکو
اس عرصہ میں آئینہ کو دیکھا ہے ہوادار

کس طور سے یک رنگ ہوں یہ عاشق و معشوق
ہے گل کنے زر بلبل بے برگ ہے نادار

کیا بیکسی سے میر نے رحلت کی جہاں سے
رویا نہ کوئی اُس پہ نہ کوئی ہے عزادار

بنوں میں پھرا کرتے ہیں ہم تو دیر
نہیں بولتے ڈر سے غرندہ شیر

رہے تھے جو فیلانِ مست آن کر
گئے کجلی بن یاں سے ڈرمان کر

جو ان میں سے آکر لڑا پھر دیا
سو کٹھ بندنوں سے ہوا فیل پا

گریوے کہیں تھے بلند اور پست
پھر اڑتے تھے واں جیسے پیلانِ مست

بہی تیغ نواب اس طور سے
بہے جدول تیز جس طور سے

بہت رہ گئے زیر شمشیر و تیر
بہت آئے لشکر میں ہو کر اسیر

لڑے ہاتھیوں پر جو ہو کر شکار
ہوئیں بوجھ سے پشت فیلاں فگار

کئے گم جو گینڈے نے اپنے حواس
کھڑا ہو رہا آکے بھینسوں کے پاس

کہ بھینس اُسکو بھی جان کر لشکری
چلے جائیں صرصر نمط سرسری

نہ چھوڑا ہے طیر ایک عصفور تک
نہ وحشی کپی اور لنگور تک

لگے جا کے شاہین دستو دیوں
پڑے بکریوں میں کہیں گرگ جیوں

کلنگ ایسے بازوں سے آئے ستوہ
کہ کابل سے آ لگے گئے صد گروہ

نہیں تو رچ سرزن نہ ایل نہ زنگ
ہوئے قید یا صید کیا بیدرنگ

غضب کر گئے جرے نواب کے
اڑا کھا گئے خیل سرخاب کے

نہ لگ لگ نہ تیتر رہا دشت میں
نہ غمخوار ک آیا نظر گشت میں

سبھوں میں جو تھے قاز و سارس سرس
ہوئے صید یوں جن پہ آیا ترس

حواصل کو ہوتا اگر حوصلہ
تو گرتا نہ کھیتوں میں ہو وہ دلا

کہیں سارے طاؤس ہی موتے گئے
ادھر لوگ افسوس کرتے گئے

Marfat.com

کہیں جی اٹھی تھی زمیں بعد مرگ — نہال اسکے خوش قد بسیار برگ
نہ بستی سے صحرا تلک سبز تھے — نظر جائے جس جا تلک سبز تھے
ہوا دلکش و ہر طرف سبزہ زار — کہ سرسوں نے کی تھی قیامت بہار
کھڑے لوگ محو تماشا تھے واں — کہ کہنے لگی بلبل خوش زباں
کہ خاطر جنوں سے نہ رکھتے تجنت — خبر بھی ہے تم کو کہ آئی بسنت
یہ عہد جنوں ہے جنوں کیجیے — جگر کو غزل کہتے خوں کیجیے

غزل

بلبل کے بولنے سے آزار دل نے پایا — کیا کہہ گئی کہ ہم کو سنتے ہی غش سا آیا
نخچیر گہ میں اُس کے جاتا نہیں ہے کوئی — ہم کو تو شوق مفرط واں کا لگا کے لایا
انواع رنج ہم نے کھینچے تھے عاشقی میں — پر ہجر کے الم نے جنکا بہت بنایا
صوفی صاف مشرب بیہوش و بیخود ہیں — مستی نے اس نگہ کی مجلس کے تئیں جھکایا
مہر و وفا و الفت کرتے تھے لوگ باہم — رحمت خدا کی تم نے اس رسم کو اُٹھایا
سر مارے تو پری کو ایسی روش نہ آئے — کس ناز سے زمیں پر پڑتا ہے اس کا سایا
یہ جانتا تو ہرگز بازار میں نہ جاتا — یوسفؑ کے طور میں بھی سستا بہت بکایا
غیرت سے عاشقی کے جاتا نہیں ہوں میں تو — وہ خود بخود ہی آوے کاش اس طرف خدایا
معشوق تو ہے پردہ او باش گجروش ہے — کیا کہیئے میر جی سے دل کو کہاں لگایا

کسو ایسے جنگل میں جانا ہوا — کہ مشکل قدم کا اُٹھانا ہوا
نظر گرد لشکر پہ تھی دمبدم — نہ تھا واں کے ضیغم کو کچھ اور غم
کوئی ارسلاں بھیجتا گر رسول — تو شاید کہ الحاح ہوتی قبول
سو وے خوں گرفتہ تو بھوکے ہوئے — بہت اپنے زوروں پہ بھولے ہوئے
چلے ہر طرف اب جو آکر تفنگ — نہ اوقات صلح و نہ ہنگام جنگ
لگی آگ جنگل میں چارا گیا — بن آئی نہ کچھ مفت مارا گیا
ہوا چہرہ کوئی تو جوں شیر سنگ — نہ شیری دلیری نہ چہرے پہ رنگ
لگی گولی پڑنے نہ پھر چل سکا — نہ جاگہ سے اُسکا نہ ٹک ہل سکا

Marfat.com

چلے ہم جو بہرائچ سے پیشتر — ہوئے صید دریا کے واں بیشتر
بھرے فرط ہی سے تو دیہات شہر — سکھے تو کہ سوتے رہے رود و نہر
گھٹے گو لیوں سے مگر بے شمار — رہے سونس گھڑیال چندیں ہزار
جو کچھ زخم پانی میں لے کر گئے — وہیں ہو کے ناسور مر مر گئے
لگا کہنے باخہ سر اپنا جھکا — کہ پانی تو جالوں سے سارا رکا
اگر جائیے تہ کو دھس جائیے — وگر گاڑئیے سر تو پھنس جائیے
عجب مخمصہ ہے بچے کیونکہ جان — یہی موت ہے سوجھتی ہے نداں
جواب اس کا گھڑیال نے یوں دیا — گھڑی ایک دو کا ہے قصہ رہا
پڑی سر پہ جبتی ہے فرصت نہیں — بہر اسکو کھنچتے ہیں اب کیا کہیں
تحمل ہو کچھ بھی تو تدبیر ہو — کریں کیا اگر یوں نہیں تقدیر ہو
کوئی دشت یکدست نے زار تھا — رکھے واں قدم پانوں افگار تھا
یہی سینک یا کانس پانی کی گھاس — زمین و ہوا آب و آتش اداس
کہیں دوں لگی ہے تمامی ہے دود — کہیں دو شجر ہیں سو کیا بد نمود
نہ پتا نہ شاخیں نہ کچھ اُن کو بار — سراپا ہے خشک و زبوں زرد و زار
نہ سائے سے ان کے کوئی بہرہ مند — نہ دیکھا چرندہ نہ آیا پرند
سیاہی نہ ہرنوں کی ڈاروں نے کی — نہ چشمک کہیں سے چکاروں نے کی
کہیں لپٹے آپس میں دو چار نے — کہیں ہاتھی آیا کہیں شیر نے
کہیں مر تپا سر پہ تھا جیسے تیغ — روندوں کے پانوں پہ آیا دریغ
نہ بلبل غزلخواں نہ طیروں کا شور — سبھی دیکھتے میر کے منہ کی اور
سو ان نے غزل سست سی یہ کہی — وے دل کو لوگوں کے لگتی رہی

غزل

ذوق شکار اسکو ہے اتنا کہ حد نہیں — کس اسکی تیغ کش پہ ملک کو حسد نہیں
خالی پڑے ہیں صید سے وادی و کوہسار — رہنے دو وحش و طیر کو اب دام و دد نہیں
بے جد و کد جو اس سے ملاقات ہو تو ہو — تم کد سے دیکھو ہو کہ ہمیں اسکی کد نہیں
کچھ اور شئے ہیں خوب جو دیکھو رخ نگار — ہر چند گل بھی تازہ کھلا اتنا بد نہیں

Marfat.com

اس بیکسی سے کون جہاں میں موا کہ میں
جز داغ سینہ آج چراغ لحد نہیں

کیا سرو گل سے ہووے تسلی کہ اہل شوق
گل مو نہیں ہے یار کا سرو اسکا قد نہیں

بے سوز دل کنھوں نے کہا ریختہ تو کیا
گفتار خام پیش عزیزاں سند نہیں

سو بار مست کعبے میں پکڑے گئے ہیں ہم
رسوائی کے طریق سے کچھ نابلد نہیں

لطف سخن بھی پیری میں رہتا نہیں ہے میر
اب شعر ہم پڑھیں ہیں تو وہ شد و مد نہیں

کسو ایسے بن سے نکلنا ہوا
کہ کوسوں تلک اس میں چلنا ہوا

کشیدہ قد اس بن کے سارے درخت
چمن کے سے نوبادگاں سبز بخت

برابر برابر کھڑے سر بسر
پھرے دیر ادھر کو جا کر نظر

پرے چل کہ آیا ترا کم بہت
حواس اس میں جا کر ہوئے گم بہت

کہیں راہ نکلی تو چلتے پڑے
رہے بال و پر تل بہت واں کھڑے

کہ شاخوں نے جھک جھک لٹائے تھے
بہت آگئے جا جا کے آئے تھے پھر

وہی راہ درپیش و کثرت ہوئی
قیامت کے اوپر قیامت ہوئی

سروں پر ادھر توپ آئی چلی
پڑی تھی ادھر لوگوں میں کھلبلی

کہیں اسپ و اشتر کہیں فیل مست
زمیں ہر سر گام بالا و پست

گزر جس طرح اس طرح سے کیا
روندوں نے خون جگر ہی پیا

وہیں بیچ آیا میانا مرا
کوئی دیکھتا رنج اٹھانا مرا

سواری سے مجکو ندامت ہوئی
کہ چاروں طرف سے ملامت ہوئی

لگے کہنے آیا فرنگی کہاں
کہ چونٹ بانی کی رسم چھوڑے ہے یاں

جسے دیکھو چار ان نے رکھ کر کہار
لگا پھرنے ہر صبح اسپ سوار

چلو ہی چلو ہے کہ بیچ جائیو
کہ چوپائے کے پاس تم آئیو

روندے ادھر کے ادھر ہیں خراب
یہ جاتے ہیں مجرے کو بھاگے شتاب

چڑھے چار کے کاندھے جیتے ہی جی
لیا اٹکل اس سودے میں نفع بھی

کہ گھوڑے دیے چھوڑ کیا عار کی
میانوں میں کرتے ہیں آوارگی

نہ اس حال سے اہل دفتر خبر
توجہ نہ عمدوں کی کچھ ہے ادھر

Marfat.com

وگرنہ ہو قدغن کہ اب اہل کار
نہ مانیں تو جو پالے دیویں الٹ

نہ رہنے دیں لشکر میں ڈولی سوار
ابھی گھوڑے لیں دوپٹیں ایک ہی ڈپٹ

کرو میر بحر اور اب اختیار
مگر اس سے نکلیں دُر آب دار

جو جو ظلم کیے ہیں تم نے سو سو ہم نے اٹھائے ہیں
داغ جگر پہ جلائے ہیں چھاتی پہ جراحت کھائے ہیں

تیغ دریغ نہیں ہے اس کی بسمل گہ میں کسو سے بھی
ہیں تو شکار لاغر ہم پر ایک امید پر آئے ہیں

ٹکر سامنے یوں بھی اب جو تیر ترازو ہو اس کا
کیا کیا لوہو پی کر دل کو اس پلے پر لائے ہیں

خم سے لگی میخانہ کے دیوار بھی اپنے گھر کی ہے
لطف پیر مغاں سے عجب کیا ہم آخر ہمسائے ہیں

شوق ہے غم میں بے صبری ہے آہ کسو کو کیا کہیے
اچھے اپنے جی کو ہم نے آپ ہی روگ لگائے ہیں

محو سخن ہم فکر سخن میں رفتہ ہی بیٹھے رہتے ہیں
آپ کو جب کھویا ہے ہم نے تب یہ گوہر پائے ہیں

دیکھیں طرف ہے کون سی جس سے تیغ ناز بلند کرے
ہم نے بھی تو اس ہی جہت سے فرق نیاز جھکائے ہیں

تب تھے سپاہی اب ہیں جوگی آہ جوانی یوں کاٹی
ایسی تھوڑی رات میں ہم نے کیا کیا سوانگ بنائے ہیں

کسکو ایسی بیخبری تھی جس کے بوسے تو چونکا
سو ٹھوکر نے ان پلکوں کی کتنے فتنے جگائے ہیں

کون وہ ایسا ظالم تھا استاد فن عیاری کا
اتنے سن میں جن نے تجکو ایسے فریب سکھائے ہیں

میر مقدس آدمی ہیں تھے سبحہ بکف میخانے میں
صبح جو ہم بھی جا نکلے تو دیکھ کے کیا شرمائے ہیں

Marfat.com

کیا ایک نالے سے ہم نے گزر ہوئی قائم اس جا پہ حشر دگر
گرے گاڑی چھکڑے پیادے سوار کہ مقصد تھا سب کا عبور ایک بار
گزارا جو فیلوں کا پہلا ہوا ملا خاک میں آب چہلا ہوا
کمر تک لگے پھنسنے دلدل کے بیچ کہ نالے کا پانی تھا یکدست کیچ
پھنسے گاؤ اشتر گرے بار خر ہوئے اسپ واشتر بھی زیر و زبر
اگرچند باندھے تھے وہ جسر خام ہوئے ایک ریلے میں دونوں تمام
نہ دیکھے تھے آگے کبھو یہ ستمیں ولیکن خدا نے اُتارا ہمیں
سلامت رہا اپنا اسباب سب رہے لوگ لشکر کے کرتے عجب
چلے واں سے آگے بنڈیلا ملا کیا اُن نے ایک ایک کو وہ دلا
عجب راہ پرخوف مشکل گزار نہ ہوتے تھے معلوم ہاتھی سوار
خطر شیر کا شور رہگاہ کا تعب واں کے جانے کا غم راہ کا
کہ جاؤ زمیں کچھ ہویدا نہ تھی کہیں اس میں پگڈنڈی پیدا نہ تھی
گڑھے غار پاؤں کے لغزش بلا چلی باؤ تونے کی لرزش بلا
صدا برگ نئے کی نہایت مہیب طریق عجیب و مسافر غریب
جنوں پیشہ وہ دشت وحشت شعار کہ فیل اُس کے طفلاں بازی مدار
کہیں پانی آیا سو حالت خراب کہ تھا زیر کاہ اس میں ہر جائے آب
نہ ہاتھی نہ اسباب اپنے کنے یہی اک میانہ بنے سو بنے
چنانچہ گئے راوتی کے کنار نہ ربط آشنائی کسو سے نہ پیار
کھڑے ہم رہے ہاتھ پر رکھ کے ہاتھ کریں پار جانے کی کس منھ سے بات
کہار اک میانے میں اپنے دیئے پھر اُسکے جو تھے چاروں ہمنے لیے
چڑھا اُن کے سر آنزوئے دریا ہوئے ہوئے پانی پانی کہ رسوا ہوئے
نہ جانا کہ آتا ہے کس کا قدم کہ صیدِ بیاباں گئے کرکے رم
گوزن ایک دو مار لائے کبھو اُڑے باز جرے کہیں ایک سو

نہ صید ایک دیکھا بھرے لاکھ رنگ
غزل میر نے بھی کہی اور ڈھنگ

Marfat.com

غزل

ایک درج موتیوں کے عوض ہاتھ آگیا — یوسف ہزار حیف کہ سستا بکا گیا
جانا نہ تھا سرھانے سے مجھ محتضر کے ہائے — کیا وقت رہ گیا تھا کہ وہ منھ چھپا گیا
آشفتہ سر ہیں سرو گریباں دریدہ گل — بیٹھا کہاں چمن میں کہ فتنہ اٹھا گیا
گلبرگ سے بھرے تھے کہے تو کنار جیب — کیا کیا ہمیں نہ گریۂ خونیں دکھا گیا
خط بھیج کے بھی شوق کی باتیں چلی گئیں — قاصد کے پیچھے دور تلک میں لگا گیا
روتا ہوں یوں کہ برسے ہے شدت سے جیسے مینھ — جوں ابر میرے دل پہ غم عشق چھا گیا
جو نقش روزگار کے صفحے سے محو ہو — صورت پذیر پھر نہیں ہوتا مٹا گیا
ہستی مری کہ ہیچ تھی میں منفعل رہا — اس شرم سے ندان زمیں میں سما گیا

داغ دل خراب شبوں کو جلے ہے میر
عشق اس خرابے میں بھی چراغ اک جلا گیا

چلے صبح گہ دامن کوہ کو — تماشا کناں فوج وانبوہ کو
درختوں میں چلنا تو دشوار تھا — وہے راستہ بھی قدم وار تھا
گزارا ہوا یوں ہی اک آدھ کوس — پٹیلے پہ ہنگامہ آرا تھی اوس
نیستاں میں چھپتا تھا گھوڑے سوار — اگر ہو تو واں شیر کا ہو شکار
نہ رہتے تھے سو شیر شرزہ بھی واں — نہ ہاتھی کے پاؤں کا پایا نشاں
پٹیلے سے کیلے کا جنگل ملا — پھر آکر وہیں یہ جو دنگل ملا
عجب کشمکش درمیاں آگئی — بھیر اک بلا تھی جہاں آگئی
نہ ملنے کی جاگہ نہ چلنے کو راہ — سروں پر کھڑے اسپ و فیل سیاہ
خطر فیل وحشی کا ہر ہر قدم — گئے شیر کے ہر قدم پر قدم
کنار آب کے لوگ اترے تمام — ہوئے دامن کوہ میں کچھ مقام
ہر کوہ کیونکر نہ ہو چرخ سائے — کہ نواب واں سیر کرنے کو جائے
رہے آب پر فرش چوکی و تخت — تھے رود کوہ و زہے انکے بخت
ہمارا تو جانے کو جیا ہا نہ جی — کہ تھے پیر ہم واں ہوا خوب تھی
رہی منعقد بزم تھا ناچ راگ — نہ ہو کچھ تو کیونکر ہو یہ دل کی لاگ

Marfat.com

کہی اور ہی بحر میں یہ غزل
مگر میر کو ہے دماغی خلل

غزل

کر لطف عارض مت چھپا عاشق سے اے یار اس قدر
یک جان کو یہ عارضے یک دل کو افکار اس قدر

جو کچھ ہے سو دل کے سبب غم غصہ و رنج و تعب
تھے جانتے سے بیشتر کا ہے کو بیمار اس قدر

ہر دم جو اس کے ابرواں جنبش میں ہیں کانپے ہے جاں
یعنی ہیں آنکھیں جھیپتیاں چلتی ہے تلوار اس قدر

شب نالہ و زاری رہے دن خستگی خواری رہے
وہ دل نہیں باقی رہا کھینچے جو آزار اس قدر

دے دل زدے ہیں خستہ جاں مرجاتے ہیں جو نا گہاں
ورنہ قضا کس شخص کی پہونچی ہے یکبار اس قدر

طُرّے سے طراری کرے مستی میں ہشیاری کرے
آیا نظر اب تک نہیں طرار و عیار اس قدر

الفت کہاں کلفت ہے یاں یہ بھی عجب صحبت ہے میاں
بیزار وہ اس مرتبہ جس سے ہمیں پیار اس قدر

تم آگے کب تھے بدگماں سب محبت و یکسر زباں
اب اک سخن پر مہرباں کرتے ہو تکرار اس قدر

آنکھیں کھلی ہیں میر کی جب دیکھو تب آئینہ ساں
آدم نہیں ہوتے کہیں مشتاق دیدار اس قدر

بہا سنگ ریزوں پہ اس رنگ آب
لیے عمدے ہاتھوں میں دیکھیں بہار
اسی آب کا راہ بتی یاں ہے نام
کنارے کنارے اسی کے ہے راہ

کہ قدر ان کی جوں قدر یاقوت ناب
کہ ہر شئے کا ہے وقت لیل و نہار
ہمیں ساتھ اسکے ہے ربط تمام
چلے جاتے ہیں جو نہ ہو دے پناہ

Marfat.com

جہاں تک ہے آب و خوراب جائینگے
سبھی دیکھیں گے جو نظر آئیں گے

جبل سے ہوئے ظاہر آثار آب
برسنے لگا قطرہ قطرہ سحاب

ہمیں پر نہیں کچھ ہوا کا ستم
نہیں گرگِ واردی کو بھی ہے یہ غم

کہیں ایسے سکڑے ہیں حیوان دشت
کہ ٹکڑے کرو تو نہ ہوں گرم گشت

نہ نکلے ہے ہاتھی نہ پوئے ہے شیر
کوئی یوز پکڑا ہے سو بعد دیر

اسد یکطرف یوز یکسو رہے
عجب یہ ہے باندھے گئے اژدہے

نہ پوچھو کھنچا دور کار شکار
نہ اب دشت و در میں نمر ہے نہ مار

شکار افگناں راہ کرتے تھے طے
ملے جاتے تھے خاک میں دشت نے

نہ ببروں کو جنگل میں طاقت رہی
نہ گبروں کو پانی میں فرصت رہی

اسد مارے جاتے تھے سگ کی مثال
بندھے آتے تھے یوز و گرگ و غزال

ملا ایک چیتھر اگر یا گڑھا
تو کثرت سے تو نیزہ پانی چڑھا

سبھی مشکلوں سے کیا ہے عبور
کہ یک گام راہ اور سو سو فتور

غزل بحر کامل میں تہ دار کہ
کہ اُڑ جائے میر ابن بحرے کی تہ

غزل

نہ دماغ ہے کہ کسو سے ہم کریں گفتگو غم یار میں
نہ فراغ ہے کہ فقیروں سے ملیں جائے دلّی دیار میں

نہ چمن میں جاتے رہا ہے دل نہ بنوں میں پھرنے لگا ہے دل
وہی بیکلی رہی جان کو رہے سیر میں نہ شکار میں

کہے کون صید رمیدہ سے کہ ادھر بھی پھر کے نظر کرے
کہ نقاب اُلٹے سوار ہے ترے پیچھے کوئی غبار میں

ترے شام خط کے قریب کی جو صفائیں دیکھی ہیں خوبیاں
نہ سمیں یہ گل میں نظر پڑے نہ یہ رنگ صبح بہار میں

کوئی شعلہ ہے کہ شرارہ ہے کہ ہوا ہے یہ کہ ستارا ہے
یہی دل جو لے کے گڑینگے ہم تو لگے گی آگ مزار میں

Marfat.com

جھمکی کچھ کہ جی میں چھپی سبھی ہلی ٹک کہ دل میں گھبی سجھی
یہ جو لاگ پلکوں میں اُسکے ہے نہ چھری میں ہے نہ کٹار میں

مرے ایک دل میں جو غم یہ ہے سو فزون ہے میرے شمار سے
نہ تو دس میں ہے نہ پچاس میں نہ تو سو میں ہے نہ ہزار میں

پڑے جانور خوار کیا کیا ہوئے — بند تھے پائے فیلاں سے رسوا ہوئے
بہت نالے کھولے پکھالے گئے — بحیروں سے رد مونکالے گئے
مگر کی پس از مرگ عزت ہوئی — کہ ہاتھی پہ چڑھنے کی رخصت ہوئی
کشف کا ہوا ہے یہ اوصاف اب — کہ جھینگوں نے کی شرح کشاف اب
نہ تیتر بٹیر اور کبوتر ملا — تولیے بازبروں کو سارے کھلا
کہیں بحری پانی میں یوں جا لگے — کہ پنجوں میں بے صیاد صر آ لگے
ہوا میں سے یوں گرا تارے کلنگ — کہ بازوں نے چڑیا سے مارے کلنگ
گسوا اور ارنوں کو دیکھا کھڑے — کہے تو بیاباں میں ہاتھی پڑے
جگر کرکے جاتے تھے مردان کار — تو وہ ایک دو کر ہی لاتے شکار
وگرنہ بشر کا نہ مقدور تھا — قریب اسکے جانا بہت دور تھا
نہ ان چار شانوں کا رو کش ہے شیر — نہ سو فیل دو چار رکھتے ہیں گھیر
مددگار تھے حضرت زندہ فیل — پکڑ لاتے تھے لوگ تب زندہ فیل
بحیرہ نہ دریائے اعظم سے کم — اٹھا کرتے تھے لجے لطمے بہم
ہر اک موج اس کی سمندر کی لہر — کنارے پہ گرداب غرقاب قہر
یہی جنگل اُس جھیل کے آس پاس — درختوں کا انبوہ نے کا اگاس
اسی بن میں شیر اور یوز و پلنگ — اسی بن میں گور و گوزن اور رنگ
اسی بن میں ہاتھی وہیں کرگدن — وہیں تو تیج سرزن اسی میں ہرن
اسی بن میں لنگور بندر بھی تھے — وہیں ایک دو ہم قلندر بھی تھے
اسی بن میں پاڑھا وہیں نیل گاؤ — اسی بن میں یہ صید بندی کا چاؤ
اسی بن میں تھے حضرت بوحمید — اسی بن میں نسناس اُن کے مرید
اسی بن میں تھے خوک جاموش زنگ — کیا اس سور بن نے لوگوں کو تنگ

Marfat.com

اسی بن میں رہنا اسی بن میں راہ / وہیں شام کا حسن لطفِ پگاہ
اسی بن میں وہ جھیل گہری بہت / ہوئے صید بری و بحری بہت
وہیں مچھلی بکتی تھی دمڑی کی سیر / ولیکن نہ کھاتا تھا ہو کوئی سیر
کہ اس آب کا ہضم دشوار تھا / کہ جوں آبِ شمشیر دم دار تھا
شغال اور خرگوش جی سے گئے / شکاری سگ ان کو اچک لیگئے

غزل سے لگا ہے بہت میرؔ دل
کہ اس مثنوی میں کہیں متصل

غزل

ہے گی طلب شرط یاں کچھ تو کیا چاہیئے / بیٹھے نہیں بنتی میاں کچھ تو کیا چاہیئے
عشق میں اے ہمرہاں کچھ تو کیا چاہیئے / گریۂ و شور و فغاں کچھ تو کیا چاہیئے
ہاتھ رکھے ہاتھ پر بیٹھے ہو کیا بےخبر / چلنے کو ہے کارواں کچھ تو کیا چاہیئے
میں جو کہا تنگ ہوں مار مروں کیا کروں / وہ بھی لگا کہنے ہاں کچھ تو کیا چاہیئے
سون کیسے رہنے کی کس نے بدی ہے بھلا / لطف و غضب مہرباں کچھ تو کیا چاہیئے
کام اب اپنا ہے یاں کندن جاں ہر زماں / کیا کریں ہم ناتواں کچھ تو کیا چاہیئے
کیا کروں دل خوں کروں شعر ہی موزوں کروں / چلتی ہے اب تک زباں کچھ تو کیا چاہیئے
ہو نہ سکے گر نماز دل کی طرف کر نیاز / وقت گیا پھر کہاں کچھ تو کیا چاہیئے
چاہوں کسو سے دعا دل کی کروں اب دوا / نفع ہو پھر یا زیاں کچھ تو کیا چاہیئے
عمر گئی لغو سب وقت بہت کم ہے اب / کچھ نہ کیا ہائے میاں کچھ تو کیا چاہیئے
یہ تو نہیں دوستی ہم سے جو تم کو رہی / پاسِ دلِ دوستاں کچھ تو کیا چاہیئے
تو نے کماں کی سے ہے زہ پہ موں یوں صید میں / میری بھی خاطر نشاں کچھ تو کیا چاہیئے

میرؔ نہیں پیر تم کاہلی اللہ رے
نام خدا ہو جواں کچھ تو کیا چاہیئے

کنارے پہ تھی اسکے اک گل زمیں / سراسر ہری جوں زمرد نگیں
جہاں تک نظر جائے شاداب تھی / کہ یکدست واقع لبِ آب تھی
وہیں خیمے سب کے ہوئے تھے کھڑے / وہیں دام رہتے تھے اکثر پڑے

Marfat.com

نواڑوں کی سیر اس میں ہر شام گہ
وہی سیر گاہ وہ ہی دام گہ

وہیں صید ہوں مرغ و ماہی تمام
مقام ایسے ہو ویں تو کریے مقام

ہوا خیمہ آ کر جو نواب کا
فلک سا لئے تھا فرق اس آب کا

ہوا ہوتا واں کاش دو آب رند
ہوئے جیسے شایانۂ سیر نز

عجب ڈھب سے کی روشنی صد عجب
کہ دیں چھوڑ نا دیں دیے بھر کے سب

جدا ہو ویں تو غنچہ غنچہ چراغ
ملے جیسے عاشق کی چھاتی کے داغ

ورے روشنی شعلہ انگیز نار
پرے سطح پانی کا آئینہ وار

ہوئیں کشتیاں کچھ ورے سے پرے
چراغوں سے موجوں کے کوچے بھرے

حبابوں میں تھی جو چراغوں کی تاب
حبابی تھا آئینہ سب سطح آب

نمودار چرخ پر انجم تھی شب
دلوں سے وہ پھیلاؤ پانی کا سب

غرض روشنی کی عجب کچھ تھی لاگ
لگا دی ہے گویا کہ پانی میں آگ

غزل میر کوئی کہا چاہیے
کسو تو زمیں پر رہا چاہیے

غزل

کب آوے گا کیا جانے وہ سرو قامت
ہمارے تو سر پر ابھی ہے قیامت

نماز سفر ہے اشارت اسی سے
کہ تھوڑا بہت یاں ہے وقت اقامت

رہا رابطہ غارت دل تلک بس
نہیں اب تو بندے سے صاحب سلامت

گریباں کو گل چاک کرنے لگیں گے
کھلے رکھ گلستاں میں بند قبا مت

اٹھا کر نہ یک زخم شمشیر اس کا
غزال حرم نے اٹھائی ملامت

بگڑتی ہے صورت علاقے سے دل کے
کسو بے وفا سے دل اپنا لگا مت

کوئی فصل گل میں بھی توبہ کرے ہے
رہے گی ہمیں دیر اس کی ندامت

کہیں دل کی لاگیں لگی چھپتیاں ہیں
کہ چہرے کی زردی بڑی ہے علامت

گئی سو گئی پیشتر تھی جوانی
رہ عشق میں میر آئندہ جامت

زمانے میں ہے رسم کہنے کی کچھ
امید اس سے ہے نام رہنے کی کچھ

Marfat.com

کسو سے ہوئی شاہ نامے کی فکر | کہ محمود کا لوگ کرتے ہیں ذکر
گیا شہ جہاں نامہ کہہ کر کلیم | دل شاعراں رشک سے ہے دونیم
کنھوں نے کہی عشق کی داستاں | ہوا کوئی کھانے سے ہم داستاں
پئے آصف الدولہ میں نے بھی میر | کہے صید نامے بہت بے نظیر
مگر نام نامی یہ مشہور رہو | گئے پر بھی لوگوں میں مذکور ہو
زہے آصف الدولہ دادگر | سخنور نواز اور عاشق ہنر
دہش سے جہاں اسکے رونق پذیر | وزیر ابن دستور ابن وزیر
کریمی کرے تو جہاں در جہاں | کف جود خورشید ساز زرفشاں
سراپائے احساں تمامی حلم | ہمہ تن مروت سراسر کرم
ہمیشہ رہے گرم سیر و شکار | یہ حرف و حکایت بھی ہے یادگار
قفائے غزل اک رباعی کہو | سخن آگے موقوف جیکے رہو
بہت کچھ کہا ہے کرو میر بس | کہ اللہ بس اور باقی ہوس
جواہر تو کیا کیا دکھایا گیا | خریدار لیکن نہ پایا گیا

متاع ہنر پھیر لیکر چلو
بہت لکھنؤ میں رہے گھر چلو

غزل

کرو تامل کہ حال ہم میں رہا نہیں ہے غموں کے مارے
جو کچھ بھروسہ جنھوں پہ تھا سو شکیب و تاب و تواں سدھارے

ہوئے ہیں غائر قیامت اب تو گئے جگر تک گئے ہیں دل تک
جو ٹک بھی دیکھے وہ غور سے تو جراحت اسکو دکھائیں سارے

ہماری آنکھیں بہیں ہیں اتنی کہ اب ہے دریا محیط عالم
کہیں کہیں جو رہیں ہیں مردم سو بیٹھے ہیں وے کیے کنارے

کریں تحمل سو کا ہے پر ہم مدام بیخود ہمیشہ غش ہے
گئی ہے طاقت دلوں سے شاید نہیں ہے آیا جگر ہمارے

Marfat.com

کبھو سروں پر ہے تیغ نالہ کبھو سناں ہن فغاں جگر پر
کسو سے کہنے کا کچھ بھی حاصل گئے ہیں جوں توں کے وقت بارے

بھری تھی آتش کہاں کی یارب دل و جگر میں کہ نصف شب کو
لگا جو رونے تو جائے آنسو مری مژہ سے گرے شرارے

قبول عشق و محبت اتنا ہوا ہے اسے میر سیر قابل
مدام جاتے دکھائی دوں ہوں کبھو نہ ان نے کہا کہ آرے

رباعی

چلنے کو ہوئے بادیے سے ہم جو کڑے
مجنوں نے کہا تھا میں بھی آتا ہوں میر

مل چلنے کے اتفاق بہتیرے پڑے
آیا نہ رہے راہ میں ہم دیر کھڑے

Marfat.com

مثنوی ساقی نامہ

ہے قابلِ حمد وہ سرانداز / جو سب میں ہوا ہے جلوہ پرداز
اُسکو مۓ حُسن نے چھکایا / ہستی کا نشہ اسی سے پایا
پی اُن نے شراب خودپرستی / طاری ہوئی اُس پہ زورِ مستی
وہ مست شراب ناز ہے فرد / خورشید ہے اُس کا جام پرورد
ہے گردش چشم اس سے افسوں / پھر جائے ہے جسکے ساتھ گردوں
ظلمت ہے دوئی کی تجھ سے احول / آخر ہے وہی وہی ہے اول
عالم ہے قرابۂ مۓ خام / ہے دورِ سپہر گردشِ جام
مشہور جہاں جو کیف و کم ہے / بے نشہ جو ہووے تو ستم ہے
وہ مست نیاز ہے حرم میں / وہ رفتۂ ناز ہے صنم میں
ہے آب رُخ زمانہ اُس سے / روشن ہے تمام خانہ اُس سے
مینا میں جو سرکشی ہے وہ ہے / صہبا میں جو دل خوشی ہے وہ ہے
شمشاد ہے سرفراز اس سے / گل دیدۂ نیم باز اس سے
خوگر اسے ناز پیشگی ہے / وہ ہے کہ جسے ہمیشگی ہے
جو عکس پڑا ہے جام مے میں / آتی ہے صدا اُسی کی نے میں
ہے جلوہ گری میں یاں بصد ناز / وہ مست گزارہ و سرانداز
سو رنگ ہیں اُس کے یاد رکھ تو / ہر جلوہ سے دل کو شاد رکھ تو
عالم میں جو کچھ نمود میں ہے / ہر لحظہ اُسے سجود میں ہے
کر یاد اُسی کو اور مے پی / جیتا رہے کوئی دن تو خوش جی
اب روئے سخن چمن کو کرلیے / مینا سے دل اور مے سے بھرلیے
آئی ہے بہار مے گساراں / پھولے ہیں چمن میں گل ہزاراں

Marfat.com

آئی ہے بہار وہر خیاباں ہے لطف ہوا سے گل بداماں
آئی ہے بہار زہد کیشاں ہے توبۂ بادہ دل پریشاں
آئی ہے بہار مرغ گلزار کرتا ہے نوائے سینہ افگار
لایا ہے بزور اس کا نالہ مجھ کو بھی برائے سیر لالہ
ساقی جو کروں میں بے ادائی معذور رکھ اب بہار آئی
گل بادِ صبا کے تاکمر ہے داماںِ بلند ابر تر ہے
غنچہ کی گلابیاں بھری ہیں تکلیف کی منتظر دھری ہیں
ظالم مئے ناب دے ہوا ہے اک جرعہ شراب دے ہوا ہے
ہر سر میں ہے شور فصل دے کا چھلکے ہے ہوا سے رنگ مے کا
اطراف چمن کھلا ہے لالہ ہر پھول شراب کا ہے پیالہ
آتا ہے چمن پہ ابر جوشاں آب رخ کار سبز پوشاں
تحریک نسیم دمبدم ہے تکلیف ہوائے گل ستم ہے
ابروں نے بھی کی ہے مے پرستی اٹھتے ہیں بصد سیاہ مستی
بوندوں کا جو لگ رہا ہے جھمکا رنگ گل و لالہ زور چمکا
ہے گل کی ہوا سبو کشی میں بلبل کا دماغ بوکشی میں
ہر شاخ ہے شوخ جام در دست نرگس ہے کسو کی نرگس مست
ہے رنگ ہوا کا آفتابی جھومیں ہیں نہال جوں شرابی
ہے سرو جوان نشہ در سر لوٹے ہے روش پہ سبزۂ تر
چشمک کرے ہے حباب جو کا یعنی کہ ہے دور اب سبو کا

ساقی قدحے کہ ذوق مل ہے
مطرب غزلے کہ فصل گل ہے

غزل

تب وہ جو پیے شراب نکلا جانا یہ کہ آفتاب نکلا
قربان پیالۂ مئے ناب جس سے کہ ترا حجاب نکلا
تجھ بن جو پیا تھا قرط مے کا آنکھوں سے ہو خون ناب نکلا

ناتمام

Marfat.com

مستی میں شراب کے جو دیکھا
عالم یہ تمام خواب نکلا

شیخ آنے تو میکدے میں آیا
پر ہو کے بہت خراب نکلا

یک جرعہ شراب ہی میں واعظ
ہر مسخرگی کا باب نکلا

تھا غیرت بادہ عکس گل سے
جس جوئے چمن سے آب نکلا

ہو صرف شراب کاش ساقی
یہ شیشۂ عمر ہے جو باقی

بے ساغر مے خنک ہے جینا
رکھتا ہے شگون شراب پینا

لا بادۂ کہنہ سال تو ہے
سجادہ بھی بابت گرو ہے

دروازۂ میکدہ کھلا ہے
ہر پیر و جوان کو الصلا ہے

اینڈے ہے ہر ایک مست جوں تاک
لیتے نہیں نام دامن پاک

ہر غنچہ بجام زیر سر ہے — فتنہ
ہر گوشے میں عالم دگر ہے

مستی نگاہ عقل دشمن
خوبی خرام مرد افگن

کہتے گئے صاحب کرامات
ہم ہی نہیں قابل خرابات

جو لوگ کہ اس جگہ سے اٹھے
کب حلقہ و خانقہ سے اٹھے

یاں پیتے ہیں جام بیخودی کا
ہے دور تمام بیخودی کا

مستی سے ہر ایک صبح صد بار
خورشید کا سر ہے اور دیوار

ہے قابل سیر خرقہ پوشاں
دریا دلی شراب نوشاں

ان لوگوں کی ہر کمینہ صف میں
کشتی ہے شہ و گدا کی کف میں

ہر کوچہ میں رہتی تھی منادی
تا رسم خردوری اٹھا دی

از خود شدن اک مقام ہیگا
وہ مرتبہ یاں مدام ہے گا

گو پر ہے یہ دور پر کہاں تک
اک لغزش پا ہے یاں سے واں تک

بیخود ہو کہ یہ حجاب اٹھے
دل یاں سے کہیں شتاب اٹھے

پہونچیں ہیں فنا کو بیخودی سے
پاتے ہیں خدا کو بیخودی سے

پی جرعۂ وہوش کو دعا کہہ
ہر بادہ فروش کو دعا کہہ

جوشش میں ہے بادۂ کہن سال
عبرت ہو جسے خوش اس کا احوال

Marfat.com

اب دل میں مرے بھی جوش آیا
اب وقتِ وداعِ ہوش آیا

کھینچوں میں کہاں تلک دمِ سرد
ساقی وہ شرابِ شعلہ پرورد

وہ داروے دردِ بے حضوراں
وہ مایۂ نورِ چشمِ کوراں

سرمایۂ عمرِ جاودانی
یعنی ہے وہ آبِ زندگانی

وہ میوۂ خوش رسیدہ بارے
وہ عیشِ دلِ گزیدہ بارے

آئینۂ حسنِ خود پسنداں
زینت دہِ عنبریں کمنداں

وہ رنگِ رخِ بہار یعنی
وہ بادۂ خوشگوار یعنی

یاقوت گداز دادۂ عشق
یعنی وہ ہے جامِ بادۂ عشق

وہ لطفِ ہوا وہ سیرِ مہتاب
وہ شعلۂ غوطہ خوردہ در آب

وہ کامِ دلِ سبو بدوشاں
یعنی کہ وہ ہے شرابِ جوشاں

وہ موجبِ دل خوشی کہاں ہے
وہ داروئے بے ہشی کہاں ہے

وہ جس کی طرف کو ہے تہ دل
یعنی وہ ہے ماہِ شیشہ منزل

وہ آتشِ تیز آب آمیز
وہ عربدہ جو وہ فتنہ انگیز

وہ مقصدِ جانِ ناامیداں
وہ روسیہیِ روسفیداں

وہ رونقِ کارگاہِ شیشہ
وہ شوکتِ بارگاہِ شیشہ

وہ جس سے ہے توبہ مو پریشاں
وہ جس سے ہو گفتگو پریشاں

وہ دامنِ خشک جس سے جل جائے
ثابت قدموں کا پاؤں چل جائے

وہ سرخیِ چشمِ خوب رویاں
اسبابِ خرابیِ نکویاں

وہ دلبرِ خود سر و شرآمیں
وہ رہزنِ راہِ دین و آئیں

وہ جس سے غبارِ دل سے دھوؤں
مینا کے گلے سے لگ کے روؤں

مستی کی مجھے بھی خواہشیں ہیں
اس عقل سے دل کو کاہشیں ہیں

لا اس کو جو آستین جھاڑوں
پھر ہاتھ چلے تو جیب پھاڑوں

بیہوش شرابِ ناب رہیے
یوں تا بہ کجا کباب رہیے

ہے مستی بیخودی ضروری
کھل جائے مقامِ بے شعوری

دل غم سے بھرا ہے زور میرا
تا عرش گیا ہے شور میرا

وہی

ہے دل میں کہ گل کی اور رو ہو — شیشہ ہو بغل میں اور تو ہو
ہر گام پہ لغزشِ قدم ہو — تکلیف شراب دمبدم ہو
جب سجدہ کناں ہوں صبح خیزاں — جب کاکل صبح ہو پریشاں
جب نکلے ستارۂ سحرگہ — کر نعرۂ الصبوح یک رہ
ہے ذوقِ شراب صبح گاہی — بے لطف نہیں ہے روسیاہی
جب ہووے نشہ ترنگ آوے — مستی مجھے باغ میں لٹاوے
شیشہ مرے مُنھ کو تو لگاوے — کر ایسی نگاہ جو چھکاوے
جب بیخودی تمام آوے — سر پر مرے ہوش رو کے جاوے
رخصت ہے تجھے کہ میں نہ ہوں گا — بیہوش و خرد ہی پھر رہوں گا
بیٹھا تو کروں گا شکر تیرا — ہو ورنہ قبول عذر میرا

مقولہ شاعر

کیا میر شراب تو نے پی ہے — بیہودہ یہ گفتگو جو کی ہے
یا آبِ سیہ ترے قلم نے — یہ تجھ سے عجب کیا ہے ہم نے
تو کاہے کو اتنا ہرزہ گو تھا — کب در گرو شراب تو تھا
بس مے سے زبان اب نہ تر کر — مستی سخن پہ ٹک نظر کر

ہے نشۂ سامعہ دوبالا
پھر حرف نہ جائے گا سنبھالا

Marfat.com

مثنویات جذبات عشق

میر تقی میر دہلوی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مثنوی شعلۂ شوق

محبّت نے ظلمت سے کاڑھا ہے نور / نہ ہوتی محبّت نہ ہوتا ظہور
محبّت مسبّب محبّت سبب / محبّت سے آتے ہیں کارِ عجب
محبّت بن اس جا نہ آیا کوئی / محبّت سے خالی نہ پایا کوئی
محبّت ہی اس کارخانے میں ہے / محبّت سے سب کچھ زمانے میں ہے
محبّت سے کس کو ہوا ہے فراغ / محبّت نے کیا کیا دکھائے ہیں داغ
محبّت اگر کار پرداز ہو / دلوں کے تئیں سوز سے ساز ہو
محبّت ہے آبِ رُخِ کارِ دل / محبّت ہے گرمیِ آزارِ دل
محبّت عجب خواب خونریز ہے / محبّت بلائے دل آویز ہے
محبّت کی ہیں کارپردازیاں / کہ عاشق سے ہوتی ہیں جانبازیاں
محبّت کی آتش سے اخگر ہے دل / محبت نہ ہووے تو پتھر ہے دل
محبّت کو ہے اس گلستاں میں راہ / کلی کے دلِ تنگ میں بھی ہے جاہ
محبت ہی سے دل کو رو بیٹھیے / محبت میں جی مفت کھو بیٹھیے
محبّت لگاتی ہے پانی میں آگ / محبّت سے ہے تیغ و گردن میں لاگ
محبّت سے ہے انتظامِ جہاں / محبّت سے گردش میں ہے آسماں
محبّت سے روتے گئے یار خون / محبت سے ہو ہو گیا ہے جنوں

Marfat.com

محبت سے آتا ہے جو کچھ کہو — محبت سے ہو جو وہ ہرگز نہ ہو
محبت سے پروانہ آتش بجاں — محبت سے بلبل ہے گرم فغاں
اسی آگ سے شمع کو ہے گداز — اسی کے لیے گل ہے سرگرم ناز
محبت ہی ہے تحت سے تا بفوق — زمین آسماں سب ہیں لبریز شوق
محبت سے یاروں کے ہیں رنگ زرد — دلوں میں محبت سے اٹھتے ہیں درد
گیا قیس ناشاد اس عشق میں — گئی جان فرہاد اس عشق میں
ہوئی اس سے شیریں کی حالت تباہ — کیا اس سے لیلیٰ نے خیمہ سیاہ
سنا ہوگا وامق پہ جو کچھ ہوا — نل اس عشق میں کسطرح سے موا
جو عذرا پہ گزرا سو مشہور ہے — دمن کا بھی احوال مذکور ہے
ستم اس بلا کے ہی سہتے گئے — سب اس عشق کو عشق کہتے گئے
اس آتش سے گرمی ہے خورشید میں — یہی ذرے کی جان نومید میں
اسی سے دل ماہ ہے داغدار — کتاں کا جگر ہے سراسر فگار
نئے اسکے چرچے حکایت سنی — گہے شکر گاہے شکایت سنی
اسی سے قیامت ہے ہر چار اور — اسی فتنہ گر کا ہے عالم میں شور
کوئی شہر ایسا نہ دیکھا کہ واں — نہ ہو اس سے آشوب [illegible]
کب اس عشق نے تازہ کاری کی — کہاں خون سے غازہ [illegible]
زمانے میں ایسا نہیں تازہ کار — غرض ہے یہ اعجوبہ [illegible]

آغاز قصہ

عجب کام پٹنے میں اس سے ہوا — عجب اہل عالم کو [illegible]
کہ واں اک جواں تھا پرسرام نام — خوش اندام و خوش [illegible]
جوانی کے گلشن کا وہ آب و رنگ — گلستاں پہ کام اسکی [illegible]
جدھر نکلے رنگیں ادائی کے ساتھ — چلے جائیں جی خوش نمائی کے ساتھ
کھلے بال چلتا تھا وہ سرو ناز — قدمبوس کو آتی عمر [illegible]
جدھر کو وہ ٹک گرم رفتار ہو — قیامت ادھر سے نمودار ہو
نگہ گرم اس کی جدھر جا لڑی — لگے تو کہ ادھر کو [illegible]

Marfat.com

دے کافر بھویں ہو دیں مائل جہاں — کریں سجدہ اس جا پہ اسلامیاں

نگہ تیغ مجروح جس کے پڑے — پلک سیل جوں دل میں جا کر گڑے

تیر

سیہ چشم اُسکے دو بدمست تھے — نگاہوں سے شمشیر در دست تھے

رُخ اُسکا کہاں اور مہ و خور کہاں — تفاوت زمین آسماں کا ہے یاں

دو لب لعل کو جن سے شرمندگی — دم حرف سرمایۂ زندگی

دہن کی جو تنگی نظر کیجیے — تو آگے سخن مختصر کیجیے

نہ ہم تم زنخ دیکھ حیراں رہیں — سبھی دست زیرِ زنخداں رہیں

سراپا میں اُس کے جہاں دیکھیے — وہیں روے مقصود جاں دیکھیے

خراماں نکلتا وہ جس راہ سے — قیامت تھی واں نالہ و آہ سے

فدا اُس پہ جی جان ہر ایک کا — کہ مقصود دل تھا بد و نیک کا

کئی گرد و پیش اُسکے وارفتگاں — کئی ادھر اودھر جگر تفتگاں

بہت رفتگانِ ادائے کلام — بہت مبتلائے بلائے خرام

کوئی کشتۂ شوقِ رفتار کا — کوئی نیم جاں ذوقِ دیدار کا

کوئی والۂ خندۂ برق وش — کسو کے تئیں جنبشِ لب سے غش

کسو کی نظر میں کمر کی لچک — کسو کے جگر میں پلک کی کسک

کئی حیرتی طرز گفتار کے — کئی آرزو کشتہ ہیں برکار کے

بیکار

کوئی زلف سے اُسکی مجنوں رہے — کسو کا تبسم سے دل خوں رہے

کوئی دل ستم کشتۂ اک نگاہ — کوئی جاں ہونٹھوں پہ موقوف آہ

کسو پر فسون گردشِ چشم کا — کسو پر غضب غمزۂ و خشم کا

کوئی دست بردل کوئی بیقرار — کوئی بے خبر کوئی بے اختیار

انھوں میں سے اک عاشق زار تھا — اُس آفت کو اُس سے سروکار تھا

محبت میں تھا جذب کامل اُسے — مراد دل اپنی تھی حاصل اُسے

شب و روز ہم بستر کام دل — ہمیشہ ہم آغوش آرام دل

دم اُسکے میں یہاں تک تو تاثیر تھی — ہ صحبت اس آتش سے درگیر تھی

بہم ربط پنہاں بہم اختلاط — نہ کم ہوتی گرمی نہ کم اختلاط

Marfat.com

مرو کوئی غم سے کوئی ہو ہلاک — وہ شعلہ اُسی خس سے رکھتا تپاک
کہاں حسن میں تھا وفا کا یہ پاس — یہ سُنیئے کہ ہے گا خلاف قیاس
بہت سے بہت اُسکا مالوف تھا — اُسی کی تسلّی سے مصروف تھا
کہ ناگہ وہ دلبر ہوا کدخدا — رہا اپنے عاشق سے چندے جُدا
زن و شو سے اخلاص باہم ہوا — اُس آشفتہ سے رابطہ کم ہوا
نگاہیں بہم دل میں کاوش کریں — سخن سے وفائیں تراوش کریں
ہوا ربط چسپاں بہم اس قدر — کہ دشوار اُٹھے ہمدگر سے نظر
رہیں دونوں دست و بغل روز و شب — کبھو مُنہ بہ مُنہ ہو کبھو لب بہ لب
وفا نے جو تکلیف کی ایک روز — گیا اپنے عاشق کے وہ دل فروز
کئی دن میں جاکر جو اس سے ملا — کیا اُس نے حد سے زیادہ گلا
کہ اے نازنیں آہ کن نے کہا — کہ تو حال سے میرے غافل رہا
مگر سدّ رہ تھا کسو کا فریب — ملا کوئی تجھ سے بھی دشمن شکیب
کوئی زلف زنجیر پا ہوگئی — کہ مسدود راہِ وفا ہوگئی
طرح کس کی چتون کی دل میں کھبی — جگر میں پلک شوخ کس کی چبھی
کسو چشم نے تجھ کو جادو کیا — مرے جام عشرت کو لوہو کیا
کہا اُن نے تھی کدخدائی مری — نہ تھی بے سبب یہ جدائی مری
رکھا اب مجھ کو معذور ناچار ہوں — محبت کا میں لو گرفتار ہوں
نہ فرصت مجھے صبح ہے اب نہ شام — طرف اُس کے ہے دل کو میل تمام
اُسے بھی مرے ساتھ اخلاص ہے — دلوں کو بہم رابطہ خاص ہے
اُسے مجھ سے ہے نسبت عاشقی — وہ رہتی ہے بے طاقت عاشقی
نہیں اُس کو یک لحظہ تاب فراق — جُدائی مری اُس پہ گزرے ہے شاق
نکلتا ہوں گھر سے جو میں ایک آن — تو پاتا ہوں جاکر اُسے نیم جان
نہ دیکھے جو مجھ کو تو مرجاوے وہ — وہیں جی سے اپنے گزر جاوے وہ
جو پہونچے مری جھوٹھ اُسے بدخبر — تو کر بیٹھے بیچ اپنے جی کا ضرر
غرض اُس کو تاب و تحمل نہیں — شکیبائی ہجر بالکل نہیں

Marfat.com

یہ سن کر کہا اس دل افگار نے
ستم کشتۂ دوری یار نے

کہ مجھ کو نہیں تیری باتیں قبول
یہ مکر زناں ہیں تو ان پر نہ بھول

وفا کن نے ان ناقصوں میں سے کی
ہوا شوے کسکا کہ وہ پھر نہ جی

یہ ظاہر میں ہر چند ہوں رشکِ ماہ
ولیکن ہیں باطن میں مار سیاہ

خدا مکر سے ان کے دے بے خبر
نہیں ان سے کوئی فریبندہ تر

جہاں میں فریب ان کا مشہور ہے
زبانوں پہ مکر ان کا مذکور ہے

پئے امتحاں عاقبت یک نفر
مقرر ہوا تا کہ جا اس کے گھر

کہے غرقِ دریا ہوا یہ سرام
ہوئی زندگانی کی صبح اسکی شام

گیا تھا نہانے کو وقتِ سحر
سو ڈوبا وہ خورشید روشن گہر

کیا موجِ دریا نے سر سے گزار
اٹھا طبعِ نازک سے اس کے غبار

وہ گیسو جو بکھرے تھے بالائے آب
سو اب موج دریا کو ہے پیچ و تاب

پھریں تھیں جو وے انکھڑیاں آب میں
سو وے گردشیں اب ہیں گرداب میں

تمنا میں تھے جسکے سب دل فگار
سو دریا کو اب ہے وہ بوس و کنار

نہ سمجھا وہ نافہم اسرارِ عشق
نہ سوچا وہ ناتجربہ کارِ عشق

کہا غرقِ دریا ہوا یہ سرام
ہوا کام اس رشکِ مہ کا تمام

کہے تو کہ موجوں کو تھا انتظار
کہ دست و بغل ہو گئیں ایک بار

گیا بیٹھ پانی میں ایسا شتاب
کہ گویا لبِ آب کا تھا حباب

کنارے پہ دریا کے اک شور ہے
بحالِ خراب ایک جمہور ہے

گرے ہیں کئی آشنا آب میں
کئی آتشِ غم سے ہیں تاب میں

کوئی سر پہ اس غم سے ڈالے ہے خاک
کسی نے کیا ہے گریباں کو چاک

ہیں داغ وہ دُرِ تر دے گیا
بہت آب یہ ماجرا لے گیا

سنا اس کی ہمسر نے جب یہ سخن
ہوا موج زن بحرِ رنج و محن

نگہ اک طرف کرکے مایوس کی
دمِ سرد کھینچا گیا ڈوب جی

وہی بیخودی رخصتِ جان تھی
وہ اک دم کی گویا کہ مہمان تھی

گری ہو کے بیجان وہ دردمند
ہوا شور نوحے کا گھر سے بلند

Marfat.com

موئی غم میں اس جملہ تن ناز کے
وہ آیا جو تھا دل پریشاں گیا
خبر لے گیا اُس کنے زود تر
کہ وہ رشک مہ امتحاں دے گئی
موا سن پر سرام کے تئیں موئی
اگرچہ نہ کچھ اُن نے مُنھ سے کہا
یہ سُن کر وہ نافہم حیراں ہوا
گیا ہوش سُنکر پر سرام کا
اُٹھا بیخود و بیخرد بیحواس
لگا کہنے اے مایۂ زندگی
کیا جلد رختِ سفر تونے بار
نہ میری سُنی کچھ نہ اپنی کہی
زمیں پر سے آخر اُٹھایا اُسے
جب آگ اُسکے پیکر پہ سب چھائی
یہ سرگرم فریاد و زاری ہوا
جگر غم میں یک لخت خوں ہوگیا
گئے ہوش و صبر اسکے ایکبارگی
سراسیمگی سے بگولا ہوا
نہ جی کو تسلی نہ دل کو قرار
کبھو یاد کر اُس کو نالاں رہے
کبھو یاں کبھو واں بحالِ خراب
رہے گھر تو آشوبگہ وہ گلی
کبھو متصل ہونٹھ پر آہ سرد
ہوئی رفتہ رفتہ جو وحشت زیاد
کچھ اپنے بد و نیک کی سُدھ نہیں

گئی جان ہمرہ سخن ساز کے
کہ اس واقعے سے پشیماں گیا
جو تھا درپے امتحاں بے خبر
محبت کے ناموس کو لے گئی
مرے اک سخن میں قیامت ہوئی
دیا جی نہ دے جی اسی میں رہا
خجالت سے سر در گریباں ہوا
دوانہ ہوا عشق کے کام کا
گرا آکے اُس پیکرِ مردہ پاس
مجھے مُنھ سے تیرے ہے شرمندگی
نہ میرا کیا آہ ٹک انتظار
مرے تیرے دونوں کے جی میں رہی
لبِ آب جا کر جلا یا اُسے
محبت عجب داغ دکھلا گئی
لہو اُس کی آنکھوں سے جاری ہوا
رُکا دل کہ آخر جنوں ہوگیا
طبیعت میں آئی اک آوارگی
پھرے اسطرح جیسے بھولا ہوا
کفِ غم میں سر رشتۂ اختیار
کبھو ٹک جو بھولے تو حیراں رہے
وہی بیقراری وہی اضطراب
چمن میں جو لیجائیں تو بے کلی
کبھو دست بر دل کہ دل میں ہے درد
لگا بھاگنے سب سے وہ نامراد
نکل جائے تنہا کہیں کا کہیں

Marfat.com

کبھو جا کے صحرا سے لاویں اُسے   کبھو روتے دریا پہ پاویں اُسے
کبھو خاک ملتا ہے مُنھ پر کھڑا   کہیں ہے خرابی میں بے شُدھ پڑا
سر شام اک روز دریا گیا   ہوئی رات واں سے نہ آیا گیا
کنارے پہ رہتا تھا ایک وام وار   رہا رات اُسکے یہ قرب و جوار
کہا اُسکی عورت نے اُس رات کو   نہیں تجھسے جی چاہتا بات کو
تجھے فکر کچھ اب ہماری نہیں   تو جاتا نہیں شام سے اب کہیں
تراشکو دریا میں پڑتا تھا دام   تو چلتا تھا بارے معیشت کا کام
تو جاتا نہیں شب کو جس روز سے   معیشت ہے اندوہ جاں سوز سے
نہیں طاقتِ صبر ہم کو تنک   بہت دیر ملتا ہے نان و نمک
وہ بولا کہ میں بھی پریشان ہوں   بہت تنگدستی سے حیران ہوں
کہوں کیا کئی روز سے شام کو   اُٹھاتا ہوں میں اس سبب دام کو
کہ یک شعلۂ تند پر پیچ و تاب   فلک سے اُترتا ہے نزدیک آب
کوئی دم تو رہتا ہے سرگرم گشت   کبھی سوئے دریا کبھی سوئے دشت
ٹھہرتا جو ہے پھر کنارے پہ واں   کہے ہے پرسرام تو ہے کہاں
یہ آتش مرے دل کی کیونکر بجھے   عدم میں بھی میں نے نہ پایا تجھے
کیا عشق نے مجھکو آتش کا باب   نہ چھڑکا مری آگ پر تو نے آب
گیا وہ یہ کہکر سوئے آسماں   رہے ہے مجھے رات دن خوفِ جاں
سُنا حال شعلہ کا صیاد سے   دھواں ایک اُٹھا جانِ ناشاد سے
ہوا شعلۂ شوق دل سے بلند   رہا لوٹتا آگ میں جوں سپند
گئی رات جوں توں ہوئی صبح جب   زیادہ ہوئی عشق کی تاب و تب
محبت نے کی اشتعالک کہ وہ   سراسیمہ آیا چلا اس جگہ
جہاں سے اُٹھی تھی یہ آتش سلگ   پھر اُسکے جگر کو لگی گھر کو لگ
تبسم کناں واں یہ اُن نے کہا   کہ کلفت میں غم کی بہت میں رہا
چلو سیر گشتی کو ہنگام شب   لب آب خالی کریں دل کو سب
ہوا سو ہوا یوں نہیں تقدیر تھی   جہاں سوز الفت کی تاثیر تھی

Marfat.com

نہ ہوتے جو دلگیریاں متصل — نہ ہوتی یہ آتش کبھو مشتعل
کیاں عقل کی اُن نے باتیں جو واں — وہ عاشق جو تھا درپئے امتحاں
لگا کہنے یہ آرزو تھی مجھے — کہ اک روز ہشیار دیکھوں تجھے
سو یہ دن خدا نے دکھایا مجھے — سخن تیرے مُنھ کا سُنایا مجھے
ندامت سے ہوں تنگ شاہد ہیں سب — گرفتار ہوں میں بحال عجب
نہ خجلت سے رو ہے جو کچھ میں کہوں — نہ قدرت اجل پر کہ مر بھی رہوں
نہ تقدیر کا میں نے سمجھا فریب — نہ جانا کہ اتنی ہے وہ ناشکیب
ہوا اک سخن میں مرے یہ غضب — خرابی کا تیری ہوا میں سبب
کروں گا زمانہ میں جب تک معاش — رہوں گا اسی درد سے دلخراش
مقرر کیا ہے کئی دن سے یہ — کہ آئندہ رہیے تری خاک رہ
جو اس میں ہے خوش تو ہوں میں بھی ساتھ — رہینگے لب آب ہی آج رات
دل پر کو خالی کریں گے بہم — پھرینگے ترے ساتھ خوش کوئی دم
ہوئے عاقبت سوئے دریا رواں — نہ پیدا کسو پر یہ راز نہاں
کہ اک آگ سلگی ہے واں یک کنار — محبت کمیں میں ہے سرگرم کار
کسو اشتعالک کی ہے منتظر — جہاں سر کو کھینچا قیامت ہے پھر
ہوئے ناؤ پر شام گہ جب سوار — کہا اُن نے یاں ایک ہے دام دار
جہاں قفل ہو راہ دریا تو واں — کفایت ہے اُس گلبدن کی زباں
اسے ساتھ لو تو بڑی بات ہے — کہ دریا میں پھرتا ہے اور رات ہے
لیا آخر الامر ہمرہ اُسے — بٹھایا قریب اپنے یہ کہ اُسے
تنک دور چل کر کیا یہ سوال — مجھے ہے ترے حرف شب کا خیال
کہاں شعلۂ سرکش آتا ہے یاں — کدھر پیچ و تاب آکے کھاتا ہی یاں
کہاں لے ہے دریا یہ اک دم قرار — کدھر مضطرب ہو کرے ہے گزار
ٹھہرتا ہے کس جا وہ آتش فگن — طرف کون سے ہو ہے گرم سخن
یہ صیاد سے تھا ہی محو سراغ — جگر آتش شوق رکھتی تھی داغ
کہ ہو کر فروغ اک سوئے آسماں — تڑپنے لگا جیسے آتش بجاں

Marfat.com

کوئی دم میں دریا پہ آیا فرود — ہوا نیزہ بالا سبھوں کا نمود
لب آب دو شعلۂ جاں گداز — تڑپ کر بہت با زبان دراز
پکارا کہاں ہے پر سرام تو — محبت کا ٹک دیکھ انجام تو
کہ میں جملہ تن آتش تیز ہوں — دل گرم سے شعلہ انگیز ہوں
بھڑکتی ہے جب آگ دل کی مرے — لب آب اتروں ہوں غم میں ترے
مگر سوزش دل ہو کم آب سے — بجھے جی مرا اس تپ و تاب سے
سو یہ آب رکھتا ہے روغن کا کام — کیا عشق نے آہ دشمن کا کام
یہ بیتاب سن کر ہوا بیقرار — سفینے سے اترا بصد اضطرار
ہوا ہمدم اس آتش انگیز سے — کہا اس بلائے دل آویز سے
کہ میں بھی ہوں پر سرام خانہ خراب — مرا دل بھی اس آگ سے ہے کباب
مرے بھی جگر میں یہی سوز ہے — یہی مجھ کو جلنا شب و روز ہے
محبت تری برق خرمن ہوئی — تری دوستی جی کی دشمن ہوئی
سخن مختصر کچھ وہ شعلہ چلا — کچھ اک اپنی جاگہ سے یہ دل جلا
بہم گرمجوشی سے یک جا ہوئے — کہ گزری تھی مدت بھی تنہا ہوئے
وہ شعلہ رہا ایک جا مشتعل — کہے تو تسلی ہوئے جان و دل
یکایک بھڑک کر وہ جلنے لگا — پھرا ادھر ادھر پھرنے چلنے لگا
گیا پاس پانی کے آ کر صعود — رہی روشنی سی کوئی دم نمود
پھر آگے کسو پر نہ پیدا ہوا — بجا نا کہ وہ شعلہ پھر کیا ہوا
خبردار ہوا اہل کشتی تمام — لگے کہنے باہم نہیں پر سرام
اسے ڈھونڈھتے ہو گئے سب ناصبور — کنارے پہ دریا کے نزدیک و دور
نہ پایا کہیں اس کو حیراں ہوئے — نہایت ہی خاطر پریشاں ہوئے
وہ صیاد بولا کہ دوں ہیں نشاں — گیا تھا سوئے شعلہ یہ نوجواں
یہ اور آگ دونوں ہوئے ہم سخن — وہ شعلہ ہوا اس پہ آتش فگن
یہ جوشش تو یاں سے تھی مد نظر — پھر آگے نہیں اسکی مجھ کو خبر
نہ ہو آتش غم سے پہلے ہی داغ — چلو اس طرف کو جو نکلے سراغ

Marfat.com

گئے مضطرب حال سارے رواں — تڑپتا تھا وہ شعلہ آکر جہاں
تلاش اسکی کی اور لے لے کے نام — پکارے بہت پر کہاں پر مرام
محبت نے ایسا کھپایا اُسے — کہ ہرگز کنھوں نے نہ پایا اُسے
یقینی ہوا یہ کہ وہ تیز آگ — اُسی نیم کشتہ سے رکھتی تھی لاگ
لپٹ اُسکو شعلہ ہی وہ لے گیا — عجب طور کا داغ یہ دے گیا
پھرے خوار ہو ہو کے ناچار سب — کسی کو تحیر کسی کو عجب
کوئی منفعل ساتھ آنے سے تھا — کوئی بر لبِ آب جانے سے تھا
خصوصًا وہ عاشق ہوا پر خجل — ندامت ہوئی یہ جیسے متصل
نہ تھا اگلی خجلت ہی سے روے حرف — ہوا دوسرا ماجرائے شگرف
تفکر کے دریا میں ڈوبا ہوا — کنارے پہ بیٹھا تھا روتا ہوا
کہ پوچھیں گے جو اُسکے واماندگاں — تو یہ واقعہ کیا کروں گا بیاں
کہوں کیونکہ یکبار وہ جل گیا — کفِ خاک ہو خاک میں مل گیا
کھنچی جرم کو بے گناہی مری — ہوئی شہر میں روسیاہی مری
وہ شعلہ جلاتا مجھے کاشکے — لیے ساتھ جاتا مجھے کاشکے

مقولۂ شاعر

اگرچہ ہے یہ قصہ بھی حیرت فزا — ولے **میر** یہ عشق ہے بدبلا
بہت جی جلائے ہیں اس عشق نے — بہت گھر لٹائے ہیں اس عشق نے
فسانوں سے اسکے لبالب ہے دہر — جلائے ہیں اس تند آتش نے شہر

محبت نہ ہو کاش مخلوق کو
نہ چھوڑے یہ عاشق نہ معشوق کو

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مثنوی دریائے عشق

عشق ہے تازہ کار تازہ خیال
ہر جگہ اس کی اک نئی ہے چال

دل میں جا کر کہیں تو درد ہوا
کہیں سینے میں آہ سرد ہوا

کہیں آنکھوں سے خون ہو کے بہا
کہیں سر میں جنون ہو کے رہا

کہیں رونا ہوا. ندامت کا
کہیں ہنسنا ہوا جراحت کا

گہ نمک اُس کو داغ کا پایا
گہ پتنگا چراغ کا پایا

واں طپیدن ہوا جگر کے بیچ
یاں تبسم ہے زخم تر کے بیچ

کہیں آنسو کی یہ سرایت ہے
کہیں یہ خونچکاں شکایت ہے

تھا کسی دل میں نالۂ جانکاہ
ہے کسو لب پہ ناتواں اک آہ

تھا کسو کی پلک کی نمناکی
ہے کسو خاطروں کی غمناکی

کہیں باعث ہے دل کی تنگی کا
کہیں موجب شکستہ رنگی کا

کہیں اندوہ جان آگہ تھا
سوزش سینہ ایک جا گہ تھا

کہیں عشاق کی نیاز ہوا
کہیں اندوہ جاں گداز ہوا

ہے کہیں دل جگر کی بیتابی
تھا کسو مضطرب کی بیخوابی

کسو چہرے کا رنگ زرد ہوا
کسو محمل کی رہ کی گرد ہوا

طور پر جا کے شعلہ پیشہ رہا
بیستوں میں شرار تیشہ رہا

کہیں نے بست کو لگائی آگ
کہیں تیغ و گلو میں رکھی لاگ

کبھو افغان مرغ گلشن تھا
کبھو قمری کا طوق گردن تھا

کسو مسلخ میں جا تمنا رہ ہوا
کوئی دل ہو کے پارہ پارہ ہوا

Marfat.com

ایک عالم میں دردمندی کی — ایک محفل میں جا سپندی کی
ایک دل سے اُٹھے ہے ہو کر دود — ایک لب پر سخن ہے خون آلود
اک زمانے میں دل کی خواہش تھا — اک سمیں میں جگر کی کاہش تھا
کہیں بیٹھے ہے جی میں ہو کر چاہ — کہیں رہتا ہے قتل تک ہمراہ
خار خارِ دلِ غریباں ہے — انتظارِ بلا نصیباں ہے
کہیں شیون ہے اہلِ ماتم کا — کہیں نوحہ ہے جانِ پرغم کا
آرزو تھا اُمیدواروں کی — دردمندی جگر فگاروں کی
نمک زخم سینہ ریشاں ہے — نگہ یاس مہرکیشاں ہے
حسرت آلود آہ تھا یہ کہیں — شوق کی یک نگاہ تھا یہ کہیں
کشش اس کی ہے ایک اعجوبہ — ڈوبا عاشق تو یار بھی ڈوبا
کون محروم وصل یاں سے گیا — کہ نہ یار اُس کا پھر جہاں سے گیا
کام میں اپنے عشق یکّا ہے — ہاں یہ نیرنگ ساز یکّا ہے
جسکو ہو اُس کی التفات نصیب — ہے وہ مہمانِ چندروزہ غریب
ایسی تقریب ڈھونڈھ لاتا ہے — کہ وہ ناچار جی سے جاتا ہے

آغازِ قصۂ جانگداز

ایک جا اک جوان رعنا تھا — لالہ رخسار و سرو بالا تھا
عشق رکھتا تھا اُس کی چھاتی گرم — دل وہ رکھتا تھا موم سے بھی نرم
شوق تھا اسکو صورتِ خوش سے — اُنس رکھتا تھا وضع دلکش سے
تھا طرحدار آپ بھی لیکن — رہ نہ سکتا تھا اچھی صورت بن
کوئی ترکیب اگر نظر آتی — صورتِ حال اور ہو جاتی
دیکھتا گر وہ کوئی خوش پرکار — رہتا خمیازہ کش ہی لیل و نہار
زلف ہوتی کسو کی گر برہم — دیکھتے اُس کے حال کو درہم
دیکھتا گر کہیں وہ چشم سیاہ — دل سے بے اختیار کرتا آہ
سر میں تھا شورِ شوق دل میں تھا — عشق ہی اُسکے آب و گل میں تھا
الغرض وہ جوانِ خوش اسلوب — ناشکیبا رہے تھا بے محبوب

Marfat.com

ایک دن بے کلی سے گھبرایا ۔ سیر کرنے کو باغ میں آیا
کسو محل پاس وہ صنم ٹھہرا ۔ کہیں سبزے میں ایک دم ٹھہرا
اک خیاباں میں سے ہو نکلا ۔ ایک سائے تلے سے رو نکلا
نہ تسلّی ہوا دلِ بیتاب ۔ نہ تھما چشمِ تر سے خونِ ناب
دل کی واشد سے بے توقع ہو ۔ ہر شجر کے تلے بہت سا رو
دیکھ گلشن کو نا اُمیدانہ ۔ منھ کیا اُن نے جانبِ خانہ
دل کے رُکنے کا اُسکو اک غم تھا ۔ راہ چلنے میں خیال درہم تھا
ناگہ اُس کوچہ سے گزار ہوا ۔ آفتِ تازہ سے دوچار ہوا
ایک غرفے سے ایک مہ پارہ ۔ تھی طرف اُسکے گرمِ نظارہ
پڑ گئی اُس پہ اک نظر اُس کی ۔ پھر نہ آئی اُسے خبر اُس کی
تھی نظر یا کہ جی کی آفت تھی ۔ وہ نظر ہی وداعِ طاقت تھی
ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ ۔ صبر رخصت ہوا اک آہ کے ساتھ
بیقراری نے کج ادائی کی ۔ تاب و طاقت نے بے وفائی کی
منھ جو اُس کا طرف سے اسکے پھرا ۔ مضطرب ہو کے خاک پر یہ گرا
وہ تو رکھتی نہ تھی خیال اُسکا ۔ بیطرح ہووے گو کہ حال اُس کا
جھاڑ دامن کے تئیں وہ مہ پارہ ۔ اُٹھ گئی سامنے سے یکبارہ
وہ گئی اُس کے سر بلا آئی ۔ خاک میں مل گئی وہ رعنائی
دل پہ کرنے لگا طپیدن ناز ۔ رنگ چہرے سے کر چلا پرواز
ہاتھ جانے لگا گریباں تک ۔ چاک نے کے پھیلے پانوں داماں تک
طبع نے اک جنوں کیا پیدا ۔ اشک نے رنگِ خوں کیا پیدا
سوزشِ دل نے جی میں جاگہ کی ۔ داغ نے آ جگر کو آتش دی
بسترِ خاک پر گرا وہ زار ۔ درد کا گھر ہوا دلِ بیمار
خاطرِ افگار خار خار ہوئی ۔ جاں تمنّا کشِ نگار ہوئی
اُسکے منھ پر پڑی جو اسکی نگاہ ۔ نا امیدی کے ساتھ ہی سر کی آہ
خو ہوئی نالۂ حزیں کے ساتھ ۔ رابطہ آہِ آتشیں کے ساتھ

Marfat.com

ہونٹھ سوکھے تو خون ناب ملا / خواب و خور دونوں کو جواب ملا
خلق اُس کی ہوئی تماشائی / پر نہ وہ دیکھنے کبھو آئی
کچھ کہا گر کسو نے شفقت سے / رو دیا اُن نے ایک حسرت سے
جاکے اُسکے قریب در بیٹھا / قصد مرنے کا اپنے کر بیٹھا
دل نہ سمجھا کہ اضطراب کیا / شوق نے کام کو خراب کیا
جو کہ سمجھے تھے اُس کو دیوانہ / رحم کرتے تھے آشنا یا نہ
عاشق اُس کو کسو کا جان گئے / سب بُرا اس ادا کو مان گئے
کیونکہ باہم معاش تھی سب کی / ایک جا بود و باش تھی سب کی
وارث اُس کے بھی بدگمان ہوئے / درپئے دشمنیِ جان ہوئے
مشورت تھی کہ مار ہی ڈالیں / دفعتاً اُس بلا کے تئیں ٹالیں
پھر یہ ٹھہری کہ ہونگے ہم بدنام / سن کے آخر کہیں گے خاص و عام
کیا گنہ تھا کہ یہ جوان مارا / کن نے مارا اُسے کہاں مارا
ہووے یہ خون خفتہ گر بیدار / کھینچنی ہوئے خفتِ بسیار
کیجیے ایک ڈھب سے اسکو تنگ / تا نہ عاید ہو اپنی جانب ننگ
تہمت خبط رکھیے اُس کے سر / کیجیے سنگسار اُس کو پھر
دے کے دیوانہ اُس جواں کو قرار / ہو گئے سارے درپئے آزار
ایک نے سخت کہہ کے تنگ کیا / ایک نے آکے زیر سنگ کیا
ایک آیا تو ہاتھ میں شمشیر / ایک بولا کہ اب ہے کیا تاخیر
کی اشارت کہ کودکان شہر / آئے بر نیزہ غصہ و پر قہر
گرچہ ہنگامہ اُسکے سر پر تھا / لیک روئے دل اُسکا اودھر تھا
محو تھا اُس کے یہ خیال کے بیچ / تھا گرفتار اپنے حال کے بیچ
ہونٹھ پر حسن کا بیان اُس کا / تھا سر و سنگ آستاں اُس کا
ایک دم آہِ سرد بھر اُٹھتا / نالۂ گرم گاہ گاہ اُٹھتا
جی میں کہتا کہ آہ مشکل ہے / اسطرف ایک نگاہ مشکل ہے
دوست کو میرے نام سے ہے ننگ / دشمنوں سے ہے جی پہ عرصہ تنگ

Marfat.com

چشم تر سے لہو بہا کرتا ۔ صبح کے باد سے کہا کرتا
کاے نسیم سحر یہ اس سے کہہ ۔ مت تغافل کر اور غافل رہ
ان بلاؤں میں کوئی کیونکہ جیے ۔ جان پر آبنی ہے تیرے لیے
جان دوں تیرے واسطے سو تو ۔ آنکھ اٹھا کر ادھر نہ دیکھے کبھو
رفتہ رفتہ ہوا ہوں سودائی ۔ دور پہونچی ہے میری رسوائی
نام کو بھی ترے نہ جانا آہ ۔ مجھسے کیونکر سخن کی نکلے راہ
ناامیدانہ گر کروں ہوں نگاہ ۔ دیکھتا ہوں ہزار روز سیاہ
سخت مشکل ہے سخت ہے بیداد ۔ ایک میں خوں گرفتہ سو جلاد
کوئی مشفق نہیں کہ ہووے شفیق ۔ بیکسی بن نہیں ہے کوئی رفیق
نالہ ہوتا ہے گہ گہے دل جو ۔ گریہ آنسو سے پونچھتا ہے کبھو
آہ جو ہمدمی سی کرتی ہے ۔ اب تو وہ بھی کمی سی کرتی ہے
چشم رکھتا ہے وصل کی یہ دل ۔ جی ہے اس سے اسیر آب و گل
ورنہ ترکیب یہ کہاں ہوتی ۔ صورت اک معنی نہاں ہوتی
اب ٹھہرتا نہیں ہے پائے ثبات ۔ ایک میں اور کتنے تصدیعات
سنگباراں سے سخت ہوں دلتنگ ۔ شیشۂ دل نہیں ہے پارۂ سنگ
محرم یک نگاہ بیش نہیں ۔ کم ہے سینے میں جا کہ ریش نہیں
کیونکہ کہیے کہ تو نہیں آگاہ ۔ اک قیامت بپا ہے یاں سر راہ
کچھ چھپا تو نہیں رہا یہ راز ۔ اک جہاں اس سے ہے خبر پرداز
بس تغافل ہوا ترحم کر ۔ گوش دل جانب تظلم کر
کون کہتا ہے رہ نہ محو ناز ۔ پر نہ اتنا کہ جی سے جائے نیاز
ان بلاؤں پہ ان نے صبر کیا ۔ اختیار اپنے جی پہ جبر کیا
اس طرف کا نہ دیکھنا چھوڑا ۔ اس کے اندوہ سے نہ منھ موڑا
اور یہ ماجرا ہوا مشہور ۔ شور رسوائیوں کا پہونچا دور
دیکھ کر اس کو بیخور و بیخواب ۔ جانا ہر اک نے عاشق بیتاب
منھ پر اس کے جو رنگ خوں نہیں ۔ عشق ہے اسکو یہ جنون نہیں

Marfat.com

ہے نگہ اُس کی جس طرف مائل — اُس طرف ہی گیا ہے اسکا دل
جب ہوا ذکر اقل واکثر میں — چاہ ثابت ہوئی اُسے گھر میں
عشق بے پردہ جب فسانہ ہوا — مضطرب کد خدائے خانہ ہوا
گھر میں جا بہرِ دفعِ رسوائی — بیٹھ کر مشورت یہ ٹھہرائی
یاں سے یہ غیرتِ مہِ تاباں — جا کے چندے کہیں رہے پنہاں
شب محافے میں اُسکو کر کے سوار — ساتھ دے ایک دایۂ غدّار
پار دریا کے جلد رخصت کی — اس طرح فکر رفع تہمت کی
گھر تھا اک آشنا کا مدِّ نگاہ — واں ہو روپوش تا یہ غیرتِ ماہ
ہووے جب اس بلا سے خاطر جمع — نور افزائے خانہ ہو جوں شمع
گھر سے باہر محافہ جو نکلا — اُس جواں ہی کے پاس ہو نکلا
طپش دل سے ہو کے یہ آگاہ — ہو لیا ساتھ اُس کے بھر کر آہ
واں کے رہنے سے اُسکو کام نہ تھا — وہ گلی اس کا کچھ مقام نہ تھا
جس سے جی کو کمال ہو اُلفت — جس سے دل کی درست ہو نسبت
جنبش اُس کی پلک کو گرداں ہو — دل میں یاں کاوشِ نمایاں ہو
واں اگر موشکست کا ہو باب — یاں رگِ جاں کو ہووے پیچ و تاب
واں اگر پاؤں میں لگے ہے خار — دل سے یاں سر نکالے نیزہ یکبار
یار کو دردِ چشم اگر ہووے — چشمِ عاشق لہو میں تر ہووے
چاک دامن ہیں واں پے زینت — یاں اگر یباں ہے چاک گل کی صفت
واں دہن تنگ یاں ہے دلتنگی — حسن اور عشق میں ہے یکرنگی
دست افشاں وہ پائے کوباں یہ — تھا محافے کے ساتھ گرم رہ
قطرہ زن اشک سا وہ راہ تمام — در پے یار تھا یہ بے آرام
ہر قدم تھا زبان پر جاری — خواب ہے یا کہ ہے یہ بیداری
ہمسری اُس کی تھی میسر کب — ہے مجھے بخت [illegible]
شوق مفرط نے بے تہی کی سخت — تو شکیبی نے دل سے باندھا رخت
رفتہ رفتہ سخن ہوئے نالے — اُڑنے لاگے جگر کے پرکالے

Marfat.com

اضطراب دل نے زور کیا
ان نے بے اختیار شور کیا

دل کے غم کو زبان پر لایا
آفت تازہ جان پر لایا

کاے جفا پیشہ و تغافل کیش
اک نظر سے زیاں نہیں کچھ بیش

منھ چھپایا ہے تو نے اسیر بھی
نگہ التفات ایدھر بھی

صبر کس کس بلا سے کر گزروں
چارہ اس بن نہیں کہ مر گزروں

منزل وصل دور میں کم پایا
تجھکو اس مرتبے میں استغنا

ہے تو نزدیک دل سے اے طناز
لیک تجھ تک سفر ہے دور دراز

ناز نے یک نفس نہ رخصت دی
آئینے نے تجھے نہ فرصت دی

تو تو واں زلف کو بنایا کی
جان یاں پیچ و تاب کھایا کی

تجھ کو تھی اپنے خال رخ پہ نگاہ
دل مرا مبتلائے داغ سیاہ

تجھ کو مدنظر تھی اپنی چال
میں کشمکش ہوا کیا پامال

بستر خواب پر تجھے آرام
مجکو خمیازہ کھینچنے سے کام

واں لب لعل تیرے خنداں تھے
یاں فشردہ جگر پہ دنداں تھے

ناز و خوبی نے دل دیا نہ تجھے
رحم سے آشنا کیا نہ تجھے

اب تغافل نہ کر تلطف کر
حال پر میرے ٹک تاسف کر

گوش زد وایہ کے ہوئے یہ سخن
تھی وہ استاد کار حیلہ و فن

پاس اس کو بلا تسلی کی
وعدۂ وصل سے تشفی کی

کاے ستم دیدۂ غم دوری
ہو چکا اب زمان مہجوری

زار نالی نہ کر شکیبا ہو
عشق کا راز تا نہ رسوا ہو

دل قوی رکھ نہ جی کو کاہش دے
چل کوئی دم کو داد خواہش دے

سخت دلتنگ تھی یہ غیرت ماہ
قطع تجھ بن نہ ہو سکی تھی راہ

گرچہ یہ حسن اتفاق سے ہے
اسکی بھی جذب اشتیاق سے ہے

تیرے آنے سے دل کشادہ ہوا
نشۂ دوستی زیادہ ہوا

بزم عشرت کریں گے باہم ساز
ہو جو اب اپنے دوست کا دمساز

دے کر اس کو فریب ساتھ لیا
دل عاشق کو اپنے ہاتھ لیا

Marfat.com

لیک در پردہ اُن نے یہ ٹھانی ۔۔۔ کیجیے اس سے خصمی جانی
یہ تو دل تفتۂ محبت تھا ۔۔۔ سخت وارفتۂ محبت تھا
وقت نزدیک تھا جو آ پہونچا ۔۔۔ تا سر آب پا بپا پہونچا
آب کیسا کہ بحر تھا ذخّار ۔۔۔ تند و موّاج و تیرہ و تہ دار
موج کا ہر کنایہ طوفاں پر ۔۔۔ مارے چشمک حباب عمّاں پر
ہمکنار بلا ہر اک گرداب ۔۔۔ لجّہ سرمایہ بخش تیرہ سحاب
گزرے موج جب نہ تب دیکھا ۔۔۔ ساحل اُس کا نہ خشک لب دیکھا
کشتی اک آن کر ہوئی موجود ۔۔۔ ہو فلک سے ہلال جیسے نمود
کی کنارے پہ لاکے استادہ ۔۔۔ تھا محافہ رکوب آمادہ
اس سفینے میں جلد جا پہونچا ۔۔۔ یہ بھی واں ساتھ ہی لگا پہونچا
بیچ دریا میں دایہ نے جا کر ۔۔۔ کفش اس گل کی اسکو دکھلا کر
پھینکی پانی کی سطح پر اکبار ۔۔۔ اور بولی کہ او جگر افگار
حیف تیرے نگار کی پاپوش ۔۔۔ درج دریا سے ہووے ہم آغوش
غیرت عشق ہے تو لا اُس کو ۔۔۔ چھوڑ مت یوں برہنہ پا اُسکو
اُس طرف آب کے اُترنا ہے ۔۔۔ اس نواحی کی سیر کرنا ہے
پانوں اُس کے جو ہیں نگار آلود ۔۔۔ ظلم ہے ہوویں گر غبار آلود
جس کفِ پا کو رنگ گل ہو بار ۔۔۔ منصفی ہے کہ خار سے ہو فگار
ان پہ نرمی میں گل سے ہوں جو کے ۔۔۔ آبلہ چشم کو سیاہ کرے
یہ روا ہے تو اپنے حال پہ رو ۔۔۔ مفت ناموس عشق کو مت کھو
جی اگر تھا عزیز اے ناکام ۔۔۔ کیوں عبث عشق کو کیا بدنام
سُنکے یہ حرف دایۂ مکار ۔۔۔ دل سے اُسکے گیا شکیب و قرار
بے خبر کارِ عشق کی تہ سے ۔۔۔ جست کی اُن نے اپنی جاگہ سے
تھا سفینے میں پا کہ دریا میں ۔۔۔ موج زنجیر ہو گئی پا میں
کھینچ گیا قعر کو یہ گوہر ناب ۔۔۔ تھی کشش عشق کی مگر تہ آب
کہتے ہیں ڈوبتے اُچھلتے ہیں ۔۔۔ لیکن ایسے کوئی نکلتے ہیں

Marfat.com

ڈوبے جو یوں کہیں وہ جا نکلے / غرق دریائے عشق کیا نکلے
عشق نے آہ کھو دیا اُس کو / آخر آخر ڈبو دیا اُس کو
جبکہ دریا میں ڈوب کر وہ جوان / کھو گیا گوہر گرامی جان
دایۂ حیلہ گر ہوئی دل شاد / واں سے کشتی چلی بہ رنگ باد
خار خار دلی سے فارغ ہو / لے گئی پار اُس گل نو کو
یہ نہ سمجھی کہ عشق آفت ہے / فتنہ سازی میں اک قیامت ہے
خاک ہو کیوں نہ عاشق بیدل / کام سے اپنے یہ نہیں غافل
وصل جیتے نہ ہو میسّر اگر / لاوے معشوق کو یہ تربت پر
یاں سے عاشق اگر گئے ناشاد / خاک خوباں بھی اُن نے دی برباد
قصہ کوتاہ بعد یک ہفتہ / آئی وہ رشک مہ زخود رفتہ
کہنے لاگی کہ اب تو اے دایہ / ہو گیا غرق وہ فرومایہ
اب تو وہ ننگ درمیاں سے گیا / آرزومند اس جہاں سے گیا
تھے جو ہنگامے اسکے حد سے زیاد / ساتھ اُسکے گئے وے شور و فساد
شور فتنے تھے اس تلک سارے / اب تو بدنامیاں نہیں بارے
دل تڑپتا ہے متصل میرا / مرغ بسمل ہے یا کہ دل میرا
وحشت طبع اب تو افزوں ہے / حال جی کا مرے دگرگوں ہے
بیدماغی کمال ہوتی ہے / جان تن کے وبال ہوتی ہے
دل کوئی دم میں خون ہووےگا / آج کل میں جنون ہووے گا
بیکلی جی کو تاب دیتی ہے / طاقت دل جواب دیتی ہے
جی میں آتا ہے ہوں بیابانی / پر کہوں ہوں کہ ہے یہ نادانی
مصلحت ہے کہ مجھ کو لے چل گھر / ایک دو دم رہیں گے دریا پر
گاہ و باشد کہ دل مرا وا ہو / ورنہ کیا جانیے کہ پھر کیا ہو
دایہ بولی کہ اے سراپا ناز / حسن کا در بہ تیرے روئے نیاز
اب تو میں فتنے کو سُلایا ہے / اس بلا کے تئیں بٹھایا ہے
کون مانع ہے گھر کے چلنے کا / سد رہ کون ہے نکلنے کا

Marfat.com

ہو محافے میں دلخوشی سے سوار
شاد و شاداں کر آب سے تو گزار

دل سے اپنے پدر کے غم کم کر
مادرِ مہرباں کو خرّم کر

کر ملاقات ہمدموں سے تو
گرم بازی ہو محرموں سے تو

یہ نہ سوچی کہ بد بلا ہے عشق
گھات میں اپنی لگ رہا ہے عشق

جس کسو سے یہ پیار رکھتا ہے
عاقبت اُس کو مار رکھتا ہے

جذب سے اپنے جب کرے ہے کام
عاشق مردہ سے بھی لے ہے کام

صبح گاہاں وہ غیرتِ خورشید
اس جگہ سے رواں ہوئی نومید

پہنچی نصف النہار دریا پر
روئی بے اختیار دریا پر

حد سے افزوں جو بیقرار ہوئی
دایہ کشتی میں لے سوار ہوئی

حرف زن یوں ہوئی کہ اے دایہ
یاں گرا تھا کہاں وہ کم مایہ

موج سے تھا کدھر کو ہم آغوش
تھا تلاطم سے کس طرف ہمدوش

تجھکو آیا نظر کہاں آکر
پھر جو ڈوبا تو کس جگہ جاکر

مجھکو دیجو نشان اُس حبا کا
میں بھی دیکھوں خروش دریا کا

ہوں میں ناآشنائے سیرِ آب
ناشناسائے موجۂ و گرداب

لجہ کیا لطمہ کس کو کہتے ہیں
گھر میں ہم نام سُنتے رہتے ہیں

ہیں میسر کہاں یہ سیرِ عبور
اتفاقی ہیں اس طرح کے امور

کہ میں گرچہ دایہ تھی کاہل
لیک تہ سے سخن کے تھی غافل

یہ نہ سمجھی کہ ہے فریب عشق
ہے یہ مہ پارہ ناشکیب عشق

بیچ دریا کے جا کہا یہ حرف
یاں ہوا تھا وہ ماجرائے شگرف

یاں وہ بیٹھا حباب کے مانند
پھر نہ تھا کچھ سراب کے مانند

سُنتے ہی یہ کہاں گر کر
گر پڑی قصد ترک جاں کر کر

موج ہر اک کمند شوق تھی آہ
لپٹی اُس کو بہ رنگ مارِ سیاہ

دام گسترده عشق تھا تہِ آب
جس کے حلقے تمام تھے گرداب

حسن موجوں میں یوں نظر آوے
نورِ مہتاب جیسے لہراوے

تھیں وہ اُس کی حنائی انگشتاں
غیرت افزائے پنجۂ مرجاں

Marfat.com

سر پہ جب دم کہ آب ہو کے بہا | سطح پانی کا آئینہ سا رہا
کشش عشق آخر اُس ہم کو | لے گئی کھینچتی ہوئی تہ کو
کودے غواص و آشنا سارے | تا بقدر دست و پا مارے
کھینچ کر کوفت سب ہوئے بیتاب | نہ لگا ہاتھ وہ دُرِ نایاب
جا ہم آغوش مردہ یار ہوئی | تہ میں دریا کے ہمکنار ہوئی
پاک کی زندگی کی آلایش | ہو کے دست و بغل کی آسایش
سر ٹپکتی جو گھر گئی دایہ | آفت اک لے گئی نئی دایہ
اب و عم مادر و برادر سب | خاک افشاں بسر و نالہ بلب
دار و دستہ تمام اُس گل کا | ترک آئین کر تجمل کا
سوئے دریا رواں ہوئے گریاں | آتشِ غم سے دل جگر بریاں
خلق یکجا ہوئی کنارے پر | حشر برپا ہوئی کنارے پر
دام داروں سے سب نے کام لیا | آخر اُن کو اسیرِ دام کیا
نکلے باہم وے موئے نکلے | دونوں دست و بغل ہوئے نکلے
ربط جیساں بہم ہویدا تھا | مر گئے پر بھی شوق پیدا تھا
ایک کا ہاتھ ایک کی بالین | ایک کے لب سے ایک کو تسکین
جو نظر ان کو آن کرتے تھے | ایک قالب گمان کرتے تھے
کیا لکھوں مل رہے وہ وصل دار | عہد گر سے جدا ہوئے دشوار
کیوں نہ دشوار ہووے انکا فصل | جان دیدے ہوا ہو جنکا وصل
حیرت کار عشق سے مردم | شکل تصویر آپ میں تھے گم

مقولۂ شاعر

میر اب شاعری کو کر موقوف | عشق ہے ایک فتنۂ معروف
قدرت اپنی جہاں دکھاتا ہے | اس سے جو تو کہے سو آتا ہے
کتنی وسعت ترے بیاں میں ہے | کتنی طاقت تری زباں میں ہے

لب پہ اب مہر خامشی بہتر
یاں سخن کی فرامشی بہتر

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مثنوی عشقیہ

چمن سے عنایت کے بادام وار	الٰہی زباں دے مجھے مغز دار
صفت عشق کی تا کروں میں بیاں	رہوں عشق کہنے سے میں تر زباں
عجب عشق ہے مرد کار آمدہ	جہاں دونوں اسکے ہیں برہم زدہ
جہاں جنگ صف کی یہ ظالم لڑا	صف اُلٹی جہاں ایک مارا پڑا
اگر لوگ مارے گئے سربسر	ولے فتح اس کی ہے یہ طرفہ تر
کوئی کشتنی جو طرف ہو گیا	تہ تیغ اس کے تلف ہو گیا
جہاں جس کسو سے اسے چاہ ہے	وہیں اُس کے تا قتل ہمراہ ہے
کسو سے اگر ہو گئی لاگ سی	درونے میں اسکے لگی آگ سی
ہوا ملتفت یہ کسو سے کہیں	تو نام و نشاں اسکا پھر واں نہیں
وفاق اس کا نکلا سراسر نفاق	پڑا عاشقوں میں عجب اتفاق
جواں کیسے کیسے موئے عشق میں	بہت گھر خرابے ہوئے عشق میں
بہت عشق میں لوگ روگی ہوئے	بہت خاک مل منہ پہ جوگی ہوئے
گئے دشت میں کچھ نہ مو ہو ہوئے	کچھ اک شہر میں پھر کے یکسو ہوئے
نہ مرغِ چمن ہی ہے نالان و زار	گئے داغ کہسار سے لالہ زار
کسو کا جگر غم سے خوں ہو گیا	کسو کوہ کن کو جنون ہو گیا
کوئی زار باراں بہت رو چکا	کوئی برق سا جل بجھا ہو چکا
غرض عشق کا ہر طرف شور ہے	نئی روز شہروں میں اک گور ہے

Marfat.com

بہت جان ناکام دیتے گئے
تمنائے دل ساتھ لیتے گئے

بہت اہلِ اسلام کافر ہوئے
بہت اول عشق آخر ہوئے

بہت جرم الفت پہ مارے گئے
جوا عشق بازی کا ہارے گئے

ہوئے خانداں کیسے کیسے خراب
جواں جوں جوانی گئے کیا شتاب

کیا عشق جس دن سے مرتے رہے
جیون ہی کا اندیشہ کرتے رہے

کسے عشق نے جی سے مارا نہیں
یہی درد ہے درد چارہ نہیں

ہوا عشق کی سخت نایاب ہے
سرِ عاشقاں سنگ کا باب ہے

جو ہو عشق عارض تو پھر یاس ہے
عبث کوئی دن جینے کا پاس ہے

محبت ہے نیرنگ سازِ عجیب
فسانے ہیں اسکے عجیب و غریب

کوئی عشق کرنا دھرا تھا ورے
گئے میکدے سے بھی صوفی پرے

نہ واں مکر و نے شید و طامات ہے
خرابات جانا کرامات ہے

کہیں عشق نے آرزو کش کیے
گئے خوش جو عاشق تو ناخوش گئے

کہیں سہل تر یار مرنے لگے
کہیں لوگ دشوار مرنے لگے

کہیں کام ان نے کیے ہیں عجب
فسانہ ہوئی بزم عیش و طرب

کہیں بادشہ اس سے درویش ہیں
کہیں اس سے درویش دلریش ہیں

لیا کاہ کا کوہ سے کیں کہیں
ملائے کہیں آسمان و زمیں

کہیں پڑ گئے اس سے فتنے فساد
رہے زیرِ شمشیر حد سے زیاد

یہ عالم کا آشوب ہے دہر سے
مراد خطر گہ ہے اس شہر سے

ہوئے عشق میں زہد کیشاں خراب
رہے دل شکستہ پریشاں خراب

اٹھا عشق کا شور عزلت گزیں
گئے دشت گردی کو کر ترک دیں

ہوا عشق سے مجلس حال دہر
تواجد لگے کرنے شیخانِ شہر

کیا عشق میں ترک صوم و صلوٰت
گئے اہلِ مسجد سوئے سومنات

مسلماں ہوئے عشق میں برہمن
گئے کعبہ کو چھوڑ دینِ کہن

نہ سبحہ نہ زنار نہ کفر و دیں
یہاں سب ہے عشق اور کچھ بھی نہیں

محبت کے ساغر کش اہل صلاح
بیہوش دارو ہے ان کی فلاح

Marfat.com

کوئی ہوش میں اپنے رہتا نہیں
ہر اک چپ ہے کچھ کوئی کہتا نہیں

رباطی ہیں خانہ سیہ عشق میں
مصلے ہوئے ان کے تہ عشق میں

ہمہ خاندانِ تفاوت خراب
خرابے سے ہیں بے تفاوت خراب

یہی عشق جس سے کہ حاصل ہو کام
یہی عشق ہے جس سے نکلا ہے نام

اسی عشق سے روسیہ روسفید
رکھیں عشق سے نااُمیداں اُمید

یہی عشق ہے عقدۂ دل ہے یہ
یہی عشق حلال مشکل ہے یہ

کہیں اس کو لڑنے سے پایا معاف
کہیں ان نے میدان مارے ہیں صاف

کہیں مومنانہ اسے درد دین
کہیں کافرانہ ہوا بے یقین

غرض عشق سے ہے طرفہ نیرنگ ساز
کہیں ناز یکسر کہیں ہے نیاز

حکایت

حکایت ہے عشقی حکایات میں
کہ افغاں پسر ایک گجرات میں

جواں خوش تھا پرکار و پرہیزگار
بہت حسن کا اُسکے واں اشتہار

بصورت یہ طاعت یہ دامانِ پاک
نہ دامن پہ مانند گل گرد خاک

اگر ہووے حور بہشتی دوچار
وہ دریائے حسن اس سے ڈھونڈھے کنار

وگر آگے سے ہو پری کا گزر
حیا سے نہ اُس پر کرے ٹک نظر

رہے محو پاکیزگی و صلوٰۃ
نہ ہوں ترک سہواً کبھی واجبات

تناسب بہت اُسکے اعضا سے خوب
سراپا میں دیکھو تو ہر جا سے خوب

زباں نرم طالع وری و صلاح
نہ طنز و کنایہ نہ رمز و مزاح

خوش اندام و خوش رو و پاکیزہ خو
کسو وقت رہتا نہ تھا بے وضو

جوانی کا ہنگام طاعت کا صرف
لب سُرخ پر دبروں کا نہ حرف

حیا کو سیاہی سے پلکوں کی راہ
نکلتی تھی باہر نہ گاہے نگاہ

بہت پاک دامن معیشت ہوئی
لطافت نزاہت میں مدت ہوئی

کہ ناگاہ اس راہ یک زن گئی
جبیوں پر خدا جانے کیا بن گئی

جواں کی نظر شرمگیں جا لڑی
وہ شرمائی آنکھ اُسکے اوپر پڑی

نہ دل مستقل تا شکیبا ہوا
دل طرف ثانی بھی بیجا ہوا

Marfat.com

حیادار تھی زن گئی اپنے گھر
وفادار تھا یہ رہا دیکھ اودھر

کیا چند شرطِ وفا ہی کا پاس
لگے رہنے دونوں گھروں میں اداس

کئی دن میں ہندو زن آنے لگی
لیے پانی اس راہ جانے لگی

نگاہیں ہوئیں ہمدگر آشنا
محبت کا دونوں نے پانی بھرا

یہی مدتوں دیکھا دیکھی رہی
دلوں کی کسو سے نہ ہرگز کہی

جیون میں شب و روز مرتے رہے
ولے پاس ظاہر کا کرتے رہے

رہے دیر تک دونوں ناکامِ عشق
نہ آیا لبوں پر کبھو نامِ عشق

یہ کیا دخل اظہارِ الفت کریں
یہی بستہ لب مشقِ حیرت کریں

گھروں میں نگاہیں تھیں کلفت بھری
در و بام پر پڑتیں حسرت بھری

لبوں پر نہ آیا کبھو حرفِ عشق
اگرچہ ہمہ تن رہے صرفِ عشق

بجا یا کیے پردے میں سازِ دل
نہ نکلا کوئی نغمۂ رازِ دل

دوانوں میں تو گرمجوشی رہی
دہانوں پہ مہرِ خموشی رہی

کریں حسرت آگیں نگہ چار اور
لب ان کے یہ ساکت سرو نیں یا نہ شور

کسو سے نہ حرف و حکایت انھیں
محبت سے شکر و شکایت انھیں

کہیں دردِ دل سو کبھو زیرِ لب
وگرنہ سکوت ان کو تھا جب نہ تب

شب و روز دونوں تھے صورت مثال
بہم محوِ خوبی و صرفِ خیال

سپے جائیں آنکھیں بھری بہرِ ضبط
کہ جاتا نہ جاوے یہ آپس کا ربط

کبھو آہ اٹھتی تو دم سرد ہو
کہیں منکشف تا نہ یہ درد ہو

دلوں میں جو تھی چاؤ خوں ہو گئے
گرفتہ رہے سو جنوں ہو گئے

بیاباں کی جانب کھنچے دل بہت
کہ تھا شہر میں کام مشکل بہت

ارادے ہوئے یہ دلوں ہی میں خون
کیا پھر بھی دونوں نے صبر و سکون

صبا سے رہے دو طرف کے پیام
کہ اے باد کہیو یہ بعد از سلام

خیالات ملنے کے جاتے نہیں
قرار و سکوں دل تلک آتے نہیں

شب و روز رہتا ہے یاں اضطراب
کیا شوق نے کام کو کیا خراب

کوئی طور ملنے کا ایجاد کر
نہ جو رحم سے ہو تو بیداد کر

Marfat.com

پیام ایک کا یہ کہ اے بادِ نرم
کہ اسکو محبت سے کچھ بھی ہے شرم

تنِ زار بیجان کیونکر جیے
جگر میں نہ ہو خوں تو کیا خوں پیے

ملاقات کا رکھے کیونکر خیال
رہے کیونکہ جاں نا اُمیدِ وصال

اگر دیکھیں آنکھیں ہیں وہ اسطرف
وگر منھ ہمارا ہے سو اس طرف

اسے دیکھنا ہی ہے ارمان بھی
ادھر ہی چلی جائے ہے جان بھی

کہ اس سے کہ مرتے ہیں تیرے لیے
کیا عشق با جرم ہم نے کیے

نہیں صبر آتا ترے بن ملے
لبوں سے جگر تک بھرے ہیں گلے

کسو سے کسو کو نہ ہو جائے لاگ
کہے تو لگائی ہے سینے میں آگ

کسو کا کسو سے نہ لگ جائے دل
کہ کہنا پڑے ہائے دل ہائے دل

کسو کی نہ اچھی لگے کوئی آن
کہ جانِ المناک و تجھے ندان

کسو کے مجعد نہ کھل جائیں بال
کہ ہو دل کے عقدوں کی وہ اشکال

کسو لالہ رُخ کا نہ اُٹھے نقاب
کہ ہوں داغ دونوں مہ و آفتاب

قد آرا نہ ہو فتنہ در سر کوئی
کہ سر پر قیامت رکھے ہر کوئی

کسو کے نہ چاہ زنخ میں گریں
مبادا کہ واں سے نہ جیتے پھریں

کسو کے نہ انداز پر جا سے جا
صبا ہولے کیا جانیے کیا ہے کیا

کسو کی نہ آنکھوں کو دیکھا کریں
کہ لوگ اس کا آخر پر دیکھا کریں

کسو کے نہ ایمائے ابرو پہ جائیں
فریبِ فریبندگاں تا نہ کھائیں

صبا چلتے اس سے یہ کہ آئیو
کہ غافل ہی ہم سے نہ ہو جائیو

دلِ زار تجھ بن ہے بے کل بہت
نہ جی کو مرے بن ملے مل بہت

گئے ہم سے پھر ہاتھ آتے نہیں
یہ گم گشتہ پھر پائے جاتے نہیں

انھیں کا نہیں رہتا نام و نشاں
کوئی ان کو ڈھونڈے تو پھر کہاں

کہیں یوں فراموش ہوتے ہیں یار
ہمارا ترا عشق ہے یادگار

ترحم کہ اب بھی گیا کچھ نہیں
تلطف کہ ہم میں رہا کچھ نہیں

نہ کر یوں کہ افسوس باقی رہے
گلِ تر یہ چند اوس باقی رہے

گھٹی جان جاتی ہے یوں ہر زماں
تلف جیسے ہر دم ہو آبِ رواں

Marfat.com

نہ ہو جاتی اے کاش الفت ہمیں — اُٹھانی نہ پڑتی یہ کلفت ہمیں
نہ آنکھیں لگی ہوتیں ناگاہ کاش — کہ چھاتی کی دل تنگ جاتی خراش
نہ دل کو ہوئی ہوتی چسپیدگی — کہ داغوں کو ہوتی نہ بالیدگی
نہ پڑتی مری آنکھ گر اسکی اور — تو اُٹھتا نہ سر سے جنوں کا یہ شور
ہوئی آتش عشق آخر بلند — جگر دل ہوئے دونوں اسکے سپند
زبانے تھے اس آگ کے کیا دراز — ہوئی دونوں بیتابوں کی جاں گداز
پڑی آگ وہ دل جگر جل گئے — جگر دل نہ بل دونوں گھر جل گئے
ہوا ناگہاں شوہر زن مریض — نہایت ہوئی تپ طویل و عریض
تشتت ہوا تپ کا دل کے تئیں — کھنچی رفتہ رفتہ دق وسل کے تئیں
نزاری سے دل ہو گیا زار تر — ہوا خشک ہوکر وہ بیمار تر
بدن کاہ سا رنگ کاہی ہوا — بہت حال اُس کا تباہی ہوا
دموں پر بھی وہ رفتنی کم رہا — ٹھہر کر گئے دم ہوا ہو گیا
فنا یعنی طاری ہوئی ہو چکا — اسے دار و دستہ بہت رو چکا
جلانے کی تیاری کرنے چلے — چلی زن بھی تا ساتھ اسکے جلے
کھلی دعوی سوختن میں زبان — کیا پاس ظاہر سے نقصان جان
لگی جلنے چھوڑا نہ اصرار کو — خبر پہونچی اِس نوگرفتار کو
اٹھا واں سے بیتاب آیا چلا — اسے دیکھ جلتے بہت جی جلا
جھکا آگ کی اور کر اضطراب — کہ جی میں نہ طاقت تھی مطلق نہ تاب
کہا ہم کو کیا کہتی ہو اس گھڑی — نظر اُسکی جلتے جو اُس پر پڑی
کہا آئیے ہو تو چلے آؤ تم — شتابی کرو جو ہمیں پاؤ تم
یہ بیتاب تھا آگ پر بھر پڑا — پتنگا سا اُس شعلے پر گر پڑا
لگے آتے تھے کتنے انفار ساتھ — وہیں کھینچ لائے اُسے ہاتھوں ہاتھ
چلے ادھر جلا کے سب اُسکو گھر — ہوا گرم ہنگامہ اک یہ ادھر
کیا لوگوں نے اسکے سر پر ہجوم — ہوئی شہر میں شور محشر کی دھوم
قدم کتنے چل کر وہ آتش بجاں — ہوا یوں سخن زن کہ اے دوستاں

Marfat.com

تعب کش ہوں میں آتش تیز کا — اُسے قصد تھا میرے خونریز کا
لے آئے مجھے گرمی سے تم نکال — کیا گھر بھی لے چلنے کا اب خیال
نہیں متصل راہ چلنے کی تاب — کہ ہوں نیم سوز آگ کا میں کباب
کہیں مجکو سائے میں ٹھہرائیے — جو دم ٹھہرے تو آگے لے جائیے
کوئی دم مرا کھینچیے انتظار — کہ گرمی سے ہوں بیخود و بیقرار
توقف کیا سب نے زیر درخت — کہا واقعی رنج کھینچا ہے سخت
نہ جانا کہ ہے مانع راہِ عشق — رکھے ہے عجب جذب جانکاہِ عشق
نہ آتش نہ گرمی نہ بے طاقتی — بہانے ہیں سب جذب ہے الحق
عجب تر نظر آتے ہیں کار عشق — نہیں سمجھے جاتے ہیں اسرار عشق
اُٹھانے کو کہنے تو کہلائے تھا — دل اسکا ادھر ہی چلا جائے تھا
اگر آنکھیں کھلتیں تو اودھر نظر — ہوئی خاک معشوقہ جل کر جدھر
گیا منتظر اُس کو وہ دن تمام — نظر کرکے کیا دیکھتا ہے کہ شام
خراماں چماں آتی ہے وہ پری — وہی ناز عشوہ وہی دلبری
وہی صورت اسکی ہے جلوہ نما — وہی رنگ رو گل کا غیرت فزا
اسی طرز و انداز و خوبی کے ساتھ — اُٹھایا اُسے ہاتھ میں لے کے ہاتھ
گئی اس طرف لے جدھر تھی جلی — نظر کرتے تھے واقعی یہ سبھی
ہوے مانعیت کا کسو کو جگر — کہ حیران سب رہ گئے دیکھ کر
ہوئے جاتے جاتے نظر سے نہاں — گیا عشق کیا جانے لے کر کہاں
بہت سے ہوئے لوگ گرم سراغ — کنھوں نے نہ پایا نشاں غیر داغ

نہ کر میر اب عشق کی گفتگو
قلم اور کاغذ کو رکھدے بھی تو

فسانے ہیں اسکے ہزاروں ہزار — یہی کشت و خوں کا ہے یہ گرم کار
بہت خاک جل جل کے یاں ہوگئے — رہِ عشق میں جی بہت کھو گئے

غرض ایک ہے عشق بیخوف و باک
کیے دونوں معشوق و عاشق ہلاک

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مثنوی معاملاتِ عشق

کچھ حقیقت نہ پوچھو کیا ہے عشق
حق اگر سمجھو تو خدا ہے عشق

عشق ہی عشق ہے نہیں ہے کچھ
عشق بن تم کہو کہیں ہے کچھ

عشق تھا جو رسول ہو آیا
اُن نے پیغام عشق پہونچایا

عشق حق ہے کہیں نبی ہے کہیں
ہے محمدؐ کہیں علیؑ ہے کہیں

عشق عالیجناب رکھتا ہے
جبرئیل و کتاب رکھتا ہے

عشق حاضر ہے عشق غائب ہے
عشق ہی مظہرِ عجائب ہے

عشق کیا کیا مصیبتیں لایا
روز کو رات کر کے دکھلایا

عشق میں لوگ زہر کھاتے ہیں
عشق سے رنگ سبز پاتے ہیں

عشق سر تا قدم اُمید ہوا
زیرِ تیغِ ستم شہید ہوا

مجھ سے مت پوچھ یہ کہیں ہے عشق
عشق ہے ان ہی کو جنھیں ہے عشق

عشق سے رنگ زرد ہوتا ہے
عشق سے دل میں درد ہوتا ہے

رہتے ہیں عشق ہی میں مژگاں تر
نہیں دیکھی ہیں آنکھیں آتے بھر

عشق ہی کا خراب ہے کنعاں
عشق ہے ایک خانہ آباداں

عشق لایا ہے آفتیں کیا کیا
اس سے آئیں قیامتیں کیا کیا

قیس کیا رنج کھینچ کھینچ موا
سر پہ فرہاد کے سُنا جو ہوا

عشق نے چھاتیاں جلائی ہیں
آگیں کس کس جگہ لگائی ہیں

Marfat.com

عشق میں ایک جی کو کھو بیٹھے
ایک آنکھوں کو رو کے رو بیٹھے

ایکوں کا جیب تا بدامن چاک
ایک ڈالے ہے سر کے اوپر خاک

شان ارفع ہے جنکی خوار ہیں یاں
عقل والے جنوں شعار ہیں یاں

خستۂ عشق کچھ نہ **میر** ہوئے
بادشہ عشق میں فقیر ہوئے

کوئی دلتنگ ہو کنویں میں گرا
کوئی ڈوبا کوئی گیا نہ پھرا

جب پتنگا ہوا تھا اس سے داغ
تب دیا جی کو ان نے پیش چراغ

عشق کی فاختہ ستمکش ہے
عشق سے عندلیب دلکش ہے

عشق باعث ہوا وطن چھوٹے
مرغ پکڑے گئے چمن چھوٹے

مایۂ درد و رنج سب ہے عشق
متصل رونے کا سبب ہے عشق

پڑ گئے دل جگر میں آخر چھید
کچھ نہ پایا کنھوں نے عشق کا بھید

اپنی تیغِ ستم جو اینچے عشق
جامے بہتوں کے خوں میں کھینچے عشق

عشق سے قمری ہے حریف سرو
مہ سے آنکھیں لڑا رہا ہے تدرو

عشق کے دل فگار سارے ہیں
ان نے کیا کیا جوان مارے ہیں

کہیں حق ناحق ان نے خون کئے
کہیں سر پر کھڑا ہے تیغ لئے

کوئی محوِ گزاف ہیں اس سے
کہیں میدان صاف ہیں اس سے

اس سے یک جمع نے لیا ہی جوگ
ایک فرقہ کا ہے یہ جی کا روگ

ایک کے لب پہ آہ ہے اس سے
ایک کا دن سیاہ ہے اس سے

ایک کا شیوہ اس سے نالہ کشی
ایک کو بیدمی ہے جیسے غشی

ایک ناشاد زندگانی سے
ایکوں کے دل گداز پانی سے

ایک کے پھول گُل پہ نالے ہیں
ایک کی جان ہی کے لالے ہیں

ایک نے کوہ اس سے توڑ دیے
ایک تنکا کر اُن نے چھوڑ دیے

چپ لگی ہے کسو کو اسکے سبب
بند رہتے نہیں کسو کے لب

کوئی باتیں کرے ہے شوق کیساتھ
کوئی چپکا ہو لے ہے ذوق کے ساتھ

ہے تواجد کسو کو حال کہیں
کہیں نقصان ہے کمال کہیں

ایک محو لباس عریانی
ایک سرگرم دامن افشانی

Marfat.com

کسو کو فکر کوئی ذاکر ہے
کوئی صابر ہے کوئی شاکر ہے

کہیں وسعت کہیں ہے تنگ اوقات
عشق کے ہیں گے مختلف حالات

سیر قابل ہیں اس کے دیوانے
سُننے کے گوں ہیں ان کے افسانے

وصل میں جن کے دل رہیں ہیں بجا
فصل ہو تو اُنھوں کا حال ہو کیا

اس بلا سے مجھے بھی کام ہوا
عاشقِ زار میرا نام ہوا

قصہ میرا بھی سانحہ ہے عجب
کس پہ گزرا ہے یہ ستم یہ غضب

معاملۂ اوّل

ایک صاحب سے جی لگا میرا
اُن کے عشووں نے دل ٹھگا میرا

ابتدا میں تو یہ رہی صحبت
نام سے اُن کے تھی مجھے اُلفت

خوبی اُن کی جو سب کہا کرتے
گوش میرے اُدھر رہا کرتے

بخت برگشتہ پھر جو یار ہوئے
اک طرح مجھ سے وے دوچار ہوئے

کیا کہوں طرز دیکھنے کی آہ
دل جگر سے گزر گئی وہ نگاہ

چپکے مُنھ اُن کا دیکھ رہتا میں
جی میں کیا کیا یہ کچھ نہ کہتا میں

وے تو ہرچند اپنے طور کے تھے
پر تصرف میں ایک اور کے تھے

کرتے ظاہر میں احتیاط بہت
مجھ سے بھی رکھتے اختلاط بہت

بات کی طرز میری ہی بھاتی
میری آزردگی نہ خوش آتی

پیار چتون سے پھر نکلنے لگا
دیکھنا دل کو میرے ملنے لگا

کہیں دیکھوں تو بات دیر کہیں
بیدماغ اور بیگمان رہیں

کچھ کچھ آزار مجھکو دینے لگے
قسم اقسام مجھ سے لینے لگے

میں جو کھاتا قسم تو ہو برہم
کہنے لگتے کہ کیا گدا کی قسم

ایک دو دن میں بعد رفع ملال
لطف سے پوچھتے کہو کچھ حال

جو گزرتی تھی مجھ پہ میں کہتا
یا کوئی اشک آنکھ سے بہتا

دیکھ کر روتے آپ بھی روتے
دل دہی کرتے جبتلک سوتے

Marfat.com

معاملۂ دوّم

ایک مدت تلک یہ صحبت تھی — کبھو الفت کبھو یہ کلفت تھی
رفتہ رفتہ سلوک بیچ آیا — ہاتھ پانوں کو اپنے لگوایا
گاہ بیگاہ پانوں پھیلاتے — میری آنکھوں سے تلوے ملوتے
چنکر آتے تھے جب کبھو ایدھر — پانوں رکھنے تھے میری آنکھوں پر
دیکھنے میں تو پائمالی تھی — حسن سے چال یہ نہ خالی تھی
جلتی چھاتی تو ہوتا میں سائل — کہ ٹک اے سرو ہو ادھر مائل
کفِ پا رکھیئے یاں تو احساں ہے — تیرے پانوں تلے مری جاں ہے
ہنسکے سینے پہ پانوں رکھ دیتے — دل مرا یوں بھی ہاتھ میں لیتے
کیا کہوں کیسا قد بالا ہے — قالب آرزو میں ڈھالا ہے
ایک جاگہ سے ایک جاگہ خوب — پیکرِ نازک اسکے سب محبوب
موئے سر ایسے جی بھی کرلے نیاز — بل ہی کھایا کرے یہ عمرِ دراز
اس کے کاکل سے حرف سر نہ کرو — کاکلِ صبح پر نظر نہ کرو
کچھ بھی نسبت ہے تمکو سودا ہے — کالے کوسوں کی بات کا کیا ہے
اُسکی زلفوں کے دل گئے نہ بھرے — رہے سنبل کے پیچ پا چ دھرے
اُس جبیں سے ہے دل کی کب جاذب — صبح صادق کے دعوے ہیں کاذب
ویسی بھوئیں کشیدہ بھی ہیں کہیں — یہ کمانیں کسو سے کھنچتی نہیں
پھری پلکوں کی اور سب کی نگاہ — چشم پر میری تیری چشم سیاہ
کہوں چتوں کے دیکھنے کے طور — اس قیامت پہ وہ قیامت اور
سطحِ رخسار آئینے سے صاف — جو نہ ٹھہرے نگہ تو رکھیئے معاف
لطف بینی کا فہم ہے دشوار — ایک باریک بینی ہے درکار
کیا جھمکتا ہے ہائے رنگ قبول — جیسے کمھڑا گلاب کا سا پھول
ہے دہن تنگی سے سخن کوتاہ — کچھ نکلتی نہیں سخن کی راہ
اس سے گل کیا چنے کوئی ہمدم — غنچۂ ناشگفتہ سے بھی کم
برگ گل سے زباں ہے نازک تر — پھول جھڑتے ہیں بات بات اوپر

Marfat.com

کیا کہوں کم ہیں ایسے شیریں گو
وہ زباں کاش میرے منھ میں ہو

دمبدم سوے گوش اشارۂ صبح
گوہر گوش یا ستارۂ صبح

جب بناگوش اُن نے دکھلایا
صبح کا سا سماں نظر آیا

ان لبوں کا مزا لیا سو بھانت
تسکے اوپر ہمارا ابھی ہے دانت

تم نہ گلبرگ و لعل ناب کہو
بات جب تک نہ ٹھہرے چپکے رہو

کوئی جاں بخش یوں کہے سو کہے
ہم تو مرتے ہی اُن لبوں پہ رہے

کنج لب آرزوے جان و دل
آگے چلنا نگاہ کو مشکل

اُن لبوں سے جو کوئی کام رکھے
قند و مصری کو کیوں نہ نام رکھے

جو حلاوت اُنھوں کی کہیے اب
ہمدگر سے جدا نہ ہوویں لب

جب وے کھاتے ہیں بیڑۂ پاں کو
رو نہیں دیتے لعل و مرجاں کو

ایسی ہوتی نہیں ہے سُرخ لبی
رنگ گویا ٹپک پڑے گا ابھی

ہو تبسم سے لعل کا دل خون
ہنستے دیکھا تھا سو مجھے ہے جنوں

نہیں دیکھے مسی ملے دنداں
برق ابر سیہ ہے تب خنداں

کیسے کیسے چمکتی ہے جبے تہ
خلق ہنسائی کرے ہے اپنی یہ

بو اگر کیجے اُس زنخ کا سیب
جائے سر سے جنوں کا آسیب

رہے گردن میں ان کی میرا ہاتھ
یہ تو یارب ہے میرے جی کے ساتھ

بس چلے تو گلے لگا ہی رہوں
تیغ سے پھر جدا کریں تو نہ ہوں

اس میں ہر چند جی کا نقصاں ہے
مدعا اختلاط چسپاں ہے

خوش و پرکار کب پری ان سی
اور ہو تو کہاں ہے ہم جنسی

دیکھے از بس برآمدہ سینے
ایسا معلوم دل جو یوں چھینے

کیا نظرگاہ کی کروں خوبی
نظریں اُٹھتی نہیں یہ محبوبی

شانہ و دست و ساعد و بازو
دل کشی میں تمام یک پہلو

اس کے تو پہلو سے میں ہو کے جُدا
درد پہلو سے تنگ دل ہی رہا

ہائے اُس سے خُدا جُدا نہ کرے
دور اس سے جیوں خدا نہ کرے

یوں نہیں سُرخ اس کی ہر انگشت
ڈوبی ہیں میرے خون میں یکمشت

Marfat.com

وہ کفِ دست راحت جاں ہے
کاش سینے پہ رکھدے غم یاں ہے

کیا بیاں خوبی شکم کو کرے
دیکھنے سے کبھو نہ پیٹ بھرے

صدر کے ناچیے سے لے تا ناف
جیب کی جاگہ ہے کیونکہ کہیئے صاف

اس سے پھر آگے غنچۂ گل ہے
یاں سخن بابتِ تامل ہے

پردے میں بھی جو کچھ کہا جاوے
آپ سے تو نہ ٹک رہا جاوے

گئی نظروں سے وہ کمر باریک
ہو نہ آنکھوں میں کیوں جہاں تاریک

اور کیا دل زدے کو بات آوے
کہیں یارب شتاب ہاتھ آوے

نازکی اس میاں کی کیا کہیئے
بنے تو ہاتھوں میں لیے رہیئے

ٹک اگر لچکے تو قیامت ہے
پھر قیامت تلک ندامت ہے

کیوں پڑی ران پر نظر تا ساق
اس بن اب زندگی ہوئی ہے شاق

پائے جاناں سے گفتگو ہے اب
خاک میں ملنے کا یہی ہے ڈھب

وہ قدم کاش فرق سر پر ہو
ساق سیمیں مری کمر پر ہو

وہ کفِ پا قریب ہو میرے
ٹھوکر اس کی نصیب ہو میرے

پنڈلی نازک ہے شاخ سنبل کی
پشت پا پنکھڑی سی ہے گل کی

یوں نصیبوں سے ہو حنا کا نانوٗ
ورنہ ڈوبے ہیں میرے خوں سے پانوٗ

ناخنِ پا حنائی ہیں ایسے
برگ گل پاسے سرو ہوں ایسے

ہو خراماں تو اس طرف جگہیں
گل کفش اسکی لوگ دیکھ رہیں

گل و بلبل سبھی تماشائی
آ گئے جسطرف بہار آئی

رنگ رفتار دیکھ مجنوں ہو
طرز گفتار جیسے افسوں ہو

سر سے پانوٗں تلک وہ محبوبی
ساتھ ان خوبیوں کے یہ خوبی

کہ بہت دل سے ہے آشنائے رحم
دردمندوں کو جانے جائے رحم

اب جو ثابت ہوئی ہے میری چاہ
اس کو مدّ نظر ہے مجھ سے نباہ

طعن و تعریض بیچ میں آئے
کچھ نہ خاطر میں وے مجھے لائے

راستے ہیں اک طرف وفا کے لئے
چلے جاتے ہیں مجھ پہ لطف کئے

نہیں آزار کی روا داری
مہرورزی ہے یا وفاداری

Marfat.com

پر جو معشوقی آب و گل میں ہے
چھیڑ رکھنے کا شوق دل میں ہے

میں کروں تو کہیں خوش آتا ہے
تیرا آزار جی سے بھاتا ہے

خواہ ناخواہ وہ نہیں منظور
کہ رہے دل شدہ مرا رنجور

یہ بھی شوخی سے ہے لگے گا ہے
پر اس انداز سے کہ جی چاہے

معاملۂ سوم

ایک دن فرش پر تھا میرا ہاتھ
باتیں کرتے تھے وے بھی میرے ساتھ

پانوں سے ایک اُنگلی مل ڈالی
لطف سے درد وہ نہ تھا خالی

درد سے کی جو میں نے بیتابی
دست نازک سے دیر تک دابی

یاد آتے ہیں ایسے لطف جواب
گزرے ہیں جان غم زدہ پہ غضب

تن بدن دیکھ جی نہ رہتا تھا
میں جو گستاخ ہو کے کہتا تھا

کہ یہ جاگہ تم اس فقیر کو دو
متبسم ہو کہتے وے یہ نہ لو

یہ بھی کیا کیا خیال رکھتے ہیں
آرزوے محال رکھتے ہیں

پھر گھڑی بھر میں کہتے ہو نہ ملول
مار کھانے کی باتیں سب ہیں قبول

جب سلوک ان کو یاد آتا ہے
کیا کہوں جی ہی بھول جاتا ہے

معاملۂ چہارم

ایک دن پان وے چباتے تھے
سُرخ لب اُن کے مجھکو بھاتے تھے

کہہ اُٹھا میں اگر اُگال نہ مجھے
مُنھ سے دو تو کرو نہال مجھے

بولے یو نہیں ہے میں کہا ہاں سچ
جھوٹا کھاتے ہیں میٹھے کی لالچ

ہنسکے اُس وقت مجھ کو ٹال دیا
پھر اُسی رنگ سے اُگال دیا

ایسی صد رنگ مہربانی تھی
تب سیہ روکی زندگانی تھی

ایکے سے رنگ گر فلک لاتا
خاک کے رنگ میں مجھے پاتا

معاملۂ پنجم

منقبت ایک مجھ سے کہوایا
جس کا میں نے صلہ اُنھیں پایا

Marfat.com

پھر وہی کرتے ہیں جو کچھ کہتا — ایک پردہ سا بیچ ہیں رہتا
مدتی رابطہ وفا اخلاص — ساتھ میرے تھا اُن کو رابطۂ خاص
میں تقاضائی ملنے کا رہتا — مختلط ہونے کو سدا کہتا
میری تسکیں تھی ہر زماں منظور — آپ بھی کرتے ملنے کا مذکور
وصل کے وعدے ہی رہا کرتے — آج کل رات دن کہا کرتے
دل تو تھا رسم آشنا از بس — کڑھتے تھے جان کر مجھے بیکس
جانتے تھے کہ ہے یہ دل دادہ — سیدِ خستہ خاک اُفتادہ
دیکھتے مجھ کو جو پریشاں دل — کہتے اے میر کچھ نہیں حاصل
دیکھ ٹک تو ہی تیرا حال ہے کیا — جانے دے اب بھی یہ خیال ہے کیا
آفتِ جاں ہے دوستی کرنا — کب تلک گھٹ کے اس طرح مرنا
میں جو دیوانہ اُن کے رو کا تھا — شیفتہ پیچدار مو کا تھا
کچھ نہ سمجھی گئی کہن اُن کی — اب جدائی جو ہے کٹھن اُن کی
یاد کرتا ہوں اور روتا ہوں — وعدہ بن ہی ہلاک ہوتا ہوں

معاملۂ ششم

گردوں بن جگر ہے داغ کباب — گیسوؤں بن ہے جی کو پیچ و تاب
صورت اُن کی خیال میں ہر دم — خواب میں جو ہوں وہ مژہ باہم
میں تو بستر پہ دل شکستہ اداس — چاند سا مُنھ اُنھوں کا تکیے پاس
میں بچھونے پہ بیخود و بیخواب — ایک پیکر پری کا سا ہمخواب
فرش پر پاؤں یہ غبار آلود — ان میں وے دونوں پانگار آلود
میں تو اُفتادہ محوِ عجز و نیاز — بازو میرے کسو کی بالش ناز
جلتی آنکھوں کنے گل رخسار — جس پہ کچھ بکھرے موئے عنبر بار
پاس مُنھ کے وے لالِ تر نازک — دست گستاخ پر کمر نازک
فرش اُس گلبدن سے سب بو یا — پھول میں نے بچھائے تھے گو یا
شب کٹی صورتِ خیالی سے — دن کو ہوں میں شکستہ حالی سے

Marfat.com

گرچہ روزانہ بھی تصور تھا
لیکن اندوہ سے تکدّر تھا

کہیں تصویر سی نظر آئی
کہیں منھ پھیر جیسے شرمائی

کبھی دل اُن کے روبرو میں رہے
کبھی ملنے کی آرزو میں رہے

صورتِ خال اور کچھ ہر دم
گاہ لب خشک گاہ مژگاں نم

میں بھی مقدور تک وفا کی ہے
جانِ غمناک پہ جفا کی ہے

برسوں تک میں پھرا ہوں سرگرداں
روز و شب دونوں تھے مجھے یکساں

نے فقط جان سے جہاں سے گیا
زن و فرزند و خانماں سے گیا

کیچ پانی ہو مینھ ہو یا برسات
روز روشن ہو یا اندھیری رات

اُن تلک میرے تئیں پہونچ رہنا
بیٹھے منھ دیکھنا نہ کچھ کہنا

آشنا یار سارے بیگانے
کہ ہوئے میر جی تو دیوانے

رشتۂ ربط اُنھوں نے توڑ دیا
ملنا جلنا سبھوں نے چھوڑ دیا

نظر آتے نہیں ہیں مدّت سے
اُنس پیدا کیا ہے وحشت سے

صبح ہوتے ہی گھر سے چلتے ہیں
جیسے کھوئے گئے نکلتے ہیں

چلے جاتے ہیں دیکھتے ہی راہ
پر کہیں کی کہیں پڑے ہے نگاہ

مل گیا جو کوئی تو زچ نکلے
سڑی خبطی دوانے سچ نکلے

شوق سے اُن کے حال دیگرگوں
پارہ پارہ دل و جگر سب خوں

رنگ ہر دم مزاج کا کچھ اور
کل کا کچھ اور آج کا کچھ اور

کیا بیاں کریے بیقراری کا
ذکر کیا حال اضطراری کا

جی پڑا ترسے ساتھ سونے کو
دل پریشان جمع ہونے کو

پاس اُن کے رہوں تو دل کو قرار
پھر نہ ٹھہرے ٹک ایک کریے ہزار

گئی برباد عزت اُن کے لیے
جلف لوگوں نے منھ پہ طعنے دیے

گھورے پر سے جو اُٹھ نہ سکتے تھے
وے بھی کناس پوچ بکتے تھے

سفر آیا جو اُن کے تئیں درپیش
ساتھ اس رنج میں نہی تھا درویش

کیا کہوں جو اذیتیں دیکھیں
ہر قدم پر قیامتیں دیکھیں

جو پڑھے گا بنگ نامہ یاں
ہوگی ساری حقیقت اس پہ عیاں

Marfat.com

یاں نہ تفصیل کرنے کا تھا مقام / کہ محبت سے یاں ہے حرف کلام

معاملۂ ہفتم

پیار سے کچھ بڑھ گیا ہمارا ربط / ہو سکا پھر نہ دو طرف سے ضبط
تب ہوا بیچ سے یہ رفع حجاب / جب بدن میں رہی نہ مطلق تاب
ایک دن ہم وے متصل بیٹھے / اپنے دلخواہ دونوں مل بیٹھے
شوق کا سب کہا قبول ہوا / یعنی مقصود دل حصول ہوا
واسطے جس کے تھا میں آوارہ / ہاتھ آئی مرے وہ مہ پارہ
گہ گہے دست دی ہم آغوشی / ہمسری ہمکناری ہمدوشی
چند روز اس طرح رہی صحبت / پیار اخلاص رابطہ اُلفت
کچھ کہوں جو اُنھوں کی ہو تقصیر / نارسائی تھی طالعوں کی میر
ہو گئے بخت اپنے برگشتہ / پھر گیا آسماں نے سرگشتہ
بات ایسی ہی اتفاق پڑی / کہ ہوئی سر پہ فرقت آن کھڑی
لگی کہنے کہ مصلحت ہے یہ / کتنے روز ودن جدا تو مجھ سے رہ
یوں بھی آتا ہے عشق میں درپیش / کہ نشانِ بلا ہوں اُلفت کیش
میں اُٹھایا نہیں ہے تجھ سے ہاتھ / کڑھیو مت تو ہے میری جاں کے ساتھ
اس جدائی کا مجھ کو بھی غم ہے / کیا کروں آبرو مقدم ہے
سچ کہوں کیا مجھے نہ اپنا ہوش / جیسے تصویر سامنے خاموش
آنسو آنکھوں میں بھر لیے جاؤں / وے کہیں کچھ تو ہاں کیے جاؤں
واں سے رخصت ہوئے جو بعد شام / تیرہ دیکھا جہان کو ہر گام
دل بھرا تا نہ تھا ملالت تھی / جان کو رفتگی کی حالت تھی
یوں ہوا اُن کے کوچہ سے آنا / جیسے ہووے جہان سے جانا
اب جو گھر میں ہوں تو فسردہ سا / چارپائی پہ ہوں تو مردہ سا
جی آنکھوں میں فسردہ قالب یاں / متحرک ہو کیا تن بیجاں
حال دل کا کہوں جو ہمدم ہو / کروں پیغام کچھ جو محرم ہو

Marfat.com

جی میں کچھ آیا رو کے بیٹھ رہا
دل زدہ چپکا ہو کے بیٹھ رہا

کوئی آیا جو واں سے جی آیا
سو نہ آیا کبھی کبھی آیا

دیکھیے چند یوں رہیں گے جدا
چاہیے ہے کیا ہمارے حق میں خدا

خون دل کب تلک پئیں گے ہم
رنگ یہ ہے تو کیا جئیں گے ہم

آہ کیا کیا بیاں کروں خوبی
دل وہی حال پرسی محبوبی

تند ہو کر نہ بات کو کہنا
ملتفت حال زار پر رہنا

لطف مبذول حال پر ہر آن
تازہ ہر دم مروّت و احسان

لب سے جان بخش حرف سے دلجو
لطف سے پوچھنا کہ خوش ہے تو

یاد کر روؤں اُن کی کون سی بات
کس طرح کاٹوں ہجر کے اوقات

ملنا اُن سے ہو پھر گھٹے غم بھی
آئے جیتوں میں جانیے ہم بھی

مدت ہجر اگر تمام ہوئی
ورنہ اپنی تو صبح شام ہوئی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مثنوی جوشِ عشق

ضبط کروں میں کب تک آہ اب — چل اے خامے بسم اللہ اب
کر ٹک دل کا رازِ نہانی — ثبت جریدہ میری زبانی
یعنی **میر** اک خستۂ غم تھا — سرتاپا اندوہ و الم تھا
آنکھ پڑی اُس کی اک جاگہ — بیخود ہو گئی جانِ آگہ
صبر نے چاہی دل سے رخصت — تاب نے ڈھونڈھی اکدم فرصت
تاب و توان و شکیب و تحمّل — رخصت اس سے ہو گئے بالکل
سینہ فگاری سامنے آئی — بیتابی نے طاقت پائی
کرتے آئے داغ سیاہی — کام جگر کا کرنے تباہی
خونِ جگر ہو بہنے لاگا — پلکوں ہی پر رہنے لاگا
خواب و خورش کا نام نہ آیا — ایک گھڑی آرام نہ پایا
چاک جگر سے محبت ٹپکی — آنسو کی جاگہ حسرت ٹپکی
سوز سے چھاتی تابہ گویا — اور پلک خوں نابہ گویا
آہ سے اُس کی مشکل جینا — درد فقط تھا سارا سینا
دل میں تمنّا داغ جگر میں — شیون لب پر یاس نظر میں
نالے شبکو اُس کے سُن کر — مرگئے کتنے سر کو دُھن کر

آہ و فغاں ہے اُس کے لب پر
روئے و جبیں پہ خراش ناخن
زخم سینہ دل تک پہونچا
آبلہ دل کا جب کوئی پھوٹا
غم نے تو دل میں کیا ہے چھوڑا
سو نہ گیا یکدم وہ بے کل
کام رہا ناکامی ہی سے
رخساروں پر خون رواں ہو
دشنۂ غم سے سینہ کو چا
دل آ ماجگہ غمناکی
نے طاقت نے یارا اُس کو
نالۂ دل میں حزینی اُسکے
رنگ اُڑے چہرے کا ہر دم
دست بدل ہر آن رہے وہ
رنگ شکستہ بس کہ فسردہ
خونباری سے چہرہ گلگون
جدول جاری چاک گریباں
دیدۂ تر کے دریا قائل
ہر دم ہو ہر سمت کو جاری
تشنہ لبی اک منھ پر پیدا
خاک بسر آشفتہ سری سے
سرتا پا آشفتہ دماغی
غم سے گرچہ دم بھی کہیں تھا
وادی پر جب اپنے آ دے
کلفتِ دل جب خاک فشاں ہو

روز ہے اب تک آفت سب پر
داغوں سے خوں کے قیامت گلشن
کوئی نہ اس گھائل تک پہونچا
فوّارہ لوہو کا چھوٹا
پر میں تھا اک پکّا پھوڑا
بخت نہ جاگے اسکے اک پل
تسکیں نے بے آرامی ہی سے
دل میں ہو سو منھ پہ عیاں ہو
ناخن سے منھ سارا نوچا
اور نفس اک تیر خاکی
ضعفِ دلی نے مارا اُس کو
خاطر میں غمگینی اُس کے
تھا گویا گل آخر موسم
بے طاقت بے جان رہے وہ
کہنے کو زندہ لیکن مردہ
حلق بسمل دیدۂ پر خوں
گوشۂ دامن وقفِ مژگاں
ساحلِ خشک لبی کے سائل
خوں باری سے سیلِ بہاری
لب جوش جس کا ہووے نہ دریا
شورِ قیامت نوحہ گری سے
داغِ جنوں دے جسکو چراغی
جامے میں اک تار نہیں تھا
صحرا صحرا خاک اڑاوے
اشک کی جا گہ ریگ رواں ہو

Marfat.com

گل اُن نے بسکہ کھائے — پھولوں کی چھڑیاں ہاتھ بنائے
دل کے غبار نے راہ جو پائی — شہر میں گویا آندھی آئی
سر پر اُس کے سنگ ہمیشہ — جی پر عرصہ تنگ ہمیشہ
آہ سرد کرے وہ عریاں — بید سا کانپے موئے پریشاں
گرد کی تہ اس کا پیراہن — دامن صحرا جس کا دامن
بار دامن تار گریباں — دامن قرب وجوار گریباں
پامالی میں مثلِ جادہ — نقشِ قدم سا خاک اُفتادہ
دشت تلک گئی آبلہ پائی — دور کھنچی اُس کی رسوائی
اُس کے جو پامال ہوئے سب — خار بیاباں لال ہوئے سب
جن نے دیکھا اُس کو یکدم — اُن نے کہا یہ بھول کے سب غم
چندے یہ ناشاد رہے گا — پر مدت تک یاد رہے گا
جلنا اُس سے کرے نہ کنارہ — جیسے چراغِ وقف بچارا
لو ہو ٹپکے آہِ سحر سے — لالہ گتھواں لختِ جگر سے
رکھتا سدا تھا وہ دیوانا — وردِ زباں یہ شعرِ دانا
صار فوادی شقاً شقاً — حقاً حقاً حقاً حقاً
ہوش خرد ناشاد گئے سب — دین و دل برباد گئے سب
دردِ دل سے کچھ نہ کہے وہ — ہر اک کا منھ دیکھ رہے وہ
حسرت اُس کی ایک اعجوبا — آب دہن کی موج میں ڈوبا
غیر سے بولے نہ یاروں ہی سے — بات کہے تو اشاروں ہی سے
سمجھ تو کوئی داد کو پہونچو — عاشق کی فریاد کو پہونچو
ورنہ رہے من مار کر اپنا — سر دے مارے ہار کر اپنا
کیونکر غم سے ہو آزادی — جان کے ساتھ اُسکی ناشادی
کوئی نہ اس پر سایہ گستر — اپنا ہاتھ اپنے ہی سر پر
نے کعبے نے دیر کے قابل — مذہب اس کا سیر کے قابل
کیسا کہیئے کیسا کچھ تھا — القصہ وہ ایسا کچھ تھا

Marfat.com

در صفتِ دلبرے کہ باؤ علاقۂ دل بود

وہ کیسا تھا جس پر عاشق — جی سے تھا یہ عاشق صادق
دیدۂ گل میں جاگہ اُس کی — نکہتِ گل گرویدہ اُس کی
چشم بہ رہ سارا چمن اُس کا — نقش قدم تھا یاسمن اُس کا
آگے اُس کے کبھو نہ آیا — یہ رو گل نے کہاں سے پایا
گل آشفتہ اُس کے رو کا — سنبل اک زنجیری مو کا
جب وہ چہرہ تابندہ ہو — ماہِ دو ہفتہ شرمندہ ہو
زلف اس چہرے پر تابندہ — کاکل صبح سے خوش آئندہ
دیکھ اس گل کی نور افشانی — شمعِ مجلس پانی پانی
ہو ہر چند یہ بدرِ کامل — اُس چہرے کے ہو نہ مقابل
حوصلہ کتنا اُس بے تہ کا — منھ دیکھو آئینہ مہ کا
رکھتی تھی دعوی خوش چشمی پر — لیکن اُس کی چشم نظر کر
مستوں کی جب جانیں گھل گئیں — نرگس کی بھی آنکھیں کھل گئیں
دور چشم ہے اُس کا جب سے — فتنہ اک سوتا نہیں تب سے
رخ لب سے جاں بخشِ عالم — بلکہ سراپا جان مجسم
عیسیٰ کو گر لب دکھلائے — ہرگز اُس کو بات نہ آوے
کوئی مرو اندازِ حیا پر — چشم اُس کی تھی پشتِ پا پر
کچھ مت پوچھو تنگی دہن کی — مشکل تھی واں جائے سخن کی
گر کے شمیم زلف گزارا — پھیلا دے ہے عنبر سارا
خط آیا ہے گرد اس لب کے — شاید شکر تنگ ہو اب کے
دونوں لب اُس کے لعل بدخشاں — دستِ حنائی پنجۂ مرجاں
تھا دیکھا یکرہ پردے میں — برق خرمن مہ پردے میں
جس دم برقع منھ سے اٹھاتا — خورشید اس دم ڈوبا جاتا
پار دلوں کے خدنگ مژہ کا — کاوش کم کم تنک مژہ کا

Marfat.com

سبھوں کی کشش کا دوانہ عالم
تیغ و تبر بھی ابروے اُس کی
ناز کی مے سے مست رہے وہ
زلفوں کے سب تار پریشاں
سایہ سے اُسکے سرو بنایا
ہووے خراماں جب وہ کافر
چشم کرشمہ جان تغافل
کیا جانے وہ حال کسو کا
پاتے ہی ابرو کا اشارا
جب وہ خرام ناز کرے ہے
رخصت دے گر عشوہ گری کو
ہنسنے میں وہ صفائے دنداں
رشک سحر کو صافی تن پر
آہ صفائی اُس سینے کی
شکل چیں میں یہ ناز کہاں ہے
ایسا خوب جہاں میں کہیں ہے
جب وہ شکل نظر آتی تھی
رنگیں اس کی اس کفِ پا سے
چشم کرو انصاف کی گر وا
کون ہوا اس محبوبی سے
بار نزاکت کیونکہ اُٹھاوے
ہے گی رگ گل یا رگ جاں ہے
صید ملک قربانی اُس کا
اور جو خوباں پاویں اُس کو
جاویں اس پر جان سبھوں کی

تیر نگہ کا نشانہ عالم
آتش سرکش جو تھی اُس کی
اکثر دست بدست رہے وہ
سراوپہ دستار پریشاں
خاک رہی سے تذرو بنایا
کبک کی ہووے جان مسافر
شایاں اُس کی شانِ تغافل
پتھر دل اُس آئینہ رو کا
غمزے نے اک خنجر مارا
جی کو جور نیاز کرے ہے
ایک ہی جلوہ بس ہے پری کو
برق خرمن عالمِ امکاں
خونِ صراحی اُس گردن پر
غیرت افزا آئینے کی
صورت ہے انداز کہاں ہے
رحم ہے اسباب جو نہیں ہے
کلفت دل کی نکل جاتی تھی
جائیں نہ کیوں یاں اپنی جا سے
یوسف و شیریں لیلیٰ عذرا
خوبی تھی یہ اس خوبی سے
شاخ گل سا لہکا جاوے
پر نازک اسرار میاں ہے
یوسف اک زندانی اُس کا
یکہ تگیر دکھلاویں اُس کو
تیغ رہے درمیاں سبھوں کی

Marfat.com

تھا بنا جائے کس کے کہنے وہ — غصے ہو تو پھر نہ منے وہ
گیا کوئی شوخی اُس کی بتاوے — کچھ ٹھہرے تو کہنے میں آوے
کیا ہے اُس کے آب و گل میں — آرزو اُس کی سب کے دل میں
سب کو میل اُس بت کی ادا کا — بندہ کون رہا ہے خدا کا
دیکھے نہ عاشق زار کو اپنے — پوچھے نہ وہ بیمار کو اپنے
عاشق ظلم و جور و جفا کا — دشمن جانی اہلِ وفا کا
کوچہ رشک فزائے کعبہ — واں ہو نچے نہ دعائے کعبہ
ہر شب اک فریاد و تظلم — اُٹھ گئی واں سے رسم ترحم
آہیں جن کی وردو وظائف — سو دل خستے واں کے طائف

رخصت شدہ رفتن یار و بیتاب شدن عاشق بیقرار

کرا سے خامہ وہ تحریر اب — آوے زباں پر جو تقریر اب
یعنی میر اُس خستہ غم کا — سر تا پا اندوہ و الم کا
بارے سفر کا مائل ہو کر — حبِ وطن کو جی سے دھو کر
رخصت کو اُس پاس بھی آیا — جلتے کے تئیں اور جلایا
وقتِ وداع قیامت گزرا — سر سے آب حسرت گزرا
اک دم بیخود ہو کے رہا وہ — اس سے آگے آپ گیا وہ
آنکھیں لگیں ناسور ہو بہنے — دیکھ اس گل کو لگا یہ کہنے
ظلم ہے لوہو پیتے رہیے — جان گئے پر جیتے رہیے
عمرِ عزیز چلی یوں جاوے — اور فلک آنکھوں سے دکھاوے
آخر کر کے خدا کے حوالا — آئینے پر پانی ڈالا
تا کہ رو دکھلاوے شتابی — راہِ دور سے آوے شتابی

یار گئے پر میر جواب ہے
جان سے خالی اک قالب ہے

راقم غم ہے وہ دل تفتہ — نامہ بر اس کا رنگ رفتہ

Marfat.com

غم سے فرصت اُس کو کہاں ہے | قاصد اشک ہمیشہ رواں ہے
خط لکھتا ہے اس مضموں سے | تر ہو بال کبوتر خوں سے
خط سے اک آتش پر ہووے | جس سے کباب کبوتر ہووے
جب دردِ دل اُن نے لکھا ہے | شعلہ خط میں لپیٹ دیا ہے
سوز کے آوے جب وہ بیاں پر | شعلہ اک جوں شمع زباں پر
جب کرے خونِ جگر سے انشا | یار کا اپنے شوقِ کفِ پا
ہو انگشت بُریدہ خامہ | اور حنائی کاغذ نامہ
راہ پہ بیٹھا وہ سرگشتہ | دیکھے راہِ عمرِ گزشتہ
آگئے تھا کب ہجراں دیدہ | آہ وہ تازہ ظلم رسیدہ
کیا کیا بے طاقت ہوتا ہے | ہر دم جی رخصت ہوتا ہے
حال عجب ہے رنجوری سے | مرنے قریب ہے وہ دوری سے
جب وہ دردِ دل کو جتاوے | باتوں پر اُسکے رونا آوے
دستہ دستہ داغ بسر ہے | پرکالہ پرکالہ جگر ہے
اشک نہیں آنکھوں سے ٹپکتا | ہے یہ گرہ اک دل کی تمنا
داغ دروں ہے گلشن گلشن | گل یہ چنے وہ دامن دامن
چھوڑے نہ راہ و رسمِ وفا کو | دے پیغام ہمیشہ صبا کو
پاس اس کے گر تیرا ہو جانا | بھولوں ہوؤں کو یاد دلانا
زیر لب اُس کے بات یہی ہے | شام سحر دن رات یہی ہے
کھینچیں گے کب تک یہ سختی ہم | پھر بھی ملیں گے جیتے جی ہم
بس اے خامہ رکھ لے زباں کو | تاب نہیں ہے اہل جہاں کو

قصۂ غم کو نہایت کب ہے
اس سے خموشی اب انسب ہے

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی اعجازِ عشق

ثنائے جہاں آفریں ہے محال ۔ زباں اس میں جنبش کرے کیا مجال
کمالات اُسکے ہیں سب پر عیاں ۔ کرے کوئی حمد اسکی سو کیا بیاں
کہوں کیا میں اس کی صفات کمال ۔ کہ ہے عقلِ کل یاں پریشاں خیال
خرد کنہ میں اُس کی حیران ہے ۔ گماں یاں پریشاں پشیمان ہے
زمین و فلک سب ہیں اُسکے حضور ۔ مہ و خور ہیں اس سے ہی لبریز نور
یہ صنعت گری اس ہی صانع سے آئے ۔ کفِ خاک کو آدمی کر دکھائے
نہ آوے کسی کے جو ادراک میں ۔ سو رکھ جائے وہ اس کفِ خاک میں
بری ہے گا تمثیل و تشبیہ سے ۔ منزہ ہے وہ بلکہ تنزیہ سے
وہی حاصل مزرعِ آسماں ۔ کئے اُن نے دانے میں خرمن نہاں
سفید و سیہ کو نہیں اُس کی بار ۔ ورے ہے زمانے کی لیل و نہار

در توحید انشا طراز حسینے کہ فقرۂ یکتائی او بعالم دویدہ

سوا اُس کے نقصاں ہے گر دیکھئے ۔ کمال اُسکے ہی ہیں جدھر دیکھئے
سر رشتہ ہے خلق کا اُس کے ہاتھ ۔ وہ شب بازاں پتلیوں کے ہے ساتھ

Marfat.com

سبھوں میں نمود اُسکی ہی شان ہے ... یہ قالب ہیں سارے وہی جان ہے
گل و غنچۂ و رنگ و بو و بہار ... یہ سب رنگ اللہ ہی کے ہیں یار
اگرچہ سبھوں کی ہیں طرحیں جدا ... یہ سب طرحیں ہیں ایک نام خدا
سما ارض و خورشید یا ماہ ہے ... جدھر دیکھو اللہ ہی اللہ ہے
نظر کرکے ٹک دیکھو ہر جا ہے وہ ... نہان و عیاں سب ہیں پیدا ہے وہ
بہر صورت آئینہ ہے گا جہاں ... یہ سب عکس اُسکے ہی پڑتے ہیں یاں
ملک جن و حیواں جماد و نبات ... جو اس بن ہیں تو حیف ہے کائنات
وجود عدم اس سے دونوں ہیں شاد ... وہی ہے گا مبدا وہی ہے معاد
مجھے ساقی دے کوئی جام عقیق ... ولیکن لبالب ہو اس میں رحیق
رکھے آپ میں جس کی آمد مجھے ... کہ در پیش ہے نعت احمد مجھے

در نعت سید المرسلینؐ

ثنا جانِ پاک محمدؐ کے تئیں ... درود و تحیات احمدؐ کے تئیں
رسولِ خدا و سرِ انبیا ... زہے حشمت و جاہ صلِّ علیٰ
دیا مجلس کبریا کا ہے وہ ... شرف دودمان قضا کا ہے وہ
سب اس صفحے میں ہیں ظہور خدا ... پر اس سے عبارت ہے نور خدا
جہاں وہ ہے واں جبرئیلِ امیں ... اُڑے حشر تک تو پہونچتا نہیں
کروں اُس کی قربت کا کیا میں بیاں ... کہ تھا قاب قوسین او ادنیٰ مکاں
مرا زیرِ پا اُس کے فرقِ نیاز ... کیا جس کی خلقت پہ صانع نے ناز
بصورت اگر عبد مشہود ہے ... حقیقت کو پہونچو تو معبود ہے
نہیں پا شکستوں کا اب دستگیر ... محمدؐ بن اور آل بن اُسکے میر
گنہگار ہوں چشم ایک اُس سے ہے ... توقع شفاعت کی ایک اُس سے ہے
درود آل پر اُسکے ہر صبح و شام ... وہ ہے شافع حشر خیر الانام
پلا با ساقیا بادۂ لعل گوں ... کہ ہو جائیں سرخ آنکھیں مانند خوں
ہے اب حرفِ مستانہ کا دل میں جوش ... کر آویزۂ گوش گر کچھ ہے ہوش

Marfat.com

مناجات بطور عاشقانِ زار دربلائے جدائی گرفتار

مرا زخم یارب نمایاں رہے — پس از مرگ صد سال خنداں رہے
رہے دشمنی جیب سے چاک کو — صبا دوست رکھے مری خاک کو
مژہ اشک خونیں سے سازش کرے — غم دل بھی مجھ پر نوازش کرے
جگر سے طپیدن موافق رہے — مرا درد دل مجھ پہ عاشق رہے
جو نالہ ہو شبگیر کا روشناس — وہ آٹھوں پہر ہی رہے میرے پاس
مژہ گرم افسوس و نمناک ہو — کہ سیلاب آتش پہ خاشاک ہو
کرے نیزہ بازی یہ آہِ سحر — کہ خورشید کی چھوٹ جاوے سپر
خموشی سے مجھ کو رہے گفتگو — اُڑے پر لگا کر مرا رنگ رو
نہ مرہم سے افسردہ ہو داغ دل — شگفتہ رہے یہ گلِ باغِ دل
سدا چشم حیرت سے نسبت رہے — مجھے دیکھ رہنے کی فرصت رہے
اگر ضعف ٹک کسب طاقت کرے — مری ناتوانی قیامت کرے
مری بیکسی ناز بردار ہو — مروں میں تو مرنے کو تیار ہو
بیاباں میں آشفتہ حالی کروں — کہیں تو دل پر کو خالی کروں
کریں دونوں عالم ملامت مجھے — ڈبو دیوے اشک ندامت مجھے
مرا ہاتھ ہو چاک کا دستیار — کہ تا جیب دامن ہو قرب و جوار
جنوں میرے سر پر سلامت رہے — بیاباں میں مجھ سے قیامت رہے
بھٹکنے سے مجھ کو نہ ہو وارہی — بھلا دے خضر کو مری گمرہی
جو ہو گرم رہ پائے پُر آبلہ — تو ہو جائے سرد آتش قافلہ
ارے ساقی اے غیرتِ آفتاب — کہاں تک ہیں خون دل کی شراب
کبھو ساغرِ بادہ کا دید ہو — محرم ہمارا کبھو عید ہو

در تعریف عشق خانماں آباد و آزادگاں برنانہاد

زہے عشق نیرنگ سازی تری — کہ ہے کھیلنا جی پہ بازی تری

Marfat.com

تجھی سے ہے آبِ رخِ زرد زرد — تجھی سے مرے دل میں اٹھتا ہے درد
تجھے ربط کفار و دیندار سے — تجھے رشتہ تسبیح و زنار سے
تجھی سے ہے بلبل کو نوحہ گری — تجھی پر ہے قمری بھی خاکستری
ترا جذب دریا کو بہنے نہ دے — ترا شور صحرا کو رہنے نہ دے
تجھی سے دلِ شاد غمناک ہے — تجھی سے مرا سینہ صد چاک ہے
تمنا کو تو نے کیا ہے شہید — تجھی سے نہ بر آئی میری اُمید
تجھی سے ہے مجنون صحرا نورد — تجھی سے ہے فرہاد کوہوں پہ مرد
تجھی سے گلو بند ہے خستگی — تجھی سے ہے وابستہ دل بستگی
تجھی سے دل عاشقاں ہے کباب — تجھی سے ہے پروانہ آتش کا باب
ترا کام دینا ہے بدنامیاں — تری ریجھ دیکھی ہیں ناکامیاں
تجھی سے سراسیمہ ہیں یار لوگ — تری تیغ سے قیمہ ہیں یار لوگ
تجھی میں ہیں یہ کار پردازیاں — تجھی پر ہیں موقوف جانبازیاں
مجھے اس کے چھپنے کا سودا رہا — ولیکن ترا راز رسوا رہا
ہوا اپنا عاشق پیا ہی کیے — ترے جرم پر جی دیا ہی کیے
ترا ہی نمک خوار ہے زخم دل — کہ مرہم سے بیزار ہے زخم دل
تجھی اک ہی مژگاں سے یہ ربطِ اشک — کہ مشکل ہوا ہے مجھے ضبطِ اشک
کدھر ہے تو اے ساقی لالہ فام — نہ لغزش سے ہے تجھ بن کہ بہکا کلام
کہاں تک کوئی خونِ دل کو پیے — کوئی کیونکہ اس رنگ ظالم جیے

زبانی درویش جگر ریش کہ ایں بلا در سر آمد

کسو معتبر سے روایت ہے اک — کہ درویش سے یہ حکایت ہے اک
کہ اک ملک میں میں قضا را گیا — جواں ایک واں مفت مارا گیا
وہ جس طور مارا گیا اب کہوں — تعجب میں اسکے کہاں تک ہوں
سُن اب آ جو کچھ اسکے جی پر ہوا — مصیبت زدہ بن اجل ہی موا
اُٹھا سیر کرنے کو میں ایک روز — پشیمانی اس کی ہے مجکو ہنوز

Marfat.com

نظر جا پڑی جو مری ایک سو / سر راہ بیٹھا تھا اک خوبرو
فقیروں کی سی جھولی ایک اُسکے پاس / بدن میں نہایت مکلف لباس
سر اوپر تھا ہنگامہ اک اُسکے جمع / پتنگے اکٹھے ہوں جوں گرد شمع
لقب اُس کا دیوانۂ عشق تھا / کہ شہرت میں افسانۂ عشق تھا
جوانی کے گلشن کا وہ تازہ گل / کرے جس کی خاک قدم غازہ گل
اُسی کی سی مقدور تک سب کہیں / سدا اُس کا منھ دیکھتے ہی رہیں
وہ اک دودماں کا تھا روشن چراغ / جلاتے تھے سارے اُسی پر دماغ
وے اُسکے دل میں اک آتش نہاں / کہ دو تجے جلا اُس سے سارا جہاں
سبب آرام چاہیں اسے اضطرار / سراپا تلک ایک دل بیقرار
نہ کچھ ہوش گھر جانے کا اُسکو تھا / تشتت نہ مر جانے کا اُس کو تھا
نہ طاقت تھی تن میں نہ کچھ جی میں تاب / نہ دل پاس نے صبر و آرام و خواب
سر راہ دل قیمہ قیمہ لیے / یہ کہتا تھا مر جائیے بس جیے
سن اُسکی نو گل عشق کی بیکلی / رہا کرتی ماتم سرا وہ گلی
دل و صبر و ہوش و توان و حواس / رہیں اُسکی وحشت سے سارے اداس
نہ ناموس کا ننگ نے نام کا / ملا دوست دشمن تھا آرام کا
شب و روز فریاد کرنا اُسے / کئی بار اک دم میں مرنا اُسے
تماشے کا دیوانہ پیدا ہوا / زمانے کو چندے تماشا ہوا
جو دم لے طپش تو شتابی کرے / تسلی دل کی خرابی کرے
کرے طرح داغوں سے وہ باغ کو / روانی اُسی سے زر داغ کو
دل غمزدہ سے محبت اُسے / قیامت خوشی سے عداوت اُسے
وہ بیتابیوں سے بہت کم فراغ / کہاں صبر کرنے کا اُس کو دماغ
اُٹھی اُس کے جی سے فغاں کی شرر / وہی برچھیاں سہتی آہ و سحر
وہ ہر چند ہر صبح کو ہو ملول / ولیکن دعا اُسکی کیا ہو قبول
نہ آنسو کو اُس کے تھی اسیر نظر / نہ آہ سحر میں تھا اُس کے اثر
سکھے رنگ رد کیوں مرا زرد ہے / رکھے ہاتھ دل پر کہ کچھ درد ہے

Marfat.com

کرے دیدۂ اشک افشاں پہ ناز — بدے لختِ دل رونے کی کچھ نیاز
وہ کاندھے پہ نعشِ تمنا کے تئیں — کرے تعزیت خانۂ دنیا کے تئیں
سُنے نہ کسو کی نہ اپنی کہے — بیاں اُس کا کچھ گو مگو ہی رہے
لے آ ساقی گر بادہ کا شوق ہے — سیہ مستی کا ہم کو بھی ذوق ہے
کھلا چاہتا ہے گُلِ رازِ عشق — کہ پردے میں کبتک بجے سازِ عشق

رفتن درویش بپیش آں جوان رفتہ از خویش و دلدہی کردن او بیش از بیش

یہ قصہ جہاں میں فسانہ ہوا — مجھے بھی سخن کا بہانہ ہوا
وے گاہ وہ شمعِ مجلس فروز — کئی بیتیں پڑھتا تھا وہ سینہ سوز
کہ جن کا یہ مضمون تھا دوستاں — جلے ہیگی تقریر کرتے زباں
بڑی آتشِ عشق سرکش ہے یاں — جگر کیوں نہ جل جائے آتش ہے یاں
نظر آ کہیں جا رہا ہے یہ جی — کہ آنکھوں میں اب آ رہا ہے یہ جی
زن و مرد کی ہوں زباں سے تبنگ — ہوا ہوں میں سارے قبیلے کا ننگ
سدا خون دل میں طپیدہ ہوں میں — کہ آہِ بلب نارسیدہ ہوں میں
تری دوری میں پہونچی ہے اے حبیب — وداعِ دمِ واپسیں بھی قریب
جگر تو ہو پانی بہا غم کے بیچ — یہ دم بھی ہوا ہے کوئی دم کے بیچ
سمجھنا یہ بھی اے مرے سر پہ خاک — کس اُمید پہ میں ہوا ہوں ہلاک
تو جب سے دراو پر نظر آ گئی — رہیں آفتیں میرے سر پر نئی
نہ نامہ نہ پیغام نے رسم و راہ — یونہیں ہوتی جاتی ہے حالت تباہ
دل و دیدہ سب مدعی ہو گئے — تماشائی مجھ پر بہت رو گئے
کئی بار جاں لب پہ آ پھر گئی — کہاں ہے تو لے گل ہوا پھر گئی
یہ حیران ہوں صبر آتا نہیں — تصوّر ترا جی سے جاتا نہیں
خراشِ جگر سے ہے چھاتی میں درد — کہ جس سے ہوا جائے ہے رنگ زرد
رہا کرتی ہے داد بیداد یاں — دلِ شب سے گزرے ہے فریاد یاں
سرِ رہ تک آ دیکھ یہ خستہ حال — کہ ہے نقشِ پا کی طرح پامال

Marfat.com

ترے دورِ غم میں تو جوں کیمیا
مٹا ہی گیا نام مہر و وفا

نہ آنا نظر ہی ادا ہے ولیک
نہ اتنا کہ جاتا رہے جی سے ایک

ترے غم میں اے آفتِ روزگار
ہزاروں بلائیں ہیں یاں روبکار

کہاں ہے تو محمل نشین حیا
ہر راہ نالاں تھا مثلِ درا

کہہ اس طرز سے حالِ دل کا تمام
خموشی کو پھر اُس نے فرمایا کام

کہاں ہے تو اے ساقیِ گلعذار
کہ دے مجھ کو جامِ مے خوشگوار

لکھوں قصۂ عشق بے کیف وکم
قلم بیخودانہ کرے کچھ رقم

مجھے آہ اک اس کے دل کی لگی
کہے تو کہ سینے میں برچھی لگی

گیا زہرۂ تابِ دل آب ہو
کہا آگے جاکر میں بیتاب ہو

کہ اے ناز پروردِ مہر و وفا
کوئی اپنے جی پر کرے ہے جفا

مثل ہے کہ جی ہے تو ہے گا جہاں
وگرنہ موئے پر ہے کیا میری جاں

تلف یوں نہیں جان کرتا کوئی
نہیں اس سلیقے سے مرتا کوئی

تہِ دل ہو معلوم تا بول ٹک
تو مژگانِ خوں بستہ کو کھول ٹک

سخن حسرت آلودہ کہنے پہ آ
کچھ اک دل کی باتیں زباں پر بھی لا

وگرنہ تو رُک رُک کے مرجائیگا
یہ ہے عشق کام اپنا کر جائیگا

تو ہے صرصرِ غم سے آتش بجان
دیا سا نہ بجھ جائیو اے جوان

تو اے شمعِ خامش زباں ٹک ہلا
کہ کس مجلس افروز سے تو جلا

تو کس آتشِ تند پر ہے سپند
ترا دودِ دل یہ ہوا ہے بلند

جلاتی ہے آتش تری میرے تئیں
کیا داغ کس شعلے نے تیرے تئیں

گھٹا پاتے ہیں تجھ کو ہر صبح و شام
نہ کاہیدہ ہو تو ہے ماہِ تمام

ترا درد پنہاں ہے گو آشکار
یہ مجھ سے بیاں کر کہ ہوں رازدار

کہیں دل لگا ہو تو یہ مجھ سے کہہ
کہوں اس سے جاکر غمیں تو نہ رہ

جہاں کو تو بھیجے وہاں جاؤں میں
کہے کام جو تو بجا لاؤں میں

جو حورِ بہشتی بھی ہو تیری یار
کروں میں ملک کی طرح واں گزار

خدا جانے کیا جی میں بات آگئی
کہ یہ میری دلجوئی ہی بھاگئی

Marfat.com

یہ سنکر جوانِ زخود رفتہ نے — جگر سوختہ اور دل تفتہ نے
کیا سوزِ دل کو لبوں پر نمود — زباں تاب کھانے لگی جیسے دود
سخن ہونے لاگے نمودار کچھ — لگا کرنے پیچیدہ گفتار کچھ
کہ جس سے یہ معنی ہوئے مستفاد — کہ اے غمگسارِ دلِ نامراد
جو دلجوئی میری ہے مدِّ نظر — تو یاں اک محلّہ ہے ٹک قصد کر
نہیں اسکو درکار کچھ جستجو — سرا ایک ترسا کی ہے قبلہ رو
زبانی مری در پہ یہ جا کے کہہ — کہ احوال سے میرے غافل نہ رہ
ترے واسطے خوب رسوا ہوا — مرے سر پہ ہنگامہ برپا ہوا
تسلّی شکیبائی مطلق نہیں — پر اب تابِ تنہائی مطلق نہیں
رہی جب تلک تن میں تاب و تواں — اُٹھا یا تحمّل کا بارِ گراں
شتابی سے دے ساقیا جامِ عشق — کہ لکھنے لگا ہوں میں پیغامِ عشق
ہوا آخراب دل کا سب خونِ ناب — پیوں کب تلک اک گلابی شراب
کہے سے جواں کے غرض قصد کر — گیا بندہ ترسا کے دروازے پر
سُن آواز دستک کی اک رشکِ حور — مہ چاردہ سی نپٹ باشعور
دو چار آکے مجھسے ہوئی ایکبار — گیا جسکے دیکھے سے صبر و قرار
ہوئی دیکھے سے جب حقیقت عیاں — کہا میں کہ تاجر پسر تھا جہاں
بشر کیا کہ دیکھ ایسی آفت کے تئیں — فرشتہ بھی رو بیٹھے عصمت کے تئیں
کہا میں نے پیغام جس آیا بن — یہ خوبی سے اس کی کروں کیا سخن
مژہ بخت عاشق کی برگشتگی — نگہ ایک عالم کی سرگشتگی
قد و قامت اس کا کروں کیا بیاں — قیامت کا ٹکڑا ہوا تھا عیاں
وہ نازاں جدھر آتی تھی اچپلی — قیامت بھی آتی جلو میں چلی
میں سودائی اس زلف تاریک کا — ہر اک مو سبب رنج باریک کا
شکن اُس کی کاکل کا دامِ بلا — ہر اک حلقۂ زلف کامِ بلا
بھوؤں کی کمانوں سے لگ لف ناز — اٹھتے تھے اڑ اڑ کے جوں تیرِ ناز
اگر ابرو اُس کی جھک جاتی تھی — مہِ نو کی گردن ڈھلک جاتی تھی

Marfat.com

ملے اُس کے ابرو جدھر کر کے ناز
کرے اُس طرف ایک عالم نماز

کمان اُسکے ابرو کی عاشق کمیں
خدنگ اُسکے مژگاں کی سب دلنشیں

نہ آنکھوں کی مستی کی اُس کو خبر
خرابی نہ عاشق کی مدِّ نظر

نگہدار تھی سُرخیِ چشم کی
طرفدار تھی اپنے ہی خشم کی

شہید اُس کی چشمک کے دل خستگاں
نشانے نگاہوں کے دل بستگاں

مژہ موجب قتل جمع کثیر
غرض سب تھے یہ ایک ترکش کے تیر

چھپیں اسکے غمزے میں کتنی سناں
نمایاں ہوئے سب پہ مرگ جہاں

جبیں کھول دی اس پریزاد نے
کہ جیں مانی خوبانِ نوشاد نے

رواں اس شب افروز سے اشک شمع
یہیں سے ہے روشن کہ تھی رشک شمع

وہ مردوں کو زندہ دوبارا کرے
مسیحا جہاں سے کنارا کرے

پری منفعل رنگ رخسار سے
خجل کبک انداز رفتار سے

خضر تشنہ اُسکے ہے دیدار کا
مسیحا شہید اُس کے بیمار کا

سوا اُس کی باتوں کے سب باتیں ہیں
جیسے اُنکے مردے بھی جی جاتے ہیں

غرض اور سب یونہیں کہنے کو ہیں
مسیحا کے لب یونہیں کہنے کو ہیں

لب سُرخ اُس کے وہ گلبرگ تر
چھپیں جن میں دنداں کے سلک گہر

تبسّم میں اپنے وہ برق بہار
دم حرف ہوتے گئے آبدار

دہن غنچۂ ناشگفتہ سے کم
سخن رہرو راہ تنگ عدم

تبسّم تنک گر وہ دلکش کرے
تو گلشن میں گل صد چمن غش کرے

نہ دیکھا کسی نے جو تن اُس کا صاف
نظر گر نہ ٹھہرے تو کیجے معاف

کمر اُس کی ممکن نہیں ہاتھ آئے
مگر صاحب دستِ غیب اسکو پائے

نہ رنگ صفا ہی فقط تن پہ تھا
کہ مینا کا خون اُس کی گردن پہ تھا

کیا اُن نے پامال فتنوں کا خون
حنا اُسکے ہاتھوں میں کتنوں کا خون

ادا اُس کی عاشق کے جی کی بلا
نہ میری تمھاری سبھی کی بلا

اگر جلوہ گر ہو وہ محشر خرام
تو معلوم ہے پھر جہاں کا قیام

خراماں خراماں جدھر آ گئی
قیامت ہی گویا ادھر آ گئی

Marfat.com

اُسے لغزشِ پائے ناز سے — وہ مستِ سر انداز انداز سے
نہ ہووے وہ دن جس میں ہووے نقاب — چلا جائے پردے ہی میں آفتاب
اُسی بت کا ہر اک تئیں ذکر ہے — خدا کو خدائی کی اب فکر ہے
چڑھاوے اگر ہاتھ سے آستیں — تو پھر دستِ موسیٰ بھی کچھ ہے نہیں
ہوئیں طرح اس سے جفاکاریاں — نکالی ہیں اُن نے دل آزاریاں
ترحم کو پاؤں تلے وہ ملے — ستم اُس کے کوچے سے بچ کر چلے
جو آمد ہو اُس کی نصیبِ چمن — کرے ترکِ گل عندلیبِ چمن
گلی اس کی فردوس کا تھی شرف — بہشت اک گنہگار سی اک طرف
زمین اس کی یکدست گلزار تھی — نسیمِ چمن واں گرفتار تھی
گلی اُسکی وہ قتلگاہِ عجیب — شہادت جہاں خضر کو ہو نصیب
وہی جائے باشِ دلِ عاشقاں — اسی پر معاشِ دلِ عاشقاں
صبا گر اُڑا دے تنک اس کی خاک — تو نکلے زمیں سے دلِ چاک چاک
کئی نعرہ کش واں کئی نعرہ زن — کئی خوں گرفتہ کئی بے کفن
کئی بے وطن واں سفر کر گئے — سسکتے ہیں کتنے کئی مر گئے
ہر اک جان ہر شخصِ ناکام کی — ہوادار اس کے لبِ بام کی
پھروں گرد ساقی نشے میں ترے — گلابی ہی منھ کو لگا دے مرے
مجھے مست آبِ سیہ دیکھ کر — چلوں جوں قلم پھر بھی مطلب اُپر
سُنا وہ جگر سوز پیغام جب — کئے آشنا حرف سے لعلِ لب
پڑھی اک رباعی یہ کر اعتبار — کہ مضموں جس کا یہ موزوں ہے یار
کہ ہجراں میں جو بیقراری کرے — سرِ راہ فریاد و زاری کرے
نہ سونے دے نالوں سے ہمسایہ کو — بھلی مرگ ایسے فرومایہ کو
محبت کی رہ میں یہ پہلا ہے کام — کہ سر سے گزر جائیے شادکام
نہیں شرطِ الفت میں چینِ جبیں — اگر پیش آوے دمِ واپسیں
جو پھوڑا ہی پڑتا ہو جوں آبلہ — وہ ہے دم میں واماندۂ قافلہ
نہ ہو جو سکے ہجر کا پائمال — تو بہتر ہے ہونا ہی اُس کا وصال

Marfat.com

گیا میں جواب اس سے لیکر ادھر
حقیقت بیاں کی سب اس جائے کی
گئی ساتھ اس ہائے کے اسکی جان
تکے تھا مگر رہ سفر کر گیا
نہ دیر اس کو ہوتے ہوئے جی سے سیر
مری بات میں خون بلبل ہوا
میں یہ واقعہ دیکھ گھبرا گیا
نہ سوجھا مجھے اور کچھ اس سوا
ملامت کروں اسکو میں اک جہاں
ترے ناز بیجا کا تو کیا گیا
رہی گھر میں خوبی یہ تجھ کو نظر
کفِ خاک اس کی ہی ذلت کا باب
یہ ٹھہرا ادھر میں روانا ہوا
پلا ساقیِ ماہ وش ایک جام
کہاں ہے وہ خونِ کبوتر سی مئے
غرض جوں توں کر قطع میں راہ کی
کی آواز دستک کہ بارِ دگر
در خانہ پر آئی ایک پیرزن
کہ کیوں دوسری بار آیا ہے تو
کوئی رہ گیا تھا پیام جواں
بیاں کر جو کہنا ہو تجھ کو شتاب
کہا میں نے اے پیرزن کیا کہوں
پیام اُس کا لایا تھا میں اسلیے
سویاں سے گیا ایسا لے کر جواب
نہ تھی تاب حرف درشت اُسکے تئیں

سر رہ تھا پامال غم وہ جدھر
جواں نے یہ سنتے ہی ہاک ہائے کی
گرا خاک پر ہو کے بیدم جوان
کہ اک بات کی بات میں مر گیا
مجھے بات کے کہتے لاگی بھی دیر
دیا سا وہ جلتا جو تھا گل ہوا
کہ یوں یہ گل تازہ مرجھا گیا
کہ کر لیے بیاں طرفِ ثانی سے جا
کہ اے بے حقیقت گئی اسکی جاں
پر اک بے گنہ اس میں مارا گیا
سر رہ گیا ایک جی سے گزر
تری آستاں بن یہ ہے گی خراب
ادھر مرنا اس کا فسانہ ہوا
گیا کاستن ہی میں ماہِ تمام
کہ پی کر فغاں کیجیے مثلِ نے
گیا تھی جہاں منزل اس ماہ کی
ہوئی گھر میں القصہ میری خبر
لگی کرنے عشق جواں سے سخن
شگوفہ مگر اور لایا ہے تو
جو تو پھر شتابی سے آیا یہاں
کہ ہے منتظر غیرتِ آفتاب
عزادار اس نوجواں کا میں ہوں
کہ وہ بے اجل مرتا ہے تک جیے
کہ جس سے نکلتا تھا ناز و عتاب
کیا غم نے تھا نیم کشتہ اُسکے تئیں

Marfat.com

نہ مشغول یوں نہیں وہ زاری سے تھا
وہ بیتاب بے اختیاری سے تھا
نہ سمجھی یہ رشک پری اسکے تئیں
دکھائی دی عشوہ گری سکے تئیں
چڑھا اُن نے تیوری اک انداز سے
کہا بیزہ ہو کے یوں ناز سے
کہ جس کو نہ ہو تاب لانے کی تاب
شتابی سے مرنا ہے اُسکا صواب
ہوا سامنے اُسکے میں حرف زن
یہ اُسکی زباں سے کہا میں سخن
جواں سنتے ہی کرکے ادھر نگاہ
سفر کر گیا جان سے بھر کر آہ
یہی ماجرا کہنے آیا ہوں یاں
خبر اُسکے مرنے کی لایا ہوں یاں
کہا اس سے کہ اے کشتۂ غم کی جان
گیا آخرالامر جی سے جوان
یہ کہہ دس قدم واں سے میں تھا چلا
کہ اک شور کانوں میں میرے پڑا
گزرنے لگی دل سے آواز آہ
لگا ہونے آنکھوں میں عالم سیاہ
صدا ایک نوحے کی آنے لگی
کہ یعنی وہ دختر ٹھکانے لگی
محبت نے کام اپنا پورا کیا
کہ ان دونوں نعلوں کو جوڑا کیا
فقیر آن کر سخت نادم ہوا
کہ میرے سبب دونوں کا جی گیا
یہ بھی جائے گر یہ ہی ساقی سُنا
کہ بدلے گزک کے ہے یاں دل بھنا
تھوڑی دارو دے سایۂ تاک میں
برنگ گل اب لوٹیے خاک میں

مقولۂ شاعر

عجب کی نہیں جانہ کھا پیچ و تاب
یہ میر اب جو ہے عشق خانہ خراب
سُنا ہے کہ فرہاد پر کیا ہوا
پھر اس عشق نے شیریں سے کیا کیا
عزا کا ہے مجنوں کی نوحہ پڑا
سیہ خیمہ لیلیٰ کا بھی ہے کھڑا
گئی جان وامق کی کس رنگ سے
ہوا خاک عذرا کا سر سنگ سے
گئی آہ نل کی فلک سے ادھر
دمن سے بگولہ زمیں کے اوپر
بہت عشق کی آگ میں جل گئے
بہت اُٹھتے جاتے ہیں شعلے نئے
گئی جل کے آخر پتنگوں کی جان
چراغوں سے اک دودِ دل ہے کشاں
ہے بیتاب ذرہ اسی سے کباب
جلے ہے اسی آگ میں آفتاب

Marfat.com

دل اس داغ سے مہ کا بھنتا ہی ہے
سیہ رنگ اُگتا ہے سرو سہی
بھنور کے بھی جی پر پڑے گل سگی
کوئی نالہ بلبل سے ہے یادگار
کہیں ساقی دے آب گلرنگ کو

کتاں کا جگر چاک سُنتا ہی ہے
وہی رنگ قمری ہے خاکستری
کنول کی کھلی آنکھ پھر مند گئی
خزاں اس چمن میں ہے گل کی بہار
کشادہ بھی کر اس دل تنگ کو

گلے لگ کے مینا کے ٹک روئیے
فسانہ بھی آخر ہے اب سوئیے

Marfat.com

بعض سوانحات میر

میر تقی میر دہلوی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخمس در شہر کاما حسبِ حالِ خود

قابل ہے میری سیر کے اطوار روزگار
کرتا ہے بدسلوکی سبھوں سے یہ بیمدار
چالیس عجب طرح کی چلے ہیں عجب شعار
لاتا ہے روز فتنۂ تازہ بروئے کار
دل داغ داغ رہتے ہیں اس سے جگر فگار

کاما سے تلخ کام اُٹھایا مرے تئیں
ہمچشموں کی نظر سے گرایا مرے تئیں
دلی میں بیدلانہ پھرایا مرے تئیں
حاصل کہ پیس سرمہ بنایا مرے تئیں
میں مشتِ خاک مجھ سے اسے اسقدر غبار

لشکر میں مجھ کو شہر سے لایا پئے تلاش
پانی کسو سے مانگ پیا میں کسو سے آش
یاں آکے گزری میری عجب طور سے معاش
اس واقعہ سے آگے اجل ہو چکی ہوتی کاش
ناموس رہتی فقر کی جاتا نہ اعتبار

مدت رہا تھا ساتھ جنھوں کے خراب حال
آخر کو آیا مجھ میں انھوں میں نپٹ ملال
دانستہ ان سبھوں نے کیا مجھ کو پائمال
یہ زندگی سہل ہوئی جان کی وبال
اس جمع میں کسو کو میں پایا نہ دستیار

جانا نہ تھا جہاں مجھے سو بار واں گیا
محتاج ہو کے ناں کا طلبگار واں گیا
ضعفِ قویٰ سے دست بدیوار واں گیا
چارہ نہ دیکھا مضطر و ناچار واں گیا
اس جانِ ناتوان پہ کیا صبر اختیار

Marfat.com

در پر ہر اک دنی کے سماجت مری گئی — نالایقوں سے ملتے لیاقت مری گئی
کیا مغت ہائے شان شرافت مری گئی — ایسا پھرایا اُس نے کہ طاقت مری گئی
مشہور شہر اب ہوں سبکسار و بیوقار

عرصہ تھا مجھ پہ تنگ اُٹھا ہو کے نیجاں — پوچھا نہ مجکو یک لب ناں سے کنھوں نے یاں
کم پائی پر بھی سیر کیا میں نے سب جہاں — آشفتہ خاطری نے پھرایا کہاں کہاں
برسوں کا راز مجھ سے ہوا آگے آشکار

پرداخت میری ہو نہ سکی اک امیر سے — عقدہ کھلا نہ دل کا دعائے فقیر سے
رخنے ہمیشہ آتے رہے سر پہ تیر سے — ہر چند التجا کی صغیر و کبیر سے
لیکن ہوا نہ رفع مرے دل کا اضطرار

کن نے کی اپنے حال پہ شفقت سے یک نگاہ — نکلے ہے کس سے طور پر اپنے سخن کی راہ
بولا نہ کوئی ہم سے کہ تم کیوں ہوئے تباہ — اسلوب اپنے جینے کا ہو کس طرح سے آہ
ہم ایک ناتوان و ضعیف اور غم ہزار

حاجت مری روا دل پر درد نے نہ کی — تاثیر اشک سرخ و رخ زرد نے نہ کی
تدبیر ایک دم بھی دم سرد نے نہ کی — دلجوئی میری حیف کسی فرد نے نہ کی
طاقت رہی نہ دل میں گیا جان سے قرار

ہر ترک شوخ چشم کرے مجھ پہ کب نظر — ہر چند بند باندھے مرے خوں پہ کیا کمر
ہر دامدار قصد کرے یہ کہاں جگر — یہ منھ نہیں کسی کا جو منھ کو کرے ادھر
ہر کوئی جانتا ہے کسی کا ہوں میں شکار

دل سر بسر خراب ہے تعمیر کیا کروں — آشفتگی حال کی تعبیر کیا کروں
خونتابہائے چشم کی تقریر کیا کروں — زردی رنگ چہرہ کی تحریر کیا کروں
آیا جو میں چمن میں خزاں ہو گئی بہار

حالت تو یہ کہ مجھ کو غموں سے نہیں فراغ — دل سوزش درونی سے جلتا ہے جوں چراغ
سینہ تمام چاک ہے سارا جگر ہے داغ — ہے نام مجلسوں میں مرا میر بیدماغ
از بسکہ کم دماغی نے پایا ہے اشتہار

Marfat.com

مخمس در حال لشکر

مشکل اپنی ہوئی جو بود و باش
آئے لشکر میں ہم برائے تلاش
آن کے دیکھی یاں کی طرح معاش
ہے لب ناں پہ سو جگہ پرخاش
نے دم آب ہے نہ چمچۂ آش

مرنے کے مرتبے میں ہیں احباب
جو شتنا سا ملا سو بے اسباب
تنگدستی سے سب بحال خراب
جھلکے ہے پال تو نہیں ہے طناب
جھلکے ہے فرش تو نہیں فراش

زندگانی ہوئی ہے سب پہ وبال
کنجڑے جھینکیں ہیں روتے ہیں بقال
پوچھ مت کچھ سپاہیوں کا حال
ایک تلوار بیچے ہے اک ڈھال
بادشاہ و وزیر سب قلاش

جتنے والے جو تھے ہوئے ہیں فقیر
تن سے ظاہر رگیں ہیں جیسے لکیر
ہیں مذبذب غرض صغیر و کبیر
مکھیاں سی گریں ہزاروں فقیر
دیکھیں ٹکڑا اگر برابر ماش

شور مطلق نہیں کسو سر میں
زور باقی نہ اسپ و اشتر میں
بھوکھ کا ذکر اقل و اکثر میں
خانہ جنگی سے امن لشکر میں
نہ کوئی رند ہے نہ کوئی اوباش

نقل خیمہ جو ہے سپہر اساس
بالیں ہیں رنڈیوں کی اسکے پاس
ہے زنا و شراب بے وسواس
رعب کر لیجیے یہیں سے قیاس
قصہ کوتہ رئیس ہے عیاش

جتنے یاں ہیں امیر سب بے دستور
پھر بحسن سلوک سب مشہور

Marfat.com

پہونچنا اُن تلک بہت ہے دور | بات کہنے کا واں کسے مقدور
حاصل ان سے نہ دل کو غیر خراش

چار کچھ ہیں مستعدِ کار | وس تلنگے جو ہوں تو ہے دربار
ہیں وضیع و شریف سارے خوار | لوٹ سے کچھ ہے گرمی بازار
سو بھی قندِ سیاہ ہے یا ماش

در پہ عمدوں کے روز و شب شر و شور | صرف یکسر فریب و رشوت خور
لیے دیکھیں نے کسو کی اور | مردہ شو یہ وہ سب کفن کے چور
رحمۃ اللہ بر اوّلیں نبّاش

یک بہ یک گر کسو کی موت آئی | اُسکے مردے کی پھر ہے رسوائی
کیونکہ پہونچی ہے جن کو امرائی | سب وہ اولاد حاتم طائی
کون دیگر کفن اُٹھاوے لاش

بالضرورت گیا میں جس کے گھر | آدمی کی نہ جنس تھا وہ خر
بات کرنے لگا تو نیچے نظر | بیمروت سفیہ مدِّ نظر
قابل صد ہزار شاش و تراش

ہے جنھیں کچھ بھی رویت دربار | سو فریبندہ مکری و غدّار
کاذب و مفت بر ہے دل آزار | ڈول انکا ہے یہ کہ کریے خوار
کام انکا ہے یہ خراش و تراش

جس پہ ٹھہرے ہے آکے سرداری | اُن سے ہمکو بھی چشم دلداری
معرفت اُن کے بعد صد خواری | فرد دستخط ہوئی جو اکباری
جیسے کھینچے لکیریں کوئی نقاش

اس لکھے کا نہیں ٹھکانا کچھ | وہم میں بھی نہیں ہے پانا کچھ
جس پہ دستخط نہ آنے جانا کچھ | بن نہ آیا مجھے بہانا کچھ
غیر اس کے کہ لے اُٹھوں بشاش

واں سے اُٹھ کر میں بال ہیں آیا | سخت تغییر حال میں آیا
بار رہا یہ خیال میں آیا | کہ زیاں شہ کے مال میں آیا

Marfat.com

واسطے میرے سو مرا یہ قماش

بخشدوں جامہ تک جو ہو قدرت
آٹھوں آنے ہیں خرچ کیساعت
دس روپیہ دوں گدا کو بے مہلت
منقضی ہووے کب مری ہمت
صاحبان کرم کے تئیں شاباش

ہو جو ان لوگوں میں گدا کا گزر
سہم رہ جائیں سب دیکھیں اُدھر
دیر کے بعد یہ کہیں ہل کر
شاہ جی لے خدا سبھوں کی خبر
سو بھی یہ بات ہے پس از کنگاش

یاروں کی جود کا بیاں کیا ہے
وہم میں اُن کے بھی جہاں کیا ہے
آشکارا ہے سب نہاں کیا ہے
دیکھتے ہیں کہیں کہ یاں کیا ہے
ایسی صحبت میں ہم نہ ہوتے کاش

بس قلم اب زباں کو اپنی سنبھال
خوشنما کب ہے ایسی قال و مقال
ہے کڈھب چرخ روسیہ کی چال
مصلحت ہے کہ رہیئے ہو کر ڈال
فائدہ کیا جو راز کرلیے فاش

مخمس دیگر

دستخطی فرد کا سنو احوال
بیدماغی ہی میں تو دی تھی ڈال
ایک مشفق کو تھا ادھر کا خیال
مہربانی سے اُن نے کھوج نکال
شیخ جی گو زڑھے سو عجائب مال

شیخ کو اس بھی سن میں ہے سگی ہوس
تنگ پوشی سے جو لی جاوے جس
ہو گیا سن شریف ساٹھ برس
دانت ٹوٹے گیا ہے کلہ دھنس
دیکھ رنڈی کو بہ چلے ہے رال

جامے کو خوب سا چُنا تے ہیں
خال رخسار پر بنا تے ہیں
منھدی بھی پتلی سی لگاتے ہیں
ناز کرتے قدم اُٹھاتے ہیں
دیکھا کرتے ہیں آرسی میں جمال

Marfat.com

دل میں دُھن جو عیش وعشرت کی
باتیں ہیں رنڈیوں کی صحبت کی
پوچھتے ہیں دوائی شہوت کی
دیکھتے ہے کوئی کتاب حکمت کی
کرتے ہیں بہمنین استعمال

فخر رعنائی کتنے ہیں اللہ
رکھتے ہیں سر پہ اب ہمیشہ کلاہ
مسی سے کرتے ہیں مسوڑے سیاہ
شانہ سے کام ہے گہ وبے گاہ
پگڑے نارنجی سر پہ اودی شال

قیر و جریں لباس تنگ معاش
قینچی لیتے ہیں گاہ وگہ منقاش
ساتھ رکھتے ہیں ایک موئے تراش
ہر سر مو پہ اس سے ہے پرخاش
لوگ کہتے ہیں شیخ ہیں چنڈال

آشنا میرے بھی پرانے تھے
یار تھے دوست تھے یگانے تھے
ہیں وے اک عمر اک ٹھکانے تھے
صحبتیں تھیں بہم زمانے تھے
روز و شب ہم گر تھی قال و مقال

اب وے مختار کے ہوئے مختار
وہی اس عہد میں ہیں کاربرآر
ان پہ ٹھہرا ہے سلطنت کا مدار
اس طرف سے مرا ہوا جو گزار
نکلے سن نام بہر استقبال

جب ملاقات درمیان آئی
لے کے میری تسلی فرمائی
دستخطی فردیں نے دکھلائی
پھر نفر پاس اپنے رکھوائی
اور لگے کہنے رکھیے استقلال

فرد نواب کو دکھاؤں گا
ہے مقدر تو کر ہی لاؤں گا
حال صاحب کا سب جتاؤں گا
لے کے دفتر میں آپ جاؤں گا
آگے میرے کسے سخن کی مجال

قدر والا ہماری ہے معلوم
اس سعادت سے جو رہے محروم
خلق خادم ہے اور تو مخدوم
ہے یقینی کہ وہ الاغ ہے شوم
حشر کو ہوگا مرکب دجال

تم نبی فاطمہ ہو ہم ہیں غلام
ہے غلامی تمھاری اپنا کام

Marfat.com

تم کو مسجود جانتے ہیں انام　　تم سبھوں کے ہو پیشوا و امام
تم سے سب کو نجات کا ہے سوال

بارے رخصت کیا بصد اعزاز　　اور کہا تم ہو خلق میں ممتاز
ہے تمنا کہ تم سے ہوں دمساز　　دل ہمارا ہو کاش محوِ نیاز
کریے تم پہ نثار جان و مال

شیخ نے کر سلوک حد سے زیاد　　قیدِ اندوہ سے کیا آزاد
دہی بھلا روزگار کی بیداد　　جانِ غمکش ہوئی نہایت شاد
غم ہوا کوئی روز میرے وبال

پھر جو دو دن میں میں گیا اُن پاس　　شیخ جی نکلے ایک اثر النّاس
نے وہ تعظیم و خلق نے وہ پاس　　بولے کچھ زیرِ لب اُداس اُداس
رہ گیا چپ میں دیکھ کر یہ حال

میرے تئیں بیدماغ جو پایا　　سر کیا نیچے یعنی شرمایا
جب خجالت سے کچھ نہ بن آیا　　تب بہانا صداع کا لایا
پھر یہ بولا کہ کیوں ہے چہرہ لال

میں کہا وجہ ہے کہا سہیئے　　میں کہا جور کب تلک سہیئے
چند پامالِ چرخ کج رہیئے　　جی میں ہے اب لگائیے پہیئے
تا کہ گردوں کی کچھ ہو سیدھی چال

تھی جو تم سے توقع یاری　　سو تو آئی ظہور میں ساری
ہوتی جو فرد دستخطی جاری　　تو بھی یہ دن جو ایسے ہیں بھاری
کاٹتا یک طرف فقیر مثال

دستخطی فرد کا سنا جب نام　　کہنے لاگا کہ اب قریب ہے شام
بیٹھنے کا ہوا ہے وقت تمام　　پھر کسی روز کیجیے گا کلام
اب تو میرے نہیں حواس بحال

تھا جو سختی سے فقر کی ناچار　　گھر گیا شیخ جی کے سو سو بار
نہ رہا کوئی فوج شہر میں یار　　نہ کہا جن نے میرا احوالِ زار

Marfat.com

تنگ آیا ہوں مفلسی سے کمال

کچھ طرح اور جب نہ بن آئی
کھینچی کیا کیا انھوں کی مرزائی
میں ہوا شیخ جی سے مجرائی
پر تسلی مری نہ فرمائی

مفت عزت گئی ہوا پامال

ایک مدت بھی آج کل پر بات
ہے بہت شیخ کی غنیمت ذات
اب تو ہے صبح اب ہوئی ہے رات
جمع آدم میں اتنے کب ہیں صفات

مفتری و دروغی و محتال

ایک دن میں کہا جو ہو مضطر
ہنس کے بولے بہت تلطف کر
کہیے اس در سے جاؤں اب کیدھر
سر منڈائے ہو تم بھی اس گھر پر

آگے آویں گے جتنے ہونگے بال

راتوں کے تئیں مصیبتیں گزریں
کچھ نہ پوچھو جو حالتیں گزریں
اور دنوں کو قیامتیں گزریں
باتوں باتوں میں مدتیں گزریں

وعدہ دو چار دن نہ ماہ و سال

پھر جو اس فرد کا ہوا مذکور
جانتا ہے تمھیں کہ ہو مشہور
کہنے لاگے کہ نائب دستور
پر کہے ہے رکھو مجھے معذور

جاری کرنا ہے اس کا امر محال

آٹھ آنے ہیں شاہ پر بھاری
آپ ہے تو یہ ہے گرفتاری
اس کی لوگوں نے کی ہے اب خواری
فوج ہے گی تو قحط کی ماری

کیوں نہ جیسجا رہے ہیں اتکال

عمدے جو ہیں دنوں کو بھرتے ہیں
ہیں سپاہی سو بھوکے مرتے ہیں
سو بھی اسباب گروی دھرتے ہیں
لوہو پی پی کے زیست کرتے ہیں

ایک تلوار نیچے ہے اک ڈھال

رہ گیا میں سو جی جلاتا ہوں
یعنی ہر اک کے تئیں بلاتا ہوں
کچھ کہے کوئی سر ہلاتا ہوں
کام سرکار کا چلاتا ہوں

کار پرداز ہیں سفیہ و ضلال

Marfat.com

بادشہ بھیک مانگتا آیا
معتمد اپنا مجھ کو ٹھہرایا
روز روزینہ بند فرمایا
سو پڑا پیچ میں میں گھبرایا
جس کو دیکھو رکھے ہے مجھ سے ملال

ملکی اور سارے صاحبانِ تیول
کہیئے حضرت سے کچھ بھی ہو جو حصول
پھرتے ہیں مجھ سے خوار و زار و ملول
کوڑی دینا انھیں نہیں ہے قبول
آپ ہی مرتے ہیں انکے اہل و عیال

یاں مرے در پہ یاروں کا ہے ہجوم
جو ہی ڈ دل ہے تو ہے معلوم
صبح سے شام تک رہے ہے دھوم
ایک دن با قدوم فرخ لزوم
نکلے گا یاں سے شہ بجاہ و جلال

حاجت اک عالم اپنی لاتا ہے
کون یاں راہ حرف پاتا ہے
جو ہے سو جان کھائے جاتا ہے
اور جسے کوئی منھ لگاتا ہے
کاٹتا ہے وہ پہلے چومے گال

اُسکے اوپر ہے شہ تماشائی
ہر طرف پھیلی ہے یہ رسوائی
اور چاہے ہے خرچ بالائی
کل چنانچہ ہمیں نظر آئی
لال خیمے کے گرد دو سہ پال

دینے کا ہو کہیں ٹھکانا بھی
یاں نہیں شہ کے گھر میں دانا بھی
جود کو چاہیئے زمانا بھی
کبھو ہوتا ہے پینا کھانا بھی
ورنہ بھوکے رہے ہیں بیٹھے نڈھال

حال یہ ہے جو اسپہ ہو منظور
گاہ باشد کہ ہو انھیں مقدور
پھر بھی نواب سے کروں مذکور
پر ملجاجت ہے اب خرد سے دور
لطف کیا میں کہوں وے دیویں ٹال

میں کہا بس بہت خراب ہوا
دل ہوا داغ جی کباب ہوا
پردے میں واں سے بھی جواب ہوا
بارے ہونا جو تھا شتاب ہوا
کٹ رہے گا مرا بھی یہ جنجال

دل سے اپنے بھی اب بھلا دیجے
فرد میری مجھے منگا دیجے

Marfat.com

ان خیالات کو اُڑا دیتے
بند چڑیا کی سی چھڑا دیتے
بس بچھایا بہت فریب کا جال
ہنس کے بولے کہ فرد ہے حاضر
اور سمجھے نہ مجھ کو بھی قاصر
جان کا ہوں تمھاری میں ناظر
جمع فرماؤ خاطر عاطر
اب نہیں پھر یہ کام ہونگا سنبھال
تب سے اب تک وہ فرد لاتا ہوں
گاہ بیگاہ ان کے جاتا ہوں
وقت پاتا ہوں تو جتاتا ہوں
پر جواب ان سے صاف پاتا ہوں
اگلی باری کا ہے یہ قیل و مقال

مثنوی ننگ نامہ

پاؤ توفیق ٹک تو سر کو دھنو
یہ بھی اک سانحہ ہے میر سنو
ہم کو در پیش تب سفر آیا
جبکہ برسات سر ہی پر آیا
ابر ہونے لگے سپید و سیاہ
پانی رستوں میں کیچ ساری راہ
بیچ میں ہوتے کچھ اگر اسباب
منہ اٹھانے کی جی میں ہوتی تاب
سو تو کمل نہ تھی نہ لوئی
سایہ گستر نہ ابر بن کوئی
ابر ہی بیکسی پہ روتا تھا
ابر ہی سر کا سایہ ہوتا تھا
کیچ پانی میں کپڑے خوار ہوئے
وو ہیں گاڑی میں جا سوار ہوئے
رہروی کا کیا جو ہم نے میل
بھینس چیلے کی تھے بہل کے بیل
آسماں آب سب زمیں سب کیچ
خاک ہے ایسی زندگی کے بیچ
شب کہ دریا پہ ہو کے راہ پڑی
پانی کے سطح پر نگاہ پڑی
بجے بگلے کا کیا کھوں میں اوج
باتیں کرتی ہے آسماں سے موج
دامن ابر پاٹ دریا کا
دسے گر تو کہے کہ باندھا تھا
ہوش جاتا تھا دیکھ جوش آب
گوش کرتا تھا کر خروشِ آب
آب تہ دار اور تیرہ بہت
لہر اٹھتی جو تھی سو خیرہ بہت
پانی پانی تھا شور سے طوفان
دیکھ دریا کو سوکھتی تھی جان

Marfat.com

ہمرہِ موج سیکڑوں گرداب
ناؤ میں پاؤں ہم نے بارے رکھا
جزر و مد سب حواس کھوتا تھا
جبکہ کشتی رواں ہوئی واں سے
موجہ اُٹھنے لگا جو طوفاں زا
کیا کہیں ڈوب ہی چلے تھے ہم
بلّی لگتی نہ تھی نہ کچھ بھی تھاہ
ریلا پانی کا جب کہ آتا تھا
خطرِ غرق سے تھی طاقت طاق
بہتا پھرتا تھا خضر کشتی پاس
ہر بلا سے تھے ہمکنار ہوئے
کسو درویش کا تھا یمن قدم
ورنہ اعمال نے ڈبویا تھا
اس کنارے کا جو اثر پایا
اُس طرف اُترے آب کے جاکر
شکر لب پر دلوں سے محو گلا
پار کا گنج تھا جو شاہ درا
فاصلہ ایک کوس کا تھا بیچ
تھے بہت بیچ میں نشیب و فراز
سو نہ جاگہ تھی نہ مکانِ مبیت
جاکے حیراں ہوئے کدھر جاویں
تگ و دو ہر طرف لگے کرنے
کوئی میداں میں کوئی چھپّر میں
گھر ملا صاحبوں کو ایسا تنگ
بیٹھنے دیں نہ جب کہ صاحب کو

ساتھ تھی صد تری کے چشم حباب
خوف کو جان کے کنارے رکھا
خضر کا رنگ سبز ہوتا تھا
جسم گویا کہ تھا نہ تھی جاں سے
لجّہ آیا نظر سو عمّاں ترا
ناخدائی خدا نے کی اُس دم
عقل گم کردہ لوگ تھے ہمراہ
خوف سے جی بھی ڈوبا جاتا تھا
بیخودی سے ہوا تھا استغراق
غوطے کھاتے تھے حضرتِ الیاس
تھا خدا ہی تو بلّی پار ہوئے
جاکے پہونچے جو اس کنارے ہم
گو ہر جاں سے ہاتھ دھویا تھا
ہم تلاطم کشوں میں جی آیا
میر اور پیر صاحب و چاکر
کس و ناکس سبھوں سے خضر ملا
سب نے رہنا وہیں کا جی میں دھرا
راہ یاں سے تھی واں تلک سب پیچ
پہونچے واں شام کھینچ رنج دراز
چار و ناچار رہے وہیں اک جھونپڑی سمیت
سر تھسیڑیں جو تک جگہ پاویں
تسپہ پڑتے تھے مینھ کے بھرنے
کوئی در میں کوئی کسو گھر میں
جس سے بیت الخلا کو آوے ننگ
کون پوچھے نفر مصاحب کو

Marfat.com

ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے سرا پائی
ویسے گھر جھوٹے ویسی جا پائی

رہنا بھٹیاری کے غنیمت جان
جو کہا اُن نے ہم گئے سب مان

کچھ پکانے کا جب سوال کیا
میں نے اظہار اپنا حال کیا

ہاں جو لائے ہیں مجھکو اپنے ساتھ
زندگانی مری ہے ان کے ہاتھ

پہونچے ہے اُنکے روبرو سے طعام
صبح کا صبح مجھ کو شام کا شام

ور بکوائیے تو زاید ہو
خامے سے اپنے اور عاید ہو

جو کچھ آیا سو کھا لیا میں نے
کچھ رہا سو اُٹھا دیا میں نے

سُن کے اک دل سے کھینچی اُن نے آہ
اور بولی کہ واہ صاحب واہ

ہم تو جانا تھا آدمی ہو بڑے
چار پانچ آدمی ہیں پاس کھڑے

کچھ یہ کھاویں گے کچھ کھلاوینگے
ہم بھی کچھ اُن کے سبب سے پاوینگے

سو تو نکلے ہو کورے بالم تم
ہو گدا جیسے شاہ عالم تم

کھانے پینے کی کچھ نہیں ہے بات
دیکھیے کس طرح سے گزرے رات

صدقے ہیں اپنے بھی اُٹھائے کے
سو گئے بخت گھر ہمارے کے

میں کہا مہترانی جی کچھ لو
مجھ سے آزردہ دل نہ اتنی ہو

بعضے کھاتے ہیں کچھ کھلاتے ہیں
بعضے مجھ سے بھی آتے جاتے ہیں

بارے جوں توں ہوئی وہ رات تمام
صبح کو صاحبوں کا ٹھہرا مقام

یہ بھی دن شب ہوا سحر تھا کوچ
غازی آباد کو گئے سب پوچ

راہ طے کر سرا میں جا اُترے
کچھ ستم دیدہ پاس آ اُترے

صاحب اُترے حویلی میں آکر
باغ میں اُسکے سب نفر جا کر

بار ور تھے درخت سب یہ بھی
پھل ولیکن کنھوں نے پایا بھی

اس بھی منزل میں ایک روز رہے
گزرے جس طور کوئی کس سے کہے

لوگ جبدم سوار ہونے لگے
اور اسباب بار ہونے لگے

سوہنی اس رداروی میں گئی
لوگ تھے مضطرب جگہ تھی نئی

وحشت اسکو زبس کہ طاری ہوئی
سر پٹک کر کسی طرف کو موئی

ایدھر اودھر تلاش کر دیکھا
گم شدہ کو نہ بھر نظر دیکھا

Marfat.com

ساری بستی میں جست و جو کو گیا — دیر تک یہ خیال سب کو رہا
جن کی آتی ہے ایسے جاتے ہیں — کہ نہ پھر کھوج ان کا پاتے ہیں
مرگ تھی اس کی اس جگہ تقدیر — بلی تھی یا کہ گربۂ تصویر
رنگ جیسے کہ وقت گرگ و میش — یعنی سُرخی تھی کم سیاہی بیش
جن سے مالوف تھی وہیں رہتی — ان سے کچھ کچھ نگاہوں میں کہتی
کیا نفاست مزاج کی کہیے — ستھری اتنی کہ دیکھ ہی رہیے
خال جوں پھول گل کترتے ہیں — یا کہ نقشوں میں رنگ بھرتے ہیں
جو ہے چڑیا یہ اُن نے کب کی نظر — چج کا کرنا نہ فرض تھا اُس پر
موہنی بھی تو تھی بہن اُس کی — نسبت اس کی تھی وہ مہت گھسکی
پاوے جو کچھ سو مار کھاوے یہ — ایک کیا چار چار کھاوے یہ
جانور مارنا تو ہے یک سو — تیز پنجہ کیا نہ اُن نے کبھو
یہ نزاکت اسی کو بن آوے — موش وحشتی کو دیکھ ڈر جاوے
ان نے مارے ہیں ایسے کتنے ڈھونس — گھونس دیکھی تو ہووے کوئی گھونس
یہ چھچھوندر کے بولتے بھاگے — وہ پڑی سوتی بھی ہو تو جاگے
چھپکلی سے یہ پھیر مُنھ کو لے — وہ جفا کار جیفہ پر جی دے
یہ پری سی تھی جو خرام کرے — وہ جو اُچھلے تو دھوم دھام کرے
کبک اس کی خرام کے عاشق — جانور اس کے نام کے عاشق
غرض افسوس کی جگہ ہے بلی — اب کہاں گو کہ چھانیے دلی
ایسی بیگم مزاج بلی کھو — بیگم آباد ہم گئے یارو
واں سے میرٹھ سبھوں نے کی منزل — کیچ پانی اگرچہ تھا حائل
گرتے پڑتے پہنچ گئے سارے — ہم جفائے سپہر کے مارے
واں سے لاوڑ نسنگ پھر واں سے — جا کے واں تنگ آگئے جاں سے
اک گڑھی بود و باش کو پائی — کچھ نہ کھانے کو جس میں نے کھائی
چھوٹی بھاٹی سی چار دیواری — اور میدان تھی گڑھی ساری
پھر نہ میدان بھی برابر تھا — ہر قدم ایک غار و چقر تھا

Marfat.com

کھنڈر سے اس میں تین چار مکان
وہ گڑھی ساری کھتّے ناج کے تھے

خاک مٹی سے ان گڑھوں کو بھرا
خشتی پائے اگر نہ بنوا تے

باؤ جنگل کی تند کچھ نہ رکاؤ
اک گڑھی جس کی سیکڑوں راہیں

وہ رہے جو رکھے بہت سے لوگ
ورنہ مشکل بہت ثبات قدم

باؤ سی دن کو سائیں سائیں کرے
گر شکستہ ہوئی کہیں دیوار

ہفتہ ہفتہ تلک پڑی ہے خراب
کارپردازوں کو تقیّد ہے

وے بچارے بہانے کرتے ہیں
کہتے اُن سے تو یہ ملے ہے جواب

ہم کو کھانے ہی کا تردّد ہے
بنیا مُنھ کو چھپائے جاتا ہے

حال کب پوچھنے کے ہے قابل
سوچیں ہیں جب تو جھول جاتے ہیں

تم کو دیوار پاکھے ہیں گے یاد
کس کو موسیں کہاں سے کچھ لاویں

تم کہو دال ماش کی ہے زبوں
تم کہو آٹا کرکرا کھایا

اور دو چار روز یہ بھی ہے
فصل ہونے ابھی نہیں پائی

جس سے جھوٹے ہوئے ہیں تم دن بار
جنگا گرنے پہ سخت ہے میاں ان

برسوں سے تھے پڑے نہ ناج کے تھے
نکلا اک لاکے اُسکے بیچ دھرا

باؤ میں اس سمیت اُڑ جاتے
منھ میں چل پڑے تو کانپے جاؤ

واں ٹھہرنے کو چاہیے باہیں
یا کوئی جوگی جو کرے واں جوگ

دل میں اک ہول ہی رہے ہر دم
رات ہووے تو بھائیں بھائیں کرے

بے زری سے بنانا ہے دشوار
پردہ کا ہے کا پھر ہے رفع حجاب

شور ہے گالی ہے تشدد ہے
رات دن لوگ جوگی بھرتے ہیں

کس کے گھر سے بنا دیں لا کے شتاب
صبح بقال کا تشدّد ہے

روٹی کا فکر کھائے جاتا ہے
ہم فقیروں کے رنگ ہیں سائل

بات کہتے ہیں بھول جاتے ہیں
ہم کو کرتا نہیں خدا آزاد

دال آٹا جو تم کو پہنچا دیں
یاں بہم پہونچے ہے جگر ہو خوں

یاں کلیجہ جھنا تو ہاتھ آیا
ایک غم سینہ سوز یہ بھی ہے

پیشگی سب سے قرض لے کھائی
چوٹھا وہ کہے ہے ساہوکار

Marfat.com

ماش کی دال کا نہ کریے گلا
گوشت یاں ہے کبھو کسو کو ملا

چاہتے ہو تو مول لو اک بز
ورنہ بیٹھے رہو سبے جز بز

بکری لینے کو پیسے ہیں کس پاس
کھاؤ دال اور پادو بے وسواس

جی اگر چاہے کوئی ترکاری
گول کدو ملے بصد خواری

بھنڈی بیگن کے ناؤں ڈھینڈس تھا
اروی توری بنیر جی بس تھا

جز کدو یا مُرے کلّو تدھو کیا
یعنی کچھ اور واں تھا کدو کیا

وارد گولی کے کچھ نہ تھے اسباب
ماش کی دال کھاتے تھے احباب

جو گڑھی میں نہ چھوٹتے یوں گوز
بجتی رہتی تپک کہاں سے روز

گھاس ہی گھاس اس مکاں میں تمام
تس میں لشاع جانور اقسام

جیسے زنبور زرد ایسے ڈانس
کاٹ کھاویں تو اچھلو دو دو بانس

پشہ و کیک اور کتّی تھی
جن کے کاٹے اچھلتی پتّی تھی

ہاتھ پنڈوں پہ سب چلے جاتے
شبگزوں سے بدن جلے جاتے

ان کے کاٹے بدن پہ دانا ہے
مرزچ جدوار پھر لگانا ہے

ایک دو دن جلا فراغ ہوا
اس کی جاگہ سیاہ داغ ہوا

نہ کھجاتے کھجاتے سارے گھسے
چپھٹے چپھٹے ہوئے جو دانے پسے

دن کو وہ صورتِ طعام ہوئی
رات کو نیند یوں حرام ہوئی

کتّوں کے چاروں اور رستے تھے
کتے ہی واں سکے تو بستے تھے

دو کہیں تھے کھڑے کہیں بیٹھے
چار لوگوں کے گھر میں ہیں بیٹھے

ایک نے پھوڑے باسن ایکو نے
کھو دمارے گھروں کے سب کونے

کوئی گھورا کرے کوئی بھونکے
خفتہ خفتہ بھی شور سے چونکے

سانجھ ہوتے قیامت آئی ایک
شور عف عف سے آفت آئی ایک

گلہ گلہ گھروں میں پھرنے لگے
روٹی ٹکڑے کی بو پہ گرنے لگے

ایک نے آکے دیگچا چاٹا
ایک آیا سو کھا گیا آٹا

ایک نے دوڑ کر دیا پھوٹا
پھر بیا آکے تیل اگر چھوٹا

گھور نے اک لگا اندھیرا کر
ایک تے اور ایک پھیرا کر

Marfat.com

گھر میں چھینکے اگر تھے توڑ دیے / ہانڈی باسن گرا کے پھوڑ دیے

لوگ سوتے ہیں کتے پھرتے ہیں / لڑتے ہیں دوڑتے ہیں گرتے ہیں

جبکہ ہڈی پہ چار چار لڑیں / گوشت پر بھیڑیے سے دوڑ پڑیں

ایک کے پیچھے ایک روز و شب / لینڈی سی واں نہ بندھ رہی تھی کب

کتے ہی واں دو چار رہتے ہیں / دو گئے بھی تو چار رہتے ہیں

جاگتے ہو تو دو بدو کتے / سو کر اُٹھو تو رو برو کتے

سر پہ دربان کے بلا ہی رہے / کتا ایک آدھ گھر میں جا ہی رہے

منھ میں کف دور دور سر کرنے سے / حال بیحال شور کرنے سے

تو کہے منکے وہ گلا پھاٹا / باؤلے کتے نے اُسے کاٹا

کتوں کی کیا سماجتوں کو کہیں / چھچھڑی سے رات دل لگے ہی رہیں

باہر اندر کہاں کہاں کتے / بام و در چھت جہاں تہاں کتے

جھڑ جھڑا دے ہے کان کو کوئی / رو وے ہے اپنی جان کو کوئی

ایک طرف ہے چپڑ چپڑ کی صدا / یعنی کتا ہے چکنی چاٹ رہا

ایک چھینکے کو منھ میں لے آیا / ایک جوٹھے کو کھودتا پایا

ایک کے منھ میں ہانڈی ہے کالی / ایک نے چلنی چاٹ ہی ڈالی

تیل کی کپّی ایک لے بھاگا / ایک چکنے گھڑے سے جا لاگا

کتے یارو، کہ جان کا تھا روگ / جاں بلب ہوں نہ کسطرح سے لوگ

آدمی کی معاش ہو کیونکر / کتوں میں بود و باش ہو کیونکر

بستی دیکھی سو ایسی تھی آباد / کہ بیابان سخت سے دے یاد

چار چھپّر کہیں چماروں کے / سو بھی ٹوٹے گرے بچاروں کے

پھر چلو آگے تو نہیں ہے کچھ / ڈھنڈھ سا اور جو کہیں ہے کچھ

پھوٹی ٹوٹی کوئی حویلی ہے / سو بھی میدان میں اکیلی ہے

ایک دو مردے سے پڑے ہیں واں / زرد ہو ہو گئے ہیں بے لب ناں

لوگ ایسے مکان سب ایسے / ایسی جاگہ سے اُٹھیں دل کیسے

اور جو چار گھر نظر آئے / ان کی خوبی کھلے وہیں جائے

Marfat.com

وہ بھی کولی چمار سے تھے کوئی
صورتیں کالی سوکھے سوکھے سے
چار روانوں کے واسطے جی دیں
اس سے آگے بڑھے تو دھینور تھے
اور آگے گئے تو تھا بازار
ایک کے پاس دال کچھ آٹا
ایک کے ساںواں اور تھوڑے چنے
جو تھا باقی رہا سو تھا کنگال
اس کا عامل کے یاں اُٹھا مایا
ایک کنجڑے کے چار گٹھی پیاز
کیا کہوں مرچ تھی نہ ادرک تھی
ایک دوکان تھی پساری کی
اس سے جا کر جو مانگئے ہلدی
دیکھ کر کچھ کہو تو وہ یہ کہے
یاں جو کچھ ہے چلن سو دیتا ہوں
مانگو اس سے جو مرچ یا دھنیا
اُن میں دو دانے اور سب کنکر
لونگ چورا نفر سے منگوایا
اور اشیا ہیں سے کریے قیاس
اور دس بیس گھر گنواروں کے
چھوٹی مسجد خطیب تھا نہ اذاں
نہ تھی قید صلوٰۃ و رسم صوم
بندے سب جن کا تھا خدا نہ کوئی
راہ و رسم و طریق سب بیڈھب
کوسوں بھاگا اگر ملا کوئی

فاقوں کے زیر بار تھے کوئی
سارے کنگال اور بھوکھے سے
جان کھا جائیں کچھ نہ جنتک لیں
اُجڑے بچڑے انھوں کے کچھ گھر تھے
اس میں بنیوں کی تھیں دکانیں چار
تس کو بھی مکھیوں نے تھا چاٹا
چھپڑوں میں خاک دھول ایک تنے
نانوں کو کہتے تھے اُسے بقال
اُن نے جیسا کیا تھا سو پایا
تس پر اُس کو ہزار نخرہ و ناز
اُس مچھندر میں کچھ بھی بھدرگ تھی
اُن نے ہم لوگوں سے بھی یاری کی
زرد مٹی کو باندھ دے جلدی
بس تم اس بستی میں میاں جی رہے
میں بھی پیسے لگا کے لیتا ہوں
دیوے کچا وہی بتا دھنیا
دیے کاغذ میں ہاتھ لمبا کر
لال مرچیں گٹھی ہوئی لایا
آگے جاتا نہیں کہا مجھ پاس
اور دو چار فاقہ ماروں کے
یہی خانہ خطیب کا تھا واں
اس پہ سیّد امام واں کی قوم
اس طریقے سے آشنا نہ کوئی
میلے گالی تھی تیجے حرف بہ لب
صحبت ایسوں سے رکھے کیا کوئی

Marfat.com

ایک تکیہ نہ جس میں فرش کاہ — حالِ درویش قابلِ صد آہ
ٹکڑے ٹکڑے کی احتیاج اسکو — مرض جوع لاعلاج اُس کو
برسوں جلّا کے نااُمید ہوا — پچکی سادھی جگر میں چھید ہوا
آتے جاتے سے اُن نے جو پایا — اُسی پر رہ گیا وہی کھایا
گرچہ چار خاک کے سے ڈھیر — جن کو کہتے تھے لیٹے ہیں یاں شیر
اپنا تو اعتقاد تھا ہی کم — پر کبھو بلی بھی نہ دیکھی ہم
کچھ نہ دیکھا ہم اُن بھی گوروں سے — کام نکلا سو اپنے زوروں سے
کی توجہ جو ٹک دروں کی اور — دل جگر پر مرے پڑا کچھ زور
جس سے چھاتی میں درد ہونے لگا — رنگ چہرے کا زرد ہونے لگا
پھر زمینداروں میں نفاق ہوا — یہ عجب اور اتفاق ہوا
دونوں کا اک جدا ہی مطلب ہے — یہ کہے روز وہ کہے شب ہے
آس پاس اُس گڑھی کے آئی جھیل — گم تھے برسات میں طریق وسبیل
ادھر اودھر اُتر کے پانی جاؤ — قہر ہے پھر جو ٹک بھی ہووے چڑھاؤ
اُس سے واں کی ہوا بہت مرطوب — ہووے نزلہ زکام بے اسلوب
کتنے روزوں میں ہوتی ہے کھانسی — ایسی جیسے گلے میں دیں پھانسی
پھر وہ درجہ ہے جس میں ہووے دق — یہ کوئی نکلی ایک ثالث شق
بڑی آفت خطر تھا سکھوں کا — کیونکہ وہ ملک گھر تھا سکھوں کا
اس میں آجاتے تو قیامت تھی — مال و جاں عرض سبکی رخصت تھی
نہ کوئی دادرس نہ وقت داد — مفت ہی ہم گئے تھے سب برباد
کیا کدھب چرخ کج نے پھینکا تھا — پر خدا کچھ ہمارا سیدھا تھا
جس نے قدرت نمائی کی اپنی — اس بلا سے رہائی کی اپنی
بس قلم ہے صریر تیری تند — شور سے تو پڑا جہاں میں ڈھند
ہرزبانی کا مجھ کو کب ہے دماغ — ایسی باتوں سے میں کیا ہوں فراغ
ہو چکی صاحبوں کی فرمایش — چپ رہ اب ہے زمان آسایش

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ثنوی خواب خیال میر

خوشا حال اس کا جو معدوم ہے / کہ احوال اپنا تو معلوم ہے
رہیں جان غمناک کو کاہشیں / گئیں دل سے نومید سو خواہشیں
زمانے نے رکھا مجھے متصل / پراگندہ روزی پراگندہ دل
گئی کب پریشانیِ روزگار / رہا میں تو ہم طالعِ زلفِ یار
وطن میں نہ اک صبح میں شام کی / نہ پہونچی خبر مجھ کو آرام کی
اٹھاتے ہی سر پہ پڑا اتفاق / کہ دشمن ہوئے سارے اہلِ وفاق
جلاتے تھے مجھ پر جو اپنا دماغ / دکھانے لگے داغ بالائے داغ
زمانے نے آوارہ چاہا مجھے / مری بیکسی نے نباہا مجھے
رفیقوں سے دیکھی بہت کوتہی / غریبی نے اک عمر کی ہمسری
مجھے یہ زمانہ جدھر لے گیا / غریبانہ چندے بسر لے گیا
بندھا اس طرح آہ بارِ سفر / کہ نے زادِ رہ کچھ نہ بارِ سفر
دل اک بار سو بیقرارِ بتاں / غبارِ سرِ رہ گزارِ بتاں
گرفتار رنج و مصیبت رہا / غریب و یارِ محبت رہا

Marfat.com

چلا اکبر آباد سے جس گھڑی ۔ در و بام پر چشم حسرت پڑی
کہ ترکِ وطن پہلے کیونکر کروں ۔ جگر ہر قدم دل کو تھم کر کروں
دل مضطرب اشکِ حسرت ہوا ۔ جگر رخصتانے میں رخصت ہوا
کھنچا ساری رہ دامنِ چاک دل ۔ رہا بر قفا روے غمناکِ دل
پس از قطع رہ لائے دلی میں بخت ۔ بہت کھینچے یاں میں نے آزارِ سخت
جگر جورِ گردوں سے خوں ہوگیا ۔ مجھے رکتے رکتے جنوں ہوگیا
ہوا خبط سے مجھ کو ربطِ تمام ۔ لگی رہنے وحشت مجھے صبح و شام
کبھو کف بلب مست رہنے لگا ۔ کبھو سنگ در دست رہنے لگا
کبھو غرقِ بحرِ تحیّر رہوں ۔ کبھو سر بجیبِ تفکر رہوں
یہ وہم غلط کاریاں تک کھنچا ۔ کہ کارِ جنوں آسماں تک کھنچا
نظر رات کو چاند پر گر پڑی ۔ تو گویا کہ بجلی سی دل پر پڑی
مہِ چاردہ کارِ آتش کرے ۔ ڈروں یاں تلک میں کہ جی غش کرے
توہم کا بیٹھا جو نقشِ درست ۔ لگی ہونے وسواس سے جان سست
نظر آئی اک شکل مہتاب میں ۔ کمی آئی جس سے خور و خواب میں
اگرچند پرتو سے مہ کے ڈروں ۔ ولیکن نظر اُس طرف ہی کروں
ڈروں دیکھ مائل اسے اس طرف ۔ بحدے کہ آجائیں ہونٹھوں پہ کف
رہی فکر جاں میرے احباب کو ۔ اُڑا دیویں سب گھر کے اسباب کو
ہوئے یاس کوئی تفاوت سے ہو ۔ سراسیمہ کوئی محبت سے ہو
کوئی فرطِ اندوہ سے گریہ ناک ۔ گریباں کسو کا مرے غم سے چاک
جو دیکھوں تو آنکھوں سے لوہو بہے ۔ نہ دیکھوں تو جی پر قیامت رہے
کیے چشم بندی کو ہر بار غیر ۔ ہوے منزلِ دل میں اس مہ کی سیر
رہی جلوہ ہر آن کے ساتھ تھا ۔ تصور مری جان کے ساتھ تھا
اگر ہوش میں ہوں و لے بے خبر ۔ وہ صورت رہے میرے پیشِ نظر
اُسے دیکھوں جیدھر کروں میں نگہ ۔ وہی ایک صورت ہزار دل جگہ
نگہ گردشِ چشم سے فتنہ ساز ۔ وہ آفتِ روزگارِ دراز

Marfat.com

عجب رنگ پر سطح رخسار کا
جو آنکھ اُس کی بینی سے جاکر لڑے
مکاں کنج لب خواہش جان کا
دہن دیکھ کر کچھ نہ کہیئے کہ آہ
سزا ہے جگر اس کسو کے لیے
گل تازہ شرمندہ اس رو سے ہو
سراپا میں جس جا نظر کیجیے
کہیں مہ کا آئینہ درست ہے
کہیں نقش دیوار دیکھا اُسے
کہیں دلبری اُس کو درپیش ہے
کہیں جملہ تن مہر صرف سلوک
لطافت سے یک جان ہووے تمیز
کہیں جلوہ پرداز وہ عشوہ ساز
ہر اک جائے لے ناز سے وہ سبق
رہے سامنے اک طرح پر کبھو
بغل میں کبھو آرمیدہ رہے
کبھو صورت دلکش اپنی دکھائے
کبھو گرم کینہ کبھو مہرباں
کبھو یک بیک یار ہو جائے وہ
گلے میں مرے ہاتھ ڈالے کبھو
کبھو چیں بہ ابرو کبھو ہنسکے بات
جو میں ہاتھ ڈالوں وہاں کچھ نہیں
ہر آں رات چندے یہ صورت رہی
دم صبح ہو گرم رہ سوے ماہ
کہ جو ما کروں بید مجنوں کی طرز

مگر وہ تھا آئینہ گلزار کا
دم تیغ پر راہ چلنی پڑے
تبسم سبب کاہش جان کا
سخن کی نکلتی تھی مشکل سے راہ
جو سیب ذقن اس کا بو کر جیے
خجل مشکناب اس کے گیسو سے ہو
وہیں عمر اپنی بسر کیجیے
کہیں بادۂ حسن سے مست ہے
کہیں گرم رفتار دیکھا اُسے
کہیں مائل خوبی خویش ہے
کہیں مجھ سے سرگرم حرف سلوک
سبک سیر مانند عمر عزیز
کہیں ایستادہ بصد رنگ ناز
دروبام تصویر کا سا ورق
رکھے وضع سے پانوں باہر کبھو
کبھو اپنے بر خویش چیدہ رہے
کبھو اپنے بالوں میں منھ کو چھپائے
کبھو دوست نکلے کبھو خصم جاں
کبھو دست بردار ہو جائے وہ
طرح دشمنی کی نکالے کبھو
کبھو بے وفائی کبھو التفات
بجز شکل وہمی عیاں کچھ نہیں
اسی شکل وہمی سے صحبت رہی
کہ در پیش آوے یہ روز سیاہ
رہے یاد اس سرو موزوں کی طرز

Marfat.com

رہوں زرد میں گاہ بیمار سا
پریشاں سخن گہ پریدار سا
پری خوان کو لا کوئی افسوں پڑھائے
کسو سے کوئی جا کے تعویذ لائے
طبیبوں کو آخر دکھایا مجھے
نہ بنیا جو کچھ تھا پلایا مجھے
دوا جو لکھی سو خلاف مزاج
کھنچا اس خرابی سے کار علاج
کہ سررشتہ تدبیر کا گم ہوا
دل اوپر ہجوم توہم ہوا
دروں خود بخود بجواسی رہی
پریشاں دلی اور اداسی رہی
کروں بیکلی جاؤں تا ہر کہیں
نہ گھر میں لگے جی نہ باہر کہیں
قیامت جنوں کا رہے سر میں شور
کھنچا جائے دل کوہ و صحرا کی اور
رہے شوق سردر گریبان دل
ہوا کھینچے صحرا کو دامان دل
سر آشفتہ زلف گرہ گیر کا
قدم حلقہ در گوش زنجیر کا
جنون آہ درپے ہوا جان کے
مجوز ہوئے یار زندان کے
کیا بند اک کوٹھری میں مجھے
کہ آتش جنوں کی مگر واں بجھے
لب نان اک بار دینے لگے
دم آب دشوار دینے لگے
کہاں علم کا کسب فرصت نہ آہ
ہوا کا بھی واں گشت روزن کی راہ
نہ آوے کوئی ڈر سے میرے کنے
کہ کیا جانیے کیسی صحبت بنے
وہ آشفتہ سر ہوشمندی سے دور
نہیں رابطہ مقتضائے شعور
وہ حجرہ جو تھا گور سے تنگ تر
در اُس کا نہ کھلتا تھا دو دوپہر
جو اس میں کبھو میں سنبھل بیٹھتا
تو باہر بھی اک دم نکل بیٹھتا
سر شام بیٹھا تھا میں ایک روز
افاقت نہ آئی تھی مجھ کو ہنوز
کہ یاروں نے برجستہ تدبیر کی
مرے خون میں کچھ نہ تقصیر کی
اگرچند کھینے کو خون کم کیا
لیا لوہو اتنا کہ بیدم کیا
بڑی دیر تک خون جاری رہا
میں بیہوش وہ رات ساری رہا
جگایا سحر مجھ کو اک شور سے
کھلی آنکھ میری بڑے زور سے
وہی دست فصاد میں نیشتر
وہی رنگ صحبت کا پیش نظر
وہی لوہو لینے کا ہنگامہ پھر
وہی تر لہو میں مرا جامہ پھر

Marfat.com

لگے نشتر ایسے کہ لگتے نہیں
چبھے جیسے مژگاں کسو کے تئیں

ہوا خون سے دامن و جیب تر
رگِ جاں تلک زخم پہونچا مگر

ٹپکتا رہا دیر تک خون ناب
مجھے لے گئی بیخودی کی شراب

سخن ضعف سے سخت دشوار تھا
پلک کا اُٹھانا بھی اک بار تھا

کئی روز بالیں پہ یہ سر رہا
خمار ایک مدت تلک پھر رہا

کھڑا ہوں اگر پاؤں لرزاں رہے
بدن بید کی طرح لرزاں رہے

چلا جائے سر پاؤں تھرتھر کرے
نسیم سحر کارِ صرصر کرے

جفا ضعف سے مجھ کو کیا کیا نہ تھی
افاقت گئی یوں کہ گویا نہ تھی

پس از چند آنکھیں ٹھہرنے لگیں
نگاہیں بھی کچھ کام کرنے لگیں

بندھا ناتوانی کا رختِ سفر
کیا طاقتِ رفتہ نے منہ ادھر

گیا تھا مری زندگانی کا دھیان
ولیکن نہایت تھا میں سخت جاں

لگی جان سی آنے اعضا کے بیچ
کوئی روز رہنا تھا دنیا کے بیچ

پھرا ناتواں میں بہت دور سے
کہ نزدیک تھا عالمِ گور سے

غلط کاری وہم کچھ کم ہوئی
وہ صحبت جو رہتی تھی برہم ہوئی

وہ صورت کا وہم اور دیوانگی
لگی کرنے در پردہ بیگانگی

پس از دیر آنکھوں میں آنے لگی
نہ دو دو پہر منھ لگانے لگی

نہ دیکھے مری اور اس پیار سے
غریبانہ سر مارے دیوار سے

کہیں ٹک تسلی کہیں بیقرار
کہیں شوق سے میرے بے اختیار

کہیں واسطے میرے روتی ہی خون
کہیں دست زیرِ زنخ ہے ستون

کہیں دل کو اپنے دکھاوے مجھے
مری بیوفائی جتاوے مجھے

کہیں دست بر دل وہ رشکِ قمر
کہیں حسرت آلودہ مجھ پہ نظر

کہیں بیدماغانہ سرگرمِ ناز
کہیں آتشِ شوق سے جانگداز

کہیں چشمِ گریاں سے داماں پاک
کہیں سو جگہ سے گریبان چاک

کہیں کام دل کی شکایت سے ہے
کہیں نقشِ دیوار حیرت سے ہے

کہیں مجھ سے کہتی ہے رخصت مجھے
کہ مطلق نہیں فہم کی طاقت مجھے

Marfat.com

کہیں لب پہ وہ شکوۂ خوں چکاں | کہ ٹپکا کرے جس سے آزار جاں
کہیں وہ نگہ جس سے یہ پائیے | کہ یہ درد دل ہے تو مٹ جائیے
کہیں وہ روش جس سے نکلے عتاب | کہیں وہ طرح جس سے رہئے خراب
کہیں حرف زن اس طرح ناز سے | کہ دیکھا گیا دل کس انداز سے
کہیں وہ ادا جس سے معلوم ہو | کہ جیسے وہ عاشق کہ محروم ہو
کہیں وہ سخن جو جگر خوں کرے | کہیں طرز ایسی کہ مفتوں کرے
کہیں وضع ایسی کہ بیگانہ ہے | کہیں آشنا ہے تو دیوانہ ہے
کسو جا ہے جلوے میں اس آن سے | کہے تو کہ بیزار ہے جان سے
کسو وقت اُس کا یہ اسلوب ہے | کہ شرم محبت سے محجوب ہے
کبھو بیقراری ہے اس رنگ سے | کہ پھرتی ہے سر مارتی سنگ سے
کبھو بے ادائی و دشنام ہے | کبھو یار کے ہاتھ پیغام ہے
کہ اے بیوفا آ و دل نرم کر | محبت کی بھی منھ سے کچھ شرم کر
کبھو وہ تبختر کہ پروا نہیں | کبھو کیونکہ کہیے کہ سودا نہیں
کبھو یہ سخن جس سے ہو مستفاد | کہ اے بیوفا حرف من یاد باد
کہ ظاہر ہیں میر اب تو آنا گیا | کہ وہ دوستی کا زمانہ گیا
غرض ناامیدانہ کر اک نگاہ | وہ نقش اس تو ہم گیا سوے ماہ
نہ آیا کبھو پھر نظر اس طرح | نہ دیکھا اُسے جلوہ گر اس طرح
مگر گاہ سایا سا مہتاب میں | کبھو وہم سا عالم خواب میں
دل خو پذیر وصال دوام | رہے خواب میں روز و شب صبح و شام
اگر وصل خواب فراموش تھا | ولیکن وہی خواب کا جوش تھا
پلک سے پلک آشنا ہے وہی | ز خود رفتگی کی ادا ہے وہی
کھڑا ہوں تو سوتا ہوں اک ذوق میں | رگ خواب دل ہے کف شوق میں
جو بیٹھا ہوں خواب گراں ہے مجھے | وہ غفلت جہاں در جہاں ہے مجھے
خیال اس کا آوے کہ سن ہو رہوں | تلے سر کے پتھر رکھوں سو رہوں
مجھے آپ کو یوں نہیں کھوتے گئی | جوانی تمام اپنی سوتے گئی

Marfat.com

دکھایا نہ اس مہ نے رو خواب میں
نہ دیکھا پھر اس کو کبھو خواب میں

بہت بیخود و بےخبر ہو چکا
ہم آغوشِ طالع بہت ہو چکا

نہ دیکھا کبھو میرؔ پھر وہ جمال
وہ صحبت تھی گویا کہ خواب و خیال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مثنوی در مذمتِ دُنیا

سُنو اے عزیزانِ ذی ہوش و عقل
کہ اس کارواں گہ سے کرنا ہے نقل

پیمبر ہے شہ ہے کہ درویش ہے
سبھوں کو یہی راہ درپیش ہے

کہو گئے کہ آگے تھا کہتا کوئی
نہیں اس سرا بیچ رہتا کوئی

بجا ہی کیا کوسِ رحلت مدام
کنھوں نے نہ بجتا سنا یاں مقام

یہ بیٹھے جو ہیں سامنے ہیں کہاں
یہاں جملہ ہے ایک بزمِ رواں

جسے دیکھو چلنے کا گرمِ تلاش
یہ منزل نہیں جائے بود و باش

گدا ہو کہ ہو شاہِ عالی تبار
تہِ خاک سب کا ہے دار القرار

نہ یک بوئے خوش ہی ہوا ہو گئی
وہ رنگینیِ باغ کیا ہو گئی

ملے خاک میں جھڑ کے گلہائے تر
پریشاں ہوئے مرغِ گلشن کے پر

پتنگوں نے گر خاک مسکن کیا
چراغوں نے بھی خانہ روشن کیا

گئی خاک دامن فشانی کے ساتھ
رہا آب سو بھی روانی کے ساتھ

رہی راکھ ہو کر اگر آگ تھی
رکن ہے جہاں باد کی لاگ تھی

نہ جدول رہے گی نہ سروِ رواں
گلستاں کو پاویں گے ہو کا مکاں

زمیں کا رہے گا یہی کیا سبھاؤ
پلٹ جائیں گے آسماں جیسے تاؤ

سکوں یاں کا دیکھا سراسر شتاب
چلے جاتے ہیں کوہ جیسے سحاب

جہاں ایک ماتم سرا ہے عجب
نہیں جائے باش اور جا ہے عجب

Marfat.com

بھلا جی کے جانے کا کیا ہے بیاں — عیاں ہے کہ کہتے ہیں جاں کو رواں
جوانی گئی موسمِ شیب ہے — شہود ایک دو روز کو غیب ہے
ہنسوں کیونکہ ہستی میں دنداں نما — کہ ہے جا سے دنداں ہی دنداں نما
گیا شور سر سے جھکا ہے بہت — گئی وا شد اب دل رکا ہے بہت
نہ وہ ذائقہ ہے نہ وہ ہے مشام — مزا کچھ نہیں ہو چکی صبح و شام
کریں لمس کیا ہر گھڑی ہے صداع — نہیں لذّت اکل و شرب و وقاع
ملا ارتعاشِ تنِ زار ہے — ہر اک عضو چلنے کو تیار ہے
ہوا حافظہ بسکہ نسیاں کا صرف — نہیں یاد آتا ہے دوشینہ حرف
ہوئے شعر کیا کیا فراموش ہائے — کہوں کیا گزرتی ہے خاموش ہائے
نہ پوچھو لب و لہجہ بے طور ہے — سخن کرنے کا ڈھنگ ہی اور ہے
نہیں گور کے کام سے کچھ فراغ — کسے ذوقِ صحبت کہاں ہے دماغ
نہ کچھ یو نہیں عینک نظر چڑھ گئی — بصارت کی بیطاقتی بڑھ گئی
نہ رکھیے جو عینک نہ آوے نظر — کہے تو کہ اعمیٰ ہیں ہم بے بصر
رہیں دیکھ بھو حرف زن ہو حریف — رہا سننے کے گوں نہ سمع شریف
صد افسوس لطفِ سماعت نہیں — صدا دور سے جیسے آوے کہیں
شباب آہ داغِ جگر دے گیا — قدِ خم زمیں کی طرف لے گیا
نہ کچھ زورِ بازو بہت کم ہوا — جھکا سر سو زانو کا ہمدم ہوا
جوانی کی شب کیا بسر ہو گئی — سفیدی مو سے سحر ہو گئی
بدن زار اعضا سبھی رعشہ دار — کرے کون خوباں سے بوس و کنار
جو یہ چال ہی جا رہے ہیں ہم اب — رہوں بہ غرض آ رہے ہیں ہم اب
کھڑے ہوں تو تھرّائے ران و ساق — جئیں بیٹھے کیونکر کہ جینا ہے شاق
جو یوں پانوں چلتے سنبھلتے رہے — تو دیکھو گے ہم یاں سے چلتے رہے
اگر ضعف سے چپ ہی رہتے ہیں ہم — یہ سوچو تو کیا کیا نہ کہتے ہیں ہم
کسے میں نہیں اپنے کمک پا و دست — کیا خاک میں مجھ کو پیری نے سخت
جو بازو ہیں لپنے وہ بازو نہیں — اگر منھ کو دیکھو تو وہ رو نہیں

Marfat.com

بدن کی ہوئی میرے صورت ہی اور | وے آنکھیں نہیں وے نہ چتون کے طور
جسد ناتواں جائے مہمان تنگ | سخن منھ پہ آوے وداعی کے رنگ
لبوں پر نہایت ضعیف ایک آہ | در و بام پر حسرتوں سے نگاہ
شکن جلد میں دل کو پژمردگی | غریزی حرارت میں افسردگی
برودت بہت جسم میں آگئی | مزاجی تھی گرمی سو ٹھہرا گئی
چھڑکتا رہوں منھ پہ میں آب کاش | کہ ہوتا رہے روح کا انتعاش
وگرنہ دیا سا بجھا جائے ہے | پھر اُٹھ بیٹھوں تو جی چلا جائے ہے
سیہ روے شیب اک ستم کر گیا | لکھوں کیا کہ میں جیتے جی مر گیا

قلم رکھ دے کر میرؔ ختم کلام
تمام اپنی صحبت ہوئی والسلام

خاتمۃ الطبع

ہزاراں ہزار حمد اُس مبدع کائنات کو کہ جس نے ایک لفظ کن سے تمام موجودات کو ہویدا کیا اور درود و سلام نازل ہو اُس ہادی اُمی لقب پر جس نے فصحاء عرب و عجم کو اپنے کلام معجز نظام سے متحیر و مسخر کیا۔ امابعد کلام سرآمد شعرائے نامدار یعنی **کلیات میر تقی میر** بطرز جدید و اسلوب مرغوب **مطبع منشی نولکشور** واقع لکھنؤ میں حسب الارشاد فیض بنیاد آقائے نامدار عالیجناب منشی رام کمار و منشی تیج کمار صاحبان مالکان مطبع۔ باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ بماہ دسمبر سنہ ۱۹[illegible]ء چھپ کر نضارت بخش دیدۂ ناظرین الاتمکین ہوا۔

M. SHIRAZ FAIZ BHATTI
Advocate High Court-LHR
C.C.No: PGR 21544

Marfat.com

فرہنگ کلیاتِ میر

(از مصور درد مولانا عبدالباری آسی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف الف

آبخست ترکاری وہ ترکاری یا پھل جو اندر سے خراب اور ترش ہو گئے ہوں۔ یا پانی کی وجہ سے خراب ہوں۔

آجکل بتانا جھوٹے وعدے کرنا۔ روز حیلے حوالے کرنا۔

آدمی گری آدمی بنا دینا مجازاً تمیز سکھانا۔ فارسی لغت میں معنی ایجاد کردن آدم لکھا ہے۔ یہ لفظ اکثر طنزاً استعمل ہوتا ہے۔

آش بغرا آش ہر رقیق غذا کو کہا جاتا ہے نیز کہا جاتا ہے کہ آش بغرا بغرا خاں کی ایجاد ہے جو ترکستان کے سرداروں میں سے تھا۔ بعض نے خوارزم کا بادشاہ بتایا ہے۔ اس کے بنانے کی ترکیب یہ بتائی گئی ہے کہ کاغذی لیمو کے برابر یا اس سے کچھ چھوٹی بیسن کی گولیاں بناتے ہیں اور اس کو شوربا دے کر پکاتے ہیں آئینِ اکبری میں لکھا ہے کہ ایک قسم کا پلاؤ ہے۔ جو گوشت بیسن گھی۔ شکر۔ سرکہ۔ گاجر وغیرہ سے تیار کیا جاتا ہے۔

آشمال خوشامدی۔ آشملی وہ خوشامد جو اکثر شکم پرست اپنے پیٹ بھرنے اور کھانا ملنے کے لیے کرتے ہیں۔

آفتابہ ایک خاص طرح کا لوٹا جس سے ہاتھ منھ وغیرہ دھوتے ہیں۔

آفتابی عالی شان مکانوں میں ایک جگہ ماہتابی کی طرح بناتے ہیں جو دھوپ میں بیٹھنے کے لیے مخصوص ہوتی ہے۔ ۲۔ ماہی مراتب میں چاندی سونے کا ایک دائرہ ہوتا ہے جس میں ایک ڈنڈی لگی ہوتی ہے بادشاہوں کے جلوس میں ساتھ ہوتا ہے اور اسی کا سایہ چتر کی طرح سر پر ہوتا ہے۔ (نور اللغات) ایک قسم کی آتشبازی۔ ایک قسم کی چھوٹی پنکھیا۔

Marfat.com

آلا - ہرا - تازہ - زخم آلے ہیں یعنی زخم ہرے ہیں۔ اکثر جمع کے ساتھ مستعمل ہے۔

آنکھ جھپکنا - آنکھ لگنا تعلق پیدا ہونا۔

آنکھوں سے کاجل چرانا۔ انتہائی چالاکی اور صفائی سے چوری کرنا۔ آنکھوں کے سامنے کی چیز چرالینا۔

آنکھوں میں رکھنا - حفاظت میں مبالغہ کرنا۔

آنکھیں موندنا - آنکھیں بند کرنا

آواز کی رکن - گھبراہٹ سے آواز کا رکنا۔

آہوگیری - عیب جوئی۔

آئی - مجازاً موت۔

ابتسام - تبسم - ہلکی ہنسی۔

ابرام - کسی کو عاجز کرنا - ضد کرنا ہٹ کرنا - مستحکم کرنا۔

اپنی ٹکی جمانا - اپنے کام نکالنے کی کوشش کرنا - اپنا رنگ جمانا۔

اپنی وادی پر آنا - اپنی بات پر جم جانا - اپنی بات پر اصرار - اب اپنی والی پر آنا بھی بولتے ہیں

اپھرنا - ریاح وغیرہ سے پیٹ پھولنا - مجازاً تھوڑی حیثیت پر غرور کرنا۔

اُتارا - دریا سے عبور منزل صدقہ جو چورا ہے وغیرہ پر رکھیں گھاٹ۔

اَت گت - بیحد - بے انتہا - بہت زیادہ۔

اتیت - ایک قسم کے ہندو فقیر - گشائیں۔

اَٹنا - گرد وغیرہ سے کسی چیز کا بھرنا۔

اِجارا - ٹھیکہ - کرایہ۔

اَجاغ (ت) چولھا - آتشدان۔

اچپل - اردو میں شوخ کے معنے میں مستعمل ہے لیکن ہندی میں الف نفی کی وجہ سے اس کے معنے یہ ہیں جو شوخ نہ ہو۔

اچپلی - شوخی۔

ادہم - سیاہ رنگ کا گھوڑا۔

اڑاہا - جھاڑ جھنکاڑ - کوڑا کباڑ۔

اڑواڑ - وہ لکڑی جو پرانی چھت کے تھمے رہنے کے لیے اسکے نیچے لگا دیتے ہیں - ٹیکن۔

ارنا - جنگلی بھینسا۔

ارنب - خرگوش۔

اُسارا - چھپر جو دالان وغیرہ کے آگے ڈالتے ہیں۔

استحالہ - ایک حال اور صورت سے دوسرے حال اور صورت میں تبدیل ہونا۔

استغراق - کسی خیال یا فکر میں ڈوب جانا - محویت۔

استخواں شکنی - محنت برداشت کرنا۔

اُسکے جاتے درخت بھی نہیں رہے - کسی چالاک شخص کی نسبت کہا جاتا ہے۔

اسلامی - مسلم - مسلمان۔

اشتعالک دینا - اُکسانا کسی بات پر بھڑکانا۔

اُشتلم - تندی - غلبہ - زور ظلم۔

اشعب - ایک لالچی آدمی کا نام

اصحاب فیل - ابرہہ بادشاہ اور اُس کے ساتھی جو کعبہ ڈھانے کے لیے کعبے پر چڑھے جن کا قصہ کتب تفاسیر وغیرہ میں مندرج ہے۔

اعرج - لنگڑا۔

اعمیٰ - اندھا۔

اغلال - غل کی جمع طوق۔

اغماض - چشم پوشی کرنا۔

اَکٹ - اکت نئی انوکھی بات۔

Marfat.com

اکراہ۔ زبردستی۔ فارسی والے کراہت کے معنے میں بھی استعمال کرتے ہیں۔

اِکلائی وہ اوڑھنے کا کپڑا جو اکہرا ہو۔ دولائی۔ دوہرا۔

اکمہ مادرزاد اندھا۔

اُگاس۔ اُگنا۔ اُگنے کی حالت۔

اُلٹ پُلٹ۔ پتیرہ بازی۔ داؤ پیچ۔

اُلجھاؤ۔ جھگڑا بکھیڑا۔ دِقت۔ مشکل۔ ۲ اُلجھنا۔

اِلحاح۔ رونا دھونا۔ عاجزی کرنا۔ گڑگڑانا۔

اَلقاصُ لایحبُّ القاصَ۔ قصہ گو قصہ گو کو دوست نہیں رکھتا مراد یہ کہ دو ہم پیشہ باہم صاف نہیں رہتے ہیں۔

اُلنج۔ کلام میر میں یہ لفظ ایک ساقی نامہ میں آیا ہے ؎

جوشِ لالہ سے تا اُلنج و سنگ ٭ شفقی ہوگیا ہوا کا رنگ +

لیکن اُلنج لغت میں مجھے نہیں ملا۔ غالباً یہ النگ بروزن پلنگ کا بدل ہے۔ جو مرغزار اور سبزہ زار کے معنے میں ہے اور یہ یہاں موزوں اور درست ہے۔ اسی طرح او لنج اور رنگ کا بدل ہے۔ نیز النگ اس دیوار کے معنے میں ہے جو لشکر کی محافظت کو بناتے ہیں۔

اُلّو ماخرا۔ بیوقوف۔ گدھا۔

اُلیچنا۔ کوئی رقیق شئے یا پانی کسی جگہ سے نکال کر پھینکنا۔

اِنابت۔ بُرے کاموں سے باز آنا۔ خدا کی طرف متوجہ ہونا۔ کسی کو نائب بنانا۔

اِنتعاش۔ بھڑک۔ صحت

انتھا لینا۔ تھاہ لینا۔

اندرونہ۔ مجازاً دل۔

اندھیرا پاکھ۔ ہر قمری مہینے کے دو پاکھ ہوتے ہیں۔ پہلا اندھیرا پاکھ اور دوسرا اُجالا پاکھ کہلاتا ہے۔

انگدان۔ جسم کا دان۔ جسم کی زکوٰۃ اور صدقہ۔

انگڑانا۔ انگڑائی لینا۔

اَنمنا۔ اُداس۔

اُن نے۔ اُس نے۔

انوٹھا۔ انوکھا۔ وہ کھانے کی چیز جس میں سے کسی نے کچھ کھایا نہ ہو۔

اَور۔ بروزن مور۔ طرف۔ جانب

اوک دینا۔ قے کرنا۔

ایجاز۔ اختصار۔

ایسا تیسا۔ ایک کلمہ جو تحقیر کے لیے۔ غصہ اور آزردگی کی حالت میں کہتے ہیں۔

ایک اور ایک گیارہ۔ چونکہ ایک کے ہندسے پر ایک اور بڑھانے سے گیارہ کا ہندسہ بنتا ہے۔ اس لیے یہ فقرہ اس جگہ بولتے ہیں جہاں یہ دکھانا مقصود ہوتا ہے کہ ایک سے دو کی طاقت زیادہ ہوتی ہے

ایکون بجائے ایک استعمال کیا ہے۔

ایل۔ بزکوہی۔ گوزن۔ بارہ سینگا۔

اینٹ کا گھر مٹی ہونا۔ کنایۃً تباہی۔ بربادی۔ کیا کرایا سب خاک میں ملجانا۔ گھر برباد ہونا۔

Marfat.com

بائے مُوَحّدہ

باب۔ حق۔ بارہ۔ معاملہ متعلق۔ لایق۔ قابل۔ دروازہ۔

بابت۔ نسبت۔ بارہ۔ حق۔ معاملہ جیسے میری بابت۔ لایق۔

باب دید۔ لایق دید۔

باب ہونا۔ کسی امر کے لائق ہونا۔

باٹ کا روڑا۔ اینٹ وغیرہ کا وہ ٹکڑا جس سے راہ چلنے میں رکاوٹ پیدا ہو۔ وہ شخص جس کی وجہ سے کسی کام میں رکاوٹ ہو۔

بادی چور۔ زبردست چور۔ مشّاق چور۔

بار۔ دیر۔

بار پانا۔ رسائی ہونا۔ داخل ہونا۔

بارِ خر۔ گدھے بھر کا بوجھ۔

بازار مندا ہونا۔ بازار میں اجناس کا سستا ہونا۔ مجازاً بےقدری۔

باز خواہ خون۔ خون کا دعویدار۔ خونبہا کا خواستگار۔

باس۔ بو۔ عموماً بدبو کے معنے میں بولا جاتا ہے۔

باس کرنا۔ سونگھنا۔

باسن۔ برتن۔ ظرف۔

باش و بود۔ رہنا۔ سہنا۔

باشہ۔ باز سے چھوٹا ایک شکاری پرندہ جس کی آنکھیں زرد ہوتی ہیں۔

بالا۔ کمسن۔ کم عمر۔

بان۔ آلاتِ جنگ میں سے ایک آتشیں ہتھیار جو زمانۂ قدیم میں مستعمل تھا۔ اور ہوائی جو ایک آتشبازی ہوتی ہے اس سے مشابہ تھا۔

باندھنو وہ بند جو رنگریز چیرے پر مختلف رنگ دینے کے لیے باندھتے ہیں۔ یہ بندش بعض کپڑوں، صافے یا دوپٹہ وغیرہ میں بھی ہوتی ہے۔

باندھنو باندھنا۔ افترا۔ تہمت لگانا۔ منصوبہ باندھنا۔

باؤ بہنا۔ ہوا چلنا۔

بَبر ایک قسم کا شیر۔ بعض کے نزدیک ایک اور جانور جو شیر کا دشمن ہوتا ہے اور شیر سے مشابہ ہوتا ہے۔ بعض کے نزدیک بلی کے برابر کا ایک جانور جس کے دُم نہیں ہوتی۔

ببری لباس۔ مراد ببر کی کھال کا لباس۔ ایسے لباس اکثر فقرا پہنتے ہیں۔

بپھرنا۔ جوش میں بھرنا۔ غصّہ ہونا۔ جھلّانا۔

بچلنا۔ خراب ہونا۔ بگڑنا۔ جیسے کام بچلنا۔ لغزش ہونا۔ ڈگمگانا۔

بحیرہ۔ بحر کی تصغیر۔ چھوٹا سمندر جو چاروں طرف خشکی سے گھرا ہو۔

بدایت۔ شروع کرنا۔

بدپیر۔ شریر۔ بدباطن۔

بدشراب۔ وہ شرابی جو شراب پینے کے بعد بدمست ہو جائے اور اپنے قابو میں نہ رہے۔

بدوی۔ جنگل کا رہنے والا۔

برات۔ حِصّہ۔ فرمان۔ حکمنامہ وہ حکمنامہ جس کے ذریعہ سے تنخواہ وا نید کرائی جائے۔

برات ہوا پر لکھی جانا۔ کنایۃً محروم ہونا۔ کچھ حاصل نہ ہونا۔

Marfat.com

برُافتادہ ہونا۔ دور ہونا۔ محو ہونا نا پید ہونا۔

برخورد۔ ملاقات۔

بَرّاق۔ نہایت چمکدار۔

برخویش چیدہ۔ وہ شخص جسکی وضع اپنی حیثیت و مقدور سے زیادہ ہو۔ مغرور و متکبر۔

برمجنوں۔ مراد وادیِ نجد سے۔

بُرِ آویزی۔ اُلٹا لٹکانا۔ مراد سزا سے۔

بُزِ اخفش۔ اخفش جو علم صرف و نحو کا ایک عالم تھا اُس نے ایک بکرا پال رکھا تھا جب اخفش دیر تک سبق حفظ کرتا رہتا تو وہ بکرا بولتا تھا۔ اخفش اُسکو اپنے حفظ کی تصدیق سمجھ کر اُسوقت خاموش ہوجاتا تھا۔

بُزگیری۔ کنایتاً چوری۔

بزن گاہ۔ قتل گاہ۔

بُزرہ۔ ایک پرند آبی۔

بسا ہنا۔ مول لینا۔ خریدنا۔ لگانا۔ جیسے روگ بسا ہنا۔

بِستار۔ پھیلاؤ۔

بسرام۔ آرام۔

بَسنا۔ پھولنا۔ مجازاً بگڑنا۔ خراب ہونا۔

بَصَل۔ پیاز۔

بغل پرودۂ طوفان۔ وہ کہ جس نے طوفان میں آنکھ کھولی ہو جس نے مصیبت میں پرورش پائی ہو۔

بکانا۔ بکنا۔

بکرے کی اولاد غیر صحیح النسب جو حلالی نہ ہو۔

بکرے کی جھیل۔ لکھنؤ کے کسی محلہ یا مقام کا نام تھا۔

بکھیرنا۔ پراگندہ کرنا۔ پریشان کرنا۔

بَلاّع۔ بہت زیادہ نگلنے والا مراد ہے پرخور سے۔

بلونا۔ دہی کو متھانی یا رہی سے متھنا۔ مجازاً گھنگھولنا۔

بَلی طاقتور۔ زوردار۔

بُناگوش۔ کان کی لَو۔

بِندرابن۔ ایک مقام کا نام جو متھرا کے قریب ہے۔

بنڈیلا۔ جنگلی سور۔

بُنگاہ۔ منزل مکان۔ نقد و جنس و اسباب رکھنے کی جگہ۔

بوتیمار۔ بگلا۔

بوغ انکل جانا۔ ٹپتے ٹپتے بھرکس نکل جانا۔

بوکرنا۔ سونگھنا۔

بُہبہا۔ زبردست۔ سخت۔

بھدرک۔ لطف۔ مزہ۔ خوبی۔ برکت۔

بھرنے بھرنا۔ مینھ کا تیزی اور بڑی بڑی بوندوں کے ساتھ برسنا۔ اسی کو بھرن کہتے ہیں۔

بُھبھر۔ دلدل کی زمین۔

بُھسم۔ جلی ہوئی چیز جو خاک ہوجائے۔

بھسمنت۔ جلکر راکھ ہوئی چیز۔

بَھگت۔ مقدس آدمی امور مذہبی کا پابند۔ ایک فرقہ جو ناچنے گانے والے لڑکوں کو تعلیم دیتا ہے۔

بُھلاوا۔ دھوکا۔ مغالطہ۔

بھیڑیہ۔ لشکر کے ساتھ کے شاگرد پیشہ اور سودا سلف بیچنے والے لوگ۔

بھیچک۔ حیران۔ بھوچکا۔

بیاہ رچنا۔ شادی کی خوشی منانا۔ شادی کے سامان ہونا۔

بیت بجتی۔ بچوں کا شعر خوانی میں باہمی مقابلہ۔

بتیل۔ بتیاں بہت زیادہ کڑے صحب

بے تہ۔ بے اصل بے حوصلہ معمولی لیاقت والا۔ بات کی اصل کو نہ پہونچنے والا۔

بے تہی بات کی تہ کو نہ پہونچنا۔

بید مجنوں۔ ایک قسم بید کی۔

بے ہیچ کم مایہ۔ فرومایہ۔ بے تہ

Marfat.com

پاچہ خر - گدھے کا بچہ۔
پال - چھوٹا خیمہ۔ کپڑے اور سرکیوں وغیرہ کو جو بطور خیمہ تان دیتے ہیں۔
پانوں آلگنا - قدموں پر گرنا۔
پانوں بجلنا - قدم کو لغزش ہونا قدم ڈگمگانا۔
پانوں نکالنا - حد سے تجاوز کرنا۔ بڑھ چلنا۔ آوارگی اختیار کرنا۔
پانی ٹوٹ جانا - پانی کم ہونا۔ کنویں وغیرہ میں پانی کا گھٹ جانا۔
پانی سے پتلا کرنا - ذلیل و شرمندہ کرنا۔
پانی کرنا - نرم کرنا۔ آسان کرنا۔
پائیز - خزاں۔ پت جھڑ۔
پتنگ - پتنگا۔ پروانہ۔
پتھر تلے کا ہاتھ نکالنا - مصیبت ٹالنا۔ اپنا مطلب نکالنا۔
پتھر ہونا - سخت ہونا۔ سخت دل ہونا۔
پچھڑنا - شکست کھانا۔ مغلوب ہونا۔
پدڑی - ایک چھوٹی سی چڑیا کا نام۔ مجازاً کم حقیقت۔
پیر - پارسال۔
پر تل - سوار کا اسباب جو ٹٹو

بائے فارسی

پر بار کیا جاتا ہے۔
پرتوا - پرچھائیں۔ پرتو۔
پرچک - شہ۔ کمک۔ اشتعالک
پرچھا - کسی قضیے کا فیصلہ
۲۔ بھیڑ کی ضد۔ ہجوم کا کم ہونا۔
پرچھتی - پھوس وغیرہ کی وہ ہلکی ٹٹی جو پانی سے حفاظت کے لیے دیواروں پر رکھ دیتے ہیں۔
پردۂ ظلام - تاریکیوں کا پردا۔
پریدار - وہ شخص جس پر پری کا سایہ ہو۔
پرکھا کرنا - چرچا کرنا۔ جانچ کرنا۔
پساری - پنساری۔
پشتِ بام - طرف بیرونِ بام
پکاپن - پکاپن۔ بڑے تجربہ کار اور بڈھوں کی سی باتیں دانائی پختہ کاری۔
پلشت - پلید۔ زبوں۔ ناپاک
پلی پار - اُدھر کی طرف۔
پلیتھن نکل جانا - تباہ ہو جانا سخت نقصان اٹھانا۔
پودنہ - ایک بہت چھوٹی چڑیا۔
پویہ - گھوڑے کی ایک چال جسے پوئیا بھی کہتے ہیں۔

پون - ہوا۔
پھاند - وہ پھندا جس سے ہاتھی پکڑے جاتے ہیں۔
پھبتِ فیل - کمر۔ ۲۔ رسوائی۔
پھبتی کرنا - رسوائی۔ رسوا کرنا۔
پھٹک - گزر۔
پھلانگنا - کودنا۔ پھاندنا۔ اُلکھنا۔ پھلانگ مارنا۔ زقند مارنا۔
پہناوا - لباس۔
پھول پڑنا - آگ لگنا۔ آگ کے پتنگے کا کسی جگہ گرنا۔
پھول سونگھ سونگھ کے رہنا - کنایہ ہے کمال لطافت اور نزاکت سے۔ کبھی کبھی یہ فقرہ طنزیہ بھی مستعمل ہوتا ہے۔
پھیر - بجائے پھر۔
پھیکا - بے رونق۔
پیٹھنا - کسی چیز کا کسی چیز میں آمیز ہو کر اثر کرنا۔
پینٹھ - وہ بازار جو کسی مقررہ دن میں دیہاتوں اور چھوٹے چھوٹے قصبوں میں لگتا ہے۔
پینڈی کا ہلکا - کنایۃً بدوضع۔ بدچلن۔ اوچھا۔ غیر مستقل مزاج۔ پیٹ کا ہلکا۔

Marfat.com

تابہ۔ توا۔
تاج خروس۔ مرغ کیس۔ ایک بوٹا جس پر مرغ کے کیس کی طرح پھول آتا ہے۔
تاپی۔ دیر۔ ڈھیل۔
تبختر۔ ناز اور غرور کے ساتھ چلنا
تپک۔ پھوڑے کے درد کی ٹیس
تجنا۔ چھوڑنا مجازاً قربان کر دینا۔
تحفیفہ۔ ایک قسم کی چھوٹی پگڑی تھی۔
تخلل۔ کسی چیز کا گزرنا کسی چیز میں خلل پیدا ہونا۔
تد۔ بجائے تب۔
تراکم۔ انبوہ۔ ہجوم۔ ایک جگہ مجتمع ہونا۔
تردامن۔ گناہگار۔ فاسق۔ فاجر
تردستی۔ چابکدستی۔ چستی۔ چالاکی
ترسا۔ قوم نصاریٰ کا عابد۔ راہب
ترسّل۔ مکتوب۔ وہ کاغذ جس میں بہت سے خط جوڑے جاتے ہیں اور شکستہ خط پڑھنے کی مشق کے لیے بچوں کو پڑھاتے ہیں
ترک۔ چھوڑنا کسی کتاب کے صفحہ کا ابتدائی کلمہ جو اس سے پہلے صفحے کے آخر میں گوشہ پر اس غرض سے لکھتے ہیں کہ اُسکے بعد کے صفحے کا پتہ چل سکے۔ رکابہ

تائے فوقانی

تسبیح سلیمانی۔ سنگ سلیمانی کی تسبیح۔ سنگ سلیمانی میں باریک خط سے ہوتے ہیں
تسیر بھی۔ بجائے اسیر بھی۔
تشتت۔ پریشانی۔ پراگندہ ہونا۔ فکر۔
تظلم۔ فریاد ظلم کی فریاد۔ دادخواہی
تعریض۔ کنایۃً کوئی بات کرنا۔ کسی چیز کو پھیلانا۔ اسباب سے اسباب بدلنا۔ بیمار ہونا۔
تعلل۔ کسی کام میں مشغول ہونا کوئی علت پیدا کرنا۔ مجازاً بہانہ بازی۔ حجت کرنا۔
تغدار۔ ایک قوی الجثہ پرند جسے تگدار بھی کہتے ہیں۔
تفحص۔ کاوش کرنا کسی امر میں۔
تفرج۔ کشایش پانا تنگی سے دور ہونا۔ مجازاً سیر و تفریح۔
تک تاک۔ موقع کا انتظار

تُکّہ ریشی۔ ٹکّہ بزبز۔ ریش داڑھی۔ بکرے کی داڑھی۔
تگرگ۔ اولا
تگ پو۔ دوڑ دھوپ۔
تل۔ زیت وغیرہ کا تیلہ۔
تلنگا۔ وہ سپاہی جو انگریزی وردی پہنے ہو۔ چونکہ ابتدائے عہد سلطنت میں انگریزوں نے تلنگانہ میں فوج بھرتی کرکے اُس کو انگریزی لباس پہنایا تھا اسی سے وا سپاہی کے معنے میں یہ لفظ مشہور ہوا اب مجازاً سپاہی کے معنے میں مستعمل ہے
تلوار کرنا۔ بجائے تلوار چلانا۔
تلواسہ۔ اضطراب۔ بیقراری۔
تمھارے منھ میں کے دانت ہیں۔ پرسان حال ہو۔ کہا جاتا ہے کہ کسی نے یہ بھی نہ پوچھا کہ تمھارے منھ میں کے دانت ہیں۔
تنک۔ تھوڑا سا۔ ذرا سا۔
تنک حوصلہ۔ کم حوصلہ۔
تنک شراب۔ وہ شخص جو تھوڑی شراب پینے کے بعد بہک جائے
تنگ۔ گون۔ ایک قسم کی بوری

Marfat.com

تنگنا۔ تنگ جگہ۔ تنگ کوچہ۔
تواجد۔ ڈھونڈھنا اور پانا حالت وجد۔
تورہ بندی۔ مختلف کھانوں کے خوان اور رکابیاں ہیں خوانوں سے زیادہ اور دو سے کم تورہ بندی نہیں کہلاتی۔ تورہ بندی کا کھانا بولا جاتا ہے۔
توری۔ ترئی جو ایک پھل ہوتا ہے جس کی ترکاری پکاتے ہیں۔
توشہ کی روٹی۔ وہ کھانا جو لاش کے ساتھ جاتا ہے اور خیرات کرتے ہیں۔
توں توں۔ ویسے ویسے۔
تہ۔ اصل۔ مایہ۔ اعتبار۔ ہر چیز کی حد۔ گہرائی کی حد
تھانگ۔ چوروں کے چھپنے کی جگہ۔ کمیں گاہ۔
تہ داری۔ وزن ہونا معتبر ہونا۔
تہ دل۔ مجازاً رازدل۔
تھلکنا۔ مٹاپے سے گوشت کا ہلنا۔
تھم۔ ستون۔
تہمتن۔ بروزن قلمزن۔ رستم کا لقب۔ اس کے معنے بڑے جسم والا۔
تیر تخش۔ ہوائی جو ایک قسم کی آتشبازی ہے۔
تیر خاکی۔ ایک قسم کا تیر جس کا پیکان ہڈی کا ہوتا ہے اور سب تیروں سے زیادہ دور پہونچتا ہے۔
تیر مار۔ اُڑکر کاٹنے والا سانپ۔
تیرماہ۔ سال شمسی کے مہینوں میں سے چوتھے مہینے کا نام۔
تیس۔ وہ بکرا جو گلّے میں بکریوں کے گابھن کرنے کے لیے رہتا ہے۔ اردو میں بوک کہتے ہیں۔
تیغہ۔ چھوٹی چوڑی دھار والی تلوار۔ ۲۔ دروازے کو اینٹوں وغیرہ سے چننا اور بند کرنا۔
تیں۔ بجائے تو۔
تیول۔ جاگیر جو مدد معاش کے طور پر بادشاہوں سے ملتی ہے۔

حرف ٹ

ٹپّے ٹوئیے مارنا۔ تلاش و تجسس کرنا جستجو میں ادھر ادھر پھرنا۔
ٹک۔ ذرا۔
ٹکر اٹھانا۔ مقابلے کی تاب لانا
ٹکورے۔ نوبت کی آواز نقارے تاشے وغیرہ کے بجائے کو جو ہلکی ضرب لگائی جائے
ٹھاٹھ۔ ڈھانچ۔ ٹٹیاں جو روشنی وغیرہ کے لیے بنا کر کھڑی کرتے ہیں۔
ٹھڈیاں۔ وہ بھونا ہوا غلہ جو بھننے کے بعد کھیل نہ ہوا ہو۔
ٹھراو۔ ٹھہرنا۔
ٹھسک۔ ناز و انداز۔ ایک قسم کی لچک۔ چلنے کا ایک انداز خاص۔
ٹھکٹھکانا۔ ٹھوکنا کھٹکھٹانا۔
ٹھوڑ۔ جگہ۔
ٹھوڑ رہنا۔ کسی جگہ پر مرکر گرجانا۔
ٹینی مرغ۔ چھوٹی نسل کا مرغ

Marfat.com

جاذبہ۔ جذبہ۔
جاگہ۔ جگہ۔
جام داری۔ ساقی گری
جامہ خانہ۔ وہ جگہ جس میں سیئے ہوئے اور بے سئے کپڑے رکھے جاتے ہیں اور جہاں لباس بدلتے ہیں۔
جامہ کبریتی۔ زرد رنگ کا کپڑا۔
جان پر آنا۔ جان پر بننا۔
جاہی جوہی۔ ایک آتشبازی کا نام۔
جائے گور وار۔ گور کے قابل جگہ۔
جبال۔ جبل کی جمع بہت سے پہاڑ۔
جباہ۔ جبہہ کی جمع۔ پیشانیاں۔
جب نہ تب۔ وقتاً فوقتاً۔ وقت بیوقت۔ مراد زمانے کے غیر متعین ہونے سے۔
جتن۔ تدبیر۔ ترکیب۔
جٹنا۔ بھڑنا۔ گتھنا۔ باہم لڑنا۔
جد۔ بجائے جب۔
جدول۔ ندی۔ خط۔

حرف جیم عربی

جرگہ۔ حلقہ۔ گھیرا۔ صف۔ وہ گھیرا جو شکاری اسلیے باندھتے ہیں کہ شکار باہر نہ جائے۔ اکھاڑا۔
جریدہ۔ دفتر۔ تنہا۔
جسد۔ جسم۔ بدن۔
جسم رنج فرسا۔ وہ جسم جسے رنجوں نے لاغر کر دیا ہو۔
جلاب لگ جانا۔ دست آنا۔
جلف۔ بیوقوف۔ احمق۔ بُرا آدمی۔
جماہنا۔ جماہی لینا۔
جمل۔ نر اونٹ۔
جناغ۔ زناخ مرغ یا کبوتر کے سینے کی ہڈی جو دو شاخ ہوتی ہے۔ اسی سے زناخ توڑنا بولا جاتا ہے۔ دو عورتیں سینۂ مرغ کی ہڈی کو باہم مل کر توڑتی ہیں۔ اور وہ دونوں ایک دوسری کو زناخی کہتی ہیں۔ زناخی سے مراد ہمراز ہم نوالہ و ہم پیالہ سہیلی ہوتی ہے۔
جنگلہ۔ جنگل۔
جواد۔ جیدار۔ دلیر۔
جوگا۔ لائق۔ قابل۔

جوں جوں۔ جیسے جیسے۔
جوہر اوّل۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام۔
جھاڑا ہونا۔ جھڑ جھڑ کر صاف ہونا۔ خالی ہو جانا۔ صفایا ہو جانا
جھاڑ جھنکاڑ۔ الجھے الجھے درخت جھاڑیاں وغیرہ جو ملے ہوئے اُگے ہوں۔
جھانجھ۔ ایک قسم کا باجہ جو بڑے مجیرے کی قسم کا ہوتا ہے اور ڈھول کے ساتھ بجایا جاتا ہے۔ ۲ غصہ۔ جھنجھلاہٹ۔
جھانکا۔ سوراخ۔ رخنہ۔
جھپاکا۔ پھرتی۔ تیزی۔ جلدی
جھرمٹ مارنا۔ کپڑے سے سر سے پاؤں تک جسم کو چھپانا۔
جھمکّا۔ مینہ کا بھاری چھینٹا
چمک دمک۔ زور کی روشنی
جھم جھماہٹ۔
جھوجرا۔ بال پڑا ہوا برتن۔
جھوک۔ دھچکا یا جھکولا ہونے میں جو ایک خمیدگی یا لچک کی سی صورت پیدا ہوتی ہے۔ جھکنا

Marfat.com

جھینگا - چھوٹی مچھلی کی ایک قسم۔
جیٹ - نیچے اوپر رکھی ہوئی بہت سی روٹیاں - روٹیوں کی تھئی -
جی جامہ - مراد جان مال اسباب۔

جید - گردن کی درازی گردن بند کی جگہ - مجازاً گردن شانا کچہ -
جی رندھا جانا - جی کا پامال ہوا جانا -

جنیعہ جنیعہ ابرو - مقیش و زرافشاں کی طرح ایک چیز ہوتی ہے کہ اُسے ملک فارس کی عورتیں ابرو اور پیشانی وغیرہ پر چھڑکتی ہیں۔
جیفہ - مُردار -

جیم فارسی

چاروں دانگ - چاروں سمت
چاؤ - آرزو - ارمان شوق لاڈ پیار
چبا چبا کے باتیں کرنا - صاف صاف بات نہ کرنا -
چپ - چاپ - قدم کی آہٹ پاؤں اُٹھانے اور چلنے کی آواز -
چپ جانا - کسی مخدوش جگہ سے بچ کر نکل جانا -
چت پر چڑھنا - دل نشین ہونا دل میں بیٹھنا -
چتیرا - تانبے پیتل چاندی وغیرہ کے برتن مل کر صاف کرنیوالا
چُٹ - چوٹ کا مخفف -
چٹھا - خون کی گرمی اور جوش سے بدن پر اُبھار پیدا ہو کر داغ سا پڑ جانا -
چراغی - کسی مزار یا کسی بزرگ کے یہاں جو نذرانہ چراغ کے نیچے رکھدیا جاتا ہے مجازاً نذرانہ جو بزرگوں کو دیا جاتا ہے
چرخ اثیر - کرۂ آتشیں جو عناصر اربعہ میں سے اعلیٰ کرہ ہے - بعض نے کہا ہے کہ فلک الافلاک کو کہتے ہیں
چرخ زن - چکر مارنے والا
چرپوز - لچر - لغو - کمینہ - سفلہ -
چرکین لباس میلے لباس والا
چسپاں اختلاط - محبت میں حجز مجوسی دکھانے والا -
چشم خروس - گھنگچی -
چشمداشت - اُمید -
چشمک زنی - آنکھ سے اشارہ کرنا - سین مارنا -
چشم کم سے دیکھنا - حقارت سے دیکھنا -
چقر - گڑھا -
چکیش - ٹپکنا -
چکنا گھڑا - وہ شخص جس پر اچھی بری بات کا کوئی اثر نہ ہو - بے حیا - بے شرم -
چل - خطا - قصور -
چلا چلی - چلنے کی تیاری موت کا وقت -
چمنی رنگ - ایک قسم کا سبز رنگ
چنڈال - کمینہ شریر سنسکرت میں ایک قوم کو کہتے ہیں جو سور چراتے شراب پیتے اور ایسے ہی ذلیل پیشے کرتے ہیں -
چواؤ - جھگڑا جھگڑے کا نچوڑ
چوبدار - نقیب - عصابردار وہ سپاہی جو سونے چاندی کے خول چڑھے ہوئے عصا لے کر امیروں کی سواری یا امیروں

Marfat.com

کے آگے آگے چلتے ہیں بیسوں کے محل کا دربان مجازاً سپاہی۔

چوبالا ایک قسم کی سواری جسے کہار اٹھاتے ہیں۔ اور اکثر چوہلا کہتے ہیں۔

چوتڑوں پر پیاز کتری جانا مجازاً فریب کھانا۔ چونا لگنا۔

چور جاتے رہے کہ اندھیاری ہے مطلب یہ کہ ابھی موقع و محل باقی ہے۔ یا بدآدمی موقع پاکر بھی بدی کرتا ہے۔

چورنگ ہونا تلوار کے خاص قسم کے وار سے مارا جانا۔

چوکی بھرنا اپنی اپنی باری کی پہرا دینا۔ ایک قسم کی نذر و نیاز۔

چومتے ہی گال کاٹنا ابتدائے کار ہی میں نقصان پہونچانا۔

چھانہہ سایہ۔ چھاؤں۔

چھبڑا ٹوکرا۔ جھوا۔

چھپاؤ پردہ۔

چھچھند جال۔ فریب۔ مکر۔ حیلہ۔

چھڑا اکیلا۔ تنہا۔

چھڑیاں ایک میلہ جو دارکی چھڑیوں کے نام سے مشہور ہے۔

چہلا کیچڑ۔

چھلا وا اگیا بیتال۔ غول بیابانی۔

چھل بل شوخی۔ طراری۔ چالاکی۔ حیلہ گری۔

چھلنا فریب دینا۔

چھوپنا مٹی گارا وغیرہ دیوار پر تھوپنا۔

چیت بڑے قسم کا سانپ جو اژدہے کے قریب ہوتا ہے۔

چیتنا ہوشیار ہونا۔

چیرہ بند وہ بازاری عورت جس کی نتھ نہ اتری ہو۔

چیں ناتی ہارمانی۔

حائے حطی

حال طاقت زور۔ صوفیانہ وجد جو کسی نغمہ وغیرہ سے ہو۔

حال حال چلنا آہستہ آہستہ چلنا۔

حائط دیوار۔

حبذا ایک کلمہ تحسین۔

حبس دم فقیروں اور جوگیوں کا ایک عمل۔ جسے پرانایام بھی کہتے ہیں۔

حتی الباب دروازے تک۔

حدیقہ باغ۔

حرکت مذبوحی ذبح کیے ہوئے جانور کی تڑپ۔ چونکہ یہ حرکت آخری ہوتا پائدار ہوتی ہے اسلیے مجازاً اسکے معنی لیے جاتے ہیں کہ کسی کام کے تمام ہونے پر حالت اضطرار میں کچھ ایسے کام کرے کہ جن سے فائدہ متصور نہ ہو۔

حسن عمل اچھے کام۔

حصیر بوریا۔

حضرت درگاہ۔ آستانہ۔ بارگاہ۔

حظیرہ قبرستان جسکے چاروں طرف چاردیواری ہو

قبرستان جسمیں کچھ درخت خیر لگے ہوں۔

حلیم ایک قسم کا کھچڑا۔

حمل ایک برج سمائی کا نام کہ جب آفتاب میں داخل ہوتا ہے تو وہی دن نوروز کا ہوتا ہے۔

حواس مختل دماغی خلل۔

حواصل ایک پرند جو اکثر دریاؤں وغیرہ کے کنارے پر پایا جاتا ہے۔

حور بعد الکور نقصان بعد افزونی۔ مجازاً دشواری بعد آسانی

حیدر آباد لکھنؤ کے ایک محلہ کا نام۔

Marfat.com

خائے معجمہ

خارپشت - سیہی ایک جانور جس کے بدن پر کانٹے ہوتے ہیں۔

خار خار - وغدغہ خواہش۔

خاطرنشان - دلنشین۔

خاکدان - عالم دنیا - زمین۔

خانہ باغ - وہ باغ جو گھر میں لگا ہو۔

خانوادہ - خاندان - بزرگ خاندان کے معنے میں اکثر مستعمل ہے۔

خایہ گزک - چھری - کلیلی - کلی

خبر عطر - خیر خبر۔

خدمت ناگلی - رونے اور ماتم کرنے کی خدمت۔

خراب - ویرانہ۔

خراج - دمل - پھوڑا - زخم۔

خرس - ریچھ - بھالو۔

خرس جوال - گون جو ریچھ کے بالوں سے بنی گئی ہو۔

خرموش - گھونس۔

خروس عرش - مشہور ہے کہ آسمان پر ایک مرغ ہے کہ پہلے صبح کو وہ بانگ دیتا ہے اور اس کے بعد دنیا کے مرغ اذان دیتے ہیں۔

خشتک - پاجامہ کا رومال۔

خصمی - دشمنی۔

خصمی قاطبہ - پوری دشمنی۔

خط اعتدال - منطقۃ اعتدال

خلاطہ - میل ملاپ۔

خلع بدن - اپنی روح دوسرے کے جسم میں ڈالنا۔

خلیع العذار - آزاد - بے پردہ۔

خلف الصدق - لائق بیٹا - باپ کا صحیح جانشین بیٹا۔

خمیازہ کش - بمجاز مشتاق - آرزومند

خور - آفتاب۔

خوش ظاہر - ظاہر پرست - دنیا دار آدمی۔

خیلا - عربی میں مغرور اور اردو میں بھوہڑ اور بے شعور عورت کو کہتے ہیں۔

دال مہملہ

داب - ادب۔

داربست - انگور وغیرہ کی بیل چڑھانے کے لیے جو ٹٹیاں باندھتے ہیں۔ لکڑی کی پاڑ جس پر معمار کام کرتے ہیں۔

داڑھ مارنا - چیخ کر رونا۔

داسا - وہ لکڑی یا پتھر کا ٹکڑا جیسے دیوار پر رکھ کر اس پر کڑیاں رکھتے ہیں۔

داعیہ - خواہش - سبب

دال - دلالت کرنے والا۔

دانتوں زمین پکڑنا - زبردست اور مضبوط گرفت کرنا۔

دب - دباؤ۔

درانداز - لگائی بجھائی کرنے والا - وہ آدمیوں میں لڑائی کرانے والا۔

دربست - تمام و کمال - بالکل

دروازے کی مٹی لیجانا - بار بار پھیرے کرنا۔

درونہ - باطن - دل۔

Marfat.com

دست بیع۔ بکا ہوا۔ یا بکنے کی
فکر میں ہونا۔
دست و بغل ملا ہوا۔ ایک دوسرے
کی بغل میں ہاتھ ڈالے ہوئے۔
دست و پا گم کرنا۔ گھبرا جانا۔
دریاچہ چھوٹا دریا۔ بڑا حوض۔
دریائے لنگر دار۔ وہ دریا
جسکا پانی ٹھہرا ہوا ہو۔
دکھنا۔ دکھائی دینا۔
دل موٹائی ضخامت۔ بھیڑ۔ انبوہ
دل سچا ہونا۔ مجازاً مضطرب ہونا
دلزدہ۔ وہ شخص جس کا دل
مر گیا ہو۔ رنجیدہ۔ ملول۔ غمگین۔
دل شب۔ نصف شب۔
دل گزیدہ۔ دلپسند۔
دم لابہ تعلق۔ چاپلوسی۔ دم ہلانا
دموں پر آنا۔ لب دم ہونا۔
دندان مزد۔ فقیروں وغیرہ کو کھانا
کھلانے کے بعد کچھ نقد بطور خیرات دینا
دند پڑنا۔ شور مچنا۔

دوآبہ۔ وہ جگہ جہاں دو دریا
ہوں یا دو دریا کے بیچ کی زمین۔
دواب۔ چوپائے۔
دوار۔ سر میں چکر آنے کا مرض۔
دوڑ دھپاڑ۔ دوڑ دھوپ۔
دوس۔ الزام۔ قصور۔
دوکان تختہ کرنا۔ دکان بند کرنا
دَوں لگنا۔ آگ لگنا۔ درختوں
کی رگڑ سے بنوں اور جنگلوں میں
آگ لگنا۔ تیتا وغیرہ میں جو آگ
لگاتے ہیں کہ وہ اور نو پائے۔
دہا۔ محرم کا عشرہ۔
دھانا۔ دوڑ پڑنا۔ ڈھل پڑنا۔
دہانہ۔ منہ۔ دریا کے گرنے یا
ختم ہونے کی جگہ۔ مشک
وغیرہ کا منہ۔
دہ بیٹھنا۔ ہمت ہارنا۔ صبر کر بیٹھنا۔
کوشش کر کے بیٹھ رہنا۔
دو دلہ۔ کنایتاً متلون مزاج۔
دہر دہر جلنا۔ شعلہ زنی کے
ساتھ جلنا۔
دہم۔ دم بخود۔ گم سم۔
دھمال۔ قلندر تیزی کی اچھل کود
قلندروں کا ایک خاص رقص
کے ساتھ کودنا۔ شور و غل۔
دھما چوکڑی۔ غل شور کرنا۔
قلندروں کا آگ میں کودنا۔
دھولانا۔ جیتانا۔
دھیر بندھنا۔ آس بندھنا
امید ہونا۔
دھیری ہے بے دھیری ہے
لڑکے پتنگ بازی میں شکست
دینے والے کیلیے یہ لفظ کہتے ہیں
دھینگ۔ ہٹا کٹا۔ مشٹنڈا۔
دھینور۔ دھیمر کہاروں کی ایک قسم
دیا۔ چراغ۔
دیر خوابی۔ دیر تک سونا۔
دیوث۔ وہ شخص جو اپنی بیوی
سے کسب کرائے۔ بھڑوا۔
دیہی۔ جسم۔ بدن۔

دال ہندی

ڈاگ۔ انگریزی میں کتا۔ اردو
میں بھوؤں کی قسم کی ایک
معروضہ خیز۔ بد نظر۔
ڈانس۔ بڑا مچھر۔

ڈور ہونا۔ فریفتہ ہونا۔
ڈول ڈھنگ۔ اسلوب۔ طور طریقہ
ڈھنڈر۔ ویرانہ کھنڈر۔
ڈھیر۔ مزار۔ قبر۔

ڈھینڈس۔ ککڑی کی قسم کی ایک
ترکاری۔ کنایتاً عضو مخصوص۔
ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانا۔
جدا طور طریقہ ایجاد کرنا۔

Marfat.com

رائے مہملہ

راتا ماتا ۔ رات کا جاگا ہوا۔
راکب ۔ سوار۔
راہنا ۔ چکی یا سل وغیرہ میں دندانے نکالنا۔
رباط ۔ مسافر خانہ ۔ جہانسرائے۔
رِجھوار ۔ قدردان۔
رسّام ۔ نقش بنانے والا نقاش ۔ المصوّر۔
رساتے آنا ۔ رس میں بھرے آنا۔
رغم ۔ خلاف ۔ برعکس۔
رفع ۔ اُٹھا دینا ۔ روک دینا۔
رُکن ۔ رُکنا۔
رنجک ۔ بارود جو بندوق یا توپ کے پیالے میں آگ دینے کے لیے رکھی جاتی ہے۔
رند باغاتی ۔ باغات اصفہان کا ایک محلہ ہے وہاں کے اکثر لوگ رند و اوباش ہوتے ہیں میر نے بھی اپنے دیوان میں ایک جگہ بلبل کو رند باغاتی بطریق ایہام کہا ہے۔
رنگ سبزِ کوہی ۔ پہاڑی بکرا۔
رواق ۔ مکان کا چھجا سائبان ایوان۔
روٹ مار کے جانا ۔ تیز چلا جانا
رُکو دینا ۔ متوجہ ہونا۔
روز بازار ۔ گرمیِ بازار ۔ رواج
روضہ خوان ۔ وہ لوگ جو محرم کے زمانے میں روضۃ الشہدا پڑھتے ہیں۔
روم روم ۔ رواں رواں۔
رویاں رویاں۔
روندن ۔ پامالی۔
روہت ۔ چہرے کی تازگی اور رونق۔
رہ آورد ۔ سفر سے لایا ہوا کوئی تحفہ۔
رہبان ۔ راہب کی جمع علمائے نصاریٰ ۔ پادری۔
رہکلہ ۔ ایک قسم کی چھوٹی توپ۔
رُہیلا ۔ پٹھانوں کی ایک خاص قوم روہیلکھنڈ کا رہنے والا پٹھان۔
ریجھ ۔ فریفتگی ۔ میلان ۔ شیفتگی۔
ریشخند ۔ تمسخر ۔ مذاق۔
ریگِ رواں ۔ ایک مقام جہاں ریت ہمیشہ رواں رہتی ہے اور وہاں کوئی جانور جی نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ تمام ریت نقرۂ خام ہے اور جو چشمہ وہاں نکلتا ہے اُس میں پانی اور پارا ملا ہوا ہوتا ہے۔

زائے معجمہ

زبان سُرخ ۔ زبان چرب۔
زبان کرنا ۔ زبان درازی کرنا ۔ وعدہ کرنا۔
زراندود ۔ سونے کا ملمع کیا ہوا۔
زغن ۔ چیل۔
زُلفہ ۔ زُلفین ۔ دروازے کا کنڈا جس میں کنڈی کو اٹکاتے ہیں۔
زمین دیکھنا ۔ قے کرنا۔
زنجلب ۔ بھڑوا ۔ اپنی عورت سے کسب کرانے والا ۔ دیوث۔
زنجیر کرنا ۔ زنجیر میں مقید کرنا
زنجیرہ دامن ۔ وہ زنجیرہ جو

Marfat.com

دامن میں کاڑھا جاتا ہے۔ یا
حلقہ دار لکیر کاڑھتے ہیں۔ یا
کوئی بنا ہوا ٹانکا لگاتے ہیں۔
زنجیری۔ بستۂ زنجیر۔ دیوانہ۔

سارا۔ اعتبار۔ بھروسہ۔ ساکھ۔
ساکا کرنا۔ ساکھا کرنا۔ چند
آدمیوں کا یکدل اور متفق ہو کر
کوئی کام کرنا۔ کوئی بڑا کام کرنا
سال۔ سالنا کا حاصل مصدر
رنج۔ تکلیف۔
سالنا۔ لکڑی میں چھید کرنا
مجازاً تکلیف دینا۔
سام۔ رستم کے دادا کا نام
سام ابرص۔ چھپکلی۔
سانجھ۔ شام۔
سانسا۔ فکر۔ اندیشہ۔ خوف
جھگڑا۔
ساننا۔ متہم کرنا۔
سانواں۔ ایک باریک دانے
کا غلہ۔
سبز باغ دکھانا۔ کوئی امید
دلاکر دھوکا دینا۔
سبزک۔ جنگلی کوا۔ اور بعض

زنخ زن۔ شرمندہ۔
زندیق۔ کافر۔ مرتد۔
زوّار۔ زائر کی جمع۔
زوریں کش۔ جو چیز زور کے

سین مہملہ

کے نزدیک ایک دوسری
چڑیا ہے۔ بعض کا خیال ہے
کہ وہ نیل کنٹھ ہے۔
سبزہ۔ ایک پرند کا نام بعض
کے نزدیک ہریل بعض کے
نزدیک ہریوا۔
سبزۂ بیگانہ۔ سبزۂ خودرو۔
سبزی۔ بھنگ۔
سبکروحی۔ لطافت۔ شگفتگی
بے تکلفی۔ سادہ مزاجی۔
سب کو چار رہنا۔ سب کو
دھوکا دینا۔ سب سے غرور
کے ساتھ پیش آنا۔
سبھاؤ۔ عادت۔ ڈھنگ قاعدہ
ستارہ۔ ایک آتشبازی۔
ستارۂ۔ نیک ستارہ۔
سج۔ بناؤ۔ زینت۔
سجادۂ محرابی۔ وہ جانماز
جس پر محراب کی شکل بنی ہو۔

ساتھ کھینچی جائے۔
زہ گریبان۔ گریبان کا دور
گریبان پر ٹکی ہوئی ڈوری۔
زیادہ سری۔ خودپسندی غرور

سحبان۔ عرب کے ایک
فاضل کا نام۔
سحور۔ سحری کھانا۔ سرگہی
(سحرگہی)۔
سخن رس۔ بات کو سمجھنے والا
سدھ بسرنا۔ سدھ جاتی رہنا
عقل خراب ہوجانا۔
سراہنا۔ تعریف کرنا۔
سرپتا۔ سینٹھا۔ سرکنڈا پتاور
سرجوڑنا۔ جمع ہونا مشورے
کے لیے اکٹھا ہونا۔
سرجوڑ کر بیٹھنا۔ مشورے
کے لیے جمع ہونا۔
سرخہ۔ ایک پرند کا نام
ایک جگہ کا نام۔
سرڈوب۔ غرقاب۔ سر
سے پاؤں تک بھیگا ہوا۔
سرزدہ آنا۔ بے طلب
بے اجازت۔ ناگاہ آنا۔

Marfat.com

سر سے گزر جائے - یعنی
سر کی پروا نہ کرے -
سر فرو لانا - سر جھکانا -
سرکنڈا - سینٹھا - سرپتا -
سرکھپی - کمال محنت -
سرگی سوں - سر کی قسم -
سرگوشی - کانا پھوسی -
سرنشین - جو شخص قافلے
میں محجّر یا اونٹ پر سوار ہو
خواہ مرد ہو یا عورت - میر نے
اس شعر میں اس لفظ کا
استعمال کیا ہے ؎ سرنشین
رہِ میخانہ ہوں میں کیا جانوں
رسمِ مسجد کے تئیں شیخ کو
آیا نہ گیا + یہاں یہ معنے بھی
صحیح ہیں - یا یہ معنے ہو سکتے
ہیں کہ میں میخانے کے سرراہ
بیٹھنے والا ہوں - مگر اس
صورت میں تعقید ہوگی -
چراغ ہدایت میں پیچھے چلنے
والے کے معنے بھی لکھے ہیں
بے محمل و کجاوہ سوار ہونے والا
سرواہ - دردسر -
سروش - غیبی فرشتہ -
سفری - مسافر -

سفک دم - خون بہانا -
سفیدار - ایک درخت کا
نام جس پر پھل نہیں آتا -
سفیہ - بیوقوف -
سقاوہ - وضو وغیرہ کے لیے
پانی رکھنے کی جگہ جو مسجدوں
مدرسوں وغیرہ میں بنادیتے
ہیں -
سُکر - نشہ -
سکھیاں - سکھی کی جمع
ایک قسم کی پہیلیاں جس میں
بات کہکر مکر جاتے ہیں -
سگات - میر نے اس شعر
میں بطور عزلی از راہِ تفنن
طبع سگ کی جمع لکھی ہے -
؎ بھونکا کریں رقیب
پڑے کوئے یار میں + کس کے
تئیں دماغ عفعف ہے سگات
کا + اور اسی طریقہ سے عفعف
کو عفف لکھا ہے -
سگ لوند - عہدِ صفویہ
کے ایک شاعر کا تخلص
جس کا یہ شعر ہے ؎ سحر
آدم بہ کوئیت بہ شکار رفتہ بودی
تو کہ سگ نہ بردہ بودی بچہ کا

رفتہ بودی -
سلّی - ایک آبی پرند
ایک قسم کی مرغابی -
سما - وقت - سمے جمع -
سمج - زشت - بُرا -
سُمرن - مالا کے ایک بڑے
دانہ کا نام - مجازاً مالا -
سمن - ایک قسم
کی مرغابی -
سناہٹا - ویرانی - خاموشی
۲ - سنسناک آواز - دھڑکن
خوف - غشی -
سناہٹا گزرنا - جسم میں
سنسنی پیدا ہونا -
سنپولیا - سانپ کا بچہ -
سنسان - سناٹا -
سنکارنا - اشارے سے
بلانا - اشارہ کرکے کسی کے
سر کردینا - اُکسا دینا -
سنگباران - پتھروں کی
بارش -
سنگستاں - جہاں بہت
سے پتھر ہوں -
سُن گن - اڑتی سی
خبر - کوئی خفیہ خبر لینا اور

Marfat.com

پانا کے ساتھ بولا جاتا ہے۔
سنمکھ۔ مقابل، روبرو، آمنے سامنے
سواد۔ سیاہی۔ وہ نقطہ سیاہ جو دل پر ہوتا ہے نیز سواد شہر وہ سیاہی جو کسی باہر سے آنے والے کو قریب شہر نظر آتی ہے اور فضا تاریک سی معلوم ہوتی ہے۔
سوجھتا۔ انتظام سجھتا۔
سور۔ دلیر۔ بہادر۔
سوس۔ ایک آبی جانور جسے خوک آبی بھی کہتے ہیں۔
سو سر کا ہو کر آنا۔ تمرد اور سرکشی پر آمادہ ہو کر آنا۔ پہلے سے بہت زیادہ تیار ہو کر آنا۔

سوسمار۔ گوہ ایک جانور ہوتا ہے اور زمین کے سوراخوں میں رہتا ہے۔
سوں۔ قسم کی جگہ بولتے ہیں۔
سوں کسنا۔ جان بوجھ کر غافل اور سوتا ہوا بنجانا۔
سنانا۔ بے خبر لمبی سانسیں لے لے کر سونا۔
سوکھنا۔ خشک ہونا۔ مجازاً ڈرنا۔
سوئی کا ناکا۔ سوئی میں تاگا ڈالنے کی جگہ۔
سہل۔ بے وقوف۔ بیکار۔ معمولی۔ آسان۔ نرم خو۔
سہو القلم۔ کتابت کی غلطی۔
سیان۔ ہوشیاری۔

سیدھیاں سنانا۔ سخت کلامی کرنا۔
سیلسر۔ کمان کا وہ نیتہ جسمیں تیر رکھ کر پھینکتے ہیں۔
سیلی۔ بالوں یا سیاہ ریشم کی ڈوری جو ہندو فقیر گلے میں ڈالتے اور اکثر حسین بھی ہاتھ پر پہنتے یا گلے میں ڈالتے ہیں۔
سیم بندی۔ چراغاں کہ شمعوں اور چراغوں کو تار میں باندھ کر لٹکایا جائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیم کے مجازی معنی یہاں تار کے لیے گئے ہیں۔
سیہ کاسہ۔ کنایتاً۔ ممسک۔ بخیل۔

شین معجمہ

شان۔ شہد کا چھتہ۔
شانہ بیں۔ ایک قسم کے فال دیکھنے والے چونکہ یہ استخوان شانہ سے مخصوص ہے اس واسطے مجازاً شانہ بیں نام ہوا۔
شانہ سر۔ ہُدہُد۔

شب۔ پوتھ۔
شپگز۔ ہوام اور وہ کیڑے جو رات کو ستاتے ہیں کھٹمل۔
شبگیر کرنا۔ آخر شب اور قبل صبح سفر کرنا۔
شتاہ۔ (عربی میں شتاح) بیحیا۔ بے شرم۔ بدچلن عورت۔

شتر دل۔ کنایتاً بزدل ڈرپوک۔
شریف مکہ۔ مکہ کے حکمراں کا خطاب۔
شعبہ۔ شاخ۔ اور وہ چیز جو دو شاخوں کے درمیان ہو۔ بفتح گھاٹی پہاڑ وغیرہ کی۔

Marfat.com

شقائق ۔ ایک قسم کا لالہ۔
شکل مثالی ۔ ایسی شکل جس کا خارج میں وجود نہ ہو۔
شل ۔ لنجا۔
شلاق ۔ چھڑی ۔ سرخنگ سیلی۔
شلاق کرنا ۔ ترکی زبان میں بید مارنا۔
شمعی رنگ کنایتاً سُرخ رنگ۔
شور شرابا ۔ شور شغب۔
شہر غریب ۔ مسافر۔
شہر نا پرساں ۔ وہ شہر جس میں کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہو اور نہ کوئی کسی کی داد فریاد سُنے۔
شیر برفی ۔ ولایت فارس
در اُن جنگلوں میں جہاں برف گرتی ہے اور جم جاتی ہے۔ لڑکے اُس سے شیر اور دوسرے جانوروں کی شکل بنا دیتے ہیں کہ آنے جانے والے اُس کو دیکھ کر ڈر جائیں۔
شیرہ خانہ ۔ شراب خانہ۔
شیشہ جان ۔ نازک مزاج۔

صاد مہملہ

صاحبی کرنا ۔ تمکنت اور غرور امیرانہ سے پیش آنا۔
صار فوادی شقاً شقاً ۔ میرا دل چاک چاک ہو گیا۔
صافی شست جس کی چٹکی تیر چلانے میں صاف ہو۔
صبح شام بتانا ۔ ٹال مٹول کرنا ۔ اور جھوٹے وعدے کرنا۔
صحاری ۔ صحرا کی جمع۔
صحبت برار ہونا ۔ صحبت درگیر اور موافق ہونا۔
صحبت بگڑنا ۔ دوستی کے بعد بدمزگی پیدا ہونا۔
صحنک ۔ رکابی چھوٹا طباق۔
صداع ۔ دردِ سر۔
صرفہ ۔ فائدہ یا مضائقہ۔
صعب ۔ سخت۔
صعوہ ۔ ممولا۔
صفایا ۔ صفائی۔
صفِ نعال ۔ محفل کی وہ جگہ جہاں جوتہ اُتارا جائے۔
صورت باز ۔ سوانگ بھرنے والے لوگ جو مختلف شکلیں بنا کر محفلوں میں تماشے دکھاتے ہیں۔

ضاد معجمہ

ضامنی ۔ ضمانت۔
ضربت ۔ ضرب ۔ وار۔
ضعف آنا ۔ بیہوش ہونا ۔ غش آنا۔

طا مہملہ

طارم ۔ بلند مکان ۔ بالاخانہ۔
طاقچہ ۔ چھوٹا طاق۔
طائر سدرہ کنایتاً حضرت جبرئیل
طرح ۔ بنیاد۔
طرف ۔ مقابل۔
طرہ ۔ زلف ۔ پیشانی کے

Marfat.com

بال۔ بچہ۔
طفلان تہ بازار۔ آوارہ اور بازاری لڑکے جن کے گھر در نہ ہو۔
طیر نو پر۔ وہ پرند جس کے نئے نئے پر نکلے ہوں۔

عین مہملہ

عالم جان۔ عالم ارواح
عالم دنیا۔ عناصر اربعہ۔
عالم کون وفساد۔ دنیا
عامل۔ کارندہ! اہلکار سرکاری
عُبید عُبید زاکانی فارسی کا ایک مشہور شاعر جو آخر میں ظرافت اور ہزل کہنے لگا تھا اور اس کی ایک کتاب موش و گربہ کے متعلق بھی ہے۔
عبیر ایک خوشبو خشک جو کپڑوں پر چھڑکتے ہیں ایک پوڈر جو ہولی میں منہ پر ملتے ہیں
عجول۔ جلد باز۔
عذرا۔ ایک حسینہ کا نام جس پر وامق عاشق تھا۔ دوشیزہ لڑکی۔
عَرّابہ۔ گاڑی۔
عِرض۔ عزت۔ آبرو۔
عشق اللہ عشق ہے۔ آزاد فقیروں کا سلام۔
عصفور۔ چڑیا۔
عقد انامل ایک قسم کی مسنون گنتی جو انگلیوں پر گنی جاتی ہے۔
عقل اوّل کنایتاً حضرت جبرئیل
عقدۂ مالاینحل۔ وہ گتھی جو سلجھ نہ سکے۔
عَلَف۔ گھاس۔
علی الدّوام۔ ہمیشہ۔
عُمدہ۔ اعلیٰ عہدہ دار۔ معتمد۔
عور۔ ننگا۔
عُہدے سے برآنا۔ کسی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا اور اس کو انجام تک پہونچانا۔

غین معجمہ

غربال کرنا۔ چھاننا۔
غصیلا۔ غصہ ور جھلے مزاج والا۔
غضنفر۔ شیر۔
غُل۔ طوق۔
غمخوارک۔ بگلا۔
غنچہ پیشانی۔ بیدماغ ترشرو
غنچہ خاطر۔ افسردہ دل تنگدل۔

حرف فا

فتراک۔ شکاربند۔ وہ تسمہ جو زین کے ادھر ادھر شکار یا اور سامان کے باندھنے کے لیے لگا ہوتا ہے۔
فسانہ اصحاب فیل الم ترکیف کا قصہ اصحاب فیل وہ لوگ جنھوں

Marfat.com

نے خانۂ کعبہ پر بحکم ابرہہ
بادشاہ حملہ کیا تھا۔
فقیر اللہ کا - آزاد فقیر آزاد
فقیروں کی بولی۔

فقیروں کی اللہ ہی اللہ ہے - یعنی فقیر اللہ ہی اللہ
کہہ سکتے ہیں۔
فلاخن - وہ آلہ جس میں پتھر

یا ڈھیلا رکھ کر پھینکتے ہیں
گوپھن۔
فند - مکر۔
فیلیا - فیل کرنیوالا - مکار۔

حرف قاف

قاق - پتلا دبلا سوکھا آدمی۔
قاقم - ایک جانور کی بالدار
کھال - اور اُس کی کھال
کا پوستین۔
قبر پوش - وہ چادر جو قبر پر
پڑی رہتی ہے۔
قرابہ - بڑا شیشہ۔
قرّاد - بندر نچانے یا بندر
کا تماشہ کرنے والا۔
قدغن - تاکید - روک ٹوک
ممانعت - پابندی
قرآن کا جامہ پہن کر آنا
مراد یقین دلانے کی بہتر سے

بہتر تدبیر کرنا۔
قرقرا - ایک آبی پرند۔
قشعریرہ - پھریری جھرجھری
قشون - فوج - لشکر - فوج
کا دستہ - چھاؤنی - کیمپ۔
قشقل - ایک آبی پرند۔
قصیدۂ غرّا - قصیدہ روشن
یعنی عمدہ اور اعلیٰ قصیدہ۔
قطرہ افشانی - تردد کرنا
دوڑ دھوپ - برسنا برسانا تیز چلنا
ققنس - ایک جانور کا نام
جس کی آواز سے علم موسیقی کا
استخراج کیا ہے - اسکو آتش زن

بھی کہتے ہیں۔
قلعجی - قلعہ کا رہنے والا قلعہ دار۔
قماری - جواری۔
قنارہ - وہ میخ جو قصائیوں
کی دکانوں کی دیواروں یا
مسلخ کی دیواروں میں گاڑ دیتے
ہیں اور ذبیحہ کو اسمیں لٹکاتے ہیں
قوچ - مینڈھا۔
قور - ناخن کی کور۔ ۲ ہتھیار۔
۳ - فیتہ جو کپڑوں کے حاشیہ
پر لگاتے ہیں۔ ۴ خاصے کا ہاتھی۔
قیر - ایک قسم کا سیاہ روغن جو
پالش وغیرہ کے کام آتا ہے۔

کاف تازی

کارگہ - کام کرنے کی جگہ -
کارخانہ۔
کاسہ لیس - جھوٹے برتن
چاٹنے والا - لالچی - خوشامدی۔

کاغذ افشانی - وہ کاغذ
جس پر افشاں چھڑکی ہو۔
کاغذ باد - کنکوا - پتنگ۔
کاغذ کا تاؤ - کاغذ کا تختہ۔

کاغذیں باغ - وہ پھول
پتیاں اور جھکی جو کاغذ سے
تیار کرتے اور باراتوں وغیرہ
کے ساتھ لیجاتے ہیں۔

Marfat.com

کاکا۔ باپ کا چھوٹا بھائی چچا یا بڑا بھائی۔

کال۔ قحط

کالا چور۔ زبردست چور نامی چور۔

کالے بال۔ موئے زیرِ ناف

کانٹا سا نکل جانا۔ کھٹکا جاتا رہنا۔

کانس۔ ایک گھاس جس سے بان وغیرہ بٹے جاتے ہیں۔

کانِ طلق۔ ابرک کی کان۔

کان ہونا۔ ہوشیار ہو جانا۔ متنبہ ہو جانا۔

کانوں میں اُسترے باندھ کر گھس جانا گالی کے مقام پر مستعمل ہے اور اس کے ساتھ ایک غیر مہذب جملہ بھی ہے۔

کاؤ کاؤ۔ کاوش بحث خلش۔

کبد۔ جگر۔

کبریت۔ گندھک۔

کپڑ پھاڑ۔ کپڑا پھاڑنے والا۔

کپی۔ بندر۔

کتابت۔ تحریر۔

کتے وال۔ کتے پالنے والا۔

کٹکھنا۔ کاٹنے والا۔

کٹ متا۔ سخت مست۔ یہ لفظ کٹ مُلّا کے طرز پر ہے۔

کٹیل۔ کاٹنے والا۔

کجدار و مریز۔ ناممکن کام۔

کجلی بن۔ وہ جنگل جس میں ہاتھی رہتے ہوں۔

کچی نرد۔ وہ نرد جو چوپسی کے خانوں میں گھوم کر ہنوز اپنے اصلی گھر تک نہ پہونچی ہو اور اس کے پٹنے کا ہنوز اندیشہ ہو۔

کد۔ کب۔

کراڑا۔ دریا کا کنارا۔ دریا کے کنارے کا بلند ٹیلا۔

کر بندھنا۔ کسی کام کا سر پڑنا کہ خواہ مخواہ وہ کرنا ہی پڑے۔

کر جانا۔ کسی دھاردار آلہ کی دھار گر جانا۔

کرس۔ خراب رس والا۔

کریل۔ ایک خاردار جھاڑی (درخت) کا نام۔

کسالا۔ محنت مشقت تکلیف۔

کسکسا۔ کرکرا۔

کسی پر دانت ہونا۔ کسی چیز کی محبت میں اس کا خواہشمند ہونا۔

کشف۔ کچھوا۔

کشتی پاک ہونا۔ کشتی ختم ہو جانا۔

کشتی لگ جانا۔ کشتی بندھ جانا۔ جوڑ بدی جانا۔

کفتار۔ ایک جانور جو مُردوں کو کھا جاتا ہے۔

کفل۔ سُرین۔ چوتڑ۔

کل۔ گنجا۔ جس کے سر میں گنج ہو۔

کلال۔ کمھار۔ کلوار۔

کلبہ۔ چھوٹا سا تنگ و تاریک گھر

کل مکل۔ بے چینی کشمکش شور و غوغا۔

کلول۔ مصیبت۔ پریشانی۔

کلید پیچ۔ رقعہ یا خط کو اس طرح لپیٹتے ہیں کہ وہ بصورت کلید معلوم ہو۔

کمان پاک۔ بھاری اور زوردار کمان۔

کماینبغی۔ جیسا چاہیئے۔

کماحقہ۔

Marfat.com

کم بغل - کم مایہ - فرومایہ آدمی -

کم پا - دیر میں چلنے والا - کوتاہ قدم - کم ٹھہرنے والا -

کم پائی - کم فرصتی -

کمیت - کتنا - مقدار ہونا کس قدر -

کن - کس کی بجائے -

کنارہ ڈھونڈھنا - علیحدگی اختیار کرنا -

کناس - مہتر - بھنگی -

کن رس - آواز کے کن کو پہچاننے والا -

کنسلائی - ایک برساتی کیڑا جس کے بہت سے پاؤں ہوتے ہیں -

کنگاس - مشورہ - شورہ -

کنگنی - دیوار کی منڈیر پر جو اینٹیں باہر کو نکال کر رکھتے ہیں -

کنتیل - مرغ کی ایک قسم -

کوچاپ دل - خوش خلق وہ شخص جو کہ ہر شخص سے ہمدردی برتے - دردمند دل والا -

کوچہ زخم - زخم کو کوچے سے استعارہ کیا ہے -

کودن - کند ذہن احمق جاہل

کورے بالم - فراد بیکار اور از کار رفتہ -

کوکنار - افیون کی بونڈی

کولا - دروازے کے ادھر ادھر کی دیوار -

کولی - دونوں ہاتھوں سے کسی چیز کو دبانا - بھرنا کے ساتھ مستعمل ہے -

کوہ کی کمر - درمیان کوہ -

کھانچا - ایک قسم کا ٹاپا

کھتا - ایک قسم کا کنواں جس میں غلہ بھرا جاتا ہے -

کھولا - غار - گڑھا - نالہ

کیکر - ببول کا درخت -

کین لینا - مخاصمانہ بدلہ لینا -

کاف فارسی (گ)

گاتی - کندھے پر پڑا ہوا دوپٹہ یا چادر جو سینے پر بندھا ہو -

گاؤ زمین - وہ گائے جو زمین کے نیچے بتائی جاتی ہے اور ساری دنیا کا بوجھ وہ اپنے سینگ پر اٹھائے رہے -

گاہنا - کھلیان پر دانہ نکالنے کے لیے بیلوں کو پھرانا روندنا -

گٹھ بندھن - دو چیزوں میں تعلق ہونا -

گٹھی - پیاز لہسن وغیرہ کی مجموعی ہیئت کو گٹھی کہتے ہیں -

گڈ ابنانا - کنایتاً بدنام رسوا کرنا -

گڈی - ایک قسم کی کنکیا -

گربز - مکار - حیلہ گر -

گریوہ - ٹیلہ - پشتہ -

گزاند - گزند -

گردان کبوتر - وہ کبوتر جو تہ کا سچا ہو -

گردباد - بگولا -

Marfat.com

گرگ آشتی۔ وہ صلح جو دکھاوے کی ہو اور دراصل دل میں بغض و نفاق ہو۔
گریائی۔ رونا۔
گریبان کوہ۔ پہاڑ کا درمیانی حصہ جس کو کمر کوہ بھی کہتے ہیں۔
گڑھی۔ چھوٹا سا قلعہ۔
گزپا۔ ایک لمبی ٹانگوں والا پرند۔
گلابی۔ ایک ظرف جس میں گلاب یا شراب وغیرہ بھرتے ہیں
گل اشرفی۔ ایک پھول جو زرد رنگ ہوتا ہے۔
گل افشاں کرنا۔ پھول بکھیرنا
گلال۔ ایک سرخ پوڈر جو ہولی میں اہل ہنود ایک دوسرے

پر ڈالتے اور ملتے ہیں۔
گل تریاک۔ پوستے کا پھول۔
گلا توڑنا۔ گلا پھاڑنا کی جگہ چلانا۔
گلجھڑی۔ گتھی۔ گرہ۔
گلزمین۔ سرسبز و شاداب زمین
گلستانہ۔ کسی جگہ کا نام۔
گنجائی۔ گنجایش۔
گور۔ گورخر جو ایک چوپایہ جانور ہوتا ہے۔
گورگڑھا۔ کفن دفن تجہیز و تکفین۔
گوزن۔ بارہا۔
گون۔ قابل۔ لائق۔ کام کا۔
گھتیا۔ وہ شخص جو گھات میں لگا رہے۔

گھر۔ خانے جو بساط اور چوسر وغیرہ میں ہوتے ہیں۔
گھر گیا۔ خانہ برباد۔
گھر ہونا۔ گھر آباد ہونا۔
گھنگی۔ جھینگے یا جھینگر کی قسم کا ایک اڑنے اور کاٹنے والا کیڑا۔ اس کو کشکی بھی کہتے ہیں۔ بھولی۔ دبیل ڈرپوک۔
گھگھیانا۔ عاجزی کرنا گڑگڑانا۔
گھوپا۔ ایک قسم کا جھونپڑا جو پھونس وغیرہ سے باغوں اور کھیتوں میں بناتے ہیں۔ کٹی۔
گیئی کرنا۔ درگزر کرنا۔
گیدی۔ مکار۔ فیلیا۔ لالچی بے عزت۔ فسادی۔ جھگڑالو

حرف لام

لاکھی۔ لاکھ کے رنگ کا۔
لاگا۔ لگا۔
لاگو۔ آرزومند۔ مشتاق۔
۲۔ پیچھے پڑنے والا دشمن ۳۔ وہ جانور جسے خون کا چسکا پڑ گیا ہو
لاکھہ۔ لپٹ شعلہ۔

لب چش۔ ذائقہ وغیرہ معلوم کرنے کے لیے کسی چیز کو چکھنا۔
لب گزی۔ ہونٹ چبانا۔ غصے۔ شرم۔ حیا۔ یا کسی امر کے افسوس یا ممانعت کے لیے

لٹ جانا۔ کمزور ہو جانا۔ دبلا لاغر ہو جانا۔
لُجہ۔ دریا کا دھارا۔
لڑاکا۔ فسادی۔ لڑاک۔
لستاع۔ ڈنک مارنے والے کیڑے مکوڑے۔

Marfat.com

لطمہ۔ پانی کا تھپیڑا۔ طمانچہ۔
لعل خموش۔ لب خاموش۔
لگ جانا۔ بک جانا۔
لگ لگ۔ یہ ایک قوی الجثہ پرندہ ہے۔ جو ان اطراف میں فصل ربیع میں پایا جاتا ہے۔ لق لق۔
لگو۔ لاگو۔ آرزومند۔ مشتاق۔
لوتھ۔ لاش۔
لوطی۔ معلم۔ اغلام کرنیوالا۔
لہر۔ وہ اعضا کی جنبش جو سانپ یا کُتے کے زہر چڑھنے سے جسم میں پیدا ہوتی ہے۔
لیت ولعل۔ بہانہ۔ وعدہ وعید۔ امروز و فردا۔

حرف میم

مآب۔ جائے بازگشت۔
ماگیری۔ حیلہ گری۔ مکاری۔
مالک الحزن۔ بگلا۔
مالک رقاب۔ گردنوں کا مالک۔
مآل۔ انجام کار۔
مبیت۔ رات گزارنے کی جگہ۔
متصدی گری۔ پیشکاری نائب۔ گماشتہ۔ محاسب۔
مٹھ بھیڑ۔ آمنا سامنا۔
مجعد۔ جوڑا بندھے ہوئے بال۔
مجہلہ۔ بفتح اول وسوم سبب نادانی۔ وبکسر اول وہ زمین جس میں کسی کو راہ نہ ملے۔
مچھر کی جھول کا چور۔ ادنیٰ چیزوں کا چرانیوالا۔ ٹھیا چٹا۔
مچلاپن۔ ڈھٹائی۔ گمراپن۔
مچھندر۔ بڑی بڑی مونچھوں والا۔ مجازاً بیہودہ۔ بدمعاش مسخرا
محاذی۔ بالمقابل۔ روبرو۔
مدھ ماتا۔ مست شرابی۔ متوالا
مذنب۔ گناہگار۔
مرتعش۔ رعشہ دار۔
مرجیا۔ مرمر کے زندگی بسر کرنیوالا۔ ۲۔ جو مرتا مرتا جیا ہو۔
مرزائی۔ مجازاً تکبر۔ تمکنت۔
مرس۔ رسی۔
مرغ انداز کرنا۔ بغیر چبائے نگل جانا۔
مُرغ شوق کُش۔ وہ چڑیا جسے شوق نے مارا ہو۔
مُرغ عیسیٰ۔ چمگادڑ۔ شب پرہ۔
مُرغ مصلی۔ بانگ دینے والا مرغ۔
مزابل۔ مزبلہ کی جمع۔ کوڑا پڑنے کی جگہ۔ گھورا۔ کوڑی۔
مستاصل۔ جڑ سے اکھاڑا ہوا
مستجاب۔ مقبول۔
مست طافح۔ بدمست۔
مسلخ۔ مذبح۔ جہاں جانور ذبح کیے جائیں۔
مسیت۔ مسجد کا بگڑا ہوا لفظ۔
مسیں بھیگنا۔ ہونٹوں پر روئیں کا سیاہ ہو کر مونچھوں کا آغاز ہونا۔
مشبک۔ جالیدار۔
مشقی۔ وہ کاغذ جس پر خوشنویس مشق کرتے ہیں۔
مشیر۔ صلاح کار۔
مصطبہ۔ چبوترہ۔ ٹھیا۔ جس پر بیٹھ کر سودا بیچیں۔
مطبوع۔ پسندیدہ۔
مطلع۔ غزل یا قصیدے

Marfat.com

کا پہلا شعر۔

معارضہ ۔ جھگڑنا۔ بدلا دینا۔ برطرف ہونا۔

معتاد ۔ خوراک روزانہ۔ وہ کام جس کی عادت ہو۔

معلق زن ۔ قلا کرتا ہوا۔

معمورہ ۔ آبادی۔ آباد جگہ۔ بستی

معن ۔ معن زائدہ عرب کے سخی کا نام۔

مفتن ۔ فتنہ پرداز۔

مقال ۔ گفتگو۔

مقام بجنا ۔ قافلہ کے ٹھہرنے کے وقت جو نقارہ وغیرہ بجایا جاتا ہے۔

مقامر خانہ ۔ جہاں جوا کھیلا جائے

مکث ۔ ٹھہرنا۔ دیر کرنا۔

مکحل ۔ سرمہ دانی۔

مگری ۔ چھپر کا وہ حصہ جو سب سے اوپر ہوتا ہے۔

ملاذ ۔ جائے پناہ۔

ملکت ۔ مملکت۔

ملل ۔ ملت کی جمع۔

منادی ۔ ممانعت۔

منائی ۔ ممانعت۔

منت ۔ خوشامد۔

منحرف ۔ پھرا ہوا۔ برگشتہ۔

مندرس ۔ پرانا۔ کہنہ۔ بوسیدہ۔

منقاش ۔ موچنا۔ بال چننے کا آلہ۔

منکا ڈھلنا ۔ مرنے کے قریب کی حالت۔

منہ ابلنا ۔ منہ آنا۔ منہ میں دانے پڑنا۔

منہ دکھائی ۔ وہ نذرانہ جو دلھن کا پہلی مرتبہ منہ دیکھنے پر دیا جاتا ہے۔

منہ میں تنکا لینا ۔ دو حریفوں میں سے جب ایک عاجز آتا ہے تو وہ منہ میں تنکا دبا لیتا ہے۔ اور یہ علامت عاجزی کی ہے۔

موجیں کرنا ۔ مزے اڑانا۔ لطف اٹھانا۔

مورطاس ۔ کنایتاً مبتلائے رنج و مصیبت۔

موسنا ۔ کسی کا مال و اسباب لوٹ لینا۔

موش کور ۔ چھچھوندر۔

موندنا ۔ بند کرنا۔

مونڈنا ۔ فریب دیکر چیلا بنانا۔ لوٹنا۔

مہابت ۔ دہشت۔ خوف۔

مہترانی ۔ بھٹیاری۔

مہر ورزر ۔ محبت قبول کرنیوالا

میاں گیری ۔ درمیان میں پڑنا۔

میانہ ۔ ایک سواری۔

میلان ۔ رغبت۔ خواہش

مآل ۔ انجام کار۔

حرف نون

نابلد ۔ ناواقف۔ ناآشنا۔ انجان

ناجی ۔ نجات پانے والا۔

ناحیہ ۔ طرف۔ سمت۔ کنارہ ملک

ناخن بندی ۔ تعلق بہم پہونچانا بات کرنے کی گنجایش پیدا کرنا۔

ناخواستہ ۔ بغیر چاہے۔

نادعلی ۔ ایک دعا کا نام۔ یشب وغیرہ کی تختی جس پر یہ دعا کندہ ہوتی ہے۔

ناک میں تیر کرنا ۔ تکلیف [illegible] دسترا دینا۔

نام باجنا ۔ نام مشہور ہونا۔

Marfat.com

نباش ۔ کفن چور ۔
نبل ۔ کمزور ۔ کم طاقت ۔
نپٹ ۔ بہت زیادہ ۔ بالکل پوری طرح ۔
نجف ۔ وہ جگہ جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مزار شریف واقع ہے ۔
نچنیا ۔ نوچنے والا ۔ نچ جانا ۔
نخ ۔ ایک قسم کی ڈور جس میں ریشم بھی شامل ہوتا ہے ۔
نخستین خرد ۔ کنایہ حضرت جبرئیل سے ۔ عقل اول ۔
ندان ۔ آخر کار ۔
نراس ۔ ناامید ۔
نرگسی زن ۔ چشمک زن ۔
نرم شانہ ۔ جو جلد کہنے میں آجائے ۔
نریماں ۔ سام کا پردادا ۔
نسترن ۔ سیوتی ۔ سیوتی کا پھول ۔
نسر طائر ۔ ایک ستارہ جو اڑتے ہوئے گدھ کی طرح ہے ۔

نسر واقع ۔ ایک ستارہ جو بیٹھے ہوئے گدھ کی طرح ہے ۔
نسناس ۔ ایک حیوان جسکا نصف بدن آدمی کا سا ہوتا ہے ۔ اور اس کے ایک ہاتھ ایک آنکھ ایک پاؤں ہوتا ہے اور اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں ۔
نشاتین ۔ دونوں جہان ۔ دنیا و آخرت ۔
نطع ۔ دباغت دیے ہوئے چمڑے کا فرش ۔ قاعدہ تھا کہ ایسا فرش واجب القتل آدمی کے نیچے بچھایا جاتا تھا ۔
نظم ۔ لڑی ۔ اشعار موزوں ۔
نظم و نسق ۔ انتظام ۔
نعل چھاتی پر جڑ کے بھرنا ۔ سینہ پر داغ کھانا ۔ یہ نعل بر تن بر سینہ و جگر کا ترجمہ ہے ۔
نفر ۔ آدمی ۔ نوکر ۔ ملازم ۔
نقاوت ۔ پرہیزگاری ۔
نگاہ کا سوت بندھنا ۔ نگاہ کا تار بندھنا
نگر ۔ گاؤں ۔ چھوٹی بستی ۔
نمرہ ۔ پلنگ ۔ تیندوا ۔
نواڑا ۔ کشتی ۔
نوانا ۔ جھکانا ۔
نوچہ ۔ جوان نوخاستہ ۔ امرد
نوسفر ۔ جسنے نیا نیا سفر کیا ہو ۔
نوشاد ۔ حسینوں کا ایک شہر تھا ۔
نوک کرنا ۔ مراد بڑھ کے باتیں کرنا
نہ ۔ ناخن ۔
نہ لینا ۔ ناخن ترشوانا ۔
نہاد ۔ ذات ۔ سرشت ۔ خلقت ۔
نہار توڑنا ۔ صبح کو ہر کھانے سے قبل کچھ کھانا کھانا ۔ یہ نہار شکستن کا ترجمہ ہے ۔
نہایت ۔ انتہا ۔
نیر اعظم ۔ آفتاب ۔
نیلہ ۔ نیل گاؤ ۔
نئے نرگس ۔ نرگس کا تنہ جس پر پھول کھلتا ہے ۔
نیو چلنا ۔ جھک کر چلنا
نیونا ۔ جھکنا ۔

حرف (واو)

وادی مجنوں ۔ وادی نجد جس میں کہ بحالت دیوانگی

دارا خاندہ ۔

Marfat.com

مجنوں کا رہنا بتایا جاتا ہے۔
واشد۔ کھلنا۔ کھلنا۔
وامق۔ ایک شخص کا نام جو عذرا کا عاشق تھا۔
وجب۔ بالشت۔
وحیِ مُنزل۔ وحی نازل شدہ

ور۔ زبردست۔ برتر۔
ورے۔ اِدھر۔ اس کنارے پاس۔
وصّال۔ جٹ بندی کرنے والا۔ کتاب جوڑنے والا۔
وصید۔ ڈیوڑھی۔ دہلیز۔

بیش گاہ مکان۔
وقاع۔ ہم صحبتی۔ یکجائی
وقت گرگ و میش۔ صبح صادق کا وہ وقت کہ ہنوز آسمان پر سیاہی موجود ہو۔
وے۔ وہ کی جمع۔

ہائے ہوّز

ہاتھ لگانا۔ وار کرنا تھپڑ وغیرہ مارنا۔
ہاجی۔ ہجو کرنے والا۔
ہاہاہی ہی۔ خوشامد لجاجت
ہربابی۔ ہرفن مولا۔ ہرفن میں دخل رکھنے والا۔ ہرفن کا ماہر۔ شاطر۔ چالاک۔
ہرزہ چانگی۔ فضول اور لایعنی باتیں کرنا۔
ہرزہ درائی۔ فضول باتیں کرنا
ہزار پایہ۔ کھنکھجورا۔
ہفت گنج خسرو۔ خسرو پرویز کے سات خزانے جن کے نام یہ ہیں۔ گنج عروس ۱ گنج بادآورد ۲۔ گنج اُبتیہ ۳۔ گنج افراسیاب ۴۔ گنج سوختہ ۵۔ گنج خضرا ۶۔ گنج شادآورد ۷۔
ہلہلانا۔ لرزش ہونا جنبش دینا۔ ہلانا۔
ہُنکار۔ ہوں ہاں کی آواز پشتی۔ حمایت۔ شیر کی آواز۔
ہولے ہولے۔ آہستہ آہستہ۔

یائے تحتانی

یادبود۔ نشانی۔ یادگار۔
یاقوتی۔ ایک مقوی قلب مرکب دوا۔
یال و گوپال۔ کنایۃً کر و فر تن و توش۔
یراق۔ سامان جنگ۔ اور کبھی مطلق سامان کے معنے میں بھی آتا ہے۔
یرقان۔ ایک جگر کی بیماری جس میں جسم اور آنکھیں زرد ہو جاتی ہیں۔ کانور۔ کمل بائی۔
یزدی پرند۔ پرند ایک ریشمی کپڑا۔ یزد کا نہایت اچھا اور مشہور ہوتا ہے۔
یکّا یکہ۔ فرد۔ یکتا
یک پیچہ۔ ایک قسم کی ہلکی اور چھوٹی سی پگڑی۔
یک رہ۔ ایک بار۔
یُمن برکت۔ مبارکی۔
یوز۔ ایک شکاری جانور۔
یوم التناد۔ قیامت۔ روزِ محشر

Marfat.com

مجموعے

ISBN-10: 969-35-0943-9
ISBN-13: 978-969-35-0943-4

Marfat.com